اثمار الہدایۃ

علی الہدایۃ

ہدایہ اول

۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ

احادیث کا عظیم ذخیرہ

حضرت مولانا ثمیر الدین قاسمی صاحب دامت برکاتہم

جلد ثالث

جامعہ روضۃ العلوم

نیانگر، ضلع گڈا، جھارکھنڈ، انڈیا

نام کتاب .... اثمار الهدایہ
نام شارح .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
ناشر .... جامعہ روضۃ العلوم نیانگر ، جھارکھنڈ
باہتمام .... مولانا ابوالحسن قاسمی ، نیانگر
نگران ....مولانا مسلم قاسمی سیپوری
طباعت بار اول .... نومبر ۲۰۰۸ء
کمپیوٹر کمپوزنگ .... مولانا ثمیر الدین قاسمی
سیٹنگ .... حافظ زکی ، باٹلی
قیمت پانچ جلدیں ....۳۰ پونڈ

شارح کا پتہ
Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL
Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ
مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیانگر
At Post. Nayanagar
Via Mahagama Dist Godda
Jharkhand-INDIA
Pin 814154
Tel 0091 9304 768719
Tel 0091 9308 014992

C:\Documents and Settings\Administrator\My Documents\3) JPEG CLIPART\PALM.jpg not found.

ملنے کے پتے

شارح کا پتہ

Maulana Samiruddin Qasmi
70 Stamford Street
Old Trafford - Manchester
England M16 9LL

Tel 00 44 (0161)2279577

انڈیا کا پتہ

مولانا ابوالحسن، ناظم جامعہ روضۃ العلوم، نیا نگر

At Post. Nayanagar,Via Mahagama, Dist Godda

Jharkhand-INDIA ,Pin 814154

Tel 0091 9304 768719

Tel 0091 9308 014992

جناب مولانا مسلم قاسمی صاحب، خطیب مسجد بادل بیگ، نمبر 5005

بازار سرکی والان, حوض قاضی۔ دہلی نمبر 6

انڈیا, پین کوڈ نمبر 110006

فون نمبر 09891 213348

جناب مولانا نثار احمد صاحب

ثاقب بک ڈپو، دیوبند, ضلع سہارنپور، یوپی

انڈیا، پین کوڈ نمبر 247554

فون نمبر 09412496688

﴿خصوصیات اثمار الھدایۃ﴾

File C:\Documents and s\Administrator. Documents\3) JPEG

(۱) ھدایہ کے ہر مسئلے کے لئے تین حدیث تین حوالے لانے کی کوشش کی گئی ہے، اور اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے۔

(۲) پھر صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں وہ کس کتاب میں ہے اس کا پورا حوالہ دیا گیا ہے تا کہ صاحب ھدایہ کی حدیث پر اشکال باقی نہ رہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث ہے، یا قول صحابی، یا قول تابعی۔

(۳) طلباء کے ذہن کو سامنے رکھتے ہوئے ہر مسئلے کا محاوری اور آسان ترجمہ پیش کیا ہے۔

(۴) کمال یہ ہے کہ عموما ہر ہر مسئلے کو چار مرتبہ سمجھایا ہے، تا کہ طلباء مسئلہ اور اسکی دلیل بھی آسانی سے سمجھ جائیں۔

(۵) مسائل کی تشریح آسان اور سلیس اردو میں کی ہے۔

(۶) وجہ کے تحت ہر مسئلے کی دلیل نقلی قرآن اور احادیث سے مع حوالہ پیش کی گئی ہے۔

(۷) حسب موقع دلیل عقلی بھی ذکر کر دی گئی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی، کتاب الام، کے حوالے سے لکھا گیا اور حدیث کی دلیل بھی وہیں سے ذکر کی گئی ہے۔

(۹) کونسا مسئلہ کس اصول پر فٹ ہوتا ہے وہ اصول بھی بیان کیا گیا ہے۔

(۱۰) لغت کے تحت مشکل الفاظ کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

(۱۱) لفظی ابحاث اور اعتراض و جوابات سے دانستہ احتراز کیا گیا ہے تا کہ طلباء کا ذہن پریشان نہ ہو۔

(۱۲) جو حدیث ہے اس کے لئے 'حدیث' اور جو قول صحابی یا قول تابعی ہے اس کے لئے' اثر ' کا لفظ لکھا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ کون حدیث ہے اور کون قول صحابی، یا قول تابعی ہے۔

(۱۳) حدیث کے حوالے کے لئے پورا باب لکھا۔ پھر بیروتی، یا پاکستانی کتب خانہ والی کتابوں کا صفحہ نمبر لکھا اور بیروتی یا سعودی کتابوں کا احادیث نمبر لکھ دیا گیا تا کہ حدیث نکالنے میں آسانی ہو۔

(۱۴) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان بھی لکھ دئے گئے ہیں تا کہ دونوں اوزان میں بآسانی موازنہ کیا جا سکے۔

File C:\Documents and s\Administrator. Documents\3) JPEG
File C:\Documents and s\Administrator. Documents\3) JPEG

ہم اثمار الھدایہ ہی کو کیوں پڑھیں ؟

(۱) اس شرح میں ہر مسئلے کے تحت تین حدیثیں، تین حوالے ہیں جس سے دل کو سکون ہو جاتا ہے کہ کس مسئلے کے لئے کون سی حدیث ہے۔

(۲) کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحاح ستہ ہی سے لائی جائے، تاکہ حدیث مضبوط ہوں۔

(۳) صاحب ھدایہ جو حدیث لائے ہیں اس کی مکمل دو تخریج پیش کی گئی ہے۔

(۴) ایک ایک مسئلے کو چار چار بار مختلف انداز سے سمجھایا ہے، جس سے مسئلہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے۔

(۵) بلا وجہ اعتراض و جوابات نہیں لکھا گیا ہے۔

(۶) سمجھانے کا انداز بہت آسان ہے۔

(۷) پرانے اوزان کے ساتھ نئے اوزان مثلا گرام وغیرہ کو لکھ دیا گیا ہے، جس سے پرانا اور نیا دونوں وزنوں سے واقفیت ہوتی ہے۔

(۸) امام شافعیؒ کا مسلک انکی کتاب الام سے نقل کیا گیا ہے، اور انکی دلیل بھی صحاح ستہ سے دی گئی ہے۔

اثمار الھدایۃ

فہرست مضامین اثمار الہدایہ جلد ثالث

فہرست مضامین اثمار الھدایۃ جلد ثالث

﴿کتاب الصوم﴾

(۹۰۶) قال الصوم ضربان واجب ونفل والواجب ضربان منه ما يتعلق بزمان بعينه كصوم رمضان والنذر المعين﴾

﴿ کتاب الصوم ﴾

ضروری نوٹ: صوم کے معنی رکنا ہے۔روزہ میں کھانے، پینے اور جماع سے رکنا ہے اس لئے اس کو صوم کہتے ہیں۔روزہ فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔(۱) یا ایها الذین آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون۔(آیت ۱۸۳ سورۃ البقرۃ ۲)(۲) شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بينٰت من الهدى و الفرقان فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲)(۳) اور حدیث میں ہے۔ان اعرابيا جاء الى رسول الله ﷺ ... فقال اخبرني ماذا فرض الله على من الصيام فقال شهر رمضان الا ان تطوع شيئا (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب وجوب صوم رمضان ص ۳۰۴ نمبر ۱۸۹۱ رمسلم شریف، باب بیان الصلوات التی ھی أحد أركان الاسلام، ص ۲۷، نمبر ۱۰۰/۱۱) اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے فرض ہیں۔

ترجمہ: (۹۰۶) روزے کی دو قسمیں ہیں واجب اور نفل، پس واجب کی دو قسمیں ہیں، ان میں سے ایک جو تعلق رکھتی ہے متعین زمانہ کے ساتھ جیسے رمضان کے روزے اور نذر معین۔

تشریح: روزے کی چھ قسمیں ہیں (۱) رمضان کے روزے (۲) نذر معین کا روزہ (۳) قضاء رمضان (۴) نذر غیر معین (۵) کفارات کے روزے (۶) نفل روزے۔ان چھ قسموں میں سے پہلی دو قسمیں رمضان کے روزے اور نذر معین وقت متعین کے ساتھ ہیں اور باقی چار قسمیں وقت کے ساتھ متعین نہیں ہیں۔کسی دن بھی رکھ سکتے ہیں۔۔مصنفؒ نے پہلے روزے کی دو قسمیں کی [۱] واجب [۲] اور نفل۔پھر واجب کی دو قسمیں کی۔ایک وہ کہ وقت معین کے ساتھ متعین ہو، جیسے رمضان کا روزہ کہ رمضان کے مہینے کے ساتھ متعین ہے، اور نذر معین، یہ روزہ اس دن کے ساتھ خاص ہے جس دن کی نذر مانی ہے۔

نوٹ: روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اس لئے صبح صادق سے آدھا دن سے زیادہ کا اعتبار کرنا ہوگا۔جو الضحوۃ الکبری: یعنی چاشت کے وقت سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرنی ہوگی، یعنی گیارہ بجے دن سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے۔ مسئلہ نمبر ۹۰۶ میں بنیادی بحث یہ ہے کہ رمضان کے روزے کے لئے اللہ تعالی کی جانب سے پہلے سے دن متعین ہے اس لئے چاشت کے وقت سے پہلے پہلے نیت کرے گا تب بھی روزہ ہو جائے گا، اسی طرح معین دن کی نذر میں بندے کی جانب سے پہلے سے دن متعین ہے اس لئے چاشت سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے گا تب بھی نذر کا روزہ ہو جائے گا۔اور مسئلہ نمبر ۹۰۷ میں بنیادی

(۷۰۹) فيجوز بنية من الليل وان لم ينو حتى اصبح اجزأته النية ما بينه وبين الزوال﴾

بحث یہ ہے کہ اس دن میں کوئی دوسرے روزے کی نیت بھی کرے گا تو وہ روزہ نہیں ہوگا رمضان کا ہی روزہ ہو جائے گا، یا معین دن میں نذر معین ہی کا روزہ ہوگا۔ کیوں کہ ان روزوں کے لئے پہلے سے دن متعین ہے۔ آیت ہے ۔فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) کہ رمضان آجائے تو رمضان ہی کا روزہ رکھو۔ اور معین دن کی نذر میں خود بندے نے اس دن کو روزے کے لئے متعین کیا ہے۔

لغت: النذر المعین: کوئی آدمی نذر مانے کہ مثلا جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا تو چونکہ جمعہ کا دن روزہ رکھنے کے لئے متعین کیا اس لئے یہ نذر معین ہوئی، نذر واجب ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ نذر مانی ہو تو اس کو پوری کرنا چاہئے ۔ اور اگر روزے کی نذر تو مانی لیکن جمعہ کے دن کے ساتھ خاص نہیں کیا تو یہ نذر غیر معین ہے

ترجمہ: (۷۰۹) وقت متعین کا روزہ رات کی نیت کے ساتھ جائز ہے، پس اگر نیت نہ کی ہو یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو اس کو کافی ہوگی وہ نیت جو صبح صادق اور زوال کے درمیان کی گئی ہے۔

تشریح: اگر رات کو نیت نہ کی ہو تو زوال سے پہلے نیت کر لی تو وہ نیت بھی رمضان کے روزے کے لئے اور نذر معین کے ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ رمضان کا مہینہ ہونے کی وجہ سے یہ طے ہے کہ ایک مسلمان کو روزہ رکھنا ہے اور صبح سے زوال تک کھایا پیا بھی نہیں ہے اس لئے اکثر دن میں نیت کر لی تو روزہ ادا ہو جائے گا۔ اور زوال سے پہلے نیت کر لی تو آدھا دن سے زیادہ نیت پائی گئی لہذا للاكثر حكم الكل کے قاعدہ کے اعتبار سے کافی ہو جائے گی۔ یہی حال نذر معین کا ہے کہ پہلے سے روزہ رکھنے کے لئے دن متعین ہے اس لئے یہی گمان ہے کہ اپنے وعدے کے مطابق روزہ رکھے گا۔

نیت کے لئے آدھا دن کب ہوگا ؟ ۔ روزہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے، اس لئے صبح صادق سے شام تک میں جتنا گھنٹہ ہوگا اس کا آدھا، آدھا دن سمجھا جائے گا اور اس سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا، یہ وقت تقریبا گیارہ بجے سے پہلے پہلے ہوگا، یعنی کوئی آدمی گیارہ بجے سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) رمضان کا روزہ، نذر معین کا روزہ، یا نفلی روزہ میں آدھے دن سے پہلے بھی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن سلمة بن اكوعؓ انه قال : بعث رسول الله ﷺ رجلا من أسلم يوم عاشورء ، فأمره أن يؤذن في الناس ((من كان لم يصم فليصم ، و من كان أكل فليتم صيامه الى الليل . (مسلم شریف، باب من اُکل فی عاشوراء فلیکف بقیۃ یومہ، ص ۴۶۴، نمبر ۱۱۳۵/۲۶۶۸ / بخاری شریف، باب اذا نوی بالنہار صوما، ص ۲۵۷، نمبر ۱۹۲۴) اس حدیث

۱؎ وقال الشافعي لا يجزيه ۲؎ اعلم ان صوم رمضان فريضة لقوله تعالىٰ كتب عليكم الصيام ۳؎ وعلى فرضيته انعقد الاجماع ولهذا يُكفر جاحده ۴؎ والمنذور واجب لقوله تعالىٰ وليُوفوا نذورهم

میں ہے کہ صبح صادق کے بعد بھی جس نے نہیں کھایا ہے تو روزے کی نیت کر کے روزہ رکھ سکتا ہے۔(۲) **عن عائشةؓ قالت كان النبي ﷺ اذا دخل علی قال : هل عندكم طعام ؟ فاذا قلنا لا ، قال : انی صائم** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیه [ای فی النیة]ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۵ رترمذی شریف، باب صیام المتطوع بغیر تبییت ،ص ۱۸۶، نمبر ۷۳۳) اس حدیث میں ہے کہ دن میں کھانا نہیں کھایا تھا تو آپؐ نے روزے کی نیت کر لی، جس سے معلوم ہوا کہ دو پہر سے پہلے روزے کی نیت کر سکتا ہے، یہ حکم نفلی روزے کے بارے میں ہے، لیکن فرض روزے کو بھی اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دن کی نیت کافی نہیں ہوگی۔

تشریح :۔امام شافعیؒ کے یہاں رمضان، نذر معین، نذر غیر معین، اور واجب روزے کی نیت دن کو کرے تو کافی نہیں ہے، صبح صادق سے پہلے اس کی نیت کرنی ہوگی۔ البتہ نفل روزے کی نیت زوال سے پہلے کرے تو جائز ہے۔ موسوعہ میں ہے. **قال الشافعیؒ : فكان هذا [النية قبل الفجر]۔و الله اعلم ۔علی شهر رمضان خاصة و علی ما أوجب المرء علی نفسه من نذر أو وجب علیه من صوم ، فاما التطوع فلا بأس أن ینوی الصوم قبل الزوال ما لم یأكل و لم یشرب** ۔(موسوعة امام شافعی ، باب الدخول فی الصیام والخلاف فیه، ج رابع ،ص ۳۴۴ ،نمبر ۴۸۶۸)اس عبارت میں ہے کہ رمضان اور نذر معین اور نذر غیر معین اور واجب روزے کی نیت رات سے کرنی ہوگی۔

وجه: (۱) رات میں روزے کی نیت کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن حفصة زوج النبی ﷺ ان رسول الله قال من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له** (ابوداؤد شریف، باب فی النیة فی الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۴ رترمذی شریف، باب ما جاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۱۴۵ انمبر ۷۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے روزے کی نیت کرنی چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ یقین کریں کہ رمضان کا روزہ فرض ہے، اللہ تعالی کے اس قول کی وجہ سے۔ **یا ایها الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون** ۔(آیت ۱۸۳ سورۃ البقرۃ ۲)

ترجمہ: ۳؎ اور روزے کی فرضیت پر اجماع منعقد ہوا ہے، اسی لئے اس کے انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا۔

تشریح :۔تمام ائمہ اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز کی طرح روزہ بھی فرض ہے، اسی لئے کوئی روزے کا انکار کرے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴؎ نذر پورا کرنا واجب ہے اللہ تعالی کے قول ﴿ **ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم** (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) کی وجہ سے۔

۵ وسبب الاول الشهر ولهذا يضاف اليه ويتكرر بتكرره وكل يوم سبب وجوب صومه ۶ وسبب الثاني النذر ۷ والنية من شروطه وسنبينه ونفسره ان شاء الله تعالىٰ

وجه :(۱) اس آیت میں ہے کہ نذر پوری کرو، اس کی وجہ سے نذر پوری کرنا واجب ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ نذر پوری کرنا ضروری ہے۔ **سمعت عمران بن حصين يحدث عن النبى ﷺ قال : خير كم قرنى ، ثم الذين يلونهم ، ثم الذين يلونهم ۔ قال عمران لا ادرى ذكر ثنتين أو ثلاثا بعد قرنه ۔ ثم يجئ قوم ينذرون و لا يفون** ۔(بخاری شریف، باب اثم من لا یفی بالنذر، ص ۱۱۵۶، نمبر ۶۶۹۵) اس حدیث میں ہے کہ نذر پوری نہ کرنا قیامت کی علامت میں سے ہے۔ اس نذر واجب ہے (۳) **عن ابن عباسؓ قال أتى رجل النبى ﷺ فقال له : ان اختى نذرت أن تحج و انها ماتت فقال النبى ﷺ : لو كان عليها دين أكنت قاضيه ؟ قال نعم قال فاقض الله فهو احق بالقضاء** ۔(بخاری شریف، باب من مات وعلیہ نذر، ص ۱۱۵۶، نمبر ۶۶۹۹ر مسلم شریف، باب الامر بقضاء النذر، ص ۷۱۹، نمبر ۱۶۳۸ر ۴۲۳۵) اس حدیث میں ہے کہ نذر کی قضا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۵ پہلے [یعنی رمضان کے روزے] کا سبب مہینہ ہے، اسی لئے رمضان کی طرف اضافت کی جاتی ہے، اور رمضان کے بار بار آنے سے روزہ بھی بار بار آتا ہے، اور ہر دن اس دن کے واجب ہونے کا سبب ہے۔

تشریح : روزے کا اصل سبب تو اللہ تعالی کا حکم ہے، لیکن سبب ظاہری رمضان کا مہینہ ہے، چنانچہ جب جب رمضان آئے گا اور آدمی کی قدرت ہو تو روزہ فرض ہوگا۔ اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔ **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** ۔(آیت ۱۸۵، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ کوئی آدمی رمضان کا مہینہ پائے تو وہ روزہ رکھے۔ ۔اور رمضان کا ہر دن ہر روزے کا سبب ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی پندرہ رمضان کو بالغ ہوا تو پندرہ رمضان کے بعد جو روزے ہیں وہی فرض ہونگے، اس سے پہلے کے فرض نہیں ہونگے، کیونکہ وہی سب دن اس پر گزرے، اس سے پہلے کے دن اس پر نہیں گزرے اس لئے پہلے کے دن سبب نہیں بن سکے۔ اور نہ اس کا روزہ اس پر فرض ہوا۔ ۔اس آیت کے اشارۃ النص میں اس کا ثبوت ہے۔ **يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون O أياما معدودات** ۔(آیت ۱۸۳ر ۱۸۴، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے أیاما معدودات، چند دن۔ اس لئے ہر دن روزے کا سبب بنے گا۔

ترجمہ: ۶ اور دوسرے کا سبب نذر ماننا ہے۔

تشریح : دوسرا سے مراد نذر کا روزہ ہے، نذر کا روزہ واجب ہونے کا سبب نذر ماننا ہے۔

ترجمہ: ۷ اور نیت روزے کی شرائط میں سے ہے، ان شرطوں کو آئندہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔

٨؎ وجه قوله في الخلافية قوله عليه السلام لا صيام لمن لم ينو الصيام من الليل ٩؎ ولانه لما فسد الجزء الاول لفقد النية فسد الثاني ضرورة انه لا يتجزى بخلاف النفل لانه متجز عنده

تشریح : نیت کے شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہوگا، اور نیت نہیں کرے گا تو روزہ نہیں ہوگا، چاہے شام تک بھوکا، پیاسا رہے۔ روزے کے شرطوں کے بارے میں انشاء اللہ آگے بحث کریں گے۔

وجه : (۱) جتنے بھی عبادات اصلی ہیں ان میں عبادت کی نیت کرنا ضروری ہے، اور اگر نیت نہیں کی تو وہ دنیاوی کام ہو جائے گا، مثلا صبح سے شام تک بغیر روزے کی نیت کے بھوکا پیاسا رہا تو یہ دنیاوی کام ہو جائے گا، یہ روزہ نہیں ہوگا۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **سمعت عمر بن الخطابؓ علی المنبر قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرىء ما نوى .** (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ص ۱، نمبر ۱) اس حدیث میں ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔

ترجمه : ٨؎ نیت کے بارے میں جو اختلاف تھا، اس کے بارے میں امام شافعیؒ کی دلیل حضورؐ کا قول ہے، کہ جس نے رات سے نیت نہیں کی اس کا روزہ ہی نہیں ہوا۔

تشریح:۔ اوپر نیت کے بارے میں اختلاف گزرا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ رمضان، نذر معین اور نفل کے لئے زوال سے پہلے بھی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا بشرطیکہ ابھی تک کھایا پیا نہ ہو۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نفلی روزے کے علاوہ سب کے لئے رات سے ہی روزے کی نیت کرنی ہوگی ورنہ روزہ نہیں ہوگا۔ اور دلیل میں یہ حدیث تھی۔ **عن حفصة زوج النبی ﷺ ان رسول الله قال من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له** (ابو داؤد شریف، نمبر ۲۴۵۴ / ترمذی شریف نمبر ۷۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے روزے کی نیت کرنی چاہئے۔

ترجمه : ٩؎ اور اس لئے کہ نیت نہ کرنے کی وجہ سے جب پہلا جز فاسد ہو گیا تو دوسرا جز بھی فاسد ہو جائے گا، کیونکہ روزے میں تجزی نہیں ہوتا۔ بخلاف نفلی روزے کے، اس لئے کہ انکے نزدیک نفلی روزے میں تجزی یعنی ٹکڑا ہوتا ہے۔

تشریح : تجزی: جز سے مشتق ہے ٹکڑا ہونا حصہ ہونا۔ یہ امام شافعیؒ کی دلیل عقلی ہے۔ کہ رات میں نیت نہ کرنے کی وجہ سے روزے کا پہلا حصہ یعنی صبح کا حصہ فاسد ہو گیا، تو اس کے بعد میں آنے والا حصہ بھی اسی پر بنا ہوگا اس لئے وہ بھی فاسد ہو جائے گا، اس لئے پورے دن کا روزہ حصہ فاسد ہو گیا، کیونکہ فرض روزے میں ٹکڑا نہیں ہوتا، اس لئے صبح صادق سے ہی نیت کرنی ہوگی، البتہ نفلی روزے میں انکے یہاں ٹکڑا اور تجزی ہوتا ہے، اس لئے زوال سے پہلے پہلے تک نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا۔۔ اصل تو اوپر کی نفلی روزے والی حدیث ہے۔

١٠ ولنا قوله ﷺ بعد ما شهد الاعرابی برؤیة الهلال الامن اكل فلا ياكلنَّ بقيةَ يومه ومن لم ياكل فليصم ١١ وماروأه محمول على نفي الفضيلة والكمال

ترجمه: ١٠ اور ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے جب دیہاتی نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو آپؐ نے فرمایا کہ جس نے کھالیا ہے تو باقی دن نہ کھائے اور جس نے نہیں کھایا ہے تو روزہ رکھے۔

تشریح: دن کو بھی زوال سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا اس کے لئے یہ حدیث ہے کہ، ایک دیہاتی نے دن کو چاند دیکھنے کی گواہی دی تو حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے کھالیا ہے تو اب شام تک نہ کھائے تا کہ روزے کا احترام ہو جائے، اور جس نے ابھی تک نہیں کھایا ہے تو ابھی سے روزے کی نیت کرلے اور روزہ رکھ لے، جس سے معلوم ہوا کہ دن کو بھی روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہو جائے گا۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔عن سلمة بن اكوعؓ انه قال : بعث رسول الله ﷺ رجلا من أسلم يوم عاشورء ، فأمره أن يؤذن في الناس ((من كان لم يصم فليصم ، و من كان أكل فليتم صيامه الى الليل . (مسلم شریف، باب من أكل في عاشوراء فليكف بقية يومه، ص۴۶۴، نمبر ۱۱۳۵/۲۶۶۸ / بخاری شریف، باب اذا نوى بالنهار صوما، ص ۲۵۷، نمبر ۱۹۲۴) اس حدیث میں ہے کہ صبح صادق کے بعد بھی جس نے نہیں کھایا ہے تو روزے کی نیت کر کے روزہ رکھ سکتا ہے۔ (۲) صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث کا مفہوم اس اثر میں ہے۔ عن عمر بن عبد العزيز أن قوما شهدوا على هلال رمضان بعد ما أصبح الناس فقال : من لم يأكل فليتم صومه و من أكل فليصم بقية يومه ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب في الهلال يرى وبعض الناس قد أكل، ج ثانی، ص ۳۲۱، نمبر ۹۴۷۵) اس اثر میں ہے کہ رمضان میں دن کو گواہی دی تو اسی وقت سے فرض روزے کی نیت کروائی گئی۔

نوٹ: اوپر کی دو حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نفلی روزے کی نیت حضورؐ نے دن میں کی ہے، اس لئے امام شافعیؒ اس حدیث کو نفلی روزے پر ہی محمول کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ صرف نفلی روزے کی نیت دن کو کر سکتا ہے، باقی روزوں کی نیت رات میں ہی کرنی ہوگی، کیوں کہ حدیث گزری کہ جس نے رات سے نیت نہیں کی اس کا روزہ ہی نہیں ہوا۔ اور امام ابو حنیفہ نفلی روزہ والی حدیث میں رمضان کے روزے کو اور نذر معین کو بھی شامل فرماتے ہیں، کہ انکی نیت بھی دن میں کرے گا تو روزہ ہو جائے گا، کیونکہ یہ دونوں روزے مخصوص دن کے ساتھ متعین ہیں

ترجمه: ١١ اور امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے وہ فضیلت اور کمال کی نفی پر محمول ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی ہے کہ رات میں نیت نہیں کی تو اس کا روزہ ہی نہیں ہے۔ یہ کمال اور فضیلت کی نفی پر محمول ہے۔ یعنی اگر رات سے روزے کی نیت کرتا تو روزہ کامل ہوتا اور پورا ثواب ملتا، اور دن میں نیت کی تو اب دن سے ثواب ملنا

۱۲؎ او معناه لم ينو انه صوم من الليل ۱۳؎ ولانه يوم صوم فيتوقف الامساک فی اوله علی النية المتاخرة المقترنة باكثره كالنفل وهٰذا لان الصوم ركن واحد ممتد والنية لتعيينه لله تعالىٰ فتترجح بالكثرة جَنبةُ الوجود بخلاف الصلوٰة والحج لانهما اركان فيشترط قرانها بالعقد علی ادائهما

شروع ہوگا، لیکن اس کا روزہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱۲؎ حدیث کا دوسرا معنی یہ ہے کہ، اس نے یہ نیت نہیں کی رات سے روزہ رکھتا ہوں [بلکہ اس نے یوں نیت کی ابھی نو بجے سے روزہ شروع کرتا ہوں، رات سے نہیں شروع کرتا، تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوگا]

تشریح: اس عبارت میں امام شافعی والی حدیث۔ **من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له** ۔ کا مطلب یہ بتا رہے ہیں کہ کسی نے یوں نیت کی میں ابھی مثلا نو بجے دن سے روزہ رکھنا شروع کرتا ہوں، اور اس وقت سے پہلے کا روزہ رکھتا ہی نہیں، تو چونکہ شروع دن کا روزہ ہوا ہی نہیں، کیونکہ اس سے پہلے کی نفی کی ہے، اس لئے پورے دن کا روزہ نہیں ہوگا، حدیث کا یہ مطلب ہے۔ لیکن اگر کوئی نو بجے دن کو روزے کی نیت کرے اور کہے کہ رات سے ہی روزہ رکھنے کی نیت کرتا ہوں تو روزہ ہو جائے گا۔ اوپر کی حدیث میں اس کا انکار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱۳؎ اور اس لئے کہ روزہ کا دن ہے اس لئے دن کے شروع حصے میں جو کھانے پینے سے رکا وہ بعد کی نیت پر موقوف ہوگا جو زیادہ حصے کے ساتھ متصل ہے، جیسے کہ نفلی روزہ۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ روزہ پورا ایک ہی رکن ہے لیکن لمبا ہے، اور روزے کی نیت اللہ تعالی کے لئے متعین کرنے کے لئے ہے اس لئے زیادہ حصہ ہونے سے وجود کی جانب ترجیح دے دی گئی، بخلاف نماز اور حج کے، اس لئے کہ ان دونوں میں کئی ارکان ہیں، اس لئے دونوں کی ادائیگی میں شروع سے نیت کا ہونا شرط ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، یہاں عبارت مشکل ہے توجہ دے کر سمجھیں۔۔ روزہ اور نماز میں فرق یہ ہے کہ روزہ صبح سے شام تک ایک ہی فرض ہے جو لمبا ہے۔ اور نماز میں چھ فرائض ہیں۔ تکبیر تحریمہ، قیام، قرأت، رکوع، سجدہ، اور تشہد کی مقدار بیٹھنا۔ اب اگر نماز میں تکبیر تحریمہ سے پہلے نیت نہیں کی، تو تکبیر تحریمہ جو فرض ہے بغیر نیت کے ادا ہوئی، اس لئے وہ فاسد ہوئی، اس لئے اب نماز میں پانچ ہی فرائض رہ گئے، جن سے نماز ادا نہیں ہوگی۔ اسی طرح حج میں تین فرائض ہیں احرام اور وقوف عرفہ، اور طواف زیارت۔ پس اگر کسی نے حج کے احرام باندھنے سے پہلے حج کی نیت نہیں کی تو احرام بغیر نیت کے ادا ہوا، اس لئے وہ فاسد ہو گیا، اب بعد میں نیت کی تو صرف وقوف عرفہ اور طواف زیارت دو رکن ادا ہوئے اور دو رکن سے حج نہیں ہوتا ہے، اس لئے پورا حج ہی ادا نہیں ہوگا، اس لئے نماز اور حج میں بالکل شروع سے نیت کرنی ہوگی۔ لیکن روزے کا مسئلہ ایسا نہیں ہے وہ ایک ہی فرض لمبا ہے اس لئے روزے کے اکثر حصے میں نیت پائی گئی تو پورا روزہ ادا ہو جائے گا۔ خاص طور رمضان کا مہینہ روزے کے لئے متعین ہے، اسی طرح نذر معین کا دن

۱۴؎ بخلاف القضاء لانه یتوقف علیٰ صوم ذٰلک الیوم وهو النفل

مثلا جمعہ کا دن روزے کے لئے متعین ہے۔ اس لئے بعد میں بھی نیت کرے اور دن کے اکثر حصے میں نیت پائی گئی تو اقل کو اس کے تابع کر کے یوں کہا جائے گا کہ پورے دن ہی میں نیت پائی گئی اس لئے روزہ ہو جائے گا۔ جیسے نفلی روزے کی نیت گیارہ بجے سے پہلے پہلے کرے تو امام شافعیؒ کے یہاں بھی روزہ ہو جاتا ہے۔

لغت : یوم صوم: روزہ کا دن ہے، یعنی رمضان کا مہینہ روزہ کا دن ہے، اسی طرح نذر معین کا دن مثلا جمعہ کا دن روزہ رکھنے کا دن متعین ہے۔ امساک: یہ جملہ بار بار آئے گا، امساک کا معنی ہے رکنا، یہاں مراد ہے کھانے پینے اور جماع سے رکنا، جسکو روزہ کہتے ہیں۔ المقترنۃ: قرن سے مشتق ہے، ملا ہوا ہو۔ **فیتوقف الامساک فی اوله علی النیة المتاخرة المقترنة باکثره :** اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دن کے شروع حصے میں کھانے پینے اور جماع سے رکا رہا، اس کا روزہ ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ بعد میں روزے کی نیت کر لے، اور اس وقت نیت کرے کہ دن کا اکثر حصہ روزے کے ساتھ ہو جائے، یعنی گیارہ بجے سے پہلے پہلے روزے کی نیت کر لے۔ ممتد : پھیلا ہوا ہو، لمبا ہو۔ جنبۃ الوجود: وجود کی جانب، یعنی کثرت کو ترجیح دیتے ہوئے پورے دن کا روزہ ہو جائے گا۔ لانھما ارکان: نماز میں اور حج میں کئی کئی ارکان ہیں، نماز میں چھ ارکان ہیں، اور حج میں تین ارکان ہیں۔

لغت: قران: ملا ہوا ہو۔ العقد : کوئی بھی عقد، کوئی بھی کام، یہاں عقد سے مراد یہ ہے کہ نماز یا حج کا پہلا فرض۔ **فیشترط قرانها بالعقد علی ادائهما :** اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا پہلا رکن جسکو پہلا فرض کہتے ہیں اسکی ادائیگی کے وقت نماز کی نیت ہونا شرط ہے، ورنہ وہ ادا نہیں ہوگا اور اسکی وجہ سے پوری نماز نہیں ہوگی۔ اسی طرح حج کے پہلے رکن کی ادائیگی کے وقت حج کی نیت ہونا شرط ہے ورنہ وہ ادا نہیں ہوگا، جسکی وجہ سے پورا حج ہی باطل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱۴؎ بخلاف قضاء کے اس لئے کہ وہ موقوف ہے اس دن کے روزے پر اور وہ نفلی روزہ ہے۔

تشریح : یہ یاد رہے کہ رمضان کی قضا روزہ فرض ہے لیکن کسی دن کے ساتھ متعین نہیں ہے کسی دن بھی رکھ سکتا ہے۔ اسی طرح نذر غیر معین کا روزہ واجب ہے، لیکن کسی دن کے ساتھ معین نہیں ہے کسی دن بھی رکھ سکتا ہے۔۔ یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ صبح سے شام تک روزہ ایک ہی رکن ہے اور زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے رمضان کا روزہ ادا ہو جاتا ہے تو قضا روزہ، یا نذر غیر معین کا روزہ زوال سے پہلے پہلے نیت کرنے سے ادا کیوں نہیں ہوتا، یہ بھی تو روزہ ہی ہے؟ اس کا جواب دے رہے ہیں رمضان کے علاوہ کے جو دن ہیں وہ نفلی روزے کے لئے ہیں۔ اب صبح صادق سے پہلے قضا کی یا نذر غیر معین روزے کی نیت نہیں کی تو یہ روزہ ہوگا تو ضرور لیکن نفلی روزہ ہو جائے گا، اب دن کے شروع کا روزہ نفلی ہوا، اور زوال کے بعد کا روزہ واجب ہوا، اس لئے واجب کی بنا نفل پر نہیں ہو سکے گا، اس لئے رات سے ہی اس کی نیت کرنی ہوگی۔۔ اور رمضان میں اور نذر معین میں رات سے نیت کر

۱۵ؒ وبخلاف ما بعد الزوال لانه لم يوجد اقترانها بالاكثر فترجحت جنبة الفوات

نے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ وہ دن اس روزے کے لئے پہلے سے متعین ہے، اس لئے مطلق روزہ بھی رکھے گا تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا، نفل روزہ نہیں ہوگا۔

لغت: یتوقف: موقوف ہونا کسی چیز کا کسی چیز پر بنا کرنا۔ **یتوقف علی صوم ذالک الیوم**: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دن کے شروع حصے میں نفلی روزہ ہو گیا، اور بعد میں قضاء کی نیت کر کے قضاء روزہ اس پر لایا اور بنا کیا تو قضاء کی بنا نفل پر کیسے ہوگا! اس لئے رات سے ہی نیت کرنی ہوگی۔

ترجمہ ۱۵ؒ بخلاف زوال کے بعد اس لئے کہ نیت اکثر دن کے ساتھ ملنا نہیں پایا گیا اس لئے فوت کی جانب کو ترجیح دے دی گئی۔

تشریح: یہ بھی ایک اشکال کا جواب ہے۔ اشکال یہ ہے کہ جب صبح سے شام تک ایک ہی روزہ ہے اور ایک ہی رکن ہے تو زوال کے بعد بھی نیت کرنے سے روزہ ہو جانا چاہئے؟ زوال سے پہلے نیت کرنے کی قید کیوں لگاتے ہیں؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ زوال کے بعد روزے کی نیت کی تو آدھے دن سے کم میں نیت پائی گئی، تو چونکہ اکثر میں نیت نہیں پائی گئی اس لئے فوت کی جانب ترجیح دے دی گئی، اور گویا کہ روزے کی نیت ہوئی ہی نہیں اس لئے روزہ نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اس حدیث کے اشارۃ النص میں ہے کہ حضورؐ نے زوال سے پہلے روزے کی نیت کی۔ **عن عائشةؓ قالت كان النبی ﷺ اذا دخل علی قال: هل عندكم طعام؟ فاذا قلنا لا، قال: انی صائم**۔ (ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیہ [ای فی النیۃ] ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۵ / ترمذی شریف، باب صیام المتطوع بغیر تبییت، ص ۱۸۶، نمبر ۷۳۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صبح کا ناشتہ مانگا اور نہ ہونے پر روزے کی نیت کی، جسکا مطلب یہ نکلا کہ آدھے دن سے پہلے پہلے روزہ کی نیت کی۔ (۲) اس اثر میں صراحت ہے کہ نصف النہار، یعنی آدھے دن سے پہلے نیت کرنے کا اختیار ہے، اس کے بعد نہیں، اثر یہ ہے۔ **عن الحارث أن علياً قال: هو بالخيار الى نصف النهار ما لم يطعم الطعام أو يكون قد فرضه من الليل**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومہ اذا لم یبیتہ، ج رابع، ص ۲۱۰، نمبر ۷۸۰۹) اس اثر میں ہے کہ آدھے دن سے پہلے پہلے تک نیت کرے، (۳) اس اثر میں بھی ثبوت ہے۔ **قال ابن مسعود: انت بالخيار الى نصف النهار**۔ (مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومہ اذا لم یبیتہ، ج رابع، ص ۲۱۱، نمبر ۷۸۱۴) اس اثر میں بھی ہے کہ آدھے دن تک روزے کی نیت کرنے کا اختیار ہے۔ جنبۃ الفوات: فوت کی جانب، یعنی نیت نہ کرنے کی جانب کو ترجیح دے دی گئی۔ اور روزہ نہیں ہوا۔

١٦ ثم قال في المختصر ما بينه وبين الزوال وفي الجامع الصغير قبل نصف النهار وهو الاصح لانه لا بد من وجود النية في اكثر النهار ونصفه من وقت طلوع الفجر الى وقت الضَحْوَة الكبرىٰ لا وقت الزوال فتشترط النية قبلها ليتحقق في الاكثر ١٧ ولا فرق بين المسافر والمقيم خلافا لزفر لانه لا تفصيل فيما ذكرنا من الدليل

ترجمه: ١٦ پھر مختصر قدوری میں کہا کہ صبح صادق سے زوال تک کے درمیان نیت کرے، اور جامع صغیر میں کہا نصف النہار، یعنی آدھے دن سے پہلے نیت کرے، اور صحیح یہی ہے، اس لئے کہ اکثر دن میں نیت ہونا ضروری ہے۔ اور آدھا دن صبح صادق کے طلوع ہونے سے چاشت کے وقت ہوتا ہے، زوال کے وقت نہیں ہوتا ہے، اس لئے چاشت کے وقت سے پہلے نیت ہونا شرط ہے، تا کہ دن کا اکثر حصہ متحقق ہو جائے۔

تشریح: نصف النہار : عرف میں طلوع آفتاب سے لیکر غروب آفتاب تک جتنا وقت ہوتا ہے اس کے آدھے کو نصف النہار، یعنی آدھا دن کہتے ہیں، اس وقت سورج بالکل سر پر ہوتا ہے، اس کو دو پہر بھی کہتے ہیں۔ ملکی ٹائم اس کے شہر سے گزرتا ہو تو یہ ٹھیک بارہ بجے دن کو ہوتا ہے۔ عرف میں نصف النہار یہی ہے۔ زوال: زوال کا ترجمہ ہے ڈھل جانا اس لئے نصف النہار سے ایک منٹ کے بعد کو زوال کہتے ہیں، کیونکہ سورج سر پر سے مغرب کی طرف ڈھل گیا۔ لیکن صاحب ھدایہ نے آدھا دن صبح صادق سے لیا ہے کیونکہ شریعت میں دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے ، اور صبح صادق برطانیہ میں طلوع آفتاب سے تقریبا دو گھنٹے پہلے ہوتا ہے، اس لئے اس کا آدھا ایک گھنٹہ ہوگا، اور آدھے دن سے ایک گھنٹہ کم کریں تو گیارہ بجے ہوتا ہے، اسی کو صاحب ھدایہ نے الضحوۃ الکبری، کہا ہے جسکا معنی ہے چاشت کا وقت، سے پہلے روزے کی نیت کرے یعنی گیارہ بجے سے پہلے پہلے نیت کر لے۔

۔عبارت ھدایہ کی تشریح یہ ہے کہ قدوری کے متن میں یہ ہے کہ صبح صادق اور زوال کے درمیان نیت کرے، اور جامع صغیر کی عبارت میں ہے کہ نصف النہار سے پہلے نیت کرے۔ جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ رجل نوی الافطار فی یوم الشک فتبین له أنه فی رمضان ، فنوی الصوم قبل نصف النهار أجزاه و ان لم ینو حتی زالت الشمس لم یجزاه ۔(جامع صغیر، باب صوم یوم الشک ،ص ۱۳۷) اس عبارت میں ہے کہ نصف النہار سے پہلے روزے کی نیت کرے۔ جامع صغیر کی عبارت بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صبح صادق سے آدھا دن لیں گے تو چاشت تک آدھا دن ہو جائے گا، زوال تک نہیں جائے گا، وہ تقریبا ایک گھنٹے بعد میں ہوگا، اور صبح صادق سے لیکر آدھا دن سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، اس لئے جامع صغیر کی عبارت بہتر ہے۔

ترجمه: ١٧ مسافر اور مقیم کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، برخلاف امام زفرؒ کے اس لئے کہ ہم نے جو دلیل ذکر کی اس میں مسافر اور مقیم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۹۰۸) وهذا الضرب من الصوم يتادى بمطلق النية وبنية النفل وبنية واجب آخر ﴾ ل وقال الشافعى فى نية النفل عابث وفى مطلقها له قولان لانه بنية النفل معرض عن الفرض فلا يكون له الفرض

تشریح : نیت کے بارے میں اوپر جو تفصیل گزری وہ مسافر اور مقیم دونوں کے بارے میں یکساں ہے۔البتہ حضرت امام زفرؒ نے فرمایا کہ مسافر پر رمضان میں روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے اس لئے وہ دن روزے کے لئے متعین نہیں رہا، اس لئے جس طرح قضاء رمضان کے لئے دن متعین نہیں رہتا ہے تو رات سے نیت کرنی پڑتی ہے اسی طرح مسافر کو بھی رمضان میں رات سے ہی نیت کرنی ہوگی۔ ہمارے یہاں یہ ہے کہ مسافر کی سہولت کے لئے اس سے روزہ مؤخر کیا گیا ہے، ورنہ تو رمضان میں اس کے لئے بھی روزہ فرض ہے، اس لئے اس کے لئے بھی رمضان کا دن روزے کے لئے متعین ہے اس لئے جس طرح مقیم چاشت سے پہلے پہلے نیت کرے گا تو کافی ہوگی، اسی طرح مسافر بھی چاشت سے پہلے پہلے نیت کرے گا تو کافی ہوگی، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ: (۹۰۸) س قسم کا روزہ [۱] مطلق نیت سے بھی ادا ہو جائے گا [۲] اور نفل کی نیت سے بھی ادا ہوگا، اور دوسرے واجب کی نیت سے بھی ادا ہوگا

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ رمضان کے مہینے میں اور جس دن نذر معین ہے اس میں روزے کے علاوہ کوئی اور صفت، مثلا نفل، یا دوسرے واجبات کی نیت ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے وہ صفت بیکار ہو جائیگی اور مطلق روزہ باقی رہے گا، اور مطلق روزے کی نیت سے رمضان کا روزہ، اور نذر معین کا روزہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ رمضان کے لئے اس کا دن پہلے سے اللہ کی جانب سے متعین ہے اور نذر معین کے لئے اس کا دن پہلے سے بندے کی جانب سے متعین ہے۔ چنانچہ ان تینوں صورتوں میں رمضان کا روزہ ہی ادا ہو گا، کوئی اور روزہ ادا نہیں ہوگا۔ [۱] نفل یا واجب کی صفت لگائے بغیر مطلق روزے کی نیت ہو تب بھی رمضان میں رمضان کا ہی روزہ ادا ہوگا [۲] رمضان میں نفل روزے کی نیت کرے تب بھی رمضان کا ہی ادا ہوگا، [۳] رمضان میں کسی دوسرے واجب مثلا قضاء وغیرہ کی نیت کرے تب بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا، کوئی اور روزہ ادا نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) آیت میں پہلے سے رمضان میں رمضان ہی کا روزہ متعین ہے، اس لئے کوئی دوسرا روزہ نیت کرنے کے باوجود ادا نہیں ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ۔ (آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) کہ رمضان کا مہینہ آجائے تو اسی کا روزہ رکھو۔ (۲) اور نذر معین کا روزہ بندے کی جانب سے پہلے سے متعین ہے، اس لئے کوئی اور روزے کی نیت کے باوجود ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ نفل کی نیت کرنے کی صورت میں اس کا کوئی روزہ نہیں ہوگا۔ اور مطلق نیت کرنے کی صورت میں انکے دو قول ہیں، اس لئے کہ نفل کی نیت کرنے کی صورت میں وہ فرض سے اعراض کر رہا ہے، اس لئے اس کا فرض بھی نہیں ہوگا۔

۲؎ ولنا ان الفرض متعين فيه فيصاب باصل النية كالمتوحّد فى الدار يُصاب باسم جنسه ۳؎ واذا نوى النفل او واجبا آخر فقد نوى اصل الصوم وزيادة جهة وقد لغت الجهة فبقى الاصل وهو كاف

تشریح : اگر رمضان میں نفل روزے کی نیت کی تو نفل روزہ بھی نہیں ہوگا، کیونکہ فرض کا وقت تھا اور اس نے نفل کی نیت کر لی، اور فرض بھی ادا نہیں ہوگا، کیونکہ انکے یہاں فرض روزے کے لئے فرض کی نیت کرنی ضروری ہے۔ موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ فمن قال لا يجزى رمضان الا بنية فلو اشتبهت عليه الشهور و هو اسير فصام شهر رمضان ينوى به التطوع لم يجزه و كان عليه أن يأتى بالبدل منه۔ (موسوعۃ امام شافعیؒ، باب صوم رمضان، ص ۳۴۶، ج رابع، نمبر ۴۸۷۷) اس عبارت میں ہے کہ نفل کی نیت سے روزہ رکھا تو رمضان کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ ۔ اور اگر نفل روزے کی نیت نہیں کی، بلکہ مطلق روزے کی نیت کی تو انکا اس بارے میں دو قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں بھی رمضان کا فرض ادا نہیں ہوگا، کیونکہ فرض کی نیت نہیں کی، اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرض روزہ ادا ہو جائے گا، اس لئے کہ مطلق روزے کے ساتھ کسی صفت کی نیت نہیں کی تو کسی صفت سے اعراض کرنا نہیں پایا گیا۔ اور چونکہ فرض روزہ متعین ہے اس لئے مطلق نیت سے بھی فرض روزہ ادا ہو جائے گا۔ ۔

عابث: عبث سے مشتق ہے، بیکار کام کرنے والا۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان میں فرض متعین ہے اس لئے اصل روزے کی نیت سے بھی رمضان کا ہی فرض ہوگا، جیسے گھر میں کوئی اکیلا ادمی ہو تو صرف آدمی کہنے سے بھی وہی خاص آدمی ہی مراد ہوگا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان میں اللہ کی جانب سے رمضان ہی کا روزہ متعین ہے، اس لئے اصل روزہ سے بھی رمضان ہی کا روزہ مراد ہوگا، اس لئے بغیر نفل یا واجب کے صفت کے صرف اصل روزے کی نیت کی تب بھی رمضان ہوگا اور کسی صفت یعنی نفل یا قضا کی نیت کی تب بھی وہ صفت ساقط ہو جائے گا اور اصل روزے کی نیت کی وجہ سے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا۔ اس کی مثال یہ دے رہے ہیں کہ ایک گھر میں اکیلا زید موجود ہے، تو اسم جنس کا لفظ، یعنی اے آدمی کہہ کر پکارے گا تب بھی زید ہی مراد ہوگا، اسی طرح یہاں روزہ کی نیت کرے گا تب بھی رمضان کا فرض ہی مراد ہوگا۔ ۔ متوحد: وحد سے مشتق ہے، اکیلا۔ اسم جنس: منطقی لفظ ہے، آدمی زید کے لئے اسم جنس ہے، کیونکہ زید کو بھی شامل ہے اور بہت سے آدمی کو بھی شامل ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر نفل کی نیت کی یا دوسرے واجب کی نیت کی تو اصل روزہ کی نیت کی اور مزید صفت کی نیت کی، اس لئے صفت کی جہت لغو ہو جائے گی اور اصل روزہ باقی رہے گا، اور اتنا ہی رمضان کا روزہ ادا ہونے کے لئے کافی ہے۔

تشریح : اگر رمضان میں نفلی روزے کی نیت کی تو اصل روزے کے ساتھ مزید ایک صفت کی نیت کی تو وہ صفت لغو اور بیکار ہو جائے گی اور اصل روزہ باقی رہے گا، اور رمضان میں فرض ادا ہونے کے لئے اصل روزے کی نیت کافی ہے، یہی حال ہے اگر

۴ ولا فرق بين المسافر والمقيم والصحيح والسقيم عند ابی يوسف ومحمد لان الرخصة كيلا تلزم المعذور مشقةٌ فاذا تحَمَّلَهَا التحق بغير المعذور ۵ وعندابی حنيفة اذا صام المريض والمسافر بنية واجب اٰخر يقع عنه لانه شغل الوقت بالاهم لتحتمه فی الحال و تخيره فی صوم

دوسرے واجب کی نیت کی تو ساقط ہوکر اصل روزہ باقی رہے گا، اور اصل روزے کی نیت سے فرض ادا ہوجائے گا، کیونکہ اس کے لئے دن پہلے سے متعین ہے۔

ترجمہ: ۴ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مسافر اور مقیم، اور تندرست اور مریض کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ رخصت اس لئے ہے کہ معذور کو مشقت نہ ہو، پس جب مشقت کو برداشت کرلیا تو غیر معذور کے ساتھ مل گیا۔

تشریح: صاحبین کی رائے یہ ہے کہ مسافر اور بیمار کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی سہولت اس لئے دی گئی ہے تا کہ انکو مشقت اور تکلیف نہو، لیکن جب مشقت برداشت کرلیا تو مسافر مقیم کی طرح ہوگیا، اور بیمار تندرست کی طرح ہوگیا، اس لئے کسی اور روزے کی نیت کرے گا تب بھی رمضان کا ہی روزہ ادا ہوگا، کوئی اور روزہ ادا نہیں ہوگا، کیونکہ پہلے سے اس کے لئے دن متعین ہے۔ تحمل: برداشت کرلیا۔

ترجمہ: ۵ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب مریض اور مسافر نے دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھا تو وہی روزہ ہوگا، اس لئے کے رمضان کے وقت کو اس سے زیادہ اہم میں مشغول کرلیا، اس لئے کہ اس کا اس وقت ادا کرنا ضروری ہے اور رمضان کے روزے ادا کرنے میں موقع پانے تک اختیار ہے۔

تشریح: مریض اور مسافر کے لئے اجازت ہے کہ وہ رمضان میں روزہ نہ رکھے، مسافر کے مقیم ہونے کے بعد، یا بیمار کے تندرست ہونے کے بعد اس کی قضا کرے، پس اگر اس حالت میں اس کا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالی کے یہاں اس کی باز پرس نہیں ہوگی، اس لئے کہ ان کو ادا کرنے کا موقع ہی کہاں ملا تھا، اور پہلے کی قضاء میں فرق یہ ہے کہ پہلے کی قضاء ہر وقت اس کے سر پر ہے کہ اس کو فورا ادا کرے، سفر کی حالت میں بھی اس کو چاہئے کہ قضا کرلے، یا بیماری کی حالت میں بھی اس کو چاہئے کہ اس کو قضاء کرلے، کیونکہ اس کو پہلے موقع ملا تھا لیکن ابھی تک اس نے اس کو ادا نہیں کیا، اس لئے اگر سفر کی حالت میں، یا بیماری کی حالت میں وہ مرگیا تو پہلے کی قضاء کے بارے میں اللہ تعالی کے یہاں باز پرس ہوگی۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ رمضان میں بیمار نے دوسرے واجب، مثلا قضا، یا کفارہ کی نیت کرلی تو دوسرا واجب ادا ہوجائے گا رمضان ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح مسافر نے دوسرے واجب کی نیت کرلی تو وہی واجب ادا ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو اوپر گزری کہ پرانی قضا ابھی ادا کرنا ضروری تھا اور اس نے اسی کی نیت کی تو اہم واجب میں رمضان کا

رمضان الیٰ ادراک العدة ۲؎وعنه فی نية التطوع روايتان والفرق علیٰ احدٰهما انه ما صرف الوقت الی الاهم (۹۰۹)والضرب الثانی ما ثبت فی الذمة كقضاء شهر رمضان وصوم الكفارة فلا يجوز الا بنية من الليل لانه غير متعين ولا بد من التعيين من الابتداء ﴾ (۹۱۰)والنفل كله يجوز

وقت صرف کیا اس لئے وہ قضا روزہ ہو جائے گا (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ مسافر اور مریض کو روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے اس لئے پہلے سے وہ دن رمضان کے روزے کے لئے متعین نہیں ہے، اس لئے جس واجب کی نیت کرے گا وہی ادا ہو جائے گا۔

لغت : ادراک العدة: قضا کرنے کا موقع ملنا۔ لتحتمه فی الحال۔ پرانی قضاء ابھی ادا کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ سے نفل کی نیت کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ان میں سے ایک کی فرق کی وجہ یہ ہے کہ اس نے رمضان کے وقت کو اہم کام میں صرف نہیں کیا

تشریح : مسافر، اور مریض رمضان میں نفلی روزہ رکھ لے تو رمضان کا فرض ادا ہوگا یا نفلی روزہ ہوگا؟ اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ نفلی روزہ ادا ہو جائے گا رمضان کا فرض ادا نہیں ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسافر اور مریض کے لئے پہلے سے دن متعین نہیں ہے، اس لئے رمضان انکے لئے عام دنوں کی طرح ہو گیا، اور عام دنوں میں نفلی روزہ رکھ سکتا ہے اس لئے رمضان میں بھی نفلی روزہ ادا ہو جائے گا۔اور دوسری روایت یہ ہے کہ نفلی روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نفلی روزہ اہم نہیں ہے رمضان اہم ہے، اور اس نے غیر اہم کام کیا ہے اس لئے وہ ادا نہیں ہوگا رمضان ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۹۰۹) دوسری قسم وہ روزہ ہے جو ذمہ میں ثابت ہو جیسے رمضان کی قضا اور کفارات کے روزے، پس جائز نہیں ہیں اس کے روزے مگر رات کی نیت کے ساتھ۔ ۱؎ اس لئے کہ پہلے سے متعین نہیں ہے اس لئے شروع سے متعین کرنا ضروری ہے

تشریح: وہ روزے جو پہلے سے وقت کے ساتھ متعین نہیں ہیں اور نفل بھی نہیں ہیں ان روزوں کی نیت رات سے ہی کرنی ہوگی، تب روزے درست ہونگے۔

وجہ: (۱) چونکہ یہ روزے مطلق وقت کے ساتھ ہیں، پہلے سے کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں ہیں اس لئے رات ہی سے نیت کر کے واجب روزہ متعین کرنا ہوگا۔اور رات ہی سے نیت کرنی ہوگی۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن حفصة زوج النبی ﷺ ان رسول الله قال من لم يجمع الصيام قبل الفجر فلا صيام له (ابوداؤد شریف، باب فی النیۃ فی الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۴ رترمذی شریف، باب ماجاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل ص ۱۴۵ نمبر ۷۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے روزے کی نیت کرنی چاہئے۔

ترجمہ: (۹۱۰) اور نفل کل کے کل جائز ہے زوال کے پہلے کی نیت سے۔

بنية قبل الزوال﴾ ۱؎خلافا لمالک فانه یتمسک باطلاق ما روینا ۲؎ولنا قوله علیہ السلام بعد ما کان یصبح غیر صائم انی اذا لصائم ۳؎ولان المشروع خارج رمضان هو النفل فیتوقف الامساک فی اول الیوم علیٰ صیرورته صوما بالنیة علیٰ ما ذکرنا ولو نوی بعد الزوال لا یجوز

تشریح: زوال سے پہلے پہلے نیت کرے تب بھی نفل روزہ جائز ہے۔

وجه: (۱)نفل روزہ چونکہ ذمے میں نہیں ہے۔اس لئے اگر صبح سے ابھی تک کھایا پیا نہ ہو اور زوال سے پہلے روزے کی نیت کر لے تو چونکہ آدھا دن سے زیادہ روزہ کی نیت ہوئی اس لئے روزہ درست ہو جائے گا (۲) حدیث میں ہے جو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے ۔عن عائشة رضی الله عنها قالت کان النبی علیہ السلام اذا دخل علی قال هل عندکم طعام فاذا قلنا لا : قال: انی صائم (ابوداؤد شریف، باب فی الرخصه فیہ ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۵ رمسلم شریف، باب جواز صوم النافلة بنیة من النهار قبل الزوال ص ۳۶۴ نمبر ۱۱۵۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دن میں کھانے کا انتظام نہیں ہوا تو آپؐ نے روزہ کی نیت کر لی جس سے معلوم ہوا کہ نفل روزے کی نیت زوال سے پہلے پہلے کر لینے سے روزہ درست ہو جاتا ہے۔

ترجمه: ۱؎ خلاف امام مالکؒ کے وہ اس حدیث کے مطلق ہونے سے دلیل پکڑتے ہیں جو ہم نے اوپر روایت کی۔

تشریح : امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نفلی روزے میں بھی رات سے ہی نیت کرنی ہوگی تب نفل روزہ ہوگا ورنہ نہیں، انکی دلیل اوپر کی حدیث ہے جس میں تھا کہ رات سے نیت کئے بغیر روزہ نہیں ہوگا۔حدیث یہ ہے عن حفصة زوج النبی علیہ السلام ان رسول الله قال من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له (ابوداؤد شریف نمبر ۲۴۵۴ رترمذی شریف، نمبر ۷۳۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رات سے روزے کی نیت کرنی چاہئے۔چاہے جو روزہ بھی ہو۔

ترجمه: ۲؎اور ہماری دلیل حضورؐ کا قول: کہ صبح کے وقت وہ روزہ دار نہیں تھے پھر فرمایا اب میں روزہ رکھتا ہوں۔۔یہ حدیث اوپر گزری۔

ترجمه: ۳؎ اور اس لئے کہ رمضان سے باہر نفل مشروع ہے اس لئے شروع دن میں کھانے پینے سے رکنا آخیر میں روزے کی نیت کرنے پر موقوف ہوگا جیسے کہ پہلے ذکر کیا۔اور اگر زوال کے بعد نیت کی تو جائز نہیں ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، جو پہلے بھی گزری ہے، کہ رمضان کے بعد جتنا بھی وقت ہے وہ نفلی روزے کے لئے مشروع ہے، اس لئے اگر دن کے شروع حصے میں کھانے پینے سے رکا رہا تو وہ اس بات پر موقوف رہے گا کہ چاشت سے پہلے روزے کی نیت کی ہے یا نہیں، اگر نیت کر لی تو شروع سے روزہ ہو جائے گا۔اور اکثر دن نیت نہیں پائی گئی تو نفلی روزہ بھی نہیں ہوگا۔پوری دلیل مسئلہ نمبر ۹۰۷۔حاشیہ ۱۵؎ میں ہے۔

۴؎وقال الشافعي يجوز ويصير صائما من حين نوى اذهو متجز عنده لكونه مبنيا على النشاط ولعله ينشط بعد الزوال الا ان من شرطه الامساك في اول النهار ۵؎وعندنا يصير صائما من اول النهار لانه عبادة قهر النفس وهي انما يتحقق بامساك مقدر فيعتبر قران النية باكثره

ترجمه: ۴؎ اورامام شافعیؒ نے فرمایا کہ زوال کے بعد بھی نیت کرنے سے جائز ہوگا، اور جس وقت سے نیت کی اس وقت سے روزہ دار ہوگا، اس لئے کہ انکے نزدیک روزہ ٹکڑا ہوتا ہے، اس لئے کہ نفلی روزہ نشاط پر مبنی ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس کو زوال کے بعد نشاط ہو، مگر اس کی شرط یہ ہے کہ دن کے شروع حصے میں کھانے پینے سے رکنا پایا جائے۔

تشریح: امام شافعیؒ کا مسلک موسوعہ میں یہ ہے کہ زوال سے پہلے پہلے تک نفلی روزے کی نیت کرے گا تو روزہ ہوگا ورنہ نہیں، جس طرح امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **فاما التطوع فلا بأس أن ينوى الصوم قبل الزوال ما لم يأكل و لم يشرب** ۔(موسوعہ امام شافعی، باب الدخول فی الصیام والخلاف فیہ، ج رابع ص ۳۴۴، نمبر ۴۸۶۸) اس عبارت میں ہے کہ زوال سے پہلے پہلے نفلی روزے کی نیت کرے۔ ۔ صاحب ھدایہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ زوال کے بعد بھی نفلی روزے کی نیت کرے گا تو نفلی روزہ ہو جائے گا، اور جس وقت سے نیت کی ہے اسی وقت سے آگے روزہ ہوگا، شروع دن سے روزہ نہیں ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ صبح صادق سے اب تک کھایا پیا نہ ہو۔

وجه : (۱) اسکی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ انکے یہاں نفلی روزہ متجزی، یعنی ٹکڑا ہوسکتا ہے، اس لئے جس وقت سے نیت کی ہے اسی وقت سے شام تک روزہ ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نفلی روزے کا دار مدار نشاط، اور جذبے پر ہے، اور یہ ممکن ہے کہ زوال کے بعد نشاط ہوا ہو اس لئے زوال کے بعد نیت کر سکتا ہے۔ ۔ متجز: ٹکڑا ہونے والا۔ نشاط: چستی۔

ترجمه: ۵؎ ہمارے نزدیک روزہ دار ہوگا دن کے شروع حصے سے اس لئے کہ یہ نفس کو مغلوب کرنے کی عبادت ہے اس لئے اتنا رکنے سے متحقق ہوگا جتنا پہلے سے مقدر ہے اس لئے دن کے اکثر حصے میں نیت ہونے کا اعتبار کیا جائے گا ۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، روزہ نفس کو مغلوب کرنے کی عبادت ہے، اور نفس اس وقت مغلوب ہوگا جب کہ اتنی مقدار کھانے پینے سے رکے جتنی پہلے سے متعین ہے۔ اور پہلے سے یہ متعین ہے کہ پورا دن کھانے پینے اور صحبت سے رکے اور چاشت سے پہلے نیت کی ہو تا کہ اکثر دن میں نیت پائی جائے، اس لئے ہمارے یہاں چاشت سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔ اسکے لئے احادیث اور اثر مسئلہ نمبر ۷۰۹ میں گزر گئے

(٩١١) قال وينبغي للناس ان يلتمسوا الهلال في اليوم التاسع والعشرين من شعبان وان رأوه صاموا وان غم عليهم اكملوا عدة شعبان ثلثين يومًاثم صاموا ﴾ لـ لقوله ﷺ صوموا لرؤيته وافطروا لرؤيته فان غم عليكم الهلال فاكملوا عدة شعبان ثلثين يومًا ٢ ولان الاصل بقاء الشهر فلا ينقل عنه الا بدليل ولم يوجد

ترجمه: (٩١١) انسان کے لئے مناسب ہے کہ چاند کو انتیسویں شعبان کو تلاش کرے، پس اگر چاند دیکھ لیا تو سب روزہ رکھیں اور اگر لوگوں پر چاند پوشیدہ رہا تو شعبان کے تیس دن پورے کریں اور پھر روزہ رکھیں۔

ترجمہ: لـ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کا افطار کرو، اور اگر تم پر چاند چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

تشریح: شعبان کی انتیسویں تاریخ کو چاند تلاش کرنا چاہئے۔ اگر نظر آ جائے تو روزہ رکھے اور نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید پڑھو، اور چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

وجہ: (١) حدیث میں ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ عن عبد الله بن عمران رسول الله ﷺ قال الشهر تسع و عشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلثين (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رایتموه فافطروا، ص ٢٥٦، نمبر ١٩٠٧ / مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الهلال ص ٣٤٧ نمبر ١٠٨١ / ٢٥١٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے اور انتیس کو چاند نظر نہ آئے تو تیس پورے کرے۔ سمعت أبا هريرة يقول: قال النبي ﷺ۔ او قال: قال ابو القاسم ﷺ۔ صوموا لرؤيته و افطروا لرويته فان أغمي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين. (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الهلال فصوموا واذا رایتموه فافطروا، ص ٢٥٦، نمبر ١٩٠٩ / مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الهلال ص ٣٤٧ نمبر ١٠٨١ / ٢٥١٧) اس حدیث میں بھی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اگر نظر نہ آئے تو تیس دن پورا کرو۔۔ غم علیکم : چاند چھپ جائے، چاند نظر نہ آئے۔

ترجمہ: ٢ اور اس لئے کہ مہینہ کا باقی رہنا اصل ہے اس لئے بغیر دلیل کے اس سے منتقل ہونا نہیں ہوگا، اور وہ پایا نہیں گیا، اس لئے تیس دن پورے کرو

تشریح: تیس دن پورے کرنے کی یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ شعبان کا مہینہ ابھی چل رہا ہے، اور اس کا تیس تک باقی رہنا بھی ہو سکتا ہے اس لئے جب تک رمضان کا چاند نہ دیکھا ہو اس سے منتقل ہونا صحیح نہیں ہے، اس لئے تیس پورا کیا جائے گا۔

﴿رویت ہلال کا مسئلہ﴾

رویت ہلال کے بارے میں دنیا میں چار نظریے پائے جاتے ہیں ہر ایک کی وضاحت اور دلیل یہ ہے۔

[١] پہلا نظریہ یہ ہے کہ گرین وچ نیومون پر کیلنڈر بنایا جائے اور اسی پر رمضان اور عیدین کر لیا جائے، چنانچہ ایک مقدس ملک نے ٣٢ سال کا کیلنڈر گرین وچ نیومون پر بنایا اور اسی کی انتیس پر گواہی لیکر اعلان کر دیتے ہیں، یا اس کیلنڈر کا تیس پورا کرتے ہیں۔ کیلنڈر کے فارمولے کی عبارت یہ ہے۔ **فانه یسر المدينة ان تصدر هذا التقويم الهجرى ۔ لاثنتين و ثلاثين سنة ۔ من ١٤٠٩ حتى ١٤٤٠ھ بناء على الحسابت العلمية الفلكية التى تعتبر التوقيت العالمى لولادة الهلال الفلكية اساسا لدخول الشهر** ۔ (د، صالح بن عبد الرحمٰن الذل ۔ رئیس مدینۃ الملک عبد العزیز للعلوم والتقنیۃ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ص ۱، سعودی شاہی کیلنڈر) گرین وچ نیومون اصل ہلال سے ڈیڑھ دن پہلے ہوتا ہے اس لئے اس کیلنڈر کا انتیس حقیقت میں ساڑھے ستائیس ہوتا ہے گویا کہ یہ ملک ساڑھ ستائیس پر گواہی لیکر اعلان کرتا ہے، اور اگر تیس پورا کیا تو ساڑھے اٹھائیس ہوا، حقیقت کا انتیس اور تیس کبھی پورا نہیں ہوتا۔ اس کیلنڈر کے ڈیڑھ دن کے بعد آسمان پر چاند بنتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

[٢] دوسرا نظریہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس مقدس ملک کی پیروی کرتے ہیں اس لئے چاہے غلط دن پر رمضان اور عید کرے اتحاد کی خاطر اس پر رمضان اور عید کر لینا چاہئے۔

وجه: انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ (١) **عن ابى هريرة ان النبى ﷺ قال الصوم يوم تصومون و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحى يوم تضحون** ۔ (ترمذی شریف، باب ما جاء ان الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون، والاضحیٰ یوم تضحون، ص ١٧٧، نمبر ٦٩٧) اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ چاہے ہلال بننے سے ڈیڑھ دن مقدم ہو اتحاد کے لئے اس پر کر لینا چاہئے، (٢) انکی دوسری دلیل یہ ہے. **عن عائشة قالت قال لى رسول الله ﷺ لولا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت الكعبة و لجعلتها على أساس ابراهيم فان قريشا حين بنت البيت استقصرت ، و لجعلت لها خلفا** ۔ (مسلم شریف، باب نقض الکعبۃ و بنائھا، ص ٥٦٠، نمبر ٣٢٤٠/١٣٣٣) اس حدیث میں ہے کہ قوم کے اختلاف کے خوف سے حضورؐ نے کعبہ کو ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر تعمیر نہیں کی، اس لئے انتشار کے خوف سے قوم کے ساتھ عید کر لینا چاہئے۔

[٣] تیسرا نظریہ یہ ہے کہ نیومون ہو جائے تو چاہے چاند نظر آنے کے قابل نہ ہو اس پر مہینہ شروع کر لینا چاہئے، مصر، لیبیا وغیرہ کے عرب ممالک اسی نظریہ پر قائم ہیں، یہ وقت اصل ہلال بننے سے ہمیشہ ایک دن مقدم رہتا ہے، اس لئے کہ نیومون کے دوسرے دن چاند نظر آتا ہے اور تیسرے دن سے پہلی تاریخ شروع ہوتی ہے۔

وجه: (١) انکی دلیل یہ ہے کہ نیومون ہو گیا تو چاند کا اگلا دورانیہ شروع ہو گیا اس لئے چاند نظر آنے کے قابل نہ ہوا ہو پھر بھی اس

سے مہینہ شروع کر دیا جائے گا۔(۲)ان کا استدلال اس حدیث کے لفظ سے ہے۔**عن عبد اللہ ابن عمر ؓ ان رسول اللہ ﷺ ذکر رمضان فقال لا تصوموا حتی تروا الھلال و لا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدرو لہ.** (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا،ص ۲۵۶،نمبر ۱۹۰۶ر مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال ص ۴۴۰،نمبر ۱۰۸۰/۲۴۹۸)اس حدیث میں بھی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اگر نظر نہ آئے تو اندازہ کرو، اس میں ثلاثین کا لفظ نہیں ہے، اس لئے وہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ اندازہ ہو جائے کہ چاند کا نیا دورانیہ شروع ہو جائے اور نیومون ہو جائے تو مہینہ کا اندازہ کر لیا جائے اور مہینہ شروع کر دیا جائے۔

[۴] چوتھا نظریہ یہ ہے کہ رویت اصل ہے، اگر مطلع صاف ہو تو رویت عامہ ہو تب مہینہ شروع ہوگا ایک دو گواہ قبول ہی نہیں کیا جائے گا، اور مطلع صاف نہ ہو تو ایک دو گواہ کی گواہی قبول کی جائے گی، لیکن یہ سچے ہوں اور قرائن کے خلاف نہ ہوں، ان حضرات کے یہاں مہینہ شروع کرنے کے لئے حساب پر مدار نہیں ہے، صرف محقق رویت بصری ضروری ہے۔اور یہ نہ ہو تو تیس دن پورے کرے،

وجہ:(۱)انکی دلیل یہ ہے کہ اثبات اور نفی دونوں طرح سے حدیث میں کسی بات کی تاکید کی ہو تو وہ نص قطعی بن جاتی ہے، اس کے خلاف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اور چاند کا معاملہ ایسا ہے کہ اثبات سے تاکید کی ہے کہ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھے، پوری حدیث یہ ہے، **سمعت أبا ھریرۃ یقول : قال النبی ﷺ۔ او قال : قال ابو القاسم ﷺ۔ صوموا لرؤیتہ و افطروا لرویتہ فان أغمی علیکم فأکملوا عدۃ شعبان ثلاثین .** (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا،ص ۲۵۶،نمبر ۱۹۰۹ر مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال ص ۳۴۷ نمبر ۱۰۸۱/۲۵۱۷) اس حدیث میں اثبات کے ساتھ رویت کی تاکید کی ہے، اور چاند نظر نہ آنے پر تیس دن پورے کرنے کا حکم فرمایا۔اور نفی سے چاند دیکھنے کی تاکید کی ہے کہ چاند دیکھے بغیر روزہ شروع نہ کرے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال الشھر تسع و عشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین** (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا،ص ۲۵۶،نمبر ۱۹۰۷ر مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرویۃ الھلال ص ۳۴۷ نمبر ۱۰۸۱/۲۵۱۶)اس حدیث میں نفی کے ساتھ اس کی تاکید کی ہے کہ چاند دیکھے بغیر روزہ شروع نہ کرے، اور اس کی بھی تاکید کی ہے کہ چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔(۲) یہ تینوں باتیں ایک ساتھ اس حدیث میں ہیں۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ الشھر تسع و عشرون فلا تصوموا حتی تروہ و لا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ ثلاثین** ۔(ابوداود شریف، باب الشھر یکون تسعا وعشرین،ص ۳۳۸،نمبر ۲۳۲۰ر) اس حدیث میں اثبات اور نفی دونوں کیساتھ تاکید ہے، اور نظر نہ آنے پر تیس دن پورے کرنے کا حکم ہے۔اس حدیث میں فاقدروا لہ ثلاثین کہہ کر اس کی بھی وضاحت کر دی کہ اندازہ لگانا ہو تو تیس دن کا اندازہ لگائیں، نیومون کا اندازہ لگانا صحیح نہیں ہے (۳)اور حساب سے مہینہ شروع

کرنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے چاہے وہ حساب امکان رویت کا ہو چاہے نیومون کا ہو، اور چاہے وجود قمر کا ہو۔ **انہ سمع ابن عمرؓ عن النبی ﷺ انہ قال انا امیۃ امیۃ لا نکتب و لا نحسب ، الشھر ھکذا و ھکذا یعنی مرۃ مرۃ تسعۃ و عشرین و مرۃ ثلاثین** ۔(بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ لانکتب ولانحسب ،ص ۳۰۷ ،نمبر ۱۹۱۳) اس حدیث میں وضاحت کی ہے کہ مہینہ شروع کرنے میں حساب کا اعتبار نہیں ہے۔

یہ حضرات اتنی گنجائش دیتے ہیں کہ غیر معتدل ملک جہاں اصل ہلال سے دو روز کے بعد چاند نظر آتا ہے۔ وہاں کے لوگ اگر شمال میں ہیں تو جنوب سے محقق رویت بصری کی خبر منگوا کر روزہ رکھ لیں اور عید کر لیں۔ اور اگر جنوب میں ہیں تو شمال سے محقق رویت بصری کی خبر منگوا کر روزہ رکھ لیں اور عید کر لیں۔ اتنا خیال ضرور رکھیں کہ صحیح رویت نہ ہو تو اس ملک سے ہرگز خبر نہ لیں۔

نوٹ :سعودی عربیہ شور تو یہی مچاتا ہے کہ رویت کا اعتبار ہے لیکن وہ شاہی کیلنڈر جو اصل ہلال سے ڈیڑھ دن مقدم ہے اس کی انتیس تاریخ پر گواہی لیکر رویت کا اعلان کر دیتا ہے جو حقیقت میں ساڑھے ستائیس پر اعلان ہوتا ہے اور پوری دنیا پریشان ہو جاتی ہے۔ عرب کے دوسرے ممالک سوائے مراکش کے وجود قمر پر تاریخ شروع کرتے ہیں صرف ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، اور مراکش محقق رویت بصری کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انکی تاریخ ہمیشہ سعودیہ سے ایک روز بعد یا دو روز بعد شروع ہوتی ہے۔

(۹۱۲) ولا یصومون یوم الشک الا تطوعًا ﴾ ۱ لقوله علیه السلام لا یصام الیوم الذی یشک فیه انه من رمضان الا تطوعًا

ترجمه: (۹۱۲) اورشک کے روز روزہ نہ رکھے مگر نفلی۔

ترجمه: ۱ حضورؐ کے قول کی وجہ سے، جس دن شک ہو اس دن روزہ نہ رکھے مگر نفلی۔

تشریح : حدیث گزر چکی ہے کہ مہینہ تیس کا بھی ہوتا ہے اور انتیس کا بھی ہوتا ہے، اس لئے انتیس شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو اگلا دن شک کا دن ہوگا جس میں یہ بھی ممکن ہے کہ لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہو اور ابھی تک گواہی نہ ہونے کی وجہ سے ہم تیس شعبان سمجھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں پہلا رمضان شروع ہو چکا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ حقیقت میں آج تیس شعبان ہی ہے، چونکہ دونوں کا احتمال ہے، اس لئے اس دن یعنی تیس شعبان کو یوم الشک کہا گیا ہے۔ آگے اس دن روزہ رکھنے کے چھ احکام بیان کئے جا رہے ہیں۔ یہود نے اپنی طرف سے روزہ بڑھایا اور بعد میں اتنا روزہ رکھنا بھاری پڑا تو سب کو چھوڑ دیا، اس لئے اسلام میں تیس شعبان میں روزہ رکھنے کی پابندی لگائی، تا کہ لوگ اس کو رمضان کے ساتھ ملا کر بڑھا نہ دے۔ ہاں کوئی ہر ماہ کے آخیر میں نفلی روزہ رکھتا تھا تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ تیس شعبان کو نفلی روزہ رکھ لے۔ وہ بھی رمضان کا فرض روزہ سمجھ کر نہیں، بلکہ نفلی طور پر رکھے، یا کوئی طاق دنوں کا نفلی روزہ رکھتا تھا اور تیس شعبان کو طاق دن ہو گیا تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ تیس شعبان کو نفلی روزہ رکھ لے، باقی عام لوگ تیس شعبان کو نفلی روزہ بھی نہ رکھے تو اچھا ہے تا کہ یہود کی مشابہت نہ ہو۔

وجه : اس حدیث میں ہے جو صاحب ھدایہ نے بھی پیش کی ہے۔ (۱) عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ أنه قال : لا یتقدمن أحدکم رمضان بصوم یوم أو یومین الا أن یکون رجل کا ن یصوم صوما فلیصم ذالک الیوم . (بخاری شریف، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین، ص ۳۰۷، نمبر ۱۹۱۴ رمسلم شریف، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین، ص ۴۴۱، نمبر ۱۰۸۲ / ۲۵۱۸) اس حدیث میں ہے کہ رمضان سے ایک دن پہلے جو شک کا دن ہوتا ہے اس دن رمضان کا روزہ نہ رکھے، البتہ کسی کو مہینے کے آخیر میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت ہو تو اس کو اجازت ہے۔ (۲) یوم الشک میں عام لوگوں کے لئے روزہ رکھنا مکروہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے. عن صلة قال کنا عند عمار فی الیوم الذی یشک فیه فأتی بشاة فتنحی بعض القوم فقال عمار : من صام ھذا الیوم فقد عصی أبا القاسم ﷺ (ابوداود شریف، باب کراھیۃ صوم یوم الشک، ص ۳۴۰، نمبر ۲۳۳۴ رترمذی شریف، باب ما جاء فی کراھیۃ صوم یوم الشک، ص ۱۷۵، نمبر ۶۸۶) اس حدیث میں ہے کہ شک کے دن روزہ رکھے تو حضورؐ کی نافرمانی ہوگی۔

نوٹ: صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث انہیں دو حدیثوں کا مجموعہ ہے۔

۲ وهذه المسألة على وجوه :

۳ احدها ان ينوى صوم رمضان وهو مكروه لما روينا ولانه تشبه باهل الكتاب لانهم زادوا فى مدة

ترجمه: ۲ یہ مسئلہ پانچ طریقوں پر ہے۔

﴿یوم الشک میں نیت کرنے کے پانچوں طریقے ایک نظر میں﴾

نمبر	یوم الشک میں نیت کے طریقے	اس کا حکم	اس کا حکم
(۱)	صرف رمضان کی نیت کرے	رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا	رمضان نہیں ہوا تو نفلی ہوگا
(۲)	صرف دوسرے واجب کی نیت کرے	رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا	رمضان نہیں ہوا تو نفلی ہوگا
(۳)	صرف نفلی روزے کی نیت کرے	رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا	رمضان نہیں ہوا تو نفلی ہوگا
(۴)	اصل نیت میں تردد ہو	رمضان ہوا تب بھی رمضان کا روزہ نہیں ہوگا	رمضان نہیں ہوا تو نفلی نہیں ہوگا
(۵)	روزے کی نیت ہو لیکن صفت میں تردد ہو		
[۱]	[۱] رمضان یا پھر دوسرا واجب کی نیت ہو	رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا	رمضان نہیں ہو تو واجب نہیں ہوگا
[۲]	[۲] رمضان یا پھر نفلی روزے کی نیت ہو	رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ ہوگا	رمضان نہیں ہو تو نفلی روزہ ہوگا

تشریح : تیس شعبان [یوم الشک] میں نفلی روزہ کی نیت کرنے کے پانچ طریقے ہیں، اور پانچوں کا حکم الگ الگ ہے جسکو صاحب ھدایہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس میں بنیادی بات یہ ہے کہ اصل روزہ کی نیت ہو اور رمضان ثابت ہو جائے تو رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا، مثلا یوم الشک میں نیت کی کہ میں پچھلا قضا روزہ رکھتا ہوں، اور بعد میں رمضان ثابت ہو گیا، تو قضا روزہ نہیں ہوگا بلکہ رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا، کیونکہ پہلے گزر چکا ہے کہ رمضان میں کوئی بھی روزہ رکھیں وہ رمضان کا ہی روزہ ہوگا۔ اور اگر رمضان ثابت نہ ہو تو نفلی روزہ ہوگا۔

اور اگر خود روزے ہی کی نیت میں تردد کر دیا، تو نہ رمضان کا ادا ہوگا اور نہ کوئی اور روزہ ہوگا، مثلا اس طرح نیت کی کہ، اگر کل رمضان کا دن ہے تو رمضان کا روزہ رکھتا ہوں، اور اگر رمضان نہ ہو تو روزہ نہیں رکھنا ہے، تو اس شکل میں خود روزہ رکھنے اور نہ رکھنے میں شک ہے اس لئے روزے کی نیت ہی نہیں ہوئی اس لئے رمضان ثابت ہو تب بھی رمضان کا فرض ادا نہیں ہوگا۔ اور رمضان ثابت نہ ہو تو نفل بھی نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ ان میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت کرے، اور وہ مکروہ ہے جیسا کہ ہم نے روایت کی۔ اور اس لئے کہ یہ اہل کتاب کے مشابہ ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنے روزے کی مدت میں زیادتی کی۔

صومهم ؎ ثم ان ظهر ان اليوم من رمضان يجزيه لانه شهد الشهر وصامه وان ظهر انه من شعبان كان تطوعًا وان افطر لم يقضه لانه فى معنى المظنون

تشریح : پانچ طریقوں میں سے پہلا طریقہ یہ ہے کہ یوم الشک میں صرف رمضان کی نیت کرے، ایسا کرنا مکروہ ہے۔اس کی دو وجہ ہیں[۱] ایک تو یہ کہ اوپر حدیث بیان کی جس میں تھا کہ جس نے یوم الشک میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسمؐ کی نافرمانی کی۔[۲] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شک کے دن رمضان کا روزہ رکھنے میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے کہ اس پر جتنا روزہ فرض تھا اس سے زیادہ رکھنا شروع کیا، اور جب بہت زیادہ ہو گیا تو سب کو چھوڑ دیا، اس لئے اس کے ساتھ مشابہت نہ ہو اس لئے یوم الشک میں رمضان کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

ترجمه: ؎ پھر اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن ہے تو رمضان کے لئے کافی ہو جائے گا، اس لئے کہ اس نے رمضان کا مہینہ پا لیا، اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان کا مہینہ ہے تو نفلی روزہ ہوگا، ، اور اگر روزہ توڑ دیا تو قضا نہیں ہے، اس لئے کہ یہ گمان کرنے والے کے درجے میں ہے۔

تشریح : یوم الشک میں روزہ رکھا اور یہ نیت کی کہ رمضان کا روزہ رکھوں گا ،تو ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن اگر رمضان کا روزہ سمجھ کر روزہ رکھ ہی لیا اور بعد میں ثابت ہوا کہ رمضان کا مہینہ ہے تو رمضان کا روزہ ہو جائے گا، اور اگر ثابت ہوا کہ شعبان کی تیس تاریخ ہے تو نفلی روزہ ہوگا۔

وجه : ایک وجہ تو یہ ہے کہ رمضان کے روزے کی نیت پائی گئی۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ بھی پا لیا اس لئے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا، اور تیس شعبان ثابت ہوا تو چونکہ اصل نیت موجود ہے اس لئے نفلی روزہ ہو جائے گا۔۔ اور اگر معلوم ہوا کہ تیس شعبان ہے اور یہ روزہ نفلی ہے اور روزہ توڑ دیا تو اس کی قضا لازم نہیں ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ نفلی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کی بعد میں قضا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس گمان میں رکھا تھا کہ رمضان کا مہینہ ہے، اور رمضان کا مہینہ ہے نہیں اس لئے اس کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ مظنون کے درجے میں ہے۔مظنون کا معنی ہے: گمان کیا ہوا، مثلا ایک آدمی کا گمان تھا کہ میں نے ظہر کی فرض نماز نہیں پڑھی ہے اس لئے فرض کی نیت باندھ لی، نماز کے درمیان میں خیال آیا کہ فرض پڑھ چکا ہوں، اس لئے درمیان میں ہی نماز توڑ دی تو اس نماز کی قضاء نہیں ہے، کیونکہ اس نے فرض باقی رہنے کے گمان سے نیت باندھی تھی اور فرض اس پر باقی تھی نہیں، اس لئے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی، اسی طرح یہاں روزہ توڑ دیا تو اسکی قضاء لازم نہیں ہوگی۔اس لئے کہ رمضان کے گمان سے روزہ رکھا تھا اور رمضان تھا ہی نہیں، اس لئے قضا لازم نہیں ہوگی۔۔ اور اگر پہلا رمضان ہو چکا تھا اور روزہ توڑ دیا تو رمضان کی قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

۵؎ والثانی ان ینوی عن واجب اٰخر وهو مكروه ایضًا لما روینا الا ان هٰذا دون الاول فی الكراهة ٦؎ ثم ان ظهرانه من رمضان یجزیه لوجود اصل النیة وان ظهر انه من شعبان فقد قیل یكون تطوعًا لانه منهی عنه فلا یتادی به الواجب ۷؎ وقیل یجزیه عن الذی نواه وهو الاصح لان المنهی عنه وهو التقدم علیٰ رمضان بصوم رمضان لا یقوم بكل صوم

ترجمہ: ۵؎ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے واجب کی نیت کرے وہ بھی مکروہ ہے اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی لیکن یہ پہلے سے کراہیت میں کم ہے۔

تشریح: نیت کی دوسری صورت یہ ہے کہ یوم الشک میں رمضان کے علاوہ کسی اورواجب، مثلا قضاء یا کفارے کی نیت کی تو یہ بھی مکروہ ہے، کیونکہ اوپر حدیث گزری کہ یوم الشک میں روزہ رکھنا مکروہ ہے، البتہ یوم الشک میں رمضان کا روزہ رکھنے میں کراہیت زیادہ ہے اوردوسرے واجب کے روزہ رکھنے میں کراہیت کم ہے۔

ترجمہ: ٦؎ پھر اگر ظاہر ہوا کہ رمضان ہے تو رمضان ادا ہو جائے گا اس لئے کہ اصل روزے کی نیت پائی گئی، اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان ہے تو بعض حضرات نے فرمایا کہ نفلی روزہ ہوگا اس لئے کہ روزہ ممنوع ہے اس لئے اس سے واجب ادا نہیں ہوگا۔

تشریح: یوم الشک میں دوسرے واجب کی نیت کرلی اور بعد میں پتہ چلا کہ رمضان کا پہلا دن ہے تو چونکہ واجب کے تحت میں اصل روزے کی نیت پائی گئی ہے اور رمضان کا مہینہ بھی ہے اسلئے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا، اور اگر یہ پتہ چلا کہ شعبان کی تیس ہے، تو بعض حضرات نے فرمایا کہ جس واجب کی نیت کی ہے وہ واجب ادا نہیں ہوگا البتہ نفل روزہ ہو جائے گا، اس لئے کہ اس دن روزہ رکھنا حدیث کی وجہ سے ممنوع ہے اس لئے وہ روزہ ناقص اور مکروہ ہوگا، اور واجب کو ناقص ادا کرنا ٹھیک نہیں اس لئے واجب ادا نہیں ہوگا، نفل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۷؎ اور بعض نے فرمایا کہ جس واجب کی نیت کی وہ ادا ہو جائے گا، اور صحیح بات یہی ہے، اس لئے کہ حدیث میں جو روکا ہے وہ رمضان کو مقدم کرنے سے روکا ہے جو ہر روزے سے یہ بات قائم نہیں ہوگی۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ تیس شعبان ہو تو جس واجب کی نیت کی ہے وہ واجب ادا ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں اس بات سے روکا ہے کہ رمضان سے پہلے رمضان کا روزہ نہ رکھا جائے، لیکن اگر رمضان سے پہلے کسی اورواجب کی نیت کرے تو اتنی کراہیت نہیں ہے، اور یہ واجب رمضان کو مقدم کرنے کے درجے میں نہیں ہے اس لئے اورواجب ادا ہو جائے گا۔

وجہ: عن ابی هریرةؓ عن النبی ﷺ أنه قال : لا یتقدمن أحدكم رمضان بصوم یوم أو یومین الا أن یكون رجل كان یصوم صوما فلیصم ذالک الیوم . (بخاری شریف، باب لا یتقدم رمضان بصوم یوم ولا یومین، ص ۳۰۷، نمبر

۸ بخلاف يوم العيد لان المنهى عنه وهو ترك الاجابة يلازم كل صوم ۹ والكراهة هنا بصورة النهى ۱۰ والثالث أن ينوى التطوع وهو غير مكروه لمارويناه ۱۱ وهو حجة على الشافعى فى قوله يكره علىٰ سبيل الابتداء

۱۹۱۴ مسلم شریف، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین، ص ۴۴۱، نمبر ۲۵۱۸/۱۰۸۲) اس حدیث میں ہے کہ رمضان سے ایک دن پہلے جو شک کا دن ہوتا ہے اس دن رمضان کا روزہ نہ رکھے، جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے روزے رکھنے کی اتنی کراہیت نہیں ہے

لغت :لا یقوم بکل صوم: کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزے سے یہ بات قائم نہیں ہوگی کہ وہ رمضان کے مقدم کرنے کی طرح ہو۔

ترجمہ: ۸ بخلاف عید کے دن روزہ رکھنے کے اس لئے کہ اس سے روکنے کی وجہ دعوت قبول کرنے کو چھوڑنا ہے، جو ہر روزے کے ساتھ لازم ہے۔

تشریح : عید اور بقرعید کے دن کوئی بھی روزہ مکروہ ہے، اس لئے عید کے دن واجب رکھنے سے واجب ادا نہیں ہوگا، کیونکہ اس دن روزہ مکروہ تحریمی ہے جو ناقص ہے اور ناقص سے کامل واجب ادا نہیں ہوگا۔

وجہ :اس کی وجہ یہ ہے کہ عید اور بقرعید کے دن اللہ کے یہاں گویا کہ مسلمانوں کی دعوت ہوتی ہے، اور اس دن روزہ رکھے گا تو اللہ کی دعوت کو چھوڑنا ہوگا، اس لئے کوئی بھی روزہ مکروہ ہوگا۔ اور رمضان سے پہلے جو روکا ہے وہ رمضان سمجھ کر مقدم کرنے سے روکا ہے ،کسی اور روزے سے اتنا نہیں روکا ہے بلکہ مہینہ کے آخیر میں نفلی روزہ رکھنے کی جسکی عادت ہے اس کو تو خود اوپر کی حدیث میں رکھنے کی اجازت ہے۔

ترجمہ: ۹ اور کراہیت یہاں نہی کی صورت کی وجہ سے ہے۔

تشریح : یہ عبارت اس بات کی دلیل عقلی ہے کہ دوسرا واجب رکھے تو وہ ادا ہو جائے گا۔ یوم الشک میں رمضان کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اگر اس میں دوسرا واجب رکھیں تو یہ رمضان کے روزے کے ساتھ مشابہت ہو جاتی ہے اور صورت کے اعتبار سے ممنوع ہو جاتا ہے، اس لئے دوسرا واجب بھی مکروہ تنزیہی ہے اور چونکہ مکروہ تحریمی نہیں ہے اس لئے دوسرا واجب ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱۰ نیت کرنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ یوم الشک میں نفل کی نیت کرے یہ مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے روایت کی۔

ترجمہ: ۱۱ یہ روایت امام شافعیؒ پر حجت ہے اس بارے میں کہ ابتداء کے طور پر روزہ مکروہ ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ کسی آدمی کی عادت ہے کہ مہینے کے آخیر میں نفلی روزے رکھے تو اس کے لئے گنجائش ہے

۱۲؎ والمراد بقوله ﷺ لا تتقدموا رمضان بصوم يوم ولابصوم يومين الحديث نهى التقدم بصوم رمضان لانه يؤديه قبل اوانه ۱۳؎ثم ان وافق صوما كان يصومه فالصوم افضل بالاجماع و كذا اذا صام

کہ یوم الشک میں نفلی روزہ رکھے، لیکن اگر اس کی عادت نہیں ہے تو اس کے لئے نفلی روزہ بھی رکھنا مکروہ ہے، یا کوئی مثلا ہر ہفتے پیر کو نفلی روزہ رکھتا ہے اور پیر ہی کو یوم الشک ہوگیا تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ یوم الشک میں روزہ رکھ لے، لیکن اگر منگل کے دن یوم الشک ہوگیا تو اب یہ یوم الشک میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔

وجه :(۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے **عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ قال صوموا رمضان لرؤيته و أفطروا لرؤيته فان حال بينكم و بينه غمامة أو ضبابة فأكملوا شهر شعبان ثلاثين و لا تستقبلوا رمضان بصوم يوم من شعبان** ۔(سنن بیہقی، باب النھی عن استقبال شھر رمضان، ج رابع ،ص ۳۵۰،نمبر ۷۹۴۹)اس حدیث میں ہے کہ رمضان سے پہلے کوئی بھی روزہ نہ رکھے(۲)**عن ابی هريرةؓ عن النبی ﷺ أنه قال : لا يتقدمن أحدكم رمضان بصوم يوم أو يومين الا أن يكون رجل كا ن يصوم صوما فليصم ذالک اليوم** .(بخاری شریف، باب لایتقدم رمضان بصوم یوم و لا یومین،ص ۳۰۷،نمبر ۱۹۱۴رمسلم شریف، باب لا تقدموا رمضان بصوم یوم ولا یومین ،ص ۴۴۱،نمبر۲۵۱۸/۱۰۸۲)اس حدیث میں ہے کہ رمضان سے ایک دن پہلے جو شک کا دن ہے اس میں روزہ نہ رکھے، البتہ کسی کو مہینے کے آخیر میں نفلی روزہ رکھنے کی عادت ہو تو اس کو اجازت ہے۔

ترجمه: ۱۲؎ اور حضورؐ کی جو حدیث گزری کہ رمضان سے پہلے ایک دن یا دو دن مقدم نہ کیا کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ خود رمضان کے روزے کے ساتھ مقدم نہ کیا کرو، اس لئے کہ وہ وقت سے پہلے ادا ہو جائے گا۔

تشريح : یہ امام شافعیؒ کی حدیث کی تاویل ہے، انہوں نے اوپر حدیث پیش کی تھی کہ رمضان سے پہلے ایک دن یا دو دن مقدم نہ کرو۔اس حدیث کا مطلب یہ بتا رہے ہیں کہ رمضان سے پہلے رمضان کی نیت سے روزہ رکھ کر مقدم نہ کیا کرو، لیکن اگر نفل کی نیت کر کے روزہ رکھے تو اس کی ممانعت نہیں ہے، چاہے پہلے سے مہینے کے آخیر میں روزے رکھنے کی عادت ہو یا نہ ہو۔اس تاویل کا اشارہ اس حدیث میں ہے .**عن ام سلمة عن النبی ﷺ أنه لم يكن يصوم من السنة شهرا تاما الا شعبان يصله برمضان** . (ابو داود شریف، باب فیمن یصل شعبان برمضان، ص ۳۴۰،نمبر ۲۳۳۵)اس حدیث میں ہے کہ حضور روزہ رکھ کر شعبان کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے۔جسکا مطلب یہ ہوا کہ یوم الشک میں نفلی روزہ رکھ لیا تو اتنی کراہیت نہیں ہے۔

ترجمه: ۱۳؎ پھر اگر اس دن کے موافق ہوا جس دن روزہ رکھا کرتا تھا تو بالاتفاق روزہ افضل ہے۔ایسے ہی اگر مہینے کے آخیر میں تین دن یا اس سے زیادہ روزہ رکھا کرتا تھا۔

تشريح : ایک آدمی مثلا پیر کے روز روزہ رکھا کرتا تھا ،اور اتفاق سے یوم الشک پیر کے روز ہی ہوگیا تو بالاتفاق اس کے لئے

ثـلـثة ايام من اٰخر الشهر فصاعدا ۱۴؎ او ان افـرده فـقـد قيل الفطر افضل احترازا عن ظاهر النهى وقيل الـصـوم افـضل اقتداء بعلى وعائشةؓ فانهما كانا يصومانه ۱۵؎ والـمختار ان يصوم المفتى بنفسه اخذا بالاحتياط ويفتى العامة بالتَلَوّم الىٰ وقت الزوال ثم بالافطار

یوم الشک میں نفلی روزہ رکھنا افضل ہے۔ کیونکہ اوپر کی حدیث میں یہی ہے کہ جواس دن روزہ رکھا کرتا تھا اس کو یوم الشک پڑ گیا تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے، حدیث یہ گزر گئی۔ الا أن یـکـون رجـل کـا ن یصوم صوما فلیصم ذالک الیوم. (بخاری شریف، نمبر ۱۹۱۴ر مسلم شریف نمبر ۲۵۱۸) یا مہینے کے آخیر میں تین روز یا اس سے زیادہ نفلی روزہ رکھنے کی عادت تھی تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ یوم الشک میں نفلی روزہ رکھ لے۔

ترجمہ: ۱۴؎ اور اگر اس روزے کو مفرد کیا ہو [یعنی عادت کے مطابق نہیں رکھا ہو] تو کہا گیا ہے کہ توڑنا افضل ہے ظاہری نہی سے احتراز کرتے ہوئے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ روزہ افضل ہے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کی اقتداء کرتے ہوئے، اس لئے کہ وہ دونوں روزہ رکھا کرتے تھے۔

تشریح : افردہ: کا مطلب یہ ہے کہ مہینے کے آخیر میں جسکو روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو اور یوم الشک میں روزہ رکھ لیا، اس کو، افردہ، کہتے ہیں۔ ایسے آدمی نے یوم الشک میں نفلی روزہ رکھ لیا تو بعض حضرات نے فرمایا کہ روزہ توڑ دینا افضل ہے، کیونکہ حدیث میں منع فرمایا ہے، اس لئے حدیث کے ظاہری منع کی رعایت کرتے ہوئے روزہ توڑنا بہتر ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ روزہ رکھنا بہتر ہے، کیونکہ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ یوم الشک میں روزہ رکھا کرتے تھے، ان حضرات کی اقتداء کرتے ہوئے نفلی روزہ رکھنا بہتر ہے۔ تاہم حضرت علیؓ کا قول یہ ہے کہ یوم الشک میں روزہ نہ رکھے، قول یہ ہے۔ **عـن عـلـى أنه كان يخطب اذا حضر رمـضـان فـيـقـول ألا لا تـقـدمـوا الشهر اذا رأيتم الهلال فصوموا و اذا رأيتم الهلال فأفطروا فان غم عليكم فـأتـمـوا الـعـدة قال: كان يقول ذالک بعد صلاة العصر وبعد صلاة الفجر.** (مصنف ابی شیبۃ، باب من کرہ أن یتقدم شہر رمضان بصوم، ج ثانی، ص ۲۸۶، نمبر ۹۰۲۹) حضرت علیؓ کے اس قول میں ہے کہ یوم الشک میں نفلی روزہ بھی نہ رکھے۔

ترجمہ: ۱۵؎ اور پسندیدہ یہ ہے کہ مفتی خود روزہ رکھے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے، اور عام لوگوں کو یہ فتوی دے کہ زوال کے وقت تک انتظار کرے پھر تہمت کی نفی کرنے کے لئے افطار کروائے۔

تشریح : پسندیدہ یہ ہے کہ مفتی خود یوم الشک میں نفلی روزہ رکھے، تا کہ احتیاط پر عمل ہو جائے البتہ عوام کو کہے کہ بغیر کھائے پیئے چاشت کے وقت تک انتظار کرے تا کہ اگر چاشت سے پہلے پہلے چاند کی خبر آ جائے اور رمضان ثابت ہو جائے تو اسی وقت رمضان کی نیت کر کے فرض روزہ رکھ لے، اور اگر چاند کی خبر نہ آئے تو روزہ توڑ دے۔ عوام کو ایسا اس لئے فتوی دے کہ اگر اس کو نفلی

۱۶؎ نفیا للتهمة والرابع ان یضجّع فی اصل النیة بان ینوی ان یصوم غدا ان کان رمضان ولا یصومه ان کان من شعبان وفی هذا الوجه لا یصیر صائما لانه لم یقطع عزیمته فصار کما اذا نوی انه ان وجد غدا غذاء یفطر وان لم یجد یصوم ۱۷؎ والخامس ان یضجع فی وصف النیة بان ینوی ان کان غدا من

روزہ رکھنے کے لئے کہے تو وہ حدیث کو نہیں سمجھے گا، اور روزہ رکھ کر ایک رواج سا بنا لے گا، اس لئے اس کو چاشت کے بعد روزہ توڑنے کا فتوی دے۔ التلوم: انتظار کرنا۔

ترجمہ: ۱۶؎ اور نیت کرنے کی چوتھی شکل یہ ہے کہ اصل نیت میں ہی تردد کرے، اس طرح کہ اگر کل رمضان ہو تو روزہ رکھے گا اور اگر شعبان ہو تو روزہ نہیں رکھے گا، اس صورت میں روزہ دار ہی نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس نے پختہ ارادہ نہیں کیا، تو گویا کہ اس طرح نیت کی اگر کل کھانا ملا تو روزہ نہیں رکھے گا اور اگر کھانا نہیں ملا تو روزہ رکھے گا۔

تشریح:۔ یوم الشک میں نیت کرنے کی چوتھی صورت یہ ہے کہ خود نیت میں تردد ہو، اور اس طرح نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہوگا تو رمضان کا روزہ رکھے گا اور رمضان نہ ہوا تو روزہ ہی نہیں رکھے گا، اور چاشت تک اس کی اصلاح نہیں کی اور شام تک اسی حال میں رہا تو اگر رمضان ثابت ہوا تو رمضان کا روزہ نہیں ہوگا، اور اگر شعبان کا تیس ہوا تو نفلی روزہ بھی نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اصل نیت میں تردد ہے اس لئے نیت ہی نہیں ہوئی، اس لئے کوئی روزہ نہیں ہوگا۔ ہاں اگر چاشت سے پہلے رمضان ثابت ہو گیا، اور رمضان کے روزے کا پختہ ارادہ کر لیا تو اب رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ اور اگر شعبان ثابت رہا اور چاشت سے پہلے پہلے نفلی روزے کی پختہ نیت کر لی تو نفلی روزہ ہو جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ یوں نیت کرے کہ اگر کل کھانا ملے گا تو روزہ نہیں رکھونگا، اور کھانا نہیں ملا تو روزہ رکھوں گا تو اس صورت میں روزہ نہیں ہوگا اسی طرح اصل نیت میں تردد ہو تو کوئی بھی روزہ نہیں ہوگا۔ لم یقطع عظیمته: عزم کو پختہ نہیں کیا۔ غدا: کل۔ یضجع: تردد ہونا۔

ترجمہ: ۱۷؎ اور نیت کرنے کی پانچویں صورت یہ ہے کہ نیت کی صفت میں تردد ہو۔ اس طرح نیت کرے کہ کل اگر رمضان ہوا تو رمضان کا روزہ رکھوں گا۔ اور اگر شعبان ہوا تو دوسرا واجب رکھوں گا، یہ مکروہ ہے، کیوں کہ یہ دو مکروہ امروں کے درمیان دائر ہے۔

تشریح: اس پانچویں صورت میں اصل نیت تو موجود ہے لیکن صفت میں تردد ہے کہ رمضان ہے یا دوسرا واجب، یا رمضان ہے یا نفلی روزہ۔ پھر صفت میں تردد کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک صورت یہ ہے کہ روزے کی نیت تو کرتا ہوں، لیکن اگر کل رمضان ہوگا تو رمضان کی نیت کرتا ہوں، اور اگر کل رمضان نہ ہو تو دوسرے واجب کی نیت کرتا ہوں، یہ دوسرے واجب کی نیت کرنا یہ صفت ہے، اس صفت میں تردد ہے۔ یہ صورت مکروہ ہے کیونکہ رمضان کی یا دوسرے واجب کی نیت کرتا ہے، اور یوم الشک میں رمضان کی یا دوسرے واجب کی نیت کرنا مکروہ ہے۔

رمضان يصوم عنه وان كان شعبان فعن واجب آخر وهذا مكروه لتردده بين امرين مكروهين ١٨ ثم ان ظهر انه من رمضان اجزاه لعدم الترددفي اصل النيه ١٩ وان ظهر انه من شعبان لا يجزيه عن واجب آخر لان الجهة لم تثبت للتردد فيها واصل النية لا يكفيه لكنه يكون تطوعاً غير مضمون بالقضاء لشروعه فيه مسقطا

لغت : امرين مكروهين : سے مرادرمضان کا روزہ اوردوسرے واجب کا روزہ ہے، اور یوم الشک میں ان دونوں کی نیت کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ: ١٨ پھر اگر ظاہر ہوا کہ رمضان ہے تو رمضان ادا ہو جائے گا، اس لئے کہ اصل نیت میں تردد نہیں ہے۔

تشریح : اگر بعد میں ثابت ہوا کہ رمضان کی پہلی تاریخ ہے تو اس نیت سے رمضان ادا ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی اصل نیت ہو چا ہے صفت میں تردد ہو تب بھی رمضان ادا ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا دن پہلے سے متعین ہے، جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے، اس لئے اس نیت سے فرض ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ١٩ اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان ہے تو دوسرا واجب ادا نہیں ہوگا، اس لئے کہ صفت میں تردد کی وجہ سے واجب کی جہت ثابت نہیں ہوئی، اور واجب کے ادا ہونے کے لئے اصل نیت کافی نہیں، لیکن نفلی روزہ ہو جائے گا۔ جو قضاء کے ساتھ مضمون نہیں ہے، کیونکہ اس نے فرض کو ساقط کرنے والا سمجھ کر شروع کیا تھا۔

تشریح : کوئی قضاء ہو یا کفارہ، یا نذر غیر معین کا روزہ ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ رات سے نیت کرے اور کون سا واجب رکھ رہا ہے اس کی بھی رات سے ہی تعیین کرے تب وہ واجب ادا ہوگا صرف روزے کی اصل نیت سے یا نفل کی نیت سے واجب ادا نہیں ہوتا ہے، اور یہاں رات سے واجب کا حتمی تعین نہیں ہے، بلکہ یوں نیت کی ہے کہ رمضان ہوگا تو رمضان اور رمضان کا دن نہ ہو تو واجب آخر، اس لئے واجب کے تعین میں تردد ہو گیا اس لئے واجب ادا نہیں ہوگا۔ البتہ اصل نیت موجود ہے اور رمضان کا دن بھی نہیں ہے اس لئے نفلی روزہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر یہ نفل روزہ توڑ دے تو اس کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ جزم کے ساتھ نفل کی نیت سے روزہ نہیں رکھا تھا نفل تو خود بخود ہو گیا، یہ سمجھ کر روزہ رکھا تھا کہ مجھ سے رمضان کا فرض ساقط ہو جائے، اور رمضان اس پر واجب ہی نہیں ہوا اس لئے ساقط کیا ہوگا، اس لئے یہ مظنون کے درجے میں ہو گیا، اس لئے یہ نفلی روزہ توڑ دے تو اسکی قضاء لازم نہیں ہوگی، ہاں بالقصد نفل کا روزہ رکھا ہوتا اور اس کو توڑتا تو حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کی قضاء لازم ہوگی۔

لغت: مظنون: کی تفصیل آگے پھر آرہی ہے۔ مسقطا: ساقط کرنے والا، یہاں مراد ہے رمضان کے فرض کو ساقط کرنے کے لئے روزہ رکھا۔

۲۰؎ وان نوى عن رمضان ان كان غدا منه وعن التطوع ان كان غدا من شعبان يكره لانه نا و للفرض من وجه ۲۱؎ ثم ان ظهر انه من رمضان اجزاه عنه لما مر وان ظهر انه من شعبان جاز عن نفله لانه يتادى باصل النية ۲۲؎ ولو افسده يجب ان لا يقضيه لدخول الاسقاط في عزيمته من وجه

ترجمه: ۲۰؎ اور رمضان کی نیت کی اگر کل رمضان ہو اور نفل کی نیت کی اگر کل شعبان ہو تو یہ مکروہ ہے اس لئے کہ من وجہ اس نے فرض کی نیت کی۔

تشریح : روزے کی صفت میں تردد کی دوسری صورت یہ ہے کہ یوں نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہو تو رمضان کی نیت کرتا ہوں، اور اگر کل شعبان ہو تو نفلی روزے کی نیت کرتا ہوں تو یہ صورت مکروہ ہے، کیونکہ اگر چہ یہ نفلی روزے کی بھی نیت کر رہا ہے، لیکن رمضان کے روزے کا بھی نیت کر رہا ہے اگر رمضان ہو تو، اور یوم الشک میں رمضان کی نیت کرنا مکروہ ہے اس لئے اس طرح کا روزہ مکروہ ہوگا۔

ترجمه: ۲۱؎ پھر اگر ظاہر ہوا کہ رمضان کا دن تھا تو رمضان سے کافی ہو جائے گا، جیسا کہ پہلے گزر گیا، اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن ہے تو اس کا نفلی روزہ جائز ہو گیا، اس لئے کہ نفلی روزہ اصل نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

تشریح : یہاں اصل نیت تو ہے لیکن صفت میں یہ تردد ہے کہ رمضان کا دن ہو تو رمضان، اور اگر شعبان کا دن ہو تو نفلی روزہ۔ اس لئے اگر ثابت ہو گیا کہ آج رمضان کا دن ہے تو رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ اصل نیت سے بھی رمضان ادا ہو جاتا ہے، اور یہاں دن بھی رمضان کا ہے اور نیت بھی رمضان کی ہے۔ اور اگر یہ ثابت ہو گیا کہ شعبان کی تیس ہے تو نفلی روزہ جائز ہو جائے گا، کیونکہ نفلی روزہ بھی اصل نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

ترجمه :۲۲؎ اور اگر اس روزہ کو توڑ دیا تو واجب یہ ہے کہ اس کی قضاء نہ کرے، اس لئے کہ اس کے ارادے میں فرض کو ساقط کرنا داخل ہے۔

تشریح : تیس شعبان تھا اس لئے نفلی روزہ ہوا، لیکن اگر اس روزے کو توڑ دیا تو اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس نفلی روزے کی قضاء لازم ہوتی ہے جسکو اپنے قصد اور ارادے سے رکھا ہو، اور یہ نفلی روزہ تو حقیقت میں رمضان کی نیت سے رکھا ہے، کہ رمضان کا دن ہوگا تو رمضان ورنہ نفلی روزہ رکھوں گا، چونکہ نفلی کا عزم اور یقین نہیں ہے اس لئے توڑنے پر اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی مظنون کے درجے میں ہے، کیونکہ اس کو خیال تھا کہ رمضان کا روزہ مجھ پر فرض ہوگا اس لئے روزہ کی نیت کر لی۔ اس لئے اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔

لغت : لدخول الاسقاط فی عزیمته: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں تھا کہ اگر رمضان ہوا تو فرض روزہ رکھ

(۹۱۳)ومن رأى هلال رمضان وحده صام وان لم يقبل الامام شهادته ﴾ ا لقوله ﷺ صوموا الرؤيته وافطروا لرؤيته وقد رأى ظاهرا ۲ و ان افطر فعليه القضاء دون الكفارة

کراس کوساقط کر دوں گا، اس لئے صرف نفلی روزے کا پختہ ارادہ نہیں تھا۔ مظنون: کا معنی ہے: گمان کرنا، مثلا ایک آدمی کا گمان تھا کہ میں نے ظہر کی فرض نماز نہیں پڑھی ہے اس لئے فرض کی نیت باندھ لی، نماز کے درمیان میں خیال آیا کہ فرض پڑھ چکا ہوں، اس لئے درمیان میں ہی نماز توڑ دی تو اس نماز کی قضاء نہیں ہے، کیونکہ اس نے فرض باقی رہنے کے گمان سے نیت باندھی تھی اور فرض اس پر باقی تھا نہیں، اس لئے اس پر قضا لازم نہیں ہوگی، اسی طرح یہاں روزہ توڑ دیا تو اسکی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ رمضان کے گمان سے روزہ رکھا تھا اور رمضان تھا ہی نہیں، اس لئے قضا لازم نہیں ہوگی ۔۔ اور اگر پہلا رمضان ہو چکا تھا اور روزہ توڑ دیا تو رمضان کی قضا لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۹۱۳) کسی نے رمضان کا چاند اکیلے دیکھا تو روزہ رکھے اگر چہ امام نے اس کی گواہی قبول نہ کی ہو۔

ترجمہ: ا حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، یعنی عید کرو۔ اور اس نے ظاہری طور پر چاند دیکھا ہے [اس لئے اس کو روزہ رکھنا چاہئے]

تشریح: ایک اکیلے آدمی نے رمضان کا چاند دیکھا اور قاضی نے کسی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی تو وہ آدمی خود روزہ رکھ لے۔ صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث یہ ہے۔ **سمعت أبا هريرة يقول : قال النبي ﷺ ۔ او قال : قال ابو القاسم ﷺ ۔ صوموا الرؤيته و افطروا لرويته فان غبي عليكم فأكملوا عدة شعبان ثلاثين .** (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رایتموہ فافطروا، ص ۲۵۶، نمبر ۱۹۰۹ر مسلم شریف، باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال ص ۳۴۷ نمبر ۱۰۸۱/ ۲۵۱۷) اس حدیث میں ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو، اور اس آدمی نے چونکہ چاند دیکھ لیا ہے اس لئے وہ اکیلا بھی روزہ رکھے گا۔

وجہ: چونکہ وہ آدمی چاند دیکھ چکا ہے اس لئے اس کے حق میں رمضان ہے اس لئے وہ خود رزہ رکھے۔ حدیث میں گزرا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اس نے چاند دیکھا ہے اس لئے اس کو روزہ رکھنا چاہئے۔

ترجمہ: ۲ اور اگر روزہ توڑ دیا تو اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔

تشریح : اکیلے آدمی نے چاند دیکھا اس لئے اس نے رمضان کا روزہ رکھا پھر بعد میں توڑ دیا تو اسپر صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب قاضی نے اس کی گواہی رد کر دی تو چاند کے ثابت ہونے میں شبہ پیدا ہو گیا، اور شبہ سے کفارہ

۳؎ وقال الشافعی علیه الكفارة ان افطر بالوقاع لانه افطر فی رمضان حقیقة لتیقنه به وحکما لوجوب الصوم علیه

ساقط ہو جاتا ہے، اس لئے اس سے بھی کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ چنانچہ بعض صحابہ کا قول ہے کہ لوگوں نے اسکی گواہی پر روزہ نہیں رکھا تو اس کو بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ اس کے لئے اثر یہ ہے. (۲) عن الحسن أنه یقول فی الرجل یری الهلال وحده قبل الناس قال : لا یصوم الا مع الناس و لا یفطر الا مع الناس ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کان یقول: لا یجوز الا بشھادۃ رجلین ، ج ثانی ، ص ۳۲۱، نمبر ۹۴۷۱ / مصنف عبد الرزاق ، باب کم یجوز من الشھود علی رؤیۃ الھلال ، ج رابع ، ص ۱۳۰، نمبر ۷۳۷۹) اس اثر میں ہے کہ اگر چہ اس نے چاند دیکھا ہے لیکن عام لوگوں کے ساتھ ہی روزہ رکھے اور عام لوگوں کے ساتھ ہی افطار کرے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ اس کو لوگوں کے ساتھ روزہ رکھنا چاہئے۔ عن ابی هریرة أن النبی ﷺ قال : الصوم یوم تصومون ، و الفطر یوم تفطرون ، و الاضحیٰ یوم تضحون ۔(ترمذی شریف، باب الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون ، والاضحیٰ یوم تضحون ، ص ۱۷۷، نمبر ۶۹۷ / ابو داود شریف ، باب اذا أخطاء القوم الھلال ، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جس دن لوگ روزہ رکھے اس دن ہی اس کو روزہ رکھنا چاہئے ، اس لئے اس نے احتیاطا روزہ رکھا تھا اس لئے اس کے توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (۴) حنفیہ کے یہاں ایک قاعدہ اور بھی ہے کہ مطلع صاف ہو تو رویت عامہ ہونا چاہئے تب رمضان ثابت ہوگا ، اور یہاں ایک آدمی نے دیکھا ہے اس لئے اس کے حق میں بھی رمضان ثابت نہیں ہوا صرف احتیاط کے طور پر روزہ رکھنے کے لئے کہا گیا ، اس لئے اس نے روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

اصول: خود کسی بات پر یقین کرتا ہو تو اس کو کرنا چاہئے ، لیکن دوسروں پر لازم نہیں کر سکتا جب تک کہ قضاء قاضی یا شہادت ملزمہ نہ ہو۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر جماع کر کے روزہ توڑا تو اس پر کفارہ ہے اس لئے کہ اس نے حقیقت میں رمضان میں روزہ توڑا اس کے حق میں رمضان کے یقینی ہونے کی وجہ سے اور حکما بھی اس لئے کہ اس پر روزہ واجب ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آدمی نے جماع کر کے روزہ توڑا تو اس پر قضاء بھی لازم ہوگی اور کفارہ بھی لازم ہوگا ، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے حقیقت میں رمضان میں روزہ توڑا ہے ، کیونکہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس کو یقین ہے کہ یہ دن رمضان کا ہی ہے ، اور حکما بھی رمضان ہی میں روزہ توڑا ہے ، کیونکہ اس کے لئے شریعت کا حکم یہی ہے کہ وہ روزہ رکھ لے ، اور رمضان میں روزہ رکھ کر جماع کر کے روزہ توڑا ہو تو اس پر کفارہ ہے اس لئے اس پر کفارہ ہوگا۔ موسوعہ میں ہے. قال الشافعیؒ : اذا رأی الرجل هلال رمضان وحده ، یصوم لا یسعه غیر ذالک ۔(موسوعہ امام شافعیؒ ، باب کتاب الصیام الصغیر ج رابع ،

۴؎ولنا ان القاضی رد شهادته بدلیل شرعی وهو تهمة الغلط فاورث شبهة وهذه الکفارة تندرئ بالشبهات ۵؎ولو افطر قبل ان یرد الامام شهادته اختلف المشائخ فیه ۶؎ولو اکمل هٰذا الرجل ثلٰثین یوما لم یفطر الا مع الامام لان الوجوب علیه للاحتیاط والاحتیاط بعد ذٰلک فی تاخیر الافطار

ص۳۴۳،نمبر۴۸۶۵)اس عبارت میں ہے کہ اگر اکیلا رمضان کا چاند دیکھا ہوتو اس کو روزہ رکھنا چاہئے۔اور جب رمضان میں روزہ توڑا تو کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قاضی نے شرعی دلیل سے اس کی گواہی کو رد کر دیا تو یہ غلطی کی تہمت ہے،اس لئے اس کے دیکھنے میں شبہ پیدا کر دیا ،اور یہ کفارہ شبہات سے ختم ہو جاتا ہے۔

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ قاضی نے شرعی دلیل سے اس کی گواہی رد کر دی۔شرعی دلیل یہ ہے کہ ہزاروں آدمی چاند دیکھنے کے لئے کھڑے تھے انہوں نے نہیں دیکھا تو صرف تم نے کیسے دیکھ لیا؟ ایسا لگتا ہے کہ تمکو چاند دیکھنے کا شبہ ہو گیا ہے حقیقت میں وہاں چاند نہیں تھا۔اور اس رد کرنے کی وجہ سے دیکھنے والے کو بالکل غلط تو نہیں کہہ سکتے ،لیکن غلطی کی تہمت ضرور ہو گئی جسکی وجہ سے چاند دیکھنے کا شبہ پیدا ہو گیا،اور کفارہ شبہ سے ختم ہو جاتا ہے،اس لئے اس آدمی کے روزہ توڑنے پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔تندری ء: درء سے مشتق ہے،ختم ہو جاتا ہے۔

نوٹ : میں زمانے تک رؤیت کا تجربہ کرتا رہا ہوں،اس لئے حقیقت یہ ہے کہ جب آسمان پر چاند دیکھنے کے قابل ہوتا ہے تو بہتوں کو نظر آتا ہے، اور رؤیت عامہ ہوتی ہے،اس لئے جب ایک دو آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دے تو وہ یقیناً جھوٹی ہوتی ہے،اس کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ۵؎ اور اگر اسکی شہادت کو امام کے رد کرنے سے پہلے روزہ توڑ دیا تو مشائخ نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔

تشریح : اکیلے نے چاند دیکھا اور روزہ بھی رکھ لیا،ابھی قاضی نے اسکی شہادت کو رد بھی نہیں کیا تھا کہ اس نے اپنا روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ لازم ہے یا نہیں! مشائخ نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے،صحیح رائے یہ ہے کہ اس پر کفارہ لازم نہیں ہے، کیونکہ اکیلے نے چاند دیکھا ہے تو قاضی کے رد کرنے سے پہلے بھی شبہ ہے کہ اور ہزاروں لوگوں نے چاند نہیں دیکھا تو اس نے کیا دیکھا ہوگا ،بہت ممکن ہے کہ چاند کا شبہ ہوا ہو،اور شبہ کی وجہ سے کفارہ ختم ہو جاتا ہے۔یوں بھی اوپر کی حدیث کی وجہ سے ایک دن بعد سب کے ساتھ اسکو روزہ رکھنا چاہئے ،لیکن احتیاط کی وجہ سے پہلے رکھا اس لئے قاضی کے رد کرنے سے پہلے بھی روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ نہیں ہو گا۔

ترجمہ: ۶؎اور اگر اس آدمی نے تیس دن پورے کر لئے [اور پھر بھی چاند نظر نہیں آیا] تو امام کے ساتھ عید کرے،اس لئے کہ پہلے

ےولو افطر لا كفارة عليه اعتبارا للحقيقة التى عنده (۹۱۴)واذا كان بالسماء عِلة قبل الامام

اس پر روزہ رکھنے کا وجوب احتیاط کے لئے تھا اور اس کے بعد احتیاط افطار کے تاخیر کرنے میں ہے۔

تشریح: اکیلے آدمی نے چاند دیکھا اور روزہ بھی لوگوں سے پہلے رکھ لیا جسکی وجہ سے اس آدمی کا تیس پورا ہو گیا اور چاند نظر نہیں آیا جسکی وجہ سے اور لوگوں کی تیس تاریخ ہو گی اور اس چاند دیکھنے والے کا اکتیس روزہ ہو جائے گا، پھر بھی مسئلہ یہ ہے کہ اکتیس روزہ رکھ کر امام کے ساتھ عید کرے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ شروع میں روزہ رکھنے کا حکم احتیاط کی بنا پر تھا، کہ اس نے چاند دیکھا ہے اس لئے اس سے ایک روزہ چھوٹ نہ جائے اس لئے احتیاطا روزہ رکھنے کا حکم ہوا، اور اب احتیاط اس میں ہے کہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چاند دیکھنے میں شبہ ہوا ہو اور حقیقت میں اس دیکھنے والے کی بھی انتیس ہی ہوئی ہو اس لئے احتیاطا روزہ رکھ لے اور لوگوں کے ساتھ عید کرے (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابی هريرة أن النبی ﷺ قال : الصوم يوم تصومون ، و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحیٰ يوم تضحون ۔ (ترمذی شریف، باب الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والاضحیٰ یوم تضحون، ص ۱۷۷، نمبر ۶۹۷ / ابوداود شریف، باب اذا أخطاء القوم الهلال، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جس دن لوگ روزہ رکھیں اسی دن یہ بھی روزہ رکھے، اس لئے چاند دیکھنے والے کو لوگوں کے ساتھ عید کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ے اور اگر روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اس حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے جو اس کے پاس ہے۔

تشریح: جس اکیلے آدمی نے چاند دیکھا اس کا تیس پورا ہو گیا تھا، اس لئے اس کے اکتیس تاریخ کو اس نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے چاند پہلے دیکھا ہے اس لئے انکے یقین کے اعتبار سے تیس پورا ہو گیا ہے اس لئے انکے نزدیک رمضان ہونے میں شبہ ہو گیا، اس شبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا، کیونکہ شبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: (۹۱۴) اگر آسمان میں کوئی علت ہو تو چاند دیکھنے کے بارے میں امام ایک عادل آدمی کی گواہی قبول کریں گے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔

تشریح: آسمان میں علت کا مطلب یہ ہے کہ افق پر غبار ہو، کہرا ہو یا بادل ہو تو ممکن ہے کہ کسی کو چاند نظر آجائے اور کسی کو نظر نہ آئے اس لئے ایک آدمی کی گواہی بھی قبول ہوگی۔ معاملات کی گواہی کی طرح دو آدمی ہونا ضروری نہیں، البتہ عادل ہونا چاہئے، کیونکہ دینی امور میں فاسق کی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔ اور مرد ہونا بھی ضروری نہیں ہے عورت کی رؤیت بھی مقبول ہے، اور آزاد ہو نا ضروری نہیں ہے غلام کی گواہی بھی مقبول ہے، جیسے حدیث کی روایت کرنے میں ان سب کی روایت قابل قبول ہے۔

وجہ: (۱) چاند دیکھنے کا معاملہ امر دینی ہے۔ معاملات نہیں ہے اس لئے ایک آدمی کی گواہی بھی قابل قبول ہے۔ اور تکمیل شہادت

شهادةالواحد العدل فی رویة الهلال رجلا کان او امرأة حرا کان او عبد ﴾ ١ الانه امر دینی فاشبه روایة الاخبار ولهذا لایختص بلفظ الشهادة

یعنی دوگواہی کی ضرورت نہیں (۲) عن ابن عمر قال تراء ی الناس الهلال فأخبرت رسول الله ﷺ أنی رأیته فصام و أمر الناس بصیامه (ابوداؤد شریف، باب فی شهادة الواحد علی رویة هلال رمضان ص ۳۲۷ نمبر ۲۳۴۲) اس حدیث میں ایک آدمی کی گواہی پر رمضان کا فیصلہ فرمایا۔ (۳) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال انی رایت الهلال قال الحسن فی حدیثه یعنی رمضان فقال اتشهد ان لااله الا الله؟ قال نعم قال اتشهد ان محمدا رسول الله قال نعم قال یا بلال اذن فی الناس فلیصوموا غدا (ابوداؤد شریف، باب فی شهادة الواحد علی رویة هلال رمضان ص ۳۲۷ نمبر ۲۳۴۰ رترمذی شریف، باب ما جاء فی الصوم بالشهادة ص ۱۴۸ نمبر ۶۹۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے ثبوت کے لئے ایک آدمی کی گواہی کافی ہے۔

نوٹ: اس حدیث میں حضورؐ نے گواہوں کو چیک نہیں کیا۔ اس سے استدلال کرتے ہوئے سعودی عرب کے لوگ اور دیگر عرب کے لوگ گواہوں کو چیک نہیں کرتے ہیں اور نہ گواہوں کو رگڑتے ہیں، صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ تم مسلمان ہو؟ اور ہاں کہنے پر اس کی گواہی قبول کر لیتے ہیں۔ چونکہ مراکش کے علاوہ سارے عربوں کا کیلنڈر اپنے ملک کے نیومون پر بنتا ہے [جسکو وجود قمر کہتے ہیں] اس لئے وہ رؤیت سے ایک دن مقدم ہوتا ہے اس کی انتیس تاریخ حقیقت میں اٹھائیس تاریخ ہوتی ہے، اسی اٹھائیس پر وہ گواہی لیتے ہیں اور بغیر چیک کئے ہوئے اعلان کر دیتے ہیں جسکی وجہ سے وہ پوری دنیا سے ہمیشہ ایک دن پہلے اعلان رؤیت کر دیتے ہیں حالانکہ چاند آسمان پر ہلال بنا ہوا نہیں ہوتا۔ اس سے پوری دنیا اس وقت پریشان ہیں۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ یہ دینی معاملہ ہے اس لئے حدیث کی روایت کے مشابہ ہو گیا، اسی لئے شہادت کے لفظ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

تشریح: چاند کے بارے میں ایک آدمی کی گواہی قبول کرنے کے بارے میں یہ دلیل عقلی ہے کہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھے گا روزہ توڑے گا نہیں اس لئے یہ دینی امور میں سے ہو گیا، اور دینی امور میں ایک عادل آدمی کی گواہی بھی کافی ہے، جیسے حدیث کی روایت کرنا دینی امور ہے اس لئے ایک عادل راوی اسکی روایت کرلے تو اس سے استدلال کرنے کے لئے کافی ہے اسی طرح ایک عادل آدمی چاند کی گواہی دے دے تو اس کو قبول کرنا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے چاند کی گواہی دینے کے لئے اشہد کا لفظ بولنا کوئی ضروری نہیں ہے، بلکہ رأیت الھلال، کہہ دینا کافی ہے، کیونکہ یہ گواہی دینی امور کے لئے ہے، معاملات میں گواہی دینا نہیں ہے۔ اصل تو اوپر کی حدیث ہے جس میں ایک عادل صحابی کی گواہی حضورؐ نے قبول کی ۔۔ اخبار: حدیث۔

۲؎ وتشترط العدالة لان قول الفاسق فی الدیانات غیر مقبول ۳؎ وتاویل قول الطحاوی عد لا کان او غیر عدل ان یکون مستورا

﴿ گواہی اور خبر کی ۸ قسمیں ہیں جسکی ترتیب یہ ہے ﴾

نمبر	کس گواہی میں کتنے آدمی ہوں	کس طرح کا آدمی ہو
(۱)	زنا کی گواہی۔۔جس میں چار مرد گواہ ہوں	عادل ہوں
(۲)	قتل کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں	عادل ہوں
(۳)	معاملات کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں۔۔یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں
(۴)	نکاح کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہوں۔۔یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں، اس میں فاسق بھی چلے گا
(۵)	ہلال عید کی گواہی۔۔جس میں دو مرد گواہ ہو۔۔یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں	عادل ہوں
(۶)	ہلال رمضان کی گواہی۔۔جس میں ایک آدمی مرد ہو یا ایک عورت گواہ ہو	عادل ہو، یا مستور الحال ہو
(۷)	ولادت وغیرہ جہاں مرد مطلع نہ ہوسکتا ہو۔۔ایک عورت کی گواہی مقبول ہے	عادلہ ہو
(۸)	ھد یہ وغیرہ کی خبر۔۔بچہ اور باندی کی خبر بھی کافی ہے	عادل ہو یا مستور الحال ہو

ترجمہ: ۲؎ اور عادل ہونا شرط ہے کیونکہ دینی معاملے میں فاسق کا قول مقبول نہیں ہے۔

تشریح:۔کوئی فاسق ہو یا زنا کی تہمت میں حد لگی ہو تو ایسے آدمی کی گواہی چاند کے بارے میں قابل قبول نہیں ہے، بلکہ چاند کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔

وجہ : (۱) أن امیر مکة خطب ثم قال : عهد الینا رسول الله ﷺ أن ننسک للرؤیة ، فان لم نره و شهدا شاهدا عدل نسکنا بشهادتهما ۔(ابوداؤد شریف، باب شہادة رجلین علی رویۃ ہلال شوال ص ۳۴۰ نمبر ۲۳۳۸) اس حدیث میں ہے کہ دو عادل آدمی گواہی دے تو افطار کیا جائے گا، جس سے معلوم ہوا کہ چاند کی گواہی کے لئے عادل ہونا چاہئے۔ (۲) عن علی فی الهلال قال اذا شهد رجلان ذوا عدل علی رؤیة الهلال فأفطروا . (مصنف ابن ابی شیبۃ، من کان یقول: لا یجوز الا بشهادة رجلین، ج ثانی، ص ۳۲۱، نمبر ۹۹۴۶۹) اس اثر میں ہے کہ چاند کی گواہی کے لئے آدمی عادل ہو۔

ترجمہ: ۳؎ اور امام طحاویؒ نے جو فرمایا کہ عادل ہو یا عادل نہ ہو اس کی تاویل یہ ہے کہ مستور الحال ہو [تب بھی چل جائے گا]

تشریح : امام طحاویؒ نے فرمایا کہ عادل ہو یا عادل نہ ہو تب بھی رمضان کے چاند کی گواہی کے لئے کافی ہے، صاحب ھدایہ اس کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی مستور الحال ہو یعنی لوگوں میں اس کا عدل مشہور نہ ہو تب بھی چاند کی گواہی کے لئے کافی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فاسق ہو تب بھی گواہی دے سکتا ہے۔۔نوٹ:۔امام طحاویؒ کی کتاب شرح

۴ والعلة غيم او غبار او نحوه ۵ وفی اطلاق جواب الكتاب يدخل المحدود فی القذف بعد ما تاب وهو ظاهر الرواية لانه خبر ۶ وعن ابی حنيفة انها لا تقبل لانها شهادة من وجه

معانی الآثار میں اس قسم کا کوئی باب نہیں ہے اور تلاش کے باوجود مجھے اس قسم کی عبارت نہیں ملی جس میں ہو کہ مستور الحال یا فاسق کی گواہی قبول ہے۔ واللہ اعلم

ترجمه: ۴ اور علت بادل ہے، یا غبار ہے، یا اور کوئی چیز ہو۔

تشریح:۔ متن میں تھا کہ آسمان میں کوئی علت ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہے، اس علت کی تفسیر فرما رہے ہیں کہ افق پر بادل ہو یا غبار ہو یا دھواں ہو جسکی وجہ سے مطلع پر چاند موجود ہو لیکن عام لوگوں کو نظر نہیں آیا، البتہ کسی جگہ سے ایک دو آدمی کو نظر آ گیا تو اس کی گواہی قبول کی جائیگی

ترجمه: ۵ اور متن کے جواب کے مطلق ہونے میں توبہ کے بعد محدود فی القذف بھی داخل ہے، اور یہ ظاہر روایت ہے اس لئے کہ چاند کی گواہی خبر کے درجے میں ہے۔

تشریح : متن میں جو یہ فرمایا کہ ایک عادل آدمی کی گواہی قابل قبول ہے تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ زنا میں جس آدمی کو حد لگ چکی ہو پھر وہ توبہ کر چکا ہو یعنی یہ کہہ چکا ہو کہ میں نے اس پر زنا کی تہمت غلط لگائی تھی تو اس کی گواہی بھی قبول کی جائے گی، کیونکہ توبہ کے بعد یہ کسی درجے میں عادل ہو گیا، اور امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر روایت یہی ہے۔

وجه :(۱) چنانچہ حضرت عمرؓ نے ابوبکرۃ اور شبل بن معبد اور نافع کو حضرت مغیرۃ پر تہمت لگانے کی وجہ سے حد لگائی اور توبہ کروانے کے بعد اس کی گواہی قبول کی، اثر یہ ہے۔ **وجلد عمرؓ ابا بكرة و شبل بن معبد و نافعا بقذف المغيرة ثم استتابهم وقال من تاب قبلت شهادته، واجازه عبد الله بن عتبة وعمر بن عبد العزيز ... وقال الشعبی وقتادة اذا اكذب نفسه جلد وقبلت شهادته** (بخاری شریف، باب شھادۃ القاذف والسارق والزانی، ص ۴۳۱، نمبر ۲۶۴۸ رسنن للبیہقی، باب شھادۃ القاذف، ج عاشر، ص ۲۵۶، نمبر ۲۰۵۴۵ رمصنف عبد الرزاق، باب شھادۃ القاذف، ج ثامن، ص ۳۶۲، نمبر ۱۵۵۴۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ گواہی نہیں ہے بلکہ خبر کے درجے میں ہے اور خبر میں محدود فی القذف کی گواہی قبول کی جاتی ہے اس لئے اس میں بھی اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔ محدود فی القذف : زنا کی تہمت میں حد لگی ہو۔

ترجمه: ۶ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اسکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ یہ بھی ایک قسم کی شہادت ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ رمضان کی رؤیت کی گواہی میں محدود فی القذف کی قابل قبول نہیں ہے، اس

۷ وکان الشافعی فی احد قولیہ یشترط المثنی والحجة علیه ما ذکرنا

کی وجہ یہ ہے کہ چاند کی گواہی اگر چہ امور دینیہ میں سے ہے لیکن وہ بالکل خبر کے درجے میں نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے اور آیت میں ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کی جائے اس لئے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(۱) آیت یہ ہے۔والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئک هم الفاسقون ٥ الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان الله غفور الرحیم (آیت ۴/۵،سورۃ النور ۲۴)اس آیت میں ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی کبھی بھی قبول نہ کرو(۲) حدیث میں ہے۔عن عائشةؓ قالت :قال رسول اللہ لاتجوز شهادة خائن ولا خائنة ولا مجلود حدا ولا مجلودة ولا ذی غمر لاحنة (ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن لاتجوز شهادته، ج ۲،ص ۵۵،نمبر ۲۲۹۸ رسنن للبیہقی ، باب من قال لاتقبل شهادته، ج عاشر،ص ۲۶۱،نمبر ۲۰۵۶۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حد لگے ہوئے کی گواہی مقبول نہیں ہے۔اور توبہ کرے یعنی اپنے آپ کو تہمت لگانے میں جھٹلائے پھر بھی گواہی مقبول نہیں (۳)اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ انبأ یونس عن الحسن قالا :لاتقبل شهادته ابدا وتوبته فیما بینه وبین ربه (سنن للبیہقی ، باب من قال لاتقبل شهادته، ج عاشر،ص ۳۶۲،نمبر ۲۰۵۷۴ رمصنف ابن ابی شیبة ۴۷ من قال لاتجوز شہادتہ اذا تاب، ج رابع ،ص ۳۳۰،نمبر ۲۰۵۱ ۲۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد بھی اس کی گواہی مقبول نہیں ہے۔

ترجمہ: ۷ اور امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں ہے کہ دو گواہی کی شرط لگائی جاتی ہے،اور ان پر حجت وہ ہے جو اوپر ہم نے روایت کی۔

تشریح : رمضان کی رویت کے لئے کتنی گواہی چاہئے اس بارے میں امام شافعیؒ کی دو روایتیں ہیں [۱] ایک روایت یہ ہے کہ ایک گواہی ہی کافی ہے۔اور اس کے لئے دلیل وہی اوپر والی حدیث ہے جس میں حضورؐ نے ایک آدمی کی گواہی قبول فرمائی موسوعہ میں عبارت یہ ہے قال الشافعیؒ و بهذا نقول ، فان لم تر العامة هلال شهر رمضان و رآه رجل عدل رأیت ان اقبله ، للاثر و الاحتیاط ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب کتاب الصیام الصغیر، ج رابع ،ص ۳۴۰،نمبر ۴۸۴۵)اس عبارت میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں رمضان کے لئے ایک گواہی کافی ہے۔امام شافعیؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ رمضان کے لئے بھی دو گواہی چاہئے،موسوعہ میں عبارت یہ ہے. قال الشافعیؒ بعد : لا یجوز علی هلال رمضان الا شاهدان .(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب کتاب الصیام الصغیر، ج رابع ،ص ۳۴۰،نمبر ۴۸۴۷)اس عبارت میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں رمضان کے لئے بھی دو گواہی چاہئے۔اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کی گواہی ہے اور گواہی کے لئے عموما دو گواہی ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے بھی دو گواہی چاہئے۔اس اثر میں اس کا ثبوت۔سمع الحسن یقول : لا یجوز علی الصوم و الفطر و

۸؎ وقد صح ان النبی ﷺ قبل شهادة الواحد فی رؤية هلال رمضان ۹؎ ثم اذا قبل الامام شهادة الواحد وصاموا ثلثين يومًا لايفطرون فيما روى الحسن عن ابی حنيفة للاحتياط ولان الفطر لا يثبت بشهادة الواحد ۱۰؎ وعن محمد انهم يفطرون ويثبت الفطر بناء علیٰ ان ثبوت الرمضانية بشهادة الواحد وان كان لا يثبت بها ابتداء كاستحقاق الارث بناء على النسب الثابت بشهادة القابلة

النحر الا رجلين ۔(مصنف عبد الرزاق، باب کم یجوز من الشهود علی رؤیة الهلال؟ ج رابع ص ۱۳۰، نمبر ۷۳۷۵) اس اثر میں ہے کہ رمضان کے لئے بھی دو گواہی چاہئے۔

ترجمہ: ۸؎ اور صحیح روایت ہے کہ نبی ﷺ نے رمضان کے رؤیت کے سلسلے میں ایک آدمی کی گواہی قبول کی۔

تشریح : یہ حدیث اوپر کئی مرتبہ گزر گئی ہے کہ حضورؐ نے رمضان کے سلسلے میں ایک آدمی کی گواہی قبول کی۔ اس لئے ایک آدمی ہی کی گواہی رمضان کے سلسلے میں قابل قبول ہے۔

ترجمہ: ۹؎ پھر اگر امام نے ایک آدمی کی گواہی قبول کی اور سب نے تیس روزے رکھ لئے [پھر بھی چاند نظر نہیں آیا] تو عید نہیں منائیں گے حضرت حسنؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت یہی ہے احتیاط کی بنا پر اور اس لئے بھی کہ افطار ایک آدمی کی گواہی سے نہیں ہوتا۔

تشریح : رمضان کے چاند کے لئے ایک آدمی نے گواہی دی، امام نے اس کو قبول کر لیا، جس کی وجہ سے لوگوں نے روزہ رکھا اور تیس دن پورے ہو گئے، اب تیس دن پورے ہونے کے بعد عید منالیں یا نہیں، تو اس بارے میں امام ابو حنیفہؒ کی روایت حضرت حسن بن زیاد سے یہ ہے کہ افطار نہ کرے، یعنی عید نہ منائے، بلکہ اکتیس روزے رکھ کر عید منائے۔۔ فطر: کا ترجمہ ہے افطار کر کے عید کر لینا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان روزے کا سبب ابتداء میں ایک گواہی ہے، اور آگے آرہا ہے کہ ایک گواہی پر عید نہیں کر سکتے، اس کے لئے دو گواہی چاہئے، اس لئے تیس روزے ہونے کے باوجود عید نہ کرے، ہاں اگر اس کی تیس پر چاند نظر آجائے تو عید کر سکتے ہیں، اور (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ عید نہ کرے، کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اس ایک آدمی نے دیکھنے میں غلطی کی ہو۔ (۳) فلکی تجربہ یہ ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود تیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو یقینی طور پر یا اس نے جان کر جھوٹ بولا ہے، یا مطلع پر چاند تھا ہی نہیں اس کو چاند ہونے کا شبہ ہوا ہے۔

ترجمہ: ۱۰؎ امام محمدؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ سب افطار کر لیں [اور عید منالیں] اور افطار ثابت ہوگا بنا کرتے ہوئے اس بات پر کہ رمضان کا ثبوت ایک گواہی سے ہے اگر چہ ابتداء میں ایک گواہی سے عید ثابت نہیں ہوتی، جیسے وراثت کا استحقاق ایک دایہ کی

(۹۱۵) واذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم ﴿

گواہی سے نسب کے ثبوت پر ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی روایت یہ ہے کہ ایک آدمی کی گواہی سے رمضان شروع کیا اور سب لوگوں کا تیس پورا ہو گیا تو افطار کر کے عید کر لیں اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک گواہی ہو تو عید کا فیصلہ نہیں ہوتا، لیکن یہاں ایک گواہی پر رمضان کا فیصلہ کیا تھا جو جائز ہے، اور اس فیصلے کے سبب سے اب تیس پورا ہوا تو رمضان کے سبب سے عید کا فیصلہ ہوا جو جائز ہے، کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز ضمنا ثابت ہو جائے اگر چہ ابتداء ثابت نہیں ہوتی۔ مثلا کوئی دایہ کی گواہی سے کسی کی وراثت ثابت کرنا چاہے تو دو گواہی کے بغیر نہیں ہوگا، کیونکہ یہ معاملات ہے، لیکن ایک دایہ کی گواہی سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا، اور دایہ کی گواہی سے نسب ثابت ہو گیا تو اس کو بنیاد بناء کر اس بچے کو باپ کی وراثت بھی ملے گی، تو ضمنا دایہ کی گواہی سے وراثت ملی، اسی طرح ایک آدمی کی گواہی سے عید ثابت نہیں ہوگی، لیکن رمضان کے ضمن میں عید ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ شریعت میں کوئی بھی مہینہ اکتیس کا نہیں ہوتا۔ قابلۃ: دایہ۔

ترجمہ: (۹۱۵) اور اگر آسمان میں علت نہ ہو تو گواہی قبول نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ ایک بڑی جماعت دیکھے جس کی خبر سے علم یقینی واقع ہو

وجہ: (۱) اگر آسمان پر بادل، غبار، کہرا، دھواں وغیرہ کوئی چیز نہیں ہے اور چاند نظر آنے کے قابل ہو گیا ہے تو ہر ڈھونڈنے والے کو نظر آئے گا اور کافی آدمی اس کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کے باوجود ایک دو آدمیوں نے دیکھنے کا دعوی کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ اور محال عادی ہے اس لئے ایک دو آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اتنے آدمی دیکھیں کہ اس کی خبر سے علم یقینی ہو اور جھوٹ پر محمول نہ کیا جا سکے (۲)۔ اثر میں ہے **قلت لعطاء ارایت لو ان رجلا رای هلال رمضان قبل الناس بليلة ايصوم قبلهم ويفطر قبلهم ؟ قال لا الا ان راه الناس اخشى يكون شبه عليه** (مصنف عبدالرزاق، باب کم یجوز من الشھود علی رویۃ الھلال ج رابع ص ۱۶۷ نمبر ۷۳۴۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ رویت عامہ ہو تب قبول کیا جائے گا۔ (۳) اس حدیث کے اشارۃ النص سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہونے پر ایک بڑی جماعت دیکھے تب چاند کا فیصلہ کرے۔ **عن ابی هريرة أن النبي ﷺ قال : الصوم يوم تصومون ، و الفطر يوم تفطرون ، و الاضحىٰ يوم تضحون** ۔(ترمذی شریف، باب الصوم یوم تصومون، والفطر یوم تفطرون، والاضحیٰ یوم تضحون، ص ۱۷۷، نمبر ۶۹۷ / ابو داود شریف، باب اذا أخطاء القوم الھلال، ص ۳۳۸، نمبر ۲۳۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جس دن سب لوگ رمضان اور عید کریں اس دن کرو، تو اس کے

۱؎ لان التفرد بالرویۃفی مثل ھٰذہ الحالۃ یوھم الغلط فیجب التوقف فیہ حتی یکون جمعا کثیرا
۲؎ بخلاف ما اذا کان بالسماء علۃ لانہ قد ینشق الغیم عن موضع القمر فیتفق للبعض النظر

اشارہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بہت سے لوگ چاند دیکھیں تب روزہ رکھیں اور عید کریں، جس سے رویت عامہ ثابت ہوتی ہے۔

تجربہ: زمانے کا تجربہ یہ ہے کہ جب چاند دیکھنے کے قابل ہوجاتا ہے اور مطلع صاف ہو تو ہر آدمی کو نظر آتا ہے۔لیکن دکھنے کے قابل نہ ہو تو کسی کو نظر نہیں آتا۔ایسے موقع پر ایک دو گواہی گزرتی ہے اور وہ جھوٹی گواہی ہوتی ہے۔اس وقت چاند آسمان پر ہلال ہی بنا نہیں ہوتا۔چاند نیومون سے اٹھارہ گھنٹے کے بعد دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔جو لوگ اس سے قبل دیکھنے کا دعوی کرتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

نوٹ :عرب کے علماء نے ایک گواہی اور دو گواہی پر چاند ہونے کا فیصلہ دیا اور رؤیت عامہ کا اعتبار نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کیلنڈر ایک دن مقدم اور ڈیڑھ دن مقدم تاریخ پر بنائی گئی۔اور اسی پر ایک دو گواہی لیکر رویت کا اعلان کرتے ہیں۔اور ساڑھے ستائیس پر یا اٹھائیس پر گواہی لیتے ہیں۔اور اعلان رویت کر لیتے ہیں،ان کا کبھی بھی حقیقت میں انتیس اور تیس پورے نہیں ہوتے۔صرف مقدم کیلنڈر کا انتیس اور تیس پورا کرتے ہیں جو قطعا جائز نہیں ہے۔ اور ایک روز فرض روزہ ضائع کرتے ہیں۔العیاذ والحفیظ!اس لئے مطلع صاف ہو تو رویت عامہ پر رویت کا فیصلہ کرنا چاہئے۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ اس قسم کی حالت میں رؤیت ہلال میں منفرد ہونا غلطی کا وہم پیدا کرتا ہے اس لئے اس میں توقف واجب ہوگا یہاں تک کہ دیکھنے والی جماعت کثیر ہو۔

تشریح : مطلع صاف ہے،غبار، بادل، دھواں وغیرہ نہیں ہے،اور ہزاروں آدمی دیکھنے کے لئے کھڑے ہیں اس کے باوجود کسی کو نظر نہیں آئے صرف ایک دو آدمی کو نظر آئے یہ محال عادی ہے اس لئے اس بات کا وہم ہوگیا کہ اس کو غلطی لگی ہے یا یہ جھوٹ بول رہا ہے،اس لئے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جب تک کہ دیکھنے والی ایک بڑی جماعت نہ ہو جس کی خبر سے یقین ہوجائے کہ یہ غلط نہیں بول رہا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ بخلاف جبکہ آسمان میں کوئی علت ہو،اس لئے کہ بادل کبھی چاند کی جگہ سے پھٹتا ہے تو بعض دیکھنے والے کو اتفاقا نظر آجاتا ہے۔

تشریح : آسمان پر علت ہو تو ایک دو آدمیوں کی گواہی قبول ہونے کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آسمان پر بادل ہو اور چاند بادل کے پیچھے موجود ہو اور چھپا ہوا ہو،اور اچانک وہاں سے بادل پھٹا اور کسی ایک، دو آدمیوں کو نظر آگیا اور پھر چاند بادل کے پیچھے چھپ گیا اس لئے اس وقت ایک دو آدمیوں کی گواہی مقبول ہے۔لیکن مطلع صاف ہو تو کسی کو نظر نہ آئے صرف ایک دو

۳؎ثم قیل فی حد الکثیر اھل المحلۃ وعن ابی یوسف خمسون رجلا اعتبارا بالقسامۃ ۴؎ولا فرق بین اھل المصرومن ورد من خارج المصر ۵؎وذکر الطحاوی انہ تقبل شھادۃ الواحد اذا جاء من خارج المصر لقلۃ الموانع والیہ الاشارۃ فی کتاب الاستحسان وکذا اذا کان علیٰ مکان مرتفع فی المصر

آدمیوں کونظر آئے یہ ناممکن ہےاس لئے مطلع صاف ہونے کی شکل میں ایک دوآدمیوں کی گواہی مقبول نہیں ۔ینشق : پھٹتا ہے۔ الغیم :بادل۔

ترجمہ: ۳؎ پھر کثیر کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ محلے والے دیکھے،اورامام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ پچاس آدمی ہوں قسامت پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : کتنے آدمی چاند دیکھےتو وہ جمع کثیر کہلائے گا۔اس بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ پورا محلّہ والے دیکھیں تو اس کو جمع کثیر کہیں گے، کیونکہ اتنے آدمی کے دیکھنے سے انکو جھوٹ نہیں کہا جا سکتا ہے۔اورامام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ پچاس آدمی دیکھے تو اس کو جمع کثیر کہیں گے،اس لئے کہ قسامت میں یہ ہے کہ محلے میں کسی کا قتل ہوگیا ہواور قاتل کا پتہ نہ چلتا ہو تو محلے کے پچاس آدمی سے قسم لے کہ ہم لوگوں کو قاتل کا پتہ نہیں ہے،اورانکے قسم کھانے سے یقین کرلیا جائے گا کہ محلے والے نے قتل نہیں کیا ہے،اسی پر قیاس کرتے ہوئے رؤیت میں بھی پچاس آدمی دیکھ لیں تو اس کو جمع کثیر کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۴؎اورکوئی فرق نہیں ہے شہر والے کے درمیان اوراس کے درمیان جو شہر کے باہر سے آیا ہو۔

تشریح : متن کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہوتو رؤیت کے لئے جمع کثیر چاہئے ،اور چاہے شہر سے باہر سے آیا ہو پھر بھی ایک دو آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی شہر کے اندراور شہر کے باہر میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ: ۵؎ اورحضرت طحاویؒ نے ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی اگر وہ شہر کے باہر سے آیا ہو، کیونکہ وہاں موانع کم ہیں اوراسی کی طرف کتاب الاستحسان میں اشارہ ہے،ایسے ہی اگر آدمی شہر میں اونچی جگہ پر ہو تو اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

تشریح : امام طحاویؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ شہر کے باہر سے کوئی آدمی آیا ہواور کہتا ہو کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو مطلع ہونے کے با وجود ایک دو آدمی کی گواہی قبول کرلی جائے گی ،اس کی وجہ یہ ہے کہ شہر میں دھواں وغیرہ ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ وہاں کے لوگوں کو نظر نہ آیا ہو،اور جو شہر سے باہر سے آیا ہے وہاں دھواں وغیرہ نہیں ہے اس لئے اسکو نظر آگیا ہو،اس لئے اسکی گواہی قبول کرلی جائے ،اسی طرح اونچی جگہ پر سے چاند دیکھا ہو تو ممکن ہے کہ اس کو نظر آگیا ہو اس لئے اس کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے،اور کتاب الاستحسان میں بھی اسی طرف اشارہ ہے

(٩١٦) ومن رأى هلال الفطر وحده لم يفطر﴾ لـ احتياطًا وفي الصوم الاحتياط في الايجاب

(٩١٧) واذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر الاشهادة رجلين اورجل وامرأتين لانه ﴾

نوٹ : امام طحاویؒ کی کتاب شرح معانی الآثار میں اس قسم کا کوئی باب نہیں ہے اور تلاش کے باوجود مجھے اس قسم کی عبارت نہیں ملی جس میں ہو کہ شہر سے باہر سے آنے والے کی گواہی قبول کی جائے۔اسی طرح کتاب الاستحسان کیا چیز ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ تاہم اگر یہ انکی رائے ہو بھی تو ایک وجہ ترجیح ہے اس لئے قاضی کو چاہئے کہ پورے طور پر جانچ کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ شہر کے باہر سے آکر جھوٹی گواہی دے رہا ہو، یا اونچی جگہ سے آکر جھوٹی گواہی دے رہا ہو، ایسا واقعہ کئی مرتبہ میرے ساتھ پیش آچکا ہے اس لئے عرض کئے دیتا ہوں۔واللہ اعلم

ترجمہ: (٩١٦) کسی نے اکیلے عید کا چاند دیکھا تو

ترجمہ: لـ احتیاطا افطار نہ کرے، اور روزے کی صورت میں روزہ واجب کرنے میں احتیاط ہے۔

تشریح : عید کا چاند کسی نے اکیلے دیکھا تو اس کو روزہ نہیں توڑنا چاہئے بلکہ لوگوں کے ساتھ اگلے دن بھی روزہ رکھے اور لوگوں کے ساتھ ہی عید پڑھے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ایک روزہ مزید رکھنا ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ ایک روزہ رکھ لے جو عبادت ہے، اور رمضان کا چاند اکیلے نے دیکھا تھا اور قاضی نے اس کی گواہی قبول نہیں کی تھی تو وہاں یہ کہا گیا تھا کہ اکیلے روزہ رکھ لے، کیونکہ یہاں بھی مزید ایک روزہ رکھنا ہے جو عبادت ہے اس لئے عبادت کو چھوڑنا بہتر نہیں ہے اس کو چاہے زاید ہو رکھ لینا بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔

وجہ : (١) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن الحسن أنه يقول في الرجل يرى الهلال وحده قبل الناس قال : لا يصوم الا مع الناس و لا يفطر الا مع الناس ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان یقول: لا یجوز الا بشھادة رجلین، ج ثانی، ص ٣٢١، نمبر ٩٩٤٧١ رمصنف عبد الرزاق، باب کم یجوز من الشھود علی رؤیة الھلال، ج رابع، ص ١٣٠، نمبر ٧٣٧٩) اس اثر میں ہے کہ اکیلے نے چاند دیکھا ہو تو وہ لوگو کے ساتھ افطار کرے اور لوگوں کے ساتھ وہ بھی روزہ رکھے۔

ترجمہ: (٩١٧) اور اگر آسمان میں علت ہو تو عید الفطر کے چاند میں نہیں قبول کیا جائے گا مگر دو مردوں کی گواہی، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔

تشریح : آسمان پر بادل، یا کہرا، یا دھواں، یا گردوغبار ہو تو ایک مرد کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی بلکہ دو مردوں کی گواہی قبول کی جائے گی، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔جس طرح معاملات میں دو مردوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے یا پھر ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں انکی گواہی قبول کی جاتی ہے۔تو عید الفطر کا چاند معاملات کی طرح ہو گیا۔

ل تعلق به نفع العبد وهو الفطر فاشبه سائر حقوقه ٢ والاضحى كالفطر فى هٰذا فى ظاهر الرواية

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ علت کی وجہ سے رؤیت عامہ کا حکم نہیں دے سکتے لیکن روزہ توڑنا اور افطار کروانا عبادت کو چھوڑنا ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کم سے کم دو آدمی کی گواہی ہوتا کہ رؤیت مضبوط ہو جائے پھر عبادت کو توڑنے کا حکم دیا جائے۔(۲) چونکہ اس میں بندوں کا نفع ہے کہ روزے کو چھوڑنا ہے اس لئے یہ معاملات کی طرح ہو گیا۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی پر عید کا فیصلہ کیا گیا۔حدیث یہ ہے۔عن ربعی بن حراش عن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشھدا عند النبی ﷺ باللہ لا ھلا الھلال امس عشیة فامر رسول اللہ ﷺ الناس ان یفطروا (ابوداؤد شریف، باب شھادة رجلین علی رویة ھلال شوال ص ۳۲۶ نمبر ۲۳۳۹/ابن ماجة شریف، باب ما جاء فی الشھادة علی رؤیة الھلال، ص ۲۳۷، نمبر ۱۶۵۳)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الفطر کے چاند کے لئے دو گواہ ضروری ہیں،(۴) دار قطنی میں ہے۔قالا و کان رسول اللہ ﷺ لا یجیز شھادة الافطار الا بشھادة رجلین (دار قطنی، کتاب الصوم ج ثانی ص ۱۳۷ نمبر ۲۱۲۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آسمان پر علت ہو تو عید کے لئے دو گواہوں سے عید کا فیصلہ کریں گے اس سے کم میں نہیں۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس کے ساتھ بندے کا نفع متعلق ہے اور وہ روزہ چھوڑ دینا ہے اس لئے اور حقوق کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ رمضان میں روزہ رکھنا ہے اور یہاں گواہی سے روزہ چھوڑنا ہے اور افطار کرنا ہے جس میں بندے کا نفع ہے اس لئے بندے کا حق اس کے ساتھ متعلق ہو گیا، اس لئے یہ معاملات کے مشابہ ہو گیا اس لئے معاملات کی طرح اس میں بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہئے۔

ترجمہ: ٢ ظاہر روایت میں عید الاضحیٰ عید الفطر کی طرح ہے، اور صحیح یہی ہے۔یہ اس کے خلاف ہے جو امام ابو حنیفہؒ کی روایت ہے کہ عید الاضحیٰ رمضان کی طرح ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ بندے کا نفع متعلق ہے اور وہ قربانی کے گوشت کی وسعت ہے۔

تشریح : ظاہر روایت یہ ہے کہ مطلع صاف نہ ہو تو جس طرح عید الفطر کے چاند کے لئے دو گواہی کی ضرورت ہے اسی طرح عید الاضحیٰ کے چاند کے لئے بھی دو آدمیوں کی گواہی چاہئے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی بندے کا نفع ہے، اور وہ یہ کہ اس دن گوشت کی فراوانی ہوتی ہے اس لئے ہر آدمی چاہتا ہے کہ بقر عید جلدی ہو، اس لئے یہ بھی بندے کے معاملات کی طرح ہو گیا اور دو گواہوں کی ضرورت پڑے گی۔لیکن نوادر کی روایت امام ابو حنیفہؒ سے یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کی رویت رمضان کی طرح ہے، یعنی ایک آدمی کی گواہی سے چاند ثابت کر دیا جائے گا، اور اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس چاند سے حج متعلق ہے، اور حج امور دینیہ ہے اس لئے یہ چاند رمضان کی طرح امور دینیہ میں سے ہوا، اور امور دینیہ کے لئے ایک آدمی کی گواہی کافی ہے اس لئے اس کے لئے بھی ایک آدمی کی گواہی کافی ہونی چاہئے۔

وهو الاصح خلافا لما روى عن ابى حنيفة انه كهلال رمضان لانه تعلق به نفع العباد وهو التوسع بلحوم الاضاحى (۹۱۸) وان لم يكن بالسماء علة لم تقبل الاشهادة جماعة يقع العلم بخبرهم ﴾ ۱؎كما ذكرنا (۹۱۹) ووقت الصوم من حين طلوع الفجر الثانى الىٰ غروب الشمس لقوله تعالىٰ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ الىٰ ان قال ثم اتمو الصيام الى اليل

لغت : لحوم الاضاحی: قربانی کا گوشت۔

ترجمہ :(۹۱۸) اور اگر آسمان میں علت نہ ہو تو نہیں قبول کی جائے گی مگر اتنی بڑی جماعت کی شہادت جس کی خبر سے علم یقینی واقع ہو جائے۔

ترجمہ: ۱؎ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح : اگر مطلع صاف ہو تو عید الفطر میں بھی ایک دو آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ رؤیت عامہ ہو اور اتنی بڑی جماعت چاند دیکھنے کی گواہی دے جس کی خبر سے یہ یقین ہو جائے کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہے ہیں اور واقعی چاند دیکھا ہے۔ اس کی تفصیل مسئلہ نمبر ۹۱۵ میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۹۱۹) روزہ کا وقت صبح صادق طلوع ہونے کیوقت سے سورج غروب ہونے تک ہے ۱؎ اللہ تعالی کا قول کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کا سفید دھاگہ کالے دھاگے سے واضح ہو جائے پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔ اور دھاگے سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی ہے

تشریح: صبح صادق کے وقت سے لیکر غروب آفتاب تک روزہ کا وقت ہے۔ آیت میں اسی کی وضاحت ہے کہ سفید دھاگہ کالے دھاگے سے متمیز ہو جائے۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ فجر کے وقت مشرقی افق پر کالی سیاہی سی ہوتی ہے پھر اس کے درمیان سے سورج کا عکس سفید دھاگے کی طرح اور بھیڑیے کی دم کی طرح لمبی سی نظر آتی ہے، یہ وقت صبح کاذب کا ہوتا ہے، اس کے بعد وہ روشنی محرابی شکل میں پھیلتی ہے جسکو صبح صادق کہتے ہیں۔ اس صبح صادق سے پہلے پہلے تک آدمی کھا پی سکتا ہے، اسی کو آیت میں بیان کیا ہے

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ وکلوا واشربوا حتی تیبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کے پہلے پہلے تک کھاتا رہے گا اور صبح صادق کے وقت سے روزہ شروع ہوگا اور غروب آفتاب تک رہے گا۔ (۲) خیط ابیض سے مراد صبح صادق ہے۔ حدیث میں ہے سمرة بن جندب یقول سمعت محمدا ﷺ یقول لا یغرن احدکم نداء بلال من السحور و لا ھذا البیاض حتی یستطیر (مسلم شریف، باب ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر ص ۳۵۰ نمبر ۲۵۴۴/۱۰۹۴ بخاری شریف نمبر ۱۹۱۷/ابو

والخيطان بياض النهار وسواد الليل ﴾(۹۲۰)والصوم هو الامساک عن الاکل والشرب والجماع نهارا مع النية فی الشرع ﴾ ل لان الصوم فی حقیقة اللغة هو الامساک لورود الاستعمال فیه الا انه زید علیه النية فی الشرع

داؤدشریف، باب وقت السحور ص ۳۴۱ نمبر ۲۳۴۶)اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صبح صادق سے روزہ شروع ہوگا۔(۳)عن عمر ابن خطاب قال قال رسول الله اذا اقبل الليل من ههنا وادبر النهار من ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم ۔(بخاری شریف، باب متی یحل فطر الصائم ص ۲۶۲ نمبر ۱۹۵۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد روزہ افطار کرے۔

ترجمہ: (۹۲۰)روزہ شریعت میں دن میں نیت کے ساتھ کھانے، پینے اور صحبت کرنے سے رکنے کا نام ہے۔

تشریح : صوم کا لغوی ترجمہ ہے رکنا، اور شریعت میں کھانے پینے اور جماع کرنے سے دن میں روزے کی نیت کے ساتھ رکنے کا نام روزہ ہے

وجہ :(۱)روزے کی نیت کرنا ضروری ہے، اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **سمعت عمر بن الخطاب ؓ علی المنبر قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ ما نوی** . (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ص ا، نمبر ا)اس حدیث میں ہے کہ اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔مزید تفصیل مسئلہ نمبر ۹۰۶ میں گزرچکی ہے(۲)،اور صبح سے شام تک کھانے پینے سے رکنا ضروری ہے اس کے لئے اوپر **وکلوا واشربوا** الخ آیت گزری (۳)اور جماع سے رکنا بھی ضروری ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ دن کو جماع کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور رمضان کا مہینہ ہو تو کفارہ بھی دینا ہوگا۔حدیث یہ ہے۔ **أن ابا هريرة ؓ قال بينما نحن جلوس عمد النبی ﷺ اذ جائه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال ما لک ؟ قال وقعت علی امرأتی و ؤنا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال : لا ، قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين ؟ قال : لا** ،(بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر، ص ۳۱۱، نمبر ۱۹۳۶ رمسلم شریف، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم و وجوب الکفارۃ الکبری فیہ و بیانھا، ص ۴۵۳، نمبر ۱۱۱۱ ر ۲۵۹۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دن میں جماع سے بھی رکنے کا نام روزہ ہے۔

ترجمہ: ل اسلئے کہ روزہ لغت کی حقیقت میں رکنا ہے اس معنی میں استعمال وارد ہونے کی وجہ سے مگر یہ کہ شریعت میں اس پر نیت کا اضافہ فرمایا تا کہ عادت اور عبادت میں تمیز ہو جائے۔

لتتميز بها العبادة من العادة ۲؎ واختص بالنهار لما تلونا ۳؎ ولانه لما تعذرالوصال كان تعيين النهار اولىٰ ليكون علىٰ خلاف العادة وعليه مبنى العبادة ۴؎ والطهارة عن الحيض والنفاس شرط لتحقق الاداء فى حق النساء

تشریح : روزے کی تعریف کی یہ دلیل عقلی ہے۔کہ لغت میں صوم کا حقیقی معنی ,رکنا، ہے کیونکہ اسلام سے پہلے بھی لفظ صوم رکنے کے معنی میں استعمال ہوتا تھا،اورروزے میں بھی کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہوتا ہے اس لئے اس کوروزہ کہتے ہیں،البتہ شریعت میں نیت کا اضافہ کیا گیا کہ رکنے کے ساتھ نیت ہوگی تو روزہ ہوگا اور عبادت ہوگی،اورروزے کی نیت نہ ہوتو روزہ نہیں ہوگا صرف عادت کے طور پر کھانے پینے سے رکنا شمار کیا جائے گا۔اس لئے نیت ہونا عادت اورعبادت کے درمیان تمیز کرنے کے لئے ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اوردن کوخاص کیااس آیت کی بناپر جوہم نے اوپر تلاوت کی۔

تشریح :دن میں کھانے پینے سے رکنے سے روزہ ہوگا تو دن کواس لئے خاص کیا کہ اوپر کی آیت میں دن ہی میں کھانے پینے سے رکنے کے لئے کہا گیا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اوراس لئے کہ جب وصال متعذر ہے تو دن کومتعین کرنا زیادہ بہتر ہے تا کہ عادت کے خلاف ہوجائے اوراسی پر عادت کا مبنی ہے۔

تشریح : ایک ماہ تک دن رات مسلسل روزہ رکھنا مشکل ہے اس لئے عقل کا تقاضا ہے کہ دن کو رکنے کے لئے متعین کیا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دن میں کئی مرتبہ کھا تا ہے یہ اس کی عادت ہے،اور عادت کے خلاف کرنے سے عبادت ہوتی ہے،اس لئے دن ہی کو روزے کے لئے متعین کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ : ۴؎ اورحیض اورنفاس سے پاک ہونا شرط ہے عورتوں کے حق میں ادا متحقق ہونے کے لئے۔

تشریح : رمضان کے روزے عورتوں پر بھی فرض ہیں لیکن اس وقت روزہ رکھنے کے لئے شرط یہ ہے کہ حیض اورنفاس سے پاک ہوتب روزہ رکھ سکتی ہے،اوراگر حیض اورنفاس سے پاک نہیں ہے تو روزہ اس پر فرض تو ہوگا،لیکن حیض اورنفاس سے پاک ہونے کے بعدروزہ رکھے گی۔

﴿باب ما یو جب القضاء والکفارۃ﴾

(۹۲۱) اذا اکل الصائم او شرب او جامع ناسیًا لم یفطر ﴾ ۱ والقیاس ان یفطر وھو قول مالک لوجود ما یضاد الصوم فصار کالکلام ناسیا فی الصلوۃ ۲ ووجہ الاستحسان قولہ علیہ الصلوۃ

﴿ جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ان کا بیان ﴾

ترجمہ: (۹۲۱) پس اگر روزہ دار نے کھانا کھایا یا پیا یا جماع کیا بھول کر تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

تشریح : بھول کا مطلب یہ ہے کہ یہ یاد ہی نہیں تھا کہ میں روزہ ہوں اور کھا پی لیا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور غلطی کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن غلطی سے کھا لیا، یا روزہ یاد تھا اور منہ میں پانی ڈالا اور غلطی سے پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) بھول کر کھانے، پینے اور جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ بھول چوک معاف ہے (۲) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال اذا نسی فاکل او شرب فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ و سقاہ (بخاری شریف، باب الصائم اذا اکل اوشرب ناسیا ص ۲۵۹ نمبر ۱۹۳۳ / ابو داؤد شریف، باب من اکل ناسیا، ص ۳۳۳ نمبر ۲۳۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا یا پیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اس کو پورا کرے (۲) عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال من افطر فی شھر رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ و لا کفارۃ ولیتم صومہ (دار قطنی ۳ کتاب الصوم، ج ثانی ص ۱۵۸ نمبر ۲۲۲۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا پیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور نہ اس کی قضا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ کفارہ دینے کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: ۱ اور قیاس کا تقاضا ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے، اور یہی امام مالک کا قول ہے روزے کے مخالف چیز ہونے کی وجہ سے تو ایسا ہو گیا جیسے نماز میں بھول کر بات کر لی۔

تشریح : کھانا پینا اور جماع کرنا روزے کے مخالف ہیں اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ بھول کر کھانے پینے اور جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے چنانچہ امام مالک کا مسلک بھی یہی ہے کہ بھول کر بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسے نماز میں بھول کر بات کرے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

ترجمہ: ۲ استحسان کی وجہ حضور علیہ السلام کا فرمانا ہے اس شخص سے جس نے بھول کر کھایا یا پیا تو روزہ پورا کرے اس لئے کہ اللہ نے تمکو کھلایا ہے اور پلایا ہے۔

تشریح : یہ حدیث اوپر گزر گئی۔

والسلام للذی اکل وشرب ناسیا تم علیٰ صومک فانما اطمک اللہ وسقاک ۳؎ واذا ثبت ھٰذا فی حق الاکل والشرب ثبت فی الوقاع للاستواء فی الرکنیة ۴؎ بخلاف الصلوٰة لان ھیئاة الصلوٰة مذکّرة فلا یغلب النسیان ولا مذکّر فی الصوم فیغلبُ ۵؎ ولا فرق بین الفرض والنفل لان النص لم یفصل (۹۲۲) ولو کان مخطئا او مکروھا فعلیه القضاء﴾

ترجمه: ۳؎ اور جب کھانے اور پینے کے حق میں بھول ثابت ہو گیا تو جماع کے حق میں بھی ثابت ہو جائے گا فرض ہونے میں دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے،

تشریح : اوپر کی حدیث میں یہ تھا کہ بھول سے کھایا پیا ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی پر جماع کو بھی قیاس کیا جائے گا کہ بھول کر جماع کر لیا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ جس طرح کھانے پینے سے رکنا فرض ہے اسی طرح جماع سے بھی رکنا فرض ہے، فرضیت میں دونوں برابر ہیں۔

وجه : اس اثر میں ہے کہ بھول کر جماع کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ عن مجاھد قال : لو وطی رجل امرأته و ھو صائم ناسیا فی رمضان لم یکن علیه فیه شیء ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یأ کل ویشرب ناسیا، ج رابع، ص ۱۳۵، نمبر ۷۴۰۵) اس اثر میں ہے کہ بھول کر جماع کر لے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا،

ترجمه: ۴؎ بخلاف نماز کے اس لئے کہ نماز کی حالت یاد دلانے والی ہے اس لئے بھول غالب نہیں ہوگا اور روزے میں کوئی چیز یاد دلانے والی نہیں ہے اس لئے بھول غالب ہوگا۔

تشریح : نماز کی حالت میں بھول کر بات کرے گا تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ نماز چند منٹ کا ہوتا ہے اور ہر وقت یاد رہتا ہے کہ میں نماز میں ہوں اس لئے اس میں بھول کر بات کرے گا تو معاف نہیں ہے اور روزہ صبح سے لیکر شام تک ہوتا ہے اور بعض مرتبہ یاد نہیں رہتا ہے کہ میں روزہ ہوں اور آدمی کھا پی لیتا ہے بعد میں یاد آتا ہے کہ میں روزہ ہوں، اس لئے روزے میں بھول غالب ہے اس لئے اس میں بھول کر کھائے گا یا پیے گا یا جماع کرے گا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۔ مذکر: یاد دلانے والی چیز۔

ترجمه: ۵؎ اور فرض اور نفل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ حدیث میں فرض اور نفل میں کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

تشریح : جس طرح فرض روزہ بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح نفل روزہ بھی بھول کر کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ حدیث میں فرض اور نفل میں کوئی فرق بیان نہیں کیا ہے۔ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

ترجمه: (۹۲۲) اور اگر خطاء سے کھایا پیا یا زبردستی کرنے کی وجہ سے کھایا پیا تو اس پر قضا ہے۔

تشریح : خطا اور غلطی کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنا تو یاد تھا لیکن کھانا نہیں چاہتا تھا اور غلطی سے کھا گیا، یا کسی نے کھانے کے

۱؎ خلافا للشافعی فانه یعتبره بالناسی ۲؎ ولنا انه لا یغلب وجوده وعذر النسیان غالب ۳؎ ولان النسیان من قبل من له الحق والاکراه من قِبَل غیره فیفترقان کالمقید والمریض فی قضاء الصلوٰة

لئے زبردستی کیا کہ نہیں کھاؤگے تو ماردونگا، جسکی وجہ سے اس نے کھالیا تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا اس لئے اسکی قضا لازم ہوگی، لیکن چونکہ جان کر ایسا نہیں کیا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ غلطی سے روزہ ٹوٹ جائے تو قضا لازم ہوگا کفارہ نہیں. عن أسماء بنت ابی بکر قالت افطرنا یوما فی رمضان فی غیم فی عهد رسول الله ﷺ ثم طلعت الشمس قال ابو اسامة : قلت لهشام : أمروا بالقضاء ؟ قال : بدٌّ من ذالک ۔(ابوداؤد شریف، باب الفطر قبل غروب الشمس، ص ۳۴۳، نمبر ۲۳۵۹ / بخاری شریف، باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس، ص ۳۱۵، نمبر ۱۹۵۹) اس حدیث میں ہے کہ روزہ یاد تھا اور مغرب سے پہلے کھانا نہیں چاہتے تھے لیکن غلطی سے غروب سے پہلے کھالیا تو قضا لازم ہوا کفارہ لازم نہیں ہوا۔ (۲) عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ : من ذرعه قیء و هو صائم فلیس علیه قضاء و ان استقاء فلیقض ۔(ابوداؤد شریف، باب الصائم یستقی ء عامدا ، ص ۳۴۵، نمبر ۲۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ قے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن جان کر قے کی تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر قضاء لازم ہوئی۔

ترجمه: ۱؎ خلاف امام شافعیؒ کے اس لئے کہ وہ قیاس کرتے ہیں بھولنے والے پر۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جس طرح بھول کر کھالے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح غلطی سے کھا پی لے تو روہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمه: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ غلطی کا وجود غالب نہیں ہے اور بھول کا وجود غالب ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، کہ بھول تو بار ہا ہوتا ہے اس میں آدمی کا کوئی اختیار ہی نہیں رہتا اس لئے بھول سے کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور روزہ یاد ہو پھر غلطی کرکے کھا جائے یہ بہت کم ہوتا ہے، پھر یہ کہ اس میں بندے کو اختیار ہے کہ جب اس کو روزہ یاد ہے تو وہ احتیاط کرے اور پیٹ میں کوئی چیز نہ جانے دے، اور اس نے احتیاط نہیں کی تو اس کی غلطی ہے اس لئے روزہ ٹوٹے گا۔

ترجمه: ۳؎ اور اس لئے بھی کہ بھول اس کی جانب سے ہے جسکو روزہ رکھوانے کا حق ہے [یعنی اللہ کی جانب سے بھول آتا ہے] اور زبردستی اللہ کے علاوہ کی جانب سے [یعنی بندے کی جانب سے ہے] اس لئے دونوں عذروں میں فرق ہو گیا۔ جیسے کہ نماز کی قضاء کے سلسلے میں بیڑی والے اور بیمار کے بارے میں فرق ہے۔

تشریح : یہ دوسری دلیل عقلی ہے، کہ بھول اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اس میں بندے کو اختیار نہیں اس لئے بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ حدیث میں اس نے ہی معاف بھی کیا ہے، اور زبردستی کر کے کھلانا یہ بندے کی جانب سے ہے، اس لئے اس میں بندے کو اختیار ہے اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح غلطی کر کے کھانا بندے کی جانب سے ہے اس کو

(۹۲۳) فان نام فاحتلم لم یفطر ﴿ ل لقوله ﷺ ثلث لایُفطِرن الصیام القیٔ والحجامة والاحتلام ٢ ولانه لم توجد صورة الجماع ولا معنی وهو الانزال عن شهوة بالمباشرة

احتیاط کرنا چاہئے ،اس لئے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔اس کی مثال یہ پیش کی ہے کہ ایک آدمی بیڑی میں جکڑا ہوا ہے وہ کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس کی وجہ سے اس نے بیٹھ کر نماز پڑھی تو بیڑی کھلنے کے بعد اس کو دوبارہ نماز کھڑے ہو کر پڑھنی ہو گی ، کیونکہ یہ کھڑے ہونے کی مجبوری اور بیڑی باندھنا بندے کی جانب سے ہے اس لئے یہ قابل قبول نہیں ۔اور اگر بیماری کی وجہ سے کھڑا نہیں ہو سکتا تھا جسکی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی تو تندرست ہونے کے بعد اس کو دوبارہ کھڑے ہو کر پڑھنے کی ضرورت نہیں ، کیونکہ بیماری اللہ کی جانب سے ہے ،اسی پر قیاس کرتے ہوئے بھول اللہ کی جانب سے ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا ،اور اکراہ کرنا ،اور غلطی کرنا بندے کی جانب سے ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹے گا۔

لغت : نسیان: بھول۔غالب: زیادہ ہوتا ہے ،اکثر ہوتا ہے۔مقید: قید سے مشتق ہے ، بیڑی میں باندھا ہوا۔

ترجمه: (۹۲۳) اگر سو گیا اور احتلام ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

ترجمه: ل حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں: قے ،حجامت ،اور احتلام سے۔

وجه: (۱) روزہ ٹوٹتا ہے کسی چیز کے پیٹ کے اندر یا دماغ کے اندر جانے سے یا جماع کرنے سے ،اوپر کی صورتوں میں نہ جماع کرنا پایا گیا اور نہ پیٹ میں یا دماغ میں کوئی چیز گئی ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اثر میں ہے (۲) **قال ابن عباس و عکرمة الصوم مما دخل ولیس مما خرج** (بخاری شریف ،باب الحجامة والقیئ للصائم ص ۲۶۰ نمبر ۱۹۳۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے کسی چیز کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔البتہ جماع میں منی نکلتی ہے پھر بھی اس لئے ٹوٹتا ہے کہ اس میں لذت کاملہ ہوتی ہے۔جس کے ٹوٹنے کے بارے میں حدیث ہے (۳) احتلام ہونے سے نہ ٹوٹنے کے بارے میں یہ حدیث ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے ۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم : الحجامة و القیء و الاحتلام** (ترمذی شریف ،باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص ۱۵۲ نمبر ۷۱۹ /ابوداؤد شریف ، فی الصائم یحتلم نهارا فی شهر رمضان ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۶ / بخاری شریف ، باب الحجامة والقیئ للصائم ،نمبر ۱۹۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احتلام ہونے ،خود سے قے ہونے اور پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

ترجمه: ٢ اور اس لئے کہ جماع کی صورت بھی نہیں پائی گئی اور جماع کا معنی بھی نہیں پایا گیا ،اور وہ ہے مباشرت کر کے شہوت سے انزال ہونا۔

تشریح : روزہ صورةً جماع یا معنی جماع سے ٹوٹتا ہے ،اور احتلام میں دونوں میں سے کوئی بھی نہیں پایا گیا اس لئے احتلام سے

(۹۲۴)وکذا اذا نظر الی امرأة فامنی ﴾ ۱؎لما بینا ۲؎وصار کا لمتفکر اذا امنی و کالمستمنی بالکف علی ما قالوا (۹۲۵) ولو ادّهن لم یفطر لعدم المنافی و کذا ﴾

روزہ نہیں ٹوٹے گا۔صورۃ جماع یہ ہے کہ مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو جائے۔اور معنی جماع یہ ہے کہ عورت اور مرد چمٹ جائے اور دخول نہ ہو جس سے انزال ہو جائے اس کو معنی جماع کہتے ہیں،احتلام میں یہ دونوں صورتیں نہیں پائی گئی،اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: (۹۲۴) ایسے ہی عورت کی طرف دیکھا اور انزال ہوا[تو روزہ نہیں ٹوٹے گا]

ترجمہ: ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو ہمنے بیان کیا۔

تشریح : عورت کو بوسہ بھی نہیں دیا اور چھویا بھی نہیں صرف اس کو دیکھا اور انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا،

وجہ : (۱)اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔و قال جابر ابن زید : ان نظر فأمنی یتم صومه ۔(بخاری شریف،باب المباشر للصائم،ص ۳۰۹،نمبر ۱۹۲۷)اس اثر میں ہے کہ عورت کو دیکھنے سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۲)اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ احتلام کی طرح ہو گیا اور اس کے بارے میں اوپر حدیث گزری کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا،اس لئے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا،(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں نہ صورۃ جماع پایا گیا اور نہ معنی جماع پایا گیا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ۲؎ اور ایسا ہو گیا جیسے عورت کے بارے میں سوچ رہا ہو اور منی نکل گئی۔یا ہاتھ سے منی نکالنے والے کی طرح ہے جیسے کہ بعض مشائخ نے فرمایا۔

تشریح: ایک آدمی حسین عورت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس کی منی نکل گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا،اسی طرح اپنی بیوی کو دور سے دیکھا اور منی نکل گئی تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا،یا کوئی آدمی ہاتھ سے منی نکالے تو ایسا کرنا اگر چہ اچھا نہیں ہے لیکن بعض مشائخ نے فرمایا کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ صورۃ جماع پایا گیا اس لئے اس سے روزہ ٹوٹے گا۔

لغت : مستمنی:منی سے مشتق ہے،باب استفعال سے منی نکالنے والا۔متفکر:فکر سے مشتق ہے،عورتوں کے بارے میں سوچنے والا۔

ترجمہ: (۹۲۵) اور اگر تیل لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۱؎ اس لئے کہ روزے کے منافی کوئی چیز نہیں پائی گئی۔

تشریح : تیل سر میں لگایا جاتا ہے اس لئے پیٹ یا دماغ میں کوئی چیز نہیں گئی اس لئے روزے کے منافی کوئی چیز نہیں پائی گئی اس

(۹۲۶) اذا احتجم لهذا[١] ولما روينا﴾ (۹۲۷) ولو اكتحل لم يفطر﴾

لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ادھن : دھن سے مشتق ہے تیل لگایا۔

ترجمہ: (۹۲۶) ایسے ہی پچھنا لگایا تو[تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا] [١] اسی دلیل کی وجہ سے، اور اس حدیث کی وجہ سے جو ہمنے روایت کی۔

وجہ : (١) پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی ایک دلیل تو اوپر گزری کہ پچھنا لگوانے سے بدن سے خون نکلتا ہے، بدن کے اندر کوئی چیز داخل نہیں ہوتی اور روزہ بدن کے اندر داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے، بدن سے نکلنے سے نہیں ٹوٹتا جیسے پیشاب پیخانہ بدن سے نکلتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عباس و عكرمة الصوم مما دخل وليس مما خرج** (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم ص ۲۶۰ نمبر ۱۹۳۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے کسی چیز کے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۲)۔اور دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو اوپر گزری حدیث یہ ہے۔**عن ابی سعيد الخدرى قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة و القيء و الاحتلام** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص ۱۵۲ نمبر ۷۱۹/ابوداؤد شریف، فی الصائم تحتلم نہارا فی شھر رمضان ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۶/ بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ۱۹۳۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۳) **عن ابن عباس** رضی اللہ عنہ **قال : احتجم النبى ﷺ و هو صائم** ۔(بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ۱۹۳۹) اس حدیث میں بھی کہ حضور علیہ السلام نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔

لغت : احتجم : حجامت سے مشتق ہے پچھنا لگوایا،

ترجمہ: (۹۲۷) اگر سرمہ لگایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[١]

وجہ : (١) حدیث میں ہے. **عن انس بن مالک قال جاء رجل الى النبى ﷺ قال : اشتكت عينى أفأكتحل و أنا صائم ؟ قال نعم** ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکحل للصائم ص ۱۵۴ نمبر ۷۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے روزے دار کو آنکھ میں سرمہ لگانے کی اجازت دی جسکا مطلب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۲) سرمہ لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ حدیث ہے .**عن عائشة قالت ربما اكتحل النبى ﷺ وهو صائم** (سنن للبیھقی، باب الصائم یکتحل ج رابع ص ۴۳۷، نمبر ۸۲۵۹) (۳) اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔**عن انس بن مالک انه كان يكتحل وهو صائم** (ابوداؤد شریف، باب فی الکحل عند النوم، کتاب الصائم ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۸) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۴) کیونکہ سرمہ لگانے سے دماغ کے اندر کوئی چیز نہیں جاتی ہے۔۔ اکتحل : کحل سے مشتق ہے سرمہ لگایا،

ل لانہ لیس بین العین والدماغ منفذ والدمع یترشح کالعرق ۲والداخل من المسام لاینافی کما لو اغتسل بالماء البارد (۹۲۸)ولو قبل امرأة لا یفسد صومه ل یرید به اذا لم ینزل لعدم المنافی صورة ومعنی

ترجمہ: ل اس لئے کہ آنکھ اور دماغ کے درمیان سوراخ نہیں ہے، اور آنسو تو پسینے کی طرح ٹپکتا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ، آنکھ اور دماغ کے درمیان کوئی سوراخ نہیں ہے اس لئے سرمہ ڈالنے سے سرمہ دماغ میں نہیں جائے گا، اور قاعدہ ہے کہ کوئی چیز دماغ میں یا پیٹ میں نہیں پہونچی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوراخ نہیں ہے تو پھر اندر سے آنسو کیسے نکلتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنسو پسینے کی طرح مسامات سے ٹپک ٹپک کر آتا ہے اس لئے سرمہ کے دماغ کے اندر جانے کا راستہ نہیں ہے۔

لغت: منفذ: نفذ سے مشتق ہے، پار ہونا، سوراخ۔ دمع: آنسو۔ یترشح: ٹپکنا۔ عرق: پسینہ۔ مسام: مسامات، باریک باریک سوراخ۔

نوٹ: ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ آنکھ کا ڈھیلا الگ ہے اور کھوپڑی کی ہڈی الگ ہے لیکن دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں کہ اس میں سے سوراخ نظر نہیں آتا اور پانی یا دوائی کا ڈروپ آنکھ میں ڈالیں تو یہ براہ راست دماغ میں نہیں پہنچتا، البتہ اس کا اثر دماغ میں پہنچ سکتا ہے، چونکہ سرمہ یا دوائی براہ راست دماغ تک نہیں پہنچتا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۔اور آنسو جو آنکھ سے ٹپکتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دماغ سے نہیں آتا بلکہ آنکھ کے پیچھے ایک گلٹی سی ہوتی ہے جسکو Lacrimal Gland کہتے ہیں اس سے آنسو بہتا ہے۔ البتہ آنکھ اور ناک کے درمیان سوراخ ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنکھ میں دوائی یا سرمہ ڈالو تو وہ ناک کے ذریعہ حلق میں پہنچ جاتا ہے اور حلق میں اس کا مزہ محسوس ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۲ اور جو مسامات کے ذریعہ داخل ہو وہ روزے کے منافی نہیں ہے جیسے کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرے۔

تشریح: مسامات کہتے ہیں کھال کے اندر باریک باریک سوراخ کو، گوشت کے اندر باریک باریک سوراخ کو۔ پس آنکھ کے اندر سرمہ ڈالا اور مسامات کے ذریعہ سے اس کا اثر دماغ کے اندر گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور مسامات کے ذریعہ ٹھنڈک کا اثر دماغ کے اندر گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: (۹۲۸) اور اگر عورت کو بوسہ لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ل اسکی مراد یہ ہے کہ بوسہ لیا اور انزال نہ ہوا ہو، کیونکہ روزے کا منافی نہ صورۃ پایا گیا اور نہ معنی پایا گیا۔

تشریح: عورت کا بوسہ لیا اور انزال نہیں ہوا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ جب انزال نہیں ہوا تو جماع نہیں ہوا، نہ

۲؎ بخلاف الرجعه والمصاهرة لان الحکم هناک ادید علی السبب علی ما یأتی فی موضعه ان شاء الله (۹۲۹) ولو انزل بقبلة او لمس فعلیه القضاء دون الکفارة ﴾ ا؎ لوجود معنی الجماع ووجود المنافی صورة اومعنی یکفی لایجاب القضاء احتیاطا

صورت کے اعتبار سے جماع ہوا اور نہ معنی کے اعتبار سے جماع ہوا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ قبل : باب تفعیل سے بوسہ لیا۔

وجه : (۱) بوسہ لینے سے اگر انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کی یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت ان کان رسول الله لیقبل بعض ازواجه وهو صائم ثم ضحکت (بخاری شریف، باب القبلة للصائم ص ۲۵۸ نمبر ۱۹۲۸/ابوداؤد شریف، باب القبلة للصائم ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) عن عائشةؓ قالت کان النبی ﷺ یقبل و یباشر و هو صائم و کان أملککم لاربه (بخاری شریف، باب المباشر للصائم، ص ۳۰۹، نمبر ۱۹۲۷) اس حدیث میں ہے کہ مباشرت بھی کرے اور دخول نہ کرے اور منی نہ نکلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه: ۲؎ بخلاف رجعت اور حرمت مصاہرت کے، اس لئے کہ اس میں حکم کا مدار سبب پر ہے۔ چنانچہ وہ اپنے موقع پر آئے گا انشاء اللہ۔

تشریح : بیوی طلاق رجعی کی عدت گزار رہی تھی کہ شوہر نے شہوت سے بوسہ لے لیا تو چاہے انزال نہ ہوا ہو پھر بھی رجعت ہو جائے گی، اسی طرح کسی اجنبیہ عورت کو شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا اور انزال نہیں ہوا پھر بھی اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، تو ان دونوں صورتوں میں بغیر انزال کے بھی حکم لگ گیا تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ ان دونوں مسئلوں کا مدار انزال پر نہیں ہے بلکی بوسہ لینا جماع کرنے کا سبب ہے اسی جماع کے سبب پر رجعت ہو جانے اور حرمت مصارت ثابت ہو جانے کا مدار ہے، باقی تحقیق انشاء اللہ آئے گی۔

لغت :۔ حرمت مصاہرت : دمادگی کا رشتہ

ترجمه: (۹۲۹) پس اگر بوسہ لینے سے یا چھونے سے انزال ہو گیا تو اس پر قضا ہے۔ اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ جماع کے معنی پائے جانے کی وجہ سے، اور منافی کا صورۃ یا معنی پایا جانا احتیاطا قضاء واجب کرنے کے لئے کافی ہے۔

تشریح : بوسہ لینے کی وجہ سے یا چھونے کی وجہ سے منی نکل گئی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے قضاء واجب ہوگی کیونکہ معنی جماع پایا گیا اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ روزے کی قضاء واجب ہو، لیکن چونکہ مکمل جماع نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں

۲؎ اما الكفارة فتفتقر الىٰ كمال الجناية لانها تندرئ بالشبهات كالحدود (۹۳۰) ولا بأس بالقُبلة اذا اَمِنَ علىٰ نفسهٖ اى الجماعَ او الانزالَ ويكره اذا لم يأمن لان ﴾

ہوگا، کیونکہ کفارہ شبہات سے ساقط ہوجاتا ہے، اس لئے یہاں کفارہ ساقط ہوجائے گا۔

وجـــه: (۱) چونکہ مکمل جماع صورۃ اور معنًی نہیں پایا گیا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ کفارہ شبہات سے ساقط ہوجاتا ہے۔ لیکن جماع کی شکل پائی گئی اور منی نکالنے میں اس کو دخل ہے اس لئے قضا لازم ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ **عن الحسن فی الرجل یقبل نهارا فی رمضان او یباشر او یعالج فیمذی ؟ قال لیس علیه شئی ، و بئس ما صنع فان خرج منه الماء الدافق فهو بمنزلة الغشیان ، وقال قتادة ان خرج منه الدافق فلیس علیه الا ان یصوم یوما.** (مصنف عبد الرزاق، باب الرفث واللمس وھو صائم ج رابع ص ۱۴۸ نمبر ۷۴۸۰) (۲) **عن میمونة مولاة النبی ﷺ ان النبی ﷺ سئل عن صائم قبل فقال افطر** (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۲۰ من کرہ القبلۃ للصائم ولم یرخص فیھا ج ثانی ص ۳۱۷، نمبر ۹۴۲۶/۹۴۶۹ ما قالوا فی الصائم یفطر حین یمنی ص ۳۲۲، نمبر ۹۴۷۹) ان آثار اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینے سے انزال ہوجائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ اور کفارہ واجب کرنا تو وہ کمال جنایت پر موقوف ہے، اس لئے کہ کفارہ شبہات کی وجہ سے دفع ہوجاتا ہے جیسے حدود شبہات کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں۔

تشریح: جنایت اور جرم مکمل ہو تب کفارہ لازم ہوتا ہے جرم میں شبہ ہو تو وہ ساقط ہوجاتا ہے اور یہاں مکمل جماع ہونے میں شبہ ہے اس لئے کفارہ ساقط ہوجائے گا۔ تندریء: درء سے مشتق ہے، ساقط ہونا۔

ترجمه: (۹۳۰) بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اپنی ذات پر قابو ہو۔ یعنی قابو ہو اس بات پر کہ جماع نہیں کرے گا اور انزال بھی نہیں ہوگا۔

اور بوسہ لینا مکروہ ہے اگر نفس پر اعتماد نہ ہو۔

تشـــریح: اگر اس بات پر قابو ہے کہ روزے کی حالت میں بوسہ لینے سے آگے جماع نہیں کرے گا، یا انزال نہیں ہوگا تو بوسہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، حضورؐ نے روزے کی حالت میں بوسہ لیا ہے، لیکن اگر نفس پر قابو نہ ہو تو بوسہ نہ لے کیونکہ اگر جماع کر لیا تو کفارہ دینا ہوگا۔

وجه: (۱) **عن عائشةؓ قالت کان النبی ﷺ یقبل و یباشر و هو صائم و کان أملککم لاربه** (بخاری شریف، باب المباشر للصائم، ص ۳۰۹، نمبر ۱۹۲۷) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں بوسہ لیا ہے۔

لِعینہ لیس یفطر وربما یصیر فطرا بعاقبته فان امن یعتبر عینه وابیح له وان لم یأمن تعتبر عاقبته وکره له ۲ والشافعی اطلق فیه فی الحالین والحجة علیه ما ذکرنا والمباشرة الفاحشة مثل التقبیل فی ظاهر الروایة وعن محمد انه کره

وجہ: (۱) اگر جوان ہے اور نفس پر اعتماد نہیں ہے تو روزہ کی حالت میں بوسہ لینا مکروہ ہے۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں جماع میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور کفارہ اور قضا نہ کرنا پڑے اس لئے نفس پر قابو نہ ہو تو اس کے لئے بوسہ لینا مکروہ ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ ان رجلا سال النبی ﷺ عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه آخر فنهاه فاذا الذی رخص له شیخ والذی نهاه شاب۔ (ابوداؤد شریف، باب کراہیتہ للشاب ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۷) حدیث میں جوان کو روکنے کی وجہ یہی تھی کہ اس کو نفس پر قابو نہیں ہے۔ اس لئے مکروہ ہوگا۔ مرد عورت کی شرمگاہ میں داخل نہ کرے صرف اوپر اوپر سے ملائے تو اس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں۔ قبل: بوسہ لینا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ خود بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور کبھی اس کے انجام سے [یعنی جماع سے] روزہ ٹوٹ جائے گا، پس اگر امن ہو تو عین بوسے کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے لئے بوسہ مباح ہوگا۔ اور اگر جماع پر امن نہ ہو تو اس کے انجام کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے لئے مکروہ ہوگا۔ امن: امن ہو، نفس پر قابو ہو۔

تشریح: خود بوسہ لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن نفس پر قابو نہ ہو اور آگے بڑھ کر جماع کر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے نفس پر قابو ہو تو خود بوسے کا اعتبار کیا جائے گا اور بوسہ لینا جائز ہوگا، اور اگر نفس پر قابو نہ ہو تو انجام کا اعتبار کیا جائے گا اور گویا کہ جماع تک پہنچ گیا اس لئے بوسہ لینا مکروہ ہوگا، اسی لئے حدیث میں قابو والے بوڑھے کو بوسے کی اجازت دی، اور بے قابو والے جوان کو بوسے کی اجازت نہیں دی۔

ترجمہ: ۲ اور امام شافعیؒ نے دونوں حالتوں میں مطلقا بوسہ لینا جائز قرار دیا۔ لیکن انکے خلاف وہ دلیل حجت ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چاہے نفس پر قابو ہو یا نہ ہو ہر حال میں بوسہ لینے کی اجازت ہے اور مکروہ نہیں ہے۔ لیکن ان کے خلاف وہ دلیل حجت ہے جو پہلے ذکر کیا، اور وہ حدیث بھی حجت ہے جو ابھی ذکر کی گئی کہ جوان کو بوسے کی اجازت نہیں دی اور بوڑھے کو بوسے کی اجازت دی۔ لیکن موسوعہ میں ہے. ان ابن عباس سئل عن القبلة للصائم فأرخص فیها للشیخ و کرهها للشاب . قال الشافعی : و هذا عندی و الله اعلم (موسوعہ امام شافعی، باب مایفطر الصائم والسحو روالخلاف فیہ، ج رابع، ص ۳۵۵، نمبر ۴۹۲۵) اس عبارت میں ہے کہ بوڑھوں کے لئے نفس پر قابو کی وجہ سے بوسے کی اجازت ہے اور جوان کے لئے

۳؎ المباشرة الفاحشة مثل التقبيل فی ظاهر الرواية ۴؎ وعن محمد انه كره المباشرة الفاحشة لانه قل ما تخلو عن الفتنة (۹۳۱) ولو دخل حلقه ذباب وهو ذاكر لصومه لم يفطر ﴾ ا؎ وفی القياس يفسد صومه لوصول المفطر الیٰ جوفه وان كا لا يتغذى به كالتراب والحصاة وجه الاستحسان انه لايستطاع الاحتراز عنه فاشبه الغبار والدخان

نفس پر قابو نہ ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں ہے۔

ترجمه: ۳؎ مباشرت فاحشہ ظاہر روایت میں بوسے کی طرح ہے، یعنی جائز ہے۔

تشریح: مرد عورت کی شرمگاہ میں داخل نہ کرے صرف اوپر اوپر سے ملائے تو اس کو مباشرت فاحشہ کہتے ہیں۔ ظاہر روایت میں یہ ہے کہ نفس پر قابو ہو تو مباشرت فاحشہ بغیر کراہت کے جائز ہے اور اگر نفس پر قابو نہ ہو تو مکروہ ہے تاہم اگر کر لیا اور انزال نہیں ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وجه: (۱) عن ابی هريرة ان رجلا سال النبی ﷺ عن المباشرة للصائم فرخص له واتاه آخر فنهاه فاذا الذی رخص له شيخ والذی نهاه شاب ۔ (ابوداؤد شریف، باب کراہیۃ للشاب ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۷) حدیث میں مباشرت فاحشہ کے بارے میں پوچھا تو جوان کو اجازت نہیں دی کیونکہ اس کو نفس پر قابو نہیں ہوتا ہے اور بوڑھے کو نفس پر قدرت ہوتی ہے اس لئے اس کو اجازت دی۔

ترجمه: ۴؎ اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ مباشرت فاحشہ ہر حال میں مکروہ ہے اس لئے کہ فتنے سے خالی کم ہوتا ہے۔

تشریح: امام محمد سے روایت یہ ہے کہ مباشرت فاحشہ ہر حال میں مکروہ ہے چاہے نفس پر قابو ہو یا نہ ہو، کیونکہ مباشرت فاحشہ کے بعد بہت کم ہے کہ جماع نہ کرے، چونکہ عموما جماع کر ہی گزرتا ہے اس لئے وہ ہر حال میں مکروہ فرماتے ہیں تاکہ معاملہ کفارہ تک نہ پہنچ جائے۔

ترجمه: (۹۳۱) اگر آدمی کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے اور اس کو روزہ یاد ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه: ا؎ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے کیونکہ پیٹ میں روزہ توڑنے والی چیز پہنچ گئی۔ اگر چہ اس سے غذا حاصل نہیں کرتے تو مٹی اور کنکری کی طرح ہو گیا۔ لیکن استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اس لئے غبار اور دھواں کی طرح ہو گیا۔

اصول: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جس چیز سے بچنا ممکن ہو اور پھر بھی نہیں بچا اور وہ پیٹ میں چلی گئی یا دماغ میں چلی گئی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن جس چیز سے بچنا ممکن نہ ہو اور وہ اچانک پیٹ میں چلی گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسے دھواں

۲ واختلفوا فی المطر والثلج والاصح انه یفسد لامکان الامتناع عنه اذا اٰواه خیمة او سقف

(٩٣٢) ولو اکل لحمابین اسنانه فان کان قلیلا لم یفطر وان کان کثیرا یفطر ﴾

اورغبار سے بچنا ممکن نہیں ہے اور وہ پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۱) اس اصول کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن لقیط بن صبرة قال قال رسول الله ﷺ : بالغ فی الاستنشاق الا أن تکون صائما۔(ابوداود شریف، باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش و یبالغ فی الاستنشاق، ص ۳۴۴، نمبر ۲۳۶۶) اس حدیث میں ہے کہ ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا چاہئے مگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے جس سے معلوم ہوا کہ پانی پیٹ کے اندر جانے سے بچنا ممکن ہے پھر بھی احتیاط نہیں کیا اور استنشاق کرتے وقت پانی پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

تشریح : روزہ یاد تھا اس حالت میں حلق میں مکھی اڑ کر گھس گئی اور پیٹ میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ مکھی سے بچنا ممکن نہیں ہے یہ خود اڑ کر گھس جاتی ہے اس لئے اگر چہ پیٹ میں ایک چیز چلی گئی ہے اس کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ جیسے دھواں اور غبار سے بچنا ممکن نہیں وہ خود سے حلق میں چلا جاتا ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں اگر سگریٹ پیے گا تو اس سے روزہ ٹوٹے گا کیونکہ اس نے جان کر حلق میں دھواں داخل کیا۔

وجه : (۱) عن ابن عباس فی الرجل یدخل حلقه الذباب قال لا یفطر۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصائم یدخل حلقہ الذباب، رابع، ص ۳۴۹، نمبر ۹۷۹۳) اس اثر میں ہے کہ حلق میں اچانک مکھی گھس جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه : ۲ اور بارش اور برف کے بارے میں اختلاف کیا، اور صحیح بات یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا اس لئے کہ اس سے بچنا ممکن ہے جبکہ خیمہ یا چھت اس کو پناہ دے دے۔

تشریح : بارش کی بوند منہ میں ٹپک پڑی اور پیٹ میں چلی گئی یا اولے گر رہے تھے اور منہ میں جا کر پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے، صحیح مسلک یہ ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اگر منہ بند رکھے تو اس سے بچنا ممکن ہے، اسی طرح خیمہ میں چھپ جائے یا چھت کے نیچے پناہ لے لے تو بارش کی بوند اور اولے سے بچنا ممکن ہے اس لئے انکے پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه : (۹۳۲) اور اگر دانت کے درمیان گوشت ہو اور اس کو کھایا تو اگر تھوڑا ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر زیادہ ہو تو روزہ ٹوٹے گا۔

تشریح : دانت کے درمیان جو گوشت کا ریشہ پھنسا ہوتا ہے اسکو نگل گیا تو اگر چنے کے برابر سے کم ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کہ اس کا اعتبار نہیں ہے تو یہ تھوک کی طرح ہو گیا اور چنے سے بڑا ہے تو اس کا اعتبار ہے عرف میں اس کو بڑا کہتے

۱؎وقال زفر يفطر في الوجهين لان الفم له حكم الظاهر حتى لا يفسد صومه بالمضمضة ۲؎ ولنا ان القليل تابع لاسنانه بمنزلة ريقه بخلاف الكثير لانه لا يبقى فيما بين الاسنان والفاصل مقدار الحمّصة وما دونها قليل (۹۳۳) وان اخرجه واخذه بيده ثم اكله ينبغي ان يفسد صومه﴾

ہیں اس لئے اس کے نگلنے سے روزہ ٹوٹے گا

وجه : . عن ابراهيم أنه رخص في مضغ العلك للصائم ما لم يدخله حلقه . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی مضغ العلک للصائم، ج ثانی، ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۹ رمصنف عبد الرزاق، باب العلک للصائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۳۰) اس اثر میں ہے کہ گوند چبا سکتا ہے لیکن حلق میں نہ جائے، جس سے معلوم ہوا کہ گوند حلق میں جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ منہ کا حکم ظاہر بدن کا حکم ہے یہی وجہ ہے کہ مضمضہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ گوشت کا ریشہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کو نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ منہ کا حکم ظاہر کا حکم ہے یہی وجہ ہے کہ منہ میں پانی ڈال کر اگل دیا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے چھوٹا ریشہ باہر سے منہ میں ڈالے اور نگل جائے تو اس سے روزہ ٹوٹتا ہے تو دانت کا ریشہ بھی نگل جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه : ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ تھوڑا ریشہ دانت کے تابع ہوتا ہے اس لئے وہ تھوک کی طرح ہو گیا، بخلاف زیادہ کے اس لئے کہ وہ دانت کے درمیان باقی نہیں رہتا۔ اور بڑے اور چھوٹے کی مقدار میں فصل چنے کی مقدار ہے اور جو اس سے کم ہے وہ چھوٹا ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ چھوٹا ریشہ دانت کے تابع ہوتا ہے اس لئے وہ تھوک کی طرح ہو گیا اور تھوک کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو چھوٹے ریشے سے بھی نہیں ٹوٹے گا اور چنے سے بڑا ریشہ عموما دانت کے درمیان نہیں رہتا ہے اس لئے وہ تھوک کے حکم میں نہیں ہوگا۔ اور چھوٹے اور بڑے کے درمیان فاصلہ چنے کی مقدار ہے، یعنی چنے سے چھوٹا ہو تو کم ہے اور چنے کے برابر ہو تو وہ بڑا ہے۔۔ حمصۃ: چنا۔

وجه : اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابن عباس قال لا بأس أن يذوق الخل أو الشيء ما لم يدخل حلقه و هو صائم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الصائم یتطعم بالشیء ص ۳۰۵ نمبر ۹۲۷۷) اس اثر کے اشارہ میں ہے کہ حلق میں کوئی چیز باہر سے داخل ہو جائے تو روزہ ٹوٹے گا۔

ترجمه: (۹۳۳) اور اگر ریشے کو منہ سے باہر نکالا اور اس کو اپنے ہاتھ میں لیا پھر اس کو کھا گیا تو تو مناسب یہ ہے کہ اس کا روزہ

ل کما روی عن محمد ان الصائم اذا ابتلع سُمسمةً بین اسنانه لایفسد صومه و لو اکلها ابتداء یفسد صومه ٢ ولو مضغها لا یفسد لانها تتلاشی ٣ وفی مقدار الحمصة علیه القضاء دون الکفارة عند ابی یوسف وعند زفر علیه الکفارة ایضا لانه طعام متغیر ولابی یوسف انه یعافه الطبع (۹۳۴) فان ذرعه القیٔ

ٹوٹ جائے۔

ترجمه: ل جیسا کہ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ روزہ دار اگر دانت کے درمیان کا تل نگل جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر تل کو ابتداء کھایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

تشریح : گوشت کا ریشہ دانت میں تھا اس کو منہ سے باہر نکالا اور پھر کھا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ باہر نکالنے کے بعد وہ تھوک کے درجے میں نہیں رہا اس لئے اس سے روزہ ٹوٹے گا، دوسری وجہ یہ ہے کہ دانت کے درمیان والے ریشے سے بچنا مشکل ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور باہر والے ریشے سے بچنا ممکن ہے اس لئے اس کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ چنانچہ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر دانت کے درمیان پورا تل ہو اور اس کو کھایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر تل منہ سے باہر ہے اور اس کو کھایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ سمسمۃ: تل کا دانہ۔ ابتلع: نگل گیا۔

ترجمه: ٢ اور اگر تل کو چبایا تو اس کے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ وہ پس کر لیس دار ہو جائے گا۔

تشریح : اگر تل کو چبایا تو وہ دانت سے پس کر نیست نابود ہو جائے گا اور لیس دار ہو جائے گا اس لئے وہ تھوک کے درجے میں ہو گیا اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ مضغ: چبانا۔ تتلاشی: لاشیء سے مشتق ہے، نیست و نابود ہونا۔

ترجمه: ٣ اور چنے کی مقدار میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔ اور امام زفرؒ کے نزدیک اس پر کفارہ بھی ہے اس لئے کہ یہ بھی متغیر شدہ کھانا ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ [یہ بدبودار کھانا ہے اس سے طبیعت نفرت کرتی ہے۔

تشریح : چنے کی مقدار کی ریشہ دانت میں پھنسا ہوا ہو اور اس کو کھا لیا تو اس سے قضاء لازم ہوگی اور کفارہ لازم نہیں ہوگی، یہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ کھانا تو ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضاء بھی لازم ہوگی، لیکن یہ کھانا بعض مرتبہ اتنا بدبودار ہو جاتا ہے کہ طبیعت اس کو کھانا گوارا نہیں کرتی، اس لئے کھانا ہونے میں شبہ ہو گیا اور شبہ سے کفارہ ختم ہو جاتا ہے، اس لئے اس کے کھانے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور امام زفرؒ کی رائے ہے کہ اس کے کھانے سے کفارہ بھی لازم ہو گا۔ انکی دلیل یہ ہے کہ یہ کھانا اگر چہ دانت میں رہ کر بدل چکا ہے لیکن ہے یہ کھانا اس لئے اس کے کھانے سے کفارہ لازم ہوگا۔۔

حمصة: چنا۔ یعافہ: طبیعت کراہیت کرتی ہے

ترجمه: (۹۳۴) اگر کسی کو خود بخود قے آ گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

لم یفطر﴾ ۱؎ لقوله علیہ السلام من قاء فلا قضاء علیه و من استقاء عامدا فعلیه القضاء ویستوی فیه ملء الفم فما دونه

ترجمہ : ۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جس کو قے ہوگئی تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جس نے جان کر قے کی تو اس پر قضاء ہے۔اوراس حدیث میں منہ بھر کر اوراس سے کم دونوں برابر ہے۔

تشریح : حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود قے ہوگئی ہو اور پیٹ کے اندر واپس نہیں گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا چاہے منہ بھر کر ہو چاہے منہ بھر کر نہیں ہو دونوں سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ حدیث میں منہ بھر کر ہو یا نہیں ہو اس کی قید نہیں ہے اس لئے دو نوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا ،لیکن اگر جان کر قے کی تو چاہے منہ بھر کر ہو یا منہ بھر سے کم ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ جان کر قے کرنا پایا گیا۔

لغت: ذرعہ القیء: خود قے ہوگئی، یہ ذراع سے مشتق ہے جس کا معنی ہے، ہاتھ۔استقاء: قیء سے مشتق ہے باب استفعال سے ،جان کر قے کیا، جان کر قے کو پیٹ سے باہر نکالا۔

وجہ : (۱)صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال من ذرعه القیئ فلیس علیه قضاء و من استقاء عمدا فلیقض** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی من استقاء عمدا ص ۱۵۳ نمبر ۷۲۰/ابوداؤد شریف، باب الصائم لیستقی عامدا ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود بخود قے ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ کوئی چیز نکلی ہے داخل نہیں ہوئی ہے۔لیکن جان کر قے باہر نکالی تو چونکہ ان کو قے کرنے میں دخل ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

﴿قے کرنے کی صورتیں﴾

[۱] قے خود بخود نکلی اور منہ کے اندر واپس نہیں گئی تو منہ بھر کر ہو یا اس سے کم ہو، حدیث کی وجہ سے بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ اندر کوئی چیز داخل نہیں ہوئی۔

[۲] قے خود بخود نکلی اور منہ کے اندر بھی خود بخود چلی گئی تو منہ بھر کر ہو تو امام ابو یوسفؒ کے یہاں روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ منہ بھر کر ہونا گویا کہ وہ منہ سے بھی باہر نکل گئی اسی لئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے،اور منہ کے باہر سے کوئی چیز پیٹ کے اندر جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اورامام محمدؒ کے نزدیک روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ قے خود واپس حلق میں گئی ہے تو اس کو حلق میں داخل کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے صورۃ افطار نہیں پایا گیا، کیونکہ صورۃ افطار اس کو کہتے ہیں کہ منہ کے باہر سے کوئی چیز کھائے ،اور یہاں تو منہ کے اندر ہی اندر قے حلق میں گئی ہے،اور معنی بھی افطار نہیں پایا گیا، کیونکہ معنی افطار اس کو کہتے ہیں کہ ایسی چیز کھائے جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو،

اور قے سے لوگ غذا حاصل نہیں کرتے اس لئے معنی بھی افطار نہیں پایا گیا، جب صورۃ اور معنی کوئی افطار نہیں پایا گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

[۳] جان بوجھ کر قے کی تو قے قلیل ہو یا کثیر اس سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ جان بوجھ کر قے کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[۴] اور اگر قے تو خود بخود ہوئی لیکن اس قے کو جان بوجھ کر دوبارہ حلق کے اندر داخل کیا [اور عود نہیں ہوا اعادہ کیا] اور قے منہ بھر کر تھی تو اس صورت میں بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ جو قے منہ میں آچکی تھی اس کو اپنے ارادے سے حلق کے اندر داخل کیا تو، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک گویا کہ منہ سے باہر کی قے کو پیٹ میں داخل کیا کیونکہ قے منہ بھر کر ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جان کر حلق میں داخل کیا اس لئے صورۃ افطار پایا گیا اس لئے انکے یہاں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[۵] اور اگر قے تو خود بخود ہوئی، لیکن اس قے کو جان بوجھ کر دوبارہ حلق کے اندر داخل کیا [اور عود نہیں اعادہ کیا] اور قے منہ بھر سے کم ہے۔ تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ قے منہ بھر سے کم ہو تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، اس لئے یہ قے منہ کے اندر رہی، اور اندر کی چیز حلق میں لے گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ چاہے قے منہ بھر سے کم ہے لیکن صورۃ افطار پایا گیا، کیونکہ آدمی نے جان کر حلق میں داخل کیا ہے

اصول : امام ابو یوسف۔ قے منہ بھر کر ہو تو حلق میں خود داخل ہوا ہو یا داخل کیا ہو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اصول : امام محمدؒ۔ حلق میں جان کر داخل کیا ہو تو چاہے منہ بھر کر ہو یا کم ہو روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اختیار سے داخل کیا ہے۔

۲؎ فلوعادو کان ملء الفم فسدعندابی یوسفؒ لانه خارج حتی انتقض به الطهارۃوقد دخل

﴿قے کرنے کی صورتیں ایک نظر میں﴾

نمبر	قے خودبخود ہوئی / یاجان بوجھ کرکی	خودحلق میں گئی / یاجان کرحلق میں واپس کیا	امام ابو یوسفؒ کے یہاں روزہ ٹوٹے گا / یانہیں	امام محمدؒ کے یہاں ٹوٹے گا / یانہیں
(۱)	قے خودبخود نکلی	منہ کے اندرواپس نہیں گئی	روزہ نہیں ٹوٹے گا	روزہ نہیں ٹوٹے گا
(۲)	قے خودبخود نکلی	خودبخود حلق کے اندر چلی گئی	منہ بھرکرہوتو روزہ ٹوٹے گا	روزہ نہیں ٹوٹے گا
(۳)	جان بوجھ کرقے کی	قلیل ہویا کثیر	روزہ ٹوٹے گا	روزہ ٹوٹے گا
(۴)	قے توخودبخود ہوئی	جان کراس کوحلق میں واپس کیا	قے منہ بھرکر ہوتو ٹوٹے گا	روزہ ٹوٹے گا
(۵)	قے توخودبخود ہوئی	جان کراس کوحلق میں واپس کیا	قے منہ بھرسے کم ہوتو نہیں ٹوٹے گا	روزہ ٹوٹے گا

ترجمہ: ۲؎ پس اگرقے واپس لوٹ گئی اورمنہ بھرکرہوتوامام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا،اس لئے کہ گویا کہ وہ منہ سے باہرنکل گئی،یہی وجہ ہے کہ اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے،اور باہر نکلنے کے بعد حلق میں داخل ہوئی۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ جب تک نجاست بدن کے اندر ہےتو اس سے وضونہیں ٹوٹے گا،اور بدن سے باہر آجائے تو وضوٹوٹ جائے گا،اور پہلے گزر چکا ہے کہ قے منہ بھرسے کم ہوتو وضونہیں ٹوٹے گا،اورمنہ بھرکرہوتو وضوٹوٹ جائے گا،اس کا مطلب یہ ہوا کہ منہ بھرکرقے ہونا نجاست ہےاورمنہ سے گویا کہ باہرآنا ہےاور باہرسے کوئی چیز پیٹ کے اندرداخل ہوتواس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے،اس لئے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھرکرقے ہوتو گویا کہ قے منہ سے باہرآگئی اور باہرسے حلق کے اندرگئی اس لئے منہ بھرقے ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا

وجہ : (۱)اس اثر میں ہے۔عن حماد فی القلس اذا کان یسیرا فلیس فیه وضوء ، واذا کان کثیرا ففیه الوضوء ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،۴۹من کان یری فی القلس وضوء،ج اول ص۴۵نمبر۴۴۲)اس اثر میں ہے کہ قے منہ بھرکرہو تب وضوٹوٹے گا۔

اصول : امام ابو یوسفؒ کا اصول یہ ہے کہ منہ بھرقے ہونا گویا کہ منہ سے باہرہوجانا ہے،اور باہر سے پیٹ میں واپس جانا روزہ توڑدیتا ہے۔

۳؎ وعند محمدؒ لایفسد لانه لم توجد صورة الفطر وهو الابتلاع وكذا معناه لانه لايتغذى به عادة ۴؎ وان اعاد فسد بالاجماع لوجود الادخال بعد الخروج فيتحقق صورة الفطر ۵؎ وان كان اقل من ملء الفم فعاد لم يفسد صومه لانه غير خارج ولا صنع له في ادخال

ترجمه: ۳؎ اورامام محمدؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ افطار کی صورت نہیں پائی گئی، افطار وہ نگلنا ہے، اور ایسے ہی افطار کا معنی بھی نہیں پایا گیا اس لئے کہ قے سے عادة غذا حاصل نہیں کرتے۔

تشریح : صورۃ افطار یہ ہے کہ قے کو جان کر حلق کے اندر واپس کرے، اور معنی افطار یہ ہے کہ اس سے آدمی غذا حاصل کرتا ہو، یہاں صورۃ افطار نہیں ہے کیونکہ جان کر قے کو اندر نہیں کیا بلکہ خود بخود اندر ہوگئی اس لئے صورت کے اعتبار سے افطار نہیں ہوا، اور معنی کے اعتبار سے افطار اسلئے نہیں ہے کہ قے سے طبیعت نفرت کرتی ہے اس کو آدمی غذا نہیں بنا تا اسلئے معنی کے اعتبار سے بھی افطار نہیں ہے، جب دونوں اعتبار افطار نہیں ہے تو خود بخود قے اندر جانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔۔ابتلع : جان کر نگلا۔ عاد: خود بخود لوٹا۔اعاد: جان کر واپس لوٹایا۔

اصول : امام محمدؒ کا اصول یہ ہے کہ جان بوجھ کر حلق کے اندر واپس کیا ہو تو افطار ہوا جس سے روزہ ٹوٹے گا، چاہے قے زیادہ ہو یا کم۔

ترجمه: ۴؎ اوراگر منہ بھر قے جان کر حلق میں واپس کیا توبالاتفاق روزہ فاسد ہو جائے گا، اس لئے کہ گویا کہ منہ سے باہر آنے کے بعد پیٹ میں داخل کرنا پایا گیا اس لئے صورت کے اعتبار سے افطار متحقق ہوا۔

تشریح : منہ بھر قے خود بخود نکلی تھی لیکن جان بوجھ کر اس کو حلق کے اندر واپس کیا تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کے یہاں روزہ ٹوٹ جائے گا، امام ابو یوسفؒ کے یہاں تو اس لئے کہ منہ بھر کے ہوئی تو گویا کہ قے منہ سے بھی باہر آ گئی، اور باہر کی چیز حلق کے اندر جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے انکے یہاں روزہ ٹوٹ جائے گا۔اور امام محمدؒ کے یہاں اس لئے کہ جان کر اندر کیا ہے تو صورت کے اعتبار سے افطار پایا گیا اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه: ۵؎ اوراگر منہ بھر سے کم قے ہوا اور خود بخود حلق میں واپس ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کہ یہ گویا کہ منہ سے باہر نہیں نکلی، اور نہ روزہ دار کا کوئی فعل اس کو داخل کرنے میں ہے۔

تشریح : منہ بھر سے کم قے خود ہوئی اور اس کو جان بوجھ کر حلق میں واپس نہیں کیا بلکہ خود بخود حلق کے اندر واپس گئی تو اس سے کسی کے یہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔امام ابو یوسفؒ کے یہاں تو اس لئے کہ منہ بھر کر نہیں ہے تو گویا کہ منہ سے باہر قے ہوئی ہی نہیں، اور باہر ہو کر واپس حلق کے اندر نہیں گئی۔اور امام محمدؒ کے یہاں تو اس لئے کہ جان کر اس نے حلق کے اندر نہیں کیا بلکہ خود گئی ہے اس

۶ وان اعاد فکذالک عند ابی یوسفؒ لعدم الخروج وعند محمدؒ یفسد صومه لوجود الصنع منه فی الادخال (۹۳۵) فان استقاء عمدا ملأ فيه فعلیه القضاء ۱ لما روینا والقیاس متروک به ولا کفارة لعدم الصورة

لئے اندر کرنے میں روزہ دار کا کوئی کردار نہیں ہے، اس لئے صورت کے اعتبار سے افطار کرنا نہیں پایا گیا، اس لئے انکے یہاں بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ صنع: فعل کرنا

ترجمہ: ۶ اور اگر جان بوجھ کر حلق میں لوٹایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسے ہی روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس لئے کہ نکلنا نہیں پایا گیا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، کیونکہ داخل کرنے میں اس کے فعل کو دخل ہے۔

تشریح : خود بخود قے منہ بھر سے کم ہوئی لیکن جان بوجھ کر حلق میں لوٹایا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے قاعدے کے اعتبار سے منہ سے باہر آنا اس وقت شمار کیا جائے گا جب منہ بھر کے ہو، اور یہاں منہ بھر کے نہیں ہے، اس لئے چاہے جان بوجھ کر لوٹایا تو ایسا ہوا کہ پیٹ کے اندر کی چیز پیٹ ہی کے اندر رہی، اور پیٹ کے اندر کی چیز پیٹ ہی کے اندر رہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ اور امام محمدؒ کے یہاں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ قے تھوڑی ہے، لیکن جان بوجھ کر واپس لوٹایا تو صورت کے اعتبار سے افطار کرنا پایا گیا اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ صنع: کاریگری، اختیاری فعل۔

ترجمہ: (۹۳۵) اور اگر جان کر قے کی اور منہ بھر کے ہے تو اس پر قضاء ہے۔

ترجمہ: ۱ اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے پہلے روایت کی، اور حدیث کی وجہ سے قیاس چھوڑ دیا جائے گا۔ اور کفارہ لازم نہیں ہوگا صورت کے اعتبار سے افطار نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : جان بوجھ کر قے کی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اسکی قضا لازم ہوگی، اس کی وجہ اوپر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ جان کر قے کرے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔ اور حدیث موجود ہو تو اس کی وجہ سے قیاس چھوڑ دیا جاتا ہے، قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ نہ ٹوٹے، کیونکہ یہاں پیٹ کے اندر کوئی چیز گئی نہیں ہے بلکہ پیٹ سے قے باہر نکالا ہے، تو جس طرح پیشاب اور پیخانہ پیٹ سے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح یہاں بھی نہیں ٹوٹنا چاہئے۔ لیکن حدیث کی وجہ سے یہ قیاس چھوڑ دیا گیا اور کفارہ لازم اس لئے نہیں ہوگا کہ باضابطہ افطار نہیں کیا، صرف جان کر قے نکالا ہے اس کو اندر نہیں کیا ہے، اور اندر کر بھی لیا تو یہ کھانے کی چیز نہیں طبیعت اس سے گھن کرتی ہے اس لئے جان کر کھانے میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ آگے والی حدیث میں بھی صرف قضاء کا ذکر ہے کفارہ کا ذکر نہیں ہے اسلئے صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔

۲وان كان اقل من ملء الفم فكذٰلک عند محمدؒ لا طلاق الحديث وعند ابی يوسفؒ لا يفسد لعدم الخروج حكمًا **۳**ثم ان عاد لم يفسد عنده لعدم سبق الخروج **۴**وان اعاده فعنه انه لا يفسد لما ذكرنا وعنه انه يفسد فالحقه بملأ الفم لكثرة الصنع

وجه : (ا)عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال من ذرعه القيئ فليس عليه قضاء ومن استقاء عمدا فليقض (ترمذی شریف، باب ماجاء فی من استقاء عمدا ص ۱۵۳ نمبر ۷۲۰/ابوداؤد شریف، باب الصائم یستقی عامدا ص ۳۳۱ نمبر ۲۳۸۰)اس حدیث سے معلوم

ہوا کہ جان کرقے کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے قضاء لازم ہوگی، اور کفارہ کا ذکر نہیں ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: **۲** اور اگر منہ بھر سے کم ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ حکما باہر نکلنا نہیں پایا گیا۔

تشریح : اوپر بتایا کہ منہ بھر کر جان کر قے کیا تب تو حدیث کی بنا پر بالاتفاق روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر جان کر قے کی لیکن منہ بھر کر نہ ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے، امام محمدؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ حدیث مطلق ہے اس میں یہ تفصیل نہیں ہے کہ منہ بھر کر ہو تو ٹوٹے گا اور منہ بھر کر نہ ہو تو نہیں ٹوٹے گا اس لئے چاہے منہ بھر سے کم ہو تب بھی حدیث کی بنا پر ٹوٹ جائے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ انکے یہاں اس وقت ٹوٹتا ہے جب گویا کہ منہ سے باہر نکلے، اور منہ بھر سے کم ہے تو گویا کہ حکما منہ سے باہر نہیں نکلی، اس لئے انکے یہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ وہ حدیث کو منہ بھر ہونے پر محمول کرتے ہیں۔

ترجمہ : **۳** پھر اگر یہ تھوڑی قے حلق میں خود لوٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ کے یہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ پہلے منہ سے باہر نکلنا ہی نہیں پایا گیا

تشریح : قے جان کر کی تھی اور منہ بھر سے کم تھی اور یہ قے خود بخود حلق میں واپس چلی گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قے کم ہونے کی وجہ سے گویا کہ وہ منہ سے باہر نہیں نکلی، پھر خود بخود واپس چلی گئی تو پیٹ کے اندر کی چیز پیٹ کے اندر چلی گئی گویا کہ پیٹ سے باہر ہی نہیں آئی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ سبق الخروج: قے کا پہلے نکلنا ثابت نہیں ہوا۔

ترجمہ: **۴** اور اگر لوٹایا تو امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ اوپر ذکر کیا، اور انہیں سے دوسری روایت یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا تو اس کو منہ بھر کے ساتھ ملایا فعل کے کثیر ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : قے جان کر کی اور وہ منہ بھر سے کم تھی پھر اس کو جان کر حلق کے اندر واپس کیا تو امام ابو یوسفؒ کی اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔

(۹۳۶) ومن ابتلع الحصاة او الحدید افطر لوجود ﴿ا﴾ صورة الفطر ولا كفارة عليها لعدم المعنى

(۹۳۷)ومن جامع فی احدالسبیلین عامدا فعلیه القضاء استدراکا للمصلحة الفائتة والکفارة ﴿

[ا] ایک روایت یہ ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قے تھوڑی ہونے کی وجہ سے گویا کہ وہ حلق سے باہر ہی نہیں ہوئی، اور جب باہر نہیں ہوئی تو اگر چہ جان کر واپس کیا تو پیٹ کے اندر کی قے پیٹ کے اندر ہی رہ گئی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹا۔[۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا، اس صورت میں قلیل قے کو حکم کے اندر کثیر قے کے ساتھ ملا دیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں روزہ دار نے جان کر پہلے قے کو باہر بھی کیا ہے اور دوبارہ جان کر اندر بھی کیا ہے تو یہ فعل کثیر ہو گیا، اور گویا کہ دو مرتبہ تھوڑی تھوڑی قے کی ہے اور دونوں کو ملکر قے کثیر ہو گئی جس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ: (۹۳۶) کسی نے کنکری نگلی یا لوہا نگلا تو روزہ ٹوٹ جائے گا [اور قضا کرے]

ترجمہ: ا افطار کی صورت پائے جانے کی وجہ سے۔ اور اس پر کفارہ نہیں ہے معنی افطار نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : ایسی چیز کھایا جو نہ دوائی ہے اور نہ غذا ہے جیسے کنکری کھا گیا، یا لوہا کھا گیا تو چونکہ جان کر ایک چیز پیٹ میں ڈالا تو افطار کی صورت پائی گئی اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، البتہ چونکہ وہ غذا نہیں ہے اس لئے معنی کے طور پر افطار نہیں پایا گیا، کیونکہ معنوی افطار اس وقت ہوتا ہے جبکہ وہ چیز غذا کے لئے ہو اس لئے افطار میں شبہ پیدا ہو گیا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اگر چہ یہ چیزیں کھانے کی نہیں ہیں لیکن صورۃً کھانا ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن حقیقت میں یہ چیزیں کھانے کی نہیں ہے اس لئے مکمل کھانا نہیں پایا گیا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا (۲) **سمعت ام حبيبة زوج النبی ﷺ تقول : لا يمضغ العلک للصائم** ۔ (سنن بیہقی، باب من کرہ مضغ العلک للصائم، ج رابع، ص ۴۴۷، نمبر ۸۳۰۶) اس اثر میں ہے کہ روزہ دار علک نہ چبائے۔ (۳) اثر میں یہ الفاظ ہیں۔ **عن ابراهيم انه رخص فی مضغ العلک للصائم مالم يدخله حلقه.** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۱ من رخص فی مضغ العلک للصائم ج ثانی ص ۲۹۷، نمبر ۹۱۷۹) اس اثر میں ہے کہ گوند چبائے اور حلق میں نہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے جس کا مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ اگر حلق میں گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور علک دانت صاف کرنے کے لئے چبانے کی چیز ہے۔ عام طور پر غذا یا دوا کے طور پر کھانے کی چیز نہیں ہے۔ اور اسی پر ان تمام چیزوں کو قیاس کیا جائے جو عام طور پر غذا یا دوا کے طور پر کھانے کی چیز نہیں ہے۔

لغت : الحصاۃ : کنکری۔ الحدید: لوہا۔

ترجمہ: (۹۳۷) کسی نے جماع کیا جان بوجھ کر دو راستوں میں سے ایک میں تو اس پر قضاء ہے۔ ا فوت شدہ مصلحت کو پانے کے لئے۔ اور کفارہ ہے۔

لِ لتکامل الجناية ۲ِ ولا يشترط الانزال فی المحلين اعتبارا بالاغتسال وهذا لان قضاء الشهوة يتحقق دونه وانما ذلک شبع

ترجمہ: لِ جرم مکمل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: شرمگاہ میں یا پاخانہ کے راستہ میں روزے کی حالت میں جان بوجھ کر جماع کیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔ قضا تو اس لئے کہ ایک روزہ فاسد ہوا ہے اس لئے اس کو پانے کے لئے روزہ واجب ہوگا، اور کفارہ اس لئے ہے کہ جرم بہت بڑا ہے اس لئے اس کی سزا کفارہ کی شکل میں عائد ہوگی۔

وجہ (۱) ان دونوں مقامات پر شہوت کامل طور پر پوری ہوتی ہے۔ اس لئے روزہ بھی ٹوٹے گا اور کفارہ بھی لازم ہوگا (۲) حدیث میں ہے۔ ان ابا هريرة قال بينما نحن جلوس عند النبی ﷺ اذ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالک؟ قال: وقعت على امرأتی وانا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مسكينا قال لا قال فمكث الخ. (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر ص ۲۵۹ نمبر ۱۹۳۶ / مسلم شریف تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارۃ الکبری فیہ وبیانھا ص ۴۵۳ ، نمبر ۱۱۱۱ / ۲۵۹۵ / ابو داؤد شریف، کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان ص ۳۳۲ نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے دنوں میں جماع کرکے روزہ توڑے تو اس پر کفارہ لازم ہے۔

ترجمہ: ۲ِ اور دونوں محل میں انزال کی شرط نہیں ہے غسل پر قیاس کرتے ہوئے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شہوت کا پورا ہونا انزال کے بغیر بھی ہوتا ہے انزال تو سیری کے لئے ہے۔

تشریح: عورت کی شرمگاہ ہو یا اسکا پاخانہ کا مقام ہو اس میں مرد کا حشفہ غائب ہو گیا اور چاہے انزال نہ ہوا ہو تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے، کیونکہ اس سے کامل لذت ہوتی ہے اور اس کے بعد انزال تو طبیعت کی سیرابی کے لئے ہے اسی طرح رمضان کے روزے کی حالت میں عورت کی شرمگاہ یا اسکے پاخانہ کے مقام میں مرد کا حشفہ غائب ہو گیا تو چاہے منی نہ نکلی ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ مرد کے ختنے کی جگہ عورت کے ختنے کی جگہ میں مل جائے تو غسل واجب ہوگا چاہے انزال نہ ہوا ہو، حدیث یہ ہے۔ عن عائشةؓ قال رسول الله ﷺ اذا جلس بين شعبها الاربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل . (مسلم شریف باب بیان ان الجماع الخ ص ۱۵۶ نمبر ۳۴۹ / ۷۸۵ / ابو داؤد، باب فی الاکسال ص ۳۲ نمبر ۲۱۶) اس حدیث میں غسل واجب ہونے کے لئے انزال کی شرط نہیں ہے تو کفارہ واجب ہونے کے لئے بھی انزال کی شرط نہیں ہوگی۔۔

۳؎ وعن ابی حنیفة انه لا یجب الکفارة بالجماع فی الموضع المکروہ اعتبارا بالحد عنده

۴؎ والاصح انها تجب لان الجنایة متکا ملة لقضاء الشهوة (۹۳۸) ولو جامع میتةً او بهیمةً فلا کفارة انزل اولم ینزل﴾

شبع : سیرابی، سیری۔

ترجمه: ۳؎ اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ موضع مکروہ [یعنی پاخانہ کے راستے] میں جماع کرنے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا، انکے نزدیک حد پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ پاخانہ کے مقام میں لواطت کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا، وہ اس بارے میں حد پر قیاس کرتے ہیں کہ پاخانہ کے مقام میں لواطت کرنے سے انکے یہاں حد لازم نہیں ہوتی اسی پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اس مقام میں خواہش پوری کرنے سے طبیعت نفرت کرتی ہے اس لئے خواہش پوری کرنے میں شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے یہاں کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

وجه : (۱) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من وجد تموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل و المفعول به ۔(ابوداود شریف، باب فیمن عمل عمل قوم لوط، ص ۶۲۹، نمبر ۴۴۶۲ رترمذی شریف، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص ۳۵۴، نمبر ۱۴۵۶) اس حدیث میں لواطت کرنے والے کو حد نہیں لگائی گئی بلکہ تعزیر کے طور پر قتل کر دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دبر میں لواطت کرنے سے حد ساقط ہو جائے گی، اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے کفارہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه: ۴؎ لیکن اصح روایت یہ ہے کہ کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ شہوت پوری ہونے کی وجہ سے جنایت پوری ہے۔

تشریح : صحیح روایت یہ ہے کہ موضع مکروہ میں لواطت کرنے سے کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ اس سے بھی شہوت پوری ہوتی ہے۔

وجه : اثر میں ہے۔ وقال بعض اهل العلم من فقهاء التابعین منهم الحسن البصری و ابراهیم النخعی وعطاء بن ابی رباح وغیرهم قالوا حد اللوطی حد الزانی وهو قول الثوری واهل الکوفة. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی حد اللوطی، ص ۲۷۰، نمبر ۱۴۵۶ رالسنن للبیہقی، باب ماجاء فی حد اللوطی ج ثامن، ص ۴۰۶، نمبر ۱۷۰۳۲) اس اثر اور حدیث سے معلوم ہوا کہ لواطت کا حکم زنا کے حکم کی طرح ہے، یعنی زنا میں حد لگتی ہے تو لواطت میں بھی حد لگے گی، اس پر قیاس کرتے ہوئے لواطت کی وجہ سے روزہ ٹوٹے تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

ترجمه: (۹۳۸) اگر کسی مردے سے جماع کیا یا چوپائے سے جماع کیا تو کفارہ نہیں ہے انزال ہوا ہو یا نہ ہو۔

ل خلافا للشافعی ۲ لان الجنایة تکاملها بقضاء الشهوة فی محل مشتهیً ولم یوجد

تشریح : کسی مردے سے جماع کیا، یا کسی چوپائے سے جماع کیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ یہ بوسہ دیکرانزال کے درجے میں ہے، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ یہ جگہ جماع کرنے کی نہیں ہے طبیعت اس سے نفرت کرتی ہے اس لئے جماع میں شبہ ہو گیا اس لئے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ چنانچہ چوپائے سے جماع کرے تو اس پر حد نہیں ہے کیونکہ کامل جماع میں شبہ ہو گیا۔

وجه : (ا) عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اتی بهیمة فاقتلوه واقتلوها معه ،اوردوسری روایت میں اثر ہے۔ عن ابن عباس قال لیس علی الذی یأتی البهیمة حد. (ابوداؤد شریف، باب فیمن اتی بھیمۃ ص ۲۶۵ نمبر ۴۴۶۴/۴۴۶۵/ ترمذی شریف، باب ماجاء فیمن یقع علی البھیمۃ ص ۲۶۹ نمبر ۱۴۵۵) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ جانور سے وطی کرنے والے کو تعزیر کے طور پر قتل کردے۔ البتہ اس پر زنا کی طرح حد نہیں ہے۔ اس لئے اس پر کفارہ صوم بھی نہیں ہے۔

ترجمه: ل برخلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح : امام شافعیؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ مردے اور چوپائے سے بھی جماع کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ و ان أتی امرأته فی دبرها فغیبه أو بهیمة ، أو تلوط أفسد و کفر مع الاثم با لله فی المحرم الذی أتی مع افساد الصوم ۔(موسوعہ امام شافعیؒ، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیہ، ج رابع، ص ۳۶۵، نمبر ۴۹۷۸) اس عبارت میں ہے کہ چوپائے سے جماع کرے تو قضا اور کفارہ دونوں ہے۔ لیکن اسی باب میں دوسری جگہ ہے کہ جس جماع میں حد ہے اسی جماع میں کفارہ ہے اور ان سب جماع میں حد نہیں ہے اس لئے اس میں کفارہ بھی نہیں ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ لا تجب الکفارة فی رمضان الا بما یجب به الحد ؛ ان یلتقی الختانان ، فاما ما دون ذالک فانه لا یجب به الکفارة ، و لا تجب الکفارة فی فطر فی غیر جماع و لا طعام و لا شراب و لا غیر ہ ۔(موسوعہ امام شافعیؒ، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیہ، ج رابع، ص ۳۶۵، نمبر ۴۹۷۸) اس عبارت میں ہے کہ عورت کے ساتھ اس کی شرمگاہ میں جماع کرے اور مرد کا حشفہ غائب ہو جائے تب ہی کفارہ لازم ہوگا اس کے علاوہ کسی بھی جماع سے یا کھانے پینے سے کفارہ نہیں لازم ہوگا، کیونکہ حدیث میں صرف اسی جماع پر کفارہ کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔

ترجمه: ۲ اس لئے کہ شہوت کی جگہ میں شہوت پوری کرنے سے جنایت کامل ہوگی اور یہ پائی نہیں گئی۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ شہوت پوری کرنے کی جگہ پر شہوت پوری کرے تو جنایت کامل ہوگی اور اس کے علاوہ پر کرے تو جنایت ناقص ہوگی، اور مردہ اور چوپایا شہوت پوری کرنے کی جگہ نہیں ہے اس لئے اس کے ساتھ جماع کرنے سے جماع ناقص ہوئی اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا

۳ ثم عندنا کما تجب الکفارة بالوقاع علی الرجل تجب علی المرأة **۴** وقال الشافعی فی قول لا تجب علیها لانها متعلقة بالجماع وهو فعله وانما هی محل الفعل وفی قول تجب ویتحمل الرجل

ترجمہ: **۳** پھر ہمارے نزدیک جماع سے جس طرح مرد پر کفارہ لازم ہوتا ہے عورت پر بھی ہوگا۔

تشریح: جماع کرنے سے مرد پر الگ کفارہ لازم ہوگا اور عورت پر الگ کفارہ لازم ہوگا،

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مرد نے لذت حاصل کی ہے اسی طرح عورت نے بھی پوری لذت حاصل کی ہے اور وہ بھی جماع میں شریک ہوئی ہے، اس لئے اس پر بھی الگ سے کفارہ لازم ہوگا۔ (۲) یہ کفارہ روزہ توڑنے کا ہے اور جماع کی وجہ سے عورت کا بھی روزہ ٹوٹا ہے اس لئے اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔ اس حدیث میں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کی وجہ سے حضورؐ نے کفارہ لازم فرمایا ہے، حدیث یہ ہے۔ عن ابی هریرة ان رجلا افطر فی رمضان فامره رسول الله ﷺ ان یعتق رقبة او یصوم شهرین متتابعین او یطعم ستین مسکینا الخ ۔ (ابو داؤد شریف، کفارة من اتی اهله فی رمضان ص ۳۴۲ نمبر ۲۳۹۲ / مسلم شریف، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان علی الصائم، ص ۴۵۴، نمبر ۱۱۱۱ / ۲۵۹۹) اس حدیث میں ہے کہ روزہ توڑنے پر کفارہ لازم فرمایا، اور حدیث میں یہ قید نہیں ہے کہ جماع سے توڑا ہو اس لئے کسی بھی طرح توڑا ہو اور جنایت کاملہ ہو تو کفارہ لازم ہوگا۔ اب عورت نے بھی توڑا ہے اس لئے اس پر بھی کفارہ لازم ہوگا۔ اس حدیث کے اشارے سے عورت پر کفارہ لازم کر سکتے ہیں۔

ترجمہ: **۴** امام شافعیؒ نے ایک قول میں فرمایا کہ عورت پر کفارہ واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ کفارہ جماع سے متعلق ہے اور جماع مرد کا فعل ہے اور عورت تو فعل کا محل ہے، اور دوسرے قول میں فرمایا کہ عورت پر بھی واجب ہوگا لیکن اسکی جانب سے مرد برداشت کرے گا غسل کے پانی پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح: صاحب ھدایہ نے امام شافعیؒ کے دو اقوال نقل فرمائے ہیں [۱] ایک یہ کہ عورت پر جماع سے روزہ توڑنے کا کفارہ لازم ہی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ کفارہ کا مدار جماع کرنے پر ہے، اور جماع مرد کرتا ہے یہ مرد کا فعل ہے اس لئے صرف مرد پر کفارہ لازم ہوگا، اور ایک ہی کفارہ کافی ہوگا، اور عورت تو جماع کا صرف محل ہے اس لئے اس پر کفارہ نہیں ہے [۲] اور دوسرا قول یہ نقل فرمایا کہ عورت پر بھی کفارہ لازم ہے لیکن اس کفارے کو بھی مرد ہی ادا کرے گا، جس طرح مرد جماع کرے اور اس کی وجہ سے عورت پر غسل لازم ہو اور پانی قیمت سے ملتا ہو تو اس پانی کی قیمت شوہر پر لازم ہوگی، کیونکہ وہی غسل کرنے کا سبب بنا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ ... و لو جامع بالغة ، کانت کفارة لا یزاد علیها علی الرجل و اذا کفر أجزأ عنه و عن أمرأته . (موسوعہ امام شافعیؒ، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیہ، ج رابع ص ۳۶۱، نمبر ۴۹۵۲) اس عبارت میں ہے کہ جماع میں مرد اور عورت پر ایک ہی کفارہ لازم ہوگا جسکو مرد ادا کرے گا، اور عورت کی جانب سے بھی وہی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

عنها اعتبارا بماء الاغتسال ۵؎ ولنا قوله علیہ السلام من افطر فی رمضان فعلیه ما علی المظاهر وکلمة من تنتظم الذکور والاناث ٦؎ ولان السبب جنایة الافساد لا نفس الوقاع وقد شارکته فیها ۷؎ ولا تحمل لانها عبادة او عقوبة ولا یجری فیها الحمل

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ جس حدیث میں جماع کی وجہ سے کفارہ لازم کیا گیا ہے اس میں یہ تذکرہ نہیں ہے کہ عورت پر الگ سے کفارہ لازم کیا گیا ہے، اور نہ حضورؐ نے عورت پر کفارہ کے بارے میں پوچھا ہے، صرف مرد پر لازم فرمایا ہے، اس لئے صرف مرد پر ہی کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه: ۵؎ اور ہماری دلیل حضورؐ کا قول ہے جس نے رمضان میں افطار کیا تو اس پر وہی کفارہ ہے جو ظہار کرنے والے پر ہے۔ اور من کا کلمہ مرد عورت دونوں کو شامل ہے [اس لئے روزہ توڑنے کی وجہ سے دونوں پر الگ الگ کفارہ لازم ہوگا]

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس نے رمضان میں روزہ توڑا اس پر وہی کفارہ ہے جو ظہار کرنے والے پر ہے، یعنی غلام آزاد کرے وہ نہ ہو تو ساٹھ روزہ رکھے اور وہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔ اور عورت نے بھی جماع کرا کے روزہ توڑا ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم ہونا چاہئے۔ صاحب ھدایہ کی حدیث کا مفہوم اس حدیث میں ہے جو اوپر گزری۔ عن ابی هریرة ان رجلا افطر فی رمضان فامره رسول الله علیہ السلام ان یعتق رقبة او یصوم شهرین متتابعین او یطعم ستین مسکینا الخ۔ (ابوداؤد شریف، نمبر ۲۳۹۲ر مسلم شریف، نمبر ۱۱۱۱/۲۵۹۹) اس حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رمضان کا روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم فرمایا۔

ترجمه: ٦؎ اور اس لئے کہ جرم کا سبب روزے کو فاسد کرنا ہے خود جماع کرنا نہیں ہے، اور روزے کو فاسد کرنے میں عورت شریک ہے، اس لئے اس پر بھی کفارہ لازم ہونا چاہئے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ کفارے کا سبب اصلی جماع نہیں ہے بلکہ روزے کو فاسد کرنا ہے اور عورت کا بھی جماع کے ذریعہ روزہ فاسد ہوا ہے اس لئے اس پر بھی کفارہ لازم ہونا چاہئے۔

ترجمه ۷؎ اور مرد عورت کا کفارہ برداشت نہیں کرے گا، کیونکہ یہ عبادت ہے یا سزا ہے اور دونوں میں دوسرے کا برداشت کرنا جاری نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے دوسرے قول میں فرمایا تھا کہ عورت پر کفارہ لازم ہوگا لیکن اس کو مرد برداشت کرے گا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ کفارہ یا تو عبادت ہے یا سزا ہے اور دونوں کا طریقہ یہ ہے کہ جس پر عبادت لازم ہے وہی عبادت کرے دوسرا آدمی اس کی نیابت نہیں کر سکتا، مثلا کسی پر ظہر کی نماز فرض ہے تو دوسرا آدمی اس کی نماز نہیں پڑھ سکتا اسی کو پڑھنا ہو

(٩٣٩) ولو اکل اوشرب ما یتغذی به اوید اوی به فعلیه القضاء والکفارة ﴾ ۱وقال الشافعی لاکفارة علیه لانها شرعت فی الوقاع بخلاف القیاس لارتفاع الذنب بالتوبة فلا یقاس علیه غیره

گا جس پر فرض ہے، اسی طرح کسی پر سزا کے طور پر حد لگنی ہے تو اسی پر حد لگے گی کوئی دوسرا اسکی نیابت کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا اور دوسرے آدمی پر کوڑا نہیں مارا جا سکتا، اسی طرح سے عورت کا کفارہ بھی مرد پر واجب نہیں کیا جا سکتا، ہاں عورت پر لازم کریں اور مرد اپنے مال میں سے عورت ہی کی جانب سے ادا کرے تو کر سکتا ہے۔ التحمل: برداشت کرنا۔

ترجمه: (٩٣٩) اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس سے غذا حاصل کی جاتی ہو یا اس سے دوا کی جاتی ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دو نوں ہیں۔

تشریح : رمضان کے روزے کی حالت میں جان بوجھ کر بغیر کسی عذر کے ایسی چیز کھائی یا پی جس سے غذا حاصل کی جاتی ہے یا اس کو دوا کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور چونکہ جان بوجھ کر رمضان میں روزہ توڑا ہے اور جنایت کا مل ہے اس لئے کفارہ بھی لازم ہوگا۔

وجه : (۱)عن ابی ھریرة ان رجلا اکل فی رمضان فامرہ النبی ﷺ ان یعتق رقبة أو یصوم شھرین أویطعم ستین مسکینا. (دار قطنی، باب القبلۃ للصائم ج ثانی ص ۱۷۰ نمبر ۲۲۸۴) اس حدیث میں ہے کہ رمضان میں کھانا کھا کر روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم کیا۔ (۲) عن ابی ھریر ة ان رجلا افطر فی رمضان فامرہ رسول اللہ ﷺ ان یعتق رقبة او یصوم شھرین متتابعین او یطعم ستین مسکینا الخ۔ (ابوداؤد شریف، نمبر ۲۳۹۲ مسلم شریف، نمبر ۲۵۹۹/۱۱۱۱) اس حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے رمضان کا روزہ توڑا تو اس پر کفارہ لازم فرمایا۔ اور یہاں جان کر رمضان میں روزہ توڑا ہے اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا اس پر کفارہ نہیں ہے، اس لئے کہ جماع میں کفارہ خلاف قیاس مشروع ہوا ہے توبہ کی وجہ سے گناہ کے مرتفع ہونے کی وجہ سے لہذا اس جماع پر دوسرے کو یعنی کھانے پینے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

تشریح : امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ صرف جماع کرنے کی وجہ سے رمضان کا روزہ توڑا ہو تو مرد پر کفارہ، اور اگر کھا پی کر توڑا ہو تو اس پر کفارہ نہیں ہے، اس کی ایک وجہ صاحب ھدایہ یہ فرماتے ہیں کہ جماع کر کے روزہ توڑا ہو تو اس پر حدیث میں کفارہ لازم کیا ہے وہ خلاف قیاس ہے، کیونکہ اس کا گناہ توبہ کرنے کی وجہ سے ختم ہو گیا اب اس کے باوجود حدیث میں کفارہ لازم کیا یہ خلاف قیاس ہے، اور جو چیز خلاف قیاس ہو اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا لہذا اس پر کھانے پینے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس لئے اس حدیث پر کھانے پینے کو قیاس کر کے کفارہ لازم کرنا صحیح نہیں ہے۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ لا تجب الکفارة فی

رمضان الا بما یجب به الحد ؛ ان یلتقی الختانان ، فاما ما دون ذالک فانه لا یجب به الکفارة ، و لا تجب الکفارة فی فطر فی غیر جماع و لا طعام و لا شراب و لا غیر ہ ۔(موسوعہ امام شافعیؒ، باب الجماع فی رمضان و الخلاف علیہ، ج رابع ،ص ۳۶۵ ،نمبر ۴۹۷۸)اس عبارت میں ہے کہ عورت کے ساتھ اس کی شرمگاہ میں جماع کرے اور مرد کا حشفہ غائب ہو جائے تب ہی کفارہ لازم ہوگا اس کے علاوہ کسی بھی جماع سے یا کھانے پینے سے کفارہ نہیں لازم ہوگا،

وجه : (۱) کیونکہ حدیث میں صرف جماع پر کفارہ کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔ان ابا ھریرۃ قال بینما نحن جلوس عند النبی ﷺ اذ جاءہ رجل فقال یا رسول اللہ ھلکت قال مالک؟ قال: وقعت علی امرأتی و انا صائم فقال رسول اللہ ﷺ ھل تجد رقبة تعتقھا قال لا قال فھل تستطیع ان تصوم شھرین متتابعین قال لا قال فھل تجد اطعام ستین مسکینا قال لا قال فمکث الخ (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر ص ۲۵۹ نمبر ۱۹۳۶ /مسلم شریف تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم و وجوب الکفارۃ الکبری فیہ و بیانھا ص ۴۵۳ ،نمبر ۲۵۹۵/۱۱۱۱ /ابوداؤد شریف ،کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان ص ۳۳۲ نمبر ۲۳۹۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے دنوں میں جماع کر کے روزہ توڑے تو اس پر کفارہ لازم ہے (۲) اور جماع پر کھانے پینے کو قیاس نہیں کر سکتے ، کیونکہ رمضان کے دن میں جماع کرنا ایک جرأت کی بات ہے، جبکہ کھانا پینا جرأت کی بات نہیں سمجھی جاتی وہ تو سامنے آہی جاتا ہے۔ کیونکہ جماع میں اور کھانے پینے میں یہ فرق ہے۔

نمبر	جماع کا حکم	کھانے پینے کا حکم
(۱)	اجنبیہ عورت سے جماع کرے تو حد لازم ہوتی ہے	اور اجنبی آدمی کا مال کھائے تو حد لازم نہیں ہوتی صرف جرمانہ دینا ہوتا ہے
(۲)	حج کے احرام میں جماع کرے تو حج فاسد ہوتا ہے	حج کے احرام میں کھائے پئے تو کچھ لازم نہیں ہوتا ہے
(۳)	عمرے کے احرام میں جماع کرے تو عمرہ فاسد ہوتا ہے	عمرے کے احرام میں کھائے پئے تو کچھ لازم نہیں ہوتا ہے
(۴)	جماع کرنے سے غسل لازم ہوتا ہے	کھانے پینے سے کچھ لازم نہیں ہوتا ہے
(۵)	جماع رات میں چھپ کر کرتے ہیں	کھانا پینا دن رات دونوں میں سب کے سامنے کرتے ہیں

اس لئے کھانے پینے کو جماع پر قیاس کر کے کفارہ لازم نہیں کیا جا سکتا۔موسوعہ امام شافعی ، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیہ، ج رابع ،ص ۳۶۴ ،نمبر ۴۹۷۶) میں یہ سب دلائل موجود ہیں ۔(۳) اور یہ جو حدیث پیش کی کہ افطار سے کفارہ لازم ہوگا اس حدیث کو

۲؎ ولنا ان الکفارۃ تعلقت بجنایۃ الافطار فی رمضان علیٰ وجہ الکمال و قد تحققت ۳؎ وبایجاب الاعتاق تکفیرا عرف انّ التوبۃ غیر مکفرۃ لھذہ الجنایۃ ثم (۹۴۰) قال والکفارۃ مثل کفارۃ الظھار ﴾

۱؎ لماروینا ولحدیث الاعرابی فانہ قال یارسول اللہ ھلکتُ واھلکتُ فقال ماذا صنعتَ قال واقعتُ امرأتی فی نھار رمضان متعمداً فقال ﷺ اعتق رقبۃً فقال لااملک الا رقبتی ھذہ فقال صم شھرین متتا بعین فقال ھل جاء نی ماجاء نی الامن الصوم فقال اطعم ستین مسکینا فقال لاأجدُ فامر رسول اللہ ﷺ ان یؤتیٰ بفرق من

محدثین نے جماع کے باب میں ذکر فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جماع کے ساتھ مقید ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ کفارہ رمضان میں روزہ توڑ کر پورے طور پر جنایت کے ساتھ متعلق ہے اور یہ جنایت ثابت ہوگئی ہے [اس لئے کفارہ لازم ہوگا

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ کفارہ کا مدار اس بات پر ہے کہ رمضان میں روزہ توڑ کر پوری جنایت کرے تو اس پر کفارہ لازم ہوتا ہے، اور اس نے روزہ توڑا ہے اور جنایت پوری ہے اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور کفارہ کے طور پر غلام کی آزادی کو واجب کرنے سے معلوم ہوا کہ توبہ اس گناہ کو چھپانے والا نہیں ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ گناہ توبہ سے معاف ہوجاتا ہے اس کے باوجود جماع میں کفارہ دینا خلاف قیاس ہے، اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ غلام واجب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صرف توبہ سے یہ گناہ معاف نہیں ہوا، جس طرح توبہ سے زنا اور چوری کی حد معاف نہیں ہوتی بلکہ پھر بھی حد لگتی ہے، اور جب جماع کرنے کے بعد توبہ سے معاف نہیں ہوا بلکہ کفارہ دینا پڑا، تو کھانا کھا کر توڑنے پر کفارہ دینا ہوگا، کیونکہ توڑنا دونوں میں پایا گیا۔ تکفیر: کفارہ دینا، چھپانا، اسی سے ہے مکفرۃ: چھپانے والا۔ جنایۃ: جرم۔

ترجمہ: (۹۴۰) اور روزہ توڑنے کا کفارہ ظہار کے کفارہ کی طرح ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی، اور اعرابی کی حدیث کی وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ میں ہلاک ہوگیا اور بیوی کو بھی ہلاک کیا، حضورؐ نے فرمایا کہ کیا کیا؟ کہا رمضان کے دن میں بیوی سے جان کر جماع کرلیا، آپؐ نے فرمایا کہ غلام آزاد کرو، دیہاتی نے کہا اس میری گردن کے علاوہ میری ملکیت میں کچھ نہیں ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ مسلسل دو مہینے کا روزہ رکھو، تو دیہاتی نے فرمایا کہ روزے ہی کی وجہ سے یہ مصیبت آئی ہے، تو آپؐ نے فرمایا کہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلاؤ، تو دیہاتی نے کہا کہ میرے پاس تو یہ بھی نہیں ہے، تو حضورؐ نے حکم دیا کہ کھجور کا ڈالا لایا جائے جس میں پندرہ صاع کھجور تھے اور فرمایا کہ مسکین پر تقسیم کر دو تو دیہاتی نے کہا کہ خدا کی قسم مدینہ کی دونوں لابتوں کے درمیان مجھ سے اور میری عیال سے زیادہ ضرورت مند کوئی نہیں ہے، آپؐ

تمر ويروى بعرق فيه تمر خمسة عشر صاعاً وقال فرّقها على المساكين فقال والله مابين لابتى المدينةاحداحوج منى ومن عيالى فقال كل انت وعيالك يجزيك ولا يجزى احد ا بعدك ۲؎ وهو حجة على الشافعي في قوله يخير لان مقتضاه الترتيب

نے فرمایا کہ تو اور تیری عیال کھالے یہ تیرے لئے کافی ہوگا اور تیرے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح: کفارۂ ظہار غلام آزاد کرنا ہے، وہ نہ ہو تو ساٹھ روز مسلسل روزے رکھنا ہے، اور وہ نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔ رمضان کا روزہ توڑنے میں بھی یہی کفارہ لازم ہوگا۔ حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی پیش کردہ حدیث یہ ہے۔ ان ابا هريرة قال بينما نحن جلوس عند النبي ﷺ اذ جاء ه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالك؟ قال: وقعت على امرأتي وانا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين قال لا قال فهل تجد اطعام ستين مسكينا قال لا قال فمكث عند النبي ﷺ فبينا نحن على ذالك أتي النبي ﷺ بعرق فيها تمر ـ و العرق : المكتل ـ قال اين السائل ؟ فقال أنا ، قال : خذ هذا فتصدقبه فقال الرجل : على افقر مني يا رسول الله ؟ فوالله ما بين لابتيها ـ يريد الحرتين ـ أهل بيت أفقر من أهل بيتي ، فضحك النبي حتى بدت أنيابه ثم قال أطعمه اهلك (بخاری شریف، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن لہ شیء فتصدق علیہ فلیکفر ص ۲۵۹ نمبر ۱۹۳۶ / مسلم شریف تغلیظ تحریم الجماع فی نھار رمضان علی الصائم ووجوب الکفارۃ الکبری فیہ وبیانھا ص ۴۵۳ ، نمبر ۱۱۱۱ / ۲۵۹۵ / ابو داؤد شریف، کفارۃ من اتی اہلہ فی رمضان ص ۳۳۲ نمبر ۲۳۹۰) اس حدیث میں جماع کے کفارہ کی تفصیل ہے۔ (۲) اور آیت میں کفارہ ظہار کی تفصیل یہ ہے۔ و الذين يظاهرون من نسآئهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتما سا ذالكم تو عظون به و الله بما تعملون خبير o فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتما سا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا . (آیت ۲، سورۃ المجادلۃ ۵۸) اس آیت میں ہے کہ ظہار کرنے والا اپنی بیوی سے وطی کرنا چاہے تو پہلے غلام آزاد کرے وہ نہ ہو سکتا ہو تو مسلسل دو مہینے روزے رکھے، وہ نہ ہو سکتا ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے۔

ترجمہ: ۲؎ یہ حدیث امام شافعیؒ پر حجت ہے انکے اس قول میں کہ کفارہ دینے والے کو اختیار ہے، اس لئے کہ اوپر کی حدیث کا مقتضی ترتیب ہے۔

تشریح: ۔ صاحب ہدایہ امام شافعیؒ کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ انکے یہاں ترتیب نہیں ہے اس لئے چاہے غلام آزاد کرنے کی استطاعت رکھتا ہو پھر بھی کھانا کھلانا چاہے تو کھلا سکتا ہے۔ لیکن موسوعہ امام شافعی میں ہے کہ انکے یہاں بھی ترتیب ہے کہ کوئی غلام

۳؎ وعلى مالک فی نفی التتابع للنص علیه (۹۴۱) ومن جامع فيما دون الفرج فانزل فعليه القضاء لوجود الجماع معنى ولا كفارة عليه﴾ ۱؎ لانعدامه صورة

آزادکرنے کی استطاعت رکھتا ہوتو روزہ نہیں رکھ سکتا اور نہ مسکین کو کھانا کھلاسکتا ہے،موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ قال الشافعی فبهذا كله نأخذ يعتق فان لم يقدر صام شهرين متتابعين فان لم يقدر أطعم ستين مسكينا. (موسوعہ امام شافعی، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیہ، ج رابع ،ص ۳۵۷،نمبر ۴۹۳۰) اس عبارت میں ہے کہ پہلے غلام آزاد کرے وہ نہ ہو سکے تو دو مہینے کا روزہ رکھے وہ نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے ،یعنی کفارہ ترتیب کے ساتھ ہے۔اس میں اختیار نہیں ہے۔

لغت: فرق:ایک برتن جس میں پندرہ صاع کھجورآتا ہے۔عرق:ایک برتن جس میں پندرہ صاع کھجورآتا ہے۔لابۃ: مدینہ کا دونوں کنارہ۔

ترجمہ: ۳؎ اورامام مالکؒ پر حجت ہے پیدرپے کی نفی کے بارے میں،اس پرنص کی وجہ سے۔

تشریح:۔صاحب ھدایہ امام مالکؒ کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ انکے یہاں دو ماہ کا روزہ مسلسل رکھنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تھوڑا دن رکھے پھر چھوڑ دے پھر رکھے اور چھوڑ دے اور دو ماہ پورا کردے تو کافی ہے،مختصر خلیل میں عبارت یہ ہے. باطعام ستين مسكينا لكل مد ، و هو الافضل أو صيام شهرين أو عتق رقبة كالظهار ۔(مختصر خلیل،باب کتاب الصیام والاعتکاف، ص ۴۷)اس عبارت میں ہے ساٹھ مسکین کو کھانا کھلانا بہتر ہے اور یہ بھی پتہ چلا کہ دو ماہ مسلسل روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے لیکن اوپر کی حدیث میں [فهل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين؟ قال :لا] کی قید ہے کہ مسلسل دو ماہ روزہ رکھے،اس لئے یہ حدیث امام مالکؒ کے خلاف حجت ہے۔

ترجمہ: (۹۴۱) جس نے جماع کیا فرج کے علاوہ میں اور انزال ہوا تو اس پر قضا ہے کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ معنی جماع پائے جانے کی وجہ سے۔اور کفارہ نہیں ہے۔ ۱؎ کیونکہ صورت کے طور پر جماع نہیں پایا گیا۔

تشریح : یہاں فرج سے مراد شرمگاہ اور پاخانہ کے راستے کے علاوہ ہے۔اس لئے ان دونوں کے علاوہ جگہ مثلا ران وغیرہ میں جماع کیا اور انزال ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی۔کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) کیونکہ ان مقامات پر شہوت کاملہ نہیں ہے۔لیکن جماع کرکے انزال کیا تو معنی کے طور پر جماع پایا گیا اس لئے روزہ ٹوٹے گا اور قضاء لازم ہوگی (۲) حدیث میں ہے۔عن ميمونة مولاة النبی ﷺ ان النبی ﷺ سئل عن صائم قبل فقال افطر . (مصنف ابن ابی شیبۃ ۶۰ من کرہ القبلۃ للصائم ولم یرخص فیھا ج ثانی ص ۳۱۷،نمبر ۹۴۲۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا تو غیر فرج میں جماع کرے اور انزال ہوجائے تو بدرجۂ اولی روزہ ٹوٹے گا۔کیونکہ یہ تو اعلی

(۹۴۲) ولیس فی افساد صوم غیر رمضان کفارة ﴾ ۱ لان الافطار فی رمضان ابلغ فی الجنایة فلا یلحق بہ غیرہ (۹۴۳) ومن احتقن او استعط اواقطر فی اذنه افطر ﴾ ۱ لقوله علیه السلام الفطر مما دخل

درجہ کی حرکت ہوئی (۳) اثر میں ہے ان ابن مسعود قال فی القبلة للصائم قولا شدیدا یعنی یصوم یوما مکانه و هذا عندنا فیه اذا قبل فانزل ۔ (سنن للبیھقی، باب وجوب القضا علی من قبل فانزل ج رابع ص ۳۹۵، نمبر ۸۱۰۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ فرج کے علاوہ میں جماع کرنے سے منی نکل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ: (۹۴۲) رمضان کے علاوہ کے روزے توڑنے میں کفارہ نہیں ہے۔

وجہ: (۱) رمضان کا روزہ فرض ہے اس کے علاوہ کا روزہ فرض نہیں ہے۔ اور نہ اس کی اتنی اہمیت ہے، اس لئے رمضان کے علاوہ کا روزہ توڑ دے تو صرف قضا لازم ہوگی۔ کفارہ لازم نہیں ہوگا (۲) حدیث میں جو کفارہ کا ذکر ہے وہ رمضان کے روزے توڑنے میں ہے دوسرے روزے میں نہیں۔ اس لئے دوسرے روزے کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔ اور کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا صرف قضا لازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے ۔عن عائشة قالت : أهدی لی و لحفصة طعام و کنا صائمتین فأفطر نا ، ... فقال رسول الله علیه السلام لا علیکما صوما مکانه یوما آخر (ابوداؤد شریف، باب من رای علیہ القضاء ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۷ رترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ ص ۱۵۵، نمبر ۷۳۵) اس حدیث میں نفلی روزہ توڑنے پر صرف قضا لازم کی گئی ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ رمضان میں روزہ توڑنا بہت بڑا جرم ہے اس لئے دوسرے روزوں کو اس پر قیاس نہیں کیا جائے گا۔

تشریح: رمضان میں روزہ توڑ دے تو قضاء اور کفارہ دونوں ہیں، لیکن رمضان کے علاوہ کے روزوں کو توڑے تو صرف اس کی قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے دن میں بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر روزہ توڑنا بڑا جرم ہے اور دوسرے دنوں میں توڑنا اتنا بڑا جرم نہیں ہے اس لئے دوسرے دنوں کو رمضان پر قیاس نہیں کیا جائے گا، اور اس کو رمضان کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کفارے کے لئے جو حدیث ہے وہ صرف رمضان میں توڑنے کی حدیث ہے دوسرے دنوں میں نہیں۔

ترجمہ: (۹۴۳) جس نے حقنہ لیا، یا ناک میں دوا ڈالی، یا کان میں دوا کا قطرہ ٹپکایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ: ۱ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ روزہ اس سے ٹوٹے گا جو پیٹ میں داخل ہوا۔

تشریح: پائخانہ کے راستے سے پیٹ کے اندر دوا پہونچانے کو حقنہ کہتے ہیں، اور ناک کے اندر دوا ڈالنے کو استعط کہتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ پاخانہ کے راستے سے پیٹ میں دوا پہونچائی، یا ناک میں دوا ڈالی جو دماغ تک پہونچی، یا کان میں دوا ڈالی تو اس

سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

نوٹ : ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ ظاہری طور پر دونوں کانوں میں سوراخ نظر آتا ہے جو دو سینٹی میٹر تک اندر جاتا ہے اس کے بعد کان کا پردہ آجاتا ہے جو پورے سوراخ کو بند کر دیتا ہے اس لئے آگے دوا نہیں جاسکتی صرف باریک باریک مسامات کے ذریعہ ہی دوا رس سکتی ہے، لیکن شریعت کا مدار ظاہر پر ہے اور ظاہری طور پر دو سینٹی میٹر سوراخ نظر آتا ہے اور آگے کچھ نظر نہیں آتا اس لئے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے حکم لگا دیا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ کان میں دوا ڈالنے کا مقصد یہ ہے کہ بدن کی اصلاح ہو اور بدن کی اصلاح کرنا معنوی طور پر گویا کہ افطار ہے، اس لئے روزہ ٹوٹے گا، یہی وجہ ہے کہ اگر پانی کان میں ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس سے اصلاح مقصود نہیں ہے۔

وجہ : (۱) کوئی بھی کھانے پینے کی چیز یا دوا کی چیز دماغ تک یا آنت تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اوپر کی صورتوں میں منفذ اور سوراخ کے ذریعہ دوا یا پانی آنت اور دماغ تک پہنچ رہے ہیں اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا (۲) اثر میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے حدیث کہہ کر پیش کی ہے ۔**قال ابن عباس و عکرمۃ الصوم مما دخل ولیس مما خرج.** (بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم ص ۲۶۰ نمبر ۱۹۳۸ رسنن للبیھقی ، باب الافطار بالطعام وبغیر الطعام اذا ازدردہ عامدا او بالسعوط والاحتقان وغیر ذلک مما یدخل جوفہ باختیارہ، ج رابع، ص ۴۳۵، نمبر ۸۲۵۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز داخل ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور داخل ہونے کا مطلب پیٹ میں یا دماغ میں داخل ہونا ہے جو اصل ہیں۔ (۲) حقنہ کے بارے میں اثر موجود ہے۔**عن الثوری قال یفطر الذی یحتقن بالخمر ولا یضرب الحد** (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنۃ فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ج رابع ص ۱۵۴ نمبر ۷۵۰۸) (۳) **عن عطاء کرہ ان یستدخل الانسان شیئا فی رمضان بالنھار فان فعل فلیبدل یوما ولا یفطر ذلک الیوم** (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنۃ فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ص ۱۵۳ نمبر ۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل کرنے سے دوسرے دن روزہ قضا رکھے۔ البتہ اس دن بھی روزہ پورا کرے چھوڑے نہیں۔ (۴) ناک میں دوا ٹپکانے کے بارے یہ اثر موجود ہے ۔ **عن الحسن أنہ کرہ للصائم یستسعط** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب الصائم یستسعط ، ج ثانی ، ص ۳۰۴ ، نمبر ۹۲۶۴) اس اثر میں ہے کہ روزہ دار کے لئے ناک میں دوا ٹپکانا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے اصلاح بدن بھی ہے جو معنوی افطار ہے۔

لغت: احتقن : پاخانہ کے راستے سے دوا پیٹ میں ڈالنا۔ استعط : ناک میں دوا چڑھانا۔

اصول: دوا یا غذا دماغ یا پیٹ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۲؎ ولوجود معنی الفطر وهو وصول ما فیه صلاح البدن الی الجوف (۹۴۴) ولا کفارة علیه ۱؎ لانعدامه صورة (۹۴۵) ولو اقطر فی اذنیه الماء او دخلهمالایفسد صومه ۱؎ لانعدام المعنی والصورة بخلاف ما اذا ادخله الدهن

ترجمہ: ۲؎ اورافطار کے معنی کے پائے جانے کی وجہ سے، اوروہ یہ ہے کہ پیٹ میں ایسی چیز پہنچ جائے جس میں بدن کی اصلاح ہے۔

تشریح : صورت کے طور پر افطار یہ ہے کہ منہ کے ذریعے سے کوئی دوا یا غذا کھائے وہ یہاں نہیں ہے اس لئے صورت کے طور پر افطار نہیں ہے، لیکن ان سب جگہوں میں دوائی ڈالنے کا مقصد بدن کی اصلاح ہے اس لئے معنوی طور پر افطار پایا گیا اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ: (۹۴۴) لیکن اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ صورت کے طور پر افطار نہیں ہے۔

ترجمہ: (۹۴۵) اوراگر روزے دار نے کانوں میں پانی ٹپکایا یا پانی کانوں میں خود داخل ہوگیا تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ صورت کے طور پر اور معنی کے طور پر افطار نہ پائے جانے کی وجہ سے، بخلاف جبکہ کان میں تیل داخل کیا۔

تشریح : کان میں پانی جان کر ٹپکایا، یا خود بخود داخل ہوگیا مثلا دریا پار کر رہا تھا کہ پانی کان میں گھس گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں صورت کے طور پر افطار نہیں پایا گیا، اور معنی کے طور پر بھی افطار نہیں پایا گیا، کیونکہ اس میں بدن کی اصلاح مقصود نہیں ہے، لیکن اگر تیل یا دوا کان میں جان کر ڈالا تو اس سے بدن کی اصلاح مقصود ہے اس لئے معنوی طور پر افطار پایا گیا، اسی معنوی طور پر افطار پائے جانے کی وجہ سے روزہ ٹوٹے گا، اور چونکہ ظاہری طور پر دو سینٹی میٹر تک اندر سوراخ جاتا ہے چاہے اندر جا کر بند ہو جاتا ہے، اس لئے شریعت نے ظاہر کا اعتبار کر کے دوا اور تیل میں ٹوٹنے کا حکم لگایا ہے۔ اور پانی عام طور پر نہاتے وقت کان میں جاتا ہے اس لئے اس کو ڈالنا معنوی افطار قرار نہیں دیا گیا، تا کہ امت حرج میں نہ پڑے۔

وجہ : (۱) **عن عطاء کره ان یستدخل الانسان شیئا فی رمضان بالنهار فان فعل فلیبدل یوما ولا یفطر ذلک الیوم** (مصنف عبد الرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ص ۱۵۳ نمبر ۷۵۰۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل ہو تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ، یہاں کان میں دوا ٹپکائی اس لئے روزہ ٹوٹے گا (۲) اور کان کے بارے میں یہ اثر ہے ۔ **عن ابراهیم قال : لا بأس بالسعوط للصائم و کره الصب فی الآذان** (مصنف ابن ابی شیبة، باب الصائم یستسعط، ج ثانی، ص ۳۰۴، نمبر ۹۲۶۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کان میں دوا ٹپکانا مکروہ ہے۔

(۹۴۶)ولو داویٰ جائفة او آمّة بدواء فوصل الیٰ جوفه او دماغه افطر ﴾ ١؎ عند ابی حنیفة والذی یصل هو الرطب ٢؎ وقالا لا یفطر لعدم التیقن بالوصول لانضمام المنفذمرة واتساعه اخریٰ کما فی الیابس من الدواء

ترجمہ: (۹۴۶) اگر پیٹ کے زخم کی یا دماغ کے زخم کی دوا کی اور دوائی پیٹ تک یا دماغ تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمہ: ١؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور جو دوا پہونچی ہے وہ تر ہو۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ دوا پیٹ کے اندر پہونچ جائے یا دماغ کے اندر پہونچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ۔کسی نے آنت کے اندر کے زخم پر تر دوا ڈالی یا دماغ کے اندر کے زخم پر تر دوا ڈالی تو طب کا طریقہ یہ ہے کہ تر دوا زخم کی تری کے ساتھ مل کر مزید پانی والی ہو جائے گی اور آنت کے اندر پہونچنے میں آسانی ہوگی یا دماغ کے اندر پہونچنے میں آسانی ہوگی اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ وہ آنت کے اندر یا دماغ کے اندر پہونچ گئی اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔لیکن اگر خشک دوا ڈالی تو خشک دوا زخم کی تری کو چوس لیگی اس لئے زخم کو خشک کر دیگی جسکی وجہ سے زخم کا منہ بند ہو جائے گا اور دوا آنت کے اندر یا دماغ کے اندر نہیں پہونچ پائے گا اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا (١) اس اثر میں ہے۔عن عطاء کره ان یستدخل الانسان شیئا فی رمضان بالنهار فان فعل فلیبدل یوما ولا یفطر ذلک الیوم (مصنف عبدالرزاق، باب الحقنة فی رمضان والرجل یصیب اہلہ ص ۱۵۳ نمبر ۷۵۰۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز بدن میں داخل ہوئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، یہاں پیٹ کے اندر یا دماغ کے اندر دوا داخل ہوئی اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لغت: جائفہ: جوف سے مشتق ہے لفظی ترجمہ ہے اندر یہاں مراد وہ زخم جو آنت تک پہونچنے والا ہو۔آمۃ: دماغ کا وہ زخم جو دماغ کے بھیجے تک پہونچا ہوا ہو۔رطب: تر، تر دوا۔

ترجمہ: ٢؎ اور صاحبین نے فرمایا کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ دوا کے آنت تک پہونچنے کا یقین نہیں ہے اس لئے کہ زخم کا سوراخ کبھی مل جاتا ہے اور کبھی کھل جاتا ہے، جیسے کہ خشک دوا کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

تشریح: صاحبینؒ کی رائے یہ ہے کہ پیٹ کے زخم میں اور دماغ کے زخم میں تر دوا بھی ڈالے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ دوا تر ہونے کے باوجود کوئی یقینی نہیں ہے کہ دوا پیٹ اور دماغ کے اندر تک پہونچ گئی ہو، کیونکہ زخم کا سوراخ کبھی کھلتا ہے اور کبھی سکڑ کر بند ہو جاتا ہے جیسے کہ خشک دوا ڈالنے سے سوراخ بند ہو جاتا ہے اس لئے جب پیٹ کے اندر اور دماغ کے اندر پہونچنے کا یقین نہیں ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا

لغت: انضمام: ضم سے مشتق ہے ملنا، منفذ: نفذ سے مشتق ہے اندر جانے کا سوراخ۔اتساع: وسیع ہونا۔یابس: خشک۔

۳؎ وله ان رطوبة الدواء تلاقی رطوبة الجراحة فیزداد میلا الی الاسفل فیصل الی الجوف بخلاف الیابس لانه ینشف رطوبة الجراحة فینسد فمها (۹۴۷) ولو اقطر فی احلیله لم یفطر ؎ ا؎ عند ابی حنیفة وقال

ترجمہ: ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوا کی رطوبت زخم کی رطوبت کے ساتھ ملے گی تو اندر کی طرف دوا کا میلان زیادہ ہوگا اس لئے پیٹ کے اندر پہونچ جائے گی، بخلاف خشک دوا کے اس لئے کہ وہ زخم کی تری کو چوستی ہے تو زخم کے منہ کو اور بند کر دیتی ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ تر دوا کی تری زخم کی تری کے ساتھ ملتی ہے تو تری اور زیادہ ہو جاتی ہے اور پیٹ کے اندر کی طرف پہونچتی ہے اس لئے غالب گمان یہ ہے کہ وہ پیٹ میں پہونچ گئی اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کے برخلاف خشک دوا زخم کی تری کو چوستی ہے اس لئے زخم کا سوراخ اور بند ہو جاتا ہے اس لئے دوا اندر نہیں جا سکتی اس لئے خشک دوا سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

لغت : رطوبۃ: تری، رطوبت۔ ینشف: چوستا ہے۔ ینسد: سد سے مشتق ہے، بند ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۹۴۷) اگر مرد کے پیشاب گاہ میں قطرہ ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ا؎ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا روزہ ٹوٹے گا۔ اور امام محمد کا قول اس بارے میں مضطرب ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہ کا نظریہ یہ ہے کہ پیشاب گاہ کے سوراخ کا منفذ آنت تک نہیں ہے۔ بلکہ درمیان میں مثانہ حائل ہے اس سے مترشح ہو کر پیشاب آتا ہے۔ اس لئے کوئی دوا یا پانی پیشاب گاہ کے سوراخ میں ڈالے تو وہ آنت تک نہیں پہنچے گی۔ اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

فائدہ: امام ابو یوسف کا نظریہ یہ ہے کہ پیشاب گاہ کا سوراخ براہ راست آنت تک پہنچتا ہے۔ اسی لئے آنت میں گیا ہوا پانی پیشاب کے راستہ سے نکلتا ہے۔ اس لئے جو پانی یا دوا پیشاب گاہ کے سوراخ میں ڈالے گا وہ آنت تک پہنچ جائے گی۔ اس لئے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

امام محمدؒ کی رائے اس بارے میں مضطرب ہے، یعنی بعض روایت میں ہے کہ روزہ ٹوٹ جائے گا اور بعض میں ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ گویا کہ انکے نزدیک یہ ثابت نہیں ہوا کہ پیشاب گاہ اور پیٹ کے درمیان سوراخ ہے یا نہیں۔

نوٹ: اس مسئلہ کا دار و مدار ڈاکٹری تحقیق پر ہے اور ڈاکٹری تحقیق یہ ہے کہ پیشاب گاہ کا سوراخ براہ راست آنت تک نہیں ہے پیشاب گاہ کا سوراخ مسانہ تک جاتا ہے، اور مسانے کی تھیلی میں آنت سے پیشاب رس رس کر آتا ہے، مسانے اور پیٹ کے درمیان

ابـويوسف يفطر وقول محمد مضطرب فيه ؂فـكانه وقع عند ابى يوسف ان بينه وبين الجوف منفذا ولهذا يخرج منه البول ووقع عند ابى حنيفة ان المثانة بينهما حائل والبول يترشح منه وهذا ليس من باب الفقه (٩٤٨)ومـن ذاق شيئا بفمه لم يفطر ؁لـعدم الفطر صورة ومعنى ويكره له ذٰلک ؂لما فيـه مـن تعريض الصوم على الفساد (٩٤٩) ويـكـره لـلمرأة ان تمضغ لصبيها الطعام اذا كان لها منه بدلما بينا ولا بأس اذا لم تجد منه بدا

کوئی سوراخ نہیں ہے اس لئے طرفین کے مسلک کے موافق روزہ نہیں ٹوٹے گا۔یہی ڈاکٹری تحقیق کے مطابق ہے۔

لغت : احلیل: مرد کے پیشاب گاہ کا سوراخ۔یترشح:ٹپکتا ہے۔

ترجمہ : ؂ گویا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بات ثابت ہوئی کہ پیشاب گاہ اور پیٹ کے درمیان راستہ ہے اسی لئے پیٹ سے پیشاب نکلتا ہے،اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ مثانہ پیشاب گاہ اور پیٹ کے درمیان حائل ہے،اور پیشاب پیٹ سے مثانہ میں ٹپکتا ہے،اور یہ بحث فقہ کے باب میں سے نہیں ہے۔۔اس کی تفصیل ابھی اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: (٩٤٨) اگر کسی نے منہ سے کچھ چکھ لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ؁ صورت کے طور پر اور معنی کے طور پر افطار نہ ہونے کی وجہ سے لیکن یہ مکروہ ہے۔

تشــریـح : صرف منہ سے چکھنے سے پیٹ میں کوئی چیز نہیں گئی اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ صورت کے طور پر بھی افطار نہیں ہوا کیونکہ کھایا نہیں،اور معنی کے طور پر بھی افطار نہیں ہوا، کیونکہ اس سے اصلاح بدن مقصود نہیں ہے صرف نمک وغیرہ کا اندازہ لگانا ہے،لیکن ممکن ہے کہ کبھی کوئی چیز پیٹ میں چلی جائے اور روزہ ٹوٹ جائے اس لئے بغیر ضرورت کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وجہ: (۱)اثر میں ہے. عـن ابـن عـبـاس قـال : لا بـأس أن يـذوق الـخـل أو الشـيء مـا لم يدخل حلقه و هو صـائـم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الصائم یتطعم بالشی ء، ج رابع ،ص ۳۰۵، نمبر ۹۲۷۷ رسنن للبیھقی ، باب الصائم یذوق شیئا ج رابع ،ص ۴۳۵ نمبر ۸۲۵۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شوربہ وغیرہ چکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ پیٹ میں کوئی چیز نہ جائے۔

ترجمہ: ؂ اس لئے کہ روزہ کو توڑنے پر پیش کرنا ہے۔

تشریح : کسی چیز کو چکھنے کے درمیان ایسا ہو سکتا ہے کہ کبھی پیٹ کے اندر بھی چلا جائے اور جان کر روزہ توڑنے والا ہو جائے اور قضاء کے ساتھ کفارہ بھی دینا پڑے،ایسے عظیم جرم پر اقدام کرنا اچھا نہیں ہے اس لئے بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ: (٩٤٩) عورت کے لئے اپنے بچے کے لئے کھانا چبانا مکروہ ہے بشرطیکہ اس کے واسطے کوئی راستہ ہو اس دلیل کی وجہ جو ہمنے بیان کیا،اور جب کوئی اور راستہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۱؎ صیانۃً للولد ۲؎ الاتری ان لھا ان تفطر اذا خافت علی ولدھا (۹۵۰) ومضغ العلک لا یفطر الصائم ﷺ ۱؎ لانہ لایصل الیٰ جوفہ

ترجمہ: ۱؎ بچے کی حفاظت کے لئے۔

تشریح: اگر بچے کے کھانے کو چبانے کی ضرورت نہیں ہے تو اس کو چبانا مکروہ ہے۔اور اگر اشد ضرورت پڑ جائے اور چبانے والا کوئی دوسرا بھی نہیں ہے اور کھانا بچہ کیلئے نرم کرنے کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے تو چبا سکتی ہے بشرطیکہ پیٹ میں کھانا نہ جائے، کیونکہ بچے کی حفاظت کے لئے روزہ توڑ بھی سکتی ہے تو اس کی حفاظت کے لئے کھانا بدرجہ اولی چبا سکتی ہے۔

وجہ: اثر میں ہے۔عن ابراھیم قال لا بأس ان تمضغ المرأۃ لصبیھا وھی صائمۃ مالم تدخل حلقھا (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۰ فی الصائمۃ تمضغ لصبیھا ج ثانی ص ۳۰۶،نمبر ۹۲۹۳ رمصنف عبدالرزاق ،باب المرأۃ تمضغ لصبیھا وھی صائمۃ وتذوق الشیء، ج رابع ،ص ۱۵۹،نمبر ۷۵۴۱)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ضرورت پڑے تو عورت اپنے بچے کے لئے کھانا چبا سکتی ہے۔بشرطیکہ اس کے حلق میں کھانا نہ پہنچے۔(۲) لما بینا کا مطلب یہ ہے کہ کھانا چبا کے اگل دینے میں نہ تو صورت کے اعتبار سے افطار پایا گیا اور نہ معنی کے اعتبار سے افطار پایا گیا،اس لئے روزہ نہیں ٹوٹے گا،اور بچے کی حفاظت کے لئے ایسا کر سکتی ہے۔۔مضغ : چبانا۔بد: کوئی چارہ،کوئی اور راستہ۔

ترجمہ: ۲؎ کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ اگر بچے کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ توڑ سکتی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ بچے کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو اور روزے کی حالت میں عورت کا دودھ نہ اترتا ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ روزہ نہ رکھے یا روزہ توڑ دے اور بچے کو دودھ پلائے، جب روزہ توڑنے کی گنجائش ہے تو اس کے کھانے کو چبانے کی بھی گنجائش ہوگی۔

ترجمہ: (۹۵۰) علک کے چبانے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وہ پیٹ تک نہیں پہونچتا۔

تشریح: علک ایک قسم کا گوند ہے جو دانت صاف کرنے کے لئے عورتیں چباتی ہیں۔اس لئے اگر صرف دانت صاف کرنے کے لئے چبا کر پھینک دیا اور حلق میں اس کا دانہ نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔کیونکہ پیٹ میں کوئی چیز نہیں گئی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے

وجہ : (۱) اثر میں ہے عن ابراھیم انہ رخص فی مضغ العلک للصائم مالم یدخلہ حلقہ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۳۱ من رخص فی مضغ العلک للصائم ،ج جلد ثانی ،ص ۲۹۷،نمبر ۹۱۷۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ علک چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ کوئی چیز حلق میں نہ جائے۔۔العلک : چبانے کا گوند۔

۲و قيل اذا لم يكن ملتئما يفسد لانه يصل اليه بعض اجزائه ۳وقيل اذا كان اسود يفسد وان كان ملتئما لانه تيفتَّت (۹۵۱) الاانه يكره للصائم ۱لما فيه من تعريض الصوم للفساد

ترجمه: ۲ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ گوند چپکا ہوا نہ ہو تو روزہ فاسد کرتا ہے، اس لئے کہ اس کے بعض اجزاء پیٹ میں پہونچ جاتے ہیں۔

تشریح : گوند کی دو خاصیتیں ہیں [۱] ایک یہ کہ وہ چپکتا ہے پس اگر گوند چبایا اور دانتوں کے ساتھ چپکا ہوا رہا ریزہ ریزہ ہو کر پیٹ کے اندر نہیں گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، کیونکہ پیٹ کے اندر کوئی چیز نہیں گئی، [۲] اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے ، پس اگر ریزہ ریزہ ہو گیا اور پیٹ میں بھی کچھ ریزے پہونچ گئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ترجمه: ۳ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ کالا گوند ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اگر چہ چپکا ہوا ہو اس لئے کہ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

تشریح : بعض حضرات نے فرمایا کہ کالا گوند چاہے چپکا ہوا ہو تب بھی اس کو چبانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ کالا گوند چپکا ہوا ہو تب بھی وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور پیٹ میں پہونچ جاتا ہے اس لئے کالا گوند چبانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اصول : یہی ہے کہ پیٹ میں گوند پہونچے تو روزہ ٹوٹے گا ورنہ نہیں۔

لغت : ملتئما: لئم سے مشتق ہے، ملا ہوا ہو۔ چپکا ہوا ہو۔ یتفتت : چور ہو کر ریزہ ریزہ ہونا۔

ترجمه (۹۵۱) مگر علک کا چبانا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ اس میں روزے کو فساد کے لئے پیش کرنا ہے۔ اور اس لئے کہ لوگ افطار کے ساتھ متہم کریں گے۔

تشریح : روزہ دار کے لئے علک کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن مکروہ ہے۔

وجه : (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہو کہ علک کا کچھ حصہ پیٹ میں چلا جائے اور روزہ ٹوٹ جائے، تو روزے کو توڑنے کے لئے پیش کرنا ہوا اس لئے مکروہ ہے، (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس کو چباتے ہوئے دیکھیں گے تو لوگ کہیں گے کہ یہ روزہ توڑ رہا ہے، اور لوگ اس کو افطار کرنے کے ساتھ متہم کریں گے، اور کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے لوگ متہم کریں مکروہ ہے، اس لئے بھی علک چبانا مکروہ ہے (۳) اثر میں ہے. **عن ام حبيبة زوج النبي ﷺ أنها كرهت مضغ العلك للصائم** ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۳۲ من کرہ مضغ العلک للصائم ،ج جلد ثانی ،ص ۲۹۸ ،نمبر ۹۱۸۶ رسنن بیہقی ، باب من کرہ مضغ العلک للصائم ،ج رابع ،ص ۴۴۷ ،نمبر ۸۳۰۶)اس اثر میں ہے کہ روزہ دار کے لئے علک چبانا مکروہ ہے۔

۲؎ ولانہ یتھم بالافطار ولا یکرہ للمرأۃ اذا لم تکن صائمۃ لقیامہ مقام السواک فی حقھن ۳؎ ویکرہ للرجال علیٰ ما قیل اذا لم یکن من علۃ وقیل لایستحب لمافیہ من التشبیہ بالنساء (۹۵۲) ولا بأس بالکحل ودھن الشارب ﴾ ۱؎ لانہ نوع ارتفاق وھو لیس من محظور الصوم

ترجمہ: ۲؎ اور اگر روزہ دار نہ ہو تو عورت کے لئے علک چبانا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ عورتوں کے حق میں یہ مسواک کے درجے میں ہے۔

تشریح: اگر عورت روزہ دار نہ ہو تو اس کے لئے علک چبانا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ علک سے دانت صاف ہوتا ہے اس لئے یہ اس کے لئے مسواک کے درجے میں ہے اس لئے جائز ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور جیسا کہ کچھ حضرات فرماتے ہیں کہ مرد کے لئے مکروہ ہے بشرطیکہ یہ چبانا کسی بیماری کی وجہ سے نہ ہو تو، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مرد کے لئے مستحب نہیں ہے کیونکہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ ہے۔

تشریح: کچھ حضرات نے فرمایا کہ کسی بیماری کے علاج کے لئے علک نہ چبا رہا ہو تو مرد کے لئے اس کا چبانا مکروہ ہے، کیونکہ علک چبانا عورتوں کی علامت ہے اس لئے ان کے ساتھ تشبہ کی وجہ سے مکروہ ہے، اور کچھ حضرات نے فرمایا کہ مکروہ تو نہیں ہے لیکن عورتوں کے ساتھ تشبہ کی وجہ سے مرد کے لئے مستحب نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ہے۔ سمعت قتادہ یسئل عن العلک فقال : انی لا کرھہ للصائم و غیر الصائم . (مصنف عبد الرزاق، باب العلک للا صائم، ج رابع، ص ۱۵۷، نمبر ۷۵۲۹) اس اثر میں ہے کہ روزہ دار نہ ہو اس کے لئے بھی علک چبانا اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ: (۹۵۲) سرمہ لگانے میں اور مونچھ پر تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ یہ ایک قسم کی آسائش ہے اور آسائش روزے کی ممنوعات میں سے نہیں ہے۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح مونچھوں پر تیل لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ مونچھوں پر تیل لگانے سے یہ پیٹ میں نہیں جاتا ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

وجہ: عن انس بن مالک قال جاء رجل الی النبی ﷺ قال : اشتکت عینی أفأکتحل و أنا صائم ؟ قال نعم۔ (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکحل للصائم ص ۱۵۴ نمبر ۷۲۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے دار کو آنکھ میں سرمہ لگانے کی اجازت دی جسکا مطلب یہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲) سرمہ لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی یہ حدیث ہے . عن

۲؎ وقد ندب النبی علیہ السلام الی الاکتحال یوم عاشور او الی الصوم فیه ۳؎ ولا بأس بالاکتحال للرجال اذا قصد به التداوی دون الزینة

عائشة قالت ربما اکتحل النبی ﷺ وهو صائم (سنن للبیہقی، باب الصائم یکتحل ج رابع ص ۴۳۷، نمبر ۸۲۵۹)(۳) اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ عن انس بن مالک انه کان یکتحل وهو صائم (ابوداؤد شریف، باب فی الکحل عند النوم، کتاب الصائم ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۸) اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔(۴) اور تیل لگانا مستحب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے عن قتادة قال : یستحب للصائم أن یدهن حتی تذهب عنه غبرة الصائم۔(مصنف عبد الرزاق، باب الدهن للصائم، ج رابع، ص ۲۴۳، نمبر ۷۶۴۲) اس اثر میں ہے کہ روزہ دار کو تیل لگانا چاہئے تاکہ خوبصورت لگے۔

ترجمہ: ۲؎ عاشورا کے دن سرمہ لگانا مستحب قرار دیا اور اس میں روزہ رکھنا بھی مستحب قرار دیا۔

تشریح : عاشورا کے دن روزہ رکھنا مستحب قرار دیا اور اس دن سرمہ لگانا بھی مستحب قرار دیا تو دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ عاشورا یعنی دسویں محرم کو روزہ رکھے۔ أن عائشةؓ قالت کان رسول الله ﷺ أمر بصیام یوم عاشوراء فلما فرض رمضان کان من شاء صام و من شاء أفطر . (بخاری شریف، باب صوم یوم عاشوراء، ص ۳۲۱، نمبر ۲۰۰۱ رمسلم شریف، باب صوم یوم عاشوراء، ص ۴۵۹، نمبر ۱۱۲۵ / ۲۶۳۷) اس حدیث میں ہے کہ دسویں محرم کو روزہ رکھنا چاہئے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ عاشورا یعنی دسویں محرم کو سرمہ لگائے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم یرمد أبدا ۔(سنن بیہقی، شعب الایمان، باب صوم التاسع مع العاشر، ج ثالث، ص ۳۶۷، نمبر ۳۷۹۷) اس حدیث میں ہے کہ دسویں محرم کو سرمہ لگانا چاہئے، ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا

ترجمہ: ۳؎ مردوں کے لئے سرمہ لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس سے دوا کرنا چاہتا ہو زینت کرنا نہ چاہتا ہو۔

تشریح : سرمہ ایک قسم کی زینت کی چیز ہے اس لئے دوا کے لئے لگائے تو کوئی حرج نہیں ہے اور بشرطیکہ زینت کرنا نہ چاہتا ہو ۔۔ عام حالات میں سرمہ لگانا مستحسن ہے کیونکہ حدیث میں موجود ہے

ع ويستحسن دهن الشارب اذا لم يكن من قصده الزينة لانه يعمل عمل الخضاب ولا يفعل لتطويل اللحية اذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة (٩٥٣) ولا بأس بالسواک الرطب بالغداة والعشی للصائم ﴾ ل لقوله علیہ السلام خير خلال الصائم السواک من غير فصل

ترجمه: ع اگر زینت مقصود نہ ہوتو مونچھ میں تیل لگانا مستحسن ہے اس لئے کہ وہ خضاب کا کام کرتا ہے، لیکن اگر ڈاڑھی مسنون مقدار ہو یعنی ایک مٹھی ہو تو اس کو بڑھانے کے لئے تیل نہ لگائے۔

تشریح: مونچھوں میں تیل لگانا مستحسن ہے کیونکہ وہ خضاب کا کام کرتا ہے، لیکن اگر ڈاڑھی ایک مشت لمبی ہو تو اس کو بڑھانے کے لئے تیل نہ لگائے، کیونکہ ڈاڑھی جتنی مسنون ہے اتنی لمبی تو ہے ہی اس لئے تیل لگا کر اور بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

ترجمه: (٩٥٣) روزہ دار کے لئے صبح اور شام کو تر مسواک میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه: ل حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ روزہ دار کی بہترین خصلت مسواک کرنا ہے، بغیر کسی تفصیل کے۔

تشریح: جو روزہ رکھتا ہے شام کو بھوک کے پیٹ میں پیٹ سے ایک قسم کی بو نکلتی ہے جو اللہ کو بہت پسند ہے، اور شام کو مسواک کرنے سے وہ بو ختم نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ بو منہ کی نہیں ہوتی بلکہ پیٹ کی ہوتی ہے، اس لئے شام کو مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مسواک تر ہو یا خشک اس کو کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

وجه: (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عامر بن ربيعة قال رأيت رسول الله ﷺ يستاک و هو صائم . زاد مسدد : ما لا أعد و لا أحصى . (ابو داود شریف، باب السواک للصائم، ص ٣٤٤، نمبر ٢٣٦٤ رترمذی شریف، باب ما جاء فی السواک للصائم، ص ١٨٤، نمبر ٧٢٥ ربخاری شریف، باب سواک الرطب والیابس للصائم، ص ٣١٠، نمبر ١٩٣٤) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ روزے کی حالت میں مسواک کیا کرتے تھے۔ (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من خير خصال الصائم السواک ۔ (ابن ماجۃ شریف، باب ما جاء فی السواک والکحل للصائم، ص ٢٤٠، نمبر ١٦٧٧) اس حدیث میں ہے کہ روزہ دار کی بہترین خصلت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے، اور اس میں یہ نہیں ہے کہ شام کو مسواک کرے یا صبح کو کرے اس لئے شام کو بھی کرنا بہتر رہے گا۔ (۳) سالت عاصم الاحول أيستاک الصائم ؟ قال نعم قلت : برطب السواک و يابسه ؟ قال نعم ، قلت اول النهار و آخره ؟ قال نعم قلت : عن من ؟ قال عن انس بن مالک عن النبی ﷺ . (دار قطنی، باب السواک للصائم، ج ثانی ص ١٨٢، نمبر ٢٣٤١ رسنن بیہقی، باب السواک للصائم ج رابع، ص ٤٥٢، نمبر ٨٣٢٧) اس حدیث میں ہے کہ دن کے شروع حصے میں بھی مسواک کر سکتا ہے اور دن کے آخیر حصے میں بھی مسواک کر سکتا ہے۔

٢ وقال الشافعي يكره بالعشي لما فيه من ازالة الاثر المحمود وهو الخلوف فشابه دم الشهيد
٣ قلنا هو اثر العبادة والاليق به الاخفاء بخلاف دم الشهيد لانه اثر الظلم

ترجمہ: ٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ شام کو مسواک کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس وقت مسواک کرنے سے اچھے اثر یعنی خلوف کو زائل کرنا ہے تو وہ شہید کے خون کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شام کو مسواک کرنے سے منہ سے خلوف زائل ہو جائے گا جو اچھا اثر ہے اور اللہ تعالی کو بہت محبوب ہے اس لئے شام کو مسواک نہیں کرنا چاہئے، لیکن اگر کر لیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال الشافعي : و لا أكره السواک بكرة و اكرهه بالعشي لما أحب من خلوف فم الصائم . (موسوعہ امام شافعی، باب الجماع فی رمضان والخلاف فیہ، ج رابع، ص ٣٦٧، نمبر ٤٩٨٥) اس عبارت میں ہے کہ شام کو اس لئے مسواک کرنا اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ منہ کی روزے والی بدبو ختم ہو جائے گی۔۔ منہ کا خلوف شہید کے خون کی طرح ہو گیا، کہ شہید کے خون کو دھویا نہیں جاتا اسی طرح خلوف کو بھی مسواک کے ذریعہ دور نہیں کرنا چاہئے۔۔ خلوف: خلف سے مشتق ہے، بو کا بدلنا۔

وجه : (١) اس حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال ....لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک ۔ (بخاری شریف، باب فضل الصوم، ص ٣٠٥، نمبر ١٨٩٤ / مسلم شریف، باب فضل الصیام، ص ٤٦٩، نمبر ١١٥١ / ٢٧٠٤) اس حدیث میں ہے کہ روزے دار کے منہ کی بدبو مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ بدبو شام کو ہوتی ہے اس لئے شام کو مسواک نہیں کرنا چاہئے (٢)

اس اثر میں ہے۔ عن علي قال : اذا صمتم فاستاكوا بالغداة و لا تستاكوا بالعشي ، فانه ليس من صائم تيبس شفتاه بالعشي الا كانت نورا بين عينيه يوم القيامة ۔ (دار قطنی، باب السواک للصائم، ج ثانی، ص ١٨٣، نمبر ٢٣٤٧ / سنن بیہقی، باب من کرہ السواک بالعشی اذا کان صائما ج رابع، ص ٤٥٥، نمبر ٨٣٣٦) اس اثر میں ہے کہ شام کو مسواک نہ کرو تا کہ ہونٹ جتنا ہی سوکھے گا قیامت کے دن نور اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ (٣) عن ابی هريرة قال :لک السواک الی العصر فاذا صليت العصر فألقه فانی سمعت رسول الله ﷺ يقول خلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسک ۔ (دار قطنی، باب السواک للصائم، ج ثانی، ص ١٨٢، نمبر ٢٣٤٥) اس اثر میں ہے کہ عصر کے بعد مسواک نہ کرے۔

ترجمہ: ٣ ہم نے کہا کہ خلوف عبادت کا اثر ہے اس لئے اس کو چھپانا زیادہ بہتر ہے، بخلاف شہید کے خون کے اس لئے کہ وہ ظلم کا اثر ہے [اس لئے اس کو ظاہر کرنا بہتر ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کے قیاس کا جواب ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ خلوف اچھا اثر ہے اس لئے شہید کے خون کی طرح اس کو

ﷺ ولا فرق بين الرطب الاخضر وبين المبلول بالماء لما روينا

دھونا نہیں چاہئے ،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ خلوف عبادت کا اثر ہے اس لئے اس کا چھپانا بہتر ہے،اور مسواک کرنے سے وہ زائل ہوجائے گا اور چھپ جائے گا اس لئے شام کو مسواک کرنا جائز ہوگا،اور شہید کے خون پر اس لئے قیاس نہیں کر سکتے کہ شہید کا خون ظلم کا اثر ہے اس لئے اس کو باقی رکھنا بہتر ہے تا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جا سکے۔

ترجمہ: ؎ اصلی تری اور پانی سے بھگونے کی تری کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح : مسواک کی تری چاہے اصلی ہو یا مسواک خشک ہو لیکن پانی میں بھگو کر اس کو تر کی ہو دونوں طرح کے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ روزے دار کے لئے مسواک جائز ہے۔۔الاخضر: سبز مسواک، تر مسواک۔مبلول: پانی سے تر کی ہوئی۔

﴿فصل فی اعذار الافطار﴾

(٩٥٤) ومن كان مريضا فى رمضان فخاف ان صام از داد مرضه افطر وقضىٰ ﴾

﴿فصل فی اعذارالا فطار﴾

ترجمه: (٩٥٤) جو رمضان میں بیمار ہو، پس خوف کرتا ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے گا تو اس کا مرض بڑھ جائے گا تو افطار کرے اور قضا کرے۔

تشریح: ایک یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو تو اس صورت میں بھی روزہ توڑ سکتا ہے اور بعد میں اس کی قضاء کرے۔ اور اس سے شدید دوسری صورت یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے ہلاکت کا خطرہ ہو، یا کسی عضو کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔ لیکن حنفیہ کے یہاں پہلی صورت میں بھی روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے

وجه: (١) یہ آیت ہے۔ فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ۔ (آیت ١٨٥ سورة البقرة ٢) آیت سے معلوم ہوا کہ مرض ہو یا سفر ہو تو روزہ توڑے گا اور دوسرے دنوں میں اس کی قضا کرے۔ اس آیت میں ہے کہ بیمار ہو تب بھی روزہ چھوڑ دے یہ نہیں ہے کہ ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ چھوڑے، اسی طرح سفر میں جانے سے صرف دقتیں بڑھتیں ہیں ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوتا پھر بھی روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے چاہے ہلاکت کا خطرہ ہو یا نہ ہو۔ (٢) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ؓ أن رسول الله ﷺ خرج الى مكة فى رمضان فصام فلما بلغ الكديد أفطر فأفطر الناس . (بخاری شریف، باب اذا صام أیاما من رمضان ثم سافر، ص ٣١٢، نمبر ١٩٤٤/ ابوداود شریف، باب التاجر یفطر، ص ٣٤٩، نمبر ٢٤٠٤) اس حدیث میں ہے کہ سفر میں روزہ توڑ دیا، حالانکہ ہلاکت کا خطرہ نہیں ہوتا ہے صرف پریشانی ہوتی ہے پھر بھی روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ (٣) عن ابن عباس ﴿ و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ﴾ قال : كانت رخصة للشيخ الكبير و المرأة الكبيرة و هما يطيقان الصيام أن يفطرا و يطعما مكان كل يوم مسكينا و الحبلى و المرضع اذا خافتا ۔ (ابوداود شریف، باب من قال هی مثبتة للشیخ والحبلی، ص ٣٣٨، نمبر ٢٣١٨) اس حدیث میں ہے کہ بوڑھے یا دودھ پلانے والی عورت کو پریشانی ہو تو روزہ توڑ سکتی ہے، چاہے جان کی ہلاکت کا خطرہ نہ ہو۔ (٤) اور ہلاکت کا خطرہ ہو تو روزہ رکھنا اچھا نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن جابر بن عبد الله : ان النبى ﷺ رأى رجلا يظلل عليه و الزحام عليه ، فقال ليس من البر الصيام فى السفر ۔ (ابوداود شریف، باب اختیار الفطر، ص ٣٤٩، نمبر ٢٤٠٧/ مسلم شریف، باب جواز الصوم فی شہر رمضان للمسافر ص ٣٥٦ نمبر ٢٦١٢/١١١٥) اس حدیث میں ہے سفر میں روزہ رکھا جس سے بیہوش ہو گیا تو آپ ؐ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔

۱وقال الشافعی لا یفطر هو یعتبر خوف الھلاک اوفوات العضو کمایعتبر فی التیمم ۲ونحن نقول ان زیادۃ المرض وامتدادہ قد تفضی الی الھلاک فیجب الاحتراز عنہ

کسکے لئے روزہ توڑنا جائز ہے؟

[۱] بیمار، جبکہ بیماری بڑھنے کا خطرہ ہو [۲] سفر

[۳] حمل، جبکہ روزہ حمل یا عورت کے لئے نقصان دہ ہو

[۴] بڑھاپا جبکہ وہ روزے پر قادر نہ ہو۔ [۵] سخت پیاس

[۶] رضاعت، دودھ پلانا، جبکہ روزہ بچے کے لئے ضرر رساں ہو

[۷] سخت بھوک، جبکہ روزے کی وجہ سے جان یا عقل جانے کا خوف ہو

ترجمہ: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ صرف مرض کے بڑھنے کا خوف ہو تو روزہ نہ توڑے وہ ہلاک ہونے کے خوف کا اعتبار کرتے ہیں، یا عضو کے فوت ہونے کا اعتبار کرتے ہیں، جیسا کہ تیمّم میں عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو تیمّم کرسکتا ہے۔

تشریح: صاحب ھدایہ یہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ ہلاکت کا خوف ہو یا عضو کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو روزہ توڑے صرف مرض بڑھنے کا خوف ہو تو روزہ نہ توڑے، جیسے کہ ہلاکت کا خوف ہو تو تیمّم کرے ورنہ نہ کرے۔ لیکن موسوعہ میں ہے کہ مرض بڑھنے کا واقعی خطرہ ہو تو روزہ توڑ دے، لیکن صرف مرض بڑھنے کا احتمال ہو تو روزہ نہ توڑے، ہلاکت کا خطرہ ہو یا عضو ضائع ہونے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑے ایسا انکی کتاب میں نہیں ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **قال الشافعی : و ان زاد مرض المریض زیادۃ بینۃ أفطر ، و ان کانت زیادۃ محتملۃ لم یفطر ، و الحامل اذا خافت علی ولدھا أفطرت و کذالک المرضع اذا أضر بلبنھا الاضرار البین ، فأما ما کان من ذالک محتملا فلا یفطر صاحبہ** ۔(موسوعہ امام شافعی، باب أحکام من افطر فی رضان، ج رابع، ص ۳۷۶، نمبر ۵۰۳۸) اس عبارت میں یہ ہے کہ واقعی ضرر کا خطرہ ہو تو بیمار اور دودھ پلانے والی افطار کرسکتی ہے، لیکن اگر ضرر کا صرف احتمال ہو تو افطار نہیں کرسکتی، انہوں نے ضرر کے واقعی خوف کو لیا ہے صرف احتمال کافی نہیں ہے، اور ہلاکت کا خطرہ ہو اس کو نہیں لیا۔

ترجمہ: ۲ ہم کہتے ہیں بیماری کی زیادتی اور اس کا طویل ہونا بھی کبھی ہلاکت تک پہونچا تا ہے اس لئے اس سے بھی بچنا واجب ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ اگرچہ ابھی بیماری تھوڑی ہے لیکن روزہ رکھنے سے ہوسکتا ہے کہ بیماری بڑھ جائے اور دیر تک بیماری رہے جسکی وجہ سے ہلاکت ہو جائے تو روزہ رکھنا بعد میں ہلاکت کا سبب ہوسکتا ہے اس لئے اس کے لئے روزہ توڑنے کی گنجائش ہو

(٩٥٥) وان كان مسافر الا يستضر بالصوم فصومه افضل وان افطر جاز ﴾ ١؎لان السفر لا يعرى عن المشقة فجعل نفسه عذرا بخلاف المرض فانه قد يخف بالصوم فشرط كونه مفضيًا

گی۔

ترجمه: (٩٥٥) اگر مسافر ہےاور روزہ اس کونقصان نہیں دیتا ہےتو اس کو روزہ رکھنا افضل ہے۔اور اگر روزہ توڑ دیا اور قضا کیا تو بھی جائز ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔**عن ابن عباس قال خرج رسول الله ﷺ من المدينة الى مكة فصام حتى بلغ عسفان ثم دعا بماء فرفعه الى يده ليره الناس فافطر حتى قدم مكة وذلک فی رمضان فكان ابن عباس يقول قد صام رسول الله وافطر ممن شاء صام ومن شاء افطر.** (بخاری شریف، باب من افطر فی السفر لیراہ الناس ص ٢٦١ نمبر ١٩٤٨ رمسلم شریف، باب جواز الصوم والافطار فی شہر رمضان للمسافر ص ١١١٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشقت نہ بھی ہوتب بھی مسافر کے لئے گنجائش ہے کہ افطار کرے یا روزہ رکھے (٢) سفر میں عموما مشقت ہوتی ہے اس لئے سفر کو مشقت کے درجہ میں رکھ دیا اس لئے مسافر کو روزہ رکھنے میں مشقت نہ بھی ہوتب بھی افطار کر سکتا ہے۔اور مشقت نہ ہوتو روزہ رکھنا افضل ہے کیونکہ رمضان کی فضیلت بہت بڑی چیز ہے جو بعد میں نہیں ملے گی (٣) بعد میں تنہا روزہ قضا کرنے میں پریشانی ہوتی ہے اس لئے بہتر ہے کہ ابھی سب کے ساتھ ادا کرلے۔حدیث میں ہے۔ **عن ابی درداء قال خرجنا مع رسول الله ﷺ فی شهر رمضان فی حر شديد حتى كان احدنا ليضع يده على رأسه من شدة الحر وما فينا صائم الا رسول الله ﷺ وعبد الله بن رواحة**۔(مسلم شریف، باب جواز الصوم والفطر فی شہر رمضان للمسافر ص ٣٥٧ نمبر ١١٢٢ ر ٢٦٣٠ رابوداؤد شریف، باب فی اختیار الصیام ص ٣٣٤ نمبر ٢٤٠٩) اس حدیث میں سخت گرمی کے باوجود حضورؐ اور عبداللہ بن رواحہ نے روزہ رکھا۔اسی لئے کہ رمضان میں مشقت شدیدہ نہ ہوتو روزہ رکھنا افضل ہے۔

نوٹ: مشقت شدیدہ ہوتو افطار کرنا بہتر ہے۔حدیث میں ہے **عن جابر بن عبد الله عن النبی ﷺ رای رجلا يظلل عليه والزحام عليه فقال ليس من البر الصيام فی السفر** (ابوداؤد شریف، باب اختیار الفطر ص ٣٣٤ نمبر ٢٤٠٧ رمسلم شریف، باب جواز الصوم فی شہر رمضان للمسافر ص ٣٥٦ نمبر ١١١٥ ر ٢٦١٢) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مشقت شدیدہ میں افطار کرنا افضل ہے۔

لغت: یستضر : ضر سے مشتق ہے نقصان دینا۔

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ سفر مشقت سے خالی نہیں ہوتا اس لئے نفس سفر کو عذر قرار دے دیا گیا، بخلاف بیماری کے، کیونکہ بعض بیماری روزے سے کم ہوتی ہے اس لئے بیماری میں یہ ہے کہ حرج تک پہونچانے والی ہو۔

٢ الی الحرج وقال الشافعی الفطر افضل لقوله صلی اللہ علیه وسلم لیس من البر الصیام فی السفر ٣ ولنا ان رمضان افضل الوقتین فکان الاداء فیه اولیٰ وما رواہ محمول علی حالة الجهد

تشریح : یہاں مرض اور سفر کے درمیان فرق بیان فرما رہے ہیں، کہ سفر میں روزہ رکھنے سے حرج ہو یا نہ ہو ہر حال میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اور بیماری میں یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے بیماری بڑھتی ہو تو روزہ نہ رکھے اور بیماری نہ بڑھتی ہو تو روزہ رکھنا ضروری ہے۔ تو اس کی وجہ بتا رہے ہیں کہ سفر مشقت سے خالی نہیں ہوتی ہے، کم سے کم ذہنی پریشانی تو ضرور ہوتی ہے اس لئے سفر کو مشقت کے درجے میں رکھ کر روزہ توڑنے کی اجازت دے دی گئی، اور بیماری کی صورت یہ ہے کہ روزہ رکھنا بعض بیماری کے لئے مفید ہوتا ہے، مثلا پیچش ہو تو اس میں روزہ رکھنا مفید ہے اس لئے یہ شرط لگائی گئی کہ روزہ بیماری کو بڑھاتا ہو تو نہ رکھنے کی گنجائش ہے لیکن اگر بڑھاتا نہ ہو تو روزہ رکھنا ضروری ہے۔

لغت : یعری: خالی ہوتا ہے۔ یخف: ہلکا ہوتا ہے، کم ہوتا ہے۔ مفضی: پہونچانے والا۔ الحرج: مشقت، پریشانی۔

ترجمه: ٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے افطار افضل ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ سفر میں روزہ نیکیوں میں سے نہیں ہے۔

تشریح : امام شافعی فرماتے ہیں کہ مسافر کو روزہ توڑنا ہی بہتر ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں ہے، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن جابر بن عبد الله عن النبی ﷺ رای رجلا یظلل علیه والزحام علیه فقال لیس من البر الصیام فی السفر** (ابوداؤد شریف، باب اختیار الفطر ص ۳۴۴ نمبر ۲۴۰۷ مسلم شریف، باب جواز الصوم فی شہر رمضان للمسافر ص ۳۵۶ نمبر ۲۶۱۲/۱۱۱۵) اس حدیث میں ہے کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں ہے۔ لیکن یہ حدیث مشقت شدیدہ کے موقع کی ہے۔ کہ مشقت شدیدہ کے موقع پر مثلا سخت گرمی ہو اور دشمن سے جہاد کرنا ہو تو اس وقت روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، خود اسی حدیث میں ہے کہ وہ آدمی روزے کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اس کے لئے روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔ چنانچہ موسوعہ میں ہے کہ عام حالات میں روزہ خوشی سے رکھ سکتا ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔ موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **انما نقول یفطر و یصوم و هو یعلم أن ذالک واسع له فاذا جاز ذالک فالصوم أحب الینا لمن قوی علیه .** (موسوعہ امام شافعی، باب الجماع فی رمضان والخلاف علیه، ج رابع، ص ۳۷۱، نمبر ۵۰۱۴) اس عبارت میں ہے کہ سفر میں روزہ رکھ سکتا ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔

ترجمه: ٣ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان افضل وقت ہے اس لئے اس میں ادا کرنا اولی ہوگا۔ اور جو حدیث پیش کی ہے وہ مشقت کی حالت پر محمول ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اور وقتوں کی بنسبت رمضان کا وقت افضل وقت ہے اس لئے مسافر کے لئے رمضان میں روزہ رکھ

(٩٥٦)واذا مات المريضُ والمسافر وهما علىٰ حالهما لم يلزمهما القضاء لانهما ﴾ لے لم يدركا عدة من ايام اُخر (٩٥٧) ولو صح المريض واقام المسافرثم ما تالزمهما القضاء بقدر الصحة والاقامة﴾

لے لوجود الادراک بهٰذا المقدار

لینا بہتر ہوگا تاکہ ثواب بھی ستر گنا زیادہ ہو اور دوسرے لوگوں کے ساتھ روزہ بھی رکھ لے۔اورامام شافعیؒ کی جانب سے جو حدیث گزری وہ اس وقت ہے جب کہ مشقت شدیدہ ہو تو اس وقت روزہ توڑ دینا افضل ہے

ترجمہ: (٩٥٦) اگر مریض اور مسافر مر جائے اور دونوں اپنی اپنی حالت پر تھے تو ان دونوں کو قضا لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ بیمار اور مسافر نے قضاء کرنے کے دوسرے دن نہیں پائے [اس لئے ان پر قضاء لازم نہیں ہے۔

تشریح: مریض کا مثلا دس روز رمضان کے روزے چھوٹے تھے اور ابھی مرض کی ہی حالت میں تھا، اس کو اس روزے کی قضا کرنے کا موقع نہیں ملا اور انتقال ہو گیا تو اس دس روزے کا کفارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ آیت کی بنا پر اس کو قضاء کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔

وجہ: (ا) کیونکہ رمضان میں اس کے لئے روزہ رکھنا معاف تھا۔اور بعد میں اس کو موقع ہی نہیں ملا کہ قضا کر سکے اس لئے اس دس روزے کی قضا کرنا لازم نہیں۔اور اب موت کے بعد قضا تو نہیں کر سکے گا تو اس کے بدلے ورثہ پر فدیہ دینا بھی لازم نہیں ہوگا۔یہی حال مسافر کا ہے کہ سفر میں کچھ روزے چھوٹے تھے اور ابھی سفر کی حالت میں تھا کہ انتقال ہو گیا تو چھوٹے ہوئے دنوں کا فدیہ ورثہ پر دینا لازم نہیں ہوگا۔(٢) اس آیت میں ہے کہ بیمار اور مسافر بعد میں روزہ رکھیں۔ ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر. (آیت ١٨٥ سورۃ البقرۃ ٢)(٣)اس اثر میں ہے. عن عطاء قال : اذا مرض الرجل فی رمضان فلم يصح حتى مات فليس عليه شیء غلب على امره و قضائه (مصنف عبدالرزاق، باب المریض فی رمضان وقضاءہ ج رابع ص ١٨٢ نمبر ٧٦٦٥)اس اثر میں ہے کہ رمضان میں بیمار رہا اور قضاء کا موقع نہیں ملا تو اس پر قضاء لازم نہیں ہے۔

اصول: قضا کا وقت نہ ملے تو قضا کرنا لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: (٩٥٧) اگر مریض تندرست ہو جائے یا مسافر مقیم ہو جائے پھر دونوں مر جائے تو دونوں کی صحت کی مقدار اور اقامت کی مقدار قضا لازم ہوگی۔

ترجمہ: لے اس مقدار وقت پانے کی وجہ سے

تشریح: مثلا مرض کی حالت میں دس روز رمضان کے روزے چھوٹے تھے۔اب وہ پانچ روز صحت یاب ہوا اور روزہ قضا کر سکتا تھا لیکن قضا نہیں کیا اور انتقال ہو گیا تو پانچ روز کی قضا لازم ہے، کیونکہ اتنا وقت اس نے پایا ہے۔لیکن موت کے بعد قضا نہیں کر سکتا تو

۲؎ وفائدته وجوب الوصية بالاطعام ۳؎وذكر الطحاوي خلافا فيه بين ابي حنيفة وابي يوسف وبين محمد وليس بصحيح وانما الخلاف في النذر ۴؎والفرق لهما ان النذر سبب فيظهر الوجوب في حق

ورثہ پران پانچ روزوں کا فدیہ دینالازم ہوگا۔یہی حال مسافر کا ہے۔

وجہ: (ا) آیت میں ہے۔ ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر. (آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے تو جب فرصت ہو تو روزہ رکھے۔اور اس کو فرصت ہو چکی تھی، تندرستی آ چکی تھی اس لئے روزہ رکھنا چاہئے تھا۔اور نہیں رکھا تو قضا لازم ہوگی کیونکہ اس کو موقع مل چکا تھا، اور نہیں رکھا تو گنہگار ہوگا، اس کو چاہئے کہ مرتے وقت ورثہ کو فدیہ دینے کی وصیت کرے (۲) حدیث میں ہے۔عن عبادة بن نسى قال قال النبي ﷺ من مرض في رمضان فلم يزل مريضا حتى مات لم يطعم عنه وان صح فلم يقضه حتى مات اطعم منه (مصنف عبد الرزاق، باب المریض فی رمضان وقضاءہ ج رابع ص ۱۸۲ نمبر ۷۶۶۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے رمضان کی قضا کرنا چاہئے۔اور نہ کر سکا تو ورثہ اس کا فدیہ دیں گے۔کیونکہ قضا کا وقت ملا تھا۔

ترجمہ: ۲؎ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کھانا کھلانے کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔

تشریح : متن میں ہے کہ مسافر اور مریض کو قضاء کرنے کا وقت ملا اور قضاء نہیں کر سکا اور مرنے کا وقت آ گیا تو ورثہ کو وصیت کرنی چاہئے کہ اتنے دنوں کا فدیہ میرے مال میں سے ادا کر دیں۔

ترجمہ: ۳؎ امام طحاوی نے اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے۔لیکن یہ صحیح نہیں ہے، اختلاف تو نذر کے بارے میں ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے کہ۔مثلا مسافر کا رمضان میں دس روزے چھوٹے اور وہ عید کے بعد پانچ روز گھر میں رہا اور پانچ روزے رکھنے کا موقع ملا لیکن وہ پانچ روز بھی روزہ نہیں رکھا اور مر گیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ پورے دس دن کے فدیہ دینے کی وصیت کرے۔اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ صرف پانچ دن کا فدیہ دینے کی وصیت کرے، کیونکہ اس کو صرف پانچ دن ہی کے روزے رکھنے کا موقع ملا ہے، زیادہ کا نہیں۔صاحب ھدایہ یہ فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے چھوٹنے کے بارے میں یہ اختلاف نہیں ہے رمضان کے بارے میں تو سب یہی کہتے ہیں کہ جتنا وقت پایا ہے صرف اتنے ہی وقت کی وصیت کرے۔البتہ نذر ماننے کی شکل میں یہ اختلاف ہے۔۔نوٹ: طحاوی شریف میں مجھے کوئی ایسی عبارت نہیں ملی اور نہ اسکا کوئی باب باندھا ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد کے درمیان کوئی اختلاف ہو۔واللہ اعلم

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے لئے فرق کی وجہ یہ ہے کہ نذر خود روزہ واجب ہونے کا سبب ہے اس لئے

الخلف وفی هٰذه المسألة السبب ادراک العدّة فیتقدر بقدرما ادرک (۹۵۸) وقضاء رمضان ان شاء فرّقه وان شاء تابعه ﴾ ۱؎ لاطلاق النص لکن المستحب المتابعة مسارعةً الیٰ اسقاط الواجب

خلیفہ کے حق میں وجوب ظاہر ہوگا، اور اس مسئلے [یعنی رمضان کے مسئلے] میں دن کو پانا سبب ہے اس لئے جتنا دن پائے گا اتنا ہی واجب ہوگا۔

تشریح : نذر کے بارے میں اختلاف ہے اس کو مثال سے سمجھیں۔ مثلا ایک آدمی بیمار تھا، بیماری کی حالت میں نذر مانی کہ میں دس دن کا روزہ رکھوں گا، اس کے بعد وہ تندرست نہیں ہوا اور اسی حال میں مر گیا تو کسی امام کے یہاں اس کا فدیہ دینے کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس نے ایک دن بھی صحت کا نہیں پایا۔ لیکن بیماری کے بعد دو روز تک تندرست رہا اور اس نے نذر کا دو روزہ نہیں رکھا اور پھر انتقال ہو گیا، تو اس بارے میں اختلاف ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ انکو صرف دو روزے کے فدیے کی وصیت کرنی چاہئے، باقی آٹھ روزے کی نہیں، کیونکہ اس نے روزہ رکھنے کے لئے صرف دو روز صحت کی حالت میں پایا ہے باقی کا نہیں اس لئے دو روز کے فدیئے کی وصیت کرے۔ جیسے کہ رمضان میں جتنے روز صحت کے پاتے اتنے روز کا ہی فدیہ کی وصیت کرنا لازم ہوتا۔

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر چہ صرف دو روز صحت کا ملا ہے لیکن پورے دس روز کے فدیئے کی وصیت کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں دن کا پانا اور صحت کا ملنا روزہ رکھنے کا سبب نہیں ہے کہ جتنا دن صحت کا ملے اتنا ہی دن روزہ واجب ہو، بلکہ یہاں روزہ واجب ہونے کا سبب نذر ماننا ہے، اس لئے ایک دن بھی صحت کا مل گیا تو پورے دس دن کے اکٹھے روزے واجب ہو نگے، اور ان دس دنوں کا روزہ نہیں رکھا ہے اس لئے دس دن کے فدئے کی وصیت کر کے جائے۔

اصول : رمضان کی قضاء میں روزے کا سبب صحت ملنا ہے اس لئے جتنے دن کی صحت ملی اتنے ہی دن کا فدیہ واجب ہوگا۔

اصول : اور نذر میں روزے کا سبب خود نذر ماننا ہے اس لئے ایک دن بھی صحت کا ملا تو نذر کے سارے دن واجب ہو نگے۔

لغت : ادراک العدۃ: عدت سے مراد اس آیت میں. ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر. (آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے عدۃ من ایام آخر، اسکی طرف اشارہ ہے، کہ مریض اور مسافر کو رمضان کے بعد جب ٹائم ملے اس وقت روزہ رکھنا ہے

ترجمہ: (۹۵۸) قضاء رمضان چاہے تو الگ الگ کر کے رکھے چاہے تو مسلسل رکھے۔

ترجمہ: ۱؎ آیت کے مطلق ہونے کی وجہ سے، لیکن مستحب یہ ہے کہ مسلسل رکھے تا کہ واجب کے ساقط کرنے میں جلدی ہو۔

تشریح: مثلا دس روز رمضان کے روزے قضا ہوئے تھے تو یہ بھی جائز ہے کہ مسلسل دس روز روزے رکھ کر پورے کرے اور یہ

(٩٥٩)وان اخّره حتی دخل رمضان اٰخر صام الثانی لانه فی وقته وقضی الاول بعده لانه وقت القضاء ولا فدية عليه﴾ ١ لان وجوب القضاء علی التراخی حتی کان له ان يتطوع

بھی جائز ہے کہ دو روز رکھے پھر کچھ دنوں کے بعد چار روزے رکھے اور تفریق کر کے دس روز پورے کرے۔ کیونکہ آیت میں مطلق ہے کہ مریض اور مسافر بعد میں پورا کرے، البتہ مسلسل رکھ کر جلدی پورا کرے تو بہتر ہے تاکہ واجب جلدی سے ساقط ہو جائے۔

وجه: (١)عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال فی قضاء رمضان ان شاء فرق وان شاء تابع (دار قطنی، باب القبلۃ للصائم، ج ثانی، ص ١٧٤ نمبر ٢٣٠٥/٢٣٠٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تفریق کر کے اور مسلسل رکھ کر قضا کرنا دونوں کی گنجائش ہے۔(٢) البتہ مسلسل روزہ رکھ کر جلدی فرض سے سبکدوش ہونا زیادہ بہتر ہے، حدیث میں ہے ۔عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من کان علیه صوم من رمضان فلیسرده ولا یقطعه. (دار قطنی، باب القبلۃ للصائم ج ثانی، ص ١٧١ نمبر ٢٢٨٩) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منقطع نہ کرے بلکہ مسلسل روزہ رکھ کر جلدی اس کو پورا کرے۔

ترجمه: (٩٥٩) رمضان کی قضا کو مؤخر کرتا رہا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کا روزہ رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ اس کا وقت ہے۔ اور پہلے رمضان کی قضا بعد میں کرے گا۔ اس لئے کہ بعد میں بھی قضاء کا وقت ہے۔ اور اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

تشریح: ایک آدمی پر رمضان کے کچھ روزے قضا تھے لیکن سستی سے اس کو مؤخر کرتا رہا یہاں تک کہ دوسرے سال کا رمضان آگیا تو دوسرے سال کے رمضان کے روزے ابھی ادا کرے گا اور پہلے سال کی قضا اس رمضان کے بعد کرے گا۔

وجه: (١) پہلے سال کے روزے قضا ہو ہی گئے ہیں۔ اب دوسرے سال کو مؤخر کرتے ہیں تو یہ بھی قضا ہو جائیں گے۔ اس لئے دوسرے سال کے روزے کو اپنے وقت پر ادا کرے اور پہلے سال کے روزے کی قضا میں کرے(٢) اثر میں ہے، عن ابی ھریرۃ قال ان انسانا مرض فی رمضان ثم صح فلم یقضه حتی ادرکه شهر رمضان اخر فلیصم الذی احدث ثم یقضی الآخر ویطعم مع کل یوم مسکینا (مصنف عبد الرزاق، باب المریض فی رمضان وقضائہ، ج رابع، ص ١٧٩ نمبر ٧٦٥١) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دوسرے رمضان کے روزے پہلے ادا کرے گا اور پہلے رمضان کے روزے بعد میں قضا کرے گا۔ اور فدیہ اس لئے لازم نہیں ہوگا کہ قضا ہونے کے بعد کبھی بھی قضا کرے وہ قضا ہی ہے اس لئے اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔ اثر میں ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھلانے کا جو تذکرہ ہے بطور استحباب کے ہے۔ بطور فدیہ اور وجوب کے نہیں ہے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ قضا کا وجوب تراخی کے ساتھ ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے جائز ہے کہ نفلی روزہ رکھے۔

تشریح: آیت ﴿فعدۃ من ایام اخر﴾ میں اس بات کی گنجائش دی گئی ہے کہ بعد میں کبھی بھی قضاء کرے اس لئے دوسرے

(٩٦٠) والحامل والمرضع اذا خافتا علی انفسهما او ولدیهما افطرتا وقضتا دفعا للحرج ولا کفارة علیهما ﴾

رمضان کے بعد قضاء کرے گا تب بھی فدیہ لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ تراخی کے ساتھ قضاء کرنے کی آیت میں گنجائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے بعد پہلے نفلی روزہ رکھے اس کے بعد رمضان کی قضاء رکھے یہ بھی جائز ہے۔

وجه : (۱) حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ رمضان کی قضاء میں اتنی تاخیر کرتی تھیں کہ شعبان آجاتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ قضاء میں تاخیر کی گنجائش ہے اور جب تاخیر کی گنجائش ہے تو فدیہ لازم نہیں ہوگا۔ حدیث یہ ہے۔ **سمعت عائشةؓ تقول کان یکون علی الصوم من رمضان فما استطیع أن اقضیه الا فی شعبان** ۔(بخاری شریف، باب متی یقضی قضاء رمضان؟ ص ۳۱۳ نمبر ۱۹۵۰ / ابوداؤد شریف، باب تاخیر قضاء رمضان ص ۳۴۸ نمبر ۲۳۹۹) (۲) اور تاخیر کرنے پر فدیہ لازم نہیں ہوگا اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **و قال ابراهیم : اذا فرط حتی جاء رمضان آخر یصومهما ، و لم یر علیه اطعاما . و یذکر عن ابی هریرة مرسلا ، و عن ابن عباس : انه یطعم و لم یذکر الله تعالی انما قال ﴿فعدة من ایام آخر﴾** ۔(بخاری شریف، باب متی یقضی قضاء رمضان؟ ص ۳۱۳ نمبر ۱۹۵۰) اس اثر میں ہے کہ اتنی تاخیر ہوئی کہ دوسرا رمضان آگیا تب بھی فدیہ نہیں ہے، اور بعض اثر میں جو اس کا ذکر ہے وہ بطور استحباب کے ہے۔

ترجمه: (۹۶۰) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت اگر اپنے اوپر خوف کرے۔ یا اپنے بچوں پر خوف کرے تو افطار کرے اور قضا کرے حرج کو دفع کرنے کے لئے اور ان دونوں پر کفارہ نہیں ہے۔

تشریح : مرضعہ کا معنی ہے دودھ پلانے والی عورت۔ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کمزوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتی ہو یا خود تو روزہ رکھ سکتی ہے لیکن اس کی وجہ سے دودھ کم ہوگا اور بچہ بھوک سے بیتاب ہوگا اس لئے بچے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتی ہے، ان دونوں صورتوں میں وہ بعد میں قضاء کرے گی اور اس پر فدیہ بھی ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے۔

وجه: (۱) چونکہ یہ دونوں عورتیں بعد میں قضا کر سکتی ہیں اس لئے ان دونوں پر فدیہ نہیں ہے۔ تاخیر کے ساتھ روزے قضا ہی کریں گی۔ اور شیخ فانی کو اب تندرست ہونے کی امید نہیں ہے اس لئے وہ فدیہ دیں گے۔ البتہ چونکہ بچہ ضائع ہو جانے کا خوف ہے اس لئے یہ عورتیں بیمار اور مسافر کے درجے میں ہوئیں اس لئے ابھی افطار کریں گی اور بعد میں قضا کریں گی (۲) حدیث میں ہے۔ **عن انس بن مالک رجل من بنی عبد الله بن کعب ... احدثک عن الصوم او الصیام ان الله وضع عن المسافر شطر الصلوة وعن الحامل او المرضع الصوم او الصیام قالهما النبی ﷺ کلیهما او احدهما.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الرخصة فی الافطار للحبلی والمرضع ص ۱۵۲ نمبر ۷۱۵ / ابوداؤد شریف، باب من قال هی مثبتة للشیخ والحبلی ص

۱؎ لانه افطار بعذر ولا فدية عليهما ۲؎ خلافا للشافعي فيما اذاخافت على الولد هو يعتبر ه بالشيخ الفاني

۳۲۴نمبر ۲۳۱۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں پر روزہ نہیں ہے۔(۳)اور بعد میں قضا کرے گی اورفدیہ نہیں دے گی۔اس کی وجہ یہ اثر ہے۔ **عن ابن عباس قال تفطر الحامل والمرضع فی رمضان وتقضيان صياما ولا تطعمان.** (مصنف ابن عبدالرزاق، باب الحامل والمرضع، ج رابع ،ص ۱۶۸، نمبر ۷۵۹۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وہ فدیہ نہیں دیگی بلکہ قضا کرے گی (۴)چونکہ وہ بعد میں قضا کرنے کی طاقت رکھتی ہے اس لئے قضا ہی کرے گی۔فدیہ تو اس وقت ہوتا ہے جب زندگی بھراس کوقضانہ کر سکے۔جیسے شیخ فانی زندگی بھر روزہ کوقضانہیں کرسکتا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ عذر کی وجہ سے روزہ توڑنا ہے اور عذر کی وجہ سے روزہ توڑنے والے پر فدیہ نہیں ہے

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت نے اپنے عذر کی وجہ سے یا بچے کے عذر کی وجہ سے روزہ توڑا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ عذر کی وجہ سے روزہ توڑا ہوتو اس پر صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے اس لئے حاملہ اور مرضعہ عورت پر بھی صرف قضاء ہونی چاہئے ،کفارہ نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ برخلاف امام شافعیؒ کے جبکہ بچے پرخوف ہو۔وہ شیخ فانی پر قیاس کرتے ہیں۔

تشریح : اگر حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت اپنی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتی ہوتب تو وہ بھی صرف قضاء کرے گی کفارہ نہیں دے گی ،کیونکہ وہ بیمار کی طرح ہوگئی لیکن اگر بچے کی مجبوری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتی ہوتو امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ قضاء کے ساتھ فدیہ بھی دے۔موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔**قال الشافعیؒ : و الحامل و المرضع اذا أطاقتا الصوم و لم تخافا علی ولديهما لم تفطرا ، فان خافتا علی ولديهما أفطرتا و تصدقتا عن کل يوم بمد حنطة و صا متا اذا أمنتا علی ولديهما .** (موسوعہ امام شافعی، باب احکام من افطر فی رمضان، ج رابع ،ص ۳۷۵، نمبر ۵۰۳۵)اس عبارت میں ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت خود روزہ نہیں رکھ سکتی ہوں تو وہ بیمار کے درجے میں ہیں وہ بعد میں قضاء کرے گی اور فدیہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ مریض ہوگئی،اور اگر خود تو روزہ رکھتی تھی لیکن بچے کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتی تو وہ ابھی روزہ نہ رکھے بعد میں روزہ رکھے اور فدیہ بھی دے۔

وجہ : (۱)۔ان کی دلیل یہ اثر ہے۔**عن سعيد بن جبير قال تفطر الحامل التی فی شهرها والمرضع التی تخاف علی ولدها تفطران وتطعمان کل واحدة منهما کل يوم مسکينا ولا قضاء عليهما** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الحامل والمرضع ج رابع ص ۱۶۷ نمبر ۷۵۸۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاملہ اور مرضعہ عورت ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا

۳؎ ولنا ان الفدية بخلاف القياس فی الشيخ الفانی والفطر بسبب الولد ليس فی معناه لانه عاجز بعد الوجوب والولد لاوجوب عليه اصلا (٩٦١) والشيخ الفانی الذی لا يقدر علی الصيام يفطر ويُطعم لكلّ يوم مسكينا كما يطعم فی الكفارات﴾

کھلائے گی اور قضا نہیں کرے گی۔(۲) انکی دلیل یہ آیت بھی ہے وعلی الذين يطيقونه فدية طعام مسكين. (آیت ۱۸۴ سورۃ البقرۃ) آیت سے معلوم ہوا کہ جو طاقت نہ رکھتے ہوں وہ فدیہ دیں گے۔اس آیت میں شیخ فانی داخل ہیں۔لیکن ابن عباس کے قول کے مطابق حاملہ اور مرضعہ بھی داخل ہیں۔ عن ابن عباس ﴿ وعلی الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ قال كانت رخصة للشيخ الكبير والمرأة الكبيرة وهما يطيقان الصيام ان يفطرا ويطعما مكان كل يوم مسكينا والحبلی والمرضع اذا خافتا. (ابوداؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی ص ۳۲۴ نمبر ۲۳۱۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حاملہ اور مرضعہ بھی ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ دیں گی۔جس طرح شیخ فانی فدیہ دیتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ شیخ فانی میں فدیہ دینا خلاف قیاس ہے، اور روزہ توڑنا بچے کی وجہ سے ہے جو شیخ فانی کے معنی میں نہیں ہے اس لئے کہ بوڑھا واجب ہونے کے بعد عاجز ہوا ہے، اور بچے پر تو شروع سے واجب ہی نہیں ہے۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے۔انہوں نے حاملہ اور مرضعہ کو شیخ فانی پر قیاس فرمایا تھا، کہ شیخ فانی پر فدیہ ہے تو حامل اور مرضعہ پر بھی فدیہ ہونا چاہئے۔اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ فانی پر جو آیت کی وجہ سے فدیہ لازم کیا گیا ہے وہ خلاف قیاس ہے، اور جو چیز خلاف قیاس ثابت ہوتی ہے اس پر کسے اور چیز کو قیاس نہیں کر سکتے، دوسری بات یہ ہے کہ شیخ فانی پر روزہ واجب ہوا ہے اس کے بعد روزہ رکھنے سے عاجز ہونے کی بنا پر اس روزے کے بدلے میں فدیہ واجب ہوا، اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بچے کی وجہ سے روزہ توڑ رہی ہے، اور بچے کا حال یہ ہے کہ اس پر سرے سے روزہ واجب ہی نہیں ہے تو اس کے بدلے میں فدیہ کیسے دلوائیں؟ اس لئے حاملہ اور مرضعہ پر فدیہ لازم نہیں ہونا چاہئے۔اصل دلیل تو اوپر کی حدیث اور اثر ہے۔

ترجمہ: (۹۶۱) اور شیخ فانی جو رزے پر قدرت نہ رکھتا ہو افطار کرے گا۔اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا جیسا کہ کفارات میں کھلاتے ہیں۔

تشریح: ایسا بوڑھا جو روزہ نہیں رکھ سکتا ہو اور آئندہ بھی رکھنے کی امید نہ ہو تو اس پر روزہ واجب ہے لیکن نہ رکھنے کی وجہ سے اس پر فدیہ لازم کیا گیا ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ کیونکہ اب رکھنے کی امید ہی نہیں ہے۔

وجہ: (۱) اوپر آیت گزر گئی جس میں تھا کہ جو طاقت نہ رکھتا ہو وہ ہر روز کے بدلے میں کفارہ ایک مسکین کا کھانا دے۔اثر میں ہے۔سمع ابن عباس يقول ﴿ وعلی الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾قال ابن عباس ليست بمنسوخة ، هو

۱؎ والاصل فيه قوله تعالىٰ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين قيل معناه لايطيقونه ۲؎ ولو قدر على الصوم يبطل حكم الفداء لان شرط الخليفة استمرار العجز (۹۶۲) ومن مات وعليه قضاء

الشيخ الكبير و المرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما ، فليطعمان مكان كل يوم مسكينا .(بخاری شریف، باب قولہ تعالی ایاما معدودات فمن کان منکم مریضا الخ ج ثانی ص ۶۴۷ کتاب التفسیر، نمبر ۴۵۰۵/ابو داؤد شریف، باب من قال ھی مثبتۃ للشیخ والحبلی ص ۳۲۴ نمبر ۲۳۱۸))اس اثر سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی قضا نہیں کرے گا۔اور ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں مسکین کوفدیہ دے گا۔(۲)عن ابن عباس انه كان يقرأها﴿ وعلى الذين يطيقونه﴾ ويقول هو الشيخ الكبير الذى لا يستطيع الصيام فيفطر ويطعم عن كل يوم مسكينا نصف صاع من حنطة (مصنف عبدالرزاق، باب الشیخ الکبیر ج رابع ص ۱۷۰ نمبر ۷۶۰۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی قضا نہیں کرے گا۔اور ہر دن کے بدلے آدھا صاع گیہوں مسکین کوفدیہ دے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اصل دلیل اللہ تعالی کی آیت ہے۔وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خير له و ان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون (آیت ۱۸۴ سورۃ البقرۃ ۲)،اوراس کامعنی یہ فرمایا کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہو

تشریح: شیخ فانی کے لئے فدیہ دینے کی دلیل اللہ تعالی کی اوپر کی آیت ہے جس میں ہے کہ روزے کی طاقت رکھتا ہوتو فدیہ دے،لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ روزے کی طاقت نہ رکھتا ہوتو فدیہ دے،اوپر یہ اثر گزر گیا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اوراگر روزے قادر ہوگیا تو فدیہ کاحکم باطل ہوجائے گا اس لئے کہ خلیفہ ہونے کی شرط عجز کا ہمیشہ باقی رہنا ہے۔[اور یہاں عجز ہمیشہ باقی نہیں رہا اس لئے فدیہ باطل ہوجائے گا]

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔اگر فدیہ دینے کے بعد روزے پر قادر ہوگیا تو فدیہ باطل ہوجائے گا اور روزہ رکھنا ہوگا،کیونکہ فدیہ روزے کا خلیفہ ہے اور خلیفہ اس وقت رکھتا ہے جبکہ اصل پر قدرت نہ ہو،اور یہاں موت سے پہلے روزے پر قدرت ہوگئی اس لئے فدیہ باطل ہوکر روزہ لازم ہوگا،کیونکہ عجز ہمیشہ باقی نہیں رہا۔

ترجمہ: (۹۶۲) جو مر گیا اوراس پر رمضان کی قضا ہو پس اس نے اس کی وصیت کی تو اس کی جانب سے اس کا ولی کھلائے گا ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو،

تشریح: کوئی مر گیا اوراس پر رمضان کا روزہ قضا تھا اوراس نے اس کی ادائیگی کی وصیت بھی کی تو ولی اس کی قضا میں ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے جس کی مقدار آدھا صاع گیہوں ہو، یا ایک صاع کھجور ہو، یا ایک صاع جو ہو۔

رمضان فاوصی به اطعمه عنه وليه لكل يوم مسكينا نصف صاع من براوصاعا من تمر او شعيرلانه ﴾ ۱؎عجز عن الاداء فی اٰخر عمره فصار كالشيخ الفانی ۲؎ثم لابدمن الايصاء

وجه: (۱)عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال من مات وعليه صيام شهر فليطعم عنه مكان كل يوم مسكينا (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکفارۃ ص۱۵۲نمبر۷۱۸(سنن بیہقی، باب من قال اذا فرط فی القضاء بعدالامکان حتی مات الخ، ج رابع، ص۴۲۴، نمبر۸۲۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کی جانب سے ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

(صاع کا وزن)

کتنا واجب ہوگا	لیٹر	کیلو	وسق	رطل	صاع
صدقۃ الفطر	5.88	3.538	-----	8	1صاع
1.769 کیلو	2.94	1.769	-----	4	آدھا صاع
عشر	352.80	212.28	1وسق	-----	60صاع
106.14 کیلو	1764	1061.40	5وسق	-----	300صاع

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ آخیر عمر میں وہ روزہ ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تو وہ شیخ فانی کی طرح ہو گیا۔

تشریح : ایک آدمی رمضان کا قضاء روزہ رکھ سکتا تھا لیکن سستی سے نہیں رکھا اور اس کا انتقال ہو گیا تو اب وہ شیخ فانی کی طرح ہو گیا کہ روزہ نہیں رکھ سکا، اور شیخ فانی کا حکم اوپر گزرا کہ وہ فدیہ دے گا یا اس کا ولی فدیہ دے گا تو یہاں بھی میت کا ولی فدیہ دے گا۔

ترجمہ: ۲؎ پھر ہمارے یہاں وصیت کرنا ضروری ہے۔

تشریح : مرنے والے پر روزے کی قضاء باقی ہے، یا زکوۃ ادا کرنا باقی ہے تو اس کی ادئیگی کی وصیت کرے گا تو وارث پر اس کا ادا کرنا واجب ہوگا اور میت کی جانب سے ادا ہوگا، اور اگر وصیت نہیں کی تو وارث اپنی خوشی سے ادا کرے تو کر سکتا ہے اس پر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ اور وصیت کرنے کے بعد بھی صرف میت کے تہائی مال سے ادا کرنا واجب ہوگا پورے مال سے واجب نہیں ہوگا، اور اگر اتنا فدیہ ہے کہ تہائی مال سے ادا نہیں ہوتا تو تہائی سے زیادہ خرچ کرنا وارث پر واجب نہیں ہے۔

وجہ : (۱)امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رمضان کی قضاء عبادت ہے اور اس کا فدیہ دینا بھی عبادت ہے، اور عبادت اس وقت ادا ہوتا ہے جبکہ اپنے اختیار سے اس کو ادا کرے، کوئی اور آدمی اس کو ادا کر دے گا تو یہ عبادت نہیں ہوگی، پس جب فدیہ دینے کی وصیت کرے گا تو اس کے اختیار سے فدیہ ہوا اور عبادت ہوئی اس لئے وصیت کریگا تو وارث پر ادا کرنا واجب ہوگا ورنہ نہیں اور وہ بھی تہائی

۳؎ عندنا خلافا للشافعی وعلی هذا الزکوۃ هو یعتبره بدیون العباداذ کل ذلک حق ما لی یجری فیه النیابة ۴؎ ولنا انه عبادة ولا بد فیه من الاختیار و ذلک فی الایصاء دون الوراثة لانها جبریة

مال میں سے واجب ہوگا پورے مال ادا کرنا واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ برخلاف امام شافعیؒ کے اور اسی اختلاف پر زکوۃ بھی ہے، وہ آدمی کے قرض پر قیاس کرتے ہیں، اس لئے کہ ہر ایک مالی حق ہے جس میں نیابت جاری ہوتی ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چاہے میت وصیت کرے یا نہ کرے وارث کو فدیہ دینا ضروری ہے اور اتنا فدیہ ہے کہ میت کا پورا مال خرچ ہو جاتا ہے تو پورا مال خرچ کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ مالی حق ہے جس میں نیابت بھی جاری ہوتی ہے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں فدیہ اور زکوۃ اللہ کا قرض ہے تو جس طرح بندوں کا قرض ہو تو میت کے وصیت کے بغیر وارث پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے اور پورے مال میں سے ضروری ہے اسی طرح اللہ کے قرض کو بھی بغیر وصیت کے بھی ادا کرنا ضروری ہے اور پورے مال میں سے ادا کرنا ضروری ہے، وہ عبادت مالیہ کو بندوں کے قرض پر قیاس کرتے ہیں۔ (۲) حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباسؓ قال : جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان امی ما تت و علیها صوم شهر فأقضیه عنها ؟ قال نعم فدین الله أحق أن یقضی . (بخاری شریف، باب من مات وعلیہ صوم، ص ۳۱۴، نمبر ۱۹۵۳ر مسلم شریف، باب قضاء الصوم عن المیت، ص ۴۶۷، نمبر ۱۱۴۸ر ۲۶۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی قضاء انسانی قرض کی طرح ہے جس کو بغیر وصیت کے بھی ادا کرنا ضروری ہے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ چاہے وصیت کرے یا نہ کرے ولی اسکی جانب سے صدقہ کرے، ان ابن عمر کان اذا سئل عن الرجل یموت و علیه صوم من رمضان أو نذر یقول : لا یصوم احد عن احد ، و لکن تصدقوا عنه من ماله للصوم لکل یوم مسکینا . (سنن بیہقی، باب من قال اذا افرط فی القضاء بعد الامکان حتی مات الخ، ج رابع، ص ۴۲۴، نمبر ۸۲۱۵) اس اثر میں ہے کہ چاہے میت وصیت کرے یا نہ کرے ولی پھر بھی اس کی جانب سے فدیہ دے۔

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ فدیہ دینا عبادت ہے اس لئے اس میں اختیار ہونا ضروری ہے اور یہ وصیت کی صورت میں ہوگا وراثت کی صورت میں نہیں ہوگا کیونکہ وراثت تو جبری ہے۔

تشریح: رمضان کا فدیہ دینا عبادت ہے اور عبادت اس وقت ہوتی ہے جبکہ اپنے اختیار سے کرے اور وصیت کرنے میں اختیار ہوگا اس لئے وصیت کرے، کیونکہ وراثت تو جبری ہے، میت کے مرنے کے بعد خود بخود وارث کی ملکیت میں آجاتی ہے اس لئے میت کا اس میں اختیار نہیں ہے چنانچہ وارث اس مال کو نہیں بھی لینا چاہے تب بھی اس کی ملکیت میں آجاتا ہے، اس لئے وصیت کرنا

۵ ثـم هـو تبرع ابتداءً حتى يعتبر من الثلث ٦ والـصـلـوٰة كالصوم باستحسان المشائخ و كل صلوٰة تعتبر بصوم يوم هو الصحيح (۹٦۳) ولا يصوم عنه الولي ولا يصلي ﴾ ا لقوله ﷺ لا يصوم احد عن

ضروری ہے۔

ترجمہ: ۵ پھر یہ وصیت شروع میں تبرع ہے یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح : وصیت کرنا شروع میں تبرع اور احسان ہے، یہی وجہ ہے کہ تہائی مال سے ہی فدیہ ادا کرنا واجب ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آخرت میں یہ فدیہ واجب چھوٹنے کا بدلہ ہو جائے گا۔

ترجمہ : ٦ اور مشائخ کے استحسان سے نماز روزے کی طرح ہے اور ہر نماز ایک دن کے روزے کی طرح ہے، صحیح بات یہی ہے۔

تشریح : عام احادیث میں یہ ہے کہ رمضان کی قضاء نہ کر سکے تو وارث اس کے بدلے میں فدیہ دے، نماز کے بارے میں نہیں ہے کہ نماز کی قضاء نہ کر سکا تو اس کے بدلے میں فدیہ دے لیکن مشائخ نے روزے پر قیاس کر کے یہ فرمایا کہ نماز چھوٹ جائے تو ہر نماز کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے جس طرح ایک دن کا روزہ چھوٹ جائے تو ایک مسکین کو کھانا کھلانا پڑتا ہے، صحیح یہی ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ پورے دن کے پانچ نماز کے بدلے میں ایک مسکین کو کھلائے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس اثر میں ہے کہ نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے دے، اثر یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال : لا يصلين أحد عن أحد و لا يصومن أحد عن أحد و لكن ان كنت فاعلا تصدقت أو اهديت** ۔ (مصنف عبد الرزاق ، باب الصدقة عن المیت ، ج تاسع ، ص ۸، نمبر ۱٦٦۵۷) اس اثر میں ہے کہ میت کی نماز کے بدلے میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے۔

ترجمہ: (۹٦۳) ولی میت کی جانب سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔

ترجمہ: ا حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ کوئی کسی کے بدلے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔

تشریح : حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ ولی میت کی جانب سے نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ روزہ رکھ سکتا ہے البتہ اس کا فدیہ دے سکتا ہے، صاحب ہدایہ کا اثر یہ ہے۔ **ان ابن عمر كان اذا سئل عن الرجل يموت و عليه صوم من رمضان أو نذر يقول : لا يصوم احد عن احد ، و لكن تصدقوا عنه من ماله للصوم لكل يوم مسكينا** ۔ (سنن بیہقی ، باب من قال اذا فرط فی القضاء بعد الامکان حتی مات الخ ، ج رابع ، ص ۴۲۴ ، نمبر ۸۲۱۵) اس اثر میں ہے کہ کوئی کسی کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کی جانب سے فدیہ دے (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ **عن ابن عمر قال : لا يصلين أحد عن أحد و لا يصومن أحد عن أحد و لكن ان كنت فاعلا تصدقت أو اهديت** ۔ (مصنف عبد الرزاق ، باب الصدقة عن المیت ، ج تاسع ، ص ۸ ، نمبر ۱٦٦۵۷)

احد و لا يصلی احد عن احد (٩٦٤) ومن دخل فی صلوٰة التطوع او فی صوم التطوع ثم افسده قضاه﴿ ١ خلافا للشافعي له انه تبرع بالموڈی فلا يلزمه مالم يتبرع به

اس اثر میں ہے کہ میت کی نماز کے بدلے میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس کے بدلے میں فدیہ دے۔

فائدہ: امام احمد فرماتے ہیں کہ ولی اس کی جانب سے روزہ رکھ کر قضا کرے گا۔

وجہ : (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے. عن عائشةؓ أن رسول الله ﷺ قال : من مات و عليه صيام صام عنه وليه ۔ (بخاری شریف ، باب من مات وعلیہ صوم ،ص ۳۱۴ ،نمبر ۱۹۵۲ ر مسلم شریف ، باب قضاء الصوم عن المیت ،ص ۴۶۷ ،نمبر ۱۱۴۸ ر ۲۶۹۳ ر ابوداؤد شریف، باب فیمن مات وعلیہ صیام ص ۳۳۲ نمبر ۲۴۰۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ولی میت کی جانب سے روزہ رکھے گا۔

ترجمہ: (۹۶۴) جو نفلی نماز میں یا نفلی روزے میں داخل ہوا پھر اس کو توڑ دیا تو قضا کرے۔

وجہ: (۱) نفل شروع کرنے سے پہلے پہلے نفل رہتا ہے۔ شروع کرنے کے بعد وہ نذر نفلی ہو جاتا ہے۔ اور نذر کو پورا کرنا واجب ہے اس لئے وہ واجب ہو جاتا ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عائشة قالت اهدی لی و لحفصة طعام و كنا صائمتين فافطرنا ثم دخل رسول الله فقلنا له يا رسول الله انا اهديت لنا هدية فاشتهيناها فافطرنا فقال رسول الله لا عليكما صوما مكانه يوما آخر (ابوداؤد شریف، باب من رای علیہ القضاء، کتاب الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۷ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب القضاء علیہ، کتاب الصوم ص ۱۵۵ نمبر ۷۳۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ توڑ دے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھے کیونکہ گویا کہ نذر نفلی کو توڑا۔ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھو. عن الحسن و ابراهيم قالا ان بيت الصيام من الليل ثم افطر فعليه القضاء . (مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومہ اذا لم یبیتہ، ج رابع ،ص ۲۱۱، نمبر ۷۸۱۹) اس اثر میں ہے کہ نفلی روزہ توڑے گا تو اس کی قضاء لازم ہوگی

نوٹ: اسی پر نفلی نماز کو بھی قیاس کیا جائے گا کہ وہ بھی توڑ دے تو قضا کرنا لازم ہوگا۔

ترجمہ: ١ برخلاف امام شافعیؒ کے، انکی دلیل یہ ہے کہ ادا کیا ہوا نفلی روزہ تبرع ہے اس لئے جو تبرع ابھی تک نہیں کیا وہ لازم نہیں۔

تشریح : امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ نفلی روزہ توڑ دے تو اس کی قضاء لازم نہیں ہے کیونکہ جو کچھ ادا کیا وہ تبرع اور احسان ہے اور تبرع اور احسان لازم نہیں ہوتا اس لئے توڑ دینے پر وہ روزہ لازم نہیں ہوگا، موسوعہ میں عبارت یہ ہے. و ان افطر المتطوع من غير عذر كرهته له و لا قضاء عليه. (موسوعہ امام شافعیؒ، باب صیام التطوع، ج رابع ،ص ۳۷۲ ،نمبر ۵۰۲۱) اس عبارت

۲؎ ولنا ان المؤدّٰی قربة وعمل فتجب صیانته بالمضی عن الابطال واذا وجب المضئ وجب القضاء بترکه ۳؎ ثم عندنا لایباح الافطار فیه بغیر عذر فی احدی الروایتین لما بینا ویباح بعذرٍ والضیافة

میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا توڑ دے تو اس پر قضاء نہیں ہے۔

وجه: (۱) یہ تبرع ہے اور تبرع میں لزوم نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے نفلی روزہ یا نفلی عبادت توڑ دے تو قضا لازم نہیں۔ البتہ قضا کرے تو بہتر ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ام ھانی قالت لما کان یوم الفتح ... فقالت یا رسول الله لقد افطرت وکنت صائمة فقال لھا اکنت تقضین شیئا؟ قالت: لا، قال فلا یضرک ان کان تطوعا. (ابوداؤد شریف، باب فی الرخصة فیہ ای فی الصوم ص ۳۴۰ نمبر ۲۴۵۶ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی افطار الصائم المتطوع ص ۱۵۵ نمبر ۷۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ ہو تو توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۲) دار قطنی میں ہے۔ عن ام ھانی قالت قال رسول الله ﷺ ... ان کان قضاء من رمضان فصومی یوما مکانه وان کان تطوعا فان شئت فاقضیه وان شئت فلا تقضیه۔ (دار قطنی ۳ باب، ج ثانی، کتاب الصوم ص ۱۵۴ نمبر ۲۲۰۶ ر سنن للبیھقی، باب التخییر فی القضاء ان کان صومه تطوعا، ج رابع ص ۴۶۱، نمبر ۸۳۶۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ توڑنے کے بعد چاہے تو قضا کرے چاہے تو نہ کرے۔ (۳) اس اثر میں ہے. عن ابن عباس قال: من أصبح صائما تطوعا ان شاء صام و ان شاء أفطر و لیس علیه قضاء۔ (مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومه اذا لم یبیته، ج رابع، ص ۲۰۸، نمبر ۸۸۰۰) اس اثر میں ہے کہ نفلی روزہ توڑے تو اس پر قضاء نہیں ہے

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے ادا کیا ہوا نفل روزہ قربت ہے اور عمل ہے اس لئے گزرے ہوئے کو باطل ہونے سے بچانا واجب ہے، اور جب گزرا ہوا واجب ہوا تو اس کے چھوڑنے پر قضاء بھی واجب ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ جتنی دیر تک نفل کا روزہ رکھا وہ ایک عمل ہے اور قربت کی چیز ہے اور آیت میں ہے کہ عمل کو باطل ہونے سے بچاؤ، اور باطل ہونے سے بچانے کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ نفل روزہ چھوٹ جائے تو اس کی قضاء واجب ہو اس لئے نفلی روزہ رکھ کر توڑنے سے قضاء واجب ہوگی۔ آیت یہ ہے۔ یاایھا الذین آمنوا أطیعوا الله و اطیعوا الرسول و لا تبطلوا اعمالکم (آیت ۳۳، سورۃ محمد ۴۷) اس آیت میں ہے کہ اپنے عمل کو باطل نہ کرو۔ مودی: ادا کیا ہوا، روزہ رکھا ہوا۔ مضٰی: ادا کیا ہوا گزرا ہوا۔ صیانة: بچانا

ترجمه: ۳؎ پھر دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ ہمارے نزدیک بغیر عذر کے روزہ توڑنا مباح نہیں ہے۔ اور عذر کی وجہ سے مباح ہے۔

تشریح: ایک روایت میں ہے کہ بغیر عذر کے بھی روزہ توڑ دے کیونکہ نفلی روزہ ہے، البتہ اس کی جگہ پر قضاء کر لے۔

۴؎ عذر لقوله علیہ السلام افطر واقض يوما مكانه (۹۶۵) واذا بلغ الصبی او اسلم الكافر فی رمضان امسكابقية يومهما ﴿ ۱؎ قضاء لحق الوقت بالتشبه

وجه : (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ قال کنت اسمع سماک بن حرب یقول احد بنی ام هانی ء.....فقال رسول الله ﷺ : الصائم المتطوع أمين نفسه ان شاء صام و ان شاء أفطر (ترمذی شریف، باب ماجاء فی افطار الصائم المتطوع ص ۱۸۵ نمبر ۷۳۲)اس حدیث میں ہے کہ نفلی روزہ رکھنے والا چاہے تو روزہ رکھے چاہے تو توڑ دے، اس لئے بغیر عذر کے بھی توڑ سکتا ہے۔(۲)اس اثر میں ہے عن جابر بن عبد الله : كان لا يرى بافطار التطوع بأسا .(مصنف عبد الرزاق، باب افطار التطوع وصومه اذا لم يبيته، ج رابع ،ص ۲۰۹، نمبر ۸۸۰۱)اس اثر میں ہے کہ نفلی روزہ توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور دوسری روایت یہ ہے کہ بغیر عذر کے نفلی روزہ توڑنا مباح نہیں ہے، البتہ عذر ہو تو توڑنا مباح ہے۔

وجه : (۱)اس کی دلیل یہ حدیث ہے. عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : اذا دعى أحدكم الى طعام و هو صائم فليقل : انی صائم ۔(ابوداؤد شریف، باب مايقول الصائم اذا دعى الى الطعام ص ۳۵۷ نمبر ۲۴۶۱)اس حدیث میں ہے کہ کھانے کے لئے بلائے تب بھی روزہ نہ توڑے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ بغیر عذر کے روزہ نہ توڑے۔(۲)عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ : اذا دعى أحدكم فليجب فان كان مفطرا فليطعم و ان كان صائما فليصل . قال هشام و الصلاة الدعاء . (ابوداؤد شریف، باب فی الصائم يدعى الى وليمة ص ۳۵۶ نمبر ۲۴۶۰)اس حدیث میں ہے کہ روزہ دار ہو اور ولیمے میں کھانے کے لئے بلائے تو عذر کر دے اور روزہ نہ توڑے۔

ترجمه: ۴؎ ضیافت بھی عذر ہے[ضیافت کی وجہ سے روزہ توڑ سکتا ہے] حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ روزہ توڑ دو اور اس کی جگہ پر ایک دن قضاء کر لینا

تشریح : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. صنع ابو سعيد الخدری طعاما فدعا النبی ﷺ و اصحابه فقال رجل من القوم انی صائم فقال له رسول الله ﷺ : صنع لک اخوک و تكلف لک أخوک ، أفطر و صم يوما مكانه ۔(دار قطنی ، باب، ج ثانی، کتاب الصوم ص ۱۵۷ نمبر ۲۲۱۸ سنن للبیھقی ، باب التخيير فی القضاء ان كان صومه تطوعا، ج رابع ،ص ۴۶۲، نمبر ۸۳۶۲)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضیافت اور مہمانی کی وجہ سے بھی نفلی روزہ توڑا جا سکتا ہے۔

ترجمه: (۹۶۵) اگر رمضان میں بچہ بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے تو دن کا باقی حصہ رکے رہیں۔

ترجمه: ۱؎ تا کہ روزہ داروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرتے ہوئے وقت کا حق ادا ہو جائے

تشریح: جس دن بالغ ہوا یا جس دن مسلمان ہوا اس دن سے روزہ ان پر فرض ہوا اس لئے اس کے بعد والے دن کی قضا

(۹۶۶) ولو افطر ا فيه لا قضاء عليهما﴾ ﴿ لان الصوم غير واجب فيه

کریں گے۔اور جس وقت بالغ یا مسلمان ہوا اس وقت سے لیکر دن کے باقی حصے میں کھانا نہ کھائے اور نہ پانی پیئے تاکہ رمضان کا احترام باقی رہے۔اور اس دن سے پہلے جو دن گزر گئے اس کا روزہ ان پر فرض نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ بالغ نہیں ہوا تھا یا مسلمان نہیں ہوا تھا۔اس لئے گزرے ہوئے دنوں کی قضا ان پر لازم نہیں ہے۔مثلا بدھ کے دن دوپہر کو بچہ بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو بدھ کے دن دوپہر سے شام تک انکو نہیں کھانا چاہئے تاکہ بدھ کے دن کا احترام باقی رہے اور دوسرے روزہ داروں کے ساتھ مشابہت بھی باقی رہے،لیکن اگر کھالیا تو رمضان کے بعد بدھ کے دن کی قضاء لازم نہیں ہے کیونکہ اس دن صبح صادق کے وقت ان دونوں پر روزہ فرض ہی نہیں ہوا تھا۔صرف احترام کے لئے کھانے سے منع کیا گیا۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عن سلمة بن اکوع قال امر النبی ﷺ رجلا من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فلیصم بقیة یومه و من لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء (بخاری شریف، باب صیام یوم عاشوراء ص ۲۶۸/۲۶۹ نمبر ۲۰۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو دن میں مسلمان ہوا اور روزے کا دن ہو تو اگر کھانا کھا چکا ہو تو روزے کے احترام میں دن کے باقی حصے میں کھانا نہیں کھانا چاہئے۔

ترجمه: (۹۶۶) اور اگر ان دونوں نے اس دن روزہ توڑ دیا تو اس دن کی دونوں پر قضاء نہیں۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ روزہ اس دن میں واجب نہیں ہوا تھا۔

تشریح: مثلا بدھ کے دن دوپہر کو ایک کافر مسلمان ہوا، یا بچہ بالغ ہوا تو اور ان دونوں نے بدھ کا روزہ نہیں رکھا تو رمضان کے بعد بدھ کی قضاء واجب نہیں ہے اس لئے کہ صبح صادق روزہ فرض ہونے کا سبب ہے اور بچہ صبح صادق کے وقت بالغ نہیں تھا، اور کافر مسلمان نہیں تھا، اس لئے دونوں صبح صادق کے وقت روزے کے اہل نہیں تھے اسلئے ان دونوں پر اس دن کا روزہ فرض نہیں ہوا اس لئے اس کی قضاء نہیں ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے۔ عطية بن ربيعة الثقفی قال قدم وفدنا من ثقيف علی النبی ﷺ فضرب لهم قبة و اسلموا فی النصف من رمضان فامرهم رسول الله فصاموا منه ما استقبلوا منه و لم يأمر هم بقضاء ما فاتهم (سنن للبیہقی، باب الرجل یسلم فی خلال شہر رمضان ج رابع ص ۴۴۸، نمبر ۸۳۰۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آگے کی قضا کرے ما مضٰی کی نہیں۔اور جس دن بالغ ہوا اس کے شروع دن میں بالغ نہیں تھا اس لئے اس دن کا روزہ اس پر فرض نہیں ہوا۔

لغت: ولم یقضیا ما مضٰی : کا مطلب یہ ہے کہ بالغ ہونے یا مسلمان ہونے سے پہلے کے دن کی قضا نہ کرے۔

(۹٦٧) وصاما ما بعده لتحقق السبب والاهلية ولم يقضيا يومهما ولا مامضى﴾ ۱؎لعدم الخطاب ۲؎وهـذا بـخلاف الصلوٰة لان السبب فيها الجزء المتصل بالاداء فوجدت الاهلية عنده وفی الصوم الجزء الاول والاهلية منعدمة عنده ۳؎وعـن ابی یوسف انه اذا زال الكفر او الصبی قبل الزوال فعليه

ترجمه: (۹٦٧)اور یہ دونوں بعد کے دنوں کا روزہ رکھے۔

ترجمه: ۱؎ اہلیت اور سبب کے متحقق ہونے کی وجہ سے۔اور جس دن بالغ ہوا تھا یا مسلمان ہوا تھا اس دن کی قضاء نہ کرے اور نہ اس سے پہلے کے دنوں کی قضاء کرے۔ ۱؎ اس لئے کہ اس میں وہ مخاطب نہیں تھے۔

تشریح : بچہ جو بدھ کے دن دو پہر کو بالغ ہوا اور کافر جو بدھ کے دن دو پہر کو مسلمان ہوا وہ اس کے بعد کے دنوں کی قضاء کرے یعنی جمعرات کے دن سے قضاء کرے، کیونکہ وہ روزے کا اہل بھی ہیں اور روزے کا سبب رمضان بھی موجود ہے۔اور بدھ کے دن کی قضاء نہ کرے اور بدھ کے دن سے پہلے جو رمضان کے دن گزر گئے اسکی بھی قضاء نہ کرے، کیونکہ پہلے کے دنوں میں ان پر روزہ فرض نہیں ہوا تھا، بچہ بالغ نہیں ہوا تھا اور کافر مسلمان نہیں ہوا تھا، اس لئے پہلے کے دنوں کی قضاء ان پر نہیں ہے۔اس کے لئے حدیث پہلے گزر گئی۔

ترجمه: ۲؎ بخلاف نماز کے اس لئے کہ سبب اس میں وہ جز ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہے تو آخری جز کے وقت اہلیت پائی گئی اور روزے میں پہلا جز سبب ہوتا ہے اور پہلے جز کے وقت اہلیت نہیں ہے [اس لئے روزہ واجب نہیں ہوگا]

تشریح : ابھی یہ بات گزر چکی ہے کہ روزے کے فرض ہونے کا سبب اس دن کا پہلا حصہ یعنی اس دن کا صبح صادق ہے، اس لئے اگر صبح صادق کے وقت بچہ بالغ نہیں تھا یا کافر مسلمان نہیں تھا تو اس دن کا روزہ ان پر فرض نہیں ہوگا، لیکن نماز کا معاملہ ایسا نہیں ہے، نماز کے فرض ہونے کا سبب وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز سے پہلے ہے اور نماز کے ساتھ متصل ہے، یا نماز کے وقت کا آخری لمحہ ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی مثلا ظہر کے وقت میں اس کے آخری وقت میں مسلمان ہوا یا بچہ بالغ ہوا تو اس پر ظہر کی نماز فرض ہو جائے گی کیونکہ آخری وقت میں نماز کا اہل تھا، یہ اور بات ہے کہ ایک دو منٹ وقت ہونے کی وجہ سے ابھی نماز نہیں پڑھ سکے گا اس لئے بعد میں اس کی قضاء کرے۔۔منعدمة :اہلیت نہیں ہے۔

اصول : روزہ فرض ہونے کے لئے اس دن کا صبح صادق سبب ہے۔۔اور نماز کے لئے نماز سے متصل وقت یا آخری وقت نماز کا سبب ہے۔

ترجمه: ۳؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ اگر کفر اور بچپنا زوال سے پہلے زائل ہو گیا تو تو اس پر قضاء ہے اس لئے کہ اس نے نیت کا وقت پایا۔

القضاء لانه ادرک وقت النية ۴؎ وجه الظاهر ان الصوم لايتجزى وجوباًواهلية الوجوب منعدمة فی اوله ۵؎ الا ان للصبی ان ينوی للتطوع فی هٰذا الصورة دون الكافر علیٰ ما قالوا لان الكافر ليس مِن اهل التطوع ايضًا والصبی اهل له (۹۶۸)واذا نوى المسافر الافطار ثم قدم المصر قبل الزوال فنوى الصوم اجزاه ﴾ ۱؎لان السفر لا ينا فی اهلية الوجوب ولا صحة الشروع

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی روایت یہ ہے کہ اگر بچہ مثلا بدھ کے دن زوال سے پہلے پہلے بالغ ہوگیا، یا کافر زوال سے پہلے پہلے مسلمان ہوگیا تو ان دونوں پر بدھ کے روز کی قضاء واجب ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زوال سے پہلے پہلے روزے کی نیت کرسکتا ہے اس لئے گویا کہ اس نے روزہ فرض ہونے کا وقت پایا اس لئے بدھ کا روزہ فرض ہوگا۔ اس قول کے اعتبار سے روزہ فرض ہونے کا سبب زوال سے پہلے تک کا وقت ہے۔

ترجمہ: ۴؎ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ واجب ہونے میں روزے کا ٹکڑا نہیں ہوتا اور دن کے شروع حصے میں روزے کی اہلیت نہیں ہے [اس لئے روزہ واجب نہیں ہوگا۔

تشریح : ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ روزہ واجب ہونے کے اعتبار سے دن کا ٹکڑا نہیں ہوتا کہ ہم یوں کہیں کہ آدھے دن کا روزہ واجب ہوا اور آدھے دن کا نہیں ہوا اور دن کے شروع حصے میں یعنی صبح صادق کے وقت بچہ اور کافر روزے کے اہل نہیں تھے اس لئے روزے کی قضاء واجب نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۵؎ مگر یہ کہ بچے کے لئے جائز ہے کہ اس صورت میں نفل کی نیت کرے نہ کہ کافر جیسا کہ کہا گیا، اس لئے کہ کافر نفل کا بھی اہل نہیں ہے اور بچہ اس کا اہل ہے۔

تشریح : بچہ اگر چہ زوال کے بعد بالغ ہوا ہے لیکن صبح صادق سے نفلی روزہ رکھ سکتا ہے اس لئے اگر زوال سے پہلے پہلے بالغ ہوا اور زوال سے پہلے ہی نفلی روزے کی نیت کرلی اور ابھی تک کھایا پیا نہیں تھا تو نفلی روزہ ہو جائے گا، اس لئے کہ صبح سے نفل روزے کا وہ اہل ہے۔ اس کے برخلاف کافر اس دن نفلی روزے کی نیت کرے تو نہیں کرسکتا، کیونکہ زوال سے پہلے وہ مسلمان ہوا ہے اور وہ کافر ہونے کی وجہ سے صبح صادق سے کسی روزے کا اہل نہیں تھا، اور نفلی روزے کے لئے بھی صبح صادق سے کسی نہ کسی درجے میں اہل ہونا ضروری ہے، اس لئے کافر اس دن نفلی روزہ بھی نہیں رکھ سکتا۔ صرف روزہ داروں کے احترام میں شام تک کھانے پینے سے رکا رہے۔

ترجمہ: (۹۶۸) اگر مسافر نے روزہ توڑنے کی نیت کرلی پھر زوال سے پہلے شہر آگیا اور روزے کی نیت کی تو روزہ ہو جائے گا

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ سفر روزہ واجب ہونے کی اہلیت کے منافی نہیں ہے، اور نہ روزہ شروع کرنے کے صحیح ہونے کے منافی ہے۔

(۹۶۹) وان کان فی رمضان فعلیه ان یصوم لزوال المرخص فی وقت النیة﴾ ۱؎ الاتری انه لو کان مقیمًا فی اول الیوم ثم سافر لایباح له الفطر ترجیحا لجانب الاقامة فھٰذا اولی

تشریح :ایک آدمی سفر میں تھا اس لئے نفلی روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی، پھر زوال سے پہلے پہلے اپنا گھر آ گیا اور نفلی روزے کی نیت کر لی تو روزہ ہو جائے گا اور اس روزے کو توڑے گا تو قضاء لازم ہوگی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسافر نفلی روزہ رکھنے کا اہل بھی ہے اور روزہ رکھ لے تو اس کا رکھنا بھی صحیح ہے، کافر کی طرح نہیں ہے کہ وہ صبح صادق کے وقت کسی روزے کا اہل ہی نہ ہو، اس لئے زوال سے پہلے پہلے نفلی روزے کی نیت کر لی تو روزہ ہو جائے گا۔

ترجمہ:(۹۶۹)اور اگر رمضان میں ہو تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے نیت کے وقت میں رخصت کے زائل ہونے کی وجہ سے

تشریح : ایک آدمی سفر میں تھا اس لئے رمضان کا روزہ نہیں رکھا تھا اب زوال سے پہلے گھر آ گیا اور ابھی تک کھایا پیا نہیں ہے اس لئے روزے کی نیت کرنے کا وقت ہے اس لئے روزہ توڑنے کی اجازت نہیں اب نیت کر کے روزہ رکھ لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر کی وجہ سے اس کے لئے رخصت تھی اور اب سفر ختم ہو گیا اس لئے رخصت ختم ہو گئی، اور نیت کرنے کا وقت بھی ہے اس لئے روزہ رکھ لے۔

ترجمہ: ۱؎ کیا نہیں دیکھتے کہ اگر دن کے شروع حصے میں مقیم ہوتا پھر سفر کرتا تو اس کے لئے روزہ توڑنا مباح نہیں ہے اقامت کی جانب کو ترجیح دینے کے لئے اس لئے یہ تو زیادہ بہتر ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ کوئی آدمی گھر میں مثلا نو بجے تک ہو تو ابھی سفر نہ ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا چاہئے اور نو بجے کے بعد سفر کیا تو اس سفر میں روزہ نہیں توڑنا چاہئے کیونکہ شروع میں اقامت موجود ہے اس لئے اقامت کی جانب کو ترجیح دینے کے لئے روزہ رکھ لینا چاہئے، جب شروع میں گھر میں ہو تو روزہ رکھنا چاہئے تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے جب زوال سے پہلے مقیم ہوا تو اقامت کی جانب کو ترجیح ہوگی اور روزہ رکھنا چاہے۔

وجہ :(۱)اس حدیث میں ہے کہ دن کے شروع حصے میں مدینہ طیبہ میں تھے پھر سفر فرمایا تو آپ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو مشقت ہوئی تو مقام کدید میں جا کر روزہ توڑا، حدیث ہے۔ **عن ابن عباس ؓ أن رسول الله ﷺ خرج الی مکة فی رمضان فصام فلما بلغ الکدید أفطر فأفطر الناس .** (بخاری شریف، باب اذا صام أیاما من رمضان ثم سافر، ص ۳۱۲، نمبر ۱۹۴۴)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے سفر کیا تو شروع میں رمضان کا روزہ رکھا، اس لئے کہ کوئی گھر پر ہو پھر سفر کرے تو روزہ رکھنا چاہئے (۲) **سمع الحسن یقول : اذا أصبح الرجل صائما فی شهر رمضان ثم خرج مسافرا نهارا فلا یفطر ذالک الیوم الا أن یخاف العطش علی نفسه فان تخوفه افطر و القضاء علیه فان شاء بعد أفطر و ان شاء**

۲ الاانه اذا افطر فی المسألتین لا تلزمه الکفارة لقیام شبهة المبیح (۹۷۰) ومن أغمی علیه فی رمضان لم یقض الیوم الذی حدث فیه الاغماء لوجود الصوم فیه وهو الامساک المقرون بالنیة اذ الظاهر وجودها منه وقضی مابعده لانعدام النیة ﴾

صام . (مصنف عبد الرزاق، باب السفر فی شہر رمضان، ج رابع، ص ۲۰۸، نمبر ۷۷۹۶) اس اثر میں ہے کہ دن کے شروع حصے میں مقیم تھا تو سفر میں باقی دن میں بھی روزہ رکھے اور بعد میں چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو روزہ نہ رکھے۔ البتہ پیاس کا خوف ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ تاہم اگر دونوں مسئلوں میں روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا مباح کا شبہ قائم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : دونوں مسئلوں سے مراد یہ ہے کہ۔ گھر میں تھا اور سفر میں نکلا اور روزہ توڑ دیا تو سفر کی وجہ سے رخصت ہونے کا شبہ ہے اس لئے روزہ توڑنے کی وجہ سے بھی صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، اسی طرح سفر میں تھا اور زوال سے پہلے گھر آ گیا اور روزہ نہیں رکھا تو سفر کی رخصت کا شبہ ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ شبہ کی وجہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: (۹۷۰) اور جس پر رمضان میں بیہوشی طاری ہوئی تو اس دن کی قضا نہیں کرے گا جس دن بیہوشی پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس میں روزے کی نیت ہے اور وہ نیت کے ساتھ رکنا ہے، اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ اسکی نیت ہے۔ اور اس دن کے بعد کی قضا کرے گا۔

تشریح : جنون میں عقل ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس زمانے میں وہ شریعت کا مخاطب نہیں رہتا، اور بیہوشی میں عقل موجود رہتی ہے لیکن نیند کی طرح چھپ جاتی ہے اس لئے وہ شریعت کا مخاطب رہتا ہے اور اس پر روزہ فرض رہے گا، اب جس دن بیہوش ہوا تو وہ مسلمان ہے اس لئے اس کی ظاہری حالت یہی ہے کہ اس نے روزے کی نیت کی ہوگی اس لئے نیت کے ساتھ کھانے پینے سے رکا رہا اس لئے اس دن کا روزہ ادا ہو جائے گا، اور باقی دنوں میں نیت نہیں پائی گئی اس لئے اس دن کا روزہ نہیں ہوا اس لئے باقی دنوں کی قضاء کرنا ہوگا۔۔ اغماء: بیہوشی۔

وجہ: (۱) ایک مسلمان سے یہی امید ہے کہ جس دن یا رات میں بیہوشی طاری ہوئی اس دن اس کے روزہ رکھنے کی نیت تھی اس لئے گویا کہ وہ روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے سے رکا رہا اس لئے اس دن کا روزہ ہو گیا۔ اور کئی دنوں تک بیہوش رہا تو باقی دنوں میں روزہ کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے روزہ نہیں ہوا اس لئے ان دنوں کی قضاء لازم ہوگی (۲) نیت کرنے کی حدیث۔ انما الاعمال بالنیات پہلے گزر چکی ہے۔ (۳) اثر میں ہے۔ عن نافع قال کان ابن عمر یصوم تطوعا فیغشی علیه فلا یفطر، قال الشیخ هذا یدل علی ان الاغماء خلال الصوم لایفسده. (سنن للبیہقی، باب من اغمی علیہ فی ایام من اشہر

(۹۷۱) وان اغمی علیہ اول لیلۃ منہ قضاہ کلہ غیر یوم تلک اللیلۃ ﴿ ۱؎ لما قلنا ۲؎ وقال مالک لا یقضی ما بعدہ لان صوم رمضان عندہ یتادی بنیۃ واحدۃ بمنزلۃ الاعتکاف

رمضان ج رابع ص ۳۹۶، نمبر ۸۱۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیہوشی سے روزہ نہیں ٹوٹیگا۔ جیسے سونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

نوٹ : بیہوشی کے عالم میں لوگوں نے کچھ کھلا یا پلایا تو مریض نے جان کر اپنے ارادہ سے نہیں کھایا ہے بلکہ گویا کہ بھول کر کھایا ہے اور بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لئے بیہوشی کے عالم میں لوگوں کے کھلانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اس دن کا روزہ ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۹۷۱) اگر رمضان کی پہلی رات میں بیہوش ہو گیا تو پورے رمضان کی قضاء کرے گا، سوائے اس دن کے جس رات بیہوش ہوا ہے۔

ترجمہ ۱؎ اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے کہا۔

تشریح : یہ مسئلہ تین اصولوں پر ہے، [۱] ایک اصول یہ ہے کہ اگر پورے رمضان بھی بیہوش رہا تو پورے رمضان کی قضاء کرنا ہوگی، کیونکہ عقل موجود ہے صرف چھپ گئی ہے۔ [۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ جس دن یا رات میں نیت پائی گئی اس دن کا روزہ ادا ہو گیا اور جس دن میں نیت نہیں پائی گئی اس دن کی قضاء لازم ہوگی۔ [۳] اور تیسرا اصول یہ ہے کہ روزے کے لئے ہر دن الگ الگ نیت ضروری ہے کیونکہ ہر دن کے درمیان رات ہے جو روزے کا وقت نہیں ہے اس لئے ہر دن الگ الگ عبادت ہے اور ہر دن کے لئے الگ الگ نیت ضروری ہے مسئلے کی تشریح یہ ہے کہ رمضان کی پہلی شب کو بیہوش ہوا تو اس دن کی قضاء نہیں کرے گا کیونکہ مسلمان کی ظاہری حالت یہ ہے کہ اس نے روزے کی نیت کی ہوگی اس لئے اس دن کا روزہ ادا ہو گیا، اور باقی پورے رمضان میں نیت نہیں ہے اسلئے اس کی قضاء لازم ہوئی۔

ترجمہ : ۲؎ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ بعد کے روزوں کی بھی قضاء نہ کرے اس لئے کہ پورے رمضان کا روزہ انکے نزدیک ایک ہی نیت سے ادا ہو جاتا ہے، جیسے کہ پورا اعتکاف ایک ہی نیت سے ادا ہو جاتا ہے۔

تشریح : حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ رمضان کی پہلی رات کو بیہوش ہوا تو اس رات کو نیت پائی گئی اور یہ ایک ہی نیت پورے رمضان کے روزے ادا ہونے کے لئے کافی ہے اور پورا رمضان بیہوش رہا تو گویا کہ اپنے ارادے سے کھایا پیا بھی نہیں اس لئے پورے رمضان میں نیت کے ساتھ کھانے پینے سے رکنا پایا گیا اس لئے پورے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا، اس کو قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے کہ دس دن کا اعتکاف کرنا ہو تو ہر دن نیت کرنا ضروری نہیں ایک ہی نیت کافی ہے، اسی طرح یہاں بھی ایک ہی نیت کافی ہے۔

۳ وعندنا لا بد من النية لكل يوم لانها عبادات متفرقة لانه يتخلل بين كل يومين ما ليس بزمان لهذه العبادة بخلاف الاعتكاف (۹۷۲) ومن اغمى عليه فى رمضان كله قضاه ﴾ ۱ لانه نوع مرض يضعف

ترجمہ: ۳ اور ہمارے نزدیک ہر دن کے لئے نیت کرنا ضروری ہے اس لئے کہ وہ الگ الگ عبادت ہے اس لئے کہ ہر دو دن کے درمیان میں ایسا زمانہ [یعنی رات] آتا ہے جو اس عبادت کے لئے نہیں ہے، بخلاف اعتکاف کے [کہ رات دن اعتکاف کا زمانہ ہے]

تشریح: ہمارے یہاں ہر دن کے روزے کے لئے الگ الگ نیت کرنی ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دو دنوں کے درمیان رات آتی ہے جس میں روزہ نہیں رکھا جاتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ہر دن الگ الگ عبادت ہے اس لئے ہر دن کے لئے الگ الگ نیت کرنی ہوگی۔ اور جب آدمی پہلی رات کے بعد پورے رمضان تک بیہوش رہا تو دوسرے دنوں میں نیت نہیں پائی گئی اس لئے باقی رمضان کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔

اور امام مالکؒ کے قیاس کا جواب یہ ہے کہ اعتکاف رات میں بھی ہوتا ہے اور دن میں بھی ہوتا ہے اس لئے پورے دس دن کا اعتکاف ایک ہی عبادت ہوئی اس لئے ایک ہی نیت کافی ہے۔

ترجمہ: (۹۷۲) کسی کو پورا رمضان بیہوشی رہی تو پورے رمضان کی قضاء کرے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ یہ ایک قسم کا مرض ہے جو قوت کو کمزور کر دیتا ہے لیکن عقل کو زائل نہیں کرتا اس لئے روزہ مؤخر کرنے کا عذر ہوگا ساقط کرنے کا عذر نہیں ہوگا۔

تشریح: رمضان کے پہلے ہی سے ایک آدمی بیہوش ہوا اور رمضان کے بعد تک بیہوش رہا تو پورے رمضان کی قضاء کرے گا۔
الحجی: عقل۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ رمضان کے پہلے سے بیہوش ہے اس لئے ایک دن کی بھی روزے کی نیت نہیں پائی گئی اس لئے پورے رمضان کی قضاء کرے گا۔ (۲) اور پورے رمضان بیہوش رہنے کے باوجود روزہ ساقط اس لئے نہیں ہوگا کہ بیہوشی میں نیند کی طرح عقل چھپ جاتی ہے تھوڑی کمزور ہو جاتی ہے، عقل ختم نہیں ہو جاتی، اور جب عقل پورے رمضان میں ہے تو پورے رمضان کا روزہ بھی فرض ہوگا، اس لئے بیہوشی روزہ مؤخر کرنے کے لئے تو عذر ہوگی روزہ ساقط کرنے کے لئے عذر نہیں ہوگی۔ (۳) ایک دن سے کم بیہوشی ہو تو نماز فرض رہتی ہے ساقط نہیں ہوتی اسی پر قیاس کرتے ہوئے روزہ بھی ساقط نہیں ہوگا۔ نماز فرض رہنے کے لئے یہ اثر ہے۔ **قيل لعمران بن حصين : ان سمرة بن جندب يقول فى المغمى عليه : يقضى مع كل صلوة مثلها فقال عمران : ليس كما يقول ، يقضيهن جميعا** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما یعید المغمی علیہ من الصلوۃ، ج ثانی، ص ۷۱، نمبر

القوی ولایزیل الحجٰی فیصیر عذرا فی التاخیر لافی الاسقاط(۹۷۳) ومن جُنَّ فی رمضان کله لم یقضه﴾ ۱؎ خلافالمالک وهویعتبره بالاغماء

۶۵۸۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ چاہے ایک ہزار نمازیں قضاء ہوئیں ہوں سب کوادا کرنی ہوگی۔(۵)اس اثر میں بھی ہے ۔عن ابراهیم قال : کان یقول فی المغمی علیه : اذا أغمی علیه یوم و لیلة أعاد و اذا کان اکثر من ذالک لم یعد۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب مایعید المغمی علیہ من الصلوۃ، ج ثانی،ص ۷۱،نمبر ۶۵۹۱ مصنف عبد الرزاق، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ وصلوۃ المغمی علیہ، ج ثانی،ص ۳۱۷،نمبر ۴۱۶۵ر)اس اثر میں ہے کہ ایک دن رات کے اندر ہوتو اسکو قضاء کرے اور اس سے زیادہ ہوتو قضاء نہ کرے،اس اثر سے معلوم ہوا کہ بیہوشی میں عقل زائل نہیں ہوتی فرض برقرار رہتا ہے،البتہ بہت دن تک بیہوش رہے گا تو بہت سی نمازیں قضاء کرنی پڑے گی اس لئے حرج کو دفع کرنے کے لئے یہ فرمایا گیا کہ ایک دن رات سے زیادہ نمازیں ہو جائیں تو اب قضاء نہ کریں،اور روزے میں ایک ہی مہینے کا روزہ قضاء کرنا ہوگی اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے پورے مہینے کا روزہ فرض قرار دیا۔

ترجمہ: (۹۷۳)کوئی پورے رمضان میں مجنون رہا تو ایک روزہ بھی قضاء نہ کرے۔

تشریح : جنونیت سے افاقے کی حالت میں ایک دن بھی مل گیا تو پورے رمضان کا روزہ لازم ہو جائے گا، کیونکہ رمضان کا ایک دن پورے رمضان کے روزے واجب ہونے کے لئے سبب ہے کیونکہ آیت میں ہے کہ کسی پر مہینہ گزرا تو اس پر لازم ہے کہ روزہ رکھے،آیت یہ ہے۔ فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ۔(آیت ۱۸۵ سورۃ البقرۃ ۲)،لیکن پورا مہینہ مجنون رہا تو سبب کا ایک دن بھی اس پر نہیں گزرا اس لئے اس پر ایک دن کی بھی قضاء لازم نہیں ہوگی۔

وجہ : (۱)جنونیت سے عقل زائل ہو جاتی ہے اسلئے وہ شریعت کا مخاطب ہی نہ رہا اور نہ روزے کا اہل رہا اور چونکہ پورا رمضان بے عقل رہا اس لئے روزے کا ادنی سبب بھی نہیں پایا گیا اس لئے ایک روزہ بھی واجب نہیں ہوگا۔(۲)اس حدیث میں ہے ۔عن ابن عباس قال مر علی بمجنونة بنی فلان قد زنت وهی ترجم فقال علی لعمر یا امیر المؤمنین امرت برجم فلانة قال نعم قال اما تذکر قول رسول الله رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبی حتی یحتلم وعن المجنون حتی یفیق قال نعم فامر بها فخلی عنها (ابوداؤد شریف، باب فی المجنون یسرق اویصیب حداج ثانی ص ۲۵۶ نمبر ۴۴۰۱ رسنن للبیھقی ، باب الصبی لا یلزمہ فرض الصوم حتی یبلغ ولا المجنون حتی یفیق ج رابع ص ۴۴۸،نمبر ۸۳۰۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجنون پر جنونیت کے زمانے کے روزے فرض نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ برخلاف امام مالکؒ کے وہ بیہوشی پر قیاس کرتے ہیں۔

۲؎ ولنا ان المُسقِط هو الحرج والاغماء لايستوعب الشهر عادةً فلا حرج والجنون يستوعبه فيتحقق الحرج (۹۷۴) وان افاق المجنون فى بعضه قضىٰ ما مضىٰ ﴾ ۱؎ خلافا لزفر والشافعى هما يقولان لم

تشریح : امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ پورا مہینہ بھی مجنون رہا تو اس پر پورے مہینے کا روزہ فرض رہے گا، جس طرح پورا مہینہ بیہوش رہا تو اس پر پورے مہینے کا روزہ فرض رہتا ہے، وہ جنونیت کو بیہوشی پر قیاس کرتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روزہ ساقط کرنے والی چیز حرج ہے اور بیہوشی عام طور پر ایک مہینہ تک نہیں ہوتی اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور جنون ایک مہینہ تک ہو جاتا ہے اس لئے حرج متحقق ہوگا [اس لئے ایک مہینے کے جنون میں روزہ واجب نہیں]

تشریح :اس عبارت میں یہ فرق بیان کر رہے ہیں کہ بیہوشی پورا رمضان رہے پھر بھی پورے رمضان کا روزہ فرض رہتا ہے، اور جنونیت پورا رمضان رہے تو ایک روزہ بھی فرض نہیں رہتا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ روزے کے ساقط ہونے کا اصل معیار حرج ہے، کہ جہاں حرج ہو وہاں ساقط ہوگا اور جہاں حرج نہ ہو وہاں ساقط نہیں ہوگا، اس معیار کے مطابق یہ دیکھتے ہیں کہ عموما بیہوشی پورا مہینہ نہیں رہتی ایک دو روز میں آدمی ہوش میں آجاتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ بیہوش رہے گا اور مشین سے کھانا پینا پیٹ میں نہیں دیا گیا تو آدمی مر جاتا ہے، اس لئے شاذ و نادر ہی آدمی ایک ماہ تک بیہوش رہتا ہے اس لئے اس شاذ و نادر کا اعتبار نہیں کیا گیا، اور کہا گیا کہ پورے مہینے کی بیہوشی ہو پھر بھی پورے مہینے کا روزہ فرض ہوگا اور رمضان کے مہینے کو اس کے لئے سبب مانا جائے گا۔ اور جنونیت پورے مہینے رہتی ہے اس لئے روزہ فرض کرنے میں حرج ہے اس لئے جنونیت پورا مہینہ رہے تو ایک روزہ بھی فرض نہیں ہوگا۔۔ اصل حدیث ہے جو پہلے گزر گئی۔

ترجمہ: (۹۷۴) اگر بعض رمضان میں مجنون کو افاقہ ہوا تو قضا کرے گا جو گزر گیا، [اور جو باقی ہے اس کا روزہ رکھے گا]

تشریح: مثلا گیارہ رمضان کو جنونیت سے افاقہ ہوا اور عقل آگئی تو بارہ رمضان سے روزے رکھے گا اور پچھلے گیارہ رمضان تک بعد میں قضا کرے گا۔

وجہ: (۱) اوپر گزرا آیت میں ہے کہ جس کو رمضان کا مہینہ ملا وہ روزہ رکھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا ایک دن بھی جنونیت سے افاقے میں گزرا تو یہ پورے رمضان کے فرض ہونے کا سبب ہوگا اور پورے رمضان کا روزہ فرض ہوگا، پس جو دن گزر گئے اس کی قضاء بعد میں کرے اور جو دن ابھی باقی ہے اس کا ابھی روزہ رکھے۔

اصول :ایک دن بھی جنونیت سے افاقے میں گزرے تو وہ پورے رمضان کے فرض ہونے کا سبب ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفر اور امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ اہلیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ادا واجب نہیں ہوا

يجب عليه الاداء لانعدام الاهلية والقضاء يرتب عليه وصار كا المستوعب ۲؎ ولنا ان السبب قد وجد وهو الشهر والاهلية بالذمة وفی الوجوب فائدة وهو صيرورتُه مطلوبا علی وجه لا يحُرج فی ادائه بخلاف المستوعب لانه يحرج فی الاداء فلا فائدة وتمامه فی الخلافيات ۳؎ ثم لا فرق بين الاصلی والعارضی قيل هٰذا فی ظاهر الرواية

اور قضاء ادا پر مرتب ہوتا ہے تو ایسا ہوا کہ پورا ہی رمضان جنونیت نے گھیر لیا۔

تشریح: امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجنون جتنے دنوں تک ہوش میں رہا اتنے ہی دنوں کے رمضان کا روزہ واجب ہوگا اور جتنے دنوں جنونیت میں گزرا اتنے دنوں روزہ واجب نہیں ہوگا۔ انکی دلیل یہ ہے کہ جنونیت کی وجہ سے ان دنوں میں وہ روزے کا اہل ہی نہیں تھا اس لئے ادا بھی واجب نہیں ہوا اور قضاء ادا پر مرتب ہوتی ہے اس لئے قضاء بھی واجب نہیں ہوگی۔ انکی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ سبب پایا گیا اور وہ مہینہ ہے اور اہلیت کا مطلب ہے کہ ذمہ میں واجب ہو، اور واجب کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ ایسے طریقے میں مطلوب ہو کہ اس کے ادا کرنے میں حرج نہ ہو، بخلاف جبکہ پورا رمضان گھیرا ہوا ہو اس لئے کہ اس کے ادا کرنے میں حرج ہے اس لئے فائدہ نہیں ہے۔ اور پوری بحث کتاب خلافیات میں ہے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ جنونیت سے افاقے میں پایا اس لئے واجب ہونے کا سبب تو پایا گیا اس لئے روزہ واجب کر دیا جائے، اور روزہ رکھنے کی اہلیت بھی ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ کچھ روزے اس کے ذمے میں واجب کیا جائے جو بعد میں قضاء کرے گا، اور تھوڑے روزے کی قضاء کرنے میں حرج بھی نہیں ہے، اس کے برخلاف پورے رمضان کے روزے قضاء کروانے میں حرج ہے کیونکہ اتنے روزے قضاء کرنا مشکل ہے، اس لئے پورا مہینہ مجنون ہو اور پورا مہینہ واجب کریں تو حرج ہے اس لئے واجب نہ کریں اور کچھ دن افاقہ رہے اور روزہ ادا کرلے اور کچھ دن قضاء کرنا پڑے تو اس میں حرج نہیں ہے اس لئے واجب کیا جائے۔

ترجمہ: ۳؎ پھر عارضی جنونیت اور اصلی جنونیت میں کوئی فرق نہیں ہے، بعض حضرات نے فرمایا یہ ظاہر روایت ہے۔

تشریح: کوئی آدمی بالغ ہونے تک مجنون نہیں تھا اور بالغ ہونے کے بعد مجنون ہوا تو یہ عارضی مجنون ہے۔ اور اگر بالغ ہونے سے پہلے مجنون تھا اور بالغ ہوتے وقت بھی مجنون رہا تو اس کو اصلی مجنون کہتے ہیں چاہے درمیان میں افاقہ ہو جاتا ہو۔
ظاہر روایت یہ ہے کہ چاہے اصلی جنون ہو یا عارضی جنون ہو دونوں صورتوں میں پورا رمضان جنون رہا تو ایک روزہ بھی لازم نہیں ہوگا، اور ایک دن بھی رمضان میں افاقہ کا پایا تو پورے رمضان کا روزہ لازم ہوگا۔

۴؎ وعن محمد انه فرق بينهما لانه اذا بلغ مجنونا التحق بالصبى فانعدم الخطاب بخلاف ما اذا بلغ عاقلا ثم جن وهذا مختار بعض المتاخرين (۹۷۵) ومن لم ينو فى رمضان كله لا صوما ولا فطرا فعليه قضاؤه ﴾۱؎ وقال زفر يتادى صوم رمضان بدون النية فى حق الصحيح المقيم لان الامساك مستحق عليه فعلى اىّ وجه يؤديه يقع عنه كما اذا وهب كل النصاب للفقير ۲؎ ولنا ان المستحق الامساك

ترجمہ: ۴؎ امام محمدؒ نے اصلی اور عارضی جنون میں فرق کیا ہے اس لئے کہ اگر مجنون ہو کر بالغ ہوا تو بچے کے ساتھ مل گیا تو اس پر خطاب ہی نہیں ہوا، بخلاف جبکہ عقلمند ہو کر بالغ ہوا پھر مجنون ہوا۔ یہ روایت بعض متأخرین کا پسندیدہ ہے۔

تشریح: امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر جنون اصلی تھا یعنی بالغ ہوتے وقت بھی مجنون تھا تو وہ بچے کی طرح ہو گیا کہ افاقے سے پہلے وہ شریعت کا مخاطب ہی نہیں تھا اس لئے افاقے سے پہلے رمضان کا جو وقت اس پر گزرا اس کی قضاء اس پر نہیں ہوگی جس طرح بچے پر بالغ ہونے سے پہلے کی قضاء نہیں ہے۔ اور اگر جنون عارضی ہے، یعنی بالغ ہوتے وقت وہ عقلمند تھا بعد میں مجنون ہوا، اور رمضان کے کچھ حصے میں افاقہ ہو گیا تو پورے رمضان کی قضاء لازم ہوگی۔ کیونکہ وہ بالغ ہوتے وقت شریعت کا مخاطب تھا۔ بعض متأخرین نے امام محمدؒ کی اس روایت کو پسند فرمایا ہے۔

ترجمہ: (۹۷۵) کسی نے پورے رمضان میں نہ روزے کی نیت کی اور نہ افطار کی نیت کی تو اس پر قضاء ہے۔

تشریح: ایک آدمی پورے رمضان کے دنوں میں کھانے پینے اور جماع سے رکا رہا لیکن نہ روزہ رکھنے کی نیت کی اور نہ روزہ توڑنے کی نیت کی تو بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوگا اس لئے سب روزوں کی قضاء لازم ہوگی،

وجہ: کیونکہ چاہے وہ دن بھر مفطرات صوم سے رکا رہے لیکن بغیر نیت کے قربت نہیں ہوگی اور نہ روزہ ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ تندرست اور مقیم کے حق میں بغیر نیت کے بھی روزہ ادا ہو جائے گا اس لئے کہ مفطرات سے رکنا اس پر واجب ہے تو جس طریقے سے بھی رکے روزہ ہی واقع ہوگا، جیسے کہ فقیر کو پورا نصاب ہبہ کر دے تو زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان آدمی مقیم ہو اور تندرست بھی ہو تو تو اس پر مفطرات صوم سے رکنا اور روزہ رکھنا فرض ہے اس لئے چاہے بغیر نیت کے بھی رکا رہے گا تو روزہ ادا ہو جائے گا، اور جب پورے رمضان کا روزہ ادا ہو گیا تو اب اسکی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ ایک آدمی کے نصاب پر پورا سال گزر گیا اور زکوۃ واجب ہو گئی پس اس نے زکوۃ کی نیت کے بغیر کسی فقیر کو پورا مال ہبہ کر دیا تو اسی میں زکوۃ ادا ہو جائے گی، چاہے زکوۃ کی نیت نہ کی ہو، اسی طرح یہاں بھی روزہ فرض ہے اس لئے اس کی نیت کئے بغیر بھی روزہ ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مفطرات سے رکنا عبادت کے طور پر واجب ہے اور عبادت بغیر نیت کے نہیں ہوتی [اس

بـجهة العبادة و لاعبادة الا بالنية ۳؎ وفـی هبة الـنـصـاب وجد نية القربة علیٰ ما مر فی الزکوٰة (۹۷۶) ومـن اصبـح غیرنا وٍ للصوم فاکل لا کفارة ﴾ ا؎ عـلیه عند ابی حنیفةؒ ۲؎ وقـال زفـرؒ علیه الکفارة لانه یتادی بغیر النیة عنده ۳؎ وقال ابو یوسف ومحمد اذا اکل قبل الزوال تجب الکفارة لانه فوت امکان

لئے روزہ ادانہیں ہوگا

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ صرف کھانے پینے سے رکنے سے عبادت نہیں ہوگی وہ تو عادت کے طور پر بھی ہوسکتا ہے، عبادت تو روزے کی نیت کرنے کے بعد ہوگی اس لئے بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۳؎ اور پورے نصاب کے ہبہ کرنے میں قربت کی نیت تو پائی گئی، جیسے کہ کتاب الزکوۃ میں گزرا۔

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ زکوۃ واجب ہونے کے بعد تمام مال فقیر کو دے دے اور زکوۃ کی نیت نہ کرے تو بھی اس سے زکوۃ کی ادائیگی ہوجاتی ہے اسی طرح رمضان میں کھانے پینے سے رکا رہے تو نیت نہ بھی کرے اس سے روزہ ادا ہوجائے گا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ فقیر کو دینے میں بھی قربت کی نیت ہے ورنہ وہ کسی مالدار کو دے دیتا، اور اصل قربت کی نیت پائی گئی تو اس کے تحت میں زکوۃ ادا ہوجائے گی، اور یہاں تو اصل قربت اور اصل روزے کی نیت بھی نہیں ہے اس لئے روزہ کیسے ادا ہوگا! اور جب روزہ ادا نہیں ہوا تو پورے رمضان کی قضاء کرنا ہوگی۔

اصول: امام زفرؒ کے یہاں رمضان کا روزہ بغیر نیت کے ادا ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بغیر نیت کے ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۹۷۶) کوئی بغیر نیت کے صبح کی پھر کھالیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے ۔

ترجمہ: ا؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح : ایک آدمی مثلا رمضان میں دس بجے دن تک کھانا پینا نہیں کھایا لیکن روزے کی بھی نیت نہیں کی اس کے بعد جان بوجھ کر کھانا کھالیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر صرف قضاء ہے روزہ توڑنے کا کفارہ نہیں ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ لازم ہوتا ہے روزہ رکھ کر توڑنے کے بعد اور اس نے روزہ رکھنے کی نیت ہی نہیں کی تھی اس لئے روزہ ہی نہیں تھا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا البتہ رمضان کا روزہ نہیں رکھا اس لئے اس کی قضاء لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس پر کفارہ ہے اس لئے کہ انکے نزدیک بغیر نیت کے بھی روزہ ادا ہوجاتا ہے۔

تشریح : ابھی اوپر گزرا کہ امام زفرؒ کے نزدیک بغیر نیت کے بھی روزہ ادا ہوجاتا ہے، اس لئے بغیر کھائے پیے رکا رہا تو روزہ ہو گیا، اور روزہ ہونے کے بعد جان کر بغیر کسی عذر کے روزہ توڑا تو کفارہ لازم ہوگا اس لئے امام زفرؒ کے یہاں کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر زوال سے پہلے کھایا تو کفارہ واجب ہوگا اس لئے کہ روزہ حاصل کرنے

التحصيل فصار كغاصب الغاصب ۴؎ ولابی حنيفة ان الكفارة تعلّقت بالافساد وهذا امتناع اذ لا صوم الا بالنية (۹۷۷) واذا حاضت المرأة او نفست افطرت وقضت﴾

کے امکان کو فوت کر دیا تو ایسا ہو گیا کہ غاصب سے بھی کسی نے غصب کر لیا۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے کھایا تو کفارہ لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ زوال سے پہلے پہلے اس بات کا امکان تھا کہ وہ روزے کی نیت کر لیتا اور روزہ رکھ لیتا، لیکن کھا لیا تو روزہ رکھنے کے امکان کو فوت کر دیا اس لئے اگر چہ روزہ رکھ کر نہیں توڑا ہے لیکن کھا کر روزہ رکھنے کے امکان کو ختم کیا تو اس امکان کے ختم کرنے سے بھی کفارہ لازم ہو جائے گا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مثلا زید نے خالد کی تلوار غصب کی تو خالد زید سے تلوار لے سکتا تھا اور وہ نہ ملے تو اس کا تاوان زید سے لے سکتا تھا، اس دوران نصیر نے زید سے تلوار غصب کی اور اس کو ضائع کر دیا، تو خالد کو یہ حق ہے کہ زید سے تاوان لینے کے بجائے نصیر سے تاوان لے لے، کیونکہ نصیر نے تلوار ضائع کر کے واپس کرنے کا امکان ختم کر دیا تو چونکہ اس نے واپس کرنے کا امکان ختم کیا اس لئے اس سے بھی خالد تاوان لے سکتا ہے، اسی طرح زوال سے پہلے کھا کر اس بات کا امکان ختم کر دیا کہ اب وہ روزہ رکھے گا اس لئے وہ روزے کا کفارہ دے ۔۔ غاصب سے غصب کی صورت یہی ہے

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کفارہ کا تعلق توڑنے کے ساتھ ہے اور یہاں تو روزہ رکھنے سے رکنا ہے، اس لئے کہ روزہ بغیر نیت کے نہیں ہوتا

تشریح : کفارہ لازم نہ ہونے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ روزہ نیت کر کے رکھے اور پھر اس کو توڑ دے تب اس پر کفارہ ہے یہاں نیت کر کے روزہ رکھا ہی نہیں ہے، یہاں تو صرف روزہ رکھنے سے رکنا ہے اس لئے اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔۔ افساد: روزہ رکھ کر توڑنا۔

ترجمہ: (۹۷۷) اگر عورت حائضہ ہو جائے یا نفاس والی ہو جائے تو روزہ توڑ دے گی اور جب پاک ہوگی تو قضا کرے گی۔

وجہ: (۱) حیض اور نفاس کی حالت میں عورت روزے کے قابل نہیں رہتی ہے اس لئے روزہ رکھی ہوئی ہو تب بھی روزہ توڑ دے گی اور بعد میں قضا کرے گی۔ حدیث میں ہے ۔**عن ابی سعید قال قال النبی ﷺ الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ فذلک من نقصان دینها** (بخاری شریف، باب الحائض تترک الصوم والصلوۃ ص ۲۶۱ نمبر ۱۹۵۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت نہ روزہ رکھے گی اور نہ نماز پڑھے گی۔ (۲) اور قضا کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت كنا نحيض عند رسول الله ﷺ ثم نطهر فيأمرنا بقضاء الصيام ولا يأمرنا بقضاء الصلوة.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی قضاء الحائض الصیام دون الصلوۃ ص ۱۶۳ نمبر ۷۸۷ / ابن ماجۃ شریف، باب ماجاء فی قضاء رمضان، ص ۲۳۹، نمبر ۱۶۷۰)

لے بخلاف الصلوٰة لانها تحرج فی قضائها وقد مر فی الصلوٰة (۹۷۸) واذا قدم المسافر او طهرت الحائض فی بعض النهار امسکا بقية يومهما﴾

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے کی قضا کرنے کا حکم دیا جائے گا اور نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ (۳) نماز بہت ہو جاتی ہے اس لئے اسکی قضاء میں حرج ہے اور روزہ گنے چنے دن ہیں اس لئے اس کی قضاء کرنے میں حرج نہیں ہے اس لئے روزے کی قضاء کرے۔

ترجمہ: لے بخلاف نماز کے اس لئے کہ حرج ہوگا اسکی قضاء کرنے میں، اور پوری بحث کتاب الصلوۃ، باب الحیض میں گزر گئی۔

تشریح : نماز حیض کے دس دن میں پچاس ہو جائے گی اس لئے اس کی قضاء کروانے میں عورتوں پر حرج ہوگا اس لئے اسکی قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا اور روزہ صرف دس دن کا ہوگا اس لئے اس کو قضاء کرنے کا حکم دیا گیا اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح نفساء عورت کی نماز چالیس دن میں دوسو ہو جائے گی اس لئے اسکی قضاء کروانے میں حرج ہے اور روزہ صرف ایک ماہ کا ہوگا اس لئے اسکی قضاء کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے اسکی قضاء کا حکم دیا گیا، یوں بھی عورتیں نماز پڑھنے میں سست ہوتیں ہیں لیکن روزہ خوشی رکھ لیتیں ہیں اس لئے روزے کی قضاء کرنے کا حکم دیا گیا۔

ترجمہ: (۹۷۸) مسافر گھر آئے یا حائضہ عورت پاک ہو جائے دن کے بعض حصہ میں تو دونوں باقی دن کھانے پینے سے رک جائیں۔

تشریح: مثلا حائضہ عورت دو پہر کو پاک ہوئی یا مسافر دو پہر کو گھر آیا تو اب دو پہر سے شام تک رمضان کے احترام میں کھانا پینا نہیں کھانا چاہئے۔ تا کہ رمضان کا احترام باقی رہے۔ چونکہ دن کے شروع حصے میں روزہ کا اہل نہیں ہے اس لئے روزہ تو نہیں رکھ سکتی البتہ جب حائضہ پاک ہو کر اہل ہوئی تو اس وقت سے کھانا پینا نہیں کھائے گی۔ اسی طرح مسافر مثلا دو پہر کو گھر پہونچا تو اس وقت سے شام تک کھانا نہ کھائے۔ یہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جن کے لئے ہے کہ وہ دن کے باقی حصے میں مفطرات صوم سے رکے رہیں [۱] مسافر گھر آئے [۲] حائضہ پاک ہو جائے [۳] نفساء پاک ہو جائے [۴] کافر مسلمان ہوا [۵] بچہ بالغ ہوا [۶] مریض تندرست ہوا [۷] روزہ دار تھا جان کر کھا لیا [۸] روزہ دار تھا بھول کر کھا لیا۔ تو ان لوگوں کو چاہئے کہ دن کے باقی حصوں میں مفطرات صوم سے رکے رہیں۔

وجہ: (۱) **عن سلمة بن اکوع قال امر النبی ﷺ رجلا من اسلم ان اذن فی الناس ان من کان اکل فلیصم بقیة یومه ومن لم یکن اکل فلیصم فان الیوم یوم عاشوراء** . (بخاری شریف، باب صیام یوم عاشوراء ص ۲۶۹ نمبر ۲۰۰۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگ جو درمیان دن میں روزے کے اہل ہوئے ہوں وہ روزے کے احترام میں باقی دن

۱؎ وقال الشافعی لایجب الامساک وعلی ھٰذا الخلاف کل من صار اھلاً للزوم ولم یکن کذالک فی اول الیوم ھو یقول التشبہ خلفٌ فلا یجب الاعلیٰ من یتحقق الاصل فی حقہ کالمفطر متعمدا او مخطئا ولنا انہ وجب قضاء لحق الوقت لاخلفالانہ وقت معظم ۲؎

کھانا نہ کھائے۔(۲) اثر میں ہے. عن ابراھیم انہ کان یقول فی مسافر یقدم مفطرا او حائض تطھر من آخر یومھا قال : لا یأکلان حتی یمسیان ۔(مصنف عبدالرزاق، باب المسافر یقدم فی بعض النھار والحائض تطھر فی بعضہ، ج رابع ،ص ۱۳۲، نمبر ۷۳۸۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المرأۃ تحیض فی رمضان أول النھار، ج ثانی ،ص ۳۱۰، نمبر ۹۳۴۰) اس اثر میں بھی ہے کہ حائضہ اور مسافر باقی دن کھانے سے رکے رہیں۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان پر مفطرات سے رکنا واجب نہیں، اور اسی اختلاف پر ہیں وہ لوگ جو درمیان دن میں روزے لازم ہونے کے اہل ہوئے حالانکہ دن کے شروع حصے میں روزہ لازم ہونے کے اہل نہیں تھے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ روزہ داروں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا خلیفہ ہے اس لئے انہیں پر رکنا لازم ہوگا جن کے حق میں اصل متحقق ہے، جیسے جان کر کھا لینے والا یا بھول کر کھالینا والا۔

تشریح : امام شافعیؒ آٹھ قسموں میں سے صرف دو قسم کے لوگوں پر باقی دنوں میں مفطرات صوم سے رکنا واجب کہتے ہیں [۱] ایک جو روزہ رکھے ہوا تھا اور جان کر کھا لیا تو دن کے باقی حصوں میں اس پر کھانے پینے سے رکنا واجب ہے، اسی طرح روزہ دار تھا اور بھول کر کھا لیا تو دن کے باقی حصوں میں مفطرات صوم سے رکنا واجب ہے، انکے علاوہ پر رکنا واجب نہیں۔

وجہ : انکی دلیل یہ ہے کہ دن کے باقی حصے میں کھانے پینے سے رکنا اس لئے ہے تا کہ اور روزہ داروں کے ساتھ تشبہ ہو جائے، اور روزہ داروں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا اصل روزے کا خلیفہ ہے تو جن کے اوپر اصل روزہ فرض ہے انہیں پر اس کا خلیفہ بھی واجب ہوگا، جان کر کھانے والے اور بھول کر کھانے والے پر اس دن اصل روزہ فرض ہے، اس لئے روزہ ٹوٹ گیا تو مفطرات صوم سے رک کر تشبہ اختیار کرے، اور حائضہ، نفساء دن میں پاک ہوئی تو اس دن اصل روزہ رکھنے کے قابل نہیں ہے تو اس کا خلیفہ یعنی تشبہ اختیار کرنا بھی واجب نہیں

لغت : امساک: کھانے پینے سے رکنا۔ اھلا للزوم: روزہ لازم ہونے کا اہل ہو۔ مخطئا: بھول کر روزہ توڑا ہو۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ رکنا وقت کے حق کے ادا کرنے کے لئے واجب ہوا ہے اس لئے کہ وقت عظمت والا ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ روزہ داروں کے ساتھ تشبہ اختیار کرنا یہ اصل روزے کا خلیفہ ہے، اس لئے جس پر اصل لازم ہوگا اسی پر خلیفہ لازم ہوگا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ اصل روزے کا خلیفہ نہیں ہے بلکہ رمضان کا مہینہ

٣ بخلاف الحائض والنفساء والمريض والمسافر حيث لايجب عليهم حال قيام هذه الاعذار لتحقق المانع عن التشبه حسب تحققه عن الصوم قال (٩٧٩) واذا تسحر وهو يظن ان الفجر لم يطلع فاذا هو قد طلع او افطر وهو يرى ان الشمس قد غربت فاذا هي لم تغرب امسك بقية ﴿١ يومه قضاءً لحق الوقت بالقدر الممكن او نفيا للتهمة

عظمت والا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں جان کر روزہ توڑ دے تو کفارہ لازم ہوجاتا ہے، اس عظمت کے احترام کے لئے دن کے باقی حصوں میں رکنا لازم ہوگا۔

ترجمہ: ٣ بخلاف حائضہ، نفساء، اور مریض اور مسافر کے کہ ان عذروں کے ہوتے ہوئے ان پر مفطرات صوم سے رکنا واجب نہیں، کیونکہ روزہ دار کی مشابہت سے مانع موجود ہے جیسے روزہ سے مانع موجود ہے۔

تشریح : حائضہ ابھی پاک نہ ہوئی ہو ابھی حیض کی حالت میں ہو، نفساء نفاس کی حالت میں ہو، مسافر ابھی سفر ہی میں ہو، بیمار ابھی تندرست نہ ہوا ہو تو ان لوگوں پر روزہ داروں کا تشبہ اختیار کر کے کھانے پینے سے رکنا واجب نہیں ہے، کیونکہ ان حالات میں ان لوگوں پر اصل روزہ واجب نہیں ہے ان کو سہولت دی ہے پس اگر عظمت اور تشبہ کی وجہ سے نہ کھائے پیئے تو حرج لازم ہوگا، اس لئے ان لوگوں پر مفطرات صوم سے رکنا واجب نہیں ہے، البتہ ان عذروں کے ختم ہونے کے بعد رمضان کی عظمت یا تشبہ کے لئے رکنا مستحب ہے۔ اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: (٩٧٩) اگر سحری کی اور گمان تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوا ہے حالانکہ وہ طلوع ہو چکا تھا، یا روزہ توڑا اور وہ سمجھتا تھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے حالانکہ وہ غروب نہیں ہوا تھا تو دن کے باقی حصہ میں رکا رہے۔

ترجمہ: ١ ممکن طور پر وقت کے حق کو پورا کرنے کے لئے اور تہمت کی نفی کے لئے۔

تشریح: سحری کی یہ گمان کرتے ہوئے کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوا ہے حالانکہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔ اسی طرح افطار کی یہ گمان کرتے ہوئے کہ آفتاب غروب ہو چکا ہے حالانکہ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا تھا تو چونکہ دن میں کھانا کھایا ہے اس لئے روزہ تو نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ بھول کر کھانا کھایا ہے اس لئے صرف قضا کرنا ہوگا کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ کیونکہ بھول سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے۔ کھانے کے باوجود بھی دن کے باقی حصے میں مفطرات صوم سے اس لئے رکا رہے اور دوبارہ نہ کھائے تاکہ رمضان کی عظمت اور احترام باقی رہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر دن میں کھائے گا تو لوگ کہیں گے یہ دن میں روزہ نہیں رکھتا اور فاسق فاجر شمار کریں گے، اس تہمت کو دور کرنے کے لئے بھی نہ کھائے۔

وجہ: (١) عن اسماء بنت ابی بکر قالت افطرنا علی عهد النبی ﷺ فی یوم غیم ثم طلعت الشمس قیل

(۹۸۰) وعليه القضاء ۱؎ لانه حق مضمون بالمثل كمافى المريض والمسافر (۹۸۱) ولا كفارة عليه ﴾
۱؎ لان الجناية قاصرة لعدم القصد وفيه قال عمرؓ ما تجانفنا لاثمٍ قضاءُ يومٍ علينا يسير

لهشام فامروا بالقضاء ؟قال بد من قضاء. (بخاری شریف، باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس ص ۳۱۶ نمبر ۱۹۵۹ر ابو داؤد شریف، الفطر قبل غروب الشمس ص ۳۲۹ نمبر ۲۳۵۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کرلیا تو اس دن کی قضا کرے گا۔ البتہ بھول سے کیا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اسی پر صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سحری کرنے کے مسئلہ کو قیاس کرلیں (۲) اثر میں ہے فقال عمر ... من كان افطر فان قضاء يوم يسير.... الا انه قال : قال عمر أتموا يومكم هذا ثم اقضوا يو ما (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۳۸ نمبر ۷۳۲۳ر نمبر ۷۴۲۴ر سنن بیہقی، باب من أكل وهو يرى أن الشمس قد غربت ثم بان أنها لم تغرب، ج رابع، ص ۳۶۷، نمبر ۸۰۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی قضا کرنا آسان ہے اور کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس دن کھانے سے رکے رہیں ۔(۳) اور دن کے باقی حصے میں نہ کھائے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن ابراهيم انه كان يقول فى مسافر يقدم مفطرا او حائض تطهر من آخر يومها قال : لا يأكلان حتى يمسيان ۔(مصنف عبد الرزاق، باب المسافر یقدم فی بعض النهار والحائض تطهر فی بعضه، ج رابع، ص ۱۳۲، نمبر ۷۳۸۴) اس اثر میں ہے کہ حائضہ اور مسافر باقی دن کھانے سے رکے رہیں۔ اسی پر قیاس کر کے روزہ توڑنے والا بھی دن کے باقی حصے میں نہ کھائے

ترجمہ: (۹۸۰) اور اس پر قضاء ہے۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ یہ مضمون بالمثل حق ہے، جیسا کہ مریض اور مسافر میں ہوتا ہے۔

تشریح: سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کرلیا، یا صبح صادق ہونے کے بعد کھالیا تو روزہ نہیں ہوا اس لئے اس کے مثل کے ضمان میں روزہ قضاء کرے، جیسے مریض اور مسافر روزہ نہیں رکھ سکتا ہے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھے، اسی طرح یہاں بھی روزہ نہیں ہوا تو اس کے بدلے میں روزہ رکھے۔

ترجمہ: (۹۸۱) اور اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس میں جرم کم ہے اس لئے اس نے ارادے سے نہیں توڑا۔ اور اس بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم گناہ کی طرف مائل نہیں ہوئے ہم پر ایک دن کی قضاء کرنا آسان ہے۔

تشریح: اس پر کفارہ نہیں ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ بیان کی کہ بھول سے روزہ توڑا ہے اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے، یا صبح صادق ہوگئی ہے اس لئے اس پر کفارہ نہیں ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس

٢؎ والمراد بالفجر الثانی وقد بیناه فی الصلوٰة (٩٨٢) ثم التسحر مستحب ۱؎ لقوله علیہ السلام تسحروا فان فی السحور برکة ٢؎ والمستحب تاخیره لقوله علیہ السلام ثلٰث من اخلاق المرسلین تعجیل الافطار وتاخیر السحور

کھانے میں ہم گناہ کی طرف مائل نہیں ہوئے، اس لئے اس کے بدلے میں ایک دن کی قضاء کر لینا آسان ہے۔ اثر یہ ہے۔ فقال عمر ... من کان افطر فان قضاء یوم یسیر. (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۳۸ نمبر ۷۳۲۳ ر سنن بیہقی، باب من أکل وھو یری أن الشمس قد غربت ثم بان أنھا لم تغرب، ج رابع، ص ۳۶۷، نمبر ۸۰۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی قضا کرنا آسان ہے اور کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی ہے کہ اس دن کھانے سے رکے رہیں (۵) دوسرے اثر میں ہے ۔فقال عمر ؟ فو اللہ ما تجنفنا الاثم و فی حدیث عمر الآخر أمر بقضائه (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۳۸ نمبر ۷۳۲۵ ر سنن بیہقی، باب من أکل وھو یری أن الشمس قد غربت ثم بان أنھا لم تغرب، ج رابع، ص ۳۶۸، نمبر ۸۰۱۶) صاحب ھدایہ کا اثر ان دونوں اثروں کا مجموعہ ہے۔

ترجمہ: ٢؎ اور فجر سے مراد فجر ثانی یعنی صبح صادق ہے، اس بات کو کتاب الصلوۃ، باب مواقیت الصلوۃ میں بیان کیا ہے

تشریح: متن میں جو آیا کہ فجر طلوع ہو گیا اس فجر سے صبح صادق مراد ہے صبح کاذب مراد نہیں ہے اسی کو فجر ثانی کہتے ہیں، اس کی پوری بحث کتاب الصلوۃ، باب مواقیت الصلوۃ میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۹۸۲) پھر سحری کرنا مستحب ہے۔

ترجمہ: ۱؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ سحری کرو اس لئے کہ سحری میں برکت ہے۔

تشریح: سحری کھائے بغیر روزہ رکھے گا تو روزہ ہو جائے گا لیکن سحری کھائے گا تو اچھا ہے تا کہ روزہ پر قوت ہو سکے، چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ سحری کھاؤ اس لئے کہ سحری کھانے میں برکت ہے، حدیث یہ ہے۔ سمعت انس بن مالکؓ قال قال النبی ﷺ تسحروا فان فی السحور برکة. (بخاری شریف، باب برکة السحور من غیر ایجاب، ص ۳۰۹، نمبر ۱۹۲۳ ر مسلم شریف، باب فضل السحور وتأکید استحبابه، ص ۴۴۷، نمبر ۱۰۹۵ / ۲۵۴۹) اس حدیث میں ہے کہ سحری کرو اس میں برکت ہے۔

ترجمہ: ٢؎ اور مستحب یہ ہے کہ سحری کو تاخیر سے کرے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ تین باتیں رسولوں کے اخلاق میں سے ہیں افطار کو جلدی کرنا، اور سحری کو تاخیر سے کرنا اور مسواک کرنا۔

تشریح: صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے۔ (۱) عن ابی درداء قال : من أخلاق النبیین :التبکیر فی الافطار و الابلاغ فی السحور و وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ . (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی تعجیل الافطار وما ذکر فیه، ج ثانی،

(۹۸۳) والسواک الا انه اذا شک فی الفجر ومعناه تساوی الظنین الا فضل ان یدع الاکل تحرزا ﴿۱﴾ عن المحرم ولا یجب علیه ذلک ولو اکل فصومه تام لان الاصل هو اللیل

ص ۲۷۹، نمبر ۸۹۵۷ / مصنف عبد الرزاق، باب تأخیر السحور، ص ۸/۴۷۷، نمبر ۷۶۴۵) اس اثر میں ہے کہ سحری میں تاخیر کرنا نبیوں کے اخلاق میں سے ہے

وجه: (۱) تاخیر سے سحری کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **قال دخلنا علی عائشة فقلنا یا أم المؤمنین ان فینا رجلین من أصحاب النبی ﷺ أما أحدهما فیعجل الافطار و یؤخر السحور و أما الآخر فیؤخر الافطار و یعجل السحور فقالت من هذا الذی یعجل الافطار و یؤخر السحور قلنا ابن مسعود قالت کذالک کان یفعل رسول الله ﷺ** . (سنن بیہقی، باب ما یستحب من تعجیل الفطر و تأخیر السحور، ج رابع ص ۴۴۰، نمبر ۸۱۲۲) اس حدیث میں ہے کہ سحری کو تاخیر سے کرنا بہتر ہے، لیکن اتنی تاخیر نہ کرے کہ صبح صادق ہو جائے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ پچاس آیت پڑھنے کی مقدار سے پہلے پہلے حضورؐ سحری فرماتے تھے، حدیث یہ ہے۔ **عن زید بن ثابتؓ قال تسحرنا مع النبی ﷺ ثم قام الی الصلوة قلت: کم کان بین الآذان و السحور ؟ قال قدر خمسین آیة** ۔ (بخاری شریف، باب قدر کم بین السحو رو صلوة الفجر؟ ص ۳۰۸، نمبر ۱۹۲۱ / مسلم شریف، باب فضل السحو ر و تأکید استحبابہ، ص ۴۴۷، نمبر ۲۵۵۲/۱۰۹۷) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ تاخیر کے ساتھ سحری کرتے تھے۔ (۳) عن **عائشةؓ أن بلالا کان یؤذن بلیل فقال رسول الله ﷺ : کلوا و اشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم فانه لا یؤذن حتی یطلع الفجر قال القاسم و لم یکن بین اذانهما الا أن یرقی ذا و ینزل ذا** ۔ (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ لا یمنعنکم من سحورکم اذان بلال، ص ۳۰۸، نمبر ۱۹۱۸ / مسلم شریف، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر، الخ، ص ۴۴۵، نمبر ۲۵۳۸/۱۰۹۲) اس حدیث میں ہے کہ فجر طلوع ہونے تک سحری کر سکتا ہے۔

ترجمه: (۹۸۳) مگر یہ کہ جب فجر میں شک ہو۔

ترجمه: ۱؎ مطلب یہ ہے کہ دونوں گمان برابر ہوں تو افضل یہ ہے کہ کھانا چھوڑ دے حرام سے بچنے کے لئے لیکن یہ واجب نہیں ہے اور اگر کھا لیا تو روزہ مکمل ہو جائے گا اس لئے کہ اصل تو رات ہی ہے۔

تشریح: اگر غالب گمان ہو کہ فجر طلوع نہیں ہوئی ہے تو سحری کھا سکتا ہے، اور اگر غالب گمان ہو کہ فجر طلوع ہو چکی ہے تب تو نہ کھائے، لیکن اگر دونوں جانب برابر گمان ہے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ نہ کھائے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ فجر طلوع ہو چکی ہو اور کھا لیا تو حرام میں پڑے گا، لیکن اگر کھا لیا تو روزہ ہو جائے گا، کیونکہ ابھی رات چل رہی ہے تو صبح کے یقین کے بغیر اس کو رات ہی سمجھا جائے

۲؎وعن ابی حنیفة اذا کان فی موضع لایستبین الفجراو کانت اللیلة مقمرة اومتغیمة او کان ببصره علة وھو یشک لایأکل ولو اکل فقد اساء لقوله علیه السلام د ع ما یریبک الیٰ ما لا یریبک

گااس لئے روزہ ہوجائیگا

وجه : (۱)اس آیت کے اشارے میں ہے کہ سفیدی ظاہر ہونے کا یقین ہوجائے تب تب تک کھا سکتا ہے، اور یہاں صبح صادق ہونے کا صرف گمان ہے اس لئے کھانے سے روزہ صحیح ہوجائے گا، آیت یہ ہے۔ **و کلوا و اشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر** ۔(آیت ۱۸۷، سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں تبین تفعل کا صیغہ ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ صبح ہونے کا یقین ہوتب تک کھا سکتا ہے(۲)اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے. **سمرة بن جندب یخطب ویقول قال رسول الله ﷺ لا یمنعن من سحورکم اذان بلال و لا بیاض الافق الذی ھکذا حتی یستطیر** ۔(ابوداود شریف، باب وقت السحور، ص ۳۴۱، نمبر ۲۳۴۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پھیلی ہوئی سفیدی سے پہلے پہلے تک کھا پی سکتا ہے۔ **(۳) جاء رجل الی ابن عباس یسأله عن السحور فقال له رجل من جلسائه : کل حتی لا تشک فقال له ابن عباس : ان ھذا لایقول شیئا کل ما شککت حتی لا تشک** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یشک فی الفجر طلع ام لا، ج ثانی، ص ۲۸۸، نمبر ۹۰۵۷)اس اثر میں ہے کہ صبح کا یقین ہونے تک کھا سکتا ہے

ترجمه: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ آدمی ایسی جگہ پر ہو کہ فجر ظاہر نہ ہوتی ہو، یا رات چاندنی ہو، یا بادل والی ہو، یا نگاہ میں کوئی بیماری ہو اور اس کو فجر طلوع ہونے میں شک ہے تو نہ کھائے اور اگر کھالیا تو اچھا نہیں کیا، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے شک کو چھوڑ کر یقین پر عمل کرو۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت امام حسنؒ سے یہ ہے کہ غیر معتدل ملک جہاں ہر وقت بادل یا کہر رہتا ہے اور فجر کا پتہ نہیں چلتا، یا چاندنی رات ہے جس میں صبح صادق ہونے کا پتہ نہیں چلتا، یا رات میں بادل ہے جسکی وجہ سے فجر کا پتہ نہیں چلتا، یا بینائی کمزور ہے جس کی وجہ سے فجر کا پتہ نہیں چل رہا ہے اور گھڑی وغیرہ بھی نہیں ہے جس سے فجر کا صحیح علم ہو جسکی وجہ سے شک ہے کہ فجر طلوع ہوچکی ہے یا نہیں تو اس کو نہیں کھانا چاہئے۔اگر کھایا تو برا کیا۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ کسی بارے میں شک ہو تو اس کو چھوڑ کر یقین کی طرف جانا چاہئے، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **قلت للحسن بن علی ما حفظت من رسول الله ﷺ قال حفظت من رسول الله ﷺ : د ع ما یریبک الی ما لا یریبک فان الصدق اطما نینة و ان الکذب ریبة** ۔(ترمذی شریف، باب حدیث اعقلھا و توکل، ص ۵۷۲، نمبر ۲۵۱۸ رنسائی شریف، باب الحث علی ترک الشبھات، ص ۲۷۷، نمبر ۵۷۱۴)اس حدیث میں ہے کہ شک کی

۳؎ وان کا ن اکبر رأیه انه اکل والفجر طالع فعلیه قضاؤه عملاً بغالب الرأی وفیه الاحتیاط ۴؎ وعلی ظاهر الروایة لاقضاء علیه لان الیقین لا یزال الا بمثله (۹۸۴) ولو ظهر ان الفجر طالع لا کفارة ﴾ ۱؎ علیه لانه بنی الامر علی الاصل فلا یتحقق العمدیة

بات کو چھوڑ کر یقین کی بات پر عمل کرو۔(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ اوپر کی ساری صورتوں میں عموما فجر ہو چکی ہوتی ہے لیکن چاندنی رات کی وجہ سے، یا بادل کی وجہ سے آدمی کو پتہ نہیں چلتا ہے کہ فجر ہوئی ہے یا نہیں اس لئے احتیاط کا بھی تقاضا یہ ہے کہ نہ کھائے۔

لغت : یستبین: ظاہر ہو، بان سے مشتق ہے۔ مقمرة: قمر سے مشتق ہے، چاندنی رات۔ متغیمة: غیم سے مشتق ہے، بادل والی رات۔ علة: مرض۔ یریب: شک ہوا کرتا ہے ریب سے مشتق ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر غالب گمان ہو کہ ایسے وقت میں کھایا ہے کہ فجر طلوع ہو چکی ہے تو اس پر اس دن کی قضاء ہے غالب رائے پر عمل کرتے ہوئے اور اسی میں احتیاط ہے۔

تشریح : اگر غالب گمان یہ ہے کہ ایسے وقت میں سحری کھائی ہے کہ صبح صادق ہو چکی ہے تو غالب رائے پر عمل کرتے ہوئے اس پر اس دن کی قضا ہے۔ اس اثر میں اس کا ثبوت ہے. عن ابن عون أن محمد تسحر و هو یری أن علیه لیلا ثم استبان له انه تسحر بعد ما أصبح فقال أما أنا الیوم فمفطر ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یتسحر وھو یری أن علیه لیلا، ج ثانی، ص ۲۸۶، نمبر ۹۰۳۸) اس اثر میں ہے کہ رات سمجھتے ہوئے کھا لیا اور بعد میں پتہ چلا کہ صبح ہو چکی ہے تو اس دن کی قضا کرے۔

ترجمہ: ۴؎ اور ظاہر روایت پر یہ ہے کہ اس پر قضاء نہیں ہے اس لئے کہ یقین یقین ہی سے زائل ہوتا ہے۔

تشریح : ظاہر روایت میں ہے کہ اس کو قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ پہلے سے یقین ہے کہ ابھی رات چل رہی ہے اس لئے قاعدے کے اعتبار سے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو جائے اس کو رات ہی سمجھا جائے گا اور پہلے یہ فرض کیا ہے کہ اس کو شک ہے کہ شاید صبح صادق ہو چکی ہو اسلئے رات رہنے کا فتوی دیا جائے گا، اور رات میں کھایا تو روزہ ہو گیا۔

ترجمہ: (۹۸۴) اور اگر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اس نے اپنے کام کو اصل پر مبنی کیا ہے اس لئے جان کر روزہ توڑنا متحقق نہیں ہوا۔

تشریح : صبح صادق ہونے میں شک تھا اس لئے سحری کھا لی بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت صبح صادق ہو چکی تھی تو اس پر صرف قضاء ہے، کفارہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے جان کر روزہ نہیں توڑا ہے، کیونکہ پہلے سے رات چل رہی تھی اس لئے اپنی سحری کی بنیاد رات پر رکھی جو اصل ہے اس لئے جان کر روزہ توڑنے والا قرار نہیں دیا جائے گا، اور کفارہ جان کر روزہ توڑنے والے

(۹۸۵) ولو شک فی غروب الشمس لا یحل له الفطر ﴾ ۱؎ لان الاصل ہو النہار (۹۸۶) ولو اکل فعلیہ القضاء ﴾ ۱؎ عملًا بالاصل ۲؎ وان کان اکبر رایہ انہ اکل قبل الغروب فعلیہ القضاء روایۃً واحدۃ لان النہار ہو الاصل

پر ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) فقال عمر ... من کان افطر فان قضاء یوم یسیر . (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۳۸ نمبر ۷۳۹۳ رسنن بیہقی ، باب من أکل وھو یری أن الشمس قد غربت ثم بان أنھا لم تغرب، ج رابع ص ۳۶۷، نمبر ۸۰۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک دن کی قضا کرنا آسان ہے اور کفارہ لازم نہیں ہوگا (۲) دوسرے اثر میں ہے۔ فقال عمر ؟ فو اللہ ما تجنفنا الاثم و فی حدیث عمر الآخر أمر بقضائہ (مصنف عبد الرزاق، باب الافطار فی یوم مغیم ج رابع ص ۱۳۸ نمبر ۷۳۹۵ رسنن بیہقی ، باب من أکل وھو یری أن الشمس قد غربت ثم بان أنھا لم تغرب، ج رابع ص ۳۶۸، نمبر ۸۰۱۶) اس اثر میں ہے کہ ہم نے کوئی گناہ کا ارادہ نہیں کیا ہے ہم نے تو غلطی سے کھایا ہے، اس لئے اس کی جگہ پر ایک دن قضاء کر لی جائے گی۔

اصول :۔ پہلے سے کوئی چیز چل رہی ہو تو دوسری چیز کے یقین کے بغیر پہلی چیز ختم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۹۸۵) اور اگر سورج کے غروب ہونے میں شک ہے تو روزہ توڑنا حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ اصل تو دن ہی ہے۔

تشریح : سورج غروب ہوا یا نہیں ہوا اس میں شک ہے تو ابھی افطار نہ کرے، کیونکہ ابھی دن چل رہا ہے تو اصل دن ہے، اس لئے جب تک کہ سورج غروب ہونے کا یقین نہ ہو اس وقت تک روزہ نہ توڑے۔ اصول اوپر گزر چکا ہے۔

ترجمہ: (۹۸۶) اور اگر کھا لیا تو اس پر قضاء ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اصل پر عمل کرتے ہوئے۔

تشریح : سورج غروب ہونے میں شک تھا اور روزہ توڑ لیا تو روزہ نہیں ہوا اس لئے قضاء واجب ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو دن ہے رات ہونے کا تو صرف گمان ہے اس لئے گویا کہ دن میں کھا لیا اس لئے قضاء لازم ہوگی، البتہ چونکہ اسکورات ہونے کا گمان ہے اسلئے شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے کفارہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ سورج کے غروب سے پہلے ہی کھا لیا ہے تو اس پر قضاء ہے، ایک روایت یہی ہے اس لئے کہ اصل تو دن ہی ہے

تشریح : غالب گمان یہ تھا کہ ابھی سورج غروب نہیں ہوا ہے اور روزہ توڑ لیا تو دن میں روزہ توڑا اس لئے قضاء لازم ہوگی، اس

۳؎ولو كان شاكا فيه وتبين انها لم تغرب ينبغي ان تجب الكفارة نظرًا الىٰ ما هو الاصل وهو النهار

(۹۸۷) ومن اكل في رمضان ناسيا وظن ان ذالك يفطره فاكل بعد ذلك متعمدا عليه القضاء دون الكفارة﴾ ا؎لان الاشتباه استند الى القياس فتحقق الشبهة

لئے کہ ابھی دن ہی چل رہا ہے اس لئے اصل تو دن ہوا، اور غالب گمان بھی ہے کہ دن ہی ہے اس لئے اصل کو راجح قرار دیتے ہوئے قضاء لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر سورج غروب ہونے میں شک ہو اور بعد میں ظاہر ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تو مناسب ہے کہ کفارہ واجب ہو اصل کی طرف نظر کرتے ہوئے اور اصل تو دن ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ پہلے جو چل رہا ہو وہ اصل ہے جب تک کہ اس کے خلاف کا یقین نہ ہو، یہاں پہلے سے دن چل رہا ہے اور سورج غروب ہونے میں غالب گمان بھی نہیں ہے صرف شک ہے اور کھانا کھالیا اور بعد میں ظاہر ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو گویا کہ دن میں جان کر کھانا کھایا اس لئے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے کفارہ لازم ہونا چاہئے۔

ترجمہ: (۹۸۷) کسی نے رمضان میں بھول کر کھایا [تو روزہ نہیں ٹوٹا تھا] پھر گمان کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا، اور اس کے بعد جان کر کھالیا تو اس پر قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔

تشریح : کسی نے رمضان میں بھول کر کھالیا تو اوپر حدیث گزر چکی کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن پھر بھی اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید روزہ ٹوٹ گیا ہے اس لئے دوبارہ جان کر کھالیا تو اس پر ایک روزہ کی قضاء ہے، اس پر کفارہ نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے بھول کر کھانے سے اس کو شبہ ہوگیا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لئے دوبارہ کھانے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے جان کر کھانے کا جرم کیا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ شبہ قیاس کی طرف منسوب ہوا ہے اور اس سے شبہ متحقق ہوگیا۔

تشریح : اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے بھول کر کھالیا تو چاہے حدیث یاد ہو یا نہ ہو ہر ایک کا قیاس یہی کہتا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا کیونکہ اس نے کھایا ہے، اور جب یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا تو دوبارہ جان کر کھانے سے یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے جان کر روزہ توڑا ہے اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اس حدیث میں ہے کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال اذا فاكل او شرب فليتم صومه فانما اطعمه الله وسقاه** (بخاری شریف، باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا ص۲۵۹ نمبر ۱۹۳۳/ ابوداؤد شریف، باب من اکل ناسیا ص۳۴۳ نمبر ۲۳۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا یا پیا تو روزہ نہیں ٹوٹا اس کو پورا کرے (۲) **عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال من افطر فی شهر رمضان ناسيا فلا**

۲؎ وان بلغه الحدیث علمه فکذٰلک فی ظاهر الروایة ۳؎ وعن ابی حنیفةؒ انها تجب وکذا عنهما لانه لا اشتباه فلا شبهة ۴؎ وجه الاول قیام الشبهة الحکمیة بالنظر الی القیاس فلا ینتفی بالعلم کوطی الاب جاریة ابنه

قضاء علیه ولا کفارة ولیتم صومه (دار قطنی ۳ کتاب الصوم، ج ثانی ص ۱۵۸ نمبر ۲۲۲۳) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بھول سے کھایا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور نہ اس کی قضا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ کفارہ دینے کی ضرورت ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر اس کو حدیث پہونچی اور اس حدیث کو جان بھی لیا تب بھی ظاہر روایت میں ایسا ہی ہے [یعنی کفارہ لازم نہیں ہوگا]

تشریح: اگر کسی کو حدیث معلوم ہو کہ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے اور اس کا پورا علم بھی ہو پھر بھی سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور دوبارہ جان کر کھالیا تو ظاہر روایت میں ہے کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ کھانے سے روزہ ٹوٹنے کا شبہ موجود ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ کہ کفارہ واجب ہوگا اور ایسے ہی روایت صاحبینؒ سے بھی ہے اس لئے کہ حدیث جاننے کے بعد کوئی اشتباہ نہیں ہے اس لئے کوئی شبہ بھی نہیں ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت ہے اور اس طرح صاحبینؒ کی بھی روایت ہے کہ جس کو حدیث معلوم ہو کہ بھول سے کھا نے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو روزہ نہ ٹوٹنے میں کوئی شبہ نہیں رہا، اور جب روزہ نہیں ٹوٹا اور پھر جان کر کھالیا تو اس پر کفارہ لازم ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ بغیر شبہ کے اس نے دوبارہ کھایا۔

ترجمہ: ۴؎ پہلی روایت کی وجہ [یعنی کفارہ نہ لازم ہونے کی وجہ] قیاس کی طرف دیکھتے ہوئے حکمی شبہ قائم ہے، اس لئے حدیث جاننے سے شبہ ختم نہیں ہوگا، جیسے باپ اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کرلے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی پہلی روایت یہ تھی کہ بھول کر کھانا کھایا اور پھر جان کر کھانا کھایا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے قیاس کو دیکھتے ہوئے حکمی شبہ موجود ہے کیونکہ کھانے کے بعد عام ذہن میں یہی آتا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لئے چاہے حدیث کا علم ہو اس سے شبہ ختم نہیں ہوتا اور جب روزہ ٹوٹنے کا شبہ ہے تو کھانے سے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اس کی ایک مثال یہ دیتے ہیں کہ باپ نے بیٹے کی باندی سے وطی کرلی تو اس کی وجہ سے حد لازم نہیں ہوگی چاہے اس کو معلوم ہو کہ بیٹے کی باندی اس کے لئے حرام ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ۔ **انت و مالک لابیک**۔ کہ تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔ اس حدیث سے شبہ پیدا ہو گیا کہ بیٹے کی باندی باپ کی ملکیت ہے، اسلئے معلوم بھی ہو کہ بیٹے کی باندی حرام ہے پھر بھی اس حدیث کی وجہ سے ملکیت کا شبہ پیدا ہو گیا اور حد ساقط ہوگئی، اسی طرح یہاں بھی شبہ ہے اس لئے کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

(۹۸۸)ولو احتجم وظن ان ذلک یفطِره ثم اکل متعمدا علیه القضاء﴾ ۱؎ والکفارة لان الظن ما استندالی دلیل شرعی ۲؎ الااذا افتاه فقیه بالفساد لان الفتوی دلیل شرعی فی حقه

ترجمہ: (۹۸۸) اگر پچھنا لگوایا اور گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر جان کر کھالیا تو اس پر قضاء اور کفارہ ہے۔

تشریح : پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ پچھنا لگوانے سے خون نکلتا ہے بدن میں داخل نہیں ہوتا اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، حدیث یہ گزری ہے۔(۱)عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم : الحجامة و القیء و الاحتلام (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعه القیئ ص۱۵۲نمبر۷۱۹/ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نهارا فی شهر رمضان ص۳۳۰نمبر۲۳۷۶/بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم، نمبر۱۹۳۸)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔(۲)عن ابن عباسؓ قال : احتجم النبی ﷺ و هو صائم ۔(بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم، نمبر۱۹۳۹)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا، جس سے معلوم ہوا کہ روزہ نہیں ٹوٹا۔لیکن دوسری حدیث ہے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹے جائے گا، حدیث یہ ہے(۳) عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: أفطر الحاجم و المحجوم (ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نهارا فی شهر رمضان ص۳۳۰نمبر۲۳۶۷/ترمذی شریف، باب ما جاء فی کراهیة الحجامة للصائم، ص۱۹۴، نمبر۷۷۴/بخاری شریف، باب الحجامة والقیئ للصائم، نمبر۱۹۳۸)اس حدیث میں ہے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔لیکن تمام ائمہ نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پچھنا لگوانے سے آدمی کمزور ہو جائے گا اور روزہ توڑنے کے قریب ہو جائے گا تاہم اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔اس کے باوجود کسی نے پچھنا لگوایا اور اور اس حدیث کی بنا پر گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر دوبارہ جان کر کھالیا تو اس پر قضاء بھی ہے اور کفارہ بھی ہے۔

وجہ :(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہری طور پر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ بدن میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے اور یہاں بدن سے خون نکلا ہے اس لئے روزہ نہیں ٹوٹنا چاہئے۔جب عقل میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹنا چاہئے اور فتوی بھی یہی ہے تو پھر کھانا گویا کہ جان کر کھانا ہے اس لئے قضاء کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ روزہ ٹوٹنے کا گمان کسی دلیل شرعی کی طرف منسوب نہیں ہے۔

تشریح :یہ جو گمان ہوا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا یہ ظاہر عقل میں بھی نہیں آتی ہے، اور حدیث کا بھی مطلب یہ نہیں ہے اس لئے اس کا گمان کسی دلیل شرعی کی طرف منسوب نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ مگر کسی فقیہ نے اس کو فتوی دیا ہو تو کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ اس کے حق میں فتوی دلیل شرعی ہے۔

تشریح : کسی عامی آدمی کو کسی فقیہ نے حدیث کی بنا پر فتوی دے دیا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا، اور اس فتوی پر یقین کر

۳؎ ولو بلغه الحديث فاعتمده فكذلك عند محمدؒ لان قول الرسول عليه السلام لا ينزل عن قول المفتى ۴؎ وعن ابى يوسفؒ خلاف ذلک لان على العامى الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فى حقه الىٰ معرفة الاحاديث ۵؎ وان عرف تاويله تجب الكفارة لانتفاء الشبهة

کے اس نے دوبارہ کھالیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ عامی آدمی کے حق میں فتوی دلیل شرعی ہے، اس لئے گویا کہ اس نے دلیل شرعی پر اعتماد کر کے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد کھایا تو جان کر روزہ توڑنا نہیں ہوا اس لئے کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اگر اس آدمی کو حدیث پہونچی اور اس پر اعتماد کر کے کھایا تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسے ہی ہے [یعنی کفارہ لازم نہیں ہوگا] اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول مفتی کے قول سے کم نہیں ہے۔

تشریح : کسی آدمی کو حضورؐ کی وہ حدیث پہونچی جس میں ہے۔ **افطر الحاجم والمحجوم**، کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا اور اس حدیث پر اعتماد کر کے دوبارہ کھالیا تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر مفتی کے کہنے پر دوبارہ کھالے تو کفارہ لازم نہیں ہوتا تو حضورؐ کی حدیث پر اعتماد کر کے یہ سمجھا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا اور کھالیا تو بدرجہ اولی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ حضورؐ کا قول مفتی کے قول سے کم نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ عامی آدمی پر فقہاء کی اقتداء کرنا لازم ہے اس لئے کہ اس کو حدیث کی معرفت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ عامی آدمی نے حدیث پر اعتماد کر کے یہ سمجھا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور پھر کھالیا تو اس پر کفارہ لازم ہے، اور فقیہ نے فتوی دیا کہ پچھنا لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر اعتماد کر کے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور پھر کھالیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔۔ اھتداء: ہدایت پانا۔ معرفۃ الحدیث: حدیث کی معرفت، حدیث کا اصل مفہوم۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عامی آدمی کو یہ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے یا نہیں ہے، یا اس حدیث کا ظاہری معنی کیا ہے اور اصل معنی کیا ہے اس لئے اس کو حدیث پر اعتماد کر کے دوبارہ نہیں کھانا چاہئے، البتہ اس کے لئے فقیہ کا فتوی حجت شرعی ہے کیونکہ اس کے لئے یہی ہے کہ وہ فقیہ کی بات مان کر چلے، پس اگر فقیہ نے فتوی دیا کہ پچھنا سے روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر اعتماد کر کے دوبارہ کھالیا تو کفارہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اور اگر حدیث کی تاویل جانتا تھا پھر بھی دوبارہ کھالیا تو کفارہ لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کے حق میں شبہ ختم ہو گیا۔

تشریح : کوئی عالم آدمی تھا جو حضورؐ کی حدیث۔ افطر الحاجم والمحجوم۔ کا مطلب جانتا تھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی

۶ وقول الاوزاعیؒ لا یورث الشبھۃ لمخالفۃ القیاس (۹۸۹) ولو اکل بعد ما اغتاب متعمدا فعلیہ القضاء والکفارۃ کیف ما کان ۱ لان الفطر یخالف القیاس والحدیث مؤل بالاجماع

کمزور ہو جاتا ہے اور روزہ توڑنے کے قریب ہو جاتا ہے، تاہم اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس کے باوجود دوبارہ کھالیا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ نہ ٹوٹنے میں اس کو کوئی شبہ ہی نہیں رہا تو گویا کہ روزہ کی حالت میں جان کر کھایا اس لئے اس پر کفارہ ہو گا۔

ترجمہ: ۶ اور امام اوزاعیؒ کا قول شبہ پیدا نہیں کرے گا، اس لئے کہ یہ قیاس کے مخالف ہے۔

تشریح : اوپر کی حدیث کی بنا پر امام اوزاعیؒ کا قول یہ ہے کہ پچھنا لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اس قول سے شبہ پیدا نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قول حضورؐ کی دوسری حدیث کہ پچھنا لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کے خلاف ہے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ: ثلاث لا یفطرن الصائم : الحجامۃ و القیء و الاحتلام** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصائم یذرعہ القیئ ص ۱۵۲ نمبر ۷۱۹ / ابوداؤد شریف، فی الصائم یحتلم نہارا فی شہر رمضان ص ۳۳۰ نمبر ۲۳۷۶ / بخاری شریف، باب الحجامۃ والقیئ للصائم، نمبر ۱۹۳۸) اس حدیث میں ہے کہ پچھنا سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور امام اوزاعیؒ کا قول قیاس کے بھی مخالف ہے، کیونکہ قیاس کا تقاضاء یہ ہے کہ بدن میں داخل ہونے سے روزہ ٹوٹتا ہے بدن سے نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اور یہاں بدن سے خون نکل رہا ہے اس لئے قیاس کا تقاضاء بھی یہی ہے کہ روزہ نہ ٹوٹے، اس لئے امام اوزاعی کے قول سے آدمی کو شبہ پیدا نہیں ہونا چاہئے۔

لغت : لا یورث الشبۃ : شبہ پیدا نہیں کرے گا۔

ترجمہ: (۹۸۹) اگر غیبت کرنے کے بعد جان کر کھالیا تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں ہیں، جیسا بھی ہو۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ روزہ ٹوٹنا قیاس کے خلاف ہے اور بالاجماع حدیث کی تاویل کی گئی ہے۔

تشریح : بعض حدیث کے اشارے سے پتہ چلتا ہے کہ چغلی کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن تمام ائمہ نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ غیبت سے روزے کا ثواب نہیں ملے گا۔ حدیث یہ ہے۔ **مر رسول اللہ ﷺ علی رجل بین یدی حجام و ذالک فی رمضان و ھما یغتابان رجلا فقال افطر الحجام و المحجوم .** (بیہقی شعب الایمان، باب الرابع الاربعون من شعب الایمان، ج خامس، ص ۳۰۷، نمبر ۶۷۴۳) اس حدیث سے پتہ چلا کہ غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲) **عن ابن عباس أن رجلین صلیا صلاۃ الظھر أو العصر و کانا صائمین فلما قضی النبی ﷺ الصلوۃ قال اعیدا وضوئکما و صلاتکما و امضیا فی صومکما و اقضیا ہ یو ما آخر** ۔ (بیہقی شعب الایمان، باب الرابع

(۹۹۰) واذا جومعت النائمة والمجنونة وهی صائمة علیها القضاء دون الکفارة ﴾ ۱؎ وقال زفر والشافعی لاقضاء علیهما اعتباراً بالناسی والعذر ابلغ لعدم القصد ۲؎ ولنا ان النسیان یغلب وجوده وهذانادر ولا تجب الکفارة لانعدام الجنایة

الاربعون من شعب الایمان ، ج خامس ،ص ۳۰۳ ،نمبر ۶۷۲۹) اس حدیث کے اشارے سے بھی معلوم ہوتا ہے غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔لیکن اس کی تاویل کی گئی ہے، اس لئے کسی نے غیبت کی اور اس حدیث کی وجہ سے یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لئے دوبارہ کھالیا تو کفارہ لازم ہوگا۔

وجه : (۱) اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹنا خلاف قیاس ہے اس لئے کہ اس میں کوئی چیز بدن میں داخل نہیں ہوتی یہ تو صرف بات ہے۔(۲) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اوپر کی حدیث کی تمام ائمہ نے تاویل کی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے اس حدیث پر اعتماد کر کے دوبارہ کھایا تو جان کر کھانا ہوا اس لئے کفارہ لازم ہوگا۔

ترجمه: (۹۹۰) اگر سوئی ہوئی یا مجنونہ عورت سے جماع کیا گیا تو عورت پر قضاء ہے کفارہ نہیں ہے۔

تشریح : جان کر جماع کرانے سے کفارہ لازم ہوتا ہے اور سوئی ہوئی عورت نے جان کر جماع نہیں کرایا اس کو تو پتہ بھی نہیں ہے، اسی طرح مجنونہ عورت کو تو عقل ہی نہیں ہے اس لئے اس کا کوئی اختیار نہیں ہے اس لئے ان دونوں پر کفارہ نہیں ہے۔صرف قضاء ہے۔

ترجمه: ۱؎ امام زفر اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں پر قضاء بھی نہیں ہے، وہ بھول پر قیاس کرتے ہیں اور یہ عذر تو بھول سے بھی بڑھا ہوا ہے اس لئے کہ دونوں کا ارادہ نہیں ہے۔

تشریح :امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ سوئی ہوئی عورت سے اور مجنونہ عورت سے روزے کی حالت میں جماع کرلیا تو ان پر کفارہ تو ہے ہی نہیں ان کا روزہ بھی نہیں ٹوٹا ،اس کی وجہ یہ ہے کہ بھول کر جماع کرلیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو سونا اور مجنون ہونا بھول سے بھی بڑا عذر ہے اس لئے اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ بھول کا وجود بار بار ہوتا ہے اور سوئی ہوئی عورت کے ساتھ جماع نادر ہے اس لئے قضاء واجب ہوگا ،اور کفارہ لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ جرم نہیں ہے۔

تشریح : بھول سے کھانا یا جماع کرنا بار بار ہوتا ہے اس لئے وہ عذر ہے اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور سوئی ہوئی عورت سے جماع کرنا یا مجنونہ عورت سے جماع کرنا کبھی کبھار ہوتا ہے اس لئے اس کو عذر قرار نہیں دیا اس لئے اس سے روزہ ٹوٹے گا اور قضاء لازم ہوگی ،البتہ اس میں ان عورتوں کا ارادہ اور جرم نہیں ہے اس لئے ان پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

﴿فصل فيما يو جبه على نفسه﴾

(٩٩١)فيما يوجبه على نفسه واذا قال لله عليَّ صوم يوم النحر افطر وقضى ﴾ ١ فهٰذا النذر صحيح عندنا

﴿فصل فيما يو جبه على نفسه﴾

نــوٹ : اس فصل میں یہ بتارہے ہیں کہ روزے کے سلسلے میں نذر مانے یا قسم کھائے تو اس کا کیا حکم ہے اس بارے میں یہ فصل ہے۔اس کے ثبوت کے لئے یہ آیتیں ہیں (١) ثم ليقضوا تفثهم و ليوفوا نذورهم . (آیت ٢٩، سورۃ الحج ٢٢) اس آیت میں ہے کہ اپنی نذر پوری کرے۔(٢) دوسری آیت میں ہے۔ واوفوا بعهد الله اذا عهدتم ولا تنقصوا الايمان بعد توكيدها. (آیت ٩١ سورۃ النحل ١٦) اس آیت میں ہے کہ عہد کو پورا کرے اور اسی کے تحت میں نذر بھی آتی ہے (٣) والذين يوفون بعهد الله و لا ينقضون الميثاق. (آیت ٢٠ سورۃ الرعد ١٣) اس آیت میں بھی ہے کہ عہد پورا کرے جس کے تحت میں نذر بھی آتی ہے۔

ترجمہ: (٩٩١) اگر کہا کہ مجھ پر اللہ تعالی کے واسطے عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ ہے تو روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضاء کرے

ترجمہ: ١ پس یہ نذر ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ معصیت پر نذر مانے تو نذر منعقد ہوگی یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ نذر تو منعقد ہو جائے گی لیکن اس کام کو مؤخر کرے اور قضاء کرے، اور امام شافعیؒ کا اصول یہ ہے کہ وہ نذر ہی منعقد نہیں ہوگی، کیونکہ معصیت اور گناہ کی نذر ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے یہ نذر مانی کہ مجھ پر بقرعید کے دن کا روزہ ہے نذر منعقد ہوگئی، لیکن اس دن روزہ نہ رکھے اور بعد میں اس کی قضاء کرے۔

وجہ :(١) اس دن اس لئے روزہ نہ رکھے کہ حضورؐ نے اس دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ اس دن اللہ تعالی کے یہاں دعوت ہوتی ہے، حدیث یہ ہے۔ شهدت العيد مع عمر بن الخطابؓ فقال هذان يومان نهى رسول الله ﷺ عن صيامهما يوم فطركم من صيامكم و اليوم الآخر تأكلون فيه من نسككم ۔(بخاری شریف، باب صوم یوم الفطر، ص ٣٢٠، نمبر ١٩٩٠ رمسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین، ص ٤٦٤، نمبر ١١٣٧/٢٦٧١) اس حدیث میں ہے کہ عید کے دن اور بقرعید کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے ۔(٢) اس حدیث میں ہے کہ نذر تو ہو جائے گی لیکن بعد میں اس کی قضاء کرے، حدیث یہ ہے۔جاء رجل الى ابن عمرؓ فقال رجل نذر أن يصوم يوما قال اظنه قال الاثنين فوافق ذالک يوم عيد فقال

٢؎ خلافا لزفرؒ و الشافعیؒ هما يقولان انه نذر بما هو معصية لو رود النهی عن صوم هٰذه الايام ٣؎ ولنا انه نذر بصوم مشروع والنهی لغيره وهو ترک اجابة دعوة الله تعالیٰ فيصح نذره لكنه يفطر احترازًا عن المعصية المجاورة ثم يقضی اسقاطا للواجب وان صام فيه يخرج عن العهدة لانه ادّاه

ابن عمر أمر الله بوفاء النذر و نهی النبی ﷺ عن صوم هذا اليوم (بخاری شریف، باب صوم یوم النحر ،ص ۳۲۰،نمبر ۱۹۹۳)اس اثر میں ہے کہ نذر پوری کرنا چاہئے لیکن عید کے چونکہ حضورؐ نے روزہ سے رکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے کسی اور دن اس کو قضاء کرے۔(۳) دلیل عقلی یہ ہے کہ روزہ بنفسہ عبادت کی چیز ہے اس لئے عید الفطر یا بقرعید کے دن اس کی نذر ماننا اچھی بات ہے لیکن اس دن اللہ تعالی کی طرف سے دعوت ہوتی ہے اس لئے اس دن روزہ رکھنا معصیت ہے تو یہ نہی لغیرہ ہوا اسلئے نذر منعقد ہو جائے گی البتہ اس کی قضاء دوسرے دن کرے۔

ترجمہ: ٢؎ برخلاف امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے، وہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ یہ ایسی نذر ہے جس میں معصیت ہے اس لئے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے نہی وارد ہوئی ہے۔

تشریح: حضرت امام زفرؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان دنوں میں حضورؐ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے اس دن کے روزہ رکھنے کی نذر ماننے تو نذر ہی منعقد نہیں ہوگی اس لئے بعد میں اس کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ: (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ سمع عبد الله بن عمرؓ سئل عن رجل نذر أن لا يأتی عليه يوم الا صام فوافق يوم أضحی أو يوم فطر فقال لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لم يكن يصوم يوم الاضحی و الفطر و لا نریٰ صيامهما. (بخاری شریف، باب من نذر أن یصوم أیاما فوافق النحر أو الفطر ،ص ۱۱۵۷،نمبر ۶۷۰۵)اس حدیث میں ہے کہ عید اور بقرعید کے دن روزہ نہ رکھے، اس لئے نذر ہی واقع نہیں ہوگی۔۔ موسوعہ میں ہے کہ بعد میں ان روزوں کی قضاء کرے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے، قال الشافعی : من نذر أن يصوم سنة صامها و افطر الايام التی نهی عن صومها وهی يوم الفطر و الاضحیٰ و ايام منی و قضاها۔(موسوعۃ امام شافعی، باب أحکام من افطر فی رمضان، ج رابع ،ص ۳۷۷،نمبر ۵۰۴۴)اس عبارت میں ہے کہ ایام منہیہ کی قضاء کرے۔

ترجمہ: ٣؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ مشروع روزے کی نذر مانی ہے [اس لئے صحیح ہونی چاہئے] اور روزے سے روکنا کسی اور وجہ سے ہے اور وہ ہے اللہ کی دعوت کو قبول کرنے کو چھوڑنا، اس لئے اس کی نذر صحیح ہوگی لیکن ملی ہوئی معصیت سے بچنے کے لئے روزہ نہ رکھے، پھر واجب کو ساقط کرنے کے لئے قضاء کرے، لیکن اگر ان دونوں دنوں میں روزہ رکھ ہی لیا ذمہ داری سے نکل جائے گا اس لئے کہ جیسا لازم کیا ویسا ہی ادا کردیا۔

(۹۹۲) کما التزمه وان نوی یمینا فعلیه کفارة یمین﴾ ۱؎ یعنی اذا افطر ۲؎ وهذه المسأله علیٰ وُجوه ستة [۱]ان لم ینو شیئًا [۲] او نوی النذر [۳]لا غیرا و نوی النذر وان لا یکون یمینا یکون نذرا لانه نذر بصیغته

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ روزہ بنفسہ مشروع ہے اور عبادت کی چیز ہے اس لئے اسکی نذر ماننا صحیح ہے، لیکن اس دن میں روزہ رکھنا منع فرمایا ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالی کی طرف سے دعوت ہوتی ہے اس لئے غیر کی وجہ سے معصیت ہوئی جسکو نھی لغیرہ کہتے ہیں اس لئے اس دن روزہ نہ رکھے، البتہ چونکہ نذر ماننے کی وجہ سے روزہ واجب ہو چکا ہے اس لئے اس کو ساقط کرنے کے لئے دوسرے دن روزہ رکھے۔ لیکن اگر کسی نے عید اور بقرعید کے دن ہی روزہ رکھ لیا تو روزہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ اسی ناقص دن کی نذر مانی تھی اس لئے جیسی نذر مانی ویسے ہی ناقص ادا کر دیا۔ اس حدیث میں ہے کہ یہ کھانے پینے کا دن ہے۔ عن نبیشة الھذلی قال قال رسول اللہ ﷺ ایام التشریق أیام أکل و شرب (مسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین، ص ۴۶۴، نمبر ۱۱۴۱/۲۶۷۷) اس حدیث میں ہے کہ عید بقرعید کا دن کھانے پینے کا دن ہے۔

﴿للہ علی صوم یوم النحر۔ میں نیت کرنے کی چھ صورتیں﴾

ترجمہ: (۹۹۲) اگر اس لفظ سے قسم کی نیت کی تو اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یعنی اگر روزہ توڑ دیا۔

تشریح : مسئلہ نمبر ۹۹۱ میں یہ عبارت گزری۔ للہ علی صوم یوم النحر۔ اللہ کے لئے مجھ پر یوم النحر یعنی بقرعید کے دن کا روزہ ہے تو اس عبارت میں، للہ، ہے اس میں لام کلمہ حقیقت میں نذر کے لئے ہے اور کبھی، ب، کے معنی میں ہوتا ہے اور مجاز کے طور پر قسم کے لئے ہوتا ہے۔ اس صورت میں عبارت یہ ہوگی، باللہ علی صوم یوم النحر، خدا کی قسم مجھ پر بقرعید کے دن کا روزہ ہے۔ البتہ یہ مجاز ہے۔ نذر اور قسم میں فرق :۔ نذر ماننے کی صورت میں روزہ رکھنا واجب ہوگا اور بقرعید کے دن روزہ نہیں رکھ سکے گا تو اس کی قضاء واجب ہو گی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ اور مجازی طور پر قسم کے معنی لینے کی صورت میں اگر بقرعید کے دن روزہ نہ رکھ سکا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا، نذر اور قسم میں یہ فرق ہے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نذر بھی قسم کے معنی میں ہوتا ہے اور نذر کی صورت میں بھی نہ کرنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اس کے لئے حدیث یہ ہے. عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال : .....ومن نذر نذرا لا یطیقه فکفارته کفارة یمین و من نذر نذرا اطاقه فلیف به (ابوداود شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقه، ص ۴۸۴، نمبر ۳۳۲۲/ ابن ماجة شریف، باب من نذر نذرا لم یسمه ص ۳۰۵، نمبر ۲۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کا کفارہ بھی قسم کے کفارے کی طرح ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور یہ مسئلہ چھ طریقے پر ہے۔

کیف وقد قررہ بعزیمته وان [۴]نوی الیمین ونوی ان لایکون نذرا یکون یمینا لان الیمین محتمل کلامه وقد عینه ونفی غیره [۵]وان نواهما یکون نذرا ویمینا عند ابی حنیفة ومحمدؒ وعند ابی یوسف یکون

تشریح : لله علی صوم یوم النحر : یہ عبارت بول کر نذر کی نیت کرے یا قسم کی نیت کرے اس بارے میں چھ صورتیں ہیں ۔

[۱] پہلا یہ کہ کچھ بھی نیت نہ کرے۔

:۔ یہ عبارت بول کر کچھ بھی نیت نہیں کی ، نہ نذر کی نیت کی اور نہ قسم کی نیت کی ۔تو اس سے نذر ہی ہوگی ، کیونکہ نذر اس عبارت کا حقیقی معنی ہے اور قسم مجازی معنی ہے اور جہاں مجاز کی باضابطہ نیت نہ کی ہو تو حقیقی معنی ہی مراد لی جاتی ہے اور یہاں حقیقی اور مجازی کسی کی نیت نہیں کی ہے اس لئے حقیقی معنی نذر ہی مراد لی جائے گی اور یوم النحر میں روزہ نہ رکھنے سے صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ نذر کی نیت کی اور اس کے علاوہ کی نیت نہیں کی ۔

:۔ یہ عبارت بول کر صرف نذر کی نیت کی اور قسم وغیرہ کسی بات کی نیت نہیں کی ۔تو چونکہ اس عبارت کا حقیقی معنی نذر ہے اور قسم کی نیت بھی نہیں ہے اس لئے صرف نذر ہوگی اور اس کو بقرعید کے دن روزہ نہ رکھنے پر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

[۳] نذر کی نیت کی اور یہ بھی نیت کی کہ نذر نہ ہو۔تو نذر ہوگی اس لئے کہ صیغے سے نذر ہے اور نذر کیوں نہ ہو جبکہ اس کی نیت کر کے اس کو مضبوط کیا۔

:۔ نذر کی نیت کی اور باضابطہ قسم کی نفی کی کہ قسم کی نیت نہیں کرتا ہوں ۔تو اس صورت میں نذر جو اس عبارت کی حقیقت ہے اس کی نیت کی اور قسم جو مجاز ہے اس کی نفی کی ہے اس لئے اس صورت میں بھی صرف نذر ہوگی ، اور صرف قضاء لازم ہوگی ۔

[۴] اور اگر قسم کی نیت کی اور یہ بھی نیت کی کہ نذر نہ ہو تو قسم ہوگی ، اس لئے کہ اس کے کلام میں قسم کا احتمال تھا اور قسم کو متعین بھی کیا اور دوسرے یعنی نذر کی نفی بھی کر دی۔

:۔ یہ عبارت بول کر قسم کی نیت کی اور نذر کی باضابطہ نفی کی ، کہ نذر کی نیت نہیں کرتا ہوں ۔تو چونکہ باضابطہ مجاز کی نیت کی ہے ، اور للہ کو باللہ کے معنی میں لیا ہے اس لئے مجازی معنی ، قسم ، مراد لی جائے گی ، اور یوم النحر میں روزہ نہ رکھنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔قضاء لازم نہیں ہوگی ۔اور چونکہ حقیقت اور مجاز کا اجتماع نہیں ہے اس لئے صرف مجازی معنی مراد لی جا سکتی ہے ۔

[۵] اور اگر نذر اور قسم دونوں کی نیت کی تو نذر اور قسم دونوں ہوگی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نذر ہوگی ۔

: یہ عبارت بول کر نذر کی بھی نیت کی اور باضابطہ قسم کی بھی نیت کی دونوں کی نیت کی ۔تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کے نزدیک نذر اور

نذر [٦]اولو نوی الیمین فکذلک عندهماوعنده یکون یمینا

قسم دونوں ہونگی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر چہ ایک حقیقت اور ایک مجاز ہے لیکن یہاں حقیقت اور مجاز ایک دوسرے کے مخالف نہیں ہے بلکہ دونوں کا مفہوم ہے بندے پر روزے کو لازم کرنا اس لئے دونوں مراد لئے جا سکتے ہیں،اس مقام پر حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا ناممکن ہوتا ہے جہاں دونوں کا مفہوم ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہو، یہاں دونوں کا مفہوم ایک ہے اس لئے دونوں مراد لئے جاسکتے ہیں ،جسکا حاصل یہ ہوگا کہ یوم النحر میں روزہ نہ رکھنے پر نذر کی وجہ سے قضاء لازم ہوگی اور قسم کی وجہ سے کفارہ لازم ہوگا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کی نیت کی ہے اس لئے اس صورت میں حقیقت اور مجاز جمع ہو جائیں گے اور منطق کے قاعدے کے اعتبار سے یہ ٹھیک نہیں ہے،اس لئے اس عبارت کا جو حقیقی معنی ہے یعنی نذر وہی مراد لی جائے اور صرف قضاء لازم کروائی جائے ،اور مجازی معنی یعنی قسم مراد نہ لی جائے ،تا کہ حقیقت اور مجاز کا جمع ہونا لازم نہ آئے۔

[٦]اور اگر قسم کی نیت کی اور بس تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا یعنی قسم اور نذر دونوں ہونگی۔اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف قسم ہوگی

:۔اور چھٹی صورت یہ ہے کہ اس عبارت سے قسم کی نیت کرے اور نذر کے بارے میں نہ نفی کرے اور نہ ہاں کرے۔تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک نذر بھی ہوگی اور قسم بھی ہوگی۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس لئے ہوگی کہ وہ اس کی حقیقی معنی ہے اور حقیقی معنی مراد لینے کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی،اور چونکہ نذر کی نفی نہیں کی ہے اس لئے بغیر نیت کے بھی نذر ہو جائے گی،اور چونکہ قسم کی باضابطہ نیت کی ہے اس لئے قسم بھی ہوگی۔اور پہلے گزر چکا ہے کہ یہاں حقیقی معنی اور مجازی معنی کے درمیان اختلاف نہیں ہے اس لئے دونوں مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابو یوسفؒ کے یہاں اس صورت میں صرف قسم ہوگی،نذر نہیں ہوگی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں دونوں تو مراد لے نہیں سکتے ورنہ حقیقت اور مجاز کا جمع ہونا لازم آئے گا۔اور نیت کی ہے اس نے قسم کی جو مجازی معنی ہے،اور نذر کے بارے کچھ بولا ہی نہیں اس لئے قسم ہی مراد لی جائے،نذر مراد نہ لی جائے۔

اصـــــول : امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں حقیقت اور مجاز کے مفہوم میں اختلاف نہ ہو تو دونوں ایک عبارت میں جمع ہو سکتے ہیں۔

اصول : امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چاہے دونوں کا مفہوم ایک ہو پھر بھی حقیقت اور مجاز ایک عبارت میں جمع نہیں ہو سکتے۔

۳؎ لابی یوسفؒ ان النذر فیه حقیقة والیمین مجاز حتی لا یتوقف الاول علی النیة ویتوقف الثانی فلا ینتظمهما ثم المجاز یتعین بنیةٍ وعند نیتهما تترجح الحقیقة ۴؎ ولهما انه لا تنافی بین الجهتین لانهما یقتضیان الوجوب الا ان النذر یقتضیه لعینه والیمین لغیره فجمعنا بینهما عملا بالدلیلین کما

﴿نذر اور قسم کی چھ صورتیں ایک نظر میں﴾

نمبر	نذر اور قسم کی نیت کرنے کی قسمیں	حکم	امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
(۱)	نہ نذر کی نیت کی اور نہ قسم کی نیت کی	نذر ہوگی	
(۲)	نذر کی نیت کی اور اس کے علاوہ کوئی نیت نہیں کی	نذر ہوگی	
(۳)	نذر کی نیت کی اور یہ بھی نیت کی کہ قسم نہ ہو	نذر ہوگی	
(۴)	قسم کی نیت کی اور یہ بھی نیت کی کہ نذر نہ ہو	قسم ہوگی	
(۵)	نذر کی بھی نیت کی اور قسم کی بھی نیت کی	نذر بھی ہوگی اور قسم بھی ہوگی	صرف نذر ہوگی
(۶)	قسم کی نیت اور کوئی نیت نہیں کی	نذر بھی ہوگی، اور قسم بھی ہوگی	صرف قسم ہوگی

ترجمہ: ۳؎ امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس کلام میں نذر حقیقی معنی ہے اور قسم مجازی معنی ہے یہی وجہ ہے کہ نذر کا ہونا نیت پر موقوف نہیں اور دوسرا یعنی مجازی معنی نیت پر موقوف ہے اس لئے ایک ہی کلام میں دونوں شامل نہیں ہونگے، پھر مجاز نیت کرنے پر متعین ہوگا، اور دونوں کی نیت کے وقت حقیقت کو ترجیح ہوگی۔

تشریح: لله علی صوم یوم النحر: یہ عبارت بول کر قسم کی نیت کی اور کوئی نیت نہیں کی اور نہ نذر کی نفی کی تو امام ابو یوسفؒ کے یہاں صرف قسم ہوگی نذر نہیں ہوگی، اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس عبارت میں نذر کا معنی حقیقی ہے یہی وجہ ہے کہ اس عبارت کو بول کر کچھ بھی نیت نہ کی ہو تب بھی نذر منعقد ہو جائے گی، اور اس کلام میں قسم کا معنی مجازی ہے، یہی وجہ ہے کہ قسم کی نیت کرے گا تو قسم ہوگی ورنہ نہیں، اور یہ بھی معلوم ہے کہ حقیقت اور مجاز ایک کلام میں جمع نہیں ہوسکتا اس لئے اگر دونوں کی نیت کی تو مجازی معنی یعنی قسم نہیں ہوگی بلکہ حقیقی معنی یعنی نذر منعقد ہوگی اور حقیقت کو ترجیح دی جائے گی۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابو حنیفہ: اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ نذر اور قسم دونوں جہت میں کوئی تنافی نہیں ہے اس لئے کہ دونوں وجوب کا تقاضا کرتے ہیں یہ اور بات ہے کہ نذر اپنے عین معنی کی وجہ سے وجوب کا تقاضاء کرتی ہے، اور قسم غیر یعنی مجازی معنی کے اعتبار سے وجوب کا تقاضا کرتی ہے، اس لئے دونوں کی دلیلوں پر عمل کرتے ہوئے دونوں کو ہم نے جمع کر دیا، جیسا کہ ہبہ معاوضہ کی شرط پر ہوتو تبرع اور معاوضہ دونوں کو جمع کر دیا

جمعنا بين جهتي التبرع والمعاوضة في الهبة بشرط العوض (٩٩٣) ولو قال لله عليَّ صوم هذه السنة افطر يوم الفطر ويوم النحر وايام التشريق وقضاها ﴿١ لان النذر بالسنة المعينة نذر بهذه الايام

تشریح : امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس کلام میں حقیقت اور مجاز دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے دونوں میں کوئی تنافی نہیں ہے اور دونوں کا مفہوم ہے بندے پر روزہ واجب کرنا، بس فرق یہ ہے کہ نذر کا حقیقی معنی وجوب کا ہے اور قسم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے پاک نام کو توہین سے بچانا ہے اس لئے بندے پر روزہ واجب کرتے ہیں اس لئے یہاں ایک ہی کلام میں دونوں کا جمع ہونا ممنوع نہیں ہے۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ کوئی کسی چیز کو ہبہ کرے اور شرط لگائے کہ اتنے درہم دو تو ہبہ کرتا ہوں تو یہ لفظ کے اعتبار سے ہبہ ہے اور تبرع اور احسان ہے لیکن درہم کے بدلے کی شرط کی وجہ سے معاوضہ اور بیع بھی ہو گیا اور دونوں جمع ہو گئے اسی طرح یہاں بھی نذر اور قسم جمع ہو گئے، ہاں دونوں کا مفہوم بالکل مخالف ہوتا تو جمع کرنا ناممکن ہوتا۔

ترجمہ: (۹۹۳) اگر کہا کہ اللہ کے لئے مجھ پر اس سال کے روزے ہیں تو عید الفطر کے دن، اور بقرعید کے دن اور ایام تشریق میں روزہ نہ رکھے اور ان دنوں کی قضاء کرے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ پورے متعین سال کی نذر ماننے سے ان دنوں کی بھی نذر ماننا ہے۔

تشریح : ایام منہیہ: [۱] عید الفطر [۲] ذی الحجہ کی دسویں تاریخ جسکو بقرعید کا دن کہتے ہیں [۳] ذی الحجہ کی گیارویں [۴] ذی الحجہ کی بارویں [۵] ذی الحجہ کی تیرویں تاریخ جنکو ایام تشریق کہتے ہیں۔ ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنے سے حدیث میں منع فرمایا ہے اس لئے ان کو ایام منہیہ کہتے ہیں

یہ مسئلہ دو اصولوں پر ہے۔ ایک اصول یہ ہے کہ ایام منہیہ کے دنوں میں روزہ رکھنے سے حدیث میں منع فرمایا ہے اس لئے اگر متعین طور پر ان دنوں کے روزے کی نذر مانی تو نذر ہو جائے گی لیکن اسکو بعد میں قضاء کرنی چاہئے، لیکن اگر ان دنوں میں روزہ رکھ ہی لیا تو ناقص روزے کی نذر مانی تھی اس لئے جیسی نذر مانی ویسی ہی ادا کر دی تو ادا ہو جائے گی۔

اور دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر مطلق ایک سال یعنی تین سو چون دن کے روزے کی نذر مانی تو ان پانچ دنوں میں روزہ رکھنے سے ادا نہیں ہوگا، اس لئے کہ نذر کامل روزے کی کی ہے اور ان دنوں میں ناقص روزہ رکھ کے ادا کر رہا ہے اس لئے ادا نہیں ہوگا۔

تشریح: مسئلہ یہ ہے۔ کسی نے نذر مانی۔ لله علی صوم هذه السنة ۔ کہ مجھ پر اس سال کا روزہ ہے۔ تو اس جملہ کی تین صورتیں ہیں۔

[۱] ایک تو یہ کہ متعین کر کے یہ نیت کی کہ اس پورے سال کے روزے کی نذر مانتا ہوں اس صورت میں ایام منہیہ کے دنوں کے روزے کی بھی نذر ہو گئی اور اس میں روزہ رکھنا ممنوع ہے اس لئے بعد میں قضاء کرے اور اگر روزہ رکھ ہی لیا تو روزہ ناقص طور پر ادا ہو

جائے گا۔ کیونکہ ناقص روزے کی نذر مانی تو ناقص ہی ادا کر دی۔

[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ تین سو چون دن کے روزے کی نذر مانی جو قمری ایک سال ہوتا ہے اور یہ بھی نذر مانی کہ یہ تین سو چون دن مسلسل رکھوں گا تو ظاہر بات ہے کہ اس میں ایام منہیہ کے پانچ دن بھی ضرور آئیں گے تو گویا کہ ان پانچ دنوں کی بھی نذر مانی اس لئے ان پانچ دنوں میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا کر لے اور اگر ان دنوں میں روزہ رکھ لیا تو ناقص نذر مانی اس لئے ناقص ہی ادا ہو جائیں گے۔ چونکہ مسلسل روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے اس لئے تین سو انچاس روزے پورے ہونے کے بعد ساتھ ہی یہ پانچ روزے رکھ لے تاکہ حتی الامکان مسلسل ہو جائے۔ اور رمضان کے روزے جو درمیان میں آئیں گے وہ رمضان میں ہی ادا ہو جائیں گے اس کو بعد میں رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ رمضان کے روزے بعد میں مشکل ہی سے ادا ہوتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں ایام منہیہ کی بھی نذر ہو رہی ہے اس لئے امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دنوں کی نذر ہی نہیں ہوگی اس لئے ان دنوں کی بعد میں قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ تین سو چون دن کے روزے کی نذر مانی جو قمری ایک سال ہوتا ہے لیکن یہ نذر نہیں مانی کہ مسلسل رکھوں گا بلکہ کبھی رکھوں گا کبھی نہیں رکھوں گا تو اس صورت میں تمام روزے کامل لازم ہوئے اس لئے ایام منہیہ میں روزہ نہ رکھے بلکہ ان دنوں کی قضاء بعد میں کرے کیونکہ ان دنوں میں روزے ناقص ادا ہوتے ہیں، اور نذر کی وجہ سے روزے کامل لازم ہوئے ہیں اس لئے ان دنوں میں ادا کرنے سے ادا نہیں ہوں گے۔ اور رمضان کے تیس روزے بھی الگ سے لازم ہونگے اور بعد میں اسکی قضاء کرنی ہوگی، کیونکہ رمضان کے روزے کے تحت انکی ادائیگی نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ الگ سے ایک سال کے روزے ہیں جو تین سو چون دن ہوتے ہیں۔

﴿نذر ماننے کی تین صورتیں ایک نظر میں﴾

نمبر	نذر ماننے کی تین صورتیں	حکم	ان دنوں میں ادا ہوگی / یا نہیں
(۱)	متعین کر کے پورے ایک سال کے روزے کی نذر مانی	بعد میں ان پانچ دنوں کی قضاء کرے	ادا ہو جائے گی
(۲)	کسی ایک سال کے روزے کی نذر مانی، لیکن پے در پے ایک سال	متصلا ان پانچ دنوں کی قضاء کرے	ادا ہو جائے گی
(۳)	کسی ایک سال کے روزے کی نذر مانی، لیکن پے در پے نہیں	رمضان اور ان دنوں کی قضاء کرے	بعد میں قضاء کرے

۲؎ وكذا اذا لم يعين لكنه شرط التتابع لان المتابعة لا تعرى عنها لكن يقضيها فى هذا الفصل موصولة تحقيقا للتتابع بقدر الامكان ۳؎ ويتاتى فى هٰذا خلاف زفر والشافعیؒ للنهى عن الصوم فيها وهو قوله عليه السلام الا لاتصوموا فى هٰذه الايام فانها ايّام اكل وشرب وبعال وقد بينا الوجه فيه والعذرعنه ۴؎ ولو لم يشترط التتابع لم يُجزه صوم هٰذه الايام لأن الاصل فيما يلتزمه الكمال والمؤدى ناقص لم

ترجمه: ۲؎ [۲] ایسے ہی اگر سال متعین نہیں کیا لیکن پے در پے کی شرط لگائی [تو ایام منہیہ کا روزہ لازم ہوگا] اس لئے کہ سال کا پے در پے ایام منہیہ سے خالی نہیں ہوگا، لیکن اس صورت میں اس کو بعد میں متصلا قضاء کرے بقدر امکان پے در پے کو ثابت کرنے کے لئے۔

تشریح : یہ دوسری صورت ہے کہ کسی سال کو تو متعین نہیں کیا لیکن تین سو چون دن میں پے در پے روزے رکھنے کی نذر مانی اس لئے ایام منہیہ سے خالی نہیں ہوگی وہ تو ضرور درمیان سال میں آئیں گے اور ان دنوں میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اس لئے ان دنوں کی قضاء بعد میں کرے لیکن ان دنوں کے پورے ہونے کے بعد فورا متصلا قضاء کرے تاکہ بقدر امکان اسکی نذر کے مطابق اتصال ہو جائے۔

لغت : لاتعری: خالی نہیں ہے۔ ھذا الفصل: اس صورت میں۔

ترجمه: ۳؎ اس صورت میں امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کا اختلاف راہ پا سکتا ہے [یعنی نذر نہیں ہوگی] ان دنوں میں روزے سے منع کرنے کی وجہ سے، اور وہ حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ ان دنوں میں روزہ نہ رکھو اس لئے کہ کھانے پینے اور صحبت کرنے کے دن ہیں

تشریح : امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دنوں میں نذر ہی منعقد نہیں ہوگی اس لئے کہ حدیث میں منع فرمایا، اس لئے بعد میں ان دنوں کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث ان دو حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ شهدت العيد مع عمر بن الخطابؓ فقال هذان يومان نهى رسول الله ﷺ عن صيامهما يوم فطركم من صيامكم و اليوم الآخر تأكلون فيه من نسككم ۔(بخاری شریف، باب صوم یوم الفطر،ص ۳۲۰، نمبر ۱۹۹۰ر مسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین، ص ۴۶۴، نمبر ۱۱۳۷/۲۶۷۱) دوسری حدیث یہ ہے ۔ عن نبيشة الهذلى قال قال رسول الله ﷺ ايام التشريق أيام أكل و شرب (مسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین، ص ۴۶۴، نمبر ۱۱۴۱/۲۶۷۷) اس حدیث میں ہے کہ عید بقرعید اور ایام تشریق کے دن کھانے پینے کا دن ہیں۔ تشریق کا معنی ہے گوشت کو کاٹ کر سکھانا، ان دنوں میں قربانی کا گوشت کاٹ کر سکھاتے ہیں اس لئے ان کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

ترجمه: ۴؎ اور اس کے بارے میں وجہ بیان کر دی ہے اور اسکے لئے عذر بھی بیان کیا ہے۔

كان النهي ۵؎ بخلاف ما اذا عينها ٦؎ لانه التزم بوصف النقصان فيكون الاداء بالوصف الملتزَم (۹۹۴) قال وعليه كفارة يمين ان ارادبه يمينا ﴾ ١؎ وقد سبقت وجوهه

تشریح : امام شافعیؒ کی جانب سے وجہ یہ بیان کی گئی تھی کہ ان دنوں میں حدیث کی وجہ سے روزہ رکھنا معصیت ہے، اور اما شافعیؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ معصیت کے ساتھ نذر ہی منعقد نہیں ہوگی اس لئے ان دنوں کی نذر ہی منعقد نہیں ہوگی اسلئے بعد میں ان دنوں کی قضاء کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ہم نے اس کا عذر یہ پیش کیا تھا کہ روزہ بنفسہ عبادت ہے اس لئے کہ اس کی نذر ماننا درست ہے البتہ اللہ کی دعوت کی وجہ سے اس دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اس لئے بعد میں اس کی قضاء کرے۔

ترجمه :۵؎ [۳] اور اگر پے در پے روزہ رکھنے کی شرط نہیں کی تو ان دنوں میں روزہ جائز نہیں ہے اس لئے اصل اس میں یہ ہے کہ کامل روزہ لازم کیا اور جو ادا کیا جا رہا ہے وہ حدیث میں روکنے کی وجہ سے ناقص ہے [اس لئے ان دنوں میں روزہ ادا نہیں ہوگا]

تشریح : نذر ماننے کی تیسری صورت یہ ہے کہ تین سو چون دن یعنی ایک سال کے روزے کی نذر مانی لیکن پے در پے روزے رکھنے کی شرط نہیں کی اس لئے تمام روزے کامل لازم ہوئے اس لئے ان پانچ دنوں میں روزے نہ رکھے اس لئے کہ ان میں حدیث میں روکنے کی وجہ سے ناقص روزے ادا ہوتے ہیں اس لئے بعد میں انکی قضاء کرے اور اگر رکھ لیا تب بھی ادا نہیں ہوں گے۔ اسی طرح رمضان کے روزوں سے اس نذر کی ادائیگی نہیں ہوگی اس لئے رمضان کے تیس روزے بھی بعد میں قضاء کرے، دونوں کو ملا کر ۳۵ روزے بعد میں قضاء کرے۔

ترجمه: ٦؎ بخلاف جبکہ سال کو متعین کیا اس لئے کہ نقصان کے وصف کے ساتھ لازم کیا اس لئے ادا لازم کئے ہوئے وصف کے ساتھ ہی ہو جائے گا

تشریح : اگر سال کو متعین کر کے یوں نذر مانی کہ اس پورے سال کا روزہ رکھوں گا تو ایام منہیہ کی بھی نذر ہو گئی اور ایام منہیہ کی نذر ناقص ہوتی ہے اس لئے جیسی لازم کی ویسی ہی ادا کر دی تو ادا ہو جائے گی، اگر چہ بہتر یہ تھا کہ بعد میں اس کی قضاء کرتا۔

لغت: وصف الملتزم: جیسی لازم کی اس وصف کے ساتھ ادا کر دی، یعنی نقصان کے ساتھ ادا کر دی۔

ترجمه (۹۹۴) اگر اوپر کے جملے سے قسم کا ارادہ کیا تو نہ کرنے پر اس پر قسم کا کفارہ ہے۔

ترجمه: ١؎ اور اس کی وجہ پہلے گزر چکی۔

تشریح : لله على صوم هذه السنة ۔ کہ مجھ پر اس سال کا روزہ ہے، کا جملہ بولا تو اس کا حقیقی معنی نذر ہے، لیکن اگر للہ کو باللہ کے معنی میں لیا اور مجازی معنی مراد لیکر قسم کا ارادہ کیا تو قسم منعقد ہو جائے گی اور اس دن روزہ، یعنی ایام منہیہ میں روزہ نہیں رکھا تو چونکہ قسم ٹوٹ گئی اس لئے اس کا کفارہ لازم ہوگا۔

(۹۹۵) ومن اصبح یوم النحر صائما ثم افطر لا شئ علیه ﴿ ا وعن ابی یوسف ومحمدؒ فی النوادران علیه القضاء لان الشروع ملزم کالنذر وصار کالشروع فی الصلوٰۃ فی الوقت المکروہ

وجه :اس حدیث میں ہے کہ نذر سے یمین مراد لی تو اس کے ٹوٹنے پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ قال : ....ومن نذر نذرا لا یطیقه فکفارته کفارة یمین و من نذر نذر اطاقه فلیف به (ابوداؤد شریف، باب من نذر نذرا لا یطیقه، ص۴۸۴، نمبر۳۳۲۲/ابن ماجۃ شریف، باب من نذر نذرا لم یسمہ ص۳۰۵، نمبر۲۱۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کا کفارہ بھی قسم کے کفارے کی طرح ہے۔قسم کا کفارہ یہ ہے۔۔لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یواخذکم بما عقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلاثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم (آیت۸۹سورۃ المائدۃ۵) اس آیت میں ہے کہ قسم ٹوٹنے پر دس مسکین کو کھانا کھلائے، یا غلام آزاد کرے اور وہ نہ ہو سکے تو تین دن روزے رکھے۔

ترجمه: (۹۹۵) کسی نے ذی الحج کی دسویں تاریخ کو صبح سے روزہ شروع کیا پھر روزہ توڑ دیا تو اس پر قضاء وغیرہ کچھ نہیں ہے۔

تشریح : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ جسکو یوم النحر کہتے ہیں اس دن میں روزہ رکھنا منع ہے، کسی نے اس دن صبح سے نفلی روزہ شروع کیا اور بعد میں روزہ توڑ دیا تو اس کی قضاء واجب ہے یا نہیں اس بارے میں یہ مسئلہ ہے۔تو متن میں یہ فرماتے ہیں کہ اس پر کچھ نہیں ہے، یعنی اس روزہ کی قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نیت کرتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے اور یوم النحر میں حدیث کی وجہ سے روزہ رکھنا ممنوع ہے اس لئے اس کو باطل کرنا چاہئے اسکی حفاظت نہیں کرنی چاہئے اور قضاء اس کی لازم ہوتی ہے جسکی حفاظت کرنا مقصود ہو اور یہاں اس روزہ کو باطل کرنا مقصود ہے اس لئے اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ عام دنوں میں نفلی روزہ شروع کرے پھر اس کو توڑ دے تو اسکی قضاء اس لئے لازم ہوتی ہے کہ اس کی حفاظت کرنا مقصود ہے۔

ترجمه: ا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے نوادر میں روایت ہے کہ اس پر قضاء ہے، اس لئے کہ روزے کو شروع کرنا روزے کو لازم کرنے والی چیز ہے، جیسے کہ نذر ماننا روزے کو لازم کرنے والی چیز ہے، اور ایسا ہو گیا جیسا کہ مکروہ وقت میں نماز شروع کی۔

تشریح :نوادر میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روایت ہے کہ جس نے یوم النحر میں روزہ شروع کیا اور توڑ دیا تو اس کی قضاء واجب ہے۔

وجه : (۱) اس کی ایک دلیل یہ دیتے ہیں کہ کسی نے یوم النحر میں روزے کی نذر مانی تو اس دن روزہ نہ رکھے لیکن دوسرے دن اسکی قضاء واجب ہے، اسی طرح اس دن روزہ شروع کیا اور توڑ دیا تو اس کی قضاء واجب ہے۔ (۲) دوسری دلیل یہ دیتے ہیں کہ اوقات مکروہ میں نماز شروع کی اور اس کو توڑ دیا تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے اسی طرح مکروہ دن میں یعنی یوم النحر میں روزہ شروع کیا اور

۲؎ والفرق لابی حنیفةؒ وهو ظاهر الروایة ان بنفس الشروع فی الصوم یسمی صائما حتی یحنث به الحالف علی الصوم فیصیر مرتکبا للنهی فیجب ابطاله فلا تجب صیانته ووجوب القضاء یبتنی علیه ۳؎ ولا یصیر مرتکبا للنهی بنفس النذر وهو الموجب ۴؎ ولابنفس الشروع فی الصلوٰة حتی یتم رکعةً ولهٰذا لا یحنث به الحالف علی الصلوٰة فتجب صیانة المؤدّی ویکون مضمونا بالقضاء

اس کوتوڑ دیا تو اسکی قضاء واجب ہونی چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر روایت ہے اوران کے لئے فرق یہ ہے کہ روزہ شروع کرتے ہی اس کو روزہ کا نام دیا جاتا ہے حتی کہ روزہ نہ رکھنے کی قسم کھانے والا اس سے حانث ہو جائے گا اس لئے نہی کا ارتکاب کرنے والا ہو گیا اس لئے اس کو باطل کرنا واجب ہو گیا اس لئے اس کی حفاظت کرنا واجب نہیں اور قضاء واجب ہونے کا مدار اسی پر ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی ظاہر روایت یہ ہے کہ یوم النحر میں روزہ رکھ کر توڑ دینے سے روزے کی قضا لازم نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ روزے کا حال یہ ہے کہ روزے کی نیت کرتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے اوراس کو روزہ شمار کیا جانے لگتا ہے، چنانچہ کوئی قسم کھائے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا اور صبح کھایا پیا نہیں تھا اور روزے کی نیت کر لی تو روزے کی نیت کرتے ہی روزہ رکھنے والا ہو جائے گا اور قسم میں حانث ہو جائے گا، اور حدیث میں یوم النحر میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے روزہ کی نیت کرتے ہی گو یا کہ معصیت اور گناہ کا کام شروع ہو گیا اس لئے اس کی حفاظت کرنا ٹھیک نہیں اور جب اس کی حفاظت کرنا ٹھیک نہیں تو اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہوگی کیونکہ حفاظت کے لئے ہی قضاء لازم کی جاتی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور نفس نذر سے نہی کا مرتکب نہیں ہوگا اور نذر ہی روزہ واجب کرنے والی ہے۔

تشریح: یہ عبارت امام ابویوسفؒ کو جواب ہے۔ یوم النحر میں روزہ شروع کرے اوراس کو توڑ دے تو اسکی قضاء واجب نہیں، اور یوم النحر میں روزے کی نذر مانے تو اس دن روزہ نہ رکھے لیکن بعد میں اس کی قضاء کرے تو ان دونوں میں کیا فرق ہے اس کو بیان کررہے ہیں، کہ یوم النحر میں نذر ماننا کوئی برا نہیں ہے کیونکہ روزہ تو عبادت ہے اور نذر سے روزہ لازم ہوتا ہے اس لئے نذر کی وجہ سے روزہ لازم ہو جائے۔ اور یوم النحر میں روزہ رکھنا حدیث کی بنا پر ناجائز ہے اور نیت کرتے ہی روزہ شروع ہو جائے گا اس لئے اس کو بند کرنا ضروری ہے، اور جب ابھی بند کرنا ضروری ہے تو اس کی قضاء بھی لازم نہیں ہوگی، کیونکہ قضاء اس کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور نماز کے صرف شروع کرنے ہی سے اس کی قضاء لازم نہیں ہوگی جب تک ایک رکعت نہ پوری ہو جائے، اسی لئے نماز نہ پڑھنے کی قسم کھانے والا حانث نہ ہوگا اس لئے جتنا ادا کیا اس کو بچانا واجب ہے اوراس کی وجہ سے قضاء کرنے کا ضامن ہے۔

۵؎ وعن ابی حنیفة انه لا یجب القضاء فی فصل الصلوٰة ایضا والاظهر هو الاول والله اعلم بالصواب.

تشریح : وقت مکروہ میں نفل نماز شروع کرےاوراس کوتوڑ دےتو اس کی قضاءواجب ہےاور یوم النحر میں نفلی روزہ رکھ کرتوڑ دےتو اس کی قضاءواجب نہیں ہے،ان دونوں میں فرق بیان کر رہے ہیں۔کہ وقت مکروہ مثلا زوال کے وقت میں نفلی نماز شروع کی اوراس کوتوڑ دی تو اس لئے اس کی قضاءواجب ہوگی کہ سجدہ کرنے سے پہلے پہلے تک یعنی ایک رکعت پوری ہونے سے پہلے تک وہ نماز نہیں ہے، چنانچہ اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ نماز نہیں پڑھوں گا اور تحریمہ باندھ کر رکوع تک نماز پڑھی تو وہ حانث نہیں ہوگا کیوں کہ ابھی تک اس کو نماز شمار نہیں کرتے ،اور جب ابھی تک نماز نہیں ہےتو یہ مکروہ بھی نہیں ہےاس لئے اتنے کی حفاظت ضروری ہےاس لئے اتنا پڑھ کر نماز توڑ دی تو اس کی قضاءلازم ہوگی۔اور روزے کی حالت یہ تھی کہ روزہ شروع کرتے ہی روزہ ہوگیااور یوم النحر میں روزہ مکروہ ہےاس لئے اس کو چھوڑنا ضروری ہےاس لئے اس کی قضاءلازم نہیں ہے۔۔المودی: ایک رکعت پوری ہونے سے پہلے ادا کی ہوئی نماز۔مضمونا بالقضاء:جسکی قضاءکا ضامن ہو۔

ترجمه:۵؎ امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اوقات مکروہ میں نماز کی صورت میں بھی قضاءواجب نہیں ہے۔لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر کسی نے مکروہ وقت مثلا زوال کے وقت نفلی نماز شروع کی تو چونکہ مکروہ وقت میں شروع کی اس لئے اس کی حفاظت ضروری نہیں اس لئے اس کی قضاء بھی واجب نہیں، ہاں اگر صحیح وقت میں نفلی نماز شروع کی اور اس کوتوڑ دیا تو اس کی قضاءواجب ہے، کیونکہ اس کی حفاظت ضروری ہے۔ لیکن ظاہر قول پہلا ہی ہے کہ اوقات مکروہ میں نفلی نماز شروع کی اوراس کوتوڑ دیا تو اس کی قضاءواجب ہے۔

﴿باب الاعتكاف﴾

(۹۹٦) قال الاعتكاف مستحب ﴾ ۱ والصحيح انه سنة مؤكدة لان النبى عليه السلام واظب عليه

﴿باب الاعتکاف﴾

ضروری نوٹ: الاعتکاف : عکف سے مشتق ہے کسی جگہ ٹھہرنا اور لازم پکڑنا، مسجد میں روزے کے ساتھ ٹھہرنے کو یہاں اعتکاف کہا ہے۔ چار باتوں کے مجموعے کا نام اعتکاف ہے [۱] ٹھہرنا [۲] مسجد ہونا [۳] اعتکاف کی نیت ہو [۴] روزہ ہو۔ اعتکاف سنت ہے اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔

نوٹ: اعتکاف کی چار قسمیں ہیں (۱) سنت مؤکدہ کفایہ۔ اکیس رمضان سے تیس رمضان تک جو اعتکاف کرتے ہیں اس کو سنت مؤکدہ کفایہ کہتے ہیں (۲) نذر، کوئی آدمی اعتکاف کرنے کی نذر مانے تو وہ نذر کا اعتکاف ہے (۳) ایک دن رات کا نفلی اعتکاف کرنا (۴) چند منٹ یا چند گھنٹے کا اعتکاف کرنا۔ اعتکاف کرنے کی دلیل یہ آیت ہے۔ ولا تباشروهن وانتم عاكفون فى المساجد تلك حدود الله فلا تقربوها (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں اعتکاف کرنے کی دلیل ہے۔

ترجمہ: (۹۹٦) فرمایا کہ اعتکاف مستحب ہے۔

ترجمہ: ۱ اور صحیح یہ ہے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے، اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کے آخیر عشرے میں اس پر ہمیشگی کی ہے ، اور ہمیشگی کرنا سنت کی دلیل ہے۔

تشریح : متن میں یہ ہے کہ اعتکاف مستحب ہے، اس لئے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اعتکاف سنت ہے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے مدینہ طیبہ میں ہمیشہ رمضان کے آخیر عشرے میں اعتکاف فرمایا، اور آپ کے بعد ازواج مطہرات نے اعتکاف فرمایا، یہ ہمیشگی کرنا سنت مؤکدہ کی دلیل ہے، اس لئے صحیح بات یہ ہے کہ رمضان کے آخیر عشرے میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ہمیشہ اعتکاف فرمایا۔ عن عائشة زوج النبى ﷺ ان النبى ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجه من بعده (بخاری شریف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر ص ۲۷۱ نمبر ۲۰۲٦ مسلم شریف، کتاب الاعتکاف ص ۳۷۱ نمبر ۲۷۸۴/۱۱۷۲) مسلسل اعتکاف کرنا سنت ہونے کی دلیل ہے۔ (۲) عن ابى بن كعب أن النبى ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان فلم يعتكف عاما فلما كان فى العام المقبل اعتكف عشرين ليلة . (ابوداؤد شریف، باب الاعتکاف، ص ۳۵۷، نمبر ۲۴٦۳) اس حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال اس کی قضاء کی۔ جس معلوم ہوا کہ اعتکاف اتنا اہم ہے کہ چھوٹ جانے پر اس کی قضاء

في العشر الاواخر من رمضان والمواظبة دليل السنة (۹۹۷) وهو اللبث في المسجد مع الصوم ونية الاعتكاف ﴾ ۱؎ اما اللبث فركنه لانه ينبئ عنه فكان وجوده به ۲؎ والصوم من شرطه عندنا خلافا

کی جا سکتی ہے، اس لئے یہ حدیث سنت مؤکدہ کی دلیل ہے۔(۳) عن ابی هريرة قال كان النبي ﷺ يعتكف كل رمضان عشرة ايام فلما كان العام الذي قبض فيه اعتكف عشرين يو ما . (ابوداؤد شریف، باب این یکون الاعتکاف، ص ۳۵۷، نمبر ۲۴۶۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ہر رمضان میں اعتکاف فرماتے تھے جس سے اس پر مواظبت ہوئی، جو سنت مؤکدہ کی دلیل ہے۔ اور کفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگوں نے اعتکاف کر لیا تو محلّہ کے باقی لوگوں سے ساقط ہو جائے گا، کیونکہ تمام لوگوں کا اعتکاف میں بیٹھنا مشکل ہے۔ مواظبت: ہمیشہ کرنا

ترجمہ:(۹۹۷) اعتکاف وہ مسجد میں ٹھہرنا ہے روزے کے ساتھ اور اعتکاف کی نیت کے ساتھ۔

تشریح: مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اس کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) روزہ ہو (۲) اعتکاف کی نیت ہو (۳) اور مسجد میں ٹھہرنا ہو۔ تب اعتکاف ہوگا۔

وجہ : (۱) ان تینوں شرطوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة انها قالت السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتكاف الا بصوم ولا اعتكاف الا في مسجد جامع (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۳ دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱ نمبر ۲۳۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے اور اعتکاف کے لئے مسجد ہو (۲) دار قطنی میں ہے۔ عن عائشة ان النبي ﷺ قال لا اعتكاف الا بصيام (دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۷۹ نمبر ۲۳۳۱ سنن بیہقی، باب المعتکف یصوم، ج رابع، ص ۵۲۱، نمبر ۸۵۷۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے۔ اور نیت ضروری اس لئے ہے کہ ہر عبادت کے لئے نیت ضروری ہے ورنہ وہ عادت ہو جائے گی عبادت نہیں ہوگی، پہلے گزر چکی ہے، انما الاعمال بالنیات۔

ترجمہ: ۱؎ بہر حال ٹھہرنا تو اعتکاف کا رکن ہے اس لئے کہ اعتکاف کا ترجمہ ہی ہے ٹھہرنا اس لئے اعتکاف کا وجود ٹھہرنے سے ہوگا۔

تشریح : اعتکاف کا ترجمہ ٹھہرنے کا ہے اس لئے اعتکاف میں ٹھہرنا فرض ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہمارے نزدیک روزہ اعتکاف کی شرط میں سے ہے۔ برخلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح : ہمارے نزدیک اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، بغیر روزے کے سنت اعتکاف نہیں ہوگا، اور نفلی اعتکاف بھی دن میں

للشافعیؒ ۳؎ والنیة شرط فی سائر العبادات ۴؎ ھو یقول ان الصوم عبادة وھو اصل بنفسه فلایکون شرطا لغیرہٖ ۵؎ ولنا قوله علیه السلام لا اعتکاف الا بالصوم والقیاس فی مقابلة النص المنقول غیر مقبول ۶؎ ثم الصوم شرط لصحة الواجب منه روایةً واحدة

بغیر روزے کے نہیں ہوگا۔اس کے لئے اوپر ابوداود شریف کی حدیث گزری، **ولا اعتکاف الا بصوم**، کہ بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ بغیر روزے کے بھی انکے یہاں اعتکاف ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور تمام عبادتوں میں نیت شرط ہے [اس لئے اعتکاف میں بھی نیت شرط ہوگی]

تشریح : بغیر نیت کے مسجد میں روزے کے ساتھ بیٹھا رہا تو اس اعتکاف نہیں ہوگا اس لئے کہ بغیر نیت کے کوئی عبادت نہیں ہوتی،اس کے لئے حدیث یہ ہے .**سمعت رسول الله ﷺ یقول : انما الاعمال بالنیات** ۔(بخاری شریف، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ص ا، نمبرا) اس حدیث میں ہے کہ عمل کا مدار نیت پر ہے، کہ نیت کروگے تو عبادت ہوگی ورنہ نہیں۔

ترجمہ: ۴؎ امام شافعیؒ دلیل میں فرماتے ہیں کہ روزہ عبادت ہے اور اصل بنفسہ ہے اس لئے دوسرے کے لئے شرط نہیں بنے گا۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا تھا کہ بغیر روزے کے بھی اعتکاف ہوسکتا ہے صاحب ھدایہ اسکی یہ دلیل عقلی پیش کررہے ہیں، کہ روزہ عبادت ہے اور اپنے طور پر اصل ہے اس لئے اعتکاف کے لئے شرط بنے یہ نہیں ہوتا اس لئے اعتکاف کے لئے روزے کی شرط نہیں ہونا چاہئے ۔۔ ناچیز نے امام شافعیؒ کی موسوعہ تلاش کی تو اس قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ملا۔

ترجمہ: ۵؎ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے، اور منقول نص کے مقابلے میں قیاس مقبول نہیں ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہے اور نص ہے اس لئے اس کے مقابلے میں ابھی جو امام شافعیؒ نے دلیل عقلی دی یہ قابل قبول نہیں ہے۔صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے، **عن عائشة ان النبی ﷺ قال لا اعتکاف الا بصیام** (دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۷۹ نمبر ۲۳۳۱) اس حدیث میں ہے کہ روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔

ترجمہ: ۶؎ پھر واجب اعتکاف صحیح ہونے کے لئے روزہ شرط ہے یہی ایک روایت ہے۔

تشریح : اگر کسی نے اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ طے ہے کہ کم سے کم ایک دن اور ایک رات کی نذر ہوگی، اور اس نذر کے صحیح ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط ہے، بغیر روزے کے واجب اعتکاف صحیح نہیں ہوگا حنفیہ کے تمام ائمہ یہی کہتے ہیں۔

ے ولصحة التطوع فيما روى الحسن عن ابى حنيفةؒ لظاهر ما روينا وعلى هذه الرواية لا يكون اقل من يوم ٨ؕ وفى رواية الاصل وهو قول محمدؒ اقله ساعة فيكون من غير صوم لان مبنى النفل على المساهلة الا ترى انه يقعد فى صلوٰة النفل مع القدرة على القيام

وجه :(ا)اس حدیث میں ہے، عن ابن عمر أن عمر قال للنبی ﷺ انی نذرت أن أعتكف يو ما قال : اعتكف و صم (دار قطنی ، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۰ نمبر ۲۳۳۶ رسنن بیہقی ، باب المعتکف یصوم، ج رابع ،ص ۵۲۰ ،نمبر ۸۵۷۶) اس حدیث میں ہے کہ اعتکاف کی نذر مانی تو فرمایا کہ اعتکاف کرواور روزہ بھی رکھو۔

ترجمه: ے اورنفلی اعتکاف کے صحیح ہونے کے لئے جیسا کہ حضرت حسنؒ کی روایت امام ابوحنیفہؒ سے ہے اس حدیث کے ظاہر کی وجہ سے جو ہم نے روایت کی ،اس روایت کی بنیاد پر ایک دن سے کم اعتکاف نہیں ہوگا۔

تشریح : نفلی اعتکاف کے بارے میں دوروایتیں ہیں حضرت حسن بن زیادؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ نفلی اعتکاف کے لئے بھی روزہ شرط ہے اوراس کی وجہ وہ حدیث ہے جواوپر گزری، قال: لا اعتكاف الا بصيام ،کہ بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہے۔اس روایت کو لیں تو ایک دن سے کم نفلی اعتکاف بھی نہیں ہوگا، کیونکہ روزہ ایک دن کا ہوتا ہے اسلئے ایک دن سے کم اعتکاف بھی نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۸ؕ اورمبسوط کی روایت ہے اور وہی قول امام محمدؒ کا ہے کہ کم سے کم ایک ساعت کا اعتکاف ہوسکتا ہے، تو وہ بغیر روزے کے ہوگا۔اس لئے کہ نفل کا مدار سہولت پر ہے، کیا آپ نہیں دیکھتے ہیں کہ کھڑے ہونے پر قدرت کے باوجود نفل نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

تشریح : مبسوط کی روایت ہے اور یہی امام محمدؒ کا بھی قول ہے کہ نفلی اعتکاف ایک گھڑی بھی ہوسکتا ہے، اوراس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ نفل کا مدار سہولت پر ہے اس لئے اگر ایک دن کی شرط لگائیں اور روزے کی بھی شرط لگائیں تو اس میں پریشانی ہے اس لئے ایک گھڑی کا بھی اعتکاف ہوسکتا ہے، اوراس صورت میں روزے کی بھی ضرورت نہیں ہے، مثلا عشاء کی نماز کے لئے مسجد آیا اور چند گھنٹے کے اعتکاف کی نیت کرلی تو اس وقت روزہ نہیں ہے لیکن اعتکاف ہو جائے گا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ نماز میں کھڑا ہونا فرض ہے لیکن کھڑے ہونے پر قدرت ہونے کے باوجود نفلی نماز بیٹھ کر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے، کیونکہ نفل کا مدار سہولت پر ہے۔

وجہ:۔(ا) اس اثر میں ہے کہ نفلی اعتکاف ایک لمحے کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ عن يعلى بن امية انه كان يقول لصاحبه انطلق بنا الى المسجد فنعتكف فيه ساعة (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۸۷ ما قالوافی المعتکف یاتی اہلہ بالنھار، ج ثانی، ص ۳۳۶، نمبر ۹۶۵۲) اس اثر میں ایک ساعت کے اعتکاف کے لئے کہا گیا ہے (۲) اس اثر میں ہے کہ نفلی اعتکاف کے لئے

۹ ولو شرع فیه ثم قطعه لا یلزمه القضاء فی روایة الاصل لانه غیر مقدر فلم یکن القطع ابطالا وفی روایة الحسن یلزمه لانه مقدر بالیوم کالصوم ۱۰ ثم الاعتکاف لا یصح الا فی مسجد جماعة لقول حذیفة لا اعتکاف الا فی مسجد جماعة

روزے کی شرط نہیں ہے۔ **عن علی و عبد اللہؓ قالا : المعتکف لیس علیه صوم الا أن یشترط ذالک علی نفسه** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب من قال: لا اعتکاف الا بصوم، ج ثانی، ص۳۳۴، نمبر۹۶۲۴) اس اثر میں ہے کہ روزے کی شرط لگائی ہو تب تو روزہ لازم ہوگا، اور شرط نہ لگائی ہو تو اعتکاف کرنے والے پر روزہ ضروری نہیں۔

ترجمہ: ۹ اگر اعتکاف شروع کیا پھر اس کو توڑ دیا تو مبسوط کی روایت میں قضاء لازم نہیں ہوگی اس لئے کہ وقت متعین نہیں ہے اس لئے توڑنے سے باطل ہونا نہیں ہوا، اور حضرت حسنؒ کی روایت میں قضاء لازم ہوگی اس لئے کہ ایک دن کے ساتھ متعین ہے جیسے کہ روزہ توڑنے سے قضاء لازم ہوتی ہے۔

تشریح : مبسوط کی روایت میں تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اعتکاف رکھ سکتا ہے اس لئے ایک لمحے کے بعد اعتکاف چھوڑ دیا تو آگے اس پر کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ اس کو باطل کرنا نہیں ہوا اسلئے اس پر کسی چیز کی قضاء بھی لازم نہیں ہے، کیونکہ ایک دن اعتکاف کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور حضرت حسن کی روایت میں ہے کہ ایک دن اعتکاف کرنا ہوگا اور اس نے ایک دن سے پہلے توڑ دیا تو ایک دن کی قضاء لازم ہوگی، جیسے روزہ تھوڑی دیر رکھ کر توڑ دیا تو ایک دن کی قضاء لازم ہوگی، اسی طرح اعتکاف تھوڑی دیر کر کے توڑ دیا تو ایک دن کا اعتکاف لازم ہوگا، کیونکہ نفلی عبادت شروع کر کے آدھے میں چھوڑ دے تو اس کو پورا رکھنے کے لئے پورے کی قضاء لازم ہوتی ہے۔۔ مبسوط والی روایت نہیں ملی۔

ترجمہ: ۱۰ پھر اعتکاف جماعت والی مسجد کے علاوہ میں صحیح نہیں ہے حضرت حذیفہؓ کے قول کی وجہ سے، کہ جماعت والی مسجد کے علاوہ میں اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

تشریح : اس روایت میں ہے کہ جس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہو اس مسجد میں اعتکاف کرے۔ کیونکہ حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں ہے کہ جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرے۔ اور اس عبارت کا دوسرا ترجمہ یہ بھی ہے جمعہ کی نماز جہاں پڑھی جاتی ہو اس مسجد کے علاوہ میں اعتکاف جائز نہیں ہے

وجہ :(۱) **عن عائشة انها قالت السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة ولا یمس امرأة ولا یباشرها ولا یخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتکاف الا بصوم ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع** (ابو داؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص۳۴۲ نمبر۲۴۷۳، دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص۱۸۱ نمبر۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے

۱۱ وعن ابی حنیفةؒ انه لا یصح الا فی مسجد یصلی فیه الصلوات الخمس لانه عبادة انتظار الصلوة فیختص بمکان یؤدی فیه. ۱۲ اما المرأة تعتکف فی مسجد بیتها لانه هو الموضع لصلاتها فیتحقق انتظارها فیه ولو لم یکن لها فی البیت مسجد تجعل موضعا فیه فتعتکف فیه

کہ جماعت والی مسجد میں اعتکاف ہوگا۔(۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن حذیفة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول کل مسجد له مؤذن وامام فالاعتکاف فیه یصلح (دار قطنی، باب الاعتکاف، ج ثانی، ص ۱۷۹، نمبر ۲۳۳۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی مسجد میں جس میں پنج وقتہ نماز ہوتی ہو اس میں اعتکاف جائز ہے (۳) چونکہ جماعت کے ساتھ معتکف کو نماز پڑھنی ہوگی اس لئے جس مسجد میں پنج وقتہ نماز نہ ہوتی ہو وہاں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دقت ہوگی۔ اس لئے پنج وقتہ جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرے۔ البتہ اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو معتکف جمعہ کے لئے جامع مسجد جا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۱۱ امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اعتکاف نہیں صحیح ہے مگر ایسی مسجد میں جس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو کیونکہ اعتکاف تو نماز کے انتظار کی عبادت ہے، اس لئے ایسی جگہ کے ساتھ خاص ہوگا جس میں نماز ادا کی جاتی ہو۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ جس مسجد میں پانچوں وقت کی نماز پڑھی جاتی ہو چاہے جماعت کے ساتھ نماز نہ ہوتی ہو اس میں بھی اعتکاف کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا مطلب ہی ہے کہ نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوں اس لئے ایسی جگہ اعتکاف کرے جہاں نماز ہوتی ہو۔

وجه: (۱) عن ابی سلمة أنه کان لا یری بأسا أن یعتکف فی مسجد یصلی فیه (مصنف ابن ابی شیبة، باب من اعتکف فی مسجد قومه ومن فعله، ج ثانی، ص ۳۳۷، نمبر ۹۶۶۶) اس اثر میں ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف ہوگا جہاں نماز پڑھی جاتی ہو۔

ترجمہ: ۱۲ بہر حال عورت تو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے گی اس لئے کہ اس کی نماز کے لئے وہی جگہ ہے اس لئے نماز کا انتظار اسی میں متحقق ہوگا، اور اگر اس کے لئے گھر میں کوئی مسجد نہ ہو تو گھر میں ایک جگہ بنالے جس میں اعتکاف کرے۔

تشریح: عورت اپنے گھر میں جہاں پنج وقتہ نماز پڑھتی ہے جسکو عورت کے لئے مسجد کا نام دیا جا سکتا ہے اس جگہ میں بیٹھ کر اعتکاف کرے، اور اگر پہلے سے کوئی ایسی جگہ متعین نہیں ہے تو ایک جگہ متعین کرلے اور اس میں اعتکاف کرے۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں عورتوں کو نماز کے لئے مسجد جانا اس دور میں اچھا نہیں ہے اس لئے جس جگہ پنج وقتہ نماز پڑھتی ہے وہی جگہ نماز کے انتظار کے لئے متحقق ہوگی، اور اعتکاف کا مطلب ہے بیٹھکر نماز کا انتظار کرنا اس لئے اسی جگہ اعتکاف کر کے نماز کا انتظار کرے گی (۲) عورت اعتکاف کرے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ ان النبی

(۹۹۸)ولا یخرج من المسجدالالحاجة الانسان او الجمعة﴾

ﷺ **کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاه الله ثم اعتکف ازواجه من بعده** (بخاری شریف، باب الاعتکاف فی العشر الاواخرص ۱۷۱ نمبر ۲۰۲۶ رمسلم شریف، کتاب الاعتکاف ص ۱۷۱ ۳ نمبر ۲۷۸۴/۱۱۷۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے بعد بھی ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔(۳) اور گھر میں مسجد بنائے گی اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن انس بن مالک أن جدته ملیکة دعت رسول الله ﷺ لطعام صنعته له فأکل منه ثم قال : قوموا فلأصلی لکم ...فصلی لنا رسول الله ﷺ رکعتین ثم انصرف** ۔(بخاری شریف، باب الصلوة علی الحصیر ،ص ۶۸ ،نمبر ۳۸۰) اس حدیث میں ہے کہ عورت کی نماز کی جگہ متعین کرنے کے لئے حضورؐ نے نماز پڑھی (۴) اس حدیث میں بھی ہے۔ **أن عتبان ابن مالک ....وددت یا رسول الله ﷺ ! أنک تأتینی فتصلی فی بیتی فأتخذه مصلی قال فقال له رسول الله ﷺ سأفعل ان شاء الله** (بخاری شریف، باب المساجد فی البیوت، ص ۴۷، نمبر ۴۲۵) اس حدیث میں ہے کہ معذور آدمی جو مسجد نہ جا سکتا ہو اس کے لئے گھر میں مسجد بنانے کے لئے نماز پڑھی۔عورت بھی اس دور میں مسجد نہیں جا سکتی ہے اس لئے گھر میں مسجد بنا کر اس میں اعتکاف کرے۔(۵) اس اثر میں ہے کہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے .**عن عامر قال ان شاء اعتکف فی مسجد بیته** (مصنف ابن ابی شیبة، باب من اعتکف فی مسجد قومه ومن فعله، ج ثانی، ص ۳۳۷، نمبر ۹۶۶۸) اس اثر میں ہے کہ گھر کی مسجد میں اعتکاف کرے (۶) اور عورت مسجد نہ جائے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔**عن عبد الله عن النبی ﷺ قال صلوة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها** . (ابوداؤد شریف، باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد ص ۹۱ نمبر ۵۷۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے (۷) یہ حدیث بھی ہے۔**عن عبد الله ابن مسعود قال والذی لا اله غیره ما صلت امرأة صلوة خیر لها من صلوة تصلیها فی بیتها الا ان یکون مسجد الحرام او مسجد الرسول ﷺ الا عجوزا فی منقلها** ۔(سنن للبیهقی ،باب خیر مساجد النساء قعر بیوتهن ج ثالث ص ۱۸۸، نمبر ۵۳۶۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت گھر میں نماز پڑھے یہ بہتر ہے۔

ترجمه: (۹۹۸) اور معتکف مسجد سے نہیں نکلے گا مگر انسانی ضرورت کے لئے یا جمعہ کے لئے۔

تشریح: ضرورت چاہے شرعی ہو یا طبعی دونوں کے لئے معتکف نکلے گا طبعی ضرورتوں میں کھانا، پینا، پیشاب، پاخانہ، جنابت کا غسل اور وضو کرنا وغیرہ ہے۔اور شرعی ضرورت میں مثلا جمعہ کے لئے جامع مسجد کے لئے نکلنا ہے۔ان ضرورتوں کے لئے بقدر ضرورت نکل سکتا ہے۔اور ضرورت پوری ہونے کے بعد فورا مسجد واپس ہو جائے۔

۱؎ اما الحاجة لحديث عائشة كان النبي عليه السلام لايخرج من معكفه الا لحاجة الانسان ۲؎ ولانه معلوم وقوعها ولا بد من الخروج فى تقضيتها فيصير الخروج لها مستثنى. ۳؎ ولا يمكث بعد فراغه من الطهور لان ماثبت بالضرورة يتقدر بقدرها

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ ان عائشة زوج النبی ﷺ قالت ... وكان لا يدخل البيت الا لحاجة اذا كان معتكفا (بخاری شریف، باب المعتکف لا یدخل البیت الا لحاجۃ ص ۲۷۲ نمبر ۲۰۲۹ رترمذی شریف، باب المعتکف یخرج لحاجتہ ام لا ص ۱۶۵ نمبر ۸۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف ضرورت انسانی کے لئے نکل سکتا ہے۔ اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) عن عائشة انها قالت السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه. (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۳ رداقطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱ نمبر ۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے کہ ایسی حاجت جسکے بغیر کوئی چارہ نہیں اس کے لئے معتکف نکلے گا، اور اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جس میں جمعہ نہیں پڑھا جاتا ہوتو چونکہ جمعہ پڑھنا شرعی ضرورت ہے اس لئے جمعہ کے لئے بھی جامع مسجد جانا جائز ہے۔ (۳) اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة قال النفيلي قالت كان النبي ﷺ يمر بالمريض وهو معتكف فيمر كما هو ولا يعرج يسأل عنه (الف) (ابوداؤد شریف، المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۲) اس حدیث میں حضور لوگوں کی عیادت کرتے جاتے اور چلتے جاتے، کہیں ٹھہرتے نہیں تھے اس کا مطلب یہ نکلا کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔

ترجمہ: ۱؎ بہر حال ضرورت کی بنا پر نکلنا تو حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ حضور اعتکاف کی جگہ سے نہیں نکلتے تھے مگر انسانی ضرورت کے لئے۔

تشریح: یہ حدیث اوپر گزر گئی

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ ان سب کا واقع ہونا معلوم ہے اور ضرورت پوری کرنے کے لئے نکلنا ضروری ہے اس لئے نکلنا اعتکاف سے مستثنی ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ پیشاب پیخانہ کے لئے نکلنا ضروری ہے یہ مسجد میں تو نہیں کر سکتے اس لئے عقلی طور پر بھی یہ اعتکاف سے مستثنی ہوگا کہ ان ضرورتوں کے لئے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اور پاکی سے فارغ ہونے کے بعد نہ ٹھہرے اس لئے کہ جو ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو وہ ضرورت کے مطابق ہی متعین ہوگا۔

تشریح: اوپر حدیث آئی کہ حضورؐ ضرورت ہی کے لئے باہر نکلتے تھے یہاں تک کہ مریض کی بھی عیادت نہیں کرتے تھے اور

ع واما الجمعة فلانها من اهم حوائجه وهى معلوم وقوعها ۵ وقال الشافعیؒ الخروج اليها مفسد لانه يمكنه الاعتكاف فى الجامع

جنازے میں بھی حاضر نہیں ہوتے تھے جس سے معلوم ہوا کہ پیشاب پیخانہ کے بعد فوراواپس آجائے کیونکہ ضرورت کے مطابق ہی اس کو باہر جانے کی اجازت ہوگی، ورنہ باہر یوں ہی گھومتا رہے تو اعتکاف ہی کیا ہوگا۔

وجه : (۱)اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔أخبرنی علی بن الحسینؓ أن صفية زوج النبی ﷺ أخبرته أنها جائت الی رسول الله ﷺ تزوره فی اعتكافه فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبی ﷺ معها يقلبها حتی اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة. الخ. (بخاری شریف، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد؟ ص ۳۲۶، نمبر ۲۰۳۵) اس حدیث میں حضورؐ اعتکاف کی حالت میں صرف مسجد کے دروازے تک گئے جس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ ضرورت طبعی اور ضرورت شرعی کے علاوہ مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔

ترجمہ: ع بہر حال جمعہ کے لئے نکلنا تو یہ اہم ضرورت ہے اور اس کا واقع ہونا بھی معلوم ہے۔

تشریح : ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے اور شہر میں رہنے کی وجہ سے اس پر جمعہ واجب ہے تو جمعہ میں جانے کی اہم ضرورت ہے اس لئے کہ یہ ضرورت شرعی ہے اس لئے اس کے لئے نکلنے کی اجازت ہوگی، البتہ اتنی دیر پہلے جامع مسجد کا رخ کرے کہ وہاں پہونچ کر جمعہ سے پہلے جو چار سنتیں ہیں وہ پڑھ لے اور دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھ لے، اور جمعہ پڑھنے کے بعد جو چار رکعتیں سنت ہے اس کے پڑھنے کی مقدار یا چھ رکعت سنت پڑھنے کی مقدار ٹھہرے اور اس کے بعد اپنی مسجد میں آجائے، اور اگر اس سے زیادہ ٹھہرا تب بھی اعتکاف فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ بھی مسجد ہے، البتہ یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ پہلی مسجد میں اعتکاف پورا کرنا چاہئے۔

وجه: (۱):عن علی قال : من اعتكف فلا يرفث فی الحديث و لا يساب و يشهد الجمعة و الجنازة و ليوص أهله اذا كانت له حاجة و هو قائم ۔(مصنف عبد الرزاق، باب سنۃ الاعتکاف، ج رابع، ص ۲۷۴، نمبر ۸۰۷۹) اس اثر میں ہے کہ جمعہ کے لئے حاضر ہو

ترجمہ: ۵ امام شافعیؒ نے فرمایا جمعہ کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا، اس لئے کہ اس کے لئے جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ممکن ہے۔

تشریح : امام شافعی فرماتے ہیں کہ آدمی جامع مسجد کے لئے نکلے گا تو اس کا پہلا اعتکاف نہیں رہے گا، اس کی ایک دلیل یہ بیان

۶ ونحن نقول الاعتكاف فی كل مسجد مشروع واذا صح الشروع فالضرورة مطلقة فی الخروج ۷ ويخرج حين تزول الشمس لان الخطاب يتوجه بعده وان كان منزله بعيدا عنه يخرج فی وقت يمكنه ادراكها ويصلی قبلها اربعا وفی رواية ستا الاربع سنة وركعتان تحية المسجد وبعدها اربعا اوستا علیٰ حسب الاختلاف فی سنة الجمعة وسنتها توابع لها فالحقت بها

کی ہے کہ اس کے لئے ممکن ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جس میں جمعہ ہوتا ہو۔موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ و الاعتكاف فی المسجد الجامع احب الينا ، و ان اعتكف فی غيره فمن الجمعة الی الجمعة۔(موسوعۃ امام شافعی، باب کتاب الاعتکاف، ج رابع، ص ۳۸۱، نمبر ۵۰۵۳) اس عبارت میں ہے کہ جامع مسجد میں اعتکاف کرنا بہتر ہے، لیکن اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ نہیں ہوتا ہے تو جمعہ سے جمعہ تک ہی اعتکاف کر پائے گا اور جمعہ کے وقت تو جمعہ کے لئے دوسری مسجد کے لئے نکلنا ہی پڑے گا۔

وجه : انکی دلیل یہ اثر ہو سکتی کہ جامع مسجد کے علاوہ میں اعتکاف ہی جائز نہیں. عن علیؓ قال : لا اعتكاف الا فی مصر جامع ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال لا اعتکاف الا فی مسجد تجمع فیہ، ج ثانی، ص ۳۳۷، نمبر ۹۶۷۰) اس اثر میں ہے کہ ایسی مسجد کے علاوہ میں اعتکاف جائز نہیں جہاں جمعہ نہیں ہوتا ہو۔

ترجمه: ۶ ہم کہتے ہیں کہ اعتکاف ہر مسجد میں مشروع ہے اور جب شروع کرنا صحیح ہے تو نکلنے کی ضرورت بہر حال پڑے گی۔

تشریح : پہلے گزر چکا ہے کہ کسی بھی مسجد میں اعتکاف جائز ہے تو جمعہ کے نکلنا بھی پڑے گا اس لئے اس کی بھی اجازت ہوگی اس اثر میں ہے جس مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے وہاں اعتکاف ہو سکتا ہے۔عن ابی سلمة أنه كان لا يری بأسا أن يعتكف فی مسجد يصلی فيه (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من اعتکف فی مسجد قومہ ومن فعلہ، ج ثانی، ص ۳۳۷، نمبر ۹۶۶۶) اس اثر میں ہے کہ ایسی مسجد میں اعتکاف ہوگا جہاں نماز پڑھی جاتی ہو۔۔الضرورۃ مطلقۃ: ضرورت کے مطابق چھوٹ ہوگی، بہر حال ضرورت پڑے گی۔

ترجمه: ۷ جمعہ کے لئے سورج ڈھلنے کے بعد نکلے اس لئے کہ خطاب زوال کے بعد ہی متوجہ ہوتا ہے، اور اگر اس کے ٹھہرنے کی جگہ جامع مسجد سے دور ہو تو ایسے وقت میں نکلے کہ جمعہ کا پانا ممکن ہو، اور جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھے، اور ایک روایت میں ہے کہ چھ رکعت پڑھے، چار جمعہ کی سنت اور دو رکعت تحیۃ المسجد ، اور جمعہ کے بعد چار رکعت یا چھ رکعت جمعہ کی سنت کے بارے میں اختلاف کے اعتبار سے، اس لئے کہ جمعہ کی سنت جمعہ کے تابع ہے تو حکم میں جمعہ کے ساتھ ہی لاحق کر دی گئی۔

تشریح : جس مسجد میں اعتکاف کیا ہے اس مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا ہے اس لئے اس کو جمعہ کے لئے ایسی مسجد میں جانا ہے جہاں

۸؎ ولو اقام فی المسجد الجامع اکثر من ذٰلک لا یفسد اعتکافه لانه موضع اعتکاف الاانه لایستحب لانه التزم ادائه فی مسجدواحدفلایتمها فی مسجدین من غیرضرورة (۹۹۹)ولوخرج من المسجد ساعة بغیرعذرفسداعتکافه؎ اعند أبی حنیفةؒ لوجودالمنافی وهوالقیاس

جمعہ ہوتا ہو،تو زوال کے بعد جمعہ کے لئے نکلے، کیونکہ اللہ کا خطاب فاسعوا الی ذکراللہ،یعنی جمعہ کے لئے نکلو جو واقع ہوتا ہے وہ زوال کے بعد واقع ہوتا ہے اس لئے زوال کے بعد اپنی مسجد سے نکلے،اور اگر اس کی مسجد جمعہ والی مسجد سے دور ہے تو اتنی جلدی نکلے کہ وہاں پہونچ کر چار رکعت جمعہ سے پہلے کی سنت پڑھ سکے،اور ایک روایت میں ہے کہ چھ رکعت پڑھ سکے،دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعت جمعہ سے پہلے کی سنت۔اور جمعہ کے بعد چار رکعت سنت پڑھے اور دوسری روایت کے اعتبار سے چھ رکعت سنت پڑھے اتنی دیر تک وہاں ٹھہرا رہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی سنت جمعہ نماز کے تابع ہے اس لئے اس کا حکم جمعہ ہی کا حکم ہوگا یعنی اس کے لئے بھی ٹھہر سکتا ہے۔۔الحقت بھا:اس کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

ترجمہ: ۸؎ اور اگر جامع مسجد میں اس سے زیادہ ٹھہرا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ وہ بھی اعتکاف کی جگہ ہے،مگر یہ کہ یہ مستحب نہیں ہے اس لئے کہ اس نے ایک مسجد میں اعتکاف کرنا لازم کیا تو بغیر ضرورت کے دو مسجدوں میں پورا نہ کرے۔

ترجمہ: (۹۹۹)اور اگر مسجد سے تھوڑی دیر کے لئے بغیر عذر کے نکلا تو اس کا اعتکاف فاسد ہوگیا ا؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس لئے کہ منافی پایا گیا،اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔

تشریح : ضرورت طبعی اور ضرورت شرعی کے علاوہ تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد سے نکل گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

وجہ: (۱)اعتکاف کا ترجمہ ہے مسجد میں رہنا اور یہ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر چلا گیا تو یہ اعتکاف کے منافی ہوگیا اس لئے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اعتکاف فاسد ہوجائے۔(۲) **عن عائشة قال النفیلی قالت کان النبی ﷺ یمر بالمریض وهو معتکف فیمر کما هو ولا یعرج یسأل عنه** (ابوداؤد شریف،المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور لوگوں کی عیادت کرتے جاتے اور چلتے جاتے،کہیں ٹھہرتے نہیں تھے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنا ٹھیک نہیں ہے۔اور اسی سے امام ابوحنیفہ نے استدلال کیا کہ بغیر ضرورت کے زیادہ ٹھہرنے سے اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔(۳)اس حدیث کے اشارہ سے بھی استلال کیا جاسکتا ہے۔ **عن عائشة انها قالت السنة علی المعتکف ان لا یعود مریضا ولا یشهد جنازة ولا یمس امرأة ولا یباشرها ولا یخرج لحاجة الا لما لا بد منه.** (ابوداؤد شریف،المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۳ ،دار قطنی ، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱ نمبر ۲۳۳۹)اس حدیث میں ہے کہ ضرورت کے علاوہ کے

٢ وقالا لا يفسد حتى يكون اكثر من نصف يوم وهو الاستحسان لان فى القليل ضرورةً قال (١٠٠٠) واما الاكل والشرب والنوم يكون فى معتكفه ﴿ ١ لان النبى عليه السلام لم يكن له ماوى الاالمسجد

لئے نہ نکلے،اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔(۴) أخبرنی علی بن الحسینؓ أن صفية زوج النبی ﷺ أخبرته أنها جائت الى رسول الله ﷺ تزوره فی اعتكافه فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبی ﷺ معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة. الخ. (بخاری شریف، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد؟ ص ۳۲۶، نمبر ۲۰۳۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ مسجد کے دروازے تک ہی گئے جس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ بغیر ضرورت کے اس سے باہر جانے سے اعتکاف فاسد ہوسکتا تھا۔(۵) اس اثر میں ہے. قالت كانت عائشة فی اعتكافها اذا خرجت الى بيتها لحاجتها ، تمر بالمريض فتسأل عنه و هی مجتازة لا تقف ۔(مصنف عبد الرزاق، باب سنۃ الاعتکاف، ج رابع ص ۲۷۴، نمبر ۸۰۸۵) اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ مریض کے پاس ٹھہرتی نہیں تھیں جس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس سے اعتکاف فاسد ہوسکتا تھا۔

ترجمہ: ٢ صاحبین نے فرمایا کہ اعتکاف فاسد نہیں ہوگا جب تک کہ آدھے دن سے زیادہ نہ ہو جائے، اور استحسان کا تقاضا بھی یہی ہے اس لئے کہ تھوڑی دیر نکلنے میں ضرورت ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کی رائے ہے کہ بغیر ضرورت کے آدھے دن سے زیادہ مسجد سے باہر رہے تب اعتکاف فاسد ہوگا، اس سے پہلے نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ تھوڑی دیر نکلنے میں ضرورت ہے اگر اس سے اعتکاف فاسد کریں تو آدمی کے لئے مشکل ہو جائے گا، اور استحسان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آدھے دن سے زیادہ نکلے تو اعتکاف فاسد ہو۔ اس لئے کہ آدھے دن سے کم قلیل سمجھا جاتا ہے اور اس سے زیادہ کثیر سمجھا جاتا ہے۔

ترجمہ:(۱۰۰۰) بہر حال کھانا اور پینا اور سونا تو اعتکاف کرنے کی جگہ میں ہی ہوگا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ حضورؐ کے لئے مسجد کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

تشریح : معتکف مسجد ہی میں کھانا کھا سکتا ہے، پی سکتا ہے اور سو سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ ہمیشہ مسجد ہی میں تشریف رکھا کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ کھانا پینا اور سونا بھی مسجد میں ہی ہوتا ہوگا، اس لئے یہ سب جائز ہیں۔

وجہ : (۱) مسجد میں سو سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے اخبرنی عبد اللہ بن عمر أنہ کان ینام وھو شاب أعزب لا أھل لہ فی مسجد

۲؎ولانه يمكن قضاء هذه الحاجة فى المسجد فلا ضرورة الى الخروج (۱۰۰۱)ولا باس بان يبيع ويبتاع فى المسجد من غير ان يحضر السِّلعة﴾

النبی ﷺ (بخاری شریف، باب نوم الرجال فی المسجد، ص ٧٦، نمبر ٤٤٠) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بغیر اعتکاف کے مسجد میں سویا کرتے تھے تو اعتکاف کے ساتھ بدرجہ اولی مسجد میں سو سکتے ہیں۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن عائشةؓ قالت كان النبى ﷺ يصغى الى رأسه و هو مجاور فى المسجد فأرجله و أنا حائض (بخاری شریف، باب الحائض ترجل رأس المعتكف، ص ٣٢٥، نمبر ٢٠٢٨) اس حدیث میں ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں حضرت عائشہ حضورؐ کا سر مبارک دھویا کرتی تھی، جس سے معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں کھا پی بھی سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ ان ضرورتوں کو مسجد میں پورا کرنا ممکن ہے اس لئے مسجد سے نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔کہ کھانا پینا اور سونا مسجد میں کر سکتا ہے اس لئے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۰۰۱) کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ مسجد میں بیچے یا خریدے بغیر اس کے کہ بیچنے کا سامان حاضر کرے۔

تشریح: خرید و فروخت کا سامان حاضر کئے بغیر معتکف کا بیچنا اور خریدنا جائز ہے۔البتہ اچھا نہیں ہے۔

وجہ: (۱) بعض مرتبہ معاشی حالت کو ٹھیک رکھنے کے لئے آدمی کو خرید و فروخت کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔اس لئے اس کی گنجائش ہے۔البتہ مسجد میں سامان کا حاضر کرنا مکروہ ہے۔کیونکہ اس سے توحش ہوگا (۲) عن عائشة قالت أتتها بريرة تسألها فى كتابتها ....فقال النبى ﷺ ابتاعيها فأعتقيها فان الولاء لمن اعتق ثم قام رسول الله ﷺ على المنبر ـ و قال سفيان مرة ـ فصعد رسول الله ﷺ على المنبر ـفقال ما بال أقوام يشترطون شروطا ليس فى كتاب الله ـ(بخاری شریف، باب ذکر البیع والشراء علی المنبر فی المسجد، ص ٩٧، نمبر ٤٥٦) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بیع کی شرطوں کے سلسلے میں مسجد میں بات کی اس لئے معتکف بھی خرید و فروخت کی بات کر سکتا ہے۔(۳) عن كعب : انه تقاضى ابن أبى حدرد دينا كان له عليه فى المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله ﷺ و هو فى بيته ـ(بخاری شریف، باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد، ص ٩٧، نمبر ٤٥٧) اس حدیث میں ہے کہ مسجد میں اپنا قرض وصول کرنے کی بات کی جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں قرض وصول کیا جا سکتا ہے، اس لئے ضرورت پڑے تو معتکف بھی ایسی بات کر سکتا ہے، البتہ اس کو مشغلہ بنانا اچھا نہیں۔(۴) اس اثر میں بھی ہے. قلت لعطاء ... فاتى مجاوره ايبتاع فيه ويبيع ؟قال لا بأس بذلک (مصنف عبد الرزاق، باب المعتکف وابتیاعہ وطلب الدنیا ج رابع ص ٢٧٨ نمبر ٨١٠٨) اس اثر سے معلوم ہوا کہ معتکف کے لئے خریدنے بیچنے کی گنجائش ہے۔البتہ غیر معتکف کے لئے یہ اچھا نہیں ہے اس کی دلیل آگے آرہی ہے۔یبتاع: خریدے۔سلعة : بیچنے کا

۱؎ لانـه قد يحتاج الیٰ ذلک بان لا يجد من يقوم بحاجته الا انهم قالوا ۲؎ يكره احضار السّلعة للبيع والشراء لان المسجد محرزٌ عن حقوق العباد وفيه شغله بها ويكره لغير المعتكف البيع والشراء فيه لقوله عليه السّلام جنّبوا مساجدكم صبيانكم الیٰ ان قال وبيعكم وشراء كمقال (۱۰۰۲) ولا يتكلم الا

سامان۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ کبھی خرید وفروخت کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح کہ اس کی ضرورت کو پورا کرنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے، مگر علماء نے فرمایا کہ خرید وفروخت کے سامان کو حاضر کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ مسجد بندے کے حقوق سے محفوظ رکھی گئی ہے اور سامان حاضر کرنے میں اس میں مشغول ہونا ہوگا۔

تشــريـح : عام حالات میں مسجد میں خرید وفروخت کرنا اچھا نہیں ہے لیکن معتکف کو ضرورت پڑ جائے تو اس کے لئے تھوڑی سی گنجائش رکھی گئی ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کی ضرورت کا بندوبست کرنے والا کوئی نہ ہو اس لئے خرید وفروخت کی ضروت پڑ جائے، البتہ مسجد میں خرید وفروخت کا سامان لانا معتکف کیلئے بھی مکروہ ہے، کیونکہ مسجد کو بندوں کے حقوق سے محفوظ رکھی گئی ہے اور سامان لائے گا تو معتکف بندے حقوق میں مشغول ہوگا اور سامان کی حفاظت میں مشغول ہوگا اور عبادت نہیں کر سکے گا اس لئے یہ اچھا نہیں ہے۔

ترجمه: ۲؎ معتکف کے علاوہ کے لئے مسجد میں خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ اپنی مسجدوں کو بچوں سے دور رکھو، یہاں تک فرمایا کہ اپنے خرید وفروخت سے بھی دور رکھو۔

تشريح : غیر معتکف کے لئے مسجد میں خرید وفروخت کرنا بھی اچھا نہیں ہے،

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن واثلة بن الاسقع أن النبی ﷺ قال : جنبوا مساجدكم صبيانكم، و مجانينكم ، و شرار كم ، و بيعكم ، و خصوماتكم ،و رفع اصواتكم، و اقامة حدود كم، و سل سيوفكم ، و اتخذوا على ابوابها المطاهر، و جمروها فى الجمع ۔(ابن ماجة شریف، باب ما یکرہ فی المساجد، ص ۱۰۷، نمبر ۷۵۰) اس حدیث میں ہے کہ اپنے بیع وشراء سے مسجدوں کو پاک رکھو اس لئے اس کو مشغلہ بنانا اچھا نہیں ہے۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے ۔ عن عمرو ابن شعيب عن ابيه عن جده أن رسول الله ﷺ نهى عن الشراء و البيع فى المسجد ۔(ابوداود شریف، باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلوۃ، ص ۱۶۳، نمبر ۱۰۷۹ رترمذی شریف، باب ماجاء فی کراھیۃ البیع و الشراء وانشاد الضالۃ والشعر فی المسجد، ص ۸۸، نمبر ۳۲۲) اس حدیث میں بھی ہے مسجد میں بیع وشراء نہیں کرنا چاہئے۔

ترجمه: (۱۰۰۲) اور معتکف نہ بات کرے مگر خیر کی اور مکروہ ہے اس کے لئے چپ رہنا۔

بخير ويكره له الصمت ﴾ ۱؎ لان صوم الصمت ليس بقربة فی شريعتنا لكنه يتجانب ما يكون ماثما

(۱۰۰۳)ويحرم على المعتكف الوطی﴾ ۱؎ لقوله تعالىٰ ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد

(۱۰۰۴)وكذا اللمس والقبلة﴾

تشــــريــح: مستقل چپ رہنا اسلام میں عبادت نہیں ہے اس لئے عبادت کے طور پر چپ رہنا مکروہ ہے۔ خیر کی بات کرنی چاہئے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے ۔أخبرنی علی بن الحسين ؓ أن صفية زوج النبی ﷺ أخبرته أنها جائت الی رسول الله ﷺ تزوره فی اعتكافه فی المسجد فی العشر الاواخر من رمضان فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبی ﷺ معها يقلبها حتى اذا بلغت باب المسجد عند باب ام سلمة. الخ. (بخاری شریف، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد؟ ص ۳۲۶، نمبر ۲۰۳۵/ ابو داؤد شریف، المعتکف یدخل البیت لحاجتہ ص ۳۴۲/۳۴۱ نمبر ۲۴۷۰) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت صفیہ سے اعتکاف کی حالت میں بات کی جس سے معلوم ہوا کہ خیر کی بات کرے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ چپ رہنا ہماری شریعت میں کوئی قربت نہیں ہے لیکن گناہ کی باتوں سے پرہیز کرے۔

ترجمه: (۱۰۰۳) اعتکاف کرنے والے پر وطی کرنا حرام ہے۔

ترجمه: ۱؎ اللہ تعالیٰ کے قول کی وجہ سے کہ مسجد میں اعتکاف کی حالت میں بیویوں سے مباشرت مت کرو۔

تشريح :اعتکاف دن کو بھی ہوتا ہے اور رات کو بھی اس لئے معتکف کے لئے رات کو بھی اپنی بیوی سے صحبت کرنا حرام ہے اور اگر رات کو کر لیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔ ولا تباشروهن وانتم عاكفون فی المساجد. (آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت مت کرو۔ (۲) عن عائشة انها قالت السنة على المعتكف ان لا يعود مريضا ولا يشهد جنازة ولا يمس امرأة ولا يباشرها. (ابوداؤد شریف، باب المعتکف یعود المریض ص ۳۴۲ نمبر ۲۴۷۳/ دار قطنی، باب الاعتکاف ج ثانی ص ۱۸۱ نمبر ۲۳۳۹) اس حدیث میں ہے کہ معتکف عورت کو چھوئے بھی نہیں اور صحبت بھی نہ کرے۔

ترجمه: (۱۰۰۴) اور ایسے ہی عورت کو چھونا اور بوسہ لینا حرام ہے۔

تشريح : جس طرح اعتکاف کی حالت میں وطی کرنا حرام ہے اسی طرح بیوی کو شہوت کے ساتھ چھونا اور بوسہ لینا بھی حرام ہے۔

۱؎ لانه دواعيه فيحرم عليه اذ هو محظوره كما فى الاحرام بخلاف الصوم لان الكف ركنه لا محظوره فلم يتعد الى دواعيه(۱۰۰۵) فان جامع ليلا او نهارا عامدا اوناسيا بطل اعتكافه﴾۱؎ لان الليل محل الاعتكاف بخلاف الصوم وحالة العاكفين مذكرة فلا يعذر بالنسيان

وجه :(۱) اوپر حدیث گزری جس کا ٹکڑا تھا۔ ولا يمس امرأة ولا يباشرها. (ابوداؤد شریف نمبر ۲۴۷۳) کہ اعتکاف کی حالت میں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوئے بھی نہیں۔(۲) عن ابراهيم قال : لا يقبل المعتكف و لا يباشر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المعتکف یقبل و یباشر، ج ثانی، ص ۳۳۹، نمبر ۹۶۸۹) اس اثر میں ہے کہ معتکف نہ بوسہ لے اور نہ صحبت کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ یہ جماع کے دواعی ہیں اس لئے معتکف پر چھونا اور بوسہ لینا حرام ہوگا اس لئے کہ وطی اعتکاف کے محظورات میں سے ہے جیسا کہ احرام میں ہوتا ہے۔ بخلاف روزے کے اس لئے کہ جماع سے رکنا روزے کا رکن ہے اس کے محظور میں سے نہیں ہے اس لئے وطی کے دواعی کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، اور ذرا مشکل ہے۔ محظورات اور رکن میں فرق کیا ہے؟۔ رکن اس کو کہتے ہیں جس پر اس چیز کا دار مدار ہو اور فرض ہو جیسے روزے میں صحبت سے رکنا فرض ہے اور اس پر روزے کا دارومدار ہے، اس لئے وہ چیز جو صحبت کی طرف بلانے والی ہو جیسے عورت کو چھونا اور بوسہ لینا وہ حرام نہیں ہوگی۔ اور محظور، اس کو کہتے ہیں کہ اس پر اس چیز کا دارومدار نہ ہو اور فرض نہ ہو جیسے اعتکاف میں صحبت سے رکنا اعتکاف کا رکن نہیں ہے اس کے ممنوعات میں سے ہے اس لئے صحبت کی طرف بلانے والی چیز بھی حرام ہوگی۔ احرام کی حالت میں صحبت محظورات میں سے ہے اس لئے صحبت کی طرف بلانے والی چیز شہوت سے عورت کو چھونا اور بوسہ لینا یہ بھی حرام ہے۔ محظور کا معنی ہے ایسی چیز جس سے رکا جائے۔

ترجمہ: (۱۰۰۵) اور اگر جماع کر لیا رات کو یا دن کو جان کر یا بھول کر تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ رات بھی اعتکاف کا محل ہے، بخلاف روزے کے [کہ رات روزے کا وقت نہیں ہے] اور اعتکاف کی حالت یاد دلانے والی ہے اس لئے بھول کا عذر قبول نہیں کیا جائے گا

تشریح : اعتکاف دن کو بھی ہوتا ہے اور رات کو بھی ہوتا ہے اس لئے رات کو بھی جماع کرے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا، روزہ رات کو نہیں ہوتا اس لئے رمضان میں رات میں جماع کرے گا تو روزہ باطل نہیں ہوگا، پھر اعتکاف کی حالت ہر وقت یاد دلاتی ہے کہ مسجد میں اعتکاف میں ہے اس لئے بھول کر بھی جماع کر لیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور بھول کو قبول نہیں کیا جائے گا، روزے میں تھا کہ بھول کر کھا لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا تھا اس کی وجہ حدیث تھی اور یہ بھی ہے کہ روزے کی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہر وقت یاد دلائے

(١٠٠٦) ولو جامع فيما دون الفرج فانزل او قبل او لمس فانزل يبطل اعتكافه ﴾ ل لانه فی معنی الجماع حتی یفسد به الصوم

کہ تم روزے سے ہو اس لئے روزے میں بھول سے کھالیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا

وجه :(۱) آیت میں ہے۔ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد .(آیت ۱۸۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعتکاف کی حالت میں مباشرت کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(۲) اثر میں ہے ۔عن ابن عباس قال اذا جامع المعتكف ابطل اعتكافه واستأنف. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۲ ما قالوا فی المعتکف یجامع ما علیہ فی ذلک ج ثانی ص ۳۳۸، نمبر ۹۶۸۰) اس اثر میں بھول کر اور جان کر کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے بھول کر بھی جماع کرے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔(۳) عن ابن عباس قال اذا وقع المعتكف على امرأته استأنف اعتكافه. (مصنف عبد الرزاق، باب وقوعہ علی امرأتہ، ج رابع، ص ۲۷۹، نمبر ۸۱۱۱ / مصنف ابن ابی شیبۃ ۹۲ ما قالوا فی المعتکف یجامع ما علیہ فی ذلک ج ثانی ص ۳۳۸، نمبر ۹۶۸۰) اس اثر میں ہے کہ بیوی سے جماع کیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور دوبارہ اعتکاف شروع کرے۔

ترجمہ: (۱۰۰۶) اگر شرمگاہ کے علاوہ جماع کیا اور انزال ہو گیا یا بوسہ لیا یا چھویا اور انزال ہو گیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ جماع کے معنی میں ہے یہی وجہ ہے کہ اس روزہ ٹوٹ جائے گا۔

تشریح : شرمگاہ کے علاوہ میں جماع کیا اور انزال بھی ہو گیا، یا عورت کا بوسہ لیا اور انزال ہو گیا، یا عورت کو شہوت سے چھویا اور انزال ہو گیا تو ان تینوں صورتوں میں اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب جماع کے معنی میں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس طرح انزال ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لئے اس سے اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔(۲) روزہ ٹوٹ جائے گا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن الحسن في الرجل يقبل نهارا في رمضان او يباشر او يعالج فيمذي ؟ قال ليس عليه شئي ، و بئس ما صنع فان خرج منه الماء الدافق فهو بمنزلة الغشيان ، وقال قتادة ان خرج منه الدافق فليس عليه الا ان يصوم يوما. (مصنف عبد الرزاق، باب الرفث واللمس وھو صائم، ج رابع، ص ۱۴۸، نمبر ۷۴۸۰)(۳) اس اثر میں بھی ہے۔ عن ميمونة مولاة النبي ﷺ ان النبي ﷺ سئل عن صائم قبل فقال افطر ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۶۰ من کرہ القبلۃ للصائم ولم یرخص فیہا ج ثانی ص ۳۱۷، نمبر ۹۴۲۶ / ۶۹ ما قالوا فی الصائم یفطر حین یمنی ص ۳۲۲، نمبر ۹۴۷۹) ان آثار اور حدیث سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینے سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور جب روزہ ٹوٹے گا تو اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔

۲ ولولم ينزل لا يفسد وان كان محرما لانه ليس فى معنى الجماع وهو المفسد ولهذا لا يفسد به الصوم (۱۰۰۷) ومن اوجب علىٰ نفسه اعتكاف ايام لزمه اعتكافها بلياليها﴾ ۱ لان ذكر الايام علىٰ سبيل الجمع يتناول ما بازائها من الليالي يقال مارأيتک منذ ايام والمراد بلياليها

ترجمه: ۲ اور اگر انزال نہیں ہوا تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا اگر چہ حرام ہے اس لئے کہ جماع کے معنی میں نہیں ہے اور جماع وہی اعتکاف توڑنے والی چیز، یہی وجہ ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

تشریح : اگر عورت کو چھونے اور بوسہ لینے سے انزال نہیں ہوا تو یہ جماع کے معنی میں نہیں ہوا، یہی وجہ ہے کہ روزے کی حالت میں اس کی اجازت ہے اس لئے اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا، البتہ اعتکاف کی حالت میں بوسہ لینا اور شہوت سے چھونا اچھا نہیں ہے کیونکہ ابھی اوپر حدیث گزری کہ معتکف عورت کو نہ چھوئے۔ ولا يمس امرأة ولا يباشرها. (ابوداؤد شریف، نمبر ۲۴۷۳) اس لئے بوسہ لینا اور چھونا حرام ہے۔

ترجمه: (۱۰۰۷) کسی نے اپنی ذات پر چند دنوں کا اعتکاف لازم کیا تو اس پر ان کی راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا۔

تشریح : مثلا چھ دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو ان کی چھ راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا

وجه: (۱) محاورے میں دن بولتا ہے تو اس میں رات بھی شامل ہوتی ہے۔ اس لئے نیت کرنے والوں نے دن بولا تو اس کی رات بھی شامل ہوگی۔ اس لئے جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کی راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا (۲) روزہ متفرق طور پر ہوتا ہے۔ کیونکہ روزہ صرف دن میں ہوتا ہے اس کے بعد رات آتی ہے جس میں روزہ نہیں ہے اور دونوں کے درمیان فاصل ہے۔ اس لئے روزہ متفرق طور پر ہوگا۔ لیکن اعتکاف رات اور دن دونوں میں ہوتا ہے اس لئے وہ مسلسل ہوتا ہے۔ اس لئے اعتکاف میں تسلسل ہے۔ چاہے تسلسل کی نیت نہ کی ہو (۳) اثر میں ہے۔ عن عطاء فى المعتكف يشترط ان يعتكف بالنهار ويأتى اهله بالليل قال ليس هذا باعتكاف (مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۷ ما قالوا فی المعتکف یأتی اہلہ بالنہار ج ثانی ص ۳۳۶، نمبر ۹۶۴۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دن کے ساتھ رات بھی شامل ہوگی۔ اور جب رات شامل ہوگی تو پے درپے ہو جائے گی۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ ایام کو جمع کے طور پر ذکر کرنے سے اس کے ساتھ جو رات ہے وہ بھی شامل ہے، لوگ کہتے ہیں کہ آپ کو چند دنوں سے نہیں دیکھا اس سے مراد ہے کہ انکی راتوں میں بھی نہیں دیکھا۔

تشریح : محاورے میں ایام کا ذکر جمع کے ساتھ کرتے ہیں تو ان دنوں کے درمیان جو راتیں آتیں ہیں وہ بھی شامل ہو جاتی ہیں، چنانچہ محاورے میں لوگ بولتے ہیں کہ آپ کو چند دنوں سے نہیں دیکھا تو اس سے مراد ہوتی ہے کہ ان دنوں کی راتوں میں بھی نہیں دیکھا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اس کے دنوں میں تو نہیں دیکھا ہے لیکن راتوں میں دیکھا ہے، اس لئے جب چند دنوں

(۱۰۰۸)وکانت متتابعة وان لم يشترط التتابع﴾ ل لان مبنى الاعتكاف على التتابع لان الاوقات كلّها قابلة له بخلاف الصوم لان مبناه على التفرق لان الليالى غير قابلة للصوم فيجب على التفرق حتى ينص على التتابع ٢ وان نوى الايام خاصة صحت نيته لانه نوى الحقيقة

کے اعتکاف کو لازم کیا تو اس کی راتوں میں بھی اعتکاف لازم ہوگا۔

نوٹ: چند گھنٹوں کا اعتکاف بغیر روزے کے بھی ہوگا۔اثر میں ہے۔ عن يعلى بن امية انه كان يقول لصاحبه انطلق بنا الى المسجد فنعتكف فيه ساعة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۸۷ ما قالوا فی المعتکف یأتی اهله بالنهار ص ۳۳۶، نمبر ۹۶۵۲)اس اثر میں ہے کہ چند گھنٹے کا بھی اعتکاف ہوسکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۰۰۸) اور چاہے پے در پے کی شرط نہ کی ہو پھر بھی پے در پے کرنا ہوگا۔

تشریح : مثلا چھ دن کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو چھ راتیں بھی لازم ہوئیں اور ان دنوں میں اور راتوں میں پے در پے اعتکاف کرنا ہوگا چاہے پے در پے کی شرط نہ کی ہو۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اعتکاف کا مدار پے در پے پر ہے اس لئے کہ پورا وقت اعتکاف کے قابل ہے، بخلاف روزے کے اس لئے کہ روزے کا مدار تفریق پر ہے اس لئے کہ رات روزے کے قابل نہیں ہے اس لئے روزہ تفریق کے طور پر واجب ہے جب تک کہ نذر میں پے در پے کی تصریح نہ کرے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اعتکاف کا معاملہ پے در پے کا اس لئے ہے کہ رات بھی اعتکاف کا محل ہے اور دن بھی محل ہے اور چند دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی ہے اس لئے رات بھی اعتکاف میں داخل ہوگئی اس لئے اگر نذر کے وقت باضابطہ رات کی نفی نہیں کی تو رات داخل بھی ہوگی اور پے در پے بھی اعتکاف لازم ہوگا۔روزے کا معاملہ اس کے خلاف ہے، کیونکہ رات میں روزہ نہیں رکھا جاتا صرف دن میں رکھا جاتا ہے، اس لئے دو روزوں کے درمیان رات آکر تفریق کر دی، اس لئے اگر روزے کی نذر کے وقت میں پے در پے روزے رکھنے کی تصریح نہیں کی تو پے در پے روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ٢ اور اگر خاص طور پر دن میں ہی اعتکاف کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اس لئے کہ حقیقت کی نیت کی۔

تشریح : اگر کسی نے کہا کہ چند دن کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں اور نذر مانتے وقت یہ نیت کی کہ دن ہی میں اعتکاف کروں گا تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس نفی کی صورت میں صرف دن کا اعتکاف لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم بولا ہے اور یوم کا حقیقی معنی دن ہے اس لئے اگر رات نفی کر کے صرف دن کی نیت کی تو لفظ کے حقیقی معنی کا اعتبار کیا اس لئے یہ صحیح ہے اور اس صورت میں صرف دن کا اعتکاف لازم ہوگا۔

(۱۰۰۹) ومن اوجب اعتكاف يومين يلزمه بلياليهما ﴾ ل وقال ابو يوسفؒ لا تدخل الليلة الاولىٰ لان المثنى غير الجمع وفي المتوسطة ضرورة الاتصال ٢ وجه الظاهر ان في المثنى معنى الجمع فيلحق به احتياطا لامر العبادة والله اعلم.

ترجمه: (۱۰۰۹) کسی نے دودنوں کا اعتکاف واجب کیا تو انکی دونوں راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہوگا۔

تشریح : مثلا بدھ اور جمعرات دو دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کیا تو بدھ سے پہلے جو رات ہے [جسکو بدھ کی رات کہتے ہیں] اس رات میں بھی اعتکاف لازم ہوگا، اور بدھ اور جمعرات کے درمیان جو رات ہے [جسکو جمعرات کی رات کہتے ہیں] اس میں تو اعتکاف لازم ہے ہی۔ گویا کہ دو راتیں اور دو دن کا اعتکاف لازم ہوا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نذر ماننے والے نے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا جو مفرد سے الگ ہے، اور تثنیہ کبھی جمع کے درجے میں ہوتا ہے، پس اگر جمع کا صیغہ استعمال کرتا تو دونوں کی راتیں بھی اعتکاف میں داخل ہوتیں، اسی طرح تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا تو دونوں کی راتیں بھی داخل ہوں گی۔ جس طرح پہلے چھ دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی تو درمیان کی تمام راتیں اعتکاف میں داخل ہوئیں۔

ترجمہ: ل اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ پہلی رات اعتکاف میں داخل نہیں ہوگی، اس لئے کہ تثنیہ کا صیغہ جمع کے علاوہ ہے اور بیچ کی رات تو متصل کرنے کی ضرورت ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دو دنوں کے اعتکاف کی نذر مانی تو پہلے دن کی رات نذر میں شامل نہیں ہوگی مثال مذکور میں بدھ کی رات اعتکاف میں شامل نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جمع کا صیغہ اور ہے اور تثنیہ کا صیغہ اس سے الگ ہے اس لئے جمع کے صیغے میں تمام راتیں داخل ہوتی ہیں تو تثنیہ کے صیغے استعمال کرنے میں دونوں راتیں داخل نہیں ہوں گی، البتہ بدھ اور جمعرات کے درمیان جو رات ہے وہ اس لئے داخل ہوگی کہ دونوں دنوں کو اعتکاف میں ملا دے، اس اتصال کی ضرورت کی وجہ سے بیچ کی رات اعتکاف میں داخل ہوئی۔

ترجمہ: ٢ ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہے کہ تثنیہ جمع کے معنی میں ہے اس لئے احتیاط کے لئے عبادت کے معاملے کی وجہ سے تثنیہ کو جمع کے ساتھ ملا دیا۔

تشریح : اوپر ظاہر مذہب میں فرمایا کہ دونوں دنوں کی راتیں اعتکاف میں داخل ہوں گی اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ بہت سے جگہوں پر تثنیہ جمع کے معنی میں ہے اور یہاں عبادت کا معاملہ ہے اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تثنیہ کو جمع کے معنی میں رکھ کر دونوں راتوں کا اعتکاف لازم کر دیا جائے، اس لئے دونوں راتوں کا اعتکاف لازم کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

﴿کتاب الحج﴾

(۱۰۱۰) الحج واجب علی الاحرار البالغین العقلاء الاصحاء اذا قدروا علی الزاد والراحلۃ فاضلا عن المسکن ومالا بد منہ وعن نفقۃ عیالہ الیٰ حین عودہ وکان الطریق﴾

﴿ کتاب الحج ﴾

ضروری نوٹ: حج کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ یہاں بیت اللہ کا ارادہ خاص انداز سے کرنے کا نام حج ہے۔ حج کا ثبوت اس آیت سے ہے۔ **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا** . (آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳) اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس کو بیت اللہ تک جانے کی طاقت ہو اس پر حج فرض ہے۔ حج مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے مجبوری کے وقت حج بدل جائز ہے۔ بغیر مجبوری کے خود حج کرے۔ (۲) حج فرض ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔ **عن ابی امامۃ عن النبی ﷺ قال من لم یحبسہ مرض او حاجۃ ظاھرۃ او سلطان جائر ولم یحج فلیمت ان شاء یھودیا او نصرانیا**۔ (سنن للبیھقی، باب امکان الحج ج رابع ص ۵۴۶، نمبر ۸۶۶۰)

ترجمہ: (۱۰۱۰) حج واجب ہے آزاد، مسلمان، بالغ، عاقل، تندرست پر جب کہ توشے اور کجاوے پر قادر ہو۔ گھر کی ضروریات اور واپس لوٹنے تک اہل وعیال کے نفقہ سے زیادہ ہو، اور راستہ مامون ہو۔

تشریح: حج فرض ہونے کے لئے یہاں دس شرطیں بیان کی گئی ہیں (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) عاقل ہونا (۵) تندرست ہونا (۶) توشے پر قدرت ہونا (۷) کجاوے اور سواری پر قدرت ہونا (۸) اور گھر کی ضروریات سے زیادہ ہونا (۹) واپس لوٹنے تک اہل وعیال جس کا نان ونفقہ حاجی کے ذمہ ہے اس سے زیادہ ہونا یا کم از کم اس کا انتظام ہونا (۱۰) راستہ کا امن والا ہونا۔ (۱۱) اور عورت کے لئے ایک شرط اور ہے۔ اس کے ساتھ ذی رحم محرم کا ہونا۔ یہ سب شرطیں پائی جائیں تو حج فرض ہوگا۔ اور یہ شرطیں اگر نہیں پائی جارہی ہیں تو حج فرض نہیں ہوگا۔ البتہ جا کر کر لیا تو حج فرض کی ادائیگی ہو جائے گی۔

﴿سب شرطوں کی دلیل یہ ہے﴾

[۱] آزاد ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعلیہ حجۃ اخری، وایما اعرابی حج ثم ھاجر فعلیہ حجۃ اخری، وایما عبد حج ثم اعتق فعلیہ حجۃ اخری** ۔ (سنن للبیھقی، باب اثبات فرض الحج، ج رابع، ص ۵۳۳، نمبر ۸۶۱۳ رمستدرک للحاکم، باب کتاب المناسک، ج اول، ص ۶۵۵، نمبر ۱۷۶۹) اس حدیث میں ہے کہ آزاد ہونے اور بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

[۲] مسلمان ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ (۱) **الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم بالآخرۃ ھم یوقنون** ۔(

آیت ٣،سورۃ النمل ٢٧)اس آیت میں ہے کہ مسلمان پر زکوۃ اور نماز فرض ہے اس لئے حج بھی مسلمان ہی پر فرض ہوگا
[٣] بالغ ہونے [٤] اور عاقل ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس قال : مر علی علی بن طالبؓ بمعنی عثمان قال اوما تذکر أن رسول الله قال : رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ، و عن النائم حتی یستیقظ ، و ان الصبی حتی یحتلم قال : صدقت ۔(ابوداود شریف، باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا، ص ٦١٩، نمبر ٤٤٠١)اس حدیث میں ہے کہ بچے اور پاگل سے قلم اٹھا لیا گیا ہے یعنی اس پر عبادت فرض نہیں ہے۔ (٢) اس حدیث میں ہے عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ایما صبی حج ثم بلغ الحنث فعیله حجة اخری، وایما اعرابی حج ثم هاجر فعلیه حجة اخری، و ایما عبد حج ثم اعتق فعلیه حجة اخری۔(سنن للبیھقی ، باب اثبات فرض الحج ج رابع ص ٥٣٣، نمبر ٨٦١٣ر مستدرک للحاکم ، باب کتاب المناسک، ج اول، ص ٦٥٥، نمبر ١٧٦٩)اس سے معلوم ہوا کہ بچے اور غلام پر حج فرض نہیں ہے۔
[٥] تندرست ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ لیس علی الاعمیٰ حرج و لا علی الاعرج حرج و لا علی المریض حرج ۔(آیت ١٧، سورۃ الفتح ٤٨)اس آیت میں ہے کہ معذور پر کوئی حرج نہیں ہے (٢) یہ آیت بھی اس کی دلیل ہے کہ بیت اللہ تک پہونچنے کی قدرت ہو تب حج فرج ہوگا۔ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا .(آیت ٩٧ سورۂ آل عمران ٣)
[٦] توشے پر قدرت ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے ۔ عن ابن عمر قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله مایوجب الحج قال الزاد و الراحلة .(ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحلۃ ص ١٦٨ نمبر ٨١٣ر دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ١٩٣ نمبر ٢٣٨٨)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر کا توشہ ہو اور سواری پر سوار ہونے کا خرچ ہو تب حج فرض ہے
[٧] کجاوے اور سواری پر قدرت ہونے کی دلیل اوپر کی حدیث ہے۔
[٨] گھر کی ضروریات سے زیادہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے (١) حدیث میں ہے۔ سمع ابا هریرة عن النبی ﷺ قال خیر الصدقة ماکان عن ظهر غنی وابدأ بمن تعول (بخاری شریف، باب لا صدقۃ الا عن ظہر غنی ص ١٩٢ نمبر ١٤٢٦)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زیادہ ہونے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔(٢)عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال لیس علی المسلم صدقة فی عبده ولا فی فرسه (بخاری شریف، باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ، ص ٢٣٧، نمبر ١٤٦٤ر مسلم شریف، باب لا زکوۃ علی المسلم فی عبدہ وفرسہ صدقۃ، کتاب الزکوۃ، ص ٣١٦ نمبر ٩٨٢ر ٢٢٧٣)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدمت کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں زکوہ نہیں ہے۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔

ل امنا وصفه بالوجوب وهو فريضة محكمة ثبتت فرضيتها بالكتاب وهو قوله تعالىٰ ولله على الناس حج البيت الأية (۱۰۱۱) ولا يجب فى العمر الامرة واحدة ﴾ ل لانه عليه السلام قيل له الحج فى كل عام ام مرة واحدة فقال لابل مرة فما زاد فهو تطوع

انہیں پر اوپر کی تمام ضروریات کی چیزوں کو قیاس کر لیں۔

[۹] واپس لوٹنے تک اہل وعیال جس کا نان ونفقہ حاجی کے ذمہ ہے اس سے زیادہ ہونا یا کم از کم اس کا انتظام ہونا حاجت اصلیہ میں داخل ہے اس لئے اس سے فارغ ہونا ضروری ہے، اور اس کی دلیل اوپر کی حدیث ہے، جس میں ہے، **وابدأ بمن تعول** کہ اہل و عیال کو پہلے دو

[۱۰] راستہ کا۔امن والا ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔**عن ابی امامة عن النبی ﷺ قال من لم يحبسه مرض او حاجة ظاهرة او سلطان جائر ولم يحج فليمت ان شاء يهوديا او نصرانيا** ۔(سنن للبیہقی، باب امکان الحج ج رابع ص ۵۴۶، نمبر ۸۶۶۰) اس حدیث میں ہے کہ ظالم بادشاہ نہ روکے جس سے راستہ کے مامون ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

[۱۱] اور عورت کے لئے ایک شرط اور ہے۔اس کے ساتھ ذی رحم محرم کا ہونا۔**عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا يحل لامرأة تومن بالله واليوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ايام فصاعدا الا و معها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذومحرم منها.** (ابوداؤد شریف، باب فی المرأة تحج بغیر محرم ص ۲۴۹ نمبر ۱۷۲۶ رمسلم شریف، باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ ص ۴۳۲ نمبر ۱۳۴۰) (۲) دار قطنی میں ہے **عن ابی امامة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا تسافر امرأة سفرا ثلاثة ايام او تحج الا و معها زوجها** (ب) (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۹ نمبر ۲۴۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ محرم ہو تب حج فرض ہوگا۔کیونکہ بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه: ل وجوب کے ساتھ اس کی صفت بیان کی حالانکہ وہ محکم فرض ہے اس کی فرضیت آیت سے ثابت ہے اور وہ اللہ تعالی کا قول ہے۔**ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا** .(آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳)

تشریح : ماتن نے حج کو واجب کہا ہے حالانکہ حج فرض ہے اور اس کی فرضیت اوپر کی آیت سے ثابت ہے، اس لئے واجب یہاں فرض کے معنی میں ہے۔

ترجمه:(۱۰۱۱) اور حج عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ حج ہر سال ہے یا ایک مرتبہ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ ایک مرتبہ، اور اس سے جو زیادہ ہو وہ نفل ہے۔

۲ ولان سببه البيت وانه لا يتعدد فلا يتكرر الوجوب ۳ ثم هو واجب على الفور عند ابى يوسفؒ وعن ابى حنيفةؒ ما يدل عليه ۴ وعند محمد والشافعیؒ على التراخی لانه وظيفة العمر فكان العمر

تشریح : حج عمر بھر میں ایک مرتبہ فرض ہے اس کے بعد نفلی حج ہوگا۔ اس لئے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کی ہر سال حج کرنا ہوگا تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ ہے۔

وجه :۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابن عباس أن الاقرع بن حابس سأل النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! الحج فی کل سنة أو مرة واحدة ؟قال بل مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع ۔(ابوداود شریف، باب فرض الحج، ص ۲۵۴، نمبر ۱۷۲۱/ ابن ماجۃ شریف، باب فرض الحج، ص ۴۱۸، نمبر ۲۸۸۶) اس حدیث میں ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے

ترجمه: ۲ اور اس لئے کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور وہ ایک ہی ہے اس لئے فرض مکرر نہیں ہوگا۔

تشریح : عمر بھر میں ایک مرتبہ حج فرض ہونے کی یہ دلیل عقلی ہے کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور بیت اللہ چونکہ ایک ہی ہے اس لئے عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ حج فرض ہوگا، اس کے برخلاف نماز کا ظاہری سبب وقت ہے اور وہ ہر روز آتا ہے اس لئے ہر روز نماز فرض ہوتی ہے۔

ترجمه : ۳ پھر حج امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فوری طور پر واجب ہے، اور امام ابو حنیفہ سے جو مروی ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ حج فرض ہو گیا تو اس کو فوری طور پر ادا کرنا واجب ہے اگر بغیر کسی عذر کے تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا، البتہ جب بھی ادا کرے گا تو ادا ہی ہوگا قضاء نہیں ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہ کے کچھ باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انکا بھی رجحان اسی طرف ہے کہ حج فوری طور پر ادا کرنا چاہئے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حج خاص وقت یعنی ذی الحجہ کے نو اور دس تاریخ کو ہوتا ہے اس کے بعد سال بھر نہیں ہوسکتا، پس اگر اس سال نہیں کیا تو اب سال بھر کے بعد ہی کر سکے گا، اور اگلے سال تک زندہ رہے گا یا مر جائے گا کچھ پتہ نہیں ہے اور بغیر حج کئے ہوئے مرا تو گنہگار ہوگا اس لئے جلدی ہی کر لینا چاہئے، یہی وجہ ہے کہ فوری طور پر کرنا تمام اماموں کے نزدیک افضل ہے۔

ترجمه: ۴ امام محمد اور امام شافعیؒ کے نزدیک تراخی کے ساتھ ہے اس لئے کہ حج عمر کا وظیفہ ہے اس لئے پوری عمر اس کے بارے میں ایسا ہے جیسا کہ وقت نماز کے بارے میں۔

تشریح : امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حج فرض ہونے کے بعد فوری طور پر کر لینا افضل ہے البتہ پوری زندگی میں کبھی بھی کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا تاخیر کے ساتھ بھی جائز ہے

فيـه كـالوقت فى الصلوٰة ۵؎ وجـه الاول انـه يـخـص بوقت خاص والموت فى سنة واحدة غير نادر فيتضيـق احتيـاطا ولهذا كان التعجيل افضل بخلاف وقت الصلوٰة لان الموت فى مثله نادر ٦؎ وانما شـرط الحريةَ والبلوغ لقوله عليه السلام ايماعبد حج عشر حجج ثم اعتق فعليه حجة الاسلام وايما صبـى حـج عشـر حجج ثم بلغ فعليه حجة الاسلام ٧؎ ولانـه عبـادة والعبادات باسرها موضوعة عن الصبيان

وجــه : (ا)اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ پوری عمر کا وظیفہ اور کام ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی کرے گا تو قضاء نہیں ہوگا ادا ہی ہوگا، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ مثلا ساڑھے بارہ بجے سے تین بجے تک ظہر کا وقت ہے تو تین بجے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی پڑھے گا تو ادا ہی ہوگی اور گنہگار نہیں ہوگا اگر چہ اول وقت میں پڑھنا افضل ہے، اسی طرح کبھی بھی حج کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ حج ایک وقت کے ساتھ خاص ہے اور موت ایک سال میں نادر نہیں ہے اس لئے احتیاط کے لئے تنگی کی گئی ہے، اسی لئے جلدی کرنا افضل ہے، بخلاف نماز کے وقت کے اس لئے کہ نماز کے وقت میں مرجانا نادر ہے۔

تشریح : یہ حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی ہے، کہ ایک مرتبہ حج کا وقت ختم ہو جائے تو سال بھر کے بعد اس کا موقع آئے گا اور سال بھر میں مرنا ممکن ہے اور بغیر حج کئے مر گیا تو گنہگار رہوگا، اس لئے فوری حج واجب کیا جائے، اور امام محمدؒ کا جواب یہ دیتے ہیں کہ نماز کا وقت دو گھنٹے کے اندر اندر ہوتا ہے اس لئے تاخیر کے ساتھ بھی پڑھی تو عموما ایسا نہیں ہوتا کہ دو گھنٹے کے اندر آدمی مرجائے اس لئے اس میں تاخیر کی گنجائش ہے۔

ترجمہ: ٦؎ آزاد ہونے کی شرط اور بالغ ہونے کی شرط حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے ہے، جس غلام نے دس سال تک حج کیا پھر آزاد کیا گیا تو اس پر دوبارہ حج فرض ہے، اور جس بچے نے دس حج کیا پھر بالغ ہوا تو اس پر دوبارہ فرض حج ہے۔

تشریح : آزاد ہو تب حج فرض ہوتا ہے چنانچہ غلامیت کی حالت میں حج کیا ہو پھر آزاد کیا اور حج کی استطاعت ہوئی تو اب حج فرض ہوا اس لئے دوبارہ حج کرنا ہوگا، اسی طرح بچپنے میں حج کیا ہو تو بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ايما صبى حج ثم بلغ الحنث فعيله حجة اخرى، وايما اعـرابـى حـج ثم هاجر فعليه حجة اخرى، وايما عبد حج ثم اعتق فعليه حجة اخرى**۔ (سنن للبیھقی، باب اثبات فرض الحج، ج رابع، ص ۵۳۳، نمبر ۸۶۱۳ / مستدرک للحاکم، باب کتاب المناسک، ج اول، ص ۶۵۵، نمبر ۱۷۶۹) اس حدیث میں ہے کہ آزاد ہونے اور بالغ ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ۷؎ اور اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور بچوں سے تمام عبادتیں اٹھالی گئی ہیں۔

۸ والعقل شرط لصحة التكليف ۹ وكذا صحة الجوارح لان العجز دونها لازم ۱۰ والاعمیٰ اذا وجد من يكفيه مؤنة سفره ووجد زادًا وراحلة لا يجب عليه الحج عند ابی حنيفةؒ

تشریح : یہ بچہ ہے اور بچوں پر کوئی عبادت فرض نہیں ہے اس لئے اس نے جو حج کیا ہے وہ نفلی ہے۔ صاحب ھدایہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے عن ابن عباس قال : مر علی علی بن طالبؓ بمعنی عثمان قال اوما تذکر أن رسول الله قال : رفع القلم عن ثلاثة عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ، و عن النائم حتی یستیقظ ، و ان الصبی حتی یحتلم قال : صدقت ۔(ابوداود شریف، باب فی المجنون یسرق أو یصیب حدا، ص ۶۱۹، نمبر ۴۴۰۱/ابن ماجہ شریف ، باب طلاق المعتوہ والصغیر والنائم، کتاب الطلاق ص ۲۹۲، نمبر ۲۰۴۲) اس حدیث میں ہے کہ بچے اور پاگل سے قلم اٹھالیا گیا ہے یعنی اس پر عبادت فرض نہیں ہے۔

ترجمہ: ۸ اور تکلیف کے صحیح ہونے کے لئے عقل شرط ہے۔

تشریح : تکلیف سے مراد ہے حج فرض کرنا یعنی حج فرض کرنے کے لئے عقل ہونا ضروری ہے، پاگل پر حج فرض نہیں کیا جا سکتا، اس کے لئے اوپر حدیث گزر چکی۔ عن المجنون المغلوب علی عقله حتی یفیق ۔(ابوداود شریف، نمبر ۴۴۰۱)

ترجمہ: ۹ ایسے ہی اعضاء کا صحیح ہونا بھی حج فرض ہونے کے لئے ضروری ہے، اس لئے کہ بغیر اعضاء کے صحیح ہونے کے تو وہ عاجز ہے۔

تشریح : اگر کوئی عضو صحیح نہیں ہے تو وہ حج کرنے سے عاجز ہے اس لئے اس پر حج فرض کیسے کیا جائے گا۔

وجہ : آیت میں ہے کہ معذور پر کوئی حرج نہیں ہے، اور حج میں لمبا سفر ہوتا ہے اور بھیڑ ہوتی ہے اس لئے اگر اپاہج ہو تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ لیس علی الاعمیٰ حرج و لا علی الاعرج حرج و لا علی المریض حرج ۔(آیت ۱۷، سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت میں ہے کہ معذور پر کوئی حرج نہیں ہے

ترجمہ: ۱۰ اور نابینا آدمی ایسے آدمی کو پائے جو سفر کی مشقت کو کفایت کرے، اور توشہ بھی پائے اور سواری بھی پائے تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حج واجب نہیں ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ ایک آدمی اپنے طور پر تو اہل نہیں ہے لیکن دوسرے کی مدد سے اہل ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر وہ چیز فرض نہیں ہوگی، اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ چیز فرض ہو جائے گی۔

تشریح مسئلہ یہ ہے کہ نابینا کو حج کرانے کے لئے کوئی آدمی ہو اور سفر کے اخراجات ہوں تب بھی اس پر حج فرض نہیں ہے کیوں کہ دوسرے کی مدد سے اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) ان کا استدلال اس آیت سے ہے۔ لیس علی الاعمیٰ حرج و لا علی الاعرج حرج و لا علی

۱۱ خلافا لهما وقد مر في كتاب الصلوٰة ۱۲ واما المقعد فعن ابي حنيفةؒ انه يجب لانه مستطيع بغيره

المريض حرج ۔(آیت ۱۷،سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت میں ہے کہ معذور پر کوئی حرج نہیں ہے۔اس کا مطلب یہ نکل سکتا ہے کہ دوسرا آدمی مدد کرے تب بھی فرض نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱۱ خلاف صاحبین کے،اور یہ مسئلہ کتاب الصلوۃ،باب الجمعۃ،نمبر ۶۲۳ میں گزر چکا ہے۔

تشریح : صاحبین فرماتے ہیں کہ نابینا کو حج میں لیجانے والا موجود ہو اور سفر کے اخراجات ہوں تو اس پر حج فرض ہو جائے گا، کیونکہ انکے یہاں دوسرے کی معاونت سے کوئی چیز فرض ہو سکتی ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں دیکھیں کہ نابینا کو مسجد تک کوئی لیجانے والا نہیں ہے پھر بھی کسی نہ کسی طرح جماعت میں شریک ہونے کی ترغیب دی گئی ہے،اسی طرح حج میں لیجانے والا ہو تو حج فرض ہو جانا چاہئے۔حدیث یہ ہے۔ **عن ابي هريرة قال جاء أعمى الى رسول الله ﷺ فقال أنه ليس لي قائد يقودني الى الصلوة فسأله أن يرخص له أن يصلي في بيته فأذن له فلما ولى قال له : أتسمع النداء بالصلوة قال نعم قال فأجب** ۔(نسائی شریف،باب ا؛ محافظۃ علی الصلوۃ حیث ینادی بھن،ص ۱۱۸،نمبر ۸۵۱) اس حدیث میں ہے کہ دوسرے کے سہارے سے بھی جماعت حاضر ہونا چاہئے۔ اسی پر قیاس کر کے حج بھی فرض ہونا چاہئے۔(۲) یہ اثر بھی ہے۔ **عن الحسن قال تجب الجمعة على الاعمى اذا وجد قائدا** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب الاعمی اذا کان لہ قائد یجب علیہ الجمعۃ،ج اول،ص ۴۷۹،نمبر ۵۵۳۱) اس اثر میں ہے کہ جمعہ تک لیجانے والا ہو تو اس پر جمعہ واجب ہوگا،اسی پر قیاس کرتے ہوئے حج میں بھی لیجانے والا ہو تو اس پر حج فرض ہوگا۔(۳) اس اثر میں بھی ہے۔ **عن عطاء في المملوك يتمتع قال يذبح عنه مولاة شاة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب المملوک یتمتع،ج ثانی،ص ۴۳۳،نمبر ۱۵۸۵۰) اس اثر میں آقا کی مدد سے غلام ذبح کے قابل ہو رہا ہے،اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی مدد سے قابل ہو تب بھی عبادت فرض ہو سکتی ہے۔

ترجمہ: ۱۲ اور رہا اپاہج تو امام ابوحنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ حج واجب ہوگا اس لئے کہ وہ غیر کے ساتھ استطاعت رکھنے والا ہے پس سواری کے ساتھ استطاعت رکھنے والا ہو گیا۔

تشریح : جس آدمی کا ہاتھ کٹا ہوا ہو،یا پاؤں کٹا ہوا ہو،یا مفلوج ہو تو اس کو اپاہج کہتے ہیں،ایسا آدمی اگر حج کروانے والا پائے تو امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ اس پر حج واجب نہیں اس لئے اس پر حج بدل کروانا بھی واجب نہیں،لیکن دوسری روایت حسن بن زیاد سے یہ ہے کہ اس پر حج واجب ہے اور صاحب ھدایہ نے اسی روایت کو لیا ہے،اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسا آدمی سواری پر حج کر سکتا ہے تو گویا کہ اس کے لئے سواری کی استطاعت ضروری ہے پس اس کے لئے راحلہ یعنی سواری کی قدرت ہوگئی تو حج واجب ہو جانا چاہئے۔

فاشبہ المستطیع بالراحلة ۱۳؎ وعن محمدؒ انہ لایجب لانہ غیر قادر علی الاداء بنفسہ بخلاف الاعمیٰ لانہ لو ھُدیَ یؤدّی بنفسہ فاشبہ الضالّ عنہ ۱۴؎ ولا بد من القدرة علی الزاد والراحلة وھو قدر ما یکتری بہ شق محمل اورأس زاملة

ترجمہ: ۱۳؎ اور امام محمدؒ سے روایت یہ ہے کہ اپاہج پر حج واجب نہیں اس لئے کہ وہ خود ادا کرنے پر قادر نہیں ہے، بخلاف نابینا کہ اس لئے کہ اس کی رہنمائی کی جائے تو خود حج ادا کرسکتا ہے، تو وہ گم ہونے والے کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح : امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ اپاہج کو کوئی حج کرانے والا مل جائے تب بھی اس پر حج واجب نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اپاہج اپنے ہاتھ پاؤں سے حج نہیں کرسکتا اور نہ طواف کرسکتا ہے، یا تو سواری سے طواف کرے گا یا کوئی اس کو کرائے گا تب کر سکے گا اس لئے اس پر حج واجب نہیں، اس کے برخلاف اگر نابینا کی رہبری کردی جائے تو وہ خود اپنے ہاتھ پاؤں سے حج کرسکتا ہے، تو ایسا ہوا کہ آدمی گم ہو جائے اور اس کو راستہ بتا دیا جائے تو حج کرلے گا، اسی طرح نابینا کو راستہ بتا دیا جائے تو وہ حج کرلے گا، اس لئے نابینا کو کوئی حج کرانے والا مل جائے تو اس پر حج فرض کردیا جائے۔۔ الضال: جس نے راستہ گم کردیا ہو۔

ترجمہ: ۱۴؎ اور توشے پر اور اتنی سواری پر قدرت ضروری ہے جس سے کجاوے کے ایک حصے پر قدرت ہو، یا رأس زاملہ پر قدرت ہو۔

تشریح : توشے پر قدرت ہو اور سواری پر قدرت ہو تب حج فرض ہوگا۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے کہ راستے کی قدرت رکھتا ہو۔ **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا** . (آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳) (۲) اور راستے کی تفصیل اس حدیث میں ہے کی توشے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو۔ **عن ابن عمر قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ مایوجب الحج قال الزاد والراحلة** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحلة ص ۱۶۸ نمبر ۸۱۳ / دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۳ نمبر ۲۳۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر کا توشہ ہو اور سواری پر سوار ہونے کا خرچ ہو تب حج فرض ہے۔

لغت : راحلة: کجاوہ، سواری۔ شق محمل: سواری پر قدرت ہونے کی چار صورتیں ہیں [۱] پوری سواری اپنی ملکیت کی ہو اور اونٹ اپنا ہو۔ [۲] پورا اونٹ اپنا نہ ہو بلکہ پورا اونٹ کرایہ کا ہو۔ [۳] اونٹ کی دونوں جانب دو حصے ہوتے ہیں اور دونوں حصوں میں ایک ایک آدمی سوار ہوتا ہے اس ایک حصے کو، شق محمل، کہتے ہیں، پس اس ایک حصے کو کرایہ پر لینے کی قدرت ہو تب بھی حج واجب ہوگا، کیونکہ اسی سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ [۴] دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ آدمی اونٹ پر سوار نہ ہو بلکہ پیدل چلے لیکن اپنا سامان سفر اس ایک حصے پر رکھے، اس کو، رأس زاملہ، کہتے ہیں، اگر آدمی طاقت ور ہو اور سفر قریب ہو اور مکہ مکرمہ تک پیدل چلنے کی قدرت رکھتا ہو تو

۱۵؎ وقدر النفقة ذاهبا وجائيا لانه عليه السلام سئل عن السبيل اليه فقال الزاد والراحلة ۱۶؎ وان امكنه ان يَكتري عُقَبة فلاشئ عليه لانهما اذا كانا يتعاقبان لم توجد الراحلة في جميع السفر

صرف رأس زاملہ پر قدرت رکھتا ہو تب بھی حج فرض ہو جائے گا، کیونکہ ضرورت کے مطابق قدرت ہوگئی ہے۔[۵] پانچویں شکل یہ ہے کہ آدمی کے پاس رقم کم ہے اس لئے دو آدمی ایک مریل اونٹ کو کرائے پر لے اور یہ طے کرے کہ ایک منزل ایک آدمی سوار ہوگا اور دوسرا آدمی پیدل چلے گا، پھر دوسری منزل پر دوسرا آدمی سوار ہوگا اور پہلا آدمی پیدل چلے گا، اس طرح باری باری سوار ہوگا کیونکہ اونٹ کے کمزور ہونے کی وجہ سے دونوں بیک وقت سوار نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں اس پر حج فرض نہیں ہوگا، کیونکہ حدیث کی شرط یہ ہے کہ پورے راستے میں سواری کی قدرت ہو اور یہاں آدھے راستے میں سواری کی قدرت ہوئی اس لئے اس پر حج فرض نہیں ہو گا۔

ترجمہ: ۱۵؎ مکہ تک جانے اور آنے کے خرچ پر قدرت رکھتا ہو، اس لئے کہ حضور علیہ السلام سے آیت، **من استطاع اليه سبيلا**، کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ توشہ اور سواری۔

تشریح: مکہ مکرمہ تک جانے اور آنے کے اخراجات کی قدرت رکھتا ہو تب حج فرض ہوگا، اس لئے کہ حضورؐ سے پوچھا کہ آیت، من استطاع الیہ سبیلا، کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ توشہ یعنی مکہ مکرمہ تک جانے اور وہاں سے واپس آنے کا خرچ اس کے پاس ہو تب حج فرض ہوگا۔

وجہ: (۱) صاحب ھدایہ کی آیت اور حدیث یہ ہے۔ **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا** . (آیت ۹۷ سورۂ آل عمران ۳) (۲) اور راستے کی تفصیل اس حدیث میں ہے کہ توشے اور سواری پر قدرت رکھتا ہو۔ **عن ابن عمر قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ مایوجب الحج قال الزاد والراحلة** . (ترمذی شریف، باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحلۃ ص ۱۶۸ نمبر ۸۱۳/ دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۳ نمبر ۲۳۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر کا توشہ ہو اور سواری پر سوار ہونے کا خرچ ہو تب حج فرض ہے۔

ترجمہ: ۱۶؎ اور اگر باری باری کرایہ پر لینے کی قدرت ہو تو اس پر کوئی حج نہیں ہے اس لئے کہ یہ دونوں جب باری باری سوار ہو نگے تو تمام سفر میں سواری نہیں پایا گیا۔

تشریح: اگر اتنا کمزور سواری لینے کی طاقت ہے کہ باری باری سوار ہو بیک وقت اونٹ پر سوار نہ ہو سکے تو اس پر حج فرض نہیں ہے اس لئے کہ پورے راستے میں سواری نہیں پایا آدھے راستے ہی میں پایا اور حدیث میں ہے کہ پورے راستے میں سواری کی قدرت ہو تب حج فرض ہوگا ورنہ نہیں اس لئے اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ یکتری: کرایہ پر لے۔ عقبۃ: باری باری، یکے بعد دیگرے

ے[1] ويشترط ان يكون فاضلاً عن المسكن وعما لابد منه كالخادم واَثاثِ البيت وثيابه لان هذه الاشياء مشغولة بالحاجة الاصلية

ـيتعاقبان: باری باری۔

ترجمه: ے[1] شرط یہ ہے کہ رہنے کے اخراجات سے زیادہ ہو اور ضروریات زندگی سے زیادہ ہو، جیسے خادم ہو گھر کا فرنیچر ہو اور پہننے کے کپڑے ہوں اس لئے کہ یہ چیزیں حاجت اصلیہ میں گنی جاتی ہیں۔

تشریح : حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ گھر میں رہنے کی جو ضروریات ہیں اس سے بھی زائد ہو، مثلا گھر کے لئے خادم ہو، گھر کا فرنیچر ہو، پہننے کے لے ضروری کپڑے ہوں اور ان حاجت اصلیہ سے اتنی رقم بچے کہ حج کر سکے تب حج فرض ہوگا۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب چیزیں حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، اس کے بغیر تو زکوۃ بھی واجب نہیں ہوتی، اس لئے حج فرض ہونے کے لئے ان چیزوں سے فارغ ہونا ضروری ہے (۲) گھر کی ضروریات سے فارغ ہو اور اہل عیال کی ضرورت سے فارغ ہو تب حج فرض ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ سمع ابا هريرة عن النبی ﷺ قال خير الصدقة ماكان عن ظهر غنى و ابدأ بمن تعول (بخاری شریف، باب لاصدقۃ الاعن ظہر غنی ص ۱۹۲ نمبر ۱۴۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضرورت سے زیادہ ہونے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی، اسی پر حج کو قیاس کیا جائے گا (۳) خادم اور سامان سے فارغ ہو اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ليس على المسلم صدقة فی عبده ولا فی فرسه (بخاری شریف، باب لیس علی المسلم فی عبدہ صدقۃ، ص ۲۳۷، نمبر ۱۴۶۴ رمسلم شریف، باب لا زکوۃ علی المسلم فی عبدہ وفرسہ صدقۃ، کتاب الزکوۃ، ص ۳۱۶ نمبر ۹۸۲ ر۲۲۷۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدمت کے غلام اور سواری کے گھوڑے میں زکوۃ نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں لوگوں کی ضرورت کی چیزیں ہیں۔ انہیں پر اوپر کی تمام ضروریات کی چیزوں کو قیاس کر لیں (۴) حدیث میں ہے عن علی قال زهيرا حسبه عن النبی ﷺ ... وفی البقر فی كل ثلاثين تبيع والاربعين مسنّة وليس على العوامل شیء (ابوداؤد شریف، باب فی زکوۃ السائمۃ ص ۲۲۸ نمبر ۱۵۷۲) اس حدیث میں ہے کہ جو جانور کھیتی کے کام آتا ہو اس میں زکوۃ واجب نہیں ہے، اسی پر حج کو قیاس کیا جائے گا۔(۵) عن عمر ابن شعيب عن ابيه عن جده عن النبی ﷺ قال ليس فی الابل العوامل صدقة (دارقطنی ۲ باب لیس فی العوامل صدقۃ ج ثانی ص ۸۸ نمبر ۱۹۲۱) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ وہ جانور جو روزمرہ کے کام آتے ہیں اور ضرورت کی چیز ہے مثلا ہل جوتنا اور سواری کرنا اس میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔ (۶) گھر اور غلام اور گھوڑا حاجت اصلیہ میں ہیں اسکی دلیل یہ اثر ہے۔ عن سعيد بن جبير قال : يعطى الزكوة من له الدار والخادم والفرس . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۷۷، من لہ دار وخادم یعطی من الزکوۃ، ج ثانی، ص ۴۰۲، نمبر ۱۰۴۱۵) اس اثر میں ہے کہ

۱۸؎ ويشترط ان يكون فاضلا عن نفقة عياله الىٰ حين عوده لان النفقة حق مستحق للمرأة وحق العبد مقدم علىٰ حق الشرع بامره ۱۹؎ وليس من شرط الوجوب علىٰ اهل مكة ومن حولهم الراحلة لانه لا تلحقهم مشقة زائدة في الاداء فاشبه السعي الى الجمعة ۲۰؎ ولابد من امن الطريق لان الاستطاعة لا

جسکے پاس رہنے کا گھر ہو اور خادم ہو اور گھوڑا ہو تو اس کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، اس لئے کہ یہ سب ضرورت اصلی میں داخل ہے، اس لئے ان سب سے فارغ ہو تب حج واجب ہوگا۔

ترجمہ: ۱۸؎ یہ بھی شرط ہے کہ لوٹنے کے وقت تک اپنے اہل وعیال کے نفقے سے فارغ ہو، اس لئے کہ نفقہ بیوی کے لئے واجبی حق ہے، اور بندے کا حق اللہ کے حکم کی وجہ سے شریعت کے حق سے مقدم ہے۔

تشریح: بیوی کا نفقہ اور جو بچے نابالغ ہیں اور جن بچوں کا نفقہ آدمی پر واجب ہے حج سے واپس آنے تک اس کا بھی انتظام ہو تب حج فرض ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی بچوں کا نفقہ واجبی حق ہے، اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ بندے کا حق شریعت کے حق پر مقدم رکھنا چاہئے اس لئے ان حقوق کی ذمہ داریوں سے زیادہ ہو تب حج واجب ہوگا

وجہ: ابھی اوپر حدیث گزری جس میں ہے کہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو اور جس کی کفالت کرتے ہو اس سے بھی فارغ ہو تب زکوۃ واجب ہوگی اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے اس سے فارغ ہو تب حج واجب ہوگا، حدیث یہ ہے۔ **سمع ابا هريرة عن النبي ﷺ قال خير الصدقة ما كان عن ظهر غنى وابدأ بمن تعول** (بخاری شریف، باب لاصدقۃ الا عن ظہر غنی ص ۱۹۲ نمبر ۱۴۲۶) اس حدیث میں ہے کہ جسکی عیال داری کرتا ہو پہلے اس کو دو۔

ترجمہ: ۱۹؎ اہل مکہ اور جو اس کے ارد گرد ہے انکے لئے حج واجب ہونے کے لئے سواری کی شرط نہیں ہے، اس لئے کہ حج ادا کرنے میں زیادہ مشقت نہیں ہوگی، تو ایسا ہوا کہ جیسے جمعہ کے لئے جا رہا ہو۔

تشریح: جو لوگ مکہ مکرمہ میں رہتے ہیں، یا اسکے ارد گرد ہیں ان پر حج فرض ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سواری کی استطاعت رکھتا ہو

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ انکو مکہ مکرمہ تک پیدل آنے میں کوئی زیادہ مشقت نہیں ہے اس لئے انکے لئے سواری کی استطاعت کی ضرورت نہیں ہے، اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ جمعہ کے واجب ہونے کے لئے سواری کی شرط نہیں ہے کیونکہ قریب میں جانا ہے اسی طرح ان پر حج فرض ہونے کے لئے سواری کی شرط نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲۰؎ پھر راستے کا مامون ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اس کے بغیر استطاعت ثابت نہیں ہوگی۔

تشریح: راستے میں جان کا خطرہ نہ ہو وہ امن والا ہو تب حج فرض ہوگا، اس کے بغیر استطاعت ثابت نہیں ہوگی۔

يثبت دونه ۲ ثم قيل هو شرط الوجوب حتى لايجب عليه الايصاء وهومروى عن ابى حنيفةؒ وقيل هوشرط الاداء دون الوجوب لان النبى عليه السلام فسر الاستطاعة بالزاد والراحلة لا غير. (١٠١٢)قال ويعتبر فى المرأة ان يكون لها محرم تحج به او زوج ولا يجوز لها ان تحج بغيرهما اذا كان بينها وبين مكة ثلثة ايام ﴾

وجه :(١)عن ابى امامة عن النبى ﷺ قال من لم يحبسه مرض او حاجة ظاهرة او سلطان جائر ولم يحج فليمت ان شاء يهوديا او نصرانيا ـ(سنن للبیہقی، باب امکان الحج ج رابع ص ۵۴۶،نمبر ۸۶۶۰)اس حدیث میں ہے کہ ظالم بادشاہ نہ روکے جس سے راستہ کے مامون ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ پھر کہا گیا کہ راستے کا پرامن ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ اس پر وصیت کرنا واجب نہیں اور امام ابوحنیفہؒ سے یہی مروی ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ ادا کی شرط ہے وجوب کی شرط نہیں ہے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے استطاعت کی تفسیر توشے اور سواری سے کی ہے اس کے علاوہ نہیں۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ راستے کا پرامن ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط ہے، یعنی اگر سفر کے سارے اخراجات ہیں لیکن راستہ پرامن نہیں ہے تو حج واجب ہی نہیں ہوگا، اس لئے موت کے وقت میں حج بدل کرنے کی وصیت کرنا واجب نہیں، کیونکہ حج ہی اس پر فرض نہیں ہوا، اور بعض حضرات نے فرمایا جسکا قائل امام احمدؒ ہیں کہ حج تو واجب ہو جائے گا لیکن اس کا ادا کرنا اس وقت واجب نہیں ہے، جب راستہ پرامن ہوگا تب واجب ہوگا۔ اس صورت میں اگر آدمی حج نہیں کر سکا تو حج بدل کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے، کیونکہ حج فرض ہو چکا ہے صرف راستہ پرامن نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر کی اجازت ہے۔

وجه : (١)اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضورؐ نے ،من استطاع اليه سبيلا ، کی تفسیر یہ فرمائی کہ توشہ اور سواری ہو، اس میں یہ نہیں فرمایا کہ راستہ بھی مامون ہو تب حج فرض ہوگا، اس لئے توشہ اور سواری پر قدرت ہو تو حج فرض ہو جائے گا، چاہے راستہ مامون ہو یا نہ ہو۔

ترجمہ: (١٠١٢) اور عورت کے حق میں اعتبار کیا جائے گا کہ اس کے لئے محرم ہو جس کے ساتھ وہ حج کرے، یا شوہر ہو۔ اور نہیں جائز ہے عورت کے لئے کہ ان دونوں کے بغیر حج کرے جب کہ عورت کے درمیان اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن کا سفر ہو یا زیادہ کا سفر ہو۔

تشریح: عورت جس مقام سے حج کرنا چاہتی ہے وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر ہو تو بغیر محرم کے حج فرض نہیں ہوگا۔ یا محرم ہو یا شوہر ہو جس کے ساتھ وہ حج کر سکے تب حج فرض ہوگا۔ اگر کوئی محرم اپنے خرچ سے حج کے لئے تیار نہ ہو تو

۱ وقال الشافعی یجوز لها الحج اذا خرجت فی رفقة ومعها نساء ثقاة لحصول الامن بالمرافقة

عورت کے پاس اتنا خرچ ہونا چاہئے کہ محرم کو بھی خرچ دیکر حج کے لئے لے جا سکے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے جو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے ۔ **عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعدا الا ومعها ابوها او اخوها او زوجها او ابنها او ذومحرم منها** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المرأة تحج بغیر محرم ص ۲۴۹ نمبر ۱۷۲۶ رمسلم شریف، باب سفر المرأة مع محرم الی حج وغیرہ، ص ۴۳۲، نمبر ۱۳۴۰ ربخاری شریف، باب فی کم یقصر الصلوة ؟ ص ۱۷۵، نمبر ۱۰۸۸)(۲) دارقطنی میں ہے **عن ابی امامة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول لا تسافر امرأة سفرا ثلاثة ایام او تحج الا و معها زوجها.** (دارقطنی ، کتاب الحج ، ج ثانی ، ص ۱۹۹، نمبر ۲۴۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے ساتھ محرم ہو تب حج فرض ہوگا۔ کیونکہ بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عورت کے لئے حج کرنا جائز ہے اگر ساتھیوں کے ساتھ جائے اور اس کے ساتھ قابل اعتماد عورتیں ہوں کیونکہ ساتھیوں کی وجہ سے امن حاصل ہوا۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر ذی رحم محرم ساتھ نہ ہو لیکن قابل اعتماد عورتیں ساتھ ہوں جن کی وجہ سے امن ہو تو عورت پر حج فرض ہو جائے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے. **قال الشافعیؒ و اذا کان فیما یروی عن النبی ﷺ ما یدل علی أن السبیل الزاد و الراحلة و کانت المرأة تجدها و کانت مع ثقة من النساء فی طریق مأهولة أمنة فهی ممن علیه الحج عندی و الله اعلم .** (موسوعۃ امام شافعی، باب المرأۃ والعبد، ج خامس، ص ۳۸، نمبر ۵۲۰۹) اس عبارت میں ہے کہ عورت کو توشہ اور سواری کی قدرت ہو جائے اور قابل اعتماد عورتیں ساتھ ہوں تو عورت پر حج فرض ہو جائے گا۔

وجه : (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے اوپر کی حدیث میں حج فرض ہونے کی شرط یہ فرمائی کہ توشے اور سواری کی قدرت رکھتا ہو تو حج فرض ہے، اس میں یہ نہیں فرمایا کہ عورت کے لئے ذی رحم محرم بھی ہو تب حج فرض ہے، اس لئے توشے اور سواری کی قدرت سے عورت پر حج فرض ہو جائے گا۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے. **عن الزهری قال : ذکر عند عائشة المرأة لا تسافر الا مع ذی محرم فقالت عائشة : لیس کل النساء تجد محرما** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المرأۃ تخرج مع ذی محرم، ج ثانی، ص ۳۶۷، نمبر ۱۵۱۷۱ رسنن بیہقی، باب المرأۃ یلزمها الحج بوجود السبیل، ج خامس، ص ۳۶۸، نمبر ۱۰۱۳۳) اس اثر میں ہے کہ ہر عورت محرم نہیں پا سکتی اس لئے فرض حج بغیر محرم کے بھی کر سکتی ہے ۔ (۳) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر کے ساتھ اس کی آزاد کردہ عورت نے سفر کیا جو آزاد ہونے کے بعد اجنبیہ بن گئی تھی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر محرم کے بھی حج کر سکتی

۲؎ ولنا قوله علیہ السلام لا تحجنَّ امرأة الا ومعها محرم ۳؎ ولانها بدون المحرم یخاف علیها الفتنة وتزداد بانضمام غیرها الیها ولهذا تحرم الخلوة بالاجنبیّة وان کان معها غیرها ۴؎ بخلاف ما اذا کان بینها وبین مکة اقل من ثلثة ایام لانه یباح لها الخروج الیٰ مادون السفر بغیر محرم

ہے،اثر یہ ہے. عن نافع أن ابن عمر کان یردف مولاة له یقال لها : صفیة تسافر معه الی مکة .(ترمذی شریف، باب فی المرأة تحج بغیر محرم،ص ۲۵۵،نمبر ۱۷۲۸)اس اثر میں ہے کہ صفیہ اجنبیہ کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ نے حج کا سفر کیا۔۔رفقة : ساتھی۔ثقاة: قابل اعتماد۔

ترجمہ:۲؎ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ عورت حج نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ ذی رحم محرم ہو۔

تشریح : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے جو اوپر بھی گزری۔عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعدا الا ومعها ابوها اواخوها او زوجها او ابنها او ذو محرم منها۔(ابوداؤد شریف، باب فی المرأة تحج بغیر محرم،ص ۲۴۹،نمبر ۱۷۲۶)

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ بغیر محرم کے عورت پر فتنہ کا خوف ہے اور عورت کے ساتھ دوسری مل جائے تو فتنہ زیادہ ہوگا اسی لئے اجنبیہ کے ساتھ خلوت حرام ہے چاہے اس کے ساتھ دوسری عورتیں ہوں۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ بغیر محرم کے لمبا سفر کرے گی تو اس بات کا خوف ہے کہ کسی فتنے میں نہ پڑ جائے بلکہ زیادہ عورتیں ہوں تو فتنہ زیادہ ہی ہونے کا خطرہ ہے، یہی وجہ ہے کہ ذی رحم محرم نہ ہوں اور دوسری عورتیں ہوں تو اس اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنا حرام ہے کیونکہ دوسری عورتیں ہوتے ہوئے بھی اجنبیہ کے ساتھ خلوت کرنے میں فتنہ کا خوف ہے اس لئے قابل اعتماد عورت ہو تب بھی عورت پر حج فرض نہیں ہوگا۔۔تاہم اگر عورت نے حج کر ہی لیا تو گناہ کے ساتھ حج ہو جائے گا۔

ترجمہ :۴؎ بخلاف جبکہ مکہ مکرمہ اور اس عورت کے درمیان تین دن سے کم کا فاصلہ ہو اس لئے کہ سفر سے کم مسافت میں بغیر محرم کے عورت کے لئے نکلنا جائز ہے۔

تشریح :جہاں سے عورت حج کرنا چاہتی ہے وہاں سے مکہ مکرمہ تک تین دن سے کم کی مسافت ہے تو بغیر محرم کے بھی حج کر سکتی ہے اس لئے اگر باقی اخراجات ہوں تو اس پر حج فرض ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے کہ تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے اس کا مطلب یہ ہوا کہ تین دن سے کم کا سفر ہو تو بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے۔عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ لا یحل لامرأة تومن بالله والیوم الآخر ان تسافر سفرا فوق ثلثة ایام فصاعدا الا ومعها ابوها اواخوها او زوجها او ابنها او ذو محرم منها۔(ابوداؤد شریف، باب

(۱۰۱۳)واذا وجدت محرما لم یکن للزوج منعها ﴾ ا؎ وقال الشافعیؒ له ان یمنعها لان فی الخروج تفویت حقه ۲؎ ولنا ان حق الزوج لا یظهر فی حق الفرائض والحج منها حتی لو کان الحج نفلا له ان

فی المرأۃ تحج بغیر محرم ص ۲۴۹ نمبر ۱۷۲۶) اس حدیث میں ہے کہ تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے، اس کا مطلب ہوا کہ تین دن سے کم کا سفر کر سکتی ہے۔

ترجمہ: (۱۰۱۳) اگر عورت نے محرم پایا تو شوہر کے لئے حج سے روکنے کی گنجائش نہیں ہے۔

تشریح :اگر عورت کے پاس حج کے اخراجات ہیں اور شوہر کے علاوہ محرم بھی ہے تو اگر حج فرض ہے تو شوہر کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس کو حج سے روکے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج فرض ہے اس لئے اس سے روکنے کی گنجائش نہیں ہے، ہاں نفلی حج میں اپنے حق کے لئے روک سکتا ہے۔

وجہ : (۱) **عن ابی ھریرۃ أن رسول اللہ ﷺ قال : لا تمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ و لکن لیخرجن و ھن تفلات** ۔(ابوداود شریف، باب ماجاء فی خروج النساء الی المساجد، ص ۸۳، نمبر ۵۶۵) اس حدیث میں ہے کہ عورتوں کو مسجدوں سے مت روکو، اور حج میں بھی مسجد حرام میں جانا ہے اس لئے حج فرض کے لئے روکنا جائز نہیں۔ (۲) فرائض میں شوہر کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

ترجمہ: ا؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ شوہر کے لئے جائز ہے کہ عورت کو روک دے اس لئے کہ حج کے لئے نکلنے میں اس کے حق کو فوت کرنا ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ چاہے فرض حج ہو اس کے باوجود شوہر روکنا چاہے تو روک سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کے لئے جائے تو اس کا حق فوت ہوگا، اور حج عمر بھر میں کبھی بھی جا سکتی ہے اس لئے اس وقت اسکے حق کی وجہ سے جانا ضروری نہیں ہے۔ موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **قال و اذا بلغت المرأۃ قادرۃ بنفسھا و ما لھا علی الحج فأراد ولیھا منعھا من الحج أو ارادہ زوجھا منعھا منه مالم تھل بالحج ، لانه فرض بغیر وقت الا فی العمر کله** . (موسوعۃ امام شافعیؒ، باب حج المرأۃ والعبد، ج خامس، ص ۴۰، نمبر ۵۲۱۸) اس عبارت میں ہے کہ پوری عمر حج کا وقت ہے اس لئے شوہر کو اس کے روکنے کا حق ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ شوہر کا حق فرائض کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا، اور حج فرائض میں سے ہے یہاں تک کہ اگر حج نفل ہو تو اس کو روکنے کا حق ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ شوہر کا حق ضرور ہے لیکن اپنے حقوق کے لئے فرائض سے روکنے کا حق شوہر کو نہیں ہے، اور یہ حج فرض ہے اس لئے اس کو اس سے روکنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ نفلی حج ہوتا تو شوہر کو روکنے کا حق ہوتا۔

يـمنعها ٣ ولـو كـان الـمحـرم فاسقا قالوا لا يجب عليها لان المقصود لا يحصل به (١٠١٤) ولها ان تـخـرج مـع كل محرم الا ان يكون مجوسيا ﴾ ١ لانـه يعتـقد اباحةَ مناكحتها ٢ ولا عبـرة بالصبى والمجنون لانه لاتتاتى منهما الصيانة ٣ والصبية التى بلغت حد الشهوة بمنزلة البالغة حتى لايُسافر بها من غيرمحرم ٤ ونفقة المحرم عليها لانها تتوسل به الىٰ اداء الحج

ترجمہ: ۳ اور اگر محرم فاسق ہوتو علماء فرماتے ہیں کہ حج فرض نہیں ہوگا اسلئے کہ فاسق آدمی سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

تشریح : اگر محرم فاسق ہو یعنی بدکاری کی وجہ سے فاسق ہوتو علماء فرماتے ہیں کہ اس سے عورت پر حج فرض نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ محرم کا مطلب ہے کہ وہ سفر میں عزت کی حفاظت کرے لیکن بدکار محرم سے تو اور عزت کا خطرہ ہے اس لئے اس سے حج کیسے واجب ہوگا! اس سے عزت کی حفاظت کا مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۰۱۴) عورت کے لئے جائز ہے کہ ہر محرم کے ساتھ نکلے مگر یہ کہ مجوسی ہو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس کا اعتقاد ہے کہ محرم سے بھی نکاح جائز ہے۔

تشریح : عورت کسی بھی ذی رحم محرم کے ساتھ حج کے لئے جاسکتی ہے، لیکن مجوسی مذہب کا محرم ہوتو حج کے لئے نہ جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مذہب میں ہے کہ محرم عورت سے بھی نکاح کر سکتا ہے، اس لئے یہ عورت اس کے لئے محرم نہ رہی گویا کہ اجنبیہ ہو گئی اس لئے گویا کہ یہ اجنبی مرد کے ساتھ جارہی ہے اس لئے اس کے ساتھ حج کے لئے نہ جائے۔

ترجمہ: ٢ اور بچے اور مجنون کا اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں سے حفاظت نہیں ہوسکتی۔

تشریح : بچہ یا مجنون ذی رحم محرم ہے اور کوئی ساتھ جانے والا نہیں ہے تو انکے ساتھ حج فرض نہیں ہوگا، اس لئے کہ انکو عقل ہی نہیں ہے اس لئے یہ عورت کی حفاظت نہیں کر سکتے اس لئے انکے ساتھ جانے کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٣ اور بچی جو شہوت کی حد تک پہونچ گئی ہو وہ حکم میں بالغہ کی طرح ہے یہاں تک کہ بغیر محرم کے اس کے ساتھ سفر نہ کرے۔

وجہ : (ا) جو بچی ابھی بالغ تو نہ ہوئی لیکن شہوت کی حد تک پہونچ گئی ہو اس سے جماع ہوسکتی ہے اس لئے حج کے سفر میں اس کا حکم بالغہ عورت کا حکم ہے یعنی بغیر محرم کے حج نہ کرے، اور بغیر محرم کے تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے۔ یہ اور بات ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہوگا

ترجمہ: ٤ محرم کا نفقہ عورت پر ہے اس لئے کہ وہی حج کی ادائیگی کے لئے محرم کو وسیلہ بنارہی ہے۔

تشریح : اگر کوئی محرم اپنے نفقے سے تیار نہ ہوتو عورت پر اس وقت حج فرض ہوگا، یا حج ادا کرنا واجب ہوگا جب کہ محرم کو ساتھ

۵؎ واختلفوا فی ان المحرم شرط الوجوب او شرط الاداء علیٰ حسب اختلافهم فی امن الطریق

(۱۰۱۵) واذا بلغ الصبی بعدما احرم او اعتق العبد فمضیالم یجزهما عن حجة الاسلام ﴾ ا؎ لان احرامهما انعقد لاداء النفل فلا ینقلب لاداء الفرض

لیجانے کا خرچ بھی عورت کے پاس موجود ہو،اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت ہی اپنے حج کوادا کرنے کے لئے محرم کو وسیلہ بنارہی ہے اس لئے عورت پراس کا خرچ بھی لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ فقہاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ محرم کا ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط ہے یا حج کے ادا کرنے کی شرط ہے،جیسا کہ راستے کے پرامن ہونے کے بارے میں اختلاف تھا۔

تشریح : فقہاء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ عورت کے لئے محرم کا ہونا حج کے فرض ہونے کی شرط ہے،یا حج کی ادا کی شرط ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ عورت کے لئے محرم کا ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط ہے،یعنی اگر سفر کے سارے اخراجات ہیں لیکن محرم نہیں ہے تو حج واجب ہی نہیں ہوگا،اس لئے موت کے وقت میں حج بدل کرنے کی وصیت کرنا واجب نہیں، کیونکہ حج ہی اس پر فرض نہیں ہوا،اور بعض حضرات نے فرمایا جسکا قائل امام احمدؒ ہیں کہ حج تو واجب ہو جائے گا لیکن اس کا ادا کرنا اس وقت واجب نہیں ہے،جب محرم ہوگا تب واجب ہوگا۔اس صورت میں اگر عورت حج نہیں کرسکی تو حج بدل کرنے کی وصیت کرنا لازم ہے،کیونکہ حج فرض ہو چکا ہے صرف محرم نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر کی اجازت ہے۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضورؐ نے ،من استطاع الیه سبیلا ، کی تفسیر یہ فرمائی کہ توشہ اور سواری ہو،اس میں یہ نہیں فرمایا کہ محرم بھی ہو تب حج فرض ہوگا،اس لئے توشہ اور سواری پر قدرت ہو تو حج فرض ہو جائے گا،چاہے محرم ہو یا نہ ہو،یا محرم کا خرچ ہو یا نہ ہو۔

ترجمہ: (۱۰۱۵) اگر بچہ احرام باندھنے کے بعد بالغ ہوا،یا غلام آزاد ہوا اور اسی احرام میں چلتا رہا تو فرض حج ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ دونوں کا احرام نفل کی ادائیگی کے لئے منعقد ہوا ہے اس لئے پلٹ کر فرض کی ادائیگی کے لئے نہیں ہوگا۔

تشریح : بچے نے احرام باندھا اس وقت اس کا نفلی احرام تھا اس لئے کہ اس پر حج فرض نہیں ہوا تھا احرام باندھنے کے بعد عرفات میں جانے سے پہلے بالغ ہو گیا اور اس نے بالغ ہونے کے بعد دوبارہ احرام نہیں باندھا تو یہ اس کا نفلی حج ہوگا،فرض ادا نہیں ہوگا۔اسی طرح غلام پر غلامیت کی حالت میں حج فرض نہیں ہوتا اگر حج کا احرام باندھے گا تو نفلی حج ہی ہوگا،اس لئے اس نے نفلی حج کا احرام باندھا،احرام باندھنے کے بعد آقا نے آزاد کر دیا اور وہ اسی احرام کے ساتھ حج کے باقی اعمال کرتا رہا تو اس کا یہ حج نفلی

(۱۰۱۶) ولو جدّد الصبی الاحرام قبل الوقوف ونوی حجة الاسلام جاز والعبد لو فعل ذلک لم یجز ﴿۱﴾ لان احرام الصبی غیر لازم لعدم الاهلیة ۲ اما احرام العبد لازم فلا یمکنه الخروج منه بالشروع فی غیره واللہ اعلم

حج ہوگا حج فرض ادانہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اسکی وجہ یہ ہے کہ حج کے فرائض تین ہیں[۱]احرام باندھنا[۲]وقوف عرفہ [۳]طواف زیارت کرنا،اب ان دونوں نے احرام نفلی حج کا باندھا ہے اس لئے پہلا فرض[احرام] نفلی حج کا واقع ہوا فرض حج کا واقع نہیں ہوا حج فرض ہونے کے بعد باقی دو ہی فرض ادا ہوئے[وقوف عرفہ اور طواف زیارت]اس لئے ان دوفرضوں سے حج فرض ادانہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۰۱۶) اور اگر بچے نے وقوف عرفہ سے پہلے احرام دوبارہ باندھ لیا اور فرض حج کی نیت کر لی تو جائز ہے،اور غلام نے ایسا کیا تو جائز نہیں۔

ترجمہ: ۱ اسلئے کہ اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے پر احرام لازم نہیں ہوا تھا۔

تشریح : بچے نے نفلی احرام باندھا تھا،احرام کے بعد بالغ ہوا تو وقوف عرفہ سے پہلے دوبارہ فرض حج کا احرام باندھ لیا تو اس کا فرض حج ادا ہو جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بچہ ہونے کی وجہ سے اس پر احرام لازم نہیں ہوا تھا اس لئے بالغ ہونے کے بعد دوبارہ فرض حج کا احرام باندھ لیا تو حج کے تینوں فرائض[احرام،وقوف عرفہ،اور طواف زیارت]ادا ہو گئے اس لئے فرض حج ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ بہر حال غلام کا احرام تو اس پر لازم ہے،اس لئے فرض کے علاوہ کو شروع کرنے کے بعد اس سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح : غلام پر غلامیت کی وجہ سے حج فرض نہیں ہے،لیکن وہ بالغ ہے اس لئے احرام باندھنے کے بعد اس کے سارے اعمال [وقوف عرفہ،طواف زیارت،وغیرہ] کرنا لازم ہے اس لئے نفلی حج کا احرام باندھنے کے بعد اس سے نکلنا ممکن نہیں ہے،اس لئے احرام باندھنے کے بعد آزاد ہوا تو اس سے نکلے گا کیسے! اس لئے اس کے لئے ممکن نہیں ہے کہ آزاد ہونے کے بعد دوبارہ فرض حج کا احرام باندھ لے،اس لئے اس سال نفلی حج ادا کرے،اور حج کے اخراجات ہونے کی وجہ سے حج فرض ہوا ہے تو دوسرے سال دوبارہ آکر حج کرے۔ واللہ اعلم۔

﴿فصل فی المواقیت﴾

(١٠١٧)والمواقيت التی لا يجوز ان يجاوزها الانسان الا محرما خمسة لاهل المدينة ذوالحليفة ولاهل العراق ذات عرق ولاهل الشام جحفة ولاهل نجدقرن ولاهل اليمن يلملم ا ھكذا وقت رسول الله ﷺ هٰذه المواقيت لهٰؤ لاء

﴿فصل فی المواقیت﴾

ترجمہ :(١٠١٧) اوروہ میقات جونہیں جائز ہے کہ انسان ان سے آگے گزرے مگراحرام باندھ کر پانچ ہیں۔اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ،اہل عراق کے لئے ذات عرق،اہل شام کے لئے جحفہ،اہل نجد کے لئے قرن اوراہل یمن کے لئے یلملم ہے۔

ترجمہ: ا ان میقاتوں کوان ملک والوں کے لئے حضورؐ نے اسی طرح متعین فرمایا ہے۔

تشریح: مکہ مکرمہ سے کافی دوری پر یہ مقامات ہیں۔مکہ مکرمہ کی تعظیم کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب ان میقات کے باہر سے لوگ مکہ مکرمہ آئیں تو ان مقامات پر حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر آئیں۔اور حج یا عمرہ کریں۔پھراپنا کام کریں یہ بیت اللہ کی عظمت کا تقاضا ہے۔اوراگراحرام باندھے بغیر آگئے تو اس کودم لازم ہوگا۔جس طرح کوئی مسجد میں آئے تو مسجد کی عظمت کا تقاضا ہے کہ پہلے دورکعت تحیۃ المسجد پڑھے یااورکوئی نماز پڑھے۔

وجہ: (١)ان مقامات کی تصریح اس حدیث میں ہے،جوصاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة،ولاهل الشام الجحفة ، ولاهل نجد قرن المنازل ،ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غير هن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلک فمن حيث انشاء حتى اهل مكة من مكة. (بخاری شریف،باب مہل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ص ٢٠٦ نمبر ١٥٢٤ر مسلم شریف،باب مواقیت الحج ص ٣٧٤ نمبر ١١٨١ر٢٨٠٣)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ مقامات ان لوگوں کے لئے میقات ہیں۔بغیر احرام کے ان سے آگے گزرنا جائز نہیں (٢)عن عائشة ان رسول الله ﷺ وقت لاهل العراق ذات عرق. (ابوداؤد شریف،باب فی امواقیت ص ٢٥٠ نمبر ١٧٣٩ر بخاری شریف،باب ذات عرق لاھل العراق ص ٢٠٧ نمبر ١٥٣١)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل عراق کے لئے میقات مقام ذات عرق ہے۔

اوراہل مکہ کے عمرے کے لئے تنعیم میقات ہے،اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ ان عبد الرحمن بن ابی بكرؓ اخبره أن النبی ﷺ أمره أن يردف عائشة و يعمرها من التنعيم (بخاری شریف،باب عمرۃ التنعیم ،ص ٢٨٧،نمبر ١٧٨٤)اس حدیث میں ہے کہ جومکہ مکرمہ سے عمرے کا احرام باندھے اس کے لئے تنعیم میقات ہے۔

﴿ میقات ایک نظر میں ﴾

ذوالحلیفہ	یہ مقام اہل مدینہ کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 410 کلومیٹر دور شمال کی جانب ہے
ذات عرق	یہ مقام اہل عراق کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 90 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
جحفہ	یہ مقام اہل شام کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 182 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے
قرن المنازل	یہ مقام اہل نجد کی میقات ہے	مکہ مکرمہ سے 80 کلومیٹر دور مشرق کی جانب ہے
یلملم تنعیم	یہ مقام اہل یمن کی میقات ہے اہل مکہ عمرے کا احرام تنعیم سے باندھتے ہیں	مکہ مکرمہ سے 130 کلومیٹر دور جنوب کی جانب ہے مکہ مکرمہ سے 7.5 کلومیٹر دور شمال، مغرب کی جانب ہے

لغت : میقات: جس جگہ سے حاجی احرام باندھے اس کو میقات کہتے ہیں۔ حرم: بیت اللہ، اور مکہ مکرمہ کے ارد گرد کچھ جگہیں ہیں جن پر آج کل نشانات لگا دئے گئے ہیں جن میں شکار کرنا حرام ہے اس کو حرم کہتے ہیں۔ حل: حرم سے باہر اور میقات کے اندر کی جگہ کو حل کہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ 410 کلومیٹر ہے، اور ذوالحلیفہ مدینہ طیبہ سے 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

جدہ 69 کلومیٹر

﴿حدود حرم﴾

بیت اللہ سے کئی کئی میل دور دور تک حرم کی حد ہے، جس میں شکار کرنا منع ہے، اور بیت اللہ والوں کو عمرے کا احرام باندھنا ہو تو حدود حرم سے باہر جانا پڑتا ہے جسکو حل کہتے ہیں، بیت اللہ سے کہاں کہاں تک حدود حرم ہے اس کے لئے یہ تفصیل دیکھیں

نمبر	نام	کتنا کیلومیٹر	کس جانب ہے
١	وادی نخلة	13 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے شمال کی جانب ہے
٢	جعرانیہ	22 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے شمال کی جانب ہے
٣	تنعیم	7.5 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے شمال، مغرب کی جانب ہے
۴	حدیبیہ الشمیسی	22 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے مغرب کی جانب ہے
۵	أضاة لبن (العکیشیة)	16 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے جنوب کی جانب ہے
٦	جبل عرفات (ذات السلیم)	22 کلومیٹر	یہ بیت اللہ سے مشرق کی جانب ہے

حرم کی حدود کے بعد میقات تک جو جگہ ہے اس کو حل کہتے ہیں۔

نوٹ: میقات اور حدود حرم کے لئے کلومیٹر کا فاصلہ تاریخ مکہ مکرمہ، از ڈاکٹر محمد الیاس عبد الغنی ص ١٦-٢۵ سے لیا ہے۔

میقات اور حدود حرم کا نقشہ ضرب مؤمن کے ایک پرچے سے لیا ہے

﴿حدود حرم کا نقشہ﴾

منیٰ
مزدلفہ
مکہ مرمہ

۲ وفائدة التأقيت المنع عن تاخير الاحرام عنها لانه يجوز التقديم عليها بالاتفاق (۱۰۱۸) ثم الأفاقي اذا انتهىٰ اليها علىٰ قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او العمرة او لم يقصد عندنا ۱ لقوله عليه السلام لايجاوز احدٌ الميقات الا محرما

ترجمه: ۲ توقیت کا فائدہ یہ ہے کہ ان میقات سے احرام کا مؤخر کرنا منع ہے اس لئے کہ اس سے مقدم کرنا بالاتفاق جائز ہے۔

تشریح: حضورؐ نے میقات متعین فرمایا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ احرام کو ان میقات سے مؤخر کرنا ٹھیک نہیں ہے، ہاں اس سے پہلے احرام باندھنا سب کے نزدیک جائز ہے۔

وجہ: (۱) ان میقات سے مؤخر کرنا ٹھیک نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس أن النبی ﷺ قال : لا تجاوزوا الوقت الا باحرام . (طبرانی کبیر، باب مسند سعید بن جبیر عن ابن عباس، ج حادی عشر [۱۱] ص ۳۴۵، نمبر ۱۲۲۳۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ أن یدخل مکۃ بغیر احرام، ج ثالث، ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۵۱۵) اس حدیث میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے (۲) اس اثر میں ہے۔ عن ابن عباس أنه كان يردهم الى المواقيت الذين يدخلون مكة بغير احرام (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا دخل مکۃ بغیر احرام ما یصنع ؟، ج ثالث، ص ۲۶۷، نمبر ۱۴۱۷۹ / سنن للبیہقی، باب من مر بالمیقات یرید حجا او عمرۃ ج خامس ص ۴۴، نمبر ۸۹۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ میقات سے گزر جائے اس کو میقات پر واپس کیا جائے۔ کیونکہ بغیر احرام کے آگے نہیں گزرنا چاہئے۔ (۳) عن علی قال : لا يدخلها الا باحرام ، يعنی مكة ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ أن یدخل مکۃ بغیر احرام، ج ثالث، ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۵۱۶) اس اثر میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے اور میقات سے پہلے احرام باندھنا اچھا ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابن عمر أنه احرم من بيت المقدس ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی تعجیل الاحرام من رخص أن یحرم من الموضع البعید، ج ثالث، ص ۱۲۱، نمبر ۱۲۶۷۲) اس اثر میں ہے کہ میقات سے بہت پہلے سے احرام باندھے تو باندھ سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۰۱۸) پھر آفاقی اگر مکہ مکرمہ کے ارادے سے میقات تک آجائے تو اس پر احرام باندھنا ہے چاہے حج کا یا عمرے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

ترجمہ: ۱ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ میقات کو پار نہ کرو مگر محرم ہو کر۔

تشریح: جو آدمی میقات سے باہر ہے اور وہ مکہ مکرمہ داخل ہونا چاہے تو وہ جب میقات سے گزرے تو حج یا عمرے کا احرام باندھ کر گزرے، یہ اس کے عظمت کا تقاضا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے۔۔ میقات سے باہر والوں

۲؎ ولان وجوب الاحرام لتعظيم هٰذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما

(۱۰۱۹) ومن كان داخل الميقات له ان يدخل مكة بغير احرام لحاجته ﴾ ۱؎ لانه يكثر دخوله مكة وفي ايجاب الاحرام في كل مرة حرجٌ بيّن فصار كاهل مكة حيث يباح لهم الخروج منها ثم دخولها بغير احرام لحاجتهم ۲؎ بخلاف ما اذا قصد اداء النسک لانه يتحقق احيانا فلا حرج

کو آفاقی کہتے ہیں۔

وجه :(۱)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن النبي ﷺ قال : لا تجاوزوا الوقت الا باحرام . (طبرانی کبیر، باب مسند سعید بن جبیر عن ابن عباس، ج حادی عشر[۱۱] ص ۳۴۵، نمبر ۱۲۲۳۶ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کرہ اَن یدخل مکۃ بغیر احرام، ج ثالث، ص ۲۰۲، نمبر ۱۳۵۱۵) اس حدیث میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے۔

ترجمه: ۲؎ اور اس لئے کہ احرام کا واجب ہونا اس شریف جگہ کی تعظیم کے لئے ہے اس لئے اس میں حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اور ان دونوں کے علاوہ برابر ہیں۔

تشريح : یہ دلیل عقلی ہے کہ احرام کا اصل مقصد مکہ مکرمہ کی تعظیم ہے اس لئے میقات سے ہر گزرنے والے کو تعظیم کرنی چاہئے، چاہے وہ حج کرنے والا ہو، چاہے وہ عمرہ کرنے والا ہو، چاہے وہ انکے علاوہ ہو ہر ایک کو اس کی تعظیم کے لئے احرام باندھنا چاہئے۔

۔بقعۃ : جگہ۔

ترجمه: (۱۰۱۹) جو میقات کے اندر ہو اس کے لئے جائز ہے کہ ضرورت کے لئے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ انکا مکہ مکرمہ میں داخل ہونا بار بار ہوگا، اور ہر مرتبہ احرام واجب کرنے میں واضح حرج ہے، اسلئے وہ مکہ والے کی طرح ہو گیا اس طرح کہ انکے لئے مکہ سے نکلنا بھی جائز ہے اور اور اپنی ضرورت کے لئے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا بھی جائز ہے۔

تشريح : جو لوگ میقات کے اندر اندر ہیں انکو بار بار مکہ مکرمہ جانا ہوگا، اب اگر ہر بار احرام کی قید لگائیں تو حرج ہوگا اس لئے انکے لئے جائز ہے کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو، جیسے خود مکہ مکرمہ والے ضرورت کے لئے باہر نکلتے ہیں اور پھر بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو جانا جائز ہے۔

ترجمه: ۲؎ بخلاف جبکہ نسک یعنی حج یا عمرہ ادا کرنے کا ارادہ ہو [تو بغیر احرام کے مکہ داخل نہ ہو] اس لئے کہ یہ کبھی کبھی متحقق ہوتا ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۰۲۰) فان قدم الاحرام علیٰ هٰذه المواقيت جاز ﴿ لقوله تعالیٰ واتموا الحج والعمرة لله واتمامهما ان يُحرم بهما من دُوَيرَة اهله كذا قاله عليؓ وابن مسعودؓ ٢ والافضل التقديم عليها لان اتمام الحج مفسّر به والمشقة فيه اكثر والتعظيم اوفر ٣ وعن ابی حنيفة انما يكون افضل اذا كان يَملک نفسه ان لا يقع فی محظورٍ

تشریح :اگرمیقات کے اندر والے کو حج یا عمرہ کرنے کی نیت ہو تو گھر سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ داخل ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج یا عمرہ کبھی کبھی ہوتا ہے اس لئے گھر سے اس کا احرام باندھ کر جانے میں حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۰۲۰) پس اگر احرام ان مقامات سے پہلے باندھ لیا تو جائز ہے۔

ترجمہ : ۱ اللہ تعالی کا قول ﴿ واتموا الحج والعمرة لله﴾ (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اور اس کا اتمام یہ ہے کہ اپنے گھر سے حج اور عمرے کا احرام باندھے، حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے یہی فرمایا ہے۔۔ دویرۃ: دار کی جمع ہے گھر ۔

تشریح: اوپر جو پانچ جگہ میقات کی بیان کی گئی ہیں ان مقامات سے پہلے بھی احرام باندھ لیا تو جائز ہے، بلکہ افضل ہے

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرو، اور حدیث میں یہ ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اپنے گھر سے ہی ان دونوں کا احرام باندھے، حدیث یہ ہے، جو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قوله عزوجل ﴿ واتموا الحج والعمرة لله﴾ ،قال من تمام الحج ان تحرم من دويرة اهلک (سنن للبیہقی، باب من استحب الاحرام من دویرۃ اھلہ ج خامس ص ۴۵، نمبر ۸۹۲۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر گھر سے احرام باندھے تو زیادہ بہتر ہے۔

ترجمہ: ۲ افضل یہ ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھے اس لئے کہ اتمام حج کی تفسیر اسی سے کی ہے، اور اس لئے بھی اس میں مشقت زیادہ ہے اور بیت اللہ کی تعظیم بھی زیادہ ہے۔

تشریح : اگر چہ بعض حضرات کی رائے ہے کہ میقات سے پہلے احرام نہ باندھے اس لئے کہ احرام کی رعایت کرنا مشکل ہے، لیکن اگر احرام کی رعایت کر سکتا ہو اور میقات سے بہت دور نہ ہو تو اوپر کی حدیث کی وجہ سے میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے اس لئے ثواب بھی زیادہ ہوگا، اور اس میں بیت اللہ کی عظمت بھی زیادہ ہے اس لئے یہ افضل ہے۔

ترجمہ: ۳ امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ پہلے احرام باندھنا افضل اس وقت ہے جبکہ اپنی ذات پر قدرت ہو کہ کسی ممنوع بات میں نہ پڑے

(۱۰۲۱) ومن کان داخل المیقات فوقته الحلّ ﴾ ۱؎ معناه الحل الذی بین المواقیت وبین الحرم لانه یجوز احرامه من دویرة اھله وما وراء المیقات الی الحرم مکان واحد

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ میقات سے پہلے احرام اس وقت افضل ہے کہ اس کو اس بات پر قابو ہو کہ پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے کسی ممنوع بات میں نہ پڑے کیونکہ جنایات میں پڑے گا تو اور گناہ ہوگا۔

وجہ : (۱) أن ابن عامر أحرم من خراسان ، فعاب ذالک علیه عثمان بن عفان و غیره و کره ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کرہ تعجیل الاحرام ، ج ثالث ،ص ۱۲۳، نمبر ۱۲۶۹۱) اس اثر میں ہے کہ بہت پہلے احرام باندھنا جس سے ممنوعات احرام میں پڑھنے کا خطرہ ہو اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۰۲۱) جس کا گھر میقات کے اندر ہو تو اس کی میقات حل ہے۔

تشریح: مقام میقات کے اندر اور بیت اللہ کے ارد گرد جو حرم کا حصہ ہے اس سے باہر کو حل کہتے ہیں۔ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں ان کے لئے حج اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے جگہ حل ہے۔ وہ حل سے اپنا احرام باندھے۔ اس کو واپس میقات پر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں ہے کہ میقات کے اندر والے کو وہیں سے احرام باندھنا چاہئے جہاں سے وہ چل رہے ہیں۔ عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاھل المدینة ذا الحلیفة،ولاھل الشام الجحفة ، ولاھل نجد قرن المنازل ،ولاھل الیمن یلملم ھن لھن ولمن اتی علیھن من غیر ھن ممن اراد الحج والعمرة ومن کان دون ذلک فمن حیث انشاء حتی اھل مکة من مکة. (بخاری شریف، باب مہل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ،ص ۲۰۶، نمبر ۱۵۲۴/ مسلم شریف، باب مواقیت الحج ص ۳۷۴ نمبر ۱۱۸۱/ ۲۸۰۳) (۲) اور دوسری حدیث میں ہے۔ فمن کان دونھن فمھله من اھله وکذلک حتی اھل مکة یھلون منھا (بخاری شریف، باب مہل اہل الشام ،ص ۲۰۶/۲۰۷، نمبر ۱۵۲۶/ مسلم شریف، باب مواقیت الحج ،ص ۳۷۴، نمبر ۱۱۸۱/ ۲۸۰۴) اس حدیث میں ہے کہ جو میقات کے اندر ہو وہ حج اور عمرہ کا احرام وہیں سے باندھیں جہاں سے وہ چل رہے ہیں یعنی حل سے۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ حل وہ جگہ ہے جو میقات اور حرم کے درمیان ہے اس لئے کہ ان لوگوں کے لئے جائز ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھے، اور جو میقات سے حرم تک ہے وہ ایک ہی جگہ ہے۔

تشریح : یہ حل کی تفصیل ہے کہ میقات کے اندر سے لیکر حرم تک جتنی جگہ ہے سب کو حل کہتے ہیں، [اس کے لئے پیچھے، حل، کا نقشہ دیکھیں] جو لوگ میقات کے اندر ہیں ان لوگوں کے لئے جائز ہے اپنے گھر سے احرام باندھیں، پس اگر انکا گھر حل کے اندر

(۱۰۲۲)ومن كان بمكة فوقته فى الحج الحرم وفى العمرة الحِلّ ﴾

ہے تو حل سے احرام باندھے، اور اگر انکا گھر حرم کے اندر ہے تو حرم سے احرام باندھے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ والے مکہ مکرمہ ہی سے حج کا احرام باندھیں۔اور میقات سے لیکر حرم تک ایک ہی جگہ شمار کی جاتی ہے جسکو حل کہتے ہیں، یہ حل کا مقام ذوالحلیفہ کی طرف کافی لمبی ہے تقریبا 400 کیلو میٹر ہے۔

ترجمہ: (۱۰۲۲) جو مکہ مکرمہ میں ہو اس کی میقات حج کے لئے حرم ہے اور عمرہ کے لئے حل ہے۔

وجہ: اہل مکہ کے لئے اور وہ لوگ جو مکہ میں آکر کچھ دنوں ٹھہر گئے ہیں ان کے لئے حج کے لئے میقات حرم ہے۔اس کی دلیل اوپر حدیث میں گزری ،اسی کی طرف صاحب ھدایہ کا اشارہ ہے۔فمن كان دونهن فمهله من اهله و كذالک حتى اهل مكة يهلون منها. (بخاری شریف، باب مهل اهل الشام ص۲۰۷ نمبر ۱۵۲۶ر مسلم شریف نمبر ۱۱۸۱ر۲۸۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ حج کا احرام مکہ ہی سے باندھیں گے۔ان کو حل جانے کی ضرورت نہیں۔

لیکن عمرہ کا احرام حل سے باندھیں گے۔کیونکہ حضرت عائشہ جو مکہ میں آکر مقیم ہوئیں اور گویا کہ مکی ہوگئیں لیکن عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے ان کو تنعیم جانے کے لئے کہا جو حرم سے باہر حل میں ہے، اور مکہ مکرمہ سے حل جگہ سب سے قریب یہی ہے۔اور آج کل وہاں مسجد عائشہ موجود ہے۔(۲) حدیث میں ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ۔حدثني جابر بن عبد الله ان النبي ﷺ اهل واصحابه ... قالت يا رسول الله ا تنطلقون بحجة وعمرة وانطلق با لحج؟ فامر عبد الرحمان بن ابي بكر ان يخرج معها الى التنعيم فاعتمرت بعد الحج فى ذى الحجة. (بخاری شریف، باب عمرة التنعيم، ابواب العمرہ ص۲۳۹ نمبر ۱۷۸۵ر ابوداؤد شریف، باب المهلة بالعمرة تحيض ص۲۸۰ نمبر ۱۹۹۵) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کے لئے تنعیم سے جاکر احرام باندھا جو حل میں ہے۔اس لئے مکی عمرہ کے لئے حل سے احرام باندھیں گے۔

نوٹ: میقات سے بغیر احرام کے گزرے گا تو دم لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) اس اثر میں ہے ۔عن عبد الله بن عباس انه قال من نسى من نسكه شيئا اوتركه فليهرق دما (سنن للبیھقی، باب من مر بالميقات يريد حجا او عمرة ج خامس ص۴۴، نمبر ۸۹۲۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر میقات پر احرام باندھے بغیر گزرا تو اس کو دم دینا ہوگا۔(۲) عن عطاء قال : يهل من مكانه و عليه دم (مصنف ابن ابی شیبة، باب فى الرجل اذا دخل مكة بغير احرام ما يصنع ؟، ج ثالث ،ص ۲۶۸، نمبر ۱۴۱۸۶) اس اثر میں ہے کہ جو میقات سے آگے گزر گیا اور میقات پر واپس جاکر احرام نہ باندھ سکا تو اس پر دم ہے۔

۱؎ لان النبی علیہ السلام امر اصحابہ ان یُحرموا بالحج من جوف مکۃ ۲؎ وامر اخا عائشۃ ان یعمّرھا من التنعیم وھو فی الحل ۳؎ ولان اداء الحج فی عرفۃ وھی فی الحل فیکون الاحرام لیتحقق نوع سفر واداء العمرۃ فی الحرم فیکون الاحرام من الحل لھذا الا ان التنعیم افضل لورود الاثر بہ واللہ اعلم.

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو حکم دیا کہ حج کا احرام مکہ مکرمہ کے اندر سے باندھیں۔

تشریح :صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن جابر بن عبد اللہؓ قال أمرنا النبی ﷺ لما احللنا أن نحرم اذا توجھنا الی منی قال فأھللنا من الابطح** . (مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام،ص ۵۱۲،نمبر ۱۲۱۴/۲۹۴۱/ بخاری شریف، باب الاھلال من البطحاء وغیرھا للمکی والحاج اذا خرج من منی،ص ۲۶۸،نمبر ۱۶۵۳)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کو منی جاتے وقت احرام باندھنے کے لئے فرمایا تو انحضرات نے مقام ابطح سے احرام باندھا جو مکہ مکرمہ کے اندر ہے۔اس بارے میں پہلے بھی حدیث گزری کہ اہل مکہ مکہ سے حج کا احرام باندھیں۔

ترجمہ: ۲؎ اورحضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰن کو حضور نے حکم فرمایا کہ کہ انکو مقام تنعیم سے عمرہ کرائیں،اورمقام تنعیم حل میں ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ کی یہ حدیث اوپر گزر چکی ہے،وہ یہ ہے. **فامر عبد الرحمان بن ابی بکر ان یخرج معھا الی التنعیم فاعتمرت بعد الحج فی ذی الحجۃ**. (بخاری شریف،باب عمرۃ التنعیم ،ابواب العمرہ ص ۲۳۹ نمبر ۱۷۸۵)

ترجمہ:۳؎ اوراس لئے بھی کہ حج مقام عرفہ میں ہے،اورعرفہ حل میں ہے اس لئے حج کا احرام حرم سے ہوتا کہ ایک قسم کا سفر متحقق ہوجائے ،اورعمرے کی ادائیگی حرم میں ہے اس لئے اس کے لئے احرام حل سے ہو،مگر یہ کہ تنعیم افضل ہے اس لئے کہ اس کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے،کہ حج اورعمرے میں کچھ سفر ہونا چاہئے ،اس اعتبار سے دیکھیں کہ حج کے لئے عرفہ جانا پڑتا ہے،اور عرفہ حرم سے باہر حل میں ہے اس لئے حج کے لئے کچھ نہ کچھ سفر ہو ہی گیا اس لئے اس کا احرام حرم ہی سے باندھیں تو کوئی بات نہیں ہے،اس لئے حدیث میں مکہ والوں کے لئے مکہ مکرمہ ہی سے حج کا احرام باندھنے کے لئے فرمایا ۔اورعمرے کے تمام ارکان کی ادائیگی ،مثلا طواف،سعی، بیت اللہ ہی کے ارد گرد ہوتی ہے اس لئے اس کے احرام باندھنے کے لئے حل جانے کے لئے فرمایا تا کہ تھوڑا سا سفر ہوجائے ،اس لئے حل کے کسی مقام سے بھی عمرے کا احرام باندھ سکتا ہے۔البتہ تنعیم سے باندھنا افضل ہے،اس لئے کہ اس کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے۔

واللہ اعلم

﴿باب الاحرام﴾

(۱۰۲۳) واذا اراد الاحرام اغتسل او توضأ والغسل افضل﴾ ل لما روى انه عليه السلام اغتسل لاحرامه ۲ الا انه للتنظيف حتى تؤمر به الحائض وان لم يقع فرضا عنها فيقوم الوضوء مقامه كما في الجمعة لكن الغسل افضل لان معنى النظافة فيه اتم ولانه عليه السلام اختاره

﴿باب الاحرام﴾

ترجمه: (۱۰۲۳) جب احرام کا ارادہ کرے تو غسل کرے یا وضو کرے البتہ غسل افضل ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے احرام کے لئے غسل فرمایا۔

تشريح: احرام باندھتے وقت یہ چھ سنتیں ہیں۔(۱) وضو کرے یا غسل کرے۔ البتہ غسل بہتر ہے (۲) دو نئے کپڑے پہنے (۳) خوشبو لگائے (۴) دو رکعت نماز پڑھے (۵) اور حج یا عمرہ کی نیت کرے (٦) نماز کے بعد تلبیہ پڑھے، بعض نے فرمایا کہ تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔

۔ہر ایک کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

وجه: (۱) حدیث میں ہے آپ نے احرام کے لئے غسل فرمایا صاحب ھدایہ کی حدیث ہے۔عن ابن عباس قال اغتسل رسول الله ثم لبس ثيابه فلما اتى ذالحليفة صلى ركعتين ثم قعد على بعيره فلما استوى به على البيداء احرم بالحج ۔(دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۱۹۷ نمبر ۲۴۰۸ رسنن للبیھقی، باب الغسل للاھلال ج خامس ص ۴۹، نمبر ۸۹۴۵ ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاغتسال عند الاحرام ص ۱۷۱ نمبر ۸۳۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے لئے غسل کرے یہ بہتر ہے۔ البتہ سہولت نہ ہونے پر وضو بھی کافی ہے۔

ترجمه: ۲ مگر یہ غسل صفائی کے لئے ہے یہی وجہ ہے کہ حیض والی عورت کو بھی اس کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ اس غسل سے اس کا فرض غسل ادا نہیں ہوگا، اس لئے وضو بھی غسل کے قائم مقام ہے جیسے کہ جمعہ میں وضو بھی غسل کے قائم مقام ہے، لیکن غسل افضل ہے اس لئے کہ صفائی کا معنی اس میں اتم ہے، اور اس لئے بھی کہ حضورؐ نے غسل کو اختیار فرمایا تھا۔

تشريح : اس عبارت میں ایک بات تو یہ فرما رہے ہیں کہ احرام باندھنے کے لئے جو غسل کرے گا وہ سنت ہے لیکن نظافت اور صفائی کے لئے ہے فرض نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اگر عورت کو حیض آیا ہو تب بھی احرام کے لئے غسل کرے، حالانکہ اس غسل سے حیض کا غسل ادا نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حیض کا غسل تو خون ختم ہونے کے بعد لازم ہوتا ہے اور یہ غسل خون ختم ہونے سے پہلے ہے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ غسل صرف صفائی کے لئے ہے۔ دوسری بات یہ فرماتے ہیں کہ غسل کے بدلے میں وضو بھی کافی ہے، جیسے کہ

(۱۰۲۴) قال ولبس ثوبين جديدين او غسيلين ازارًا ورداءً ١ لانه علیہ السلام ائتزر وارتدیٰ عند احرامه ٢ ولانه ممنوع عن لبس المخيط ولابد من ستر العورة ودفع الحر والبرد وذٰلك فيما عيناه والجديد افضل لانه اقرب الى الطهارة

جمعہ میں غسل کے بدلے میں وضو بھی کافی ہے، البتہ غسل زیادہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں صفائی زیادہ ہے، اور حضورؐ نے غسل ہی کو اختیار کیا ہے اس لئے یہ بہتر ہوگا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنے کے لئے فرمایا۔ عن عائشة قالت نفست أسماء بنت عميس بمحمد بن ابی بکر بالشجرة فأمر رسول الله ﷺ أبا بكر يأمرها أن تغتسل و تهل ۔(مسلم شریف، باب صحة احرام النفساء واستحباب اغتسالها للاحرام، وکذا الحائض، ص ۵۰۴، نمبر ۱۲۰۹/ ۲۹۰۸) اس حدیث میں ہے کہ نفاس والی عورت غسل کرے اور احرام باندھے، جس سے معلوم ہوا کہ یہ غسل نظافت اور صفائی کے لئے ہے۔

ترجمه: (۱۰۲۴) اور دو نئے کپڑے پہنے، یا دونوں دھوئے ہوئے ہوں وہ ازار اور چادر ہیں۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے احرام کے وقت ازار پہنا اور چادر اوڑھی۔

تشریح : غسل کے بعد دو کپڑے لنگی اور چادر پہنے، دونوں نئے ہوں تو بہتر ہے اور اگر نیا میسر نہ ہو تو کم از کم دونوں دھلے ہوئے ہوں۔

وجه : (۱) کیونکہ حضورؐ نے غسل کے بعد لنگی پہنی اور چادر اوڑھی۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن عباس قال انطلق النبی ﷺ من المدينة بعد ما ترجل وادهن ولبس ازاره ورداءه هو واصحابه فلم ينه عن شيء من الاردية والازر (بخاری شریف، باب مایلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ والازار ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۵) اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے ازار اور چادر پہنے۔

لغت : ائتزر: ازار سے مشتق ہے، ازار پہنے۔ ارتدیٰ: رداء سے مشتق ہے، چادر اوڑھے۔

ترجمه: ٢ اور اس لئے کہ سلا ہوا کپڑا پہننے سے ممانعت ہے اور ستر عورت ضروری ہے، اور سردی اور گرمی کو دور کرنا بھی ضروری ہے اور یہ اسی شکل میں ہے جو ہم نے متعین کیا، اور نیا کپڑا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ وہ پاکی کے زیادہ قریب ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ آگے حدیث میں آرہا ہے کہ سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے، اور ستر چھپانا بھی ضروری ہے اور سردی گرمی سے بچنا بھی ضروری ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ لنگی اور چادر پہنے، کیونکہ یہ سلے ہوئے بھی نہیں ہیں اور سردی گرمی سے بچاؤ بھی ہوسکتا ہے، اور نیا کپڑا اس لئے بہتر ہے کہ یہ طہارت کے زیادہ قریب ہے اس لئے یہ بہتر ہے۔

(۱۰۲۵) قال ومس طيبًا ان كان له ﴾ ۱ وعن محمد انه يكره اذا تطيب بما يبقى عينُه بعد الاحرام وهو قول مالكؒ والشافعيؒ لانه منتفعٌ بالطيب بعد الاحرام ۲ ووجه المشهور حديث عائشةقالت كنتُ اطيّب رسول الله ﷺ لاحرامه قبل ان يُحرم

ترجمه:(۱۰۲۵) اگراس کے پاس خوشبو ہوتو وہ بھی لگائے۔

وجه : (۱)اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ حضورؐ کواحرام کے لئے خوشبولگایا کرتی تھی،صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت كنت اطيب رسول الله لاحرامه حين يحرم ولحله قبل ان يطوف بالبيت ۔ (بخاری شریف، باب الطیب عندالاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۹/ابوداود شریف، باب الطیب عندالاحرام ،ص ۲۵۷،نمبر ۱۷۴۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام سے پہلے خوشبو لگائے۔(۲)اوپر کی حدیث میں بھی گزرا کہ کنگھی کی اور تیل لگایا،یعنی خوشبو لگائی۔ بعد ما ترجل وادهن ولبس ازاره ورداء ه هو واصحابه فلم ينه عن شيء من الاردية والازر (بخاری شریف، باب مایلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ والازار ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۵)

ترجمه: ۱ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے جسکا عین احرام کے بعد باقی رہے،یہی قول امام مالک کا ہے اور امام شافعیؒ کا ہے،اس لئے کہ احرام کے بعد گویا کہ خوشبو سے نفع اٹھا رہا ہے۔

تشریح : امام محمد،امام مالکؒ اورامام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسی جرم والی خوشبو احرام سے پہلے نہ لگائے جسکی جرم بعد میں باقی رہے اور ایسا معلوم ہو کہ احرام کے بعد خوشبو سے فائدہ اٹھا رہا ہو،اس لئے کہ احرام کے بعد خوشبو لگانے سے منع فرمایا ہے،موسوعۃ کی عبارت یہ ہے۔ قال الشافعيؒ و السنة كما قال عطاء لان رسول الله ﷺ أمر صاحب الجبة أن ينزعها ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب لبس المحرم وطیبہ جاھلا، ج خامس،ص ۱۷۳،نمبر ۵۷۸۲)اس عبارت میں ہے کہ جبے میں خوشبو کا اثر ہوتو اس کو نکال دے۔

وجه : (۱) حدثنی صفوان بن يعلى بن أمية عن ابيه أن رجلا أتى النبی ﷺ و هو بالجعرانة و عليه جبة و عليه أثر الخلوق أو قال صفرة فقال كيف تأمرنی أن اصنع فی عمرتی؟ ....اخلع عنك الجبة و اغسل أثر الخلوق عنك و انق الصفرة ۔(بخاری شریف،باب یفعل بالعمرۃ مایفعل بالحج،ص ۲۸۸،نمبر ۱۷۸۹) اس حدیث میں ہے کہ جبے میں خوشبو کا اثر ہوتو اس کو دھولو۔جس سے معلوم ہوا کہ ایسی خوشبو نہیں لگانی چاہئے جس کا جرم بعد میں باقی رہے۔

ترجمه: ۲ مشہور روایت کی وجہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ میں حضورؐ کو احرام کے لئے احرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۳؎ ولان الممنوع عنه التطيّب بعد الاحرام والباقی کالتابع له لا تصاله بہٖ بخلاف الثوب لانه مباین عنه (۱۰۲۶) قال وصلی رکعتین ﴾ ۱؎ لما روی جابر ان النبی علیہ السلام صلی بذی الحُلیفة

تشریح :ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ کو حضرت عائشہؓ احرام کے لئے جوشبو لگایا کرتی تھی، اور ظاہر ہے کہ اس کا اثر بعد میں بھی رہے گا جسکا مطلب یہ ہوا کہ احرام کے بعد باضابطہ خوشبو لگانا مکروہ ہے لیکن اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی جسکا اثر بعد میں رہا تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت کنت اطیب رسول الله لاحرامه حین یحرم ولحله قبل ان یطوف بالبیت** ۔(بخاری شریف، باب الطیب عندالاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۹ /ابوداود شریف، باب الطیب عندالاحرام، ص ۲۵۷، نمبر ۱۷۴۵) (۲) اس حدیث میں ہے کہ احرام کے بعد خوشبو کا جرم نظر آتا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ بعد میں خوشبو رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، حدیث یہ ہے ۔ **عن عائشة قالت کانی انظر الی وبیض الطیب فی مفارق رسول الله ﷺ وهو محرم** ۔(بخاری شریف، باب الطیب عندالاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۸ /ابوداود شریف، باب الطیب عندالاحرام، ص ۲۵۷، نمبر ۱۷۴۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کے بعد خوشبو کا جرم باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور اس لئے کہ احرام کے بعد خوشبو لگانا ممنوع ہے، اور جو پہلے کا باقی رہ گیا وہ تابع کی طرح ہے اس لئے کہ وہ بدن کے ساتھ چپکا ہوا ہے، برخلاف کپڑے کے اس لئے کہ وہ بدن سے الگ ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ احرام کے بعد باضابطہ خوشبو لگانا مکروہ ہے اور وہ ہوا نہیں کیونکہ یہ تو احرام سے پہلے کی خوشبو ہے اس لئے یہ مکروہ نہیں، اور پہلے کی خوشبو جو باقی رہ گئی ہے وہ بدن کے تابع ہے کیونکہ وہ بدن کے ساتھ چپکی ہوئی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ اس کے برخلاف کسی نے احرام باندھنے سے پہلے سلا ہوا کپڑا پہنا اور احرام باندھنے کے بعد بھی وہ کپڑا بدن پر ہے تو یہ ممنوع ہے اس کو اتارنا ہوگا اور تاوان بھی لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ کپڑا بدن سے الگ چیز ہے وہ بدن کے تابع نہیں ہے اس لئے ایسا سمجھا جائے گا کہ احرام کے بعد سلا ہوا کپڑا پہنا، اس لئے اس کو خوشبو پر قیاس نہیں کر سکتے۔ ۔مبائن: جدا، الگ۔

ترجمه: (۱۰۲۶) اور دو رکعت نماز پڑھے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ حضرت جابرؓ نے روایت کی ہے حضورؐ نے ذوالحلیفہ میں احرام کے وقت دو رکعت نماز پڑھی

تشریح : احرام باندھنے کے لئے دو رکعت پڑھنا سنت ہے، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **قلت لعبد الله ابن عباس ....خرج رسول الله ﷺ حاجا فلما صلی فی مسجد ہ بذی الحلیفة رکعتیه أوجب فی مجلسه فأهل**

رکعتین عند احرامه قال (۱۰۲۷)وقال اللهم انی ارید الحج فیسّره لی وتقبله منی ﴾ ا؎ لان اداء ه فی ازمنةٍ متفرقة او اماکنَ متباینةٍ فلا یَعْریٰ عن المشقة عادةً فیسأل التیسرو فی الصلوٰۃ لم یذکر مثل هٰذا الدعاء لان مدتها یسیرة واداء ها عادةً متیسر (۱۰۲۸) قال ثم یلبی عقیبَ صلاته ﴾ا؎ لما روی ان النبی علیه السّلام لبیّٰ فی دُبُرصلاته وان لبّٰی بعد ما استوت به راحلته جازولکن الاول افضل لما روینا

بالحج حین فرغ من رکعتیه (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص۲۵۳ نمبر۱۷۷۰رترمذی شریف، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ۱۶۹ نمبر ۸۱۹ر بخاری شریف، باب الاھلال مستقبل القبلۃ ،ص۲۵۲،نمبر۱۵۵۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے احرام باندھنے کے لئے دورکعت نماز پڑھی۔

ترجمہ:(۱۰۲۷) دورکعت نماز پڑھنے کے بعد یہ دعاء پڑھے(اللهم انی ارید الحج فیسره لی و تقبله منی)اے اللہ میں حج کاارادہ کرتاہوں اس کوآسان کردےاوراس کوقبول فرما۔

تشریح : حج کا سفر بہت لمباہےاوراس میں مشقت بھی ہےاس لئے اس کے قبول ہونے کے لئے اورآسانی کے لئے یہ دعاء پڑھے

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ حج کی ادائیگی مختلف زمانے میں ہےاور دوردراز جگہوں میں ہےاس لئے عادۃ مشقت سے خالی نہیں ہے اس لئے آسانی کی دعاء کرے،اور نماز میں اس قسم کی دعاء اس لئے مذکور نہیں ہے کہ اس کی مدت بہت کم ہےاوراس کی ادائیگی عادۃ آسان ہے۔

تشریح : حج میں کم سے کم پانچ دن لگتے ہیں بھیڑ میں لمبا سفر کرنا پڑتا ہےاس لئے اس کے لئے آسانی کی دعاء مذکور ہے،اور فرض نماز پانچ منٹ میں ہوجاتی ہےاور مسجد تک ہی جانا پڑتا ہےاس لئے نماز کے لئے اس قسم کی دعاء مذکور نہیں ہے۔

ترجمہ:(۱۰۲۸) پھر نماز کے بعد تلبیہ پڑھے۔

ترجمہ: ا؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے بعد تلبیہ پڑھا۔اوراگر سواری پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھے تب بھی جائز ہے،لیکن نماز کے بعد تلبیہ پڑھنا زیادہ افضل ہے،اس حدیث کی بنا پر جو میں نے بیان کی۔

تشریح : حدیث میں یہ بھی ہے کہ احرام باندھنے کے لئے جو نماز پڑھے اس کے بعد فوراً حج یا عمرے کا تلبیہ پڑھے،حدیث میں اس کا ثبوت ہے،اور یہ بھی جائز ہے کہ جب سواری پر سوار ہونے لگے تب زور زور سے تلبیہ پڑھے۔

وجہ :(ا) نماز کے بعد تلبیہ پڑھنے کی حدیث یہ ہے۔ قلت لعبد الله ابن عباس ....خرج رسول الله ﷺ حاجا

(۱۰۲۹) وان كـان مُفرِدًا بالحج ينوى بتلبيته الحج ﴿ لانـه عبادة والاعمال بالنيات (۱۰۳۰) والتلبيةُ ان يـقـول لبيك اللهم لبيك لبيك لاشريك لك لبيك ان الـحـمـد والنعمة لك والملك لا شريك لك﴾

فـلـمـا صلى في مسجد ه بذي الحليفة ركعتيه أوجب في مجلسه فأهل بالحج حين فرغ من ركعتيه (ابوداؤد شریف، باب فی وقت الاحرام ص۲۵۳ نمبر ۱۷۷۰/ ترمذی شریف، باب ماجاء متی احرم النبی ﷺ ص ۱۶۹ نمبر ۸۱۹/ بخاری شریف، باب الاهلال مستقبل القبلۃ ،ص۲۵۲،نمبر ۱۵۵۴) اس حدیث میں ہے کہ نماز کے بعد حضورؐ نے تلبیہ پڑھا۔(۲) اور سواری پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔عـن عبـد الـلـه بن عمر ان رسول الله ﷺ كان اذا استوت به راحـلـتـه قائمة عند مسجد ذو الحليفة اهل فقال لبيك اللهم لبيك، الخ. (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا ص ۳۷۵ نمبر ۱۱۸۴/ ۲۸۱۲/ بخاری شریف، باب الاهلال مستقبل القبلۃ ،ص۲۵۱ نمبر ۱۵۵۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے سواری پر سوار ہونے کے بعد تلبیہ پڑھا، اسلئے یہ بھی جائز ہے۔۔استوت بہ راحلتہ : اپنی سواری پر ٹھیک سے بیٹھ جائے۔لبیٰ: تلبیہ پڑھے۔

ترجمہ: (۱۰۲۹) اگر اکیلے حج کا احرام باندھنا ہو تو اپنے تلبیہ پڑھتے وقت حج کی نیت کرے۔

ترجمہ: اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور عمل کا مدار نیت پر ہے

تشریح : پہلے بارہا گزرا کہ عبادت بغیر نیت کے درست نہیں ہوتی، اور حج بھی اہم عبادت ہے اس لئے جب احرام باندھ رہا ہو اور اس کے لئے تلبیہ پڑھ رہا ہو تو اگر صرف حج کی نیت ہو تو تلبیہ پڑھتے وقت حج کی نیت کرے، اور عمرہ باندھنے کی نیت ہو تو عمرہ کی نیت کرے۔

ترجمہ: (۱۰۳۰) اور تلبیہ اس طرح پڑھے۔لبيك الـلـهـم لبيك لبيك لا شـريك لك لبيك ان الحمد والـنـعمة لك والملك لا شريك لك ۔(اس کا ترجمہ ہے۔اے اللہ حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں آپ کے لئے کوئی شریک نہیں ہے، حاضر ہوں۔تمام تعریفیں اور نعمت آپ کے لئے ہے اور ملک آپ کے لئے ہے، آپ کا کوئی شریک نہیں)

تشریح : تلبیہ کا معنی ہے اے خدا میں تیرے سامنے حاضر ہوں، اور اس کے الفاظ یہ ہیں جو اوپر گزرے۔ احرام کی نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھے گا تو احرام باندھا چلا جائے گا۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ كان اذا استوت به راحلته قـائـمة عـنـد مسجد ذو الحليفة اهل فقال:﴿ لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد

۱؎ قوله ان الحمد بكسر الالف لابفتحها ليكون ابتداءً لا بناء اذالفتحة صفة الاولىٰ ۲؎ وهو اجابة لدعاء الخليل صلوات الله عليه علىٰ ما هو المعروف فى القصة ۳؎ ولاينبغى ان يُخل بشئ من هذه

والنعمة لک والملک لا شريک لک ﴾.قالوا وكان عبد الله بن عمر يقول هذه تلبية رسول الله ﷺ قال قال نافع كان عبد الله يزيد مع هذا لبيک لبيک وسعديک والخير بيديک لبيک والرغباء اليک والعمل. (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا ص۴۷۵ نمبر۲۸۱۲/۱۱۸۴ /بخاری شریف، باب التلبیۃ ص۲۱۰ نمبر۱۵۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کس طرح پڑھے۔اور عبداللہ بن عمر کے عمل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی تلبیہ کے علاوہ کچھ کلمات کی زیادتی بھی کی جا سکتی ہے۔

ترجمہ: ۱؎ متن میں ،اِنّ الحمد ،الف کے کسرے کے ساتھ ہے فتحہ کے ساتھ نہیں ہے تا کہ الگ جملہ ہو جائے پچھلے جملے کے ساتھ متصل نہ رہے اس لئے کہ الف کے فتحہ کی شکل میں پہلے جملے کی صفت بن جائے گی۔

تشریح : لبیک کے کلمات میں جو ،اِن الحمد ، آیا اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ الف کے کسرے کے ساتھ پڑھیں تو یہ جملہ مستقل ہو جائے گا اس لئے کسریٰ پڑھنا بہتر ہے، اور ،اَنّ، کے فتحے کے ساتھ پڑھیں تو یہ جملہ پہلے جملے کی صفت بن جائیگا اور پورا ایک ہی جملہ ہو جائے گا الگ جملے سے تعریف نہیں ہوگی اس لئے یہ بہتر نہیں ہے، تاہم جائز ہے۔

ترجمہ: ۲؎ لبیک، کا پورا جملہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے پکارنے کا جواب ہے، جیسا کہ واقعہ میں مشہور ہے۔

تشریح :آیت کے اندر ہے کہ جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوئی تو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ کو حج کے لئے آواز دینے کا حکم دیا، اس لئے انہوں نے پکار کر حج کے لئے آنے کی آواز دی، تو پوری دنیا نے اس آواز کو سنی اور اس کے جواب میں کہا، لبیک، میں حاضر ہوں۔(۱) آیت یہ ہے. و اذن فى الناس بالحج يأتوک رجا لا و على كل ضامر يأتين من كل فج عميق ۔(آیت ۲۷، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ آپ لوگوں کو حج میں آنے کی آواز دیجئے، لوگ دور دراز ملکوں سے آئیں گے۔اس کے جواب میں لبیک ہے(۲) اور اثر یہ ہے۔ عن ابن عباس قال : لما بنى ابراهيم البيت أوحى الله اليه أن اذن فى الناس بالحج قال فقال ابراهيم : الا ان ربكم قد اتخذ بيتا و أمركم أن تحجوه فاستجاب له ما سمعه من حجر أو شجر أو اكمة أو تراب ، لبيک اللهم لبيک . (مستدرک للحاکم، باب کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء و المرسلین، ج ثانی، ص۶۰۲، نمبر ۴۰۲۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حج کی آوز دینے کے لئے اللہ نے حکم دیا جسکا جواب لوگوں نے ،لبیک، کے ساتھ دیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اوپر تلبیہ کے جو کلمات گزرے ان سے کم کرنا مناسب نہیں اس لئے کہ تمام راویوں کے اتفاق کے ساتھ یہ منقول

الکمات لانه هو المنقول باتفاق الرواة فلا ینقص عنه ولو زاد فیهاجاز ۴ خلافا للشافعیؒ فی روایة الربیع عنه هو اعتبره بالاذان والتشهد من حیث انه ذکر منظوم

ہےاس لئے اس سے کم نہ کیا جائے،اور اگر اس سے زیادہ کرے تو جائز ہے۔

تشریح:۔تلبیہ کے جو کلمات لبیک سے لیکر لا شریک تک تھے اس سے کم کرنا مناسب نہیں،کیونکہ تمام راویوں نے اتنے کلمات ذکر فرمائے ہیں،اس لئے اس سے کم کرنا مناسب نہیں،البتہ ان کلمات سے زیادہ کرے تو جائز ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر ان کلمات سے زیادہ یہ بھی پڑھا کرتے تھے،**لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل**۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سے زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

وجه : پوری حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ کان اذا استوت به راحلته قائمة عند مسجد ذوالحلیفة اهل فقال:﴿ لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک ﴾.قالوا وکان عبد الله بن عمر یقول هذه تلبیة رسول الله ﷺ قال قال نافع کان عبد الله یزید مع هذا لبیک لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل.** (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتها ووقتها ص ۳۷۵ نمبر ۲۸۱۲/۱۱۸۴/ابن ماجۃ شریف، باب التلبیۃ ،ص ۴۲۲،نمبر ۲۹۱۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ میں زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

ترجمه: ۴ خلاف امام شافعیؒ کے جیسا کہ ان سے ربیعؒ کی روایت میں ہے، وہ آذان اور تشہد پر قیاس کرتے ہیں اس طرح کہ وہ متعین ذکر ہے۔

امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ تلبیہ کے جو کلمات متفق راویوں سے گزرے وہی ہوں تو زیادہ بہتر ہے،البتہ ایسے جملے زیادہ کئے جا سکتے ہیں جو تلبیہ ہی کے معنی میں ہیں،جیسا کہ حضرت ابو ہریرۃ کی روایت میں اضافہ ہے۔موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ **قال الشافعیؒ کما روی جابر و ابن عمر : کانت اکثر تلبیة رسول الله ﷺ و هی التی أحب أن تکون تلبیة المحرم ، لا یقصر عنها و لا یجاوز ها الا أن یدخلها ما روی ابو هریرة عن النبی ﷺ فانه مثلها فی المعنی**۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب کیف التلبیۃ ، ج خامس ،ص ۱۸۴،نمبر ۵۸۲۸)اس عبارت میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں تلبیہ میں اور کلمات کو داخل کرنا جائز تو ہے لیکن پسندیدہ یہی ہے کہ وہی کلمات رہے جو متفق راویوں سے گزرے۔

وجه : (۱) **فان سالم بن عبد الله بن عمر أخبرنی عن أبیهؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یهل ملبدا یقول: لبیک اللهم لبیک لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک لا**

۵ ولنا ان اجلّاء الصحابة كابن مسعودؓ وابن عمرؓ و ابی هريرةؓ زادوا علی الماثور ۶ ولان المقصود الثناء واظهار العبودية فلا يمنع من الزيادة عليه (۱۰۳۱) قال واذا لبیّ فقد احرم ﴾

۱ يعنی اذا نوی لان العبادة لا تتادی الا بالنية الا انه لم يذكرها لتقدم الاشارة اليها فی قوله اللهم انی اريد الحج

يزيد علی هؤلاء الكلمات (مسلم شریف، باب التلبیۃ وصفتہا ووقتہا ص ۴۷۵ نمبر ۱۱۸۴/۲۸۱۴) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ان کلمات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس لئے اس سے زیادہ بڑھانا مناسب نہیں ہے۔ (۲) اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جس طرح آذان اور تشہد کے کلمات میں اضافہ کرنا مناسب نہیں وہی کلمات رہیں جو منقول ہیں، اسی طرح تلبیہ کے کلمات بھی وہی رہیں جو حدیث میں منقول ہیں تو بہتر ہے، البتہ تلبیہ ہی کے معنی میں کوئی کلمہ ہو تو اس کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر دوسرے کلمات کا اضافہ کر ہی دیا تو جائز ہے۔ (۳) حضرت ابو ھریرۃؓ کی حدیث یہ ہے جس میں اوپر کے الفاظ سے اضافہ ہے۔ عن ابی هريرة أن رسول الله ﷺ قال فی تلبيته : لبيك اله الحق لبيك ۔ (ابن ماجۃ شریف، باب التلبیۃ، ص ۴۲۲، نمبر ۲۹۲۰) اس حدیث میں ہے کہ اوپر کے کلمات کے علاوہ بھی تلبیہ میں پڑھنا جائز ہے

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ، جیسے عبد اللہ ابن مسعود اور عبد اللہ ابن عمر، اور حضرت ابو ہریرۃؓ نے منقول تلبیہ پر زیادہ کیا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ جیسے عبد اللہ ابن مسعود، عبد اللہ ابن عمر، اور حضرت ابو ہریرۃؓ جیسے صحابہ نے منقول تلبیہ میں اضافہ کیا ہے جیسے کہ اوپر گزر چکا اس لئے اضافہ کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: ۶ اور اس لئے کہ مقصود بندگی کو ظاہر کرنا ہے اس لئے کلمات زیادہ کرنے سے روکا نہیں جائے گا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ تلبیہ پڑھنے کا مطلب اللہ کے سامنے اپنی بندگی ظاہر کرنا ہے اس لئے تلبیہ میں بندگی کے کلمات زیادہ کرے تو اور اچھا ہے، اس لئے زیادہ کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۰۳۱) پس جب کہ تلبیہ پڑھا تو احرام باندھ لیا۔

تشریح: احرام کے کپڑے پہن کر حج یا عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھے گا تو احرام باندھا چلا جائے گا۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

ترجمہ: ۱ یعنی جب نیت کر لے گا اس لئے کہ عبادت بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی لیکن اس کو یہاں ذکر اس لئے نہیں کیا کہ ماتن کا قول، اللهم انی اريد الحج، میں اس کا اشارہ گزر چکا ہے۔

تشریح: یہاں متن میں ہے کہ تلبیہ پڑھنے سے احرام باندھا چلا جائے گا، حالانکہ اصل یہ ہے کہ احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے گا

(۱۰۳۲) ولا یصیر شارعا فی الاحرام بمجرد النیة مالم یأت بالتلبیة ﴾ لـ خلافا للشافعیؒ

تو احرام باندھا جائے گا، اس لئے فرماتے ہیں کہ نیت کا تذکرہ پہلے، اللھم انی ارید الحج ، میں گزر چکا ہے اس لئے ماتن نے دو بارہ اس کا تذکرہ نہیں کیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے گا تب احرام باندھا جائے گا، اور اگر بغیر احرام کی نیت کے تلبیہ پڑھے گا تو اس سے احرام نہیں باندھا جائے گا۔

وجه : (۱) حدثنا جابر بن عبد اللهؓ قدمنا مع رسول الله ﷺ و نحن نقول لبیک اللھم لبیک بالحج فأمرنا رسول الله ﷺ فجعلناها عمرة ۔(بخاری شریف، باب من لبی بالحج وسماہ، ص ۲۵۵ نمبر ۱۵۷۰) اس حدیث میں ہے کہ تلبیہ کے ساتھ حج کی نیت کرے۔

ترجمه: (۱۰۳۲) اور صرف نیت سے احرام شروع کرنے والا نہیں ہوگا جب تک کہ تلبیہ نہ پڑھے۔

تشریح :احرام باندھنے کی نیت کے ساتھ تلبیہ بھی پڑھے تب احرام ہوگا، جس طرح نماز شروع کرنے کی نیت کرے اور ساتھ ہی اللہ اکبر بھی پڑھے تو تحریمہ سے نماز شروع ہوگی اسی طرح یہاں تلبیہ سے حج شروع ہوگا، اتنی بات ضرور ہے کہ تلبیہ کسی اور زبان میں پڑھے گا تب بھی احرام ہو جائے گا کیونکہ حج کا معاملہ اس بارے میں وسیع ہے۔

وجه: (۱) تلبیہ پڑھنے کو ہی احرام باندھنا کہتے ہیں۔حدیث میں ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجة الوداع ... واهلی بالحج ودعی العمرة . (بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۵۵۶) اس حدیث میں اھلی بالحج کا ترجمہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لو اور یہ بھی ہے کہ حج کا تلبیہ پڑھو۔اس لئے احرام باندھنے کے لئے تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔(۲) جابر بن عبد اللهؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ یوم ساق البدن معه و قد أهلوا بالحج مفردا ۔(بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج، ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں، أھلوا بالحج، ہے جس کا ترجمہ ہے حج کا احرام باندھو، اور اھل کا ترجمہ ہے تلبیہ پڑھو، اس لئے احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔(۳) تفسیر طبری میں ﴿فمن فرض فیهن الحج﴾ قال من اهل بحج (تفسیر طبری ج ثانی ص ۱۵۲/اعلاء السنن، باب وجوب التلبیہ ، ج العاشر ص ۴۲، نمبر ۲۵۹۹) اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ تلبیہ پڑھنا ہی احرام باندھنا ہے۔اس لئے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھے گا تو احرام باندھا چلا جائے گا۔

ترجمه: لـ خلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح :امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ احرام کی نیت سے احرام بندھ جائے گا چاہے تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے البتہ پڑھ لے تو اچھا ہے۔

۲ لانه عقد على الاداء فلا بد من ذكر كما فى تحريمة الصلوٰة ۳ ويصير شارعًا بذكرٍ يقصد به التعظيم سوى التلبية فارسيةً كانت او عربية هٰذا هو المشهور عن اصحابنا ۴ والفرق بينه وبين الصلوٰة علىٰ اصلهما ان باب الحج اوسع من باب الصلوٰة حتى يقام غير الذكر مقام الذكر كتقليد البدن فكذا غيرُ

وجه : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ روزے کی نیت کے بعد روزہ ہو جاتا ہے چاہے اس کے بعد کوئی ذکر کرے یا نہ کرے، اسی طرح احرام کی نیت کے بعد احرام ہو جائے چاہے تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ احرام کچھ چیزوں کی ادائیگی پر عقد باندھنا ہے اس لئے ذکر ضروری ہے جیسے نماز کے تحریمہ میں اللہ اکبر ضروری ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ احرام کی وجہ سے حج میں کئی چیزوں کی ادائیگی ہے مثلا طواف زیارت، وقوف عرفہ اس لئے احرام باندھتے وقت کچھ ذکر ضروری ہے، جیسے نماز کے تحریمے کے بعد رکوع سجود ہے تو تحریمہ کے لئے اللہ اکبر کہنا ضروری ہے اور اسی سے تحریمہ منعقد ہوتا ہے اسی طرح احرام کے وقت بھی تلبیہ پڑھنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۳ تلبیہ کے علاوہ کوئی بھی جملے جس سے تعظیم ہو اس سے احرام شروع ہو جائے گا چاہے فارسی میں چاہے عربی میں ہو، ہمارے اصحاب سے مشہور یہی ہے۔

تشریح : اوپر آیا کہ احرام باندھنے کے لئے تلبیہ پڑھے، اب یہ بتا رہے ہیں کہ کوئی بھی جملے جس سے اللہ تعالی کی تعظیم ہو چاہے فارسی میں ہو یا عربی میں ہو اس سے تلبیہ ادا ہو جائے گا اور احرام باندھا چلا جائے گا۔ ہمارے اصحاب سے مشہور روایت یہی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ احرام کا معاملہ تھوڑا وسیع ہے یہ نماز کی طرح تنگ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ احرام کی نیت کر کے ھدی کے جانور کا قلادہ باندھے گا تب بھی احرام باندھا چلا جائے گا، حالانکہ وہاں کوئی ذکر نہیں ہے اور نہ کوئی تلبیہ ہے، پس جب قلادہ باندھنے سے احرام بندھ جاتا ہے تو تلبیہ کے علاوہ کوئی اور ذکر پڑھے تو اس سے بدرجہ اولی احرام بندھ جائے گا۔۔ اس کے برخلاف نماز کا تحریمہ باندھنے کے لئے اللہ اکبر یا اس سے قریب قریب کے الفاظ ہی لانا پڑے گا، اس کے علاوہ سے تحریمہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۴ اور احرام اور نماز کے درمیان صاحبین کے قاعدے پر فرق یہ ہے کہ حج کا باب نماز سے وسیع ہے یہی وجہ ہے کہ حج میں غیر ذکر ذکر کے قائم مقام ہے بدنہ کو قلادہ ڈالنے کی وجہ سے پس ایسے ہی غیر تلبیہ اور غیر عربی تلبیہ کے درجے میں ہو جائے گا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ غیر عربی میں اللہ اکبر کہے تو تحریمہ باندھا چلا جائے گا، اسی طرح غیر عربی میں تلبیہ پڑھے تو تلبیہ ہو جائے۔ لیکن صاحبینؒ کا مسلک یہ ہے کہ غیر عربی میں تحریمہ جائز نہیں تو ان پر اشکال ہو سکتا ہے کہ غیر عربی میں تلبیہ کیسے جائز ہوا، تو اس کا جواب دیا کہ احرام کا معاملہ نماز سے وسیع ہے، یہی وجہ ہے کہ احرام کی نیت سے ہدی کے جانور کو قلادہ ڈالے گا

التلبية وغير العربية (۱۰۳۳) قال ويتّقى ما نهى الله تعالىٰ عنه من الرَّفَث والفسوق والجدال ﴿١ والاصل فيه قوله تعالىٰ فلا رفَثَ ولا فُسُوق ولا جدال فى الحج ٢ فهذا نهى بصيغة النفى ٣ والرفث الجماع او الكلام الفاحش او ذكر الجماع بحضرة النساء

تو وہ بھی تلبیہ کے درجے میں ہو جائے گا اور احرام باندھا چلا جائے گا، جب غیر تلبیہ تلبیہ کے درجے میں ہے تو عربی کے علاوہ میں تلبیہ پڑھا تو تلبیہ کے درجے میں ہو جائے گا اور احرام باندھا چلا جائے گا۔ اصلھما: صاحبینؒ کا قاعدہ۔

ترجمہ: (۱۰۳۳) پس بچے ان چیزوں سے جس سے اللہ نے منع کیا ہے، مثلا جماع کی باتوں، فسق کی باتوں، اور جھگڑے کی باتوں سے۔

ترجمہ ١ اصل اس بارے میں اللہ تعالی کا قول ہے۔ **فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحج** (آیت ۱۹۷ سورة البقرة ۲)،

تشریح: اللہ نے محرم کو جماع، جھگڑے اور فسق کی باتیں کرنے سے منع کیا ہے۔ محرم احرام کی حالت میں ان باتوں سے پرہیز کرے۔

وجه : (۱) **فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحج** . (آیت ۱۹۷ سورة البقرة ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو احرام باندھے اس کو جماع کی باتیں، فسق کی باتیں اور جھگڑے کی باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لغت: الرفث : جماع کی باتیں۔ الفسوق : فسق کی باتیں۔ الجدال : جھگڑے کی باتیں۔

ترجمہ: ٢ یہ نہی ہے نفی کے صیغے کے ساتھ۔

تشریح : نفی کا مطلب ہے کسی چیز کو واقعے کے طور پر بیان کرنا۔ اور نہی کا مطلب ہے کسی چیز سے روکنا۔ آیت میں، **فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فى الحج**، کہہ کر واقعہ بیان کیا ہے کہ حج میں جماع کی بات، فسق کی بات، اور جھگڑا نہیں ہے، حالانکہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جماع کی بات، فسق کی بات اور جھگڑے کی بات مت کرو، جسکو اردو میں روکنا کہتے ہیں، اور عربی میں نہی، کہتے ہیں، اس لئے شارح فرماتے ہیں کہ آیت میں نفی بول کر نہی مراد لیا ہے اور ان چیزوں کا واقعہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان چیزوں سے روکنا مقصود ہے۔

ترجمہ: ٣ آیت میں رفث کا معنی جماع کرنا ہے، یا بدگوئی ہے، یا عورتوں کے سامنے جماع کی باتیں کرنا ہے۔

تشریح : آیت میں رفث کے تین معنی بیان کر رہے ہیں [۱] بیوی سے جماع کرنا [۲] دوسرا معنی ہے فحش باتیں کرنا [۳] تیسرا ترجمہ ہے عورتوں کے سامنے جماع کی باتیں کرنا۔ آیت میں یہ تینوں معنی بن سکتے ہیں۔

۴ والفسوق المعاصی وهو فی حال الاحرام اشد حرمةً ۵ والجدال ان یُجادل رفیقه وقیل مجادلة المشرکین فی تقدیم وقت الحج وتاخیره (۱۰۳۴) ولا یقتل صیدا ﴾ ۱ لقوله تعالیٰ ولا تقتلوا الصید وانتم حُرُمٌ (۱۰۳۵) ولا یشیر الیه ولا یدل علیه﴾ ۱ لحدیث ابی قتادة انه اصاب حمار وَحُشٍ

ترجمه: ۴ فسوق کا معنی ہے گناہ کرنا، اور یہ احرام کی حالت میں زیادہ حرام ہے۔

تشریح : آیت میں فسوق کا ترجمہ ہے گناہ کا کام کرنا، گناہ کا کام کرنا عام حالت میں حرام ہے، لیکن احرام کی حالت میں زیادہ حرام ہے۔

ترجمه: ۵ اور آیت میں جدال کا معنی یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں سے جھگڑا کرے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حج کے وقت کو مقدم مؤخر کرنے میں مشرکین سے جھگڑا کرے۔

تشریح : آیت میں، ولا جدال، ہے اس کے دو معنی ہیں [۱] ایک یہ کہ اپنے ساتھوں سے جھگڑا نہ کرے، [۲] اور دوسرا معنی یہ ہے کہ مشرکین اپنے زمانے میں حج کے وقت کو اپنے وقت سے کبھی مقدم کرتے اور کبھی مؤخر کرتے، تو اس بارے میں مشرکین سے بھی جھگڑا نہ کرے۔

ترجمه: (۱۰۳۴) محرم شکار کو قتل نہ کرے۔

ترجمه: ۱ اللہ تعالی کا قول احرام کی حالت میں شکار کو قتل نہ کرو۔ کی وجہ سے

تشریح: شکار کا قتل کرنا، اس کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی طرف رہنمائی کرنا سب محرم کے لئے حرام ہیں۔

وجه : (۱) احرام کی حالت میں شکار کرنا اس آیت سے حرام ہے۔ یآیها الذین ء امنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بلغ الکعبة ۔ (آیت ۹۵، سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ احرام کی حالت میں شکار مت کرو۔ (۲) اس آیت میں بھی ہے۔ احل لکم صید البحر وطعامه متاعا لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البر مادمتم حرما. (آیت ۹۶ سورة المائدة ۵) اس آیت سے معلوم ہوا کہ سمندر کا شکار کرنا احرام کی حالت میں جائز ہے۔ لیکن خشکی کا شکار کرنا جائز نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۰۳۵) نہ شکار کی طرف اشارہ کرے اور نہ اسکی طرف رہنمائی کرے۔

ترجمه: ۱ حضرت ابو قتادہؓ کی حدیث کی وجہ سے کہ انہوں نے وحشی گدھے کو پایا اور وہ حلال تھے اور انکے ساتھی محرم تھے، تو نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے گدھے کی طرف اشارہ تو نہیں کیا تھا؟، کیا آپ نے رہنمائی تو نہیں کی تھی ؟ کیا آپ نے مدد تو نہیں کی تھی تو صحابہ نے کہا کہ نہیں! تو آپؐ نے فرمایا تب تو کھاؤ۔

وهو حلال واصحابه محرمون فقال النبی علیه السلام لاصحابه هل اشرتم هل دَلَلْتم هل اَعَنْتُمْ فقالوا لا فقال اذًا فکلوا ٢ؕ ولا نه ازالة الا من عن الصید لانه اٰمنٌ بتوحشه وبعده عن الاعین و قال

(١٠٣٦)ولا یلبس قمیصًا ولا سراویل ولا عمامة ولا خفین الا ان لا یجد نعلین فیقطعهما اسفل من الکعبین﴾

تشریح : جس طرح شکار کرنا محرم کے لئے حرام اسی طرح اس کی طرف اشارہ کرنا، اس کی طرف رہنمائی کرنا کہ دیکھو ادھر شکار ہوسکتا ہے، یا شکار کرنے میں مدد کرنا سب حرام ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ احرام کا مطلب یہ ہے کہ تمام شکاری اور وحشی جانور مجھ سے امن میں ہیں، اور یہ باتیں اس کے امن میں خلل انداز ہیں اس لئے اشارہ، رہنمائی اور مدد کرنا بھی حرام ہوگا۔ حضرت ابوقتادہؓ کی حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔

وجه :(ا) اس کی دلیل ان احادیث میں ہے جو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عبد الله بن ابی قتادة ان اباه اخبره ان رسول الله خرج حاجا فخرجوا معه ... فاکلنا من لحمها (لحم الصید)ثم قلنا انأکل لحم صید و نحن محرمون فحملنا ما بقی من لحمها قال امنکم احد امره ان یحمل علیها او اشار الیها؟ قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمها ۔(بخاری شریف، باب لایشیر المحرم الی الصید لکی یصتادہ الحلال ص ٢٤٦ نمبر ١٨٢٤)(٢) اور مسلم میں ہے۔ھل منکم احد امره او اشار الیه بشیء قال قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمها اور حضرت شعبہ کی روایت میں ہے۔ قال : أشرتم أو أعنتم أو أصدتم ؟ (مسلم شریف، باب تحریم الصید الماکول البری او ما اصلہ ذلک علی المحرم، کتاب الحج ص ٤٩٦ نمبر ١١٩٦/٢٨٥٥/٢٨٥٦) اس حدیث میں ہے کہ محرم کے لئے شکار کی طرف اشارہ کرنا یا رہنمائی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

لغت :حمار وحش: وحشی گدھا۔ دللتم: دل سے مشتق ہے، اشارہ تو نہیں کیا تھا۔ اعنتم: مدد تو نہیں کی تھی؟ توحش: وحشی ہونا۔

ترجمه: ٢ؕ اور اس لئے کہ ان حرکتوں سے شکاری جانور سے امن کو زائل کرنا ہے، اس لئے کہ وہ وحشی ہونے کی وجہ سے اور لوگوں کی نگاہوں سے دور ہونے کی وجہ سے امن میں ہے۔

تشریح:۔ یہ دلیل عقلی ہے کہ شکاری جانور دور دراز جنگل میں ہوتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں سے دور رہ کر امن میں ہے، اور اسکی طرف اشارہ کرے گا، یا اسکی رہنمائی کرے گا یا اسکے شکار کرنے میں مدد کرے گا تو اس کی وجہ سے اس کا امن زائل ہوگا اس لئے یہ حرکتیں حرام ہیں۔

ترجمه: (١٠٣٦) محرم نہ پہنے قمیص، نہ پائجامہ، نہ عمامہ، نہ موزے مگر یہ کہ نہ پائے چپل تو اس کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ دے۔

لـ لماروی ان النبی ﷺ نهی ان یلبس المحرم هذه الاشیاء وقال فی اٰخره ولاخفین الا ان لایجد نعلین فلیقطعهما اسفل من الکعبین ۲؎ والکعب هنا المفصل الذی فی وسطه القدم عند مَعْقد الشراک فی ما رویٰ ھِشام

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے محرم کوان چیزوں کے پہننے سے روکا، اور آخیر میں یہ بھی کہا کہ موزہ بھی نہ پہنے، مگر یہ کہ چپل نہ ملے تو دونوں موزوں کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ دے۔

تشریح: اصول یہ ہے کہ مرد محرم سلا ہوا کپڑا نہ پہنے۔ یہ سب سلے ہوئے کپڑے ہیں اس لئے ان کو نہ پہنے۔ اس میں ہے کہ موزہ بھی نہ پہنے کیونکہ موزہ بھی سلا ہوا ہوتا ہے۔ البتہ چپل نہ ہو تو موزہ کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ دے تا کہ چپل کی طرح ہو جائے پھر اس کو پہن سکتا ہے۔

وجه: اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال یا رسول الله مایلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول الله ﷺ لا یلبس القمیص ولاالعمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لایجد نعلین فلیلبس خفین ولیقطعهما اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسه زعفران او ورس. (بخاری شریف، باب مالایلبس المحرم من الثیاب، ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۲ر مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج اوعمرۃ لبسه وما لا یباح، ص ۳۷۲ر ۳۷۲ نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷ر ابو داؤد شریف، باب مایلبس المحرم نمبر ۱۸۲۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قمیص، عمامہ، پائجامہ اور ٹوپی پہننا جائز نہیں ہے۔ عمامہ اگر چہ سلا ہوا نہیں ہوتا لیکن اس سے سر ڈھنکا جاتا ہے اور مرد محرم کے لئے سر ڈھانکنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے پگڑی پہننا جائز نہیں۔ اسی طرح زعفران اور ورس سے رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں خوشبو ہوتی ہے اور محرم کے لئے خوشبو لگانا جائز نہیں۔ البتہ اس کو دھو کر خوشبو ختم کر دی جائے تو پھر پہننا جائز ہوگا۔ اسی طرح موزے پہننا جائز نہیں ہے البتہ اگر چپل نہ ملے تو اس کو کاٹ کر چپل کی طرح بنا لے اور پہن لے۔

ترجمه: ۲؎ اور ٹخنے سے یہاں مراد وہ جوڑ ہے قدم کے درمیان میں تسمہ باندھنے کی جگہ ہوتا ہے، حضرت ھشام نے امام محمدؒ سے یہی روایت کی ہے۔

تشریح: پاؤں میں دو جگہ کعب یعنی ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے، [۱] ایک پنڈلی کی ہڈی جہاں ختم ہوتی ہے وہاں دو ابھری ہوئی ہڈی ہوتی ہے جسکا تذکرہ وارجلکم الی الکعبین آیت میں ہے اس کا ذکر کتاب الطہارت میں گزرا، اور یہاں ٹخنے سے مراد وہ ہڈی ہے جو قدم کے درمیان میں ابھری ہوئی ایک ہڈی ہوتی ہے محرم اپنے موزے کو یہاں تک کاٹے اور موزے کو چپل کی طرح بنا لے اور اس کو پہن سکتا ہے۔ امام محمدؒ سے حضرت ھشام نے یہی نقل کیا ہے۔

(۱۰۳۷) عن محمد ولا يُغطّی وجهَه ولا رأسَه ﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ يجوز للرجل تغطية الوجه لقوله عليه السّلام احرام الرجل فی رأسه واحرام المرأة فی وجهها

لغت : کعب: ابھری ہوئی ہڈی، ٹخنہ۔ مفصل: جوڑ۔ الشراک: چپل کی پٹّل، چپل کا تسمہ، معقد الشراک: تسمہ کے باندھنے کی جگہ۔

ترجمہ (۱۰۳۷) محرم نہ سر ڈھاکے اور نہ چہرہ ڈھاکے۔

تشریح : محرم مرد کے لئے سر ڈھاکنا جائز نہیں اور چہرہ بھی ڈھاکنا جائز نہیں۔

وجہ : (۱) **عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله مايلبس المحرم من الثياب؟ قال رسول الله ﷺ لا يلبس القميص ولاالعمائم ولا السراويلات ولا البرانس.** (بخاری شریف، باب مالایلبس المحرم من الثیاب، ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۲ رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج اوعمرة لبسه ومالا یباح ،ص ۳۷۲ ۳/۳۷۲ ،نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷ رابوداؤد شریف، باب مایلبس المحرم نمبر ۱۸۲۳) اس حدیث میں ہے کہ پگڑی نہ پہنے اور ٹوپی نہ پہنے۔ کیونکہ ان سے سر ڈھنک جاتا ہے (۲) اور عورت کے چہرے پر کپڑا نہ آئے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عمر عن النبی ﷺ المحرمة لا تنتقب ولا تلبس القفازين** (ابوداؤد شریف، باب مایلبس المحرم ص ۲۶۱ نمبر ۱۸۲۶) اس حدیث میں ہے کہ محرمہ عورت نقاب نہ کرے کیونکہ اس سے چہرہ ڈھنک جاتا ہے (۳) حدیث میں ہے ۔ **عن عائشة قالت كان الركبان يمرون بنا و نحن مع رسول الله ﷺ محرمات، فاذا حاذوا بنا سدلت احدانا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه .** (ابوداؤد شریف، باب فی المحرمة تغطی وجھھا ص ۲۶۹ نمبر ۱۸۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرمہ عورت کے سامنے اجنبی مرد آئے تو چہرہ پر اس طرح دور سے کپڑا اڈالے کہ چہرے پر کپڑا نہ لگے، پھر مرد کے جانے کے بعد چہرہ سے کپڑا ہٹالے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مرد کے لئے جائز ہے کہ چہرہ ڈھاکے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ مرد کا احرام اس کے سر میں ہے اور عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مرد چہرہ ڈھانک سکتا ہے، انکی رائے ہے کہ مرد کا احرام سر میں ہے اس کے چہرے میں نہیں ہے اس لئے وہ چہرہ ڈھانک سکتا ہے۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ **و تفارق المرأة الرجل فيكون احرامها فی وجهها و احرام الرجل فی رأسه فيكون للرجل تغطية وجهه كله من غير ضرورة و لا يكون ذالک للمرأة** ۔ (موسوعۃ امام شافعیؒ، باب مایلبس المرأۃ من الثیاب، ج خامس، ص ۱۵۶، نمبر ۵۷۱۱) اس عبارت میں ہے کہ محرم مرد اپنے چہرے کو ڈھانک سکتا ہے۔

وجہ :۔ (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال احرام المرأة فی وجهها و احرام**

۲ ولنا قوله عليه السّلام لا تخمّروا وجهه ولا رأسه فانه يُبعث يوم القيامة ملبّيا قاله فى محرمٍ توفّی ۳ ولان المرأة لا تغطّی وجهها مع ان فی الکشف فتنةً فالرجل بالطريق الاولی ۴ وفائدة ما روی الفرق فی تغطية الرأس (۱۰۳۸) قال ولا يمس طيبًا لقوله عليه السلام الحاج الشعث التَفِل

الرجل فی رأسه . (دارقطنی ، باب کتاب الحج ، ج ثانی ، ص ۲۵۸ ، نمبر ۲۷۳۵ ر سنن بیہقی ، باب المرأة لا تنتقب فی احرامها ولا تلبس القفازین ، ج خامس ، ص ۷۴ ، نمبر ۹۰۴۸) اس حدیث میں ہے کہ مرد کا احرام اس کے سر میں ہے ، جسکا مطلب یہ ہے کہ مرد کے چہرے میں احرام نہیں ہے ، اس کو ڈھانک سکتا ہے ۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ اسکے چہرے کو اور اس کے سر کو مت ڈھانکو ، اس لئے کہ وہ قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے کھڑا ہوگا ، ایسے محرم کے بارے میں فرمایا جو وفات پا گئے تھے ۔

تشریح : ایک محرم حجۃ الوداع میں انتقال کر گئے تھے تو حضورؐ نے فرمایا کہ انکے چہرے اور اس کے سر کو نہ ڈھانکنا اس لئے کہ قیامت کے دن یہ تلبیہ پڑھتے اٹھیں گے جس سے معلوم ہوا کہ محرم چہرہ بھی نہ ڈھانکیں ۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے ۔ عن ابن عباسؓ أن رجلا أوقصته راحلته و هو محرم فمات فقال رسول الله ﷺ : اغسلوه بماء و سدر و کفنوه فی ثوبيه و لا تخمروا رأسه و لا وجهه فانه يبعث يوم القيامة ملبيا ۔ (مسلم شریف ، باب ما یفعل بالمحرم اذا مات ، ص ۵۰۲ ، نمبر ۱۲۰۶/۲۸۹۶ / ابن ماجۃ شریف ، باب المحرم یموت ، ص ۴۴۹ ، نمبر ۳۰۸۴) اس حدیث میں ہے کہ محرم کا سر اور چہرہ مت ڈھانکو ۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ عورت اپنے چہرے کو نہیں ڈھانکے گی باوجودیکہ اس کے کھولنے میں فتنہ ہے تو مرد بدرجہ اولی نہ ڈھانکے ۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ ۔ عورت کا چہرہ کھولنے میں فتنہ ہے جب اس کو کھولنے کے لئے کہا تو مرد کو بدرجہ کھولنا ضروری ہے ۔

ترجمہ: ۴ اور روایت کی ہوئی حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ سر کے ڈھانکنے میں فرق کو ظاہر کرنا ہے ۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کی تاویل ہے کہ امام شافعیؒ کی حدیث میں جو تھا کہ مرد کا احرام سر میں ہے اور عورت کا احرام چہرے میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے سر ڈھکنے میں فرق بیان کیا جا رہا ہے ، اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ مرد چہرہ نہ ڈھکے

ترجمہ: (۱۰۳۸) اور محرم خوشبو نہ لگائے ۔ ۱ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ حاجی بغیر خوشبو لگائے پراگندہ غبار آلود بالوں والا ہے ۔

وكذالايدّهن لما روينا ﴾ (۱۰۳۹)ولا يَحلق راســه ولا شعر بدنه ﴾لقوله تعالىٰ ولا تحلقوا رؤسكم الأية

ایسے ہی تیل نہ لگائے اس حدیث کی بنا جو ہم نے روایت کی۔

تشریح : محرم گویا کہ بیت اللہ اور اللہ کا عاشق ہوتا ہے اس لئے زینت کی چیز نہ کرے اس لئے نہ خوشبو لگائے اور نہ تیل لگائے، چنانچہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ حاجی کا انداز کیا ہونا چاہئے تو آپؐ نے فرمایا کہ پراگندہ بال والا ہونا چاہئے۔

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال قام رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ! ما یوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال یا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل** . (ابن ماجۃ شریف، باب فضل دعاء الحاج، ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **اخبرنی صفوان بن یعلی عن ابیه قال کنا مع رسول الله فاتاه رجل علیه جبة بها اثر من خلوق فقال یا رسول الله ﷺ انی احرمت بعمرة فکیف افعل ... فقال انزع عنک جبتک واغسل اثر الخلوق الذی بک** ۔(مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم و بیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۴ نمبر ۱۱۸۰ر بخاری شریف، باب غسل الخلوق ثلث مرات من الثیاب ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کے لئے خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ اوپر بھی ایک حدیث گزری جس میں تھا ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسه زعفران او ورس جس سے معلوم ہوا کہ زعفران اور ورس میں خوشبو ہوتی ہے۔ اس لئے ایسا کپڑا پہننا جائز نہیں۔ (۳) **عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال یا رسول الله ما یلبس المحرم من الثیاب؟ قال رسول الله ﷺ ....ولا تلبسوا من الثیاب شیئا مسه زعفران او ورس**. (بخاری شریف، باب مالا یلبس المحرم من الثیاب، ص ۲۰۹ نمبر ۱۵۴۲ر مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج او عمرۃ لبسہ و مالا یباح ص ۳۷۲ ۳۷۳، نمبر ۲۷۹۱/۱۱۷۷ر ابو داؤد شریف، باب ما یلبس المحرم نمبر ۱۸۲۳) اس حدیث میں ہے کہ ایسے کپڑے کو نہ پہنو جس میں زعفران اور ورس کی خوشبو ہو۔ الشعث : تیل نہ لگانے کی وجہ سے بکھرا بال والا ہونا۔ التفل : خوشبو نہ لگانے کی وجہ سے بد بودار ہونا۔

ترجمه: (۱۰۳۹) سر کو حلق نہ کرائے اور نہ بدن کے بال کو کاٹے۔

ترجمه: ۱؎ اس آیت کی بنا پر کہ اپنے سر کو مت منڈواؤ۔

وجه: (۱) آیت یہ ہے۔ **ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله فمن کان منکم مریضا او به اذا من رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک** ۔(آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ محرم کو سر کے بال یا بدن کے بال نہیں کٹوانا چاہئے۔ اگر بال کٹوائے تو صدقہ دینا ہوگا یا روزے رکھنے ہونگے یا دم دینا ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ بال کٹوائے گا تو دم لازم ہوگا۔ **عن عبد الله بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرة فسألته عن الفدیة فقال نزلت**

(۱۰۴۰)ولا يقصّ من لحيته ﴾ ل لانه فی معنى الحلق ولان فيه ازالة الشعث وقضاء التفث (۱۰۴۱) قال ولا يلبس ثوبًا مصبوغًا بوَرسٍ ولا زعفران ولا عُصفر ﴾ ل لقوله علیہ السلام لايلبس المحرم ثوبا مسّه

فی خاصة وهی لكم عامة حملت الی رسول الله ﷺ والقمل يتناثر علی وجهی فقال ما كنت اری ا لو جع بلغ بک ما اری، او: ما كنت اری الجهد بلغ ما اری، تجد شاة؟ فقلت لا ،قال فصم ثلثة ايام، او اطعام ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع ۔اوردوسری روایت میں ہے۔ أو انسک بشاة . (بخاری شریف،باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶/۱۸۱۴/مسلم شریف،باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱/۲۸۸۲)اس حدیث میں ہے کہ آپ نے پہلے پوچھا کہ تمہارے پاس بکری ہے؟ تو کعب بن عجرہ نے فرمایا نہیں۔تب آپ نے فرمایا کہ تین روز روزہ رکھو۔یا چھ مسکین کو کھانا دواور ہر مسکین کو آدھا صاع دو۔اس سے معلوم ہوا کہ پہلے ہدی بکری لازم ہوگی وہ نہ ہوتو روزہ اور صدقہ لازم ہے۔اور یہ جب ہے کہ مجبوری ہو،اور مجبوری نہ ہوتو بکری ہی لازم ہوگی۔ (۳)ناخن کے بارے میں یہ اثر ہے۔عن الحسن و عطاء قال اذا انكسر ظفره قلمه من حيث انكسر وليس عليه شیء فان قلمه من قبل ان انكسر فعليه دم. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۲فی المحرم یقص ظفرہ ج ثالث،ص۱۳۰،نمبر۱۲۷۵۶) اس اثر میں ہے کہ ٹوٹنے سے پہلے ناخن کٹوایا تو دم لازم ہوگا۔۔یقص: کتروانا،کاٹنا۔

ترجمه: (۱۰۴۰)اورڈاڑھی میں سے بھی نہ کاٹے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ بھی حلق کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں پراگندگی کوزائل کرنا ہےاور میل کچیل کودور کرنا ہے۔

تشریح : ڈاڑھی کاٹنا بھی سرمنڈوانے کی طرح ہےاس لئے اس کے منڈوانے میں دم لازم ہوگا،[۲]دوسری وجہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈوانے میں میل کچیل بھی زائل کرنا ہےاور پراگندگی بھی دورکرنا ہےاس لئے اس میں بھی دم لازم ہوگا۔تفث:میل کچیل غالب ہونا۔

ترجمه: (۱۰۴۱) اورنہ پہنے ورس سے رنگا ہوا کپڑااورنہ زعفران سےاورنہ کسم سے رنگا ہوا ہو۔

ترجمه: ل اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ محرم ایسے کپڑے کو نہ پہنے جس میں زعفران اور ورس لگا ہوا ہو۔

تشریح: ان رنگوں میں خوشبو ہوتی ہےاورمحرم کے لئے خوشبولگانا جائزنہیں اس لئے ان رنگوں سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔البتہ کپڑا دھودیا گیا ہوتو جائز ہے چاہے رنگ نہ گیا ہولیکن خوشبوختم ہوگئی ہوتو جائز ہوجائے گا۔کیونکہ مقصودخوشبوکاختم کرنا ہے رنگ کا جرم ختم کرنانہیں ہے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عبد الله بن عمر ان رجلا قال يا رسول الله ما يلبس المحرم

زعفران ولاورس (١٠٤٢)الا ان يكون غسيلا لا ينفض ﴾ ١ لان المنع للطيب لاللون ٢ وقال الشافعي لا بأس بلبس المعصفر لانه لون لا طيب له ٣ ولنا ان له رائحة طيبة (١٠٤٣) قال ولا باس بان يغتسل ويدخل الحمام ﴾

من الثياب ... ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه زعفران او ورس. (بخاری شریف، باب مالا یلبس المحرم من الثیاب ص ٢٠٩ نمبر ١٥٤٢ر مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم وبیان تحریم الطیب علیہ ص ٢٧٣٢/٣ نمبر ٢٧٩١/١١٧٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ورس اور زعفران اور عصفر سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے۔

ترجمہ: (١٠٤٢) مگر یہ کہ ایسا دھلا ہوا ہو کہ خوشبو نہ دے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ خوشبو ممنوع ہے رنگ نہیں۔

تشریح : اگر زعفران اور ورس میں رنگا ہوا کپڑا ایسا دھلا ہوا ہے جس میں اسکی خوشبو نہیں ہے چاہے اسکا رنگ ابھی موجود ہے تو اس کا پہننا جائز ہے، کیونکہ اصل ممنوع تو خوشبو ہے رنگ ممنوع نہیں ہے اس لئے اگر خوشبو نہیں ہے تو پہننا جائز ہے

وجہ : (١) اس حدیث میں ہے۔ ان صفوان بن يعلى قال لعمر ارني النبي ﷺ ... فقال اغسل الطيب الذی بک ثلث مرات وانزع عنک الجبة (بخاری شریف، باب غسل الخلوف ثلث مرات من الثیاب ص ٢٠٨ نمبر ١٥٣٦) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کپڑا دھولے جس سے خوشبو ختم ہو جائے تو پہن سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس میں رنگ ہوتا ہے خوشبو نہیں ہوتی۔

تشریح : موسوعۃ میں ہے۔لا تلبس المرأة ثياب الطيب ، و تلبس الثياب المعصفر و لا ارى المعصفر طيبا ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب ما تلبس المرأۃ من الثیاب، ج الخامس ص ١٥٣، نمبر ٥٧٠٠) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے

وجہ : (١) امام شافعیؒ فرماتے ہیں عصفر سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ عصفر میں خوشبو نہیں ہوتی (٢) ولبست عائشة الثياب المعصفر ة وهي محرمة... وقال جابر لا ارى المعصفر طيبا (بخاری شریف، باب مایلبس المحرم من الثیاب والاردیۃ ص ٢٠٩ نمبر ١٥٤٥) اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ عصفر رنگ میں خوشبو نہیں ہوتی۔

ترجمہ: ٣ ہماری دلیل یہ ہے کہ اس میں اچھی خوشبو ہوتی ہے۔

ترجمہ: (١٠٤٣) کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ محرم غسل کرے اور غسلخانہ میں داخل ہو۔

۱؎ لان عمر اغتسل وهو محرم (۱۰۴۴)ولابأس بان يستظلّ بالبيت والمحمل ﴿۱؎ وقال مالك يكره ان يستظل بالفُسطاط وما اشبه ذلك لانه يشبه تغطية الرأس

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ حضرت عمر نے احرام کی حالت میں غسل کیا

تشریح : غسل کرنے سے پراگندگی دور ہوتی ہے اس لئے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید خوشبو کی طرح اس کا کرنا بھی جائز نہ ہو اس لئے حدیث سے ثابت کیا کہ غسل کرنا جائز ہے

وجه: (۱) صاحب ھدایہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔ **ان عبد الله بن عباس والمسور بن مخرمة اختلفا بالابواء فقال ابن عباس يغسل المحرم رأسه ... قال فصب على رأسه ثم حرك ابو ايوب رأسه بيديه فاقبل بهما وادبر ثم قال هكذا رأيته يفعل** ۔(ابوداؤد شریف، باب المحرم یغتسل ص ۲۶۲ نمبر ۱۸۴۰ رمسلم شریف، باب جواز غسل المحرم بدنہ ورأسہ ص ۳۸۳ نمبر ۲۸۸۹/۱۲۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم غسل کرسکتا ہے۔ اور غسل کرسکتا ہے تو غسلخانہ میں بھی داخل ہوسکتا ہے۔ (۲) صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے ۔ **عن ابن عباس قال قال لی عمر : تعال معی حتی أنافس فی الماء أين اصبر و نحن محرمون** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یغتسل أو یغسل رأسہ، ج ثالث، ص ۱۳۸، نمبر ۱۲۸۴۷) اس اثر میں ہے کہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس نے غسل فرمایا۔ (۳) اس آیت میں بھی ہے کہ۔ **ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين** ۔(آیت ۲۲۲، سورۃ البقرۃ ۲) کہ اللہ بہت پاک ہونے والے کو پسند کرتے ہیں اور غسل میں پاکی زیادہ ہے اس لئے یہ محرم کے لئے بھی محبوب اور جائز ہوگا۔

ترجمه: (۱۰۴۴) گھر سے اور کجاوہ سے سایہ حاصل کرسکتا ہے۔

تشریح : محرم گھر کے سائے میں یا اونٹ کے کجاوہ کے سائے میں بیٹھ سکتا ہے اور اس کے سائے میں رہ سکتا ہے۔ محمل: کجاوہ

وجه : (۱) گھر سے یا کجاوہ سے سایہ حاصل کرنے میں سر پر کپڑا رکھنا نہیں ہے۔ خیمہ بھی ہوگا تو سر سے دور ہوگا اس لئے سایہ حاصل کرنا جائز ہے۔ نیز اس کی ضرورت بھی پڑتی ہے (۲) حدیث میں ہے۔ **عن ام الحصين حدثته قالت حججنا مع النبی ﷺ حجة الوداع فرأيت اسامة وبلالا واحدهما اخذ بخطام ناقة النبی ﷺ والآخر رافع ثوبه يستره من الحر حتى رمى جمرة العقبة** ۔(ابوداؤد شریف، باب فی المحرم یظلل ص ۲۶۱/۲۶۲ نمبر ۱۸۳۴ رمسلم شریف، باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ یوم النحر، ص ۵۴۶، نمبر ۳۱۳۸/۱۲۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم سایہ حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ حضور ؐ نے کپڑے سے سایہ حاصل کیا۔

ترجمه: ۱؎ امام مالکؒ نے فرمایا کہ خیمہ یا خیمے کے مانند کسی چیز سے سایہ حاصل کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ سر ڈھانکنے کے مشابہ ہے۔

۲؎ ولنا ان عثمان كان يضرب له فُسطاط فی احرامه ۳؎ ولانه لا يمس بدنه فاشبه البيت (۱۰۴۵)ولو دخل تحت استار الكعبة حتى غطته ان كان لا يصيب رأسه ولا وجهه فلا باس لانه استظلال ﴾ (۱۰۴۶)ولا باس ان يشد فی وسطه الهميان ﴾

تشریح : بڑا خیمہ ایسا لگتا ہے کہ سر پر ڈھکا ہوا کپڑا ہے اس لئے اس سے سایہ حاصل کرنا حضرت امام مالکؒ نے مکروہ فرمایا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے لئے بڑا خیمہ تھا اور وہ احرام کی حالت میں تھے۔

وجہ :(۱) حضرت عثمانؓ کے لئے بڑا خیمہ تھا صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے۔ عن عقبة بن صهبان قال رأيت عثمان بالابطح و ان فسطاطه مضروب و ان سيفه معلق بالفسطاط ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم ما یحمل من السلاح، ج ثالث، ص ۲۸۷، نمبر ۱۴۳۹۲) اس اثر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ بڑے خیمے میں تھے جس سے معلوم ہوا کہ خیمے سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ خیمہ بدن کو چھوتا نہیں ہے تو وہ گھر کی طرح ہو گیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ خیمہ بدن کے ساتھ لگتا نہیں ہے وہ تو بہت اوپر رہتا ہے، جیسے گھر اوپر رہتا ہے اسلئے گھر سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے تو خیمے سے بھی سایہ حاصل کرنا جائز ہے۔

ترجمہ:(۱۰۴۵) اگر کعبہ کے پردے میں اس طرح داخل ہوا کہ پردے نے اس کو ڈھانک لیا، تو اگر پردہ اس کے سر اور چہرے کو نہیں چھوتا تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ سایہ حاصل کرنا۔

تشریح :اگر کعبہ کے پردے کے اندر اس طرح داخل ہوا کہ وہ سر اور چہرے کو نہ چھوئے تو چونکہ سر اور چہرے کو کپڑا نہیں لگا اس لئے کوئی حرج نہیں ہے، اور اگر سر یا چہرے کو پردہ لگا تو صدقہ دینا ہوگا، کیونکہ یہ احرام کے خلاف ہے۔۔غطتہ: ڈھانکنا۔استظلال: سایہ حاصل کرنا۔

ترجمہ: (۱۰۴۶) کوئی حرج کی بات نہیں ہے محرم کمر میں ہمیانی باندھے۔

تشریح: ہمیانی چمڑے کی سلی ہوئی تھیلی ہوتی ہے جس میں محرم روپیہ رکھتا ہے۔ چونکہ روپیہ رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے اس کی گنجائش ہے

وجہ : (۱) ہمیانی جسم میں پہنی نہیں جاتی صرف باندھی جاتی ہے۔اس لئے کوئی حرج نہیں ہے (۲) اثر میں ہے۔سألت ابا جعفر وعطاء عن الهميان للمحرم فقال لا بأس به. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳۴ فی الھمیان للمحرم ج ثالث ص ۳۹۳، نمبر ۱۵۴۴۴ / بخاری شریف، باب الطیب عند الاحرام ص ۲۰۸ نمبر ۱۵۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم ہمیانی باندھ سکتا ہے۔

۱؎ وقال مالک يکره اذا کان فيه نفقةُ غيره لانه لا ضرورة ۲؎ ولنا انه ليس فی معنی لبس المخيط فاستوت فيه الحالتان (۱۰۴۷) ولا يغسل رأسه ولا لحيته بالخطمی ۱؎ لانه نوع طيب ولانه يقتل هوامّ الرأس

ترجمه: ۱؎ امام مالکؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے اگر اس میں دوسرے کا نفقہ ہو اس لئے اس میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تشـــريح : امام مالکؒ نے فرمایا کہ اگر دوسرے کی رقم ہمیانی میں ہو تو احرام کی حالت میں اس ہمیانی کو پہننا مکروہ ہے، ان کا اصول یہ ہے کہ ہمیانی سلی ہوئی تھیلی ہے اس لئے اپنی رقم رکھنے کی ضرورت ہو تو ضرورت کی بنا پر ہمیانی پہننے کی ضرورت ہے، اور یہاں اپنی ضرورت نہیں ہے اس لئے اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔

وجه : عن ابن عمر انه كرهه [ای الهميانی]۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳۴ فی الھمیان للمحرم ج ثالث ص ۳۹۳، نمبر ۱۵۴۴۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم ہمیانی نہ باندھے، اس لئے اس کو حضرت امام مالکؒ نے ضرورت پر محمول کیا۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ سلے ہوئے کپڑے پہننے کے معنی میں نہیں ہے اس لئے اس میں دونوں حالتیں برابر ہیں۔

تشـــريح : سلا ہوا کپڑا وہ ممنوع ہے جسکو پہننا کہتے ہیں، اور ہمیانی پہننا نہیں ہے بلکہ یہ جسم پر باندھنا ہے اسلئے اس میں اپنی ضرورت ہو یا دوسروں کی ضرورت ہو دونوں برابر ہیں، اور دونوں کی گنجائش ہے۔

ترجمه: (۱۰۴۷) اپنے سر کو اور ڈاڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ یہ ایک قسم کی خوشبو ہے، اور اس لئے بھی خطمی سر کی جوں مار ڈالتی ہے۔

وجـــه: (۱) خطمی سے صفائی بہت ہوتی ہے اور حاجی کو پراگندہ رہنا بہتر ہے اس لئے سر اور ڈاڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے۔(۲) نیز اس میں تھوڑی خوشبو بھی ہوتی ہے اس لئے بھی اس کو استعمال کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ پراگندہ رہنے کے لئے یہ حدیث ہے عن ابن عمر قال قام رجل الی النبی ﷺ فقال يا رسول الله ما يوجب الحج؟ قال الزاد والراحلة قال يا رسول الله فما الحج قال الشعث التفل (ابن ماجہ شریف، باب ما یوجب الحج ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے۔ (۳) اور اس لئے بھی خطمی سر کی جوں مارتی ہے اور احرام کی حالت میں جوں مارنا حرام ہے اس لئے بھی خطمی نہ لگائے۔

لغت: الخطمی: ایک قسم کی چیز ہے جس کو اردو میں گل خیرو کہتے ہیں اس سے بال وغیرہ صاف کئے جاتے ہیں اور تھوڑی سی خوشبو بھی ہوتی ہے

۔ھوام الرأس: سر کے کیڑے، سر کی جوں۔

(۱۰۴۸)قال ويكثر من التلبية عقيب الصلوات وكلما علا شرفاً او هبط واديا او لقى ركباناً وبالاسحار ﴾ ۱؎ لان اصحاب رسول الله عليه السلام كانوا يلبّون فى هٰذه الاحوال ۲؎ والتلبية فى الاحرام على مثال التكبير فى الصّلوٰة فيؤتى بها عند الانتقال من حالٍ الىٰ حالٍ

ترجمه: (۱۰۴۸) نماز کے بعد کثرت سے تلبیہ پڑھے، جب کسی بلندی پر چڑھے، یا وادی میں اترے یا قافلہ والوں سے ملاقات ہو اور صبح کے وقت

تشریح: دو رکعت نماز کے بعد جب احرام باندھے اس کے بعد کثرت سے ہر وقت تلبیہ پڑھتا رہے۔ بلندی پر چڑھتے وقت، وادی میں نیچے اترتے وقت، قافلوں سے ملاقات کے وقت اور سحری کے وقت خصوصی طور پر بار بار تلبیہ پڑھے۔

وجه: (۱) احرام میں تلبیہ نماز میں تکبیر کی طرح ہے۔ جس طرح نماز میں اٹھتے اور بیٹھتے وقت تکبیر کہی جاتی ہے اسی طرح اٹھتے اور بیٹھتے وقت تلبیہ پڑھی جائے گی (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قال قام رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ما يوجب الحج؟ قال الزاد والراحلة قال يا رسول الله فما الحج؟ قال الشعث التفل وقام آخر فقال يا رسول الله وما الحج قال العج والثج قال وكيع يعنى بالعج العجيج بالتلبية والثج نحر البدن (ابن ماجہ شریف، باب ما یوجب الحج ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث میں ہے العج جس کا ترجمہ خود حضرت وکیع نے فرمایا بار بار تلبیہ پڑھنا۔ اس لئے بار بار تلبیہ پڑھنا بہتر ہے۔ (۲) عن ابى بكر الصديق أن رسول الله ﷺ سئل أى الحج أفضل ؟ قال العج و الثج . (ترمذی شریف، باب ما جاء فضل التلبیۃ والنحر، ص ۲۰۶، نمبر ۸۲۷) اس حدیث میں ہے کہ افضل حج کثرت سے تلبیہ پڑھنا ہے۔ (۳) عن ابن عباس عن الفضل بن عباس : أن رسول الله ﷺ لبى حتى رمى جمرة العقبة ۔ (ابوداود شریف، باب متی یقطع التلبیۃ؟ ص ۲۶۷، نمبر ۱۸۱۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ کرنے تک تلبیہ پڑھتا رہے۔۔ شرفا : بلند مقام۔ ھبط : نیچے اترا۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ رسول اللہ کے صحابہ ان حالتوں میں تلبیہ پڑھا کرتے تھے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے. عن ابن عمر أنه كان يلبى راكبا و نازلا و مضطجعا۔ (سنن بیہقی، باب التلبیۃ فی کل حال وما یستحب من لزومھا، ج خامس، ص ۶۷، نمبر ۹۰۲۳) اس اثر میں ہے کہ بلندی پر چڑھتے اور اترتے وغیرہ میں تلبیہ پڑھے۔

ترجمه: ۲؎ اور اس لئے کہ احرام میں تلبیہ نماز میں تکبیر کی طرح ہے اس لئے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت اس کو کرے

(۱۰۴۹) ويرفع صوته بالتلبية ﴾ ل لقوله ﷺ افضل الحج العج والثج فالعج رفع الصوب بالتلبية والثج اسالة الدم (۱۰۵۰) قال فاذا دخل مكة ابتدأ بالمسجد ﴾ ل لما روى ان النبى عليه السلام لما دخل مكة دخل المسجد

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جس طرح نماز میں تکبیر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت پڑھتے ہیں تلبیہ بھی احرام میں تکبیر کی طرح ہے اس لئے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتے وقت پڑھے گا۔

ترجمہ: (۱۰۴۹) تلبیہ بلند آواز سے پڑھتا رہے۔

ترجمہ: ل حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ افضل حج ،عج اور ثج ، ہے،عج تلبیہ کو بلند آواز سے پڑھنا،اور ثج کا ترجمہ ہے جانور ذبح کر کے خون بہانا۔

وجہ :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابی بکر الصديق أن رسول الله ﷺ سئل أى الحج أفضل ؟ قال العج و الثج ..و رأيته يضعف ضرار بن صرد . و العج هو رفع الصوت بالتلبية و الثج هو نحر البدن . (ترمذی شریف، باب ما جاء فضل التلبیۃ والنحر ،ص ۲۰۶،نمبر ۸۲۷)اس حدیث میں ہے کہ افضل حج ،عج ، ہے جسکا ترجمہ راوی نے کیا ،کہ تلبیہ کو بلند آواز سے پڑھنا۔اور،ثج ، ہے جسکا ترجمہ راوی نے کیا،ھدی کے جانور کو زیادہ سے زیادہ ذبح کرنا۔(۲) دوسری حدیث میں ہے۔عن خلاد بن السائب عن ابيه قال قال رسول الله ﷺ : أتانى جبريل فأمرنى أن أمر أصحابى أن يرفعوا أصواتهم بالاهلال أو التلبية . (ترمذی شریف، باب ما جاء فی رفع الصوت بالتلبیۃ ،ص ۲۰۷،نمبر ۸۲۹ /ابو داود شریف ،باب کیف التلبیۃ ،ص ۲۶۷،نمبر ۱۸۱۴)اس حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھے۔

ترجمہ: (۱۰۵۰) پس جبکہ مکہ میں داخل ہو تو مسجد حرام سے شروع کرے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

تشریح: مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام طواف قدوم کی تیاری کرنا ہے۔اس لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد حرام جائے اور بیت اللہ نظر آئے تو اس کی تعظیم کے لئے تکبیر اور تہلیل کہے پھر حجر اسود کا استقبال کرے اور تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور حجر اسود کو چومے۔

وجہ :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔اخبرتنى عائشة ان اول شيء بدأ به حين قدم النبى ﷺ انه توضأ ثم طاف بالبيت . (بخاری شریف، باب الطواف علی وضوء،ص ۲۲۲ نمبر ۱۶۴۱/ مسلم شریف، باب بیان ان المحرم بعمرۃ لا یتحلل

۲ ولان المقصود زيارة البيت وهو فيه ۳ ولا يضره ليلا دخلها اونهارا لانه دخول بلدة فلا تخص باحدهما (۱۰۵۱)واذا عاين البيت كبر وهلل ﴾

بالطّواف قبل السعی ص ۴۰۵ نمبر ۱۲۳۵/۳۰۰۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد سب سے پہلے طواف بیت اللہ کرے۔اس لئے طواف کیلئے مسجد حرام جائے۔

ترجمہ: ۲ اوراس لئے کہ مقصود بیت اللہ کی زیارت ہے اور بیت اللہ کی زیارت مسجد حرام میں ہوتا ہے[اس لئے مسجد حرام سے شروع کرے]

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اس سفر کا مقصود بیت اللہ کی زیارت کرنا اور طواف کرنا ہے،اور یہ دونوں مسجد حرام میں ہوگا اس لئے مسجد حرام میں داخل ہونا ضروری ہے اسلئے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو۔

ترجمہ: ۳ حاجی کو نقصان نہیں ہے کہ رات میں مکہ مکرمہ داخل ہو یا دن میں اس لئے کہ شہر میں داخل ہونا ہے تو رات یا دن میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص نہیں ہوگا۔

تشریح : مکہ مکرمہ میں رات میں بھی داخل ہوسکتا ہے اور دن میں بھی داخل ہوسکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے،کیونکہ حضورؐ عمرہ کے موقع پر رات میں مکہ داخل ہوئے ہیں اور حج کے موقع پر دن میں داخل ہوئے ہیں۔دونوں حدیثیں یہ ہیں۔

وجہ : (۱) **عن محرش الکعبی أن النبی ﷺ خرج من الجعرانیة لیلا کانه سبیکة فضة فاعتمر ثم اصبح بها کبائت** (نسائی شریف،باب دخول مکۃ لیلا،ص ۳۹۵،نمبر ۲۸۶۷)اس حدیث میں ہے کہ حضور عمرہ کے وقت رات میں مکہ مکرمہ داخل ہوئے تھے اس لئے رات اور دن کسی وقت مکہ مکرمہ داخل ہوسکتا ہے۔(۲) حج کے موقع پر دن میں مکہ داخل ہوئے ہیں، حدیث یہ ہے۔**عن ابن عباس قال قدم رسول الله ﷺ و أصحابه لصبح رابعة و هم یلبون بالحج فأمرهم رسول الله ﷺ أن یحلوا** . (نسائی شریف،باب وقت الذی وافی فیہ النبی ﷺ مکۃ،ص ۳۹۵،نمبر ۲۸۷۳) اس لئے دن رات دونوں میں داخل ہوسکتا ہے۔

ترجمہ:(۱۰۵۱) اور جب بیت اللہ دیکھے تو تکبیر کہے اور، لا الہ الا اللہ، پڑھے

وجہ : (۱) **عن مکحول قال کان النبی ﷺ اذا دخل مکة فرأی البیت رفع یدیه و کبر** ۔(سنن للبیہقی،باب القول عند رویۃ البیت ج خامس ص ۱۱۸،نمبر ۹۲۱۳)اس حدیث مرسل میں ہے کہ بیت اللہ دیکھتے وقت تکبیر کہے(۲) اس حدیث میں تکبیر اور تہلیل دونوں کا ذکر ہے،لیکن حجر اسود چومتے وقت ہے۔حدیث یہ ہے جسکی طرف صاحب ھدایہ نے اشارہ کیا۔**عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : یا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ،**

۱؎ وكان ابن عمر يقول اذا لقى البيت بسم الله والله اكبر ۲؎ ومحمدؒ لم يعيّن فى الاصل لمشاهد الحج شيئا من الدعوات لان التوقيت يذهب بالرقة وان تبرک بالمنقول منها فحسن (۱۰۵۲) قال ثم ابتدأ بالحجر الاسود فاستقبله وكبّر وهلّل ﴾

ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و كبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول، ص ۴۸، نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے چومتے وقت چومنے کا موقع نہ ملے تو تکبیر وتہلیل کہیں۔(۳) اس حدیث میں بھی دعاء کا ذکر ہے۔ عن ابن جریح ان النبی ﷺ کان اذا رای البیت رفع یدیه وقال اللهم زد هذا البيت تشريفا و تعظيما الخ (سنن للبیہقی، باب القول عند رؤية البيت ج خامس ص ۱۱۸، نمبر ۹۲۱۳ ر ترمذی شریف، باب ما جاء کراہیۃ رفع الید عند رؤیۃ البیت ص ۱۷۴ نمبر ۸۵۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ دیکھتے وقت ہاتھ اٹھانا چاہئے، اور دعا پڑھنا چاہئے

ترجمہ: ۱؎ حضرت ابن عمرؓ جب بیت اللہ دیکھتے تو کہتے بسم اللہ واللہ اکبر۔

تشریح: حضرت ابن عمرؓ جب بیت اللہ دیکھتے تو بسم اللہ واللہ اکبر کہتے۔ اس عمل کا اشارہ اوپر کی حضرت عمرؓ کی حدیث میں گزر گیا۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کا اثر یہ ہے۔ كان ابن عمر فذكر الحديث ، قال ثم دخل مكة ضحىٰ فيأتى البيت فيستلم الحجر و يقول : باسم الله و الله اكبر۔(سنن بیہقی، باب ما یقال عند استلام الرکن، ج خامس، ص ۱۲۸، نمبر ۹۲۵۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ حجر اسود کے بوسہ دیتے وقت باسم اللہ اللہ اکبر کہتے۔

ترجمہ: ۲؎ حج کے جتنے بھی خاص مقام ہیں امام محمدؒ نے اصل [مبسوط] میں کوئی خاص دعا متعین نہیں کی اس لئے کہ متعین دعا دل کی رقت کو ختم کر دیتی ہے، لیکن اگر منقول دعاؤں سے برکت حاصل کی تو اچھا ہے۔

تشریح: بیت اللہ دیکھتے وقت حجر اسود چومتے وقت حدیث میں بہت سی دعائیں منقول ہیں، امام محمدؒ نے مبسوط میں ان دعاؤں کی تعیین نہیں کی بلکہ یوں اشارہ کیا جو دعا چاہے پڑھ لے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان منقول دعاؤں کے پیچھے پڑنے سے بعض مرتبہ ذہن اسی میں الجھا رہتا ہے اور دل میں رقت پیدا نہیں ہوتی اور اللہ کے سامنے آہ وزاری نہیں ہوتی، حالانکہ ان چیزوں کو دیکھتے وقت رقت پیدا ہونی چاہئے اصل مقصود یہی ہے، اس لئے کوئی خاص دعا منقول نہیں ہے، لیکن اگر کسی کو ان موقعوں کی دعا حدیث سے یاد ہو اور ان کو برکت کے لئے پڑھ لے تو اچھا ہے اور اگر اس کے ساتھ دل میں رقت بھی پیدا ہو جائے تو اور بھی اچھا ہے۔

لغت:۔ مشاھد: شہد سے مشتق ہے اہم چیز جسکو لوگ دیکھنا چاہتے ہیں، جیسے بیت اللہ، حجر اسود، عرفات، مزدلفہ، منی وغیرہ۔

ترجمہ: (۱۰۵۲) پھر حجر اسود سے شروع کرے پس اس کا استقبال کرے اور تکبیر کہے اور تہلیل یعنی، لا الہ الا اللہ، پڑھے۔

ل لما روى ان النبى عليه السلام دخل المسجد فابتدأ بالحجر فاستقبله و كبر وهلل

ترجمه: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود سے شروع کیا، اور تکبیر کہی اور تہلیل کہی۔

تشریح : حج یا عمرے کے لئے جب مسجد حرام میں آئے تو بیت اللہ کا طواف کرے، اور طواف حجر اسود سے شروع کرے اور اس وقت حجر اسود کا استقبال کر کے تکبیر، یعنی اللہ اکبر کہے اور تہلیل یعنی، لا الہ الا اللہ، پڑھے۔

وجه : (۱) حجر اسود سے شروع کرے اس کے لئے حدیث یہ ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے ۔ عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله ﷺ حين يقدم مكة اذا استلم الركن الاسود أول ما يطوف يخب ثلاثة أطواف من السبع ۔(بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ أول ما یطوف ویرمل ثلاثا ،ص ۲۱۸،نمبر ۱۶۰۳/ مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ،ص ۵۱۴،نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰) اس حدیث میں ہے کہ طواف حجر اسود سے شروع کرے، (۲) اور حجر اسود کا استقبال کرے اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عمر بن خطاب قال قال رسول الله ﷺ يا عمر! انک رجل قوی لا تؤذ الضعيف اذا اردت استلام الحجر فان خلالک فاستلمه والا فاستقبله و كبر (سنن للبیہقی ، باب الاستلام فی الزحام ج خامس ص ۱۳۰، نمبر ۹۲۶۱/ بخاری شریف ، باب تقبیل الحجر، ص ۲۱۹ نمبر ۱۶۱۰) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کا استقبال کرے۔ (۳) اگر بھیڑ نہ ہو تو حجر اسود کا بوسہ بھی لے پھر طواف شروع کرے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سأل رجل ابن عمرؓ عن استلام الحجر ؟ فقال :رأيت رسول الله ﷺ يستلمه و يقبله قال ، قلت أرأيت ان زحمتُ ؟ أرأيت ان غلبتُ ؟ قال اجعل ، أرأيتَ باليمن ، رأيتُ رسول الله ﷺ يستلمه و يقبله ۔(بخاری شریف باب تقبیل الحجر، ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حضور ؐ حجر اسود کا استلام کرتے تھے اور اس کا بوسہ بھی لیتے تھے۔ (۴) حجر اسود کے پاس سے گزرتے ہوئے تکبیر کہے، اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباسؓ قال طاف النبى ﷺ بالبيت على بعير كلما أتى الركن أشار اليه بشىء كان عنده و كبر . (بخاری شریف، باب التکبیر عند الرکن، ص ۲۱۹، نمبر ۱۶۱۳) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے پاس تکبیر کہے (۵) اور تہلیل کا تذکرہ مسند احمد کی حدیث میں ہے ۔ عن عمر بن الخطابؓ ان النبى ﷺ قال له : يا عمر انک رجل قوى ، لاتزاحم على الحجر فتؤذى الضعيف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و كبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول ص ۴۸، نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے پاس سے گزرتے ہوئے تکبیر اور تہلیل دونوں کہے۔ تکبیر: اللہ اکبر کہنا۔ تہلیل: لا الہ الا اللہ، پڑھنا۔

﴿حجر اسود کو چومنے کے پانچ طریقے اور انکے دلائل﴾

[۱] اگر موقع ہو اور بھیڑ نہ ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے [۲] اگر بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے اس کو چھوئے اور پھر اپنے ہاتھ کو چوم لے [۳] اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ہاتھ میں کوئی لکڑی وغیرہ ہو تو اس سے حجر اسود کو چھوئے اور پھر اس لکڑی کو بوسہ دے۔ [۴] اور اگر لکڑی سے بھی حجر اسود کو نہ چھو سکے تو لکڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے اور پھر لکڑی کو بوسہ دے [۵] اور اگر ہاتھ میں لکڑی نہ ہو تو ہاتھ ہی سے حجر اسود کی طرف دور سے اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے اور تکبیر، تہلیل کہتے ہوئے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔

[۱] اگر موقع ہو اور بھیڑ نہ ہو تو حجر اسود کو بوسہ دے۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ **سأل رجل ابن عمرؓ عن استلام الحجر ؟ فقال :رأيت رسول الله ﷺ يستلمه و يقبله قال ، قلت أرأيت ان زحمتُ ؟ أرأيت ان غلبتُ ؟ قال اجعل ، أرأيت باليمن ، رأيت رسول الله ﷺ يستلمه و يقبله** ۔(بخاری شریف باب تقبیل الحجر، ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے

[۲] اگر بوسہ نہ دے سکے تو ہاتھ سے اس کو چھوئے اور پھر اپنے ہاتھ کو چوم لے۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن نافع قال رأيت ابن عمر يستلم الحجر بيده ، ثم يقبل يده و قال ما تركته منذ رأيت رسول الله ﷺ يفعله** ۔(مسلم شریف، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین فی الطّواف، ص ۵۳۵، نمبر ۱۲۶۸/۳۰۶۵) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ سے استلام کیا ہو تو پھر ہاتھ کو چومے۔

[۳] اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ہاتھ میں کوئی لکڑی وغیرہ ہو تو اس سے حجر اسود کو چھوئے اور پھر اس لکڑی کو بوسہ دے۔ **سمعت ابا طفيل يقول رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالبيت و يستلم الركن بمحجن معه و يقبل المحجن** ۔(مسلم شریف، باب جواز الطّواف علی بعیر وغیرہ، ص ۵۳۷، نمبر ۱۲۷۵/۳۰۷۷/ ابو داود شریف، باب استلام الارکان، ص ۲۷۴، نمبر ۱۸۷۹) اس حدیث میں ہے کہ شاخ سے استلام کرتے پھر شاخ کو بوسہ دیتے۔

[۴] اور اگر لکڑی سے بھی حجر اسود کو نہ چھو سکے تو لکڑی سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے اور پھر لکڑی کو بوسہ دے۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ بالبيت علی بعير كلما أتی علی الركن أشار اليه بشيء كان عنده و كبر** . (بخاری شریف، باب التکبیر عند الرکن، ص ۲۶۱، نمبر ۱۶۱۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر لکڑی سے حجر اسود کو چھو نہ سکتا ہو تو لکڑی سے اسکی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے۔

[۵] اور اگر ہاتھ میں لکڑی نہ ہو تو ہاتھ ہی سے حجر اسود کی طرف دور سے اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے اور تکبیر، تہلیل کہتے ہوئے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھتے ہوئے آگے بڑھے۔ دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : يا**

(۱۰۵۳)قال ویرفع یدیه ﴿ لقوله ﷺ لا تُرفع الایدی الا فی سبع مواطن وذکر من جملتها استلام الحجر (۱۰۵۴)واستلمه ان استطاع من غیر ان یُوذی مسلما ﴿ لما روی ان النبی علیه الصلوٰة والسلام قبل الحجر الاسود ووضع شفتیه علیه

عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و کبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول، ص ۴۸، نمبر ۱۹۱) اس حدیث میں ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکتا ہو تو اس کا استقبال کرے اور تکبیر اور تہلیل کہتے ہوئے آگے بڑھے۔

ترجمہ: (۱۰۵۳)اور حجر اسود کے سامنے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

ترجمہ: ﴿ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ ہاتھ نہ اٹھائے مگر سات جگہوں پر اور اس کے مجموعے میں سے استلام حجر کو بیان کیا۔

تشریح : (۱)صاحب ھدایہ کا اشارہ اس حدیث مرسل کی طرف ہے۔عن ابن عباس قال : لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن : [اذا قام الی الصلوة [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروة [۵] و فی عرفات [۶]و فی جمع [۷] و عند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۵من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرة ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰ رسنن بیھقی، باب رفع الیدین اذا رأی البیت، ج خامس، ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰)اس اثر میں ہے کہ سات جگہ تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھایا جائے گا۔جس میں حجر اسود نہیں ہے۔(۲) اس حدیث کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے، حدیث میں ہے حجر اسود کا استلام کرنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ استلام کے وقت ہاتھ اٹھائے گا، استلام کے لئے حدیث یہ ہے۔ سأل رجل ابن عمرؓ عن استلام الحجر ؟ فقال :رأیت رسول الله ﷺ یستلمه و یقبله قال ، قلت أرأیت ان زحمتُ ؟ أرأیت ان غلبتُ ؟ قال اجعل ، أرأیت َبالیمن ، رأیت ُرسول الله ﷺ یستلمه و یقبله ۔(بخاری شریف باب تقبیل الحجر، ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کا استلام کرے، اور استلام کرنے کے لئے حجر اسود کی طرف ہاتھ اٹھے گا۔استلام: سلم سے مشتق ہے، پتھر کو چھونا۔

ترجمہ: (۱۰۵۴)بغیر مسلمانوں کو تکلیف دئے ہوئے حجر اسود کو چوم سکتا ہو تو چومے۔

ترجمہ: ﴿ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور اپنے دونوں ہونٹوں کو اس پر رکھا۔

تشریح : طواف کرنے والوں کی بھیڑ ہو اور حجر اسود کو چومنے میں لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو تو نہ چومے دور سے ہی ہاتھ کا اشارہ کرے اور ہاتھ کو چوم لے اور لوگوں کو تکلیف نہ ہوتی ہو تو حجر اسود کو چومے اور بوسہ دے۔

۲؎ وقال لعمرؓ انک رجل ایّدٌ تُوذی الضعیف فلا تزاحم الناس علی الحجرولکن ان وجدت فرجة فاستلمه والافاستقبله وهلّل وکبر ۳؎ ولان الاستلام سنةوالتحرزعن اذی المسلم واجب (۱۰۵۵) قال وان امکنه ان یمس الحجربشئ فی یده کالعرجون وغیره ثم قبل ذلک فعله ۱؎ لما روی انه علیہ السلام طاف علی راحلته واستلم الارکان بمحجنه

وجه : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابن عمر قال استقبل رسول الله ﷺ الحجر ثم وضع شفتیه علیه یبکی طویلا ثم التفت فاذا هو بعمر بن الخطاب یبکی فقال یا عمر !ھٰهنا تسکب العبرات ۔(ابن ماجۃ، باب استلام الحجر،ص ۴۲۶،نمبر ۲۹۴۵)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہونٹوں کو حجر اسود پر رکھا۔

ترجمه :۲؎ حضرت عمرؓ سے حضورؐ نے فرمایا کہ تم طاقت ورآدمی ہو کمزوروں کو تکلیف دو گے اس لئے حجر اسود پر لوگوں سے مزاحم نہ ہونا لیکن اگر کشادگی پاؤ تو اس کو چوم لینا، ورنہ تو اس کا استقبال کرنا اور، لا الہ الا اللہ، پڑھنا، اور تکبیر کہہ کر آگے بڑھ جانا۔

تشریح : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔ عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : یا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و کبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول،ص ۴۸،نمبر ۱۹۱رسنن للبیہقی ، باب الاستلام فی الزحام ج خامس ص ۱۳۰،نمبر ۹۲۶۱) اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود کے پاس سے گزرتے ہوئے موقع ہو تو اس کو چومے ورنہ اس کا استقبال کرے اور تکبیر اور تہلیل کہتے ہوئے آگے بڑھے ۔

ترجمه: ۳؎ اور اس لئے کہ چومنا سنت ہے اور مسلمان کو تکلیف دینے سے بچنا واجب ہے۔

تشریح : حجر اسود کو چومنا سنت ہے اور مسلمانوں کو تکلیف دینے سے بچنا واجب ہے اس لئے تکلیف دینے کا خطرہ ہو تو نہ چومے۔

ترجمه: (۱۰۵۵) اور اگر ممکن ہو کہ ہاتھ میں کوئی ایسی چیز ہو جس سے پتھر کو چھوئے جیسے شاخ وغیرہ۔ [تو اس سے چھوئے] پھر اس شاخ کو بوسہ دے لے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی سواری پر طواف کیا اور رکنوں کو شاخ سے استلام کیا۔

تشریح :اگر ہاتھ سے بوسہ نہیں دے سکتا ہو، لیکن ہاتھ میں شاخ وغیرہ ہو تو اس سے حجر اسود کو چھوئے پھر اس شاخ کو بوسہ دے لے۔

وجه : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔(۱) عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ فی حجة الوداع علی بعیر

(۱۰۵۶) وان لم یستطع شیئا من ذلک استقبله و کبر وھلل وحمد اللہ وصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم

یستلم الرکن بمحجن ۔(بخاری شریف، باب استلام الرکن بالمحجن ،ص ۲۱۸،نمبر ۱۶۰۷ر مسلم شریف، باب جواز الطّواف علی بعیر و غیرہ ،ص ۵۳۷،نمبر ۱۲۷۵ر۳۰۷۷)اس حدیث میں ہے کہ مڑی ہوئی شاخ کے ذریعہ حضورؐ استلام فرمایا کرتے تھے۔(۲) سمعت ابا طفیل یقول رأیت رسول اللہ ﷺ یطوف بالبیت و یستلم الرکن بمحجن معه و یقبل المحجن ۔(مسلم شریف، باب جواز الطّواف علی بعیر وغیرہ ،ص ۵۳۷،نمبر ۱۲۷۵ر ۳۰۷۷رابوداود شریف، باب استلام الارکان ،ص ۲۷۴، نمبر ۱۸۷۹)اس حدیث میں ہے کہ شاخ سے استلام کرتے تو پھر شاخ کو بوسہ دیتے۔(۳) عن ابن عباسؓ قال طاف النبی ﷺ بالبیت علی بعیر کلما أتی علی الرکن أشار الیه بشیء کان عندہ و کبر. (بخاری شریف، باب التکبیر عند الرکن ،ص ۲۶۱،نمبر ۱۶۱۳)اس حدیث میں ہے کہ اگر لکڑی سے حجر اسود کو چھو نہ سکتا ہو تو لکڑی سے اسکی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے۔

لغت :عرجون: کھجور جس لکڑی میں پھلتی ہے اور پکتی ہے اس شاخ کو عرجون کہتے ہیں وہ سوکھ کر تھوڑی ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ محجن ۔حجن سے مشتق ہے ٹیڑھے سر والا ڈنڈا۔ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حجۃ الوداع میں طواف کرتے وقت عرجون والی لکڑی حضورؐ کے ہاتھ میں تھی جس سے آپ حجر اسود اور رکن یمانی کی طرف اشارہ کیا کرتے تھے۔ ارکان: رکن کی جمع ہے، بیت اللہ کے چاروں کونوں میں چار ارکان ہیں، ان میں سے حجر اسود، اور رکن یمانی کو چومنا سنت ہے۔استلم: سلم سے مشتق ہے، چھونا، بوسہ دینا۔

ترجمه: (۱۰۵۶) اور اگر ان میں سے کسی ایک کی بھی قدرت نہ ہو تو حجر اسود کا استقبال کرے، اور تکبیر کہے، اور تہلیل کہے، اور اللہ کی حمد کرے، اور حضورؐ پر درود پڑھے۔

تشریح : اگر نہ حجر اسود کا بوسہ لے سکتا ہو، اور نہ ہاتھ میں لکڑی ہے کہ اس سے اشارہ کرے تو دور سے ہاتھ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرے، پھر ہاتھ کو چوم لے اور تکبیر کہے اور تہلیل پڑھے اور اللہ کی حمد کرے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھے اور دوسرا طواف شروع کر دے۔

وجه : (۱) عن عمر بن الخطابؓ ان النبی ﷺ قال له : یا عمر انک رجل قوی ، لاتزاحم علی الحجر فتؤذی الضعیف ، ان وجدت خلوة فاستلمه و الا فاستقبله فهلل و کبر . (مسند احمد، باب مسند عمر بن الخطاب، ج اول ،ص ۴۸،نمبر ۱۹۱رسنن للبیهقی ، باب الاستلام فی الزحام ج خامس ص ۱۳۰،نمبر ۹۲۶۱) اس حدیث میں ہے کہ بھیڑ کی وجہ سے حجر

(۱۰۵۷)قال ثم اخذ عن يمينه مما يلی الباب وقد اضطبع رداء ہ فيطوف بالبيت سبعة اشواط ﴾
ل لما روی انه عليه السلام استلم الحجر ثم اخذ عن يمينه مما يلی الباب فطاف سبعة اشواط

اسود کا بوسہ نہ لے سکتا ہو تو ہاتھ سے اس کا استقبال کرے اور تکبیر اور تہلیل کہتے ہوئے آگے بڑھے۔(۲) اور اگر ہاتھ سے اشارہ کیا ہو تو پھر اپنے ہاتھ کو چوم لے، اس کے لئے حدیث یہ ہے. عن نافع قال رأيت ابن عمر يستلم الحجر بيده ، ثم يقبل يده و قال ما تركته منذ رأيت رسول الله ﷺ يفعله ۔(مسلم شریف، باب استحباب استلام الرکنین الیمانیین فی الطواف، ص ۵۳۵، نمبر ۱۲۶۸/۳۰۶۵) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ سے استلام کیا ہو تو پھر ہاتھ کو چومے۔(۳) عن ابن عباس قال اذا حاذيت به فكبر و ادع و صل على محمد النبي عليه السلام (سنن بیہقی، باب الاستلام فی الزحام، ج خامس، ص ۱۳۱، نمبر ۹۲۶۶) اس اثر میں ہے کہ حجر اسود کے سامنے سے گزرے تو تکبیر کہے اور دعا کرے اور حضورؐ پر درود پڑھے

ترجمہ: (۱۰۵۷) پھر بیت اللہ کے دروازہ کے پاس سے دائیں جانب سے شروع کرے۔ اور حال یہ کہ اپنی چادر کا اضطباع کیا ہو، پس بیت اللہ کا سات شوط طواف کرے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حجر اسود کا استلام کیا پھر دروازے کے پاس سے دائیں جانب سے شروع کیا اور سات شوط طواف کیا۔

تشریح: اس عبارت میں تین باتیں بیان کیں [۱] پہلی بات یہ کہ جب طواف شروع کرے تو حجر اسود سے دائیں جانب بیت اللہ کا دروازہ ہے اس طرف سے طواف شروع کرے۔[۲] دوسری بات یہ کہی کہ محرم نے جو چادر اوڑھی ہے طواف شروع کرنے سے پہلے اس کا اضطباع کرے۔ اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ چادر دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دے۔[۳] اور تیسری بات یہ کہی ہے کہ بیت اللہ کا سات شوط طواف کرے، یعنی بیت اللہ کے چاروں طرف سات مرتبہ چکر لگائے، ایک مرتبہ چکر لگانے کو، ایک شوط، کہتے ہیں

وجہ: (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن جابر قال لما قدم رسول الله مكة دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضى على يمينه فرمل ثلاثا و مشى اربعا. (نسائی شریف، باب کیف یطوف اول مایقدم وعلی ای شقیہ یأ خذ، ج ثانی ص ۳۰، نمبر ۲۹۴۲ر بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کی دائیں جانب سے طواف شروع کرے اور طواف قدوم میں تین پہلے میں رمل کرے اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔(۲) اور اضطباع کرنے کی دلیل اس حدیث میں ہے۔عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ و اصحابه اعتمروا من الجعرانة فرملوا بالبيت و جعلوا اردیتهم تحت اباطهم قد قذفوها على عواتقهم اليسرى . (ابوداؤد شریف، باب

۲ والاضطباع ان يجعل ردائه تحت ابطه الايمن ويلقيه على كتفه الايسر وهو سنة قد نقل ذلک عن رسول الله ﷺ (۱۰۵۸)قال ويجعل طوافه من وراء الحطيم ﴾

الاضطباع فی الطّواف ص ۲۶۶ نمبر۱۸۸۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف شروع کرنے سے پہلے اپنی چادر کا اضطباع کرے۔(۳) سات شوط طواف کرنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة ۔(بخاری شریف، باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ نمبر۱۶۰۳/ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر۱۸۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف میں سات مرتبہ بیت اللہ کے چاروں طرف چکر لگائے جس کو سات شوط کہتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ طواف کرے تو تین پہلے میں رمل کرے گا اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے گا(۴) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پہلی مرتبہ طواف کر رہا ہو، مثلا طواف قدوم کر رہا ہو، یا عمرہ کا طواف کر رہا ہوتو اس میں پہلے تین طواف میں اکڑ کر چلے اور باقی چار طواف میں اپنی ہیئت پر چلے .عن سالم عن ابیہؓ قال رأیت رسول الله ﷺ حين يقدم مكة اذا استلم الركن الاسود أول ما يطوف يخب ثلاثة أطواف من السبع (بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ أول مایطوف ویرمل ثلاثا ص ۲۶۰ نمبر۱۶۰۳/مسلم شریف، باب استحباب الرمل فی الطّواف فی العمرۃ وفی الطّواف الاول فی الحج، ص ۵۳۳، نمبر۱۲۶۱/۳۰۴۹) اس حدیث میں ہے کہ پہلی مرتبہ کے طواف میں پہلے تین چکر میں اکڑ کر چلے اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔

ترجمہ: ۲ اضطباع یہ ہے کہ اپنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے لے جائے اور اپنے بائیں کندھے پر ڈال دے، اور یہ سنت ہے اور رسول اللہ علیہ السلام سے منقول ہے۔

تشریح : اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ اپنی احرام کی چادر کو اپنے دائیں بغل کے نیچے سے لیجائے اور بائیں کندھے پر دونوں چھور کو ڈالے، پہلے طواف میں یہ کرے تا کہ اچھے انداز میں اکڑنا ہو جائے۔اس کے لئے ابوداود کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۱۰۵۸)اور طواف حطیم کے پیچھے سے کرے ۔

وجہ :(۱)اور حطیم کے پیچھے سے طواف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ حطیم بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔قریش جب بیت اللہ تعمیر کر رہے تھے تو خرچ کی کمی کی وجہ سے اس حصے کو چھوڑ دیا اس لئے وہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔اس لئے اس کے پیچھے سے طواف کرے گا حدیث میں ہے جو صاحب ھدایہ نے پیش کی۔عن عائشة قالت سألت رسول الله عن الجدر ؟ أمن البيت هو ؟ قال : نعم قلت فلم لم يدخلوه البيت ؟ قال ان قومک قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بابه مرتفع ؟ قال فعل ذالک قومک ليدخلوا من شآؤا و يمنعوا من شآؤا و لولا أن قومک حديث عهدهم فی الجاهلية فأخاف أن تنكر

۱؎وهو اسم لموضع فيه الميزاب يسمى به لانه حطم من البيت اى كسر وسمى حجرا لانه حجر منه اى منع ۲؎وهو من البيت لقوله عليه السلام فى حديث عائشة فان الحطيم من البيت فلهذا يجعل الطواف من ورائه حتى لودخل الفرجة التى بينه وبين البيت لا يجوز

قلوبهم لنظرت أن ادخل الجدر فى البيت ، و ان الزق بابه بالارض (مسلم شریف، باب جدر الکعبۃ وبابھا، ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۳/۳۲۴۹) اس حدیث میں ہے کہ خرچ کی کمی کی وجہ سے قریش نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا ورنہ وہ بیت اللہ میں داخل ہے، اس لئے اس کے پیچھے سے طواف کرے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشة قالت كنت احب ان ادخل البيت فاصلى فيه فاخذ رسول الله ﷺ بيدى فادخلنى الحجر وقال صلى فى الحجر ان اردت دخول البيت فانما هو قطعة من البيت ولكن قومك استقصروه حين بنوا الكعبة فاخرجوه من البيت. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصلوۃ فی الحجر ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۶/ ابو داؤد شریف، باب الصلوۃ فی الحجر ص ۲۸۴ نمبر ۲۰۲۸/ مسلم شریف، باب جدر الکعبۃ وبابھا، ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۳/۳۲۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حطیم جس کو حجر بھی کہتے ہیں بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنا گویا کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا چاہئے (۳) عن عطاء فى رجل طاف فكان من طوافه دخولا فى الحجر قال لا يعتد بما كان من دخول الحجر (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۸۹ فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافہ دخولا فی الحجر، ج ثالث، ص ۲۴۲، نمبر ۱۳۹۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حطیم میں داخل ہو کر طواف کیا جائے گا اس کا اعتبار نہیں اس لئے حطیم کے باہر سے طواف کرے۔

ترجمه: ۱؎ حطیم وہ جگہ ہے جس میں بیت اللہ کا پانی گرتا ہے، حطیم کا نام حطیم اس لئے رکھا کہ وہ ، حطم من البیت، سے مشتق ہے یعنی ٹوٹ گیا ہو، اور ، حِجر ، اس لئے نام رکھا گیا کہ وہ بیت اللہ سے دور ہے یعنی روکا گیا ہے۔

تشریح: حطیم کا دوسرا نام ، حِجر ، ہے۔ حطیم کا ترجمہ ہے ٹوٹا ہوا، چونکہ حطیم بیت اللہ سے الگ ہے اور گویا کہ اس سے ٹوٹا ہوا ہے، اس لئے اس کا نام حطیم ، رکھا گیا ہے۔ اور حطیم کا نام ، حِجر ، اس لئے رکھا کہ حجر کا ترجمہ ہے روکا ہوا، دور کیا ہوا، اور حطیم بیت اللہ سے دور کیا ہوا ہے، یہ بیت اللہ کی دیوار میں داخل نہیں ہے اس لئے اس کا دوسرا نام ، حِجر ، ہے۔ اس کا تیسرا نام ، جدر ، ہے، یعنی چھوٹی سی دیوار۔

لغت: میزاب: پرنالہ: بیت اللہ کی چھت کا پانی جہاں سے گرتا ہے اس کو میزاب رحمت ، کہتے ہیں۔

ترجمه: ۲؎ اور حطیم بیت اللہ میں سے ہے، حضرت عائشہ کی حدیث میں حضورؐ کے قول کی وجہ سے، کہ حطیم بیت اللہ میں سے ہے ، اس لئے طواف حطیم کے پیچھے سے کیا جائے یہاں تک کہ اگر کوئی حطیم اور بیت اللہ کی کشادگی میں داخل ہوا تو جائز نہیں ہے۔

۳؎ الا انه اذا استقبل الحطيم وحده لا يجزيه الصلوٰة لان فرضية التوجه ثبت بنص الكتاب فلايتادى بما ثبت بخبر الواحد احتياطا والاحتياط فى الطواف ان يكون وراء ہ (۱۰۵۹) قال ويرمل فى الثلث الاول من الاشواط﴾

تشریح : اوپر حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گزرا کہ حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اس لئے طواف حطیم کے پیچھے سے کرنا ضروری ہے ، چنانچہ اگر کوئی بیت اللہ اور حطیم کے درمیان سے طواف کے لئے گزرا تو طواف نہیں ہوگا ، کیونکہ اس نے بیت اللہ کے ایک حصے کا طواف چھوڑ دیا۔

صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔ عن عائشة قالت كنت احب ان ادخل البيت فاصلى فيه فاخذ رسول الله ﷺ بيدى فادخلنى الحجر وقال صلى فى الحجر ان اردت دخول البيت فانما هو قطعة من البيت ولكن قومك استقصروه حين بنوا الكعبة فاخرجوه من البيت. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصلوۃ فی الحجر ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۶/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ فی الحجر ص ۲۸۴ نمبر ۲۰۲۸/مسلم شریف، باب جدر الکعبۃ و بابھا ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۳/۳۲۴۹)

اس حدیث میں ہے کہ حطیم بیت اللہ میں سے ہے۔

ترجمہ : ۳؎ اور اگر نماز میں صرف حطیم کا استقبال کرے تو نماز جائز نہیں ہوگی اس لئے کہ بیت اللہ کی طرف توجہ کرنے کی فرضیت نص قرآن سے ثابت ہوئی ہے اس لئے جو بات خبر واحد سے ثابت ہوئی ہو اس سے ادا نہیں ہوگی ، احتیاط کا تقاضا یہی ہے ، اور طواف میں احتیاط یہ ہے کہ حطیم کے پیچھے سے طواف ہو۔

تشریح : یہ عبارت ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ جب حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے تو اگر نماز میں صرف حطیم کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھے تو قبلے کی ادائیگی کیوں نہیں ہوگی اور نماز کیوں جائز نہیں ہوگی ؟ تو اس کا جواب دیا کہ جو لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھ رہے ہیں آیت میں ہے کہ وہ بیت اللہ کی طرف متوجہ ہوں، آیت یہ ہے ۔ فول وجهك شطر المسجد الحرام ۔(آیت ۱۴۴، سورۃ البقرۃ ۲) اور حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے یہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے آیت کو حدیث کی بنا پر چھوڑی نہیں جائے گی ، اس لئے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ صرف حطیم کی طرف توجہ کر کے نماز پڑھی تو اس نماز کو جائز قرار نہ دی جائے۔ اور طواف میں احتیاط اس بات میں ہے کہ حطیم کے پیچھے سے طواف کرے تا کہ حطیم بھی چکر میں شامل ہو جائے اور حدیث پر بھی عمل ہو جائے اور کوئی شبہ باقی نہ رہے، خبر الواحد : سے مراد حدیث ہے

ترجمہ :(۱۰۵۹) تین پہلے شوط میں رمل کرے اور باقی میں اپنی ہیئت پر چلے۔

تشریح : طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں اکڑ اکڑ کر چلے اور باقی چار چکر میں اپنی حالت پر چلے۔ یا عمرہ کے لئے آئے تو

لے والرمل ان یھز فی مشیتہٖ الکتفین کالمبارز یتبختر بین الصفین وذالک مع الاضطباء ۲ے وکان سببه اظهار الجلد للمشركين حين قالوا اَضْنَاهم حمی یثرب

چونکہ مکہ مکرمہ داخل ہونے کے بعد یہ پہلا طواف ہے اس لئے اس کے پہلے تین چکروں میں اکڑ اکڑ کر چلے اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے

وجه: (۱) اکڑ کر چلنے کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر قال سعی النبی ﷺ ثلثة اشواط ومشی اربعة فی الحج والعمرة** ۔(بخاری شریف، باب الرمل فی الحج والعمرۃ ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳ /ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پہلی مرتبہ طواف کرے تو تین پہلے میں رمل کرے گا اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے گا (۲) اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ آنے کے بعد پہلی مرتبہ طواف کر رہا ہو، مثلا طواف قدوم کر رہا ہو، یا عمرہ کا طواف کر رہا ہو تو اس میں پہلے تین طواف میں اکڑ کر چلے اور باقی چار طواف میں اپنی ہیئت پر چلے۔ **عن سالم عن ابیہؓ قال رأیت رسول الله ﷺ حین یقدم مکة اذا استلم الرکن الاسود أول ما یطوف یخب ثلاثة أطواف من السبع** (بخاری شریف، باب استلام الحجر الاسود حین یقدم مکۃ أول مایطوف ویرمل ثلاثا ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۳ /مسلم شریف، باب استحباب الرمل فی الطّواف فی العمرۃ وفی الطّواف الاول فی الحج، ص ۵۳۳، نمبر ۱۲۶۱ /۳۰۴۹) اس حدیث میں ہے کہ پہلی مرتبہ کے طواف میں پہلے تین چکر میں اکڑ کر چلے اور باقی چار میں اپنی ہیئت پر چلے۔

لغت: رمل : اکڑ اکڑ کر چلنا۔ الاشواط : شوط کی جمع ہے طواف کے ایک چکر کو شوط کہتے ہیں۔ ھیئة : اپنی حالت پر۔ استلام: حجر اسود کو چھونا، بوسہ دینا، چومنا ، ان تینوں کو استلام کہتے ہیں۔

ترجمه: لے اور رمل یہ ہے یہ کہ اپنے چلنے میں دونوں کندھوں کو اس طرح حرکت دے جس طرح دونوں صفوں کے درمیان لڑنے والا اکڑ کر چلتا ہے، اور یہ اضطباع کے ساتھ کرے۔

تشریح : حدیث میں جو آیا کہ رمل کرے یہ اس کی تفسیر ہے کہ جنگ کے وقت دونوں صفوں کے درمیان لڑنے والا جس طرح اکڑ کر چلتا ہے طواف کے پہلے تین چکروں میں بھی اسی طرح اکڑ کر چلے، یہی وجہ ہے کہ اس وقت اضطباع کرے تا کہ دایاں کندھا کھلا رہے اور جرأت کا اظہار زیادہ زیادہ ہو۔

لغت : یھز : جھٹکے کے ساتھ حرکت دے۔ کتفین : دونوں کندھے۔ مبارز : برز سے مشتق ہے، لڑنے والا دشمن کو للکار کر کہتا ہے کہ، ہے کوئی میرے مقابلے پر آنے والا ! تو آ جاؤ۔ اس کو مبارز کہتے ہیں۔ یتبختر : بخار سے مشتق ہے، یہاں مراد ہے اکڑ کر چلنا۔

ترجمه: ۲ے رمل کا سبب مشرکین کے سامنے دلیرانہ قوت کا اظہار کرنا تھا، جب انہوں نے کہا تھا کہ ان مسلمانوں کو مدینہ طیبہ

۳ ثم بقي الحكم بعد زوال السبب في زمن النبي ﷺ وبعده (۱۰۶۰) قال ويمشي في الباقي على هيئته ﴾ ۱ على ذلك اتفق رواة نسك رسول الله ﷺ

کے بخار نے کمزور کرڈالا ہے۔

تشریح : اکڑ اکڑ کر چلنے کی وجہ یہ تھی کہ جب صحابہ مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ عمرہ کرنے آئے تو کفار مکہ نے کہا کہ ان کو مدینہ کی آب وہوا نے کمزور کر دیا ہے۔ آپؐ نے یہ سنا تو صحابہ کو حکم دیا کہ اکڑ اکڑ کر طواف کرو تو صحابہ کرام اکڑ اکڑ کر طواف کرنے لگے۔ تین طواف کے بعد کفار مکہ بھاگ گئے تو باقی چار طوافوں میں اپنی حالت پر چلنے کا حکم دیا۔ فتح مکہ کے بعد کفار مکہ میں نہیں رہے لیکن یادگار کے طور پر رمل کا حکم باقی رہا۔

(۲) صاحب ھدایہ کا پیش کردہ واقعہ حدیث میں یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال قدم رسول الله واصحابه فقال المشركون انه يقدم عليكم وفد وهنهم حمى يثرب فامرهم النبي ﷺ ان يرملوا الاشواط الثلثة وان يمشوا ما بين الركنين**. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الرمل ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۲ / ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کس طرح رمل کی ابتدا ہوئی۔

ترجمہ: ۳ پھر سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی حکم باقی رہا حضورؐ کے زمانے میں بھی اور اس کے بعد بھی۔

تشریح : فتح مکہ کے بعد کفار باقی نہیں رہے لیکن آج بھی رمل سنت ہے اور کرنا چاہئے۔

وجہ : (۱) حجۃ الوداع میں کفار مکہ باقی نہیں تھے پھر بھی حضورؐ نے پہلے تین شوط میں رمل کیا ہے، حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ كان اذا طاف في الحج و العمرة أول ما يقدم فانه يسعى ثلاثة أطواف و يمشي أربعا ثم يصلي سجدتين** ۔ (ابوداؤد شریف، باب الدعاء فی الطّواف، ص ۲۷۶ نمبر ۱۸۹۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حجۃ الوداع میں بھی رمل کیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ آج بھی رمل سنت ہے۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ **أن ابن عمر رمل من الحجر الى الحجر و ذكر ان رسول الله ﷺ فعل ذالك . . قال ابن عباس : فكانت سنة** ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶، نمبر ۱۸۹۱ نمبر ۱۸۸۹) اس اثر میں ہے کہ حضورؐ کے دنیا سے گزرنے کے بعد بھی صحابہ نے رمل فرمایا، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رمل آج بھی سنت ہے چاہے کفار مکہ آج باقی نہیں رہے۔

لغت: ۔جلد: بہادری، جرأت ۔ أضناھم: بیماری کی وجہ سے کمزور ہونا، دبلا ہونا۔ حمیٰ: بخار۔ یثرب: مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔

ترجمہ : (۱۰۶۰) باقی شوط میں اپنی ہیئت پر چلے۔

ترجمہ: ۱ رسول اللہ ﷺ کے رمل کو روایت کرنے والے کا اس پر اتفاق ہے۔

٢؎ والرمل من الحجر الى الحجر هو المنقول من رمل النبی علیه السلام

تشریح : باقی چار شوط میں سکون و وقار کے ساتھ چلے، کیونکہ حضورؐ کے رمل کو جتنے راویوں نے بیان کیا ہے سب نے یہی بیان کیا ہے کہ باقی چار شوط میں اپنی ہیئت پر چلے، اس لئے باقی چار شوط میں اپنی ہیئت پر چلے۔ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمہ: ٢؎ رمل حجر اسود سے لیکر حجر اسود تک ہے حضورؐ کے رمل سے یہی منقول ہے۔

تشریح : بیت اللہ کے چاروں کونوں پر چار ارکان ہیں [١] رکن حجر اسود [٢] رکن یمانی [٣] رکن شامی [٤] رکن عراقی۔

ارکان سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں۔

رمل رکن حجر اسود سے شروع کرے اور واپس حجر اسود ہی پر ختم کرے، یعنی پورے شوط میں رمل کرے، اس طرح تین چکروں میں ایسا کرے۔

(١٠٦١) فان زحمه الناس فی الرمل قام فاذا وجد مسلکا رمل ﴿ ۱؎ لانه لا بدلَ له فیقف حتی یقیمه علیٰ وجه السنة بخلاف الاستلام لان الاستقبال بدلٌ له

وجه : (۱) أن ابن عمر قال رمل رسول الله ﷺ من الحجر الی الحجر ثلاثا و مشی أربعا ۔(مسلم شریف، باب استحباب الرمل فی الطّواف فی العمرة وفی الطّواف الاول فی الحج ص ۵۳۳،نمبر ۳۰۵۱/۱۲۶۲/ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ،ص ۲۶۶،نمبر۱۸۹۱)اس حدیث میں ہے کہ حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کرے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ رکن یمانی سے حجر اسود تک ہی رمل کرے اور باقی رکن عراقی سے رکن شامی تک جب چلے تو رمل نہ کرے وقار سے چلے۔اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال قدم رسول الله واصحابه فقال المشرکون انه یقدم علیکم وفد وهنهم حمی یثرب فامرهم النبی ﷺ ان یرملوا الاشواط الثلثة وان یمشوا ما بین الرکنین. (بخاری شریف، باب کیف کان بدء الرمل ص ۲۱۸ نمبر ۱۶۰۲/ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ۲۶۶ نمبر ۱۸۸۶)اس حدیث میں ہے کہ دونوں رکنوں یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کے درمیان آہستہ چلے۔

ترجمه: (١٠٦١) پس اگر رمل کرتے وقت بھیڑ ہو تو کھڑا رہ جائے پھر جب راستہ ملے تو رمل کرے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ رمل کا کوئی بدل نہیں ہے کہ اس کو سنت طریقے پر قائم کر سکے، برخلاف استلام کے کیونکہ استقبال کرنا اس کا بدل ہے۔

تشریح : اگر مطاف میں بھیڑ ہو اور اکڑ کر چلنا مشکل ہو تو کھڑا رہے اور جب اکڑ کر چلنے کا راستہ ملے تو اکڑ کر چلے،اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ تین شوط میں اکڑ کر چلنا سنت ہے اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں ہے اس لئے اکڑ کر چلنے کے لئے کھڑا رہے اور جب بھیڑ چھٹ جائے تو اکڑ کر چل کر طواف پورا کرے۔اس کے برخلاف اگر حجر اسود کو چھو نہ سکے تو حدیث میں اس کا بدل موجود ہے کہ وہ حجر اسود کا استقبال کر لے تو کام بن جائے گا،اور رمل کا کوئی بدل نہیں ہے اس لئے اس کے لئے کھڑا رہے۔

نوٹ : آج کل ۳۰ لاکھ حاجی ہوتے ہیں اس لئے بہت بھیڑ ہوتی ہے اور دیر تک ایسا راستہ نہیں ملتا کہ رمل کر سکے اس لئے گھنٹوں کھڑا ہی رہنا پڑ جائے گا،اس لئے بعض علماء کی رائے ہے مجبوری کی وجہ سے جہاں رمل نہ کر سکے وہاں بغیر رمل کے طواف پورا کر لے، اور جہاں موقع ملے وہاں رمل کرے۔

وجه :(۱) مجبوری کے وقت انکی دلیل یہ ہے، کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رمل سنت نہیں ہے مستحب ہے اس لئے مجبوری کے وقت اس پر عمل کر لے۔اثر یہ ہے. عن ابی طفیل قال قلت لابن عباس یزعم قومک أن رسول الله ﷺ قد رمل بالبیت و أن ذالک سنة ؟ قال صدقوا و کذبوا قلت و ما صدقوا و ما کذبوا ؟ قال صدقوا قد

(١٠٦٢) قال ويستلم الحجر كلما مر ان استطاع ﴿ ١ لان اشواط الطواف كركعات الصلوة فكما يفتتح كل ركعة بالتكبير يفتتح كلّ شوط باستلام الحجر (١٠٦٣) وان لم يستطع الاستلام استقبل وكبر وهلّل ﴿ ١ علىٰ ما ذكرنا

رمل رسول الله ﷺ و كذبوا ليس بسنة ۔(ابوداؤد شریف، باب فی الرمل ص ٢٧٥ نمبر ١٨٨٥) اس حدیث میں ہے کہ رمل سنت نہیں ہے۔(٢) ان ابن عباسؓ و علی بن حسین کانا لا یرملان . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من رخص فی ترک الرمل، ج ثالث، ص ٢٦٥، نمبر ١٤١٦٠) اس اثر میں ہے کہ رمل واجب نہیں ہے اس لئے گنجائش نہ ہو تو اس پر عمل کرلے۔

ترجمہ:(١٠٦٢) حجر اسود کو چومے جب جب بھی اس کے پاس سے گزرے اگر ہو سکتا ہو۔

وجہ : (١) جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اگر چوم سکے تو اس کو چومے۔عن ابن عمر قال کان رسول الله ﷺ لا یدع ان یستلم الرکن الیمانی والحجر فی کل طوافه قال وکان عبد الله بن عمر یفعله (ابوداؤد شریف، باب استلام الارکان ص ٢٦٥ نمبر ١٨٧٦ / بخاری شریف نمبر ١٦١١) اس حدیث میں ہے کہ جب جب حجر اسود کے پاس سے گزرے تو اس کو چومے (٢) اور نہ چوم سکے تو ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے اور تکبیر کہے۔عن ابن عباس قال طاف النبی ﷺ بالبیت علی بعیر کلما اتی الرکن اشار الیه بشیء عنده و کبر . (بخاری شریف، باب من اشار الی الرکن اذا اتی الیه ص ٢١٩ نمبر ١٦١٣) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب جب حجر اسود سے گزرے تو اس کو چومے۔اور چوم نہ سکتا ہو تو اس کی طرف اشارہ کرکے تکبیر کہے

نوٹ: رکن سے مراد یہاں حجر اسود ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ طواف کا ہر شوط نماز کی رکعت کی طرح ہے پس جیسے ہر رکعت تکبیر سے شروع کرتے ہیں اسی طرح ہر شوط حجر اسود کو چھونے سے شروع کیا جائے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ طواف کا ہر شوط یعنی ہر چکر ایک رکعت نماز کی طرح ہے، اور ہر رکعت کو اللہ اکبر سے شروع کرتے ہیں اسی طرح ہر شوط کو حجر اسود کے چھونے سے شروع کرے، یعنی پہلے حجر اسود کو چومے اور وہ نہ ہو سکے تو اس کا استقبال کرے اور اسی سے شوط شروع کرے

ترجمہ: (١٠٦٣) اور اگر حجر اسود کو چھو نہ سکتا ہو تو استقبال کرے، اور تکبیر کہے، اور تہلیل کہے اور شوط شروع کرے۔

ترجمہ: ١ جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا

تشریح : اگر ہر شوط میں چومنے کی استطاعت نہ ہو تو حجر اسود کی طرف ہاتھ کرکے استقبال کرے، اور اللہ اکبر کہے، اور لا الہ الا

(١٠٦٤) و يستلم الركن اليمانی ﴿١﴾ وهو حسن فی ظاهر الرواية وعن محمدؒ انه سنة (١٠٦٥) ولا يستلم غيرهما ﴿١﴾ فان النبی عليه السلام كان يستلم هذين الركنين ولايستلم غيرهما

اللہ، پڑھے اور اگلا طواف شروع کرے، جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی۔

ترجمه:(١٠٦٤)اور رکن یمانی کا استلام کرے۔

ترجمه: ١ظاہر روایت میں یہ بہتر ہے، اور امام محمدؒ سے روایت یہ ہے کہ یہ سنت ہے۔

تشریح :حجر اسود کے ساتھ رکن یمانی کو بھی چھوئے یہ بہتر ہے، امام ابو حنیفہؒ کی یہ ظاہر روایت ہے، اور امام محمدؒ سے منقول یہ ہے کہ ہر شوط میں رکن یمانی کو چھونا سنت ہے۔

وجه :(١)اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن سالم بن عبد الله عن ابيهؓ قال لم أر النبی ﷺ يستلم من البيت الا الركنين اليمانيين.** (بخاری شریف، باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین، ص ٢١٨، نمبر ١٦٠٩ / ابو داود شریف، باب استلام الارکان، ص ٢٥٤، نمبر ١٨٧٤)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ دو رکن یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام کیا کرتے تھے۔

ترجمه: (١٠٦٥)ان دونوں رکنوں کے علاوہ اور رکنوں کا استلام نہ کرے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ نبی علیہ السلام ان دونوں رکنوں کا استلام کیا کرتے تھے اور انکے علاوہ کا استلام نہیں کرتے تھے۔

تشریح: پہلے نقشے میں بتایا گیا کہ۔ بیت اللہ کے چاروں کونوں پر چار ارکان ہیں[١] رکن حجر اسود[٢] رکن یمانی[٣] رکن شامی [٤] رکن عراقی۔ حضورؐ ان میں سے حجر اسود اور رکن یمانی کو طواف کے وقت ہر چکر میں چوما کرتے تھے، یا استقبال کیا کرتے تھے اس لئے ان دونوں کو چومے، باقی دو ارکان[١] رکن شامی[٢] رکن عراقی، کا استلام نہیں کرتے تھے اس لئے اس کا استلام نہ کرے۔

وجه :(١)اوپر کی حدیث میں ہے۔ **لم أر النبی ﷺ يستلم من البيت الا الركنين اليمانيين.** کہ صرف دو رکنوں کا استلام کیا کرتے تھے(٢) حضرت ابن عباسؓ کا بھی قول ہے کہ وہ دو ہی رکنوں کا استلام کیا کرتے تھے، اثر یہ ہے۔ **عن ابی شعشاء انه قال : و من يتقی شيئا من البيت ؟ و كان معاوية يستلم الاركان فقال له ابن عباسؓ انه لا يستلم هذان الركنان.** (بخاری شریف، باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین، ص ٢١٨، نمبر ١٦٠٨)اس اثر میں ہے کہ صرف دو ہی رکنوں کا طواف کیا کرتے تھے۔ (٣) تاہم اگر رکن شامی اور رکن عراقی کا استلام کر لیا تو جائز ہے۔ اس اثر میں اس کا ثبوت ہے **و كان ابن الزبير يستلمهن كلهن** (بخاری شریف، باب من لم یستلم الا الرکنین الیمانیین، ص ٢١٨، نمبر ١٦٠٨/١)اور حضرت عبد اللہ ابن زبیر چاروں رکنوں کا استلام کیا کرتے تھے۔

(۱۰۶۶) ﴿ويختم الطواف بالاستلام﴾ ۱؎ و يعنى استلام الحجر (۱۰۶۷) قال ثم ياتى المقام فيصلى عنده ركعتين او حيث تيسر من المسجد وهى واجبة عندنا ﴾

ترجمہ: (۱۰۶۶) اورطواف چوم کرختم کرے۔

ترجمہ: ۱؎ یعنی حجراسودکو چوم کر۔

تشریح : جب ساتوں طواف ختم ہوتوآخیر میں بھی حجراسودکو چومےاور چومنے پرطواف ختم کرے۔

وجہ: (۱) عن عبد الرحمن بن صفوان ... فرايت النبى ﷺ قد خرج من الكعبة هو واصحابه قد استلموا البيت من الباب الى الحطيم وقد وضعوا خدودهم على البيت ورسول الله ﷺ وسطهم. (ابوداود شریف، باب الملتزم، ص۲۷۶، نمبر۱۸۹۸ رسنن للبیھقی ، باب الملتزم ج خامس ص۱۵۰، نمبر۹۳۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر میں بھی بیت اللہ کو چومنا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۰۶۷) پھرمقام ابراہیم پرآئے اوراس کے پاس دورکعت نماز پڑھے یامسجد مین جہاں آسان ہواوروہ واجب ہے ہمارے نزدیک۔

تشریح: طواف کے سات شوط پورا کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آئے اوردورکعت نماز پڑھے۔

وجہ: (۱) سمعت ابن عمر يقول قدم النبى ﷺ فطاف بالبيت سبعا وصلى خلف المقام ركعتين ثم خرج الى الصفا. (بخاری شریف باب من صلی رکعتی الطّواف خلف المقام، ص۲۲۰ نمبر۱۶۲۷ ر ابن ماجۃ شریف، باب الرکعتین بعد الطّواف، ص۴۲۸، نمبر۲۹۵۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے سات شوط کے بعد مقام ابراہیم پرآئے اوردورکعت طواف کی پڑھے۔(۲) اس آیت میں ہے۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى. (آیت ۱۲۵ سورۃ البقرۃ۲) اس آیت میں حکم ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھی جائے۔ یہ دورکعت واجب ہے۔(۳) اس کی دلیل حضور کی مواظبت ہے۔ اثر میں ہے۔ قلت للزهرى ان عطاء يقول تجزئه المكتوبة من ركعتى الطواف فقال السنة افضل لم يطف النبى ﷺ اسبوعا قط الا صلى ركعتين. (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ وصلی لسبوعہ رکعتین ص۲۲۰ نمبر۱۶۲۳) اس حدیث میں ہے کہ جب جب آپ نے طواف کے سات شوط پورے کئے تو آپ نے دورکعت طواف پڑھی۔ اس ہیشگی کی وجہ سے رکعت طواف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔

نوٹ: مقام ابراہیم کے پاس جگہ نہ ملے تو مسجد حرام کی کسی جگہ بھی رکعت طواف پڑھ سکتے ہیں۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے . عن ام سلمة زوج النبى ﷺ أن رسول الله ﷺ قال و هو بمكة و اراد

ا وقال الشافعی سنة لانعدام دلیل الوجوب ٢ ولنا قوله ﷺ ولیصلّ الطائف لکل اُسبوع رکعتین والامرللوجوب (١٠٦٨) ثم یعود الی الحجر فیستلمه ﴾ا لماروی ان النبی ﷺ لما صلی رکعتین عاد الی الحجر

الخروج و لم تکن ام سلمة طافت بالبیت و ارادت الخروج فقال لها رسول الله ﷺ اذا اقیمت صلاة الصبح فطوفی علی بعیرک و الناس یصلون ففعلت ذالک فلم تصل حتی خرجت ۔ (بخاری شریف، باب من صلی رکعتی الطّواف خارجا من الحرم، ص٢٢٠ نمبر١٦٢٦) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے حرم سے باہر طواف کی دو رکعت پڑھی۔

ترجمه: ا امام شافعیؒ نے فرمایا کہ طواف کے دورکعت سنت ہے، اس لئے کہ واجب ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

وجــه :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ طواف کے بعد جو دورکعت پڑھتے ہیں وہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ واجب ہونے کی دلیل نہیں ہے، (٢) حضرت زہریؒ کا یہ قول بھی دلیل ہے کہ اس میں رکعت طواف سنت کہا ہے۔ اثر یہ ہے۔ **قلت للزهری ان عطاء یقول تجزئه المکتوبة من رکعتی الطواف فقال السنة افضل**. (بخاری شریف نمبر١٦٢٣) اس اثر میں ہے کہ طواف کے دورکعت سنت ہے۔

ترجمه: ٢ اور ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ طواف کرنے والے کو ہر سات چکر کے بعد دورکعت پڑھنی چاہئے، اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے [اس لئے یہ دورکعت واجب ہے]

تشریح : صاحب ھدایہ کی حدیث غالبا یہ ہے۔ **لم یطف النبی ﷺ اسبوعا قط الا صلی رکعتین**. (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ و صلی لسبوعہ رکعتین ص٢٢٠ نمبر١٦٢٣) اس حدیث میں ہے کہ جب بھی حضورؐ نے سات شوط طواف کیا تو آپؐ نے دورکعت نماز پڑھی، تو یہ ہمیشگی وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

ترجمه: (١٠٦٨) پھر حجر اسود کی طرف واپس آئے اور اس کا استلام کرے۔

ترجمه: ا اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام جب دورکعت طواف کی پڑھی تو واپس حجر اسود کی طرف آئے۔

تشــریح : طواف ختم کرکے دورکعت نماز پڑھے، اس کے بعد جب سعی کے لئے صفا پہاڑی کی طرف جانے لگے تو پہلے حجر اسود کا استلام کرے پھر سعی کے لئے جائے، گویا کہ استلام سے سعی کو شروع کرے۔ اور اگر طواف کے بعد سعی نہ کرنا ہو تو اب دوبارہ حجر اسود کے استلام کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ طواف ختم کرنے کے بعد استلام کر چکا ہے۔

وجه : (١) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم حتی انتهی الی ....ثم**

۲؎ والاصل ان كل طواف بعده سعي يعود الى الحجر لان الطواف لما كان يفتتح بالاستلام فكذا السعي يفتتح به بخلاف ما اذا لم يكن بعده سعي (۱۰۶۹) قال وهٰذا الطواف طواف القدوم ويسمى طواف التحية وهو سنة وليس بواجب ۱؎ وقال مالكؒ انه واجب لقوله عليه السّلام من اتى البيت

رجع الى الركن فاستلمه ثم خرج من الباب الى الصفا . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۵۱۴ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداود شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص۲۷۸، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ طواف کے دونوں رکعتوں کے بعد حضورؐ حجر اسود کا استلام کیا اور اس کے بعد سعی کے لئے صفا پہاڑی کی طرف تشریف لے گئے۔

ترجمہ: ۲؎ اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ طواف جسکے بعد سعی ہو تو وہ حجر اسود کی طرف آئے، اس لئے کہ جس طرح طواف استلام سے شروع ہوتا ہے اسی طرح سعی بھی استلام سے شروع ہوتا ہے، اس لئے حجر اسود کے استلام ہی سے سعی شروع کرے، برخلاف جبکہ طواف کے بعد سعی نہ کرنا ہو۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جس طرح طواف حجر اسود کو چوم کر شروع ہوتا ہے اسی طرح سعی بھی حجر اسود کو چوم کر ہی شروع ہوتا ہے اس لئے جس طواف کے بعد سعی ہے تو سعی کو شروع کرنے کے لئے حجر اسود کو چومے اور اس کے لئے حجر اسود کے پاس آئے۔

ترجمہ: (۱۰۶۹) اس طواف کا نام طواف قدوم ہے یہ سنت ہے واجب نہیں ہے۔

تشریح: باہر سے آتے ہی جو طواف کرتے ہیں اس کو طواف قدوم آنے کا طواف کہتے ہیں۔ یہ آفاقی کے لئے سنت ہے۔

وجہ : (۱) قدوم کے معنی باہر سے آنا، چونکہ آفاقی باہر سے آتے ہیں اس لئے اس کے لئے سنت ہے۔ مکی باہر سے نہیں آتے ہیں اس لئے اس کے لئے سنت نہیں ہے۔ البتہ کر لے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ یوں بھی ہر وقت طواف کرنا بہتر ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن وبرة قال كنت جالسا عند ابن عمر فجائه رجل فقال ايصلح لى ان اطوف بالبيت قبل ان اتى الموقف فقال نعم فقال فان ابن عباس يقول لا تطف بالبيت حتى تأتى الموقف فقال ابن عمر فقد حج رسول الله فطاف بالبيت قبل ان ياتى الموقف فبقول رسول الله احق ان تأخذ او بقول ابن عباس ان كنت صادقا ؟. (مسلم شریف، باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ، ص۴۰۵، نمبر ۱۲۳۳/۲۹۹۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے حج کا احرام باندھا اس کے باوجود عرفہ جانے سے پہلے طواف قدوم کیا جو آفاقی کے لئے سنت ہے۔ (۳) یہ طواف واجب نہیں ہے سنت ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ سأل رجل ابن عمرؓ أطوف بالبيت و قد احرمت بالحج ؟ .....ثم قال رأينا رسول الله ﷺ أحرم بالحج و طاف بالبيت و سعى بين الصفا و المروة ، فسنة الله و سنة رسوله أحق أن يتبع من سنة فلان ان كنت صادقا ؟ . (مسلم شریف، باب استحباب طواف القدوم للحاج والسعی بعدہ

فليحيّه بالطواف ۲؎ ولنا ان الله تعالىٰ امر بالطواف والامر المطلق لايقتضى التكرار وقد تعين طواف الزيارة بالاجماع ۳؎ و فيما رواه سمّاهُ تحيّة وهو دليل الاستحباب (۱۰۷۰) وليس على اهل مكة طواف القدوم لانعدام القدوم ﴿۱؎ فى حقهم

ص۴۰۵،نمبر۱۲۳۳۳/۲۹۹۸)اس حدیث میں ہے کہ طواف قدوم سنت ہے، واجب نہیں۔

ترجمه : ۱؎ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ طواف قدوم واجب ہے، حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ جو بیت اللہ آئے اس کو طواف سے تحیہ ادا کرنا چاہئے۔

تشريح :صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ طواف قدوم واجب ہے۔لیکن موطاء امام مالک سے پتہ چلتا ہے کہ انکے یہاں بھی سنت ہے، موطاء کی عبارت یہ ہے۔ **مالک انه بلغه ان سعد بن ابی وقاص کان اذا دخل مکة مراهقا خرج الی عرفة قبل ان یطوف بالبیت و بین الصفا و المروة ثم یطوف بعد ان یرجع .** (موطا امام مالکؒ ،باب جامع الطّواف،ص۳۹۰،)اس عبارت میں ہے کہ کسی کو جلدی ہوتو وہ طواف قدوم نہ کرے بلکہ پہلے عرفہ چلا جائے اور بعد میں طواف قدوم کرے۔[اس لئے کہ طواف قدوم انکے نزدیک سنت ہے۔] صاحب ھدایہ کی ذکر کردہ حدیث نہیں ملی۔

ترجمه : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے طواف کا حکم دیا ہے، اور مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا، اور آیت کا طواف بالا جماع متعین ہو چکا ہے کہ وہ طواف زیارت ہے[اس لئے ایک ہی طواف زیارت ہی فرض ہوگا]

تشريح : یہ دلیل عقلی ہے کہ آیت میں کہا کہ پرانے گھر یعنی بیت اللہ کا طواف کرو، اس میں امر کا صیغہ ہے اور امر کے صیغے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ طواف کرنا فرض ہے، اور تمام ائمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس آیت سے طواف زیارت فرض ہے، اور چونکہ امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا اس لئے طواف زیارت کے علاوہ دوسرا طواف فرض یا واجب نہیں ہوگا، اس لئے طواف قدوم سنت ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ **ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم و لیطوفوا بالبیت العتیق** ۔(آیت ۲۹،سورۃ الحج ۲۲)اس آیت میں ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرو۔

ترجمه : ۳؎ اور امام مالکؒ نے جو روایت کی تو اس میں طواف قدوم کو تحیۃ، کہا جو استحباب کی دلیل ہے۔

تشريح : یہ امام مالکؒ کو جواب ہے کہ انہوں نے جو حدیث پیش کی اس میں ہے کہ طواف سے تحیۃ کرو، تو تحیۃ خود ہی مستحب ہو نے کی دلیل ہے۔ کیونکہ تحیۃ کا معنی ہے، حیاک اللہ، کہنا۔ اس کا ترجمہ ہے، اللہ تمہاری زندگی دراز کرے، دوسرا ترجمہ ہے سلام کہنا، اور سلام کہنا سنت ہے اس لئے اس حدیث سے طواف قدوم بھی سنت ہونا چاہئے۔

ترجمه:(۱۰۷۰)اہل مکہ پر طواف قدوم نہیں ہے۔

(۱۰۷۱) قال ثم يخرج الى الصفا فيصعد عليه ويستقبل البيت ويكبّر ويهلّل ويصلىّ على النبى ﷺ ويرفع يديه ويدعو الله لحاجته ﴿۱ لما روى ان النبى ﷺ صعد الصفا حتى اذا نظر الى البيت قام مستقبل القبلة يدعو الله

ترجمه: ۱ اس کے حق میں آنا نہ ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : جولوگ مکہ سے باہر سے آئے اس کے لئے طواف قدوم سنت ہے، اور جو مکہ رہتے ہوں، یا ایک مرتبہ طواف کر کے مکہ میں ٹھہرا ہوا ہو اس کے لئے طواف قدوم سنت نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ جی چاہے تو کرے اور جی نہ چاہے تو نہ کرے۔ اسی طرح اگر عمرے کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آیا ہو تو عمرے کے طواف کے اندر طواف قدوم ادا ہو جائے گا، اس کو الگ سے طواف قدوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه :اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قدوم کا معنی ہے آنا، تو جو باہر سے آئے گا اسی پر طواف قدوم ہوگا، اور یہ باہر سے آیا نہیں ہے مکہ مکرمہ میں ہی ہے اسلئے اس پر طواف قدوم سنت نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۰۷۱) پھر صفا پہاڑی کی طرف نکلے اور اس پر چڑھے اور بیت اللہ کا استقبال کرے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور حضورؐ پر درود بھیجے اور ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالی سے اپنی ضرورت کے لئے دعا کرے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام صفا پر چڑھے یہاں تک کہ جب بیت اللہ نظر آیا تو قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اللہ سے دعائیں کرنے لگے۔

تشریح: طواف اور طواف رکعت سے فارغ ہونے کے بعد اب سعی کرنے کے لئے صفا پہاڑی کی طرف جائے اور وہاں چڑھ کر بیت اللہ کی طرف استقبال کرے، تکبیر کہے، تہلیل کہے، درود اور دعا پڑھے۔

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم خرج من الباب الى الصفا فلما دنى من الصفا قرء ((ان الصفا والمروة من شعائر الله)) نبدأ بما بدء الله به فبدأ بالصفا فرقى عليه حتى راى البيت فاستقبل القبلة فوحد الله وكبره وقال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير لا اله الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده ثم دعا بين ذلك قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل الى المروة .** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفا پہاڑی پر آکر تکبیر و تہلیل کرے اور دعائیں کرے (۳) اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ **ان الصفا و المروة من شعائر الله فمن حج البيت او**

۲؎ ولان الثناء والصلوٰة يقدّمان على الدعاء تقريبا الى الاجابة كما فى غيره من الدعوات ۳؎ والرفع سنة الدعاء ۴؎ وانما يصعد بقدر ما يصير البيت بمرأىً منه لان الاستقبال هو المقصود بالصعود ۵؎

اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما (آیت ۱۵۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہئے۔ چنانچہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی حنفیہ کے نزدیک واجب ہے، چھوڑنے سے دم لازم ہوگا۔ (۴) صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے، چنانچہ بیت اللہ کی طرف استقبال کر کے دعائیں پڑھے۔ حدیث میں ہے۔ حدثنا جابر ان رسول الله رقى على الصفا حتى اذا نظر الى البيت كبر (نسائی شریف، باب موضع القیام علی الصفا ج ثانی ص ۴۰۹، نمبر ۲۹۷۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگے پھر تکبیر وغیرہ کہے۔ اس کے لئے حدیث ہے ، اس کے لئے اوپر مسلم شریف کی حدیث گزری، (۵) یہ حدیث بھی ہے۔ عن جابر أن رسول الله ﷺ كان اذا وقف على الصفا يكبر ثلاثا و يقول ((لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شيء قدير)) يصنع ذالک ثلاث مرات و يدعو و يصنع على المروة مثل ذالک۔ (نسائی شریف، باب التکبیر علی الصفا ص ۳۲ نمبر ۲۹۷۵) اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ تکبیر کہے، اور تہلیل کہے اور اپنے لئے دعا بھی کرے۔ اوپر بھی مسلم شریف کی حدیث گزری جس میں صفا پر تکبیر تہلیل کہنے کا ذکر ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ اللہ کی تعریف کرنا اور درود شریف پڑھنا دعا سے پہلے ہونا چاہئے تا کہ دعا قبول ہونے کے زیادہ قریب ہو جائے، جیسا کہ اور دعاؤں میں ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ صفا پر چڑھ کر اپنے لئے دعا کرے، لیکن دعا سے پہلے اللہ تعالی کی حمد وثنا کرے اور حضورؐ پر درود شریف پڑھے تا کہ اس بات کی زیادہ امید ہو کہ دعا قبول ہوگی، جیسا کہ اور دعاؤں کا طریقہ بھی یہی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور ہاتھ اٹھانا دعا کی سنت ہے۔

تشریح: صفا پر چڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور اپنے لئے دعا کرے۔

وجہ: (۱) اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں مانگنے والے کی شکل بنے گی جو اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ (۲) دوسری وجہ یہ اثر ہے۔ عن ابن عباس قال : لا ترفع الأيدى الا فى سبع مواطن : [اذا قام الى الصلوة [۲] و اذا رأى البيت [۳] و على الصفا [۴] و المروة [۵] و فى عرفات [۶] و فى جمع [۷] و عند الجمار ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰ رسنن بیہقی، باب رفع الیدین اذا رأى البیت، ج خامس، ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰) اس اثر میں ہے کہ صفا اور مروہ پر چڑھے تو ہاتھ اٹھائے، اور دعا کرے۔

۵ ويخرج الى الصفا من ایّ باب شاء وانما خرج النبی ﷺ من باب بنی مخزوم وھو الذی یسمی باب الصفا لانه کان اقرب الابواب الی الصفا لانه سنة (۱۰۷۲) قال ثم ینحطّ نحو المروۃ ویمشی علیٰ هَیْنَته فاذابلغ بطنَ الوادی یسعیٰ بین المیلین الاخضرین سعیًا ثم یمشی علیٰ هینته حتٰی یأتی

ترجمہ: ۴ صفا پہاڑی پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر کے سامنے آجائے، اس لئے صفا پر چڑھنے سے مقصد اس کا استقبال کرنا ہے

تشریح :۔صفا پہاڑی پر اتنا چڑھے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگ جائے، کیونکہ صفا پہاڑی پر چڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ بیت اللہ کا استقبال کرے اور دعا کرے، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ صفا کی اونچائی پر چڑھے۔

وجہ : (ا) اس حدیث میں گزری کہ حضور اتنا اونچا چڑھے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگا۔ فبدأ بالصفا فرقی علیه حتی رای البیت فاستقبل القبلة. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ، ص ۳۹۵، نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ صفا پر اتنا چڑھے کہ بیت اللہ نظر آنے لگا۔

نوٹ : آج کل صفا پہاڑی کے سامنے مسجد حرام کی دیوار ہوتی ہے اس لئے تھوڑی سی جگہ سے بیت اللہ نظر آتا ہے، اس لئے اتنا خیال رکھے کہ وہ اتنا چڑھ چکا ہو کہ اگر دیوار سامنے نہ ہوتی تو بیت اللہ نظر آچکا ہوتا۔ بس اتنا کافی ہے۔

ترجمہ: ۵ اور صفا کی طرف جس دروازے سے چاہے نکلے، اور حضورؑ باب بنی مخزوم سے نکلے تھے جسکو ابھی باب صفا کہتے ہیں اس لئے کہ وہ صفا پہاڑی پر جانے کے لئے سب سے قریب کا دروازہ ہے، یہ نہیں ہے کہ اسی دروازے سے جانا سنت ہے۔

تشریح :سعی کے لئے صفا پہاڑی پر جائے تو جس دروازے سے ممکن ہو اسی سے نکل کر صفا پر جائے، البتہ حضورؑ باب بنی مخزوم سے صفا پر گئے تھے، آج کل اس کا نام، باب صفا، ہے اور صفا پر جانے کے لئے یہ قریب کا دروازہ ہے۔ لیکن یہ سنت نہیں ہے کہ اسی دروازے سے جائے۔

وجہ :(ا) ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنی من الصفا . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ، ص ۳۹۵، نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ صفا کی طرف جانے والے دروازے سے نکلے۔ (۲) اس اثر میں ہے کہ آپؐ باب بنی مخزوم سے صفا کی طرف گئے۔ عن عطاء أن النبی ﷺ خرج الی الصفا من باب بنی مخزوم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یطوف بالبیت من ای باب یخرج الی الصفا، ج ثالث، ص ۱۸۵، نمبر ۱۳۳۵۲)۔

ترجمہ :(۱۰۷۲) اور نیچے مروہ کی طرف اترے اور اپنی ہیئت پر چلے۔ پس جب بطن وادی میں پہنچے تو میلین اخضرین کے درمیان زور سے دوڑے، پھر اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر آجائے۔ اور اس پر چڑھے۔ اور اس پر ایسے ہی تکبیر و تہلیل

المـروة ويصعد عليها ويفعل كما فعل على الصفا ﴾ ل لماروى ان النبى عليه السّلام نزل من الصفا وجعل يمشى نحو المروة وسعى فى بطن الوادى حتى اذا خرج من بطن الوادى مشى حتى صعد المروة وطاف بينهما سبعة اشواط (١٠٧٣) **وهذا شوطٌ واحدٌ فيطوف سبعة اشواط يبدأ بالصفا ويختم بالمروة ويسعى فى بَطن الوادى فى كل شوط** ﴾ ل لما روينا

اوردعائیں کرے جیسے صفا پر کیا۔

ترجمه: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام صفا سے اترے اور مروہ پہاڑ کی طرف چلنے لگے، اور بطن وادی میں سعی کی یہاں تک کہ جب بطن وادی سے نکلے اپنی ہیئت پر چلے یہاں تک کہ مروہ پر چڑھے، اور ان دونوں کے درمیان سات شوط طواف کیا۔

تشریح: صفا اور مروہ کے درمیان پہلے نشیبی جگہ تھی جس کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ اس وقت یہ جگہ بالکل برابر ہے۔ البتہ ابتدا اور انتہا میں دوہری بتیاں لگی ہوئی ہیں۔ وہاں پہنچے تو ذرا دوڑ کر چلے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام وہاں اپنے بیٹے اسمعیل کے لئے دوڑ کر چلی۔ اس جگہ کو بطن وادی بھی کہتے ہیں۔ اور جب مروہ پہاڑی کی حدود شروع ہو تو اپنی ہیئت پر چلے اور مروہ پہاڑی کے اوپر اتنا جائے کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آنے لگے، وہاں بیت اللہ کا استقبال کرے، پھر تکبیر، کہے، تہلیل کہے، درود شریف پڑھے اور اپنے لئے دعا کرے، جس طرح صفا پر دعا کی تھی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔

وجه : (۱) اس حدیث میں ہے جو صاحب ہدایہ نے پیش کی ۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... قال مثل هذا ثلاث مرات ثم نزل الی المروة .حتی اذا انصبت قدماه فی بطن الوادی سعٰی حتی اذا صعدتا مشی حتی أتی المروة ففعل علی المروة کما فعل علی الصفا.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۵ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن وادی میں تیز قدم چلے اور باقی مقامات پر اپنی حالت پر چلے۔ اور تکبیر، تہلیل اور دعا ایسا ہی کرے جیسا کہ صفا پر کی تھی۔

لغت: بطن الوادی : صفا اور مروہ کے درمیان نشیبی اور نیچی جگہ کو بطن الوادی کہتے ہیں۔ ابھی اس پر ہری بتیاں ڈال دی گئی ہیں۔ یہاں لوگ دوڑ کر چلتے ہیں۔ اسی کو میلین اخضرین، کہتے ہیں۔ ھینتہ : اپنی ہیئت پر۔ سعی : تیز چلے، دوڑے۔ مشی : آہستہ چلے، اپنی ہیئت پر چلے۔

ترجمه: (۱۰۷۳) یہ ایک شوط ہے۔ پس طواف کرے گا سات شوط، شروع کرے گا صفا سے اور ختم کرے گا مروہ پر، اور ہر شوط میں بطن وادی کے درمیان دوڑ کر چلے۔

۲؎ وانما یبدأ بالصَّفَا لقوله علیه السلام فیه ابدؤا بما بدأ الله تعالیٰ به

ترجمہ: ۱؎ اس حدیث کی بنا پر جو میں نے روایت کی۔

تشریح: صفااورمروہ پرسعی میں سات شوط،یعنی سات چکرلگاناضروری ہے،اورحنفیہ کےنزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ صفا سے مروہ پر گیا تو ایک شوط پورا ہوگیا،اور جب مروہ سے صفا پر آیا تو دوسرا شوط پورا ہوگیا، اور جب صفا سے دوبارہ مروہ کی طرف جائے گا تیسرا شوط پورا ہوجائے گا،گویا کہ صفا سے مروہ ایک چکر،اورمروہ سے صفا دوسرا چکر ہوگا،انکے یہاں یہ نہیں ہے کہ صفا سے مروہ اورمروہ سے پھرصفا پر جائے گا تو ایک شوط ہوگا،یہ تو حنفیہ کے یہاں چودہ شوط ہوجائے گا۔

وجہ: (۱) قال سمعت عبد الله بن ابی أوفی بهذا الحدیث زاد : ثم اتی الصفا والمروة فسعی بینهما سبعا ثم حلق رأسه . (ابوداؤدشریف،باب امرالصفاوالمروۃص ۲۶۸ نمبر ۱۹۰۳)اس حدیث میں ہے کہ صفامروہ کےدرمیان سات شوط سعی کی۔(۲) فقال ابن عمر قدم رسول الله فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین وطاف بین الصفا والمروة سبعا وقد کان لکم فی رسول الله ﷺ اسوة حسنة (سنن للبیھقی،باب وجوب الطّواف بین الصفا والمروۃ وان غیرہ لایجزی عنہ ج خامس ص۱۵۸،نمبر ۹۳۶۳)اس حدیث میں ہے کہ صفااورمروہ کےدرمیان سات شوط کیا،اوریہ بھی معلوم ہوا کہ صفا سے مروہ تک میں ایک شوط پورا ہوجاتا ہے۔

فائدہ : بعض ائمہ کےنزدیک صفا سے مروہ اورمروہ سے صفا تک میں ایک شوط ہوگا۔

وجہ: ان کی دلیل اس اثر کا اشارہ ہے۔عن عطاء قال سألت عطا عن رجل سعی بین الصفا والمروة اربعة عشرة مرة قال یجزیه (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲۱۸فی الرجل یسعی بین الصفاوالمروۃ اربعۃعشرمرۃ ج ثالث،ص ۳۸۶،نمبر ۱۵۳۷۳) ہماری دلیل اسی اثر کےایک جز میں یعید کالفظ ہے یعنی اس کو دوبارہ لوٹانا ہوگا۔چودہ شوط کافی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اورصفا پہاڑی سے سعی شروع کرتے ہیں حضورؐ کے قول کی وجہ سے،کہ وہاں سے شروع کرو جسکو اللہ نے آیت میں پہلے ذکر فرمایا ہے۔

تشریح : سعی کو صفا پہاڑی سے شروع کیوں کرتے ہیں اس کی دلیل دے رہے ہیں کہ خود حضورؐ نے فرمایا کہ وہاں سے سعی شروع کروں جسکو اللہ تعالیٰ نے آیت میں پہلے ذکر کیا ہےاورآیت میں پہلے صفا کا ذکر ہےاس لئے صفا سے شروع کیا جائے گا۔

وجہ :(۱)حدیث یہ گزری۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم خرج من الباب الی الصفا فلما دنی من الصفا قرء((ان الصفا والمروة من شعائر الله)) نبدأ بما بدء الله به فبدأ بالصفا فرقی علیه حتی رای البیت . (مسلم شریف،باب حجۃ النبی ﷺ ،ص ۳۹۵ ،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤدشریف،باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۶۹ نمبر ۱۹۰۵)اس

٣ ثم السعی بین الصفا والمروۃ واجب ولیس برکن ٤ وقال الشافعی انه رکن لقوله علیه السّلام ان الله تعالیٰ کتب علیکم السعی فاسعوا

حدیث میں ہے کہ صفا سے سعی شروع کروں گا اس لئے کہ اللہ نے آیت میں صفا کو پہلے ذکر فرمایا ہے، اور حضرت ہاجرہؑ نے اپنی سعی صفا ہی سے شروع کی تھی۔

ترجمہ: ٣ پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے فرض نہیں ہے۔

وجہ : (١) سعی واجب ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن برۃ بنت ابی تجراۃ قال رأیت رسول الله حین انتهی الی المسعی قال اسعوا فان الله کتب علیکم السعی فرایته یسعی حتی بدت رکبتاه من انکشف ازاره.** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ٢٢٤ نمبر ٢٥٦٠/٢٥٥٩) اس حدیث میں ہے کہ کتب علیکم السعی، جسکا مطلب یہ ہے کہ سعی فرض ہے، لیکن آیت میں ہے کہ۔ **ان الصفا و المروۃ من شعائر الله فمن حج البیت أو اعتمر فلا جناح علیه أن یطوف بهما** ۔ (آیت ١٥٨، سورۃ البقرۃ ٢) کہ دونوں کی سعی کرے تو حرج کی بات نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعی فرض نہیں ہے اس سے کم درجہ ہے، اس لئے دونوں کے درمیان واجب کا درجہ رکھتے ہیں۔ (٣) اس حدیث سے بھی وجوب کا پتا چلتا ہے۔ **عن عروۃ عن عائشة قال قلت لها انی لاظن رجلا لو لم یطف بین الصفا والمروۃ ما ضره قالت لم؟ قلت لان الله یقول ان الصفا والمروۃ من شعائر الله الخ فقالت ما اتم الله حج امرء ولا عمرته لم یطف بین الصفا والمروۃ ولو کان کما تقول لکان فلا جناح علیه ان لا یطوف بهما** ۔ (مسلم شریف، باب بیان ان السعی بین الصفا والمروۃ رکن ص ٤١٤ نمبر ٣٠٧٩/١٢٧٧ / بخاری شریف باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ، ص ٢٢٢، نمبر ١٦٤٣ / ابو داؤد شریف، باب امر الصفا والمروۃ ص ٢٦٩ نمبر ١٩٠١) اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ سعی واجب ہے۔ صفا پہاڑ، اور مروہ پہاڑ پر بت تھے اور زمانہ جاہلیت میں اس کی پوجا کیا کرتے تھے اس لئے صحابہؓ کو اس بات میں تردد ہوا کہ اسلام لانے کے بعد اس کی سعی کریں یا نہ کریں تو آیت نازل ہوئی کہ اس کی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ تو شعائر میں سے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سعی کرو ہی نہیں بلکہ اس کی سعی واجب ہے۔

ترجمہ: ٤ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سعی فرض ہے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ اللہ تعالی نے تم پر سعی فرض کیا ہے اس لئے سعی کرو۔

وجہ : (١) **عن برۃ بنت ابی تجراۃ قال رأیت رسول الله حین انتهی الی المسعی قال اسعوا فان الله کتب علیکم السعی فرایته یسعی حتی بدت رکبتاه من انکشف ازاره.** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ٢٢٤ نمبر

۵ ولنا قوله تعالیٰ فلا جناح علیه ان یّطوّف بهماو مثله یستعمل للاباحة فینفی الرکنیة والایجاب الا انا عَدَلنا عنه فی الایجاب ٦ ولان الرکنیة لا تثبت الا بدلیل مقطوع به ولم یوجد ۷ ثم معنی ماروی کتب استحبابا کما فی قوله تعالیٰ کتب علیکم اذا حضر احد کم الموت الأیة (۱۰۷۴) ثم یقیم بمکة حَرَاما ۱ لانه محرم بالحج فلا یتحلل قبل الاتیان بافعاله

۲۵۶۰/۲۵۵۹)اس حدیث میں ہے کہ تم پر سعی فرض کی گئی ہے اس لئے وہ اس حدیث کی بنا پر سعی فرض قرار دیتے ہیں۔

ترجمه: ۵ ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول ((فلا جناح علیه أن یطوف بهما)) آیت ہے، اور اس قسم کے جملے مباح ہونے کے لئے استعمال ہوتے ہیں اس لئے فرض ہونا، اور واجب ہونا منتفی ہو گیا، لیکن ہم مباح ہونے سے واجب ہونے کی طرف منتقل ہو گئے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں ہے ، فلاجناح علیه ان یطوف بهما ، کہ صفا مروہ کے طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور، کوئی حرج نہیں ہے، کا جملہ اس لئے استعمال ہوتا ہے کہ اس کو کرنا مباح ہے، اس سے خود ہی پتہ چلا کہ فرض اور واجب نہیں ہے، تو اس سے فرض اور واجب کی نفی ہو گئی، لیکن پھر بھی اوپر کی حدیث کی بنا پر ہم واجب کے قائل ہو گئے۔

ترجمه: ٦ اور اس لئے کہ فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہوتی ہے اور وہ پائی نہیں گئی [اس لئے فرض نہیں ہوگی]

تشریح: سعی کو فرض قرار دیں تو اس کے ثابت کرنے کے لئے دلیل قطعی، یعنی آیت ہونی چاہئے اور آیت میں یہ ہے کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ ان دونوں کا طواف کرو، چونکہ دلیل قطعی نہیں پائی گئی اس لئے سعی کو فرض قرار نہیں دے سکتے۔

ترجمه: ۷ پھر امام شافعیؒ والی روایت کا معنی یہ ہے کہ مستحب کے طور پر لکھا، جیسا کہ اللہ تعالی کا قول، کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت، ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی تھی ،فان الله کتب علیکم السعی، یہ اس کا جواب ہے، فرماتے ہیں کہ آپ کی حدیث میں جو کتب علیکم السعی ہے اس کا مطلب فرض کرنا نہیں ہے، بلکہ کتب کبھی مستحب کے طور پر کرنے کے لئے بھی آتا ہے، چنانچہ آیت میں کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیة للوالدین و الاقربین بالمعروف حقا علی المتقین ۔(آیت ۱۸۰، سورۃ البقرۃ ۲) ہے، کہ اگر مال چھوڑ و تو تم پر وصیت کرنا لکھا گیا ہے، یعنی وصیت لکھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے، یہاں کتب مستحب کے معنی میں ہے واجب کے معنی میں نہیں ہے، اسی طرح آپ کی حدیث میں کتب مستحب کے معنی میں ہے کہ سعی کرنا لکھا گیا ہے، یعنی مستحب ہے، دوسری حدیث کی بنا پر زیادہ سے زیادہ واجب کی طرف جاتے ہیں۔

ترجمه: (۱۰۷۴) پھر مکہ مکرمہ میں احرام کے ساتھ ٹھہرا رہے۔

(۱۰۷۵) ویطوف بالبیت کلما بداله ﴾ ۱؎ لانہ یشبه الصلوٰة قال علیه السلام الطواف بالبیت صلوٰة والصلوٰة خیر موضوع فکذا لطواف ۲؎ الا انہ لایسعی عقیب هذه الاطوفة فی هٰذه المدة لان السعی

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ اس نے حج کا احرام باندھا ہے اس لئے حج کے اعمال پورے کرنے سے پہلے حلال نہ ہو

تشریح: متن میں احرام کی حالت میں ٹھہرے رہنے کے لئے اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اوپر سے مسئلہ یہ آرہا ہے کہ حج کا احرام باندھا ہے اس لئے نویں تاریخ کو عرفات جا کر واپس آئے گا اور حج کے لئے طواف زیارت کرے گا اور رمی کے بعد حلال ہوگا۔ اس لئے اس وقت تک احرام کی حالت میں ٹھہرا رہے۔ اور اگر تمتع کا احرام باندھا ہو تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور حلال کی حالت میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے۔

وجه : (۱) دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة انها قالت خرجنا مع رسول الله عام حجة الوداع فمنا من اهل بعمرة ومنا من اهل بحج وعمرة ومنا من اهل بالحج، واهل رسول الله ﷺ بالحج واما من اهل بالحج او جمع الحج والعمرة لم یحلوا حتی کان یوم النحر (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معه هدی، ص۲۵۴، نمبر۱۵۶۲ رابوداود شریف، باب القران، ص۲۶۵، نمبر۱۸۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے حج کا احرام باندھا یا قران کا احرام باندھا وہ طواف قدوم کے بعد احرام نہیں کھولے گا۔ بلکہ مکہ مکرمہ میں محرم ہو کر ٹھہرے گا۔

ترجمه: (۱۰۷۵) اور اس دوران جب جب جی چاہے بیت اللہ کا طواف کرتا رہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ طواف نماز کے مشابہ ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز کی طرح ہے، اور نماز بہترین کام ہے، پس ایسے ہی طواف [بھی بہترین کام ہے اس لئے بار بار طواف کرتا رہے]

تشریح : طواف قدوم کے بعد حاجی مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے، اور جب جب موقع ملے زیادہ سے زیادہ طواف کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف نفلی نماز کی طرح ہے کہ جتنا موقع ملے نماز پڑھے اسی طرح جتنا موقع ملے طواف کرے۔

وجه : (۱)، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البیت مثل الصلوة الا انکم تتکلمون فیه فمن تکلم فیه فلا یتکلم الا بخیر ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی الکلام فی الطّواف، ص۲۳۴، نمبر۹۶۰ رنسائی شریف، اباحة الکلام فی الطّواف، ص۴۰۲، نمبر۲۹۲۵) نماز طواف کی طرح ہے اس لئے نفلی نماز کی طرح بار بار طواف کرتا رہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول الله من طاف بالبیت خمسین مرة خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه. (ترمذی شریف، باب ما جاء فی فضل الطّواف ص۱۷۵ نمبر۸۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کا ثواب بہت ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ طواف کرتا رہے۔

ترجمه: ۲؎ مگر یہ کہ اس مدت میں ان طوافوں کے بعد سعی نہیں ہے اس لئے کہ سعی اس میں ایک ہی مرتبہ واجب ہے، اور نفلی

لا يجب فيه الامرة والتنفل بالسعی غیر مشروع ۳؎ويصلی لکل اُسبوع ركعتين وهی ركعتا الطواف على ما بينا (١٠٧٦) قال فاذا كان قبل يوم التروية بيومٍ خطب الامام خطبةً يعلّم فيها الناس الخروج الى منی والصلوٰة بعرفات والوقوف والافاضةَ ﴾

طور پر سعی کرنا مشروع نہیں ہے۔

تشریح : سعی کا مسئلہ یہ ہے کہ حج کے احرام میں ایک مرتبہ سعی کرے اور عمرے کے احرام میں ایک مرتبہ سعی کرے، اسی طرح جب جب عمرے کا طواف کرے تو اس کے ساتھ سعی بھی کرے، لیکن یہاں نہ حج کا طواف ہے اور نہ عمرے کا طواف ہے اس لئے اس کے بعد سعی نہیں ہے، اور سعی بار بار نفل بھی نہیں ہے اس لئے ان طوافوں کے بعد سعی نہ کرے۔۔اطوفہ: طواف کی جمع ہے۔

ترجمه: ۳؎ ہر سات چکر طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اس کو، رکعۃ الطّواف، کہتے ہیں، جیسا کہ پہلے بیان کیا۔

تشریح : جس زمانے میں مکہ مکرمہ میں ٹھہرا رہے اس زمانے میں جب جب بھی سات شوط طواف کرے تو سات شوط کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اس کو، رکعۃ الطّواف، کہتے ہیں، کیونکہ ہر سات شوط کے بعد دو رکعت نماز واجب ہے۔

وجه :(۱) قلت للزهری ان عطاء يقول تجزئه المكتوبة من ركعتی الطواف فقال السنة افضل لم يطف النبی ﷺ اسبوعا قط الا صلى ركعتين. (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ وصلی لسبوعہ رکعتین ص ۲۲۰ نمبر ۱۶۲۳) اس حدیث میں ہے کہ جب جب آپ نے طواف کے سات شوط پورے کئے تو آپ نے دو رکعت طواف پڑھی۔اس ہمیشگی کی وجہ سے رکعت طواف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔(۲) عن عبد الله ابن عمر قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من طاف بالبيت و صلى ركعتين كان كعتق رقبة. (ابن ماجہ شریف، باب فضل الطّواف، ص ۴۲۸، نمبر ۲۹۵۶) اس حدیث میں بھی ہے کہ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔

ترجمه: (۱۰۷۶) اور جبکہ یوم ترویہ سے ایک دن پہلے ہو تو امام خطبہ دے گا ایسا خطبہ کہ لوگوں کو اس میں سکھلائیں گے منی کی طرف نکلنا اور عرفات میں نماز اور وقوف عرفہ اور افاضہ کے احکام۔

تشریح: یوم ترویہ آٹھویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔اس سے ایک دن قبل ساتویں ذی الحجہ ہوگی۔تو ساتویں ذی الحجہ کو امام خطبہ دے جس میں لوگوں کو منی کی طرف نکلنے کے احکام، عرفات میں نماز کے احکام سکھلائے۔اسی طرح وقوف عرفہ کس طرح کریں، طواف وداع کس طرح کریں یہ سب احکام سکھلائیں۔

وجه: (۱) ان احکام کے سکھلانے کی ضرورت ہے اس لئے یہ احکام سکھلائے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا كان قبل التروية خطب الناس فاخبرهم بمناسكهم. (سنن للبیہقی، باب الخطبۃ التی یستحب

ل والحاصل ان فی الحج ثلث خطب اولٰها ما ذکرنا والثانیة بعرفات یوم عرفة والثالثة بمنیٰ فی الیوم الحادی عشر فیفصل بین کل خطبتین بیوم

للامام ان یاتی بھا فی الحج اولھا یوم السابع ج خامس ص۱۸۰،نمبر ۹۴۳۶/نسائی شریف ، الخطبة قبل یوم الترویة ج ثانی ص ۳۴ نمبر ۲۹۹۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو خطبہ دینا چاہئے اوراس میں مناسک حج کے تمام پہلوا جاگر کرنا چاہئے۔

لغت : الافاضة :عرفات میں ٹھہرنے کواور طواف فرض کوافاضة کہتے ہیں۔یوم الترویہ: روی سے مشتق ہے،جسکا معنی ہے اونٹ کو اچھی طرح پانی پلانا،آٹھویں ذی الحجہ کوعرفات میں جانے کے لئے حاجی اپنے اونٹ کو پانی پلاتے ہیں اس لئے آٹھویں ذی الحجہ کو یوم الترویہ، کہتے ہیں۔

ترجمہ: ل حاصل یہ ہے کہ حج میں تین خطبے ہیں[۱] پہلا وہ جواوپر ذکر کیا[یعنی ساتویں ذی الحجہ کو][۲] دوسرا عرفات میں عرفہ کے دن[۳]اور تیسرا منی میں گیارویں ذی الحجہ کو،اور ہر دوخطبوں کے درمیان ایک دن کا فاصلہ کرے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے یہاں موسم حج میں تین خطبے ہیں پہلا خطبہ ساتویں ذی الحجہ کو،دوسرا خطبہ نویں ذی الحجہ کو،اور تیسرا خطبہ گیارویں ذی الحجہ کو،تو گویا کہ ہر دوخطبوں میں ایک دن کا فاصلہ ہوگا،مسلسل نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱)ان خطبوں کا مقصد حاجیوں کومناسک حج سمجھانا ہے،اورآٹھویں ذی الحجہ کولوگ احرام باندھ کرمنی جانے کی تیاری کریں گے اسلئے اس دن لوگوں کا ذہن فارغ نہیں ہوتا ہے اس لئے ساتویں کوخطبہ دینا بہتر ہے اس لئے کہ اس دن حاجیوں کا ذہن فارغ رہتا ہے،اسی طرح دسویں ذی الحجہ کورمی کرنے میں اور حلق کرانے میں اوراحرام کھولنے میں اور جلدی سے طواف زیارت کر نے میں ذہن لگا رہتا ہے اس لئے اس دن بھی بہتر نہیں ہے،البتہ گیارویں کولوگوں کا ذہن فارغ رہتا ہے اس لئے اس دن خطبہ دینا زیادہ بہتر ہے۔

پہلے خطبے کی دلیل اوپر حدیث آ گئی ہے۔[۲] دوسرے خطبے کی دلیل یہ حدیث ہے۔دخلنا عن جابر بن عبد الله سأل عن القوم حتی انتهی الی ... حتی اتی عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتی بطن الوادی فخطب الناس وقال ان دمائکم واموالکم حرام علیکم الخ ۔ (مسلم شریف ، باب حجة النبی ﷺ ص ۳۹۷ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کومیدان عرفات میں خطبہ دے۔[۳] گیارویں ذی الحجہ کوخطبہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔عن رجلین من بنی بکر قالا رأینا رسول الله ﷺ یخطب بین أوسط أیام التشریق و نحن عند راحلته

۲؎ وقال زفرؒ يخطب فی ثلثة ايام متوالية اولها يوم التروية لانها ايام الموسم ومجتمع الحاج ۳؎ ولنا ان المقصود منها التعليم ويوم التروية ويوم النحر يوم اشتغال فكان ما ذكرناه انفع وفی القُلوب انجع (۱۰۷۷)فاذا صلی الفجر يوم التروية بمكة خرج الیٰ منیٰ فيقيم بها حتی يصلی

و هی خطبة رسول الله ﷺ التی خطب بمنی . (ابوداؤد شریف، باب ای یوم یخطب بمنی ص ۲۸۵ نمبر ۱۹۵۲) اس حدیث میں ہے کہ ایام تشریق یعنی گیارویں، بارویں، اور تیرویں کے درمیان میں خطبہ دیتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ گیارویں تاریخ کو خطبہ دینا چاہئے۔

ترجمہ: ۲؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ پے درپے تین دن تک خطبہ دے، پہلا خطبہ آٹھویں تاریخ کو اس لئے کہ وہ حج کے موسم کا دن ہے اور حاجیوں کے جمع ہونے کا دن ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پے درپے تین دن تک خطبہ دے آٹھویں اور نویں اور دسویں کو خطبہ دے۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے حج کا اصل موسم شروع ہوتا ہے، اور تمام حاجی جمع ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے آٹھویں تاریخ سے خطبہ شروع کرے اور تینوں دن مسلسل خطبہ دے۔ نویں تاریخ کے خطبہ کا ذکر گزر چکا، (۲) گیارویں کے بجائے دسویں تاریخ کو آپؐ نے مشہور خطبہ دیا ہے جو حدیث کی کتابوں میں ہے، حدیث یہ ہے عن ابن عباسؓ أن رسول الله ﷺ خطب الناس يوم النحر فقال يا أيها الناس ، أی يوم هذا ؟ قالوا يوم حرام ، الخ . (بخاری شریف باب الخطبہ أیام منی، ص ۲۳۴، نمبر ۱۷۳۹) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دسویں تاریخ کو خطبہ دیا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ سمعت ابا أمامة يقول سمعت خطبة رسول الله ﷺ بمنی يوم النحر ۔(ابوداؤد شریف، باب من قال خطب یوم النحر ص ۲۸۵ نمبر ۱۹۵۵) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کو خطبہ دیا تو خطبہ مسلسل ہو گیا۔

ترجمہ: ۳؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ خطبے کا مقصود تعلیم دینا ہے اور آٹھویں تاریخ اور دسویں تاریخ کا دن مشغولیت کا دن ہے، اس لئے جن دنوں کا تذکرہ ہم نے کیا وہ زیادہ نفع بخش ہے، اور دل میں زیادہ اثر انداز ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ خطبے سے مقصد لوگوں کو مناسک حج سمجھانا ہے اور آٹھویں تاریخ منی جانے کی جلدی ہوگی، اور دسویں تاریخ کو رمی کرنے اور طواف زیارت سے فارغ کی جلدی ہوگی اس لئے لوگ دلجمعی سے نہیں سن پائیں گے، اور ساتویں اور گیارویں کو لوگ خالی رہتے ہیں اس لئے اس میں نفع زیادہ ہے اور بات دل میں بھی اترے گی، اس لئے یہی بہتر ہے۔۔ انجع: نجع سے مشتق ہے، فائدہ مند ہونا۔

ترجمہ: (۱۰۷۷) پس جب آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ میں فجر کی نماز پڑھے تو منی کی طرف نکلے اور وہاں ٹھہرے یہاں تک کہ نویں

الفجر من يوم عرفة ﴿١لما روى ان النبی علیہ السلام صلى الفجر يوم التروية بمكة فلما طلعت الشمس راح الیٰ منى فصلى بمنیٰ الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم راح الیٰ عرفات (١٠٧٨)ولو بات بمكة ليلةَ عرفة وصلى بها الفجر ثم غدا الى عرفات ومرّ بمنى اجزاه ﴿١ لانه لا يتعلق بمنى فى هٰذا اليوم اقامة نُسُكٍ ولكنه اساء بتركه الاقتداء برسول الله علیہ السلام

تاریخ کو فجر کی نماز پڑھے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے آٹھویں تاریخ کو مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز پڑھی، پس جب سورج طلوع ہوا تو منی کی طرف چلے، پھر منی میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور فجر کی نماز پڑھی، پھر عرفات کے لئے روانہ ہوئے۔

تشریح: ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو مکہ مکرمہ میں فجر کی نماز پڑھ کر منی کی طرف روانہ ہوجائے اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھے۔ اور اس درمیان تکبیر، تہلیل اور تلبیہ پڑھتا رہے۔ اور نویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر منی سے عرفات کے لئے روانہ ہوجائے اور عرفات میں جا کر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھے۔

وجہ: (١) حضور ﷺ کے حج کی جو لمبی حدیث مسلم شریف اور ابوداؤد شریف میں ہے اس میں اس کی تفصیل ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى ... فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب رسول الله فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ،ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله ولا تشک قريش الا انه واقف عند المشعر الحرام كما كانت قريش تصنع فى الجاهلية فاجاز رسول الله حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۶ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ / ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منی آئے اور وہاں پانچ نمازیں پڑھے اور نویں ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے کے بعد عرفہ کے لئے روانہ ہو۔

ترجمہ: (١٠٧٨) اور اگر عرفہ کی رات کو مکہ ہی میں ٹھرا رہے اور وہیں فجر کی نماز پڑھے پھر عرفات جائے اور منی سے گزرتا جائے تو اس کو کافی ہوجائے گا۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس روز منی میں حج کا کوئی نسک قائم کرنا متعلق نہیں ہے، لیکن حضور کی اقتداء کو چھوڑنے سے اچھا نہیں ہوا۔

تشریح: بہتر تو یہ تھا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو منی کے لئے روانہ ہوجاتا لیکن وہ آٹھویں کے بعد جو رات ہے، جسکو عرفہ کی رات کہتے

(١٠٧٩)قال ثم يتوجه الىٰ عرفات فيقيم بها ﴾ لـ لما روينا

ہیں، اس میں بھی مکہ مکرمہ میں ہی ٹھہرا رہا اور فجر کی نماز پڑھ کر چلا اور منی سے گزرتے ہوئے عرفات گیا تب بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس رات میں منی میں حج کی کوئی خاص عبادت متعلق نہیں ہے، البتہ چونکہ حضورؐ آٹھویں تاریخ کو منی تشریف لائے تھے اور رات میں منی میں ٹھہرے تھے اس لئے حضورؐ کی اقتداء نہیں ہو پائے گی یہ خامی ضرور رہ جائے گی۔۔ اقامۃ نسک: حج کی عبادت کو کرنا۔

ترجمہ: (١٠٧٩) پھر عرفات کی طرف متوجہ ہو اور وہاں ٹھہرے۔

ترجمہ: لـ اس حدیث کی بنا پر جو میں روایت کی۔

وجہ : (١) صاحب ھدایہ اس حدیث کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ **دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى ... فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى فاهلوا بالحج وركب رسول الله فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ،ثم مكث قليلا حتى طلعت الشمس وامر بقبة من شعر تضرب له بنمرة فسار رسول الله ولا تشك قريش الا انه واقف عند المشعر الحرام كما كانت قريش تصنع فى الجاهلية فاجاز رسول الله حتى اتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة فنزل بها.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ٣٩٦ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ٢٧٠ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ سورج نکلنے کے بعد عرفات تشریف لائے۔ اور مقام نمرہ میں ٹھہرے۔۔ نمرۃ: عرفات کا میدان جہاں سے شروع ہوتا ہے وہاں ایک مسجد بنی ہوئی ہے اسکا نام مسجد نمرہ ہے، حضورؐ یہیں ٹھہرے تھے اور یہیں ظہر عصر کی نماز پڑھی، اس کے بعد جبل رحمت کے پاس تشریف لے گئے جو ایک پہاڑی کا نام ہے۔

وقوف عرفہ کا آخری وقت: دسویں تاریخ کے فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے تک وقوف عرفہ کر لیا تب بھی فرض ادا ہو جائے گا اور حج ہو جائے گا

وجہ : (١) یہ حدیث ہے۔ **عن عبد الرحمن ابن يعمر الديلمى قال أتيت النبى ﷺ وهو بعرفة فجاء ناس ـ أو نفر ـ من أهل نجد فأمروا رجلا فنادى رسول الله ﷺ كيف الحج ؟ فأمر رجلا فنادى الحج : الحج يوم عرفة، من جاء قبل صلوة الصبح من ليلة جمع فتم حجه** ۔(ابو داود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ٢٨٥، نمبر ١٩٥٠/ترمذی شریف، باب ما جاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ٢٢٠، نمبر ٨٨٩) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کے فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفہ پا لیا تو حج ہو گیا۔ (٢) اس حدیث میں بھی ہے۔ **أخبرنى عروة بن مضرس الطائى قال**

۲ وهـذا بيان الاولوية اما لو دفع قبله جاز لانه لايتعلق بهذا المقام حكم ۳ قال فى الاصل وينزل بها مع الناس لان الانتباذ تجبّر والحال حال تضرع والاجابة فى الجمع ارجى

أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعني بجمع قلت جئت يا رسول الله ! من جبلى طى أكللت مطيتى و أتعبت نفسي و الله ! ما تركت من حبل الا وقفت عليه فهل لى من حج ؟ فقال رسول الله ﷺ من ادرک معنا هٰذه الصلوة ، و أتى عرفات قبل ذالک ليلا أو نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه ۔(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص ۲۶۹،نمبر ۱۹۵۰/ ترمذی شریف ، باب ما جاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص ۲۲۰،نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں بھی ہے کہ دسویں تاریخ کے فجر سے پہلے پہلے وقوف عرفہ پالیا تو حج ہو گیا۔

ترجمہ: ۲ یہ زیادہ اچھا ہونے کا بیان ہے لیکن اگر کوئی سورج نکلنے سے پہلے ہی عرفات کے لئے چلے تو بھی جائز ہے، اس لئے کہ اس مقام کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہے۔

تشریح :منی سے عرفات کے لئے سورج نکلنے کے بعد نکلنا چاہئے ،لیکن اگر کوئی سورج کے نکلنے سے پہلے ہی نکل جائے تو بھی جائز ہے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ منی میں حج کی کوئی خاص عبادت متعلق نہیں ہے اس لئے سورج سے پہلے بھی نکل سکتا ہے۔(۲) اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے. عن ابن عمر قال غدا رسول الله ﷺ من منى حين صلى الصبح صبيحة يوم عرفة حتى أتى عرفة فنزل بنمرة و هى منزل الامام . (داؤد شریف، باب الخروج الی عرفۃ ،ص ۲۸۰،نمبر ۱۹۱۳) اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ سورج نکلنے کے بعد حضورؐ عرفات کے لئے چلے ہیں اس لئے کوئی سورج نکلنے سے پہلے چلے تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: ۳ مبسوط میں لکھا ہے کہ عرفات میں لوگوں کے ساتھ ٹھہرے، اس لئے کہ الگ ٹھہرنے میں تکبر کا اظہار ہے حالانکہ حالت گڑگڑانے کی ہے اور مجمع میں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے [اس لئے لوگوں کے ساتھ ٹھہرے]

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ اصل یعنی مبسوط میں ہے کہ عرفات میں جا کر لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر نہ ٹھہرے، کیونکہ اس میں ایک طرح کا بڑا پن معلوم ہوتا ہے اور تکبر کا اثر معلوم ہوتا ہے، حالانکہ عرفات کا میدان ایسا ہے کہ اس میں سوالی کی شکل بنانی چاہئے اور گڑگڑانے کی شکل بنانی چاہئے اور یہ لوگوں کے ساتھ رہنے میں ہوگا ، دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ رہکر دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اس لئے لوگوں کے ساتھ رہنا چاہئے ۔ چنانچہ قریش کے لوگ لوگوں سے الگ رہتے تھے تو اللہ تعالی نے انکو سب کے ساتھ عرفات میں رہنے کا حکم دیا۔ ۔مبسوط میں عبارت یہ ہے۔ و ينزل حيث احب من عرفات ۔(کتاب

ﷲ وقيل مراده ان لاينزل على الطريق كيلا يضيق على المارّة (۱۰۸۰) قال واذا زالت الشمس يصلى الامام بالناس الظهر والعصر فيبتدى بالخطبة فيخطب خطبة يعلّم فيها الناس الوقوف بعرفة والمزدلفة ورمى الجمار والنحر والحلق وطواف الزيارة يخطب خطبتين يفصل بينهما بجلسة كما فى الجمعة ﴾ لـ هكذا فعله رسول الله ﷺ

الاصل، مبسوط، باب الخروج الی منی، ج ثانی، ص۳۴۳) اس عبارت میں ہے کہ جہاں چاہے عرفات میں ٹھہرے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت كانت و من دان دينها يوقفون بالمزدلفة و كانوا يسمون الحمس و كان سائر العرب يقفون بعرفة ، قالت فلما جاء الاسلام أمر الله تعالى نبيه ﷺ أن يأتى عرفات فيقف بها ثم يفيض منها فذالك قوله تعالى ﴿ ثم افيضوا من حيث أفاض الناس ﴾ (آیت ۱۹۹، سورة البقرة ۲) (ابوداود شریف (داؤد شریف، باب الوقوف بعرفة، ص۲۸۰، نمبر ۱۹۱۰) اس حدیث میں ہے کہ قریش کے لوگ اور لوگوں سے الگ ہو کر مزدلفہ میں ٹھہرا کرتے تھے تو انکو اللہ نے حکم دیا کہ اور لوگوں کے ساتھ عرفہ میں ٹھہرا کریں، الگ تھلگ نہ ٹھہرا کریں۔

لغت: انتباز: نبذ سے مشتق ہے، الگ رہنا۔ تجبر: تکبر کرنا۔ تضرع: گڑگڑانا۔ ارجی: رجو سے مشتق ہے، امید کرنا۔

ترجمه: ﷲ بعض حضرات نے فرمایا کہ مبسوط کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ راستے میں نہ ٹھہرے تا کہ گزرنے والے کو تنگی نہ ہو۔

تشریح : بعض حضرات نے فرمایا کہ مبسوط کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ راستے میں نہ ٹھہرے تا کہ آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو۔

ترجمه: (۱۰۸۰) پس جب کہ نویں تاریخ کو سورج ڈھل جائے تو امام لوگوں کو نماز پڑھائے ظہر اور عصر کی۔ اور خطبہ سے شروع کرے، پس نماز سے پہلے دو خطبے لوگوں کو دیں۔ ان دونوں میں نماز، وقوف عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمار، نحر، حلق اور طواف زیارت کے احکام سکھلائے۔ دو خطبے دے اور دونوں کے درمیان جلسے سے فصل کرے، جیسے کہ جمعہ میں جلسہ سے فصل کرتے ہیں۔

ترجمه: لـ اسی طرح رسول اللہ علیہ السلام نے کیا۔

تشریح: سورج ڈھل جانے کے بعد پہلے دو خطبے دے جن میں وقوف عرفہ کے احکام، مزدلفہ میں ٹھہرنے کے احکام، رمی جمار کے احکام، قربانی کیسے کریں گے اس کے احکام، حلق کیسے کریں گے اس کے احکام اور طواف زیارت کے احکام کو تفصیل سے بیان کرے۔ اور حاجیوں کو سمجھائے۔ کیوں کہ اس کی ضرورت ہے۔ پہلے دو خطبہ دے اور دونوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھے جس سے دونوں خطبوں میں فصل ہو جائے

وجه: (۱) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کیا۔ دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى

۲؎ وقال مالکؒ يخطب بعد الصلوٰة لانها خطبة وعظ وتذكير فاشبه خطبة العيد ۳؎ ولنا ما روينا ۴؎ ولان المقصود منها تعليم المناسک والجمع منها ۵؎ و فی ظاهر المذهب اذا صعد الامام المنبر فجلس اَذّن المؤذنون كما فی الجمعة

انتهى الى .... حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال ان دمائكم واموالكم حرام عليكم....ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر و لم يفصل بينهما شيء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص۳۹۶ نمبر۲۹۵۰/۱۲۱۸/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص۲۷۰ نمبر۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے خطبہ دے اور احکام حج تفصیل سے سمجھائے۔ دو خطبے دینے کی دلیل یہ حدیث ہے ،عن جابر الاسلام قال فراح النبی ﷺ الى الموقف بعرفةفخطب الناس الخطبة الاولى ثم اذن بلال ثم أخذ النبى فى الخطبة الثانية ففرغ من الخطبة و بلال من الاذان ثم أقام بلال فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر ۔(سنن بیہقی، باب الخطبۃ یوم عرفۃ بعد الزوال والجمع بین الظہر والعصر باذان واقامتین، ج خامس، ص۱۸۵،نمبر۹۴۵۵)اس حدیث میں دو خطبوں کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ: ۲؎ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ نماز کے بعد خطبہ دے اس لئے کہ یہ وعظ اور نصیحت ہے اس لئے عید کے خطبے کے مشابہ ہے۔

وجہ :(۱)۔ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عمر ... حتى اذا كان عند صلوة الظهر راح رسول الله مهجرا فجمع بين الظهر والعصر ثم خطب الناس ثم راح فوقف. (ابوداؤد شریف، باب الخروج الی عرفۃ ،ص۲۷۲،نمبر۱۹۱۳) نماز کے بعد خطبہ کا ذکر ہے اس لئے نماز کے بعد عیدین کی طرح خطبہ دے۔

ترجمہ: ۳؎ اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو میں نے روایت کی۔ یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اوراس لئے بھی کہ خطبے کا مقصد حج کے مناسک کی تعلیم ہے اور دونوں نمازوں کو جمع کرنا بھی حج کے مناسک میں سے ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ،اس خطبے کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دے اور عرفات میں ظہر عصر کو جمع کرنا بھی مناسک حج میں سے ہے اس لئے جمع بین الصلوتین کو سمجھانے کے لئے بھی ظہر سے پہلے خطبہ دے۔

ترجمہ: ۵؎ ظاہر مذہب میں یہ ہے کہ امام جب منبر پر چڑھے اور بیٹھے تو مؤذن اذان دے جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے۔

تشریح : پچھلی حدیث سے معلوم ہوا کہ جب دونوں خطبے ختم ہو جائے اس کے بعد اذان دے اور اس کے بعد ظہر کی اور عصر کی

۶؎ وعن ابی یوسفؒ انه یؤذّن قبل خروج الامام ۷؎ وعنه انه یؤذن بعد الخطبة ۸؎ والصحیح ما ذکرنا لان النبی علیه السلام لما خرج واستوی علی ناقته اذّن المؤذنون بین یدیه ویقیم المؤذن بعد الفراغ من الخطبة لانه اوانُ الشروع فی الصلوٰة فاشبه الجمعة (۱۰۸۱) قال ویصلی بهم الظهر والعصر فی وقت الظهر باذانٍ واقامتین ﴾

نماز پڑھے، لیکن ظاہر مذہب میں یہ ہے کہ جمعہ کی طرح کرے یعنی امام جب خطبہ دینے کے لئے منبر پر چڑھے اور اس پر بیٹھے تو مؤذن اذان دے۔

ترجمہ: ۶؎ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ امام کے نکلنے سے پہلے اذان دے۔

تشریح: امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ مؤذن ظہر کے اول وقت میں اذان دے، اس کے بعد امام خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے پھر خطبہ کے بعد اقامت کہہ کر ظہر کی نماز شروع کرے۔

ترجمہ: ۷؎ حضرت امام ابو یوسفؒ کی دوسری روایت یہ ہے کہ خطبے کے بعد اذان دے [اور ظہر کی نماز پڑھے]

وجہ: (۱) پہلے حدیث گزر چکی ہے جس میں ہے کہ خطبے کے بعد اذان دی گئی ہے، حدیث یہ ہے۔ دخلنا علی جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتی انتهی الی .... حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتی بطن الوادی فخطب الناس وقال ان دمائکم واموالکم حرام علیکم....ثم اذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ولم یفصل بینهما شیء. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۶ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ خطبے کے بعد اذان دی گئی۔

ترجمہ: ۸؎ صحیح روایت وہ ہے جو میں نے ذکر کیا، اس لئے کہ نبی علیہ السلام جب نکلے اور اونٹنی پر سوار ہوئے تو مؤذن نے آپ کے سامنے اذان دی، اور مؤذن خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد اقامت کہے، اس لئے کہ یہی نماز شروع کرنے کا وقت ہے اس لئے جمعہ کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ صحیح روایت یہ ہے کہ جس طرح جمعہ میں خطبہ سے پہلے اذان دیتے ہیں اسی طرح عرفات میں بھی خطبہ سے پہلے اذان دے، یعنی امام منبر پر بیٹھ جائے تب ان کے سامنے مؤذن اذان دے، اور خطبہ کے بعد اقامت کہے اور ظہر کی نماز پڑھے، اور اس کے لئے صاحب ھدایہ نے حدیث پیش کی ہے۔۔ مجھے یہ حدیث نہیں ملی۔

ترجمہ: (۱۰۸۱) لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھائے ایک اذان اور دو اقامت سے۔

تشریح: عرفہ کے میدان میں امام لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھائیں گے، اور جمع بین الصلوتین کریں گے۔

ل وقد ورد النقل المستفيض باتفاق الرواة بالجمع بين الصلاتين وفيما روى جابرؓ ان النبی ﷺ صلاهما باذان واقامتين ٢ ثم بيانه انه يؤذن للظهر ويقيم للظهر ثم يقيم للعصر لان العصر يؤدّى قبل وقته المعهود فيُفرد بالاقامة اعلاما للناس

وجه : (١)دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى .... حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال ان دمائكم واموالكم حرام عليكم....ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر و لم يفصل بينهما شیء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص٣٩٦ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص٢٧٠ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد امام خطبہ دے پھر اذان دیکر ظہر کی اقامت کہے اور ظہر کی نماز پڑھائے، پھر اقامت کہہ کر عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھائے اور جمع بین الصلوتین کرے۔(٢)اس حدیث میں بھی ہے۔ سأل عبد الله كيف نصنع فى الموقف يوم عرفة ؟ فقال سالم ان كنت تريد السنة فهجر بالصلوة يوم عرفة فقال عبد الله بن عمر صدق انهم كا نوا يجمعون بين الظهر و العصر فى السنة فقلت لسالم أفعل ذالک رسول الله ﷺ فقال سالم : و هل تتبعون فى ذالک الا سنته ۔ (بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوتین بعرفۃ، ص٢٢٥، نمبر١٦٦٢)اس حدیث میں بھی ہے کہ حضورؐ نے عرفہ میں جمع بین الصلوتین کی ہے۔

ترجمہ : ل جمع بین الصلوۃ کے بارے میں راویوں کے اتفاق سے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، اور اس حدیث میں بھی ہے جو حضرت جابرؓ نے روایت کی کہ نبی ﷺ نے ظہر عصر دونوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں سے نماز پڑھی۔۔ یہ حدیث اوپر کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ٢ پھر جمع بین الصلوتین کا بیان یہ ہے کہ ظہر کے لئے اذان دے اور ظہر کے لئے اقامت کہے [اور ظہر کی نماز پڑھے] پھر عصر کے لئے صرف اقامت کہے، اس لئے کہ عصر وقت متعین سے پہلے ادا کی جارہی ہے اس لئے لوگوں کو بتلانے کے لئے صرف اقامت کہی جائے گی۔

تشریح : یہاں ظہر اور عصر کے جمع کرنے کا طریقہ یہ بتا رہے ہیں کہ پہلے ظہر کے لئے اذان دے اور اس کی اقامت کہے اور ظہر کی نماز پڑھ لے، اس کے بعد عصر کے لئے اذان نہ دے صرف اقامت کہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہر کی اذان کی وجہ سے سب لوگ جمع تو پہلے ہی سے ہیں، اس لئے صرف یہ بتلانے کے لئے کہ عصر کی جماعت ابھی ہو رہی ہے اس کے لئے صرف اقامت کہے، اب اذان دوبارہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ وقت متعین سے پہلے ہو رہی ہے۔۔ اعلام: لوگوں کو اطلاع دینا۔

(١٠٨٢)ولا يتطوع بين الصلاتين ﴾ ١ تحصيلا لمقصود الوقوف ولهذا قُدم العصرُ علىٰ وقته ٢ فلوانه فعل فعل مكروها واعاد الاذان للعصر فى ظاهر الرواية خلافا لما روى عن محمدؒ لان الاشتغال بالتطوع او بعمل اٰخر يقطع فورالاذان الاول فيعيده للعصر (١٠٨٣) فان صلى بغير خطبة اجزاه ﴾

ترجمه: (١٠٨٢) اوردونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے۔

ترجمه: ١ وقوف عرفہ کے مقصود حاصل کرنے کے لئے ،اوراسی وقوف کے لئے تو عصر کی نماز اپنے وقت سے مقدم کیا۔

تشریح :جب عرفہ میں ظہر عصر کو جمع کرے تو درمیان میں نفل نہیں پڑھے۔

وجه : (١)اس کی وجہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے لئے یہاں آئے ہیں اس لئے کما حقہ وقوف کے مقصد کو حاصل کرنے لئے درمیان میں نفل نہ پڑھے، یہی وجہ ہے کہ عصر کو بھی آج مقدم کر کے ظہر کے وقت میں پڑھی، تا کہ زیادہ سے زیادہ وقوف ہو سکے۔(٢) اصل وجہ یہ حدیث ہے۔**دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى .... ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر و لم يفصل بينهما شيء .** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ٣٩٦ نمبر ٢٩٥٠/١٢١٨ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ٢٧٠ نمبر 1905) اس حدیث میں ہے کہ ظہر اور عصر کے درمیان کسی نفل سے فصل نہیں فرمایا ۔(٢)اس حدیث میں بھی ہے کہ درمیان میں نفل نہ پڑھے ۔ **عن جعفر بن محمد عن ابيه أن النبى ﷺ صلى الظهر و العصر بأذان واحد بعرفة و لم يسبح بينهما و اقامتين و صلى المغرب و العشاء بجمع بأذان واحد و اقامتين و لم يسبح بينهما** ۔(ابوداودشریف، باب صفۃ حجۃ النبی ﷺ ص ٢٨٠ نمبر ١٩٠٦)اس حدیث میں بھی ہے کہ درمیان میں نفل نہ پڑھے۔

ترجمه: ٢ اوراگر درمیان میں نفل پڑھ ہی لیا تو مکروہ کیا،اورظاہر روایت میں ہے کہ عصر کی نماز دوبارہ لوٹائے ،خلاف اس کے جو امام محمدؒ نے روایت کی ،اس لئے کہ نفل میں مشغول ہونے سے ،یا دوسرے عمل میں مشغول ہونے سے پہلے کے فوری اذان کو منقطع کردیا،اس لئے عصر کے لئے اذان لوٹائے۔

تشریح : عرفات میں ظہر اور عصر کے درمیان نفل نہ پڑھے،لیکن کسی نے پڑھ ہی لیا تو مکروہ کیا،اب ظاہر روایت یہ ہے کہ عصر کے لئے دوبارہ اذان دے،اس کی وجہ یہ ہے کہ بیچ میں نفل پڑھنے کی وجہ سے، یا کوئی اور کام کرنے کی وجہ سے فاصلہ ہو گیا اور گویا کہ پہلی اذان جو ظہر کے لئے دی گئی تھی اس کا اثر ختم ہو گیا اور لوگ منتشر ہو گئے اس لئے عصر کے لئے الگ سے دوبارہ اذان دے۔

ترجمه: (١٠٨٣) پس اگر بغیر خطبہ کے ظہر عصر کی نماز پڑھی تو جائز ہے۔

لے لان هذه الخطبة ليست بفريضة (١٠٨٤) قال ومن صلى الظهر فى رَحْله وحده صلى العصر فى وقتہ ﴾ لے عند ابى حنيفة

ترجمه: لے اس لئے کہ یہ خطبہ فرض نہیں ہے۔

تشریح: اگر عرفات میں ظہر عصر کی نماز بغیر خطبہ کے پڑھ لی تو نماز جائز ہے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خطبہ فرض نہیں ہے، اس لئے نماز ہو جائے گی۔

ترجمه:(١٠٨٤) کسی نے ظہر کی نماز اپنے کجاوے میں اکیلے میں پڑھی تو عصر کی نماز اپنے وقت میں پڑھے۔

ترجمه: لے امام ابو حنیفہؒ کے یہاں۔

تشریح: حنفیہ کے نزدیک تین شرطیں ہوں تو جمع بین الصلوۃ کر سکتے ہیں (١) عرفہ کا میدان ہو (٢) امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو (٣) احرام باندھا ہوا ہو تو ظہر اور عصر کو جمع کر سکتا ہے۔ اور اگر یہ شرطیں نہ پائی جائیں مثلا امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ اپنے کجاوے میں نماز پڑھی تو ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھے اور عصر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھے، جمع بین الصلوتین نہ کرے۔

وجه: (١) عصر کو مقدم کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے کیونکہ میدان میں بکھرنے کے بعد دوبارہ جمع ہونا مشکل ہوگا، اور امام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو دوبارہ جمع ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے عصر کو مقدم کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے (٢) اپنے اپنے وقت پر نماز پڑھنا آیت کی وجہ سے فرض ہے۔ آیت میں ہے۔ **ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا**. (آیت ١٠٣ سورۃ النساء) آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز اپنے اپنے وقت کے ساتھ متعین ہے اس لئے بغیر مظبوط دلیل کے نماز اپنے وقت سے مقدم و مؤخر نہیں ہوسکتی اور مضبوط دلیل یہی ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تو دوبارہ جمع ہونا مشکل ہوگا اس مجبوری کی وجہ سے عصر کو اپنے وقت سے مقدم کرے۔ (٣) **عن ابراهيم قال : اذا صليت فى رحلك بعرفة فصل كل واحدة منهما لوقتها و اجعل لكل واحدة منهما اذانا و اقامة** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یصلی بعرفۃ فی رحلہ ولا یشهد الصلوۃ مع الامام، ج ثالث، ص ٢٥٢، نمبر ١٤٠٣٥) اس اثر میں ہے کہ اپنے کجاوے میں نماز پڑھے تو ہر نماز اپنے اپنے وقت میں پڑھے۔ (٤) اس حدیث میں ہے کہ حضور کے ساتھ یعنی امام کے ساتھ نماز پڑھی تب ہی جمع بین الصلوتین کی، حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ثم ركب رسول الله حتى اتى الموقف**. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ٣٩٧ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ٢٧٠/٢٧١ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ امام

۲؎ وقالا يجمع بينهما المنفرد لان جواز الجمع للحاجة الىٰ امتداد الوقوف والمنفرد محتاج اليه
۳؎ ولابی حنيفةؒ ان المحافظة علی الوقت فرض بالنصوص فلا يجوز تركه الا فيما ورد الشرع به وهو الجمع بالجماعة مع الامام

کے ساتھ نماز پڑھے تب ہی جمع بین الصلوتین کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبین نے فرمایا کہ منفرد بھی ظہر عصر کو جمع کر کے پڑھے، اس لئے کہ جمع کا جائز ہونا اس ضرورت کیلئے ہے کہ وقوف عرفہ دیر تک کر سکے اور منفرد کو بھی اس کی ضرورت ہے [اس لئے بھی جمع کرے]

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ جو لوگ امام سے الگ ہو کر اپنے کجاوے میں نماز پڑھے وہ لوگ بھی جمع بین الصلوتین کرسکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین اس لئے کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ وقوف عرفہ کر سکے، اور جو تنہا نماز پڑھتا ہے اس کو بھی زیادہ سے زیادہ وقوف عرفہ کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے وہ بھی جمع بین الصلوتین کرسکتا ہے۔

وجہ: (۱) صاحبین فرماتے ہیں کہ حدیث میں عرفات میں جمع بین الصلوتین کا ذکر کثرت سے ہے اور بغیر کسی شرط کے ہے۔ اس لئے جو لوگ امام سے الگ نماز پڑھیں گے وہ بھی جمع بین الصلوتین کریں گے۔ (۲) انکی دلیل یہ اثر ہے۔ ان ابن عمر كان يجمع بينهما اذا فاته مع الامام يوم عرفة (سنن للبیہقی، باب الخطبۃ یوم عرفۃ والجمع بین الظہر والعصر، ج خامس ص ۱۸۶، نمبر ۹۴۵۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب من جمع بین الظہر والعصر بعرفات، ج ثالث، ص ۲۸۸، نمبر ۱۴۴۰۶) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر نے امام سے الگ ہو کر نماز پڑھی تب بھی جمع بین الصلوتین کی۔ (۳) اس اثر میں ہے۔ عن ابن عمر انه كان اذا فاتته الصلوة مع الامام بعرفة جمع بين الظهر و العصر فی رحله. (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یصلی بعرفۃ فی رحلہ ولا یشہد الصلوۃ مع الامام، ج ثالث، ص ۲۵۲، نمبر ۱۴۰۳۴) اس اثر میں ہے کہ کجاوے میں بھی نماز پڑھے تو جمع کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وقت پر محافظت آیت کی وجہ سے فرض ہے اس لئے اس کا چھوڑنا جائز نہیں ہے مگر جہاں شریعت وارد ہوئی ہے اور وہ امام کے ساتھ جماعت ہو تو جمع کرنا ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا آیت۔ ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا. (آیت ۱۰۳ سورۃ النساء) کی وجہ سے فرض ہے، اس لئے شریعت میں جہاں جمع کرنے کا حکم آیا ہے وہیں جمع کرنا جائز ہوگا اور آیت کو چھوڑنا جائز ہوگا، اور حدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ امام حج ہو اور جماعت کے ساتھ ہو تب ہی صحابہ نے جمع کیا ہے اس لئے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو تب جمع کرے ورنہ نہیں۔

۴ والتقديم لصيانة الجماعة لانه يعسر عليهم الاجتماع للعصر بعد ما تفرقوا فی الموقف لا لما ذكراه اذ لا منافاة ۵ ثم عند أبی حنيفة الامام شرط فی الصلاتين جميعًا ۶ وقال زفرؒ فی العصر خاصة لانه هو المغيَّر عن وقته

ترجمہ: ۴ اورعصر کومقدم کرنا جماعت کی حفاظت کے لئے ہےاس لئے کہ میدان عرفات میں منتشر ہونے کے بعد دوبارہ جمع ہونا اس پر دشوار ہوگا، وہ وجہ نہیں ہے جو صاحبین نے ذکر کیا اس لئے وقوف عرفہ کرنے میں اور ساتھ ہی نماز پڑھنے میں کوئی منافات نہیں ہے۔

تشریح: یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، فرماتے ہیں عصر کو اپنے وقت سے مقدم کرکے پڑھنا جماعت کی حفاظت کے لئے ہے، اس لئے کہ اگر حاجی میدان عرفات میں منتشر ہو گئے تو دوبارہ عصر کی جماعت کے لئے جمع ہونا اور امام کے پاس آنا ہونا مشکل ہے اس لئے یہ کہا گیا کہ عصر کی نماز بھی جماعت کے ساتھ ابھی ہی پڑھ لے، اور جمع بین الصلوتین کر لے۔ اور صاحبینؒ نے جو دلیل دی کہ زیادہ دیر تک وقوف عرفہ کر سکے اس لئے عصر کو مقدم کرکے پڑھے یہ وجہ نہیں ہے، کیونکہ نماز جب پڑھ رہا ہے اس وقت بھی وقوف عرفہ ہے، کیونکہ نماز بھی اسی میدان میں ہے اور وقوف عرفہ بھی اسی میدان میں ہے اس لئے عصر کی نماز مقدم کرکے پڑھنے میں وقوف عرفہ کی کوئی زیادتی نہیں ہو جائے گی، اس لئے وقوف عرفہ کے لمبا ہونے کے لئے نماز مقدم کرنا یہ کوئی وجہ نہیں ہوئی، اصل وجہ وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ نے ذکر کیا۔

لغت: صیانۃ: بچانا حفاظت کرنا۔ یعسر: مشکل ہوگا۔ موقف: وقف سے مشتق ہے، ٹھہرنے کی جگہ۔

ترجمہ: ۵ پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک امام دونوں نمازوں میں شرط ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عصر کو ظہر کے ساتھ جمع کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ ظہر کی نماز بھی امام کے ساتھ پڑھی ہو اور عصر کی نماز بھی امام کے ساتھ پڑھ رہا ہو تب جمع بین الصلوتین کر سکتا ہے۔ اور اگر ظہر کی نماز اکیلے میں پڑھی پھر عصر کی نماز میں امام کے ساتھ مل کر جمع بین الصلوتین کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ دلیل آگے آرہی ہے۔

ترجمہ: ۶ امام زفرؒ نے فرمایا کہ امام عصر میں ہو خاص طور پر، اس لئے کہ اپنے وقت سے وہی بدلا ہوا ہے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ ظہر تو اپنے وقت پر پڑھی ہے اس لئے جمع بین الصلوتین کرنے کے لئے ظہر کی نماز امام کے ساتھ پڑھنا ضروری نہیں ہے، اس لئے صرف عصر کی نماز بھی امام کے ساتھ پڑھے اور عصر کو مقدم کرکے جمع بین الصلوتین کرنا چاہئے تو کر سکتا ہے، اس لئے کہ صرف عصر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی جا رہی ہے اور اپنے وقت سے مقدم ہے۔ اس لئے اس کے واسطے امامت شرط ہوگی۔

ے وعلى هذا الخلاف الاحرامُ بالحج ۸ ولابی حنيفةؒ ان التقديم علیٰ خلاف القياس عرفت شرعيته فيما اذا كانت العصر مرتبة علیٰ ظهر مؤدّی بالجماعة مع الامام فی حالة الاحرام بالحجّ فيقتصر عليه ۹ ثم لا بد من الاحرام بالحج قبل الزوال فی رواية تقديمًا للاحرام علیٰ وقت الجمع وفی اخریٰ يكتفی بالتقديم علی الصلوٰة لان المقصود هو الصلوٰة

ترجمہ: ے اسی اختلاف پر حج کا احرام بھی ہے۔

تشریح : جمع بین الصلوتین کرنے کے لئے دوسری شرط یہ ہے کہ احرام کی حالت میں ہوتب جمع کرسکتا ہے، اگر عرفات میں احرام کی حالت میں نہ ہوتو جمع نہیں کرسکتا۔ یہ مسئلہ بھی اوپر کے اختلاف پر ہوگا، یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمع کرنے کے لئے شرط یہ ہے ظہر کی نماز سے پہلے احرام ہو اور عصر کی نماز میں بھی احرام ہو، اگر ظہر کی نماز بغیر احرام کے پڑھی اور عصر کی نماز احرام کے ساتھ پڑھ رہا ہوتو جمع نہیں کرسکتا۔ اور امام زفرؒ کے نزدیک یہ ہوگا کہ چاہے ظہر کی نماز بغیر احرام کے پڑھی ہو صرف عصر کی نماز میں احرام ہوتو نماز مقدم کرسکتا ہے، کیونکہ یہی نماز مقدم ہورہی ہے اس لئے صرف اس کے لئے احرام کی شرط ہوگی۔

ترجمہ: ۸ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عصر کو مقدم کرنا خلاف قیاس ہے، اس لئے اس کی مشروعیت اس طرح پہچانی گئی ہے کہ عصر اس ظہر پر مرتب ہو جو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو اور امام کے ساتھ نماز پڑھی ہو اور حج کی احرام کی حالت میں پڑھی ہو، اس لئے عصر کو مقدم کرنا انہیں شرطوں پر منحصر ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، عصر کو ظہر کے وقت میں پڑھنا یہ خلاف قیاس ہے اور آیت، ان الصلوة كانت على المومنين كتابا موقوتا. (آیت ۱۰۳ سورة النساء) کے بھی خلاف ہے، اور حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عصر کو اپنے وقت سے مقدم کیا تو ان چار شرطوں کے ساتھ کیا ہے [۱] ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کی گئی ہو [۲] ظہر کو امام کے ساتھ پڑھی ہو، [۳] ظہر کو بھی احرام کی حالت میں پڑھی ہو، [۴] اور ایک چوتھی شرط آگے آرہی ہے کہ عرفات کا میدان میں پڑھ رہا ہوتب عصر کو مقدم کرسکتا ہے، چونکہ حدیث میں مقدم کرنے کے لئے ان چاروں شرطوں کا پتہ چلتا ہے اس لئے انہیں چاروں شرطوں پر عصر کا مقدم کرنا منحصر ہوگا، اس لئے ظہر کو بھی امام کے ساتھ پڑھی ہو اور احرام کے ساتھ پڑھی ہو اور عصر کو بھی امام کے ساتھ پڑھ رہا ہو اور احرام کے ساتھ پڑھ رہا ہوتب عصر کو مقدم کرسکتا ہے۔

ترجمہ: ۹ پھر ایک روایت میں ہے کہ زوال سے پہلے ہی حج کا احرام ہوتا کہ جمع کرنے کے وقت سے پہلے ہی احرام ہو، اور دوسری روایت میں ہے کہ نماز سے مقدم ہونا کافی ہے، اس لئے کہ مقصود تو نماز ہے۔

تشریح :اوپر آیا کہ ظہر کی نماز سے پہلے احرام ہوتب عصر کی نماز مقدم کرسکتا ہے، اس بارے میں دو روایتیں ہیں، [۱] ایک روایت

(١٠٨٥) قال ثم يتوجه الى الموقف فيقف بقرب الجبل والقوم معه عقيب انصرافهم من الصلوٰة ﴾
لـ لان النبی ﷺ راح الی المواقف عقیب الصلوٰة والجبل یسمی جبل الرحمة والموقف الموقف الاعظم

یہ ہے کہ زوال سے پہلے ہی احرام ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ زوال کے فورا بعد جمع بین الصلوۃ کرنے کا جواز ہو جاتا ہے، اس لئے زوال سے پہلے ہی احرام ہوتا کہ جمع بین الصلوۃ کرنے کا حکم آجائے۔۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ زوال سے پہلے احرام ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ ظہر کی نماز پڑھنے سے پہلے احرام باندھ لے تب بھی جمع کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظہر کی نماز کے ساتھ عصر کو جمع کرنا ہے، اس لئے اصل ضروری ظہر کی نماز ہے، اس لئے اس سے پہلے احرام ہوا تنا ہی کافی ہے۔

نوٹ : آج کل چوتیس لاکھ آدمی حج کے لئے آتے ہیں اور عرفہ میں بھیڑ بہت ہوتی ہے جس بنا پر امام کے ساتھ مسجد نمرہ میں نماز پڑھنا مشکل ہوتا ہے اور عموما لوگ اپنے اپنے خیمے میں نماز پڑھتے ہیں، اس لئے اگر امام صاحبینؒ کے مسلک پر خیمے میں نماز پڑھنے والے جمع بین الصلوتین کر لے تو اس کی گنجائش ہے، اگر کوئی کوئی ایسا کر لے تو ان سے جھگڑنا نہیں چاہئے۔

ترجمہ: (١٠٨٥) پھر ٹھہرنے کی جگہ کی طرف متوجہ ہو اور جبل رحمت کے قریب وقوف کرے، اور قوم نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام کے ساتھ ہوں۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ نبی علیہ السلام نماز کے بعد ٹھہرنے کی جگہ کی طرف گئے، اور اس پہاڑ کا نام جبل رحمت ہے، اور ٹھہرنے کی جگہ کا نام، موقف اعظم، ہے۔۔ راح: گئے، کوچ کئے۔ عقیب: بعد۔

تشریح: مسجد نمرہ میدان عرفات کے شروع میں ہے وہاں ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد اب میدان عرفات کے کسی جگہ بھی جا کر وقوف کرے، پورے میدان میں وقوف کرنا جائز ہے، البتہ بطن عرنہ میں نہ ٹھہرے اس میں اصحاب فیل کو عذاب ہوا ہے اور حدیث میں اس مقام پر ٹھہرنے کی ممانعت آئی ہے اس لئے اس جگہ نہ ٹھہرے، باقی میدان عرفات کے کسی جگہ بھی ٹھہرے۔ ابھی حکومت نے میدان عرفات کے چاروں طرف نشان لگا دیا ہے، اس کے اندر کہیں بھی ٹھہرے گا تو وقوف عرفہ ادا ہو جائے گا۔ البتہ جبل رحمت میدان عرفات میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے وہاں ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ حضورؐ نے وہیں وقوف فرمایا تھا۔

وجہ: (١) ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد عرفات میں جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا بہتر ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم اذن ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام فصلی العصر ولم یصل بینهما شیئا ثم رکب رسول الله حتی اتی الموقف فجعل بطن ناقته القصواء الی الصخرات وجعل حبل المشاة بین یدیه واستقبل القبلة فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قلیلا حتی**

(۱۰۸۶) قال وعرفات كلها موقف الابطن عرنة ﴾ لـ لقوله ﷺ عرفات كلها موقف وارتفعوا عن بطن عرنة والمزدلفة كلها موقف وارتفعوا عن وادى محسّر (۱۰۸۷) وقال وينبغي للامام ان يقف بعرفة على راحلةٍ ﴾

غاب القرص . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۷ نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۰ / ۲۷ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ظہر عصر کی نماز کے بعد وقوف کے لئے جبل رحمت کے پاس آئے اور وہاں وقوف کیا۔ اس لئے یہاں وقوف کرنا بہتر ہے۔۔آج کل بھیڑ بہت ہوتی ہے اس لئے یہاں جگہ ملنی مشکل ہوتی ہے، اس لئے جہاں آسانی سے جگہ مل جائے وہاں ٹھہر جائے، بس شرط یہ ہے کہ میدان عرفات کے اندر اندر ہو۔۔اس پہاڑی کا نام 'جبل رحمت' ہے، اور اس جگہ ٹھہرنے کو 'موقف اعظم' کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۰۸۶) کل عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر بطن عرنہ۔

ترجمہ: لـ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے لیکن بطن عرنہ سے الگ رہو، اور پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے لیکن وادی محسر سے الگ رہو۔

تشریح: پورا عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے لیکن بطن عرنہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اصحاب فیل کو عذاب ہوا ہے، اور حضورؐ نے وہاں ٹھہرنے سے منع فرمایا ہے۔

وجہ : (۱) عرفات کا پورا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے .عن جابر فی حدیثه ذالک أن رسول الله ﷺ قال نحرت ههنا و منى كلها منحر فانحروا فى رحالكم و وقفت ههنا و عرفة كلها موقف ووقفت ههنا و جمع كلها موقف ۔(مسلم شریف، باب ماجاء أن عرفۃ کلھا موقف، ص ۵۱۶، نمبر ۲۹۵۲/۱۲۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پورا عرفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(۲) عن على ابن طالب قال وقف رسول الله بعرفة فقال هذه عرفة وهو الموقوف و عرفة كلها موقف ثم افاض حين غربت الشمس. (ترمذی شریف، باب ماجاء ان عرفۃ کلھا موقف ص ۱۷۷ نمبر ۸۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفات کا پورا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(۲) بطن عرنہ میں نہ ٹھہرے اس کی وجہ یہ حدیث ہے اخبرنى محمد بن منكدر ان النبى ﷺ قال عرفة كلها موقف وارتفعوا عن بطن عرنة والمزدلفة كلها موقف وارتفعوا عن محسر (سنن للبیھقی، باب حیث ماوقف من عرفۃ اجزاءہ ص ۱۸۶، ۹۴۵۹/ سنن ابن ماجہ شریف باب الموقف بعرفات ص ۴۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن عرنہ میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۰۸۷) اور امام کے لئے مناسب ہے کہ عرفہ میں اپنی سواری پر ٹھہرے۔

ل لان النبی علیه السلام وقف علیٰ ناقته وان وقف علی قدمیه جاز والاوّل افضل لما بینا

(۱۰۸۸) ویـنبغی ان یقف مستقبل القبلة ﴾ ل لان الـنبـی عـلیه السلام وقف کذلک وقال النبی علیه السلام خیر المواقف ما استقبلت به القبلة

تـرجـمـه: ل اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنی اونٹنی پر وقوف فرمایا، تاہم اگر پاؤں پر کھڑے ہوکر وقوف کیا تو بھی جائز ہے، لیکن حدیث کی بنا پر سواری پر افضل ہے۔

تشـریـح: امام کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنی سواری پر وقوف کرے تاکہ لوگ آسانی سے امام کو دیکھ سکے اور ان کو دیکھ دیکھ کر عوام مناسک حج ادا کرسکیں، حضورؐ نے سواری پر رہکر وقوف فرمایا۔۔ راحلة: رحل سے مشتق ہے کوچ کرنا، یہاں مراد ہے سواری، کجاوہ۔

وجـه: (۱) حضورؐ عرفات میں قصواء اونٹنی پر سوار ہوکر وقوف عرفہ فرمایا تھا۔ اس لئے مستحب یہ ہے کہ امام اپنی سواری پر وقوف کرے ۔البتہ عوام نیچے رہے، حدیث یہ ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عـن ام الـفـضـل بنت الحارث ان اناسا اختلفوا عـنـدهـا یـوم عرفة فی صوم النبی ﷺ فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم لیس بصائم فارسلت الیه بقدح لبـن وهـو واقف عـلی بعیره فشربه ۔ (بخاری شریف، باب الوقوف علی الدابۃ بعرفۃ، ص ۲۲۵، نمبر ۱۶۶۱) اوپر کی حدیث مسلم شریف نمبر ۲۹۵۰ سے بھی معلوم ہوا کہ آپ قصواء اونٹنی پر سوار تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے سوار ہوکر وقوف عرفہ فرمایا تھا۔

ترجمه: (۱۰۸۸) مناسب یہ ہے کہ قبلہ کی جانب رخ کرکے وقوف کرے۔

تـرجـمـه: ل اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے ایسا ہی وقوف فرمایا، اور آپؐ نے فرمایا کہ بہترین وقوف وہ ہے جو قبلہ کی جانب کرے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے قبلہ کی طرف رخ کرکے وقوف فرمایا اور دعا کی، حدیث یہ ہے۔ قـال دخـلنا علی جـابـر بـن عبـد الـلـه ... وجـعـل حبل المشاة بین یدیه واستقبل القبلة فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبـت الـصـفـرة قلیلا حتی غاب القرص ۔ (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۳۹۷، نمبر ۱۲۱۸ / ۲۹۵۰ / ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۰ / ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے وقوف قبلہ کے رخ ہوکر فرمایا۔ (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث تقریبا یہ ہے۔ قـال ابـن عبـاسؓ قـال رسـول الـلـه ﷺ ان لکل شیء شر فا و ان أشرف المجالس ما استـقـبـل بـه الـقـبـلـة و انـکـم تـجـالسـون بینکم بالامانة ۔ (مستدرک للحاکم، باب کتاب الادب، ج رابع، ص ۳۰۰، نمبر

(۱۰۸۹)ويدعو ويعلّم الناس المناسک ﴾ ۱؎ لما روى ان النبى عليه السلام كان يدعو يوم عرفة ما دًّا يديه كالمستطعم المسكين (۱۰۹۰) ويدعو بما شاء ﴾

۷۷۰۶)اس حدیث میں ہے کہ بہترین مجلس وہ ہے جو قبلہ کی جانب ہو کر بیٹھے، اور یہاں دعا کے لئے بیٹھنا ہے اس لئے قبلہ کی طرف ہی ہو کر بیٹھے۔

ترجمه:(۱۰۸۹) امام دعائیں کرتا رہے اور لوگوں کو مناسک حج سکھلاتا رہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضورؐ عرفہ کے دن دعا فرماتے، اور ہاتھ اس طرح اونچا کرتے جیسے مانگنے والا مسکین ہو۔

تشریح :وقوف عرفہ کا وقت دو پہر سے شام تک لمبا وقت ہے اس میں اب نماز بھی نہیں پڑھنی ہے، اس لئے دو کام کرتا رہے ۔ایک تو دعائیں مانگتا رہے اور امام ہے یا پڑھا لکھا آدمی ہے تو لوگوں کو یہ بتاتا رہے کہ حج کی کون کون سی عبادتیں کرنی ہیں، جسکو مناسک حج کہتے ہیں وہ لوگوں کو سکھلاتا رہے، کیونکہ حضورؐ اس طرح ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے جس طرح کوئی مانگنے والا فقیر لوگوں سے کوئی چیز مانگ رہا ہو۔

وجه : (۱) دعا کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عمر بن شعيب عن ابيه عن جده ان النبى ﷺ قال خير الدعاء يوم عرفة (ترمذی شریف، باب فی دعاء یوم عرفة ج ثانی ص ۱۹۵ نمبر ۳۵۸۵) اس حدیث میں ہے کہ عرفات کی دعا بہترین دعا ہے۔ (۲) اور دوسری حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عباس قال رايت رسول الله يدعو بعرفة يداه الى صدره كاستطعام المسكين (سنن للبیھقی، باب افضل الدعاء یوم عرفة، ج خامس، ص ۱۹۰، نمبر ۹۴۷۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدان عرفات میں دعا میں مشغول رہنا چاہئے، اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنی چاہئے۔ یوں بھی جمع بین الصلوتین اس لئے کیا گیا ہے کہ جلدی موقف پر جا کر دعا کریں۔تکبیر وتہلیل کریں۔(۳) عرفات میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اس کے لئے یہ اثر بھی ہے ۔عن ابن عباس قال : لا ترفع الأيدى الا فى سبع مواطن : [اذا قام الى الصلوة [۲] و اذا رأى البيت [۳] و على الصفا [۴] و المروة [۵] و فى عرفات [۶]و فى جمع [۷] و عند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبة ،۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرة ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰ رسنن بیھقی، باب رفع الیدین اذا رأی البیت، ج خامس، ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰)اس اثر میں ہے کہ عرفات میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔

ترجمه: (۱۰۹۰) جو جی میں آئے وہ دعا کرے۔

ل وان ورد الأثار ببعض الدعوات وقد اورد نا تفصيلها فی کتابنا المترجم بعدة الناسک فی عدة من المناسک بتوفيق الله تعالیٰ (۱۰۹۱) قال وينبغی للناس ان يقفوا بقرب الامام ﴾ ل لانه يدعو ويعلم فيعوا ويستمعوا

ترجمہ: ل اگر چہ بعض دعائیں حدیث میں وارد ہوئیں ہیں۔ میں ان دعاؤں کی تفصیل اپنی کتاب جس کا نام ہے ,عدة الناسک فی عدة من المناسک، میں ذکر کی ہے اللہ کی توفیق سے۔

تشریح: عرفات میں جو جی چاہے دعا کرے، کوئی مخصوص دعا ضروری نہیں ہے، البتہ ایسی دعا ہو کہ اللہ تعالی ہماری مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس عطا فرمائے، اور دنیا اور آخرت میں خیر وعافیت ہو۔ صاحب ھدایہ نے عرفات کی بعض دعائیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔

وجہ: (۱) حضرت علیؓ سے ایک دعا یہ بھی منقول ہے۔ عن علی بن طالبؓ قال قال رسول الله ﷺ أكثر دعائی و دعاء الانبيا ء قبلی بعرفة لا اله الا الله وحده لا شريک له له الملک و له الحمد و هو علی کل شیء قدير ، اللهم اجعل فی قلبی نورا و فی سمعی نورا و فی بصری نورا ، اللهم اشرح صدری و يسرلی أمری و أعوذ بک من وسواس الصدر و شتات الامر و فتنة القبر اللهم انی أعوذ بک من شر ما يلج فی الليل و شر ما يلج فی النهار و شر ما تهب به الرياح و من شر بوائق الدهر ۔(سنن بیہقی، باب افضل الدعاء دعاء يوم عرفة، ج خامس، ص ۱۹۰، نمبر ۹۴۷۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب ما يقال عشية عرفة و ما يستحب من الدعاء، ج ثالث، ص ۳۶۳، نمبر ۱۵۱۳۰) اس حدیث میں عرفہ کی دعاء موجود ہے۔

ترجمہ: (۱۰۹۱) لوگوں کے لئے مناسب ہے کہ امام کے قریب وقوف کرے۔

ترجمہ: ل کیونکہ امام دعا کریں گے اور احکام سکھلائیں گے تو یہ لوگ اس کو یاد کریں اور کان لگا کر سنیں۔

تشریح: پورا عرفہ کا پورا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے، لیکن امام صاحب کے قریب ٹھہرے تو زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ دعا کریں گے وہ یاد کرنے کا موقع ملے گا، اور لوگوں کو مناسک حج سکھلائیں گے تو وہ بھی یاد کرنے کا موقع ملے گا، اور ان کو کان لگا کر سننے کا موقع ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کے لئے اثر یہ ہے۔ عن ابراهيم قال كانوا يحبون أن يقف الرجل قريبا من الامام قال عبد الله بن عمر يا أيها الناس لا تقتلوا أنفسكم فان كل ما ههنا موقف (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من قال عرفة كلها موقف الا بطن عرنة، ج ثالث، ص ۲۳۶، نمبر ۱۳۸۸۰) اس اثر میں ہے کہ امام کے قریب ٹھہرے تو زیادہ اچھا ہے۔

(۱۰۹۲) وينبغي ان يقفوا وراء الامام ﴿۱﴾ ليكون مستقبل القبلة وهٰذا بيان الافضلية لان عرفات كلها موقف على ما ذكرنا (۱۰۹۳) قال ويستحب ان يغتسل قبل الوقوف بعرفة ويجتهد فى الدعاء ﴿۱﴾ اما الاغتسال فهو سنة وليس بواجب ولو اكتفى بالوضؤ جاز كما فى الجمعة والعيدين وعند الحرام ﴿۲﴾ واما الاجتهاد فلانه عليه السلام اجتهد فى الدعاء فى هٰذا الموقف لامته فاستجيب له الا فى الدماء والمظالم

ترجمہ: (۱۰۹۲) اورمناسب ہے کہ امام کے پیچھے وقوف کرے

ترجمہ: ۱ تا کہ منہ قبلے کی جانب ہوجائے ،اورافضلیت کا بیان ہےاس لئے کل عرفات ٹھہرنے کی جگہ ہے، جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح : پہلے گزرا کہ امام قبلہ کی طرف رخ کر کے وقوف کرے،تو عوام جوامام کے ساتھ ہوگا وہ امام کے پیچھے وقوف کرے تا کہ عوام کا چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہواور وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے وقوف کرے۔ یہ وقوف افضل ہے، باقی عرفات میں جہاں بھی وقوف کرے گا ٹھیک ہے۔

ترجمہ:(۱۰۹۳) فرمایامستحب یہ ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرےاوردعا میں خوب کوشش کرے۔

تشریح : اس متن میں دو باتیں بیان کی ہیں[۱] ایک بات تو یہ ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے ممکن ہوتو غسل کرے،اس لئے کہ یہ بہتر ہے۔[۲]اوردوسری بات یہ بیان کی ہے کہ وقوف عرفہ کے وقت خوب دعائیں کرے،اوردعا کے قبول ہونے کی کوشش کرے۔

وجہ : اس اثر میں ہے کہ غسل کرے. عن عبد الرحمن انه أخبره انه رأى عمر يغتسل بعرفة و هو يلبى ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب ما ذکر فی الغسل یوم عرفۃ فی الحج، ج ثالث ،ص ۴۰۳،نمبر ۱۵۵۵۳)اس اثر میں ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرے۔

ترجمہ: ۱ بہرحال غسل کرنا تو یہ سنت ہے، واجب نہیں ہے۔اوراگر وضو پر اکتفا کیا تو جائز ہےجیسا کہ جمعہ،عیدین،اوراحرام کے وقت ہوتا ہے۔

تشریح : فرماتے ہیں کہ وقوف سے پہلے غسل کرنا سنت ہےجیسا کہ جمعہ،عیدین اوراحرام کے وقت غسل کرنا سنت ہے،لیکن اگرصرف وضو پر اکتفاء کرے تب بھی جائز ہے۔

ترجمہ: ۲ بہرحال دعا میں کوشش کرنا تو اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے اس مقام میں اپنی امت کے لئے دعا میں کوشش کی ہے،اورآپ کی دعا قبول ہوئی سوائے قتل اورظلم کے۔۔دماء: سے مراد خون خرابہ کرنا قتل کرنا۔

(۱۰۹۴)ویلبّی فی موقفه ساعة بعد ساعة ﴿۱﴾ **وقال مالکؒ یقطع التلبیة کما یقف بعرفة لان الاجابة باللسان قبل الاشتغال بالارکان**

وجه: (۱) اوپر آیا کہ حضور ہاتھ اٹھا کر اتنی عاجزی کے ساتھ دعا کرتے کہ مسکین کی طرح معلوم ہوتے، حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال رایت رسول الله یدعو بعرفة یداه الی صدره کاستطعام المسکین** (سنن للبیهقی، باب افضل الدعاء یوم عرفة، ج خامس، ص ۱۹۰، نمبر ۹۴۷۴) اس حدیث میں ہے کہ مسکین کی طرح دعا فرماتے۔ (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عباس بن مرداس السلمی أن اباه أخبره عن ابیه أن رسول الله ﷺ دعا لأمته عشیة عرفة بالمغفرة فأجیب : انی قد غفرت لهم ما خلا المظالم ، فانی آخذ للمظلوم منه ....قال ان عدو الله ابلیس لما علم أن الله عز و جل قد استجاب دعائی و غفر امتی أخذ التراب فجعل یحثو ہ علی رأسه و یدعو بالویل و الثبور فأضحکنی ما رأیت من جزعه** ۔ (ابن ماجة شریف، باب الدعاء بعرفة، ص ۴۳۶، نمبر ۳۰۱۳) اس حدیث میں ہے کہ حضور نے دعا کے قبول ہونے کے لئے بہت کوشش کی۔

ترجمه: (۱۰۹۴) اپنے ٹھہرنے کی جگہ میں گھڑی گھڑی تلبیہ پڑھے۔

وجه :(۱) تلبیہ نماز کی تکبیر کی طرح ہے، اس لئے جس طرح نماز کے آخیر تک ہر اٹھنے بیٹھنے میں تکبیر پڑھتے ہیں اسی طرح یہاں بھی ہر اٹھتے بیٹھتے وقت تلبیہ پڑھے اور احرام کھولنے تک تلبیہ پڑھتا رہے، اور احرام جمرہ عقبہ تک رہے گا اس لئے تلبیہ بھی جمرہ عقبہ تک پڑھتا رہے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ **عن عبد الله بن عباسؓ عن الفضل أن رسول الله ﷺ لم یزل یلبی حتی بلغ الجمرة** ۔ (بخاری شریف، باب النزول بین عرفة وجمع، ص ۲۲۶، نمبر ۱۶۷۰ / مسلم شریف، باب ادامة الحاج التلبیة حتی یشرع فی رمی جمرة العقبة یوم النحر، ص ۵۳۹، نمبر ۱۲۸۱ / ۳۰۸۸) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی تک تلبیہ پڑھتا رہے۔

ترجمه: ۱ امام مالکؒ نے فرمایا کہ جیسے ہی عرفہ میں ٹھہرے تو تلبیہ ختم کردے۔ اس لئے کہ ارکان میں مشغول ہونے سے پہلے زبان سے قبول کرنا ہے [اور وقوف عرفہ کے وقت عمل شروع کر دیا تو زبان سے لبیک کہنے کی ضرورت نہیں ہے]

تشریح : امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے پہلے تک لبیک کہے اور وقوف کے بعد لبیک کہنا چھوڑ دے۔ حضرت امام مالکؒ نے اپنے مؤطاء میں یہ اثر نقل فرمایا ہے جس کا مطلب بھی یہی ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد لبیک چھوڑ دے۔ **ان علی بن طالبؓ کان یلبی فی الحج حتی اذا زاغت الشمس من یوم عرفة قطع التلبیة** . (موطاء امام مالک، باب قطع التلبیة، ص ۳۴۷) اس اثر میں ہے کہ حضرت علی وقوف عرفہ کے وقت تلبیہ چھوڑ دیتے تھے۔ انکی دلیل عقلی یہ ہے کہ لبیک [یعنی میں حاضر ہوں] اسلئے پڑھتے ہیں کہ میں عرفہ میں حاضر ہونگا، اور میں حاضر ہوں اس وقت کہنے کی ضرورت ہے جب تک کہ عرفہ میں حاضر نہیں

۲؎ ولنا ماروی ان النبی علیه السلام ما زال یلبی حتی اتی جمرة العَقَبة ۳؎ ولان التلبیة فیه کالتکبیر فی الصلوٰة فیأتی بها الیٰ اٰخر جزء من الاحرام (۱۰۹۵) قال واذا غربت الشمس افاض الامام والناس معه علیٰ هَیْنتهم حتی یاتوا المزدلفة ۱؎ لان النبی علیه السلام دفع بعد غروب الشمس

ہوا، اور جب حاضر ہو گیا تو اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، یعنی لبیک کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے لبیک کہنا چھوڑ دے۔

وجه : (۱) اس حدیث سے بھی انکی تائید ہوتی ہے۔ عن عبد الله بن عمر قال غدونا مع رسول الله ﷺ من منی الی عرفات ، منا الملبی ، و منا المکبر ۔ (مسلم شریف، باب التلبیۃ والتکبیر فی الذھاب من منی الی عرفات فی یوم عرفۃ، ص ۴۱۶، نمبر ۱۲۸۴/۳۰۹۵) اس حدیث میں ہے کہ تلبیہ کے بجائے تکبیر کہے تب بھی جائز ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ تلبیہ چھوڑ سکتا ہے۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھتے رہے ۔ یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور اس لئے کہ تلبیہ احرام میں ایسا ہی ہے جیسا کہ تکبیر نماز میں، اس لئے تلبیہ احرام کے آخری جز تک پڑھے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، جس طرح نماز میں تکبیر [یعنی اللہ اکبر] ہے اسی طرح احرام کی حالت میں تلبیہ پڑھنا ہے، اور تکبیر نماز کے آخیر تک پڑھتے ہیں تو اس پر قیاس کر کے تلبیہ بھی احرام کے آخیر تک پڑھے، اور احرام جمرہ عقبہ پر ختم ہوگا اس لئے تلبیہ بھی جمرہ عقبہ تک پڑھے۔

ترجمه: (۱۰۹۵) پس جب سورج غروب ہو جائے تو امام عرفہ سے چلے اور لوگ بھی ان کے ساتھ چلے اپنی ہیئت پر یہاں تک کہ مزدلفہ آئے اور وہاں اترے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نبی علیہ السلام سورج کے غروب ہونے کے بعد عرفہ سے چلے۔

تشریح میدان عرفات میں شام تک رہے اور غروب آفتاب کے بعد وہاں سے چلے۔ پہلے امام چلے پھر عوام ان کے ساتھ چلے اور دوڑے نہیں۔ بلکہ اپنی ہیئت پر چلے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذھبت الصفرة قلیلا حتی غاب القرص واردف اسامة خلفه ودفع رسول الله ﷺ وقد شنق للقصواء الزمام حتی ان رأسها لیصیب مورک رحله ویقول بیده الیمنی ایها الناس السکینة السکینة کلما اتی حبلا من الحبال ارخی لها قلیلا حتی تصعد حتی اتی المزدلفة . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی

۲ ولان فيه اظهار مخالفة المشركين ۳ وكان النبي عليه السلام يمشي علىٰ راحلته في الطريق علىٰ هينته

ص ۳۹۸ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شريف، باب صفة حجة النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵ و باب الدفعة من عرفة ص ۲۷۲ نمبر ۱۹۲۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغرب کے بعد عرفہ سے چلے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اطمینان سے چلے تیزی نہ کرے۔(۲) مغرب کے بعد چلے اس کے لئے یہ حدیث بھی ہے۔ عن أسامة قال كنت ردف النبي ﷺ فلما وقعت الشمس دفع رسول الله ﷺ. (ابوداود شریف، الدفعة من عرفة، ص ۲۸۲، نمبر ۱۹۲۵) اس حدیث میں ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد چلے۔(۳) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورة البقرة ۲) افضتم کا ترجمہ ہے چلے، یعنی عرفات سے چلے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ اس میں مشرکین کی مخالفت کا اظہار ہے۔

تشریح: اسلام سے پہلے مشرکین غروب آفتاب سے پہلے ہی عرفات سے واپس چلے جاتے تھے، اس لئے اسکی مخالفت کرنے کیلئے آفتاب غروب ہونے کے بعد عرفات سے چلے۔

وجہ: (۱) عن محمد بن قيس بن مخرمة بن عبد المطلب ان النبي ﷺ خطب بعرفة فقال اما بعد فان هذا يوم الحج الاكبر و ان اهل الجاهلية و الاوثان كانوا يدفعون في هذا اليوم قبل غروب الشمس حين تعم بها الجبال كانها عمائم الرجال في وجوههم و انا ندفع بعد غروبها فلا تعجلوا بنا، هدينا يخالف هدى اهل الشرك و الاوثان (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی وقت الافاضة من عرفة، ج ثالث، ص ۳۶۸، نمبر ۱۵۱۷۹) اس حدیث میں ہے کہ ہم مشرکوں کی مخالفت کر کے مغرب کے بعد عرفات سے چلیں گے۔

ترجمہ: ۳ اور نبی علیہ السلام راستے میں اپنی سواری پر اپنی ہیئت پر چلتے تھے۔

تشریح:۔عرفات سے جب واپس ہو تو راستے میں جلدی نہ کرے بلکہ اطمینان سے چلے، حضورؐ اطمینان سے چلتے تھے۔

وجہ: (۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ويقول بيده اليمنى ايها الناس السكينة السكينة كلما اتى حبلا من الحبال ارخى لها قليلا حتى تصعد حتى اتى المزدلفة. (مسلم شریف، ۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، نمبر ۱۹۲۲) اس حدیث میں ہے کہ آپ لوگوں کو اطمینان کے ساتھ چلنے کے لئے کہتے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ اطمینان سے چلے۔ حدثني ابن عباسؓ أنه دفع مع النبي ﷺ يوم عرفة فسمع النبي ﷺ ورائه زجرا شديدا و ضربا شديدا و ضربا للابل فأشار بسوطه اليهم و قال أيها الناس عليكم بالسكينة فان البر ليس

(۱۰۹۶) فان خاف الزحام فدفع قبل الامام ولم يجاوز حدود عرفة اجزاه ﴿ ١؎ لانه لم يُفض من عرفة ٢؎ والافضل ان يقف فی مقامه کیلا یکون اٰخذًا فی الاداء قبل وقتها (۱۰۹۷) فلو مکث قلیلا بعد غروب الشمس وافاضة الامام لخوف الزحام فلا بأس به ﴿ ١؎ لما روی ان عائشةؓ بعد افاضة الامام دعت بشراب فافطرت ثم افاضت

بالایضاع ۔(بخاری شریف، باب امر النبی ﷺ بالسکینۃ عندالا فاضۃ واشارتہ الیھم بالسوط ،ص ۱۷۱،نمبر ۱۶۷۱)اس حدیث میں بھی ہے کہ اطمینان سے چلے۔

ترجمہ: (۱۰۹۶) پس اگر بھیڑ کے خوف امام سے پہلے ہی وقوف کے مقام سے اٹھ کر چل دیا لیکن عرفہ کے حدود سے آگے نہیں بڑھا تو کافی ہے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ عرفہ کی حد سے آگے نہیں بڑھا۔

تشریح :۔ جہاں پر آدمی ٹھہرا تھا بھیڑ کے خوف سے وہاں سے امام سے پہلے ہی چل دیا اور جہاں عرفات کی حد ہے وہاں جا کر رکا رہا تا کہ سورج غروب ہوتے ہی روانہ ہو جاؤں گا اور جلدی مزدلفہ پہونچ جاؤں گا، تو یہ جائز ہے اس لئے سورج کے غروب ہونے سے پہلے وہ عرفات کی حد سے نہیں نکلا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے عرفہ کی حد سے نہ نکلے

ترجمہ : ٢؎ افضل یہ ہے کہ اپنے مقام کے اوپر ٹھہرا رہے تا کہ وقت سے پہلے ادائیگی میں نہ شروع ہو جائے۔

تشریح : افضل یہ ہے کہ اپنے موقف میں ٹھہرا رہے، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے عرفہ کی حد پر پہونچ گیا تو ممکن ہے کہ غروب سے پہلے حد سے باہر ہو جائے اور نکلنے کا کام جو غروب کے بعد کرنا چاہئے وہ غروب سے پہلے ہو جائے اس لئے افضل یہ ہے کہ اپنے موقف پر رکا رہے۔۔ادا: یہاں ادا سے مراد عرفہ کی حد سے باہر نکلنا ہے۔

ترجمہ:(۱۰۹۷) پس اگر سورج غروب ہونے کے بعد اور امام کے جانے کے بعد تھوڑا ٹھہر جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عائشہؓ امام کے جانے کے بعد پانی منگوایا اور افطار کیا پھر عرفات سے چلی۔

تشریح : سورج غروب ہو گیا، اور حج کے امام بھی عرفہ سے باہر نکل گئے اس کے بعد بھی بھیڑ کے خوف سے تھوڑی دیر ٹھہرا رہا اور بھیڑ چھٹنے کے بعد عرفہ سے باہر نکلے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ نے غروب کے بعد افطار کیا پھر عرفہ سے باہر آئیں۔

وجہ : (۱)صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے. عن القاسم عن عائشة انها کانت تدعو بشراب فتفطر ثم یفیض (مصنف

(١٠٩٨)قال واذا اتى مزدلفة فالمستحب ان يقف بقرب الجبل الذى عليه الميقدة يقال له قزح ﴾ لـ لان النبى عليه السلام وقف عند هذاالجبل و كذا عمرؓ

ابن ابی شیبۃ، باب من کان یفطر بعرفۃ قبل ان یفیض، ج ثالث،ص١٩٠،نمبر١٣٣٩٥)(٢)اس اثر میں بھی ہے۔عن نافع قال كان ابن عمر يرى الدفعة من عرفة اذا تبين الليل و أفطر الصائم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی وقت الافاضۃ من عرفۃ، ج ثالث،ص٣٦٨،نمبر١٥١٨٠) اس اثر میں ہے کہ افطار کے بعد عرفہ سے چلے تو بھی ٹھیک ہے ۔ قلت لعطاء يقف الانسان عشية عرفة بعد ما يدفع الامام حتى يذهب زحام الناس ؟ قال : لا بأس به (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کان یقول اذا دفع الامام من عرفۃ فلا بأس أن یقف حتی یذھب الزحام، ج ثالث،ص١٩٠،نمبر١٣٣٩٩) اس اثر میں ہے کہ بھیڑ کے ڈر سے امام کے بعد جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ:(١٠٩٨)جب مزدلفہ آئے تو مستحب یہ ہے کہ اس پہاڑ کے قریب ٹھہرے جس پر میقدہ ہے جس کو قزح کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ نبی علیہ السلام اس پہاڑ کے پاس ٹھہرے،اور ایسے ہی حضرت عمرؓ بھی۔

تشریح :مزدلفہ میں مستحب یہ ہے کہ جبل قزح کے قریب ٹھہرے۔یوں تو وادی محسر کے علاوہ پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔لیکن جبل قزح کے قریب ٹھہرنا مستحب ہے۔

وجہ: (١) کیونکہ حضور وہیں ٹھہرے تھے۔آیت میں ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام (آیت ١٩٨سورۃ البقرۃ ٢)اس آیت میں ہے کہ عرفات سے چلو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو اور جبل قزح کو مشعر الحرام کہتے ہیں(٢)حدیث میں ہے قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص٣٩٩ نمبر١٢١٨/٢٩٥٠/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص٢٧١ نمبر١٩٠٥)(٣)اس حدیث میں بھی ہے کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرے۔صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن على قال فلما اصبح يعنى النبى ﷺ و وقف على قزح فقال هو قزح وهو الموقف و جمع كلها موقف ۔(ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ بجمع ص٢٧٤ نمبر ١٩٣٥)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔(٤) پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے.عن جابر فى حديثه ذالک أن رسول الله ﷺ قال نحرت هٰهنا و منى كلها منحر فانحروا فى رحالكم و وقفت هٰهنا و عرفة كلها موقف ووقفت هٰهنا و جمع كلها موقف ۔(مسلم شریف،باب ما جاء أن عرفۃ کلھا موقف،ص٥١٦،نمبر١٢١٨/٢٩٥٢)اس حدیث میں ہے کہ پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(٥) عن على ابن

(١٠٩٨)قال واذا اتى مزدلفة فالمستحب ان يقف بقرب الجبل الذى عليه الميقدة يقال له قزح ﴾ لِلان النبى عليه السلام وقف عند هذاالجبل وكذا عمرؓ

ابن ابی شیبۃ، باب من کان یفطر بعرفۃ قبل ان یفیض، ج ثالث، ص۱۹۰، نمبر ۱۳۳۹۵)(۲)اس اثر میں بھی ہے۔**عن نافع قال کان ابن عمر یری الدفعة من عرفة اذا تبین اللیل و أفطر الصائم** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی وقت الافاضۃ من عرفۃ، ج ثالث، ص۳۶۸، نمبر ۱۵۱۸۰) اس اثر میں ہے کہ افطار کے بعد عرفہ سے چلے تو بھی ٹھیک ہے ۔ **قلت لعطاء یقف الانسان عشیة عرفة بعد ما یدفع الامام حتی یذهب زحام الناس ؟ قال : لا بأس به** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یقول اذا دفع الامام من عرفۃ فلابأس أن یقف حتی یذھب الزحام، ج ثالث، ص۱۹۰، نمبر ۱۳۳۹۹) اس اثر میں ہے کہ بھیڑ کے ڈر سے امام کے بعد جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ:(۱۰۹۸)جب مزدلفہ آئے تو مستحب یہ ہے کہ اس پہاڑ کے قریب ٹھہرے جس پر میقدہ ہے جس کو قزح کہا جاتا ہے۔

ترجمہ: لِ اس لئے کہ نبی علیہ السلام اس پہاڑ کے پاس ٹھہرے، اور ایسے ہی حضرت عمرؓ بھی۔

تشریح :مزدلفہ میں مستحب یہ ہے کہ جبل قزح کے قریب ٹھہرے۔ یوں تو وادی محسر کے علاوہ پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔لیکن جبل قزح کے قریب ٹھہرنا مستحب ہے۔

وجہ: (۱) کیونکہ حضور وہیں ٹھہرے تھے۔آیت میں ہے۔ **فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام** (آیت ۱۹۸ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ عرفات سے چلو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو خوب یاد کرو اور جبل قزح کو مشعر الحرام کہتے ہیں(۲)حدیث میں ہے **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وکبره وهلله ووحده فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس** ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤدشریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)(۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرے۔صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔**عن علی قال فلما اصبح یعنی النبی ﷺ و وقف علی قزح فقال هو قزح وهو الموقف و جمع کلها موقف** ۔(ابوداؤدشریف، باب الصلوۃ بجمع ص۲۷۴ نمبر ۱۹۳۵)ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جبل قزح کے پاس ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے۔(۴) پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے.**عن جابر فی حدیثه ذالک أن رسول الله ﷺ قال نحرت ههنا و منی کلها منحر فانحروا فی رحالکم و وقفت ههنا و عرفة کلها موقف ووقفت ههنا و جمع کلها موقف** ۔(مسلم شریف، باب ماجاء أن عرفۃ کلھا موقف، ص۵۱۶، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۲)اس حدیث میں ہے کہ پورا مزدلفہ ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(۵) **عن علی ابن**

۲؎ ویتحرز فی النزول عن الطریق کیلا یضر بالما رّة فینزل عن یمینه او یساره ۳؎ ویستحب ان یقف وراء الامام لما بینا فی الوقوف بعرفة (۱۰۹۹) قال ویصلی الامام بالناس المغرب والعشاء باذان واقامة واحدة ﴾

طالب قال وقف رسول الله بعرفة فقال هذه عرفة وهو الموقوف و عرفة کلها موقف ثم افاض حین غربت الشمس. (ترمذی شریف، باب ماجاء ان عرفة کلها موقف ص ۱۷۷ نمبر ۸۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ کا پورا میدان ٹھہرنے کی جگہ ہے۔(٦) بطن عرنہ میں نہ ٹھہرے اس کی وجہ یہ حدیث ہے۔اخبرنی محمد بن منکدر ان النبی ﷺ قال عرفة کلها موقف وارتفعوا عن بطن عرنة والمزدلفة کلها موقف وارتفعوا عن محسر (سنن للبیہقی، باب حیث ما وقف من عرفة اجزأہ ص ۱۸٦، ۹۴۵۹ سنن ابن ماجہ شریف باب الموقف بعرفات ص ۴۳٦ نمبر ۳۰۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن محسر میں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔

لغت: المقیدة : وقد سے مشتق ہے آگ جلانا، میقدة: آگ جلنے کی جگہ، زمانۂ جاہلیت میں اس پہاڑ کے قریب آگ جلانے کی جگہ تھی جس کو مقیدہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور راستے میں اترنے سے بچے تاکہ گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو، اس لئے راستے کے دائیں یا بائیں جانب اترے۔

تشریح : مزدلفہ کے اندر جانے کا جو راستہ ہے اس پر نہ ٹھہرے تاکہ وہاں سے گزرنے والے کو تکلیف نہ ہو، اس لئے راستے کے دائیں جانب اور بائیں جانب ٹھہرے۔

ترجمہ: ۳؎ مستحب یہ ہے کہ امام کے پیچھے ٹھہرے، جیسا کہ وقوف عرفہ کے وقت میں نے بیان کیا۔

تشریح :امام قبلہ رخ ہو کر مزدلفہ میں وقوف کرے گا، اور عوام امام کے پاس ٹھہرے تو یہی صورت ہے کہ امام کے پیچھے ٹھہرے تاکہ عوام کا چہرہ بھی قبلہ کے رخ ہو جائے۔تفصیل مسئلہ نمبر ۱۰۹۲ میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۱۰۹۹) اور امام لوگوں کو نماز پڑھائیں گے مغرب اور عشاء کی [عشاء کے وقت میں] ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ۔

تشریح: امام مزدلفہ میں بھی جمع بین الصلوتین کریں گے اور یہ جمع تاخیر کریں گے۔اور عشا کے وقت میں مغرب کی نماز پڑھیں گے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ...حتی أتی المزدلفة فصلی بها المغرب و

۱؎ وقال زفر باذان واقامتين اعتبارا بالجمع بعرفة ۲؎ ولنا رواية جابرؓ ان النبی ﷺ جمع بينهما باذان واقامة واحدة ۳؎ ولان العشاء فی وقته فلا يفرد بالاقامة اعلاما بخلاف العصر بعرفة لانه مقدم علیٰ

العشاء بأذان واحد و اقامتين و لم يسبح بينهما شيئا. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مزدلفہ میں مغرب اورعشاءکو جمع کیا، اور درمیان میں نفل نہیں پڑھی۔(۲) اورایک اقامت سے مغرب اورعشاء کی نماز پڑھی اس کے لئے یہ حدیث ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔**عن ابن عمر قال جمع رسول الله ﷺ بين المغرب والعشاء بجمع صلى المغرب ثلاثا والعشاء ركعتين باقامة واحدة**۔(مسلم شریف، باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ واستحباب صلوتی المغرب والعشاء جمیعا بالمزدلفۃ فی ھذہ اللیلۃ ص ۴۱۷ نمبر ۱۲۸۸/۳۱۱۴) اس حدیث میں ہے کہ ایک اذان اور اقامت سے دونوں نماز پڑھے (۳) چونکہ مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد تمام نمازی وہیں موجود ہیں اور نماز عشا اپنے وقت پر پڑھی جارہی ہے اس لئے دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں مغرب اورعشا کو جمع کر کے پڑھیں گے۔

ترجمہ: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ نماز پڑھے، عرفہ میں جمع کرنے پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مزدلفہ میں مغرب اورعشاء کو ایک جماعت اور دو اقامت کے ساتھ نماز پڑھے جس طرح عرفہ میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ نماز پڑھے۔

وجہ : (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔**قال دخلنا على جابر بن عبد الله ...حتى أتى المزدلفة فصلى بها المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتين و لم يسبح بينهما شيئا.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابو داؤدشریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع فرمایا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے مغرب اورعشاء کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع کیا۔

تشریح : یہ حدیث گزر چکی ہے۔**عن ابن عمر قال جمع رسول الله ﷺ بين المغرب والعشاء بجمع صلى المغرب ثلاثا والعشاء ركعتين باقامة واحدة** ۔(مسلم شریف، باب الافاضۃ من عرفات الی المزدلفۃ واستحباب صلوتی المغرب والعشاء جمیعا بالمزدلفۃ فی ھذہ اللیلۃ ص ۴۱۷ نمبر ۱۲۸۸/۳۱۱۴/ابوداؤدشریف، باب الصلوۃ بجمع، ص ۲۸۲ نمبر ۱۹۲۹) اس حدیث میں ہے کہ ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس لئے کہ عشاء اپنے وقت میں ہے اس لئے بتلانے کے لئے الگ سے اقامت نہیں کہی جائے گی، بخلاف

وقتہ فافرد بھا لزیادۃ الاعلام (۱۱۰۰)ولا یتطوع بینھما ﴾ ۱ لانہ یخل بالجمع ۲ ولو تطوع او تشاغل بشیء اعاد الاقامۃ لو قوع الفصل

عرفہ میں عصر کے اس لئے کہ وہ اپنے وقت پر مقدم ہے اس لئے اقامت الگ سے کہی جائے گی زیادہ اعلان کے لئے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ عشاء اپنے وقت پر پڑھی جا رہی ہے اس لئے الگ سے اقامت کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ لوگ تو عشاء کے لئے پہلے سے منتظر ہی ہیں۔ اس کے برخلاف عرفہ میں عصر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی جا رہی ہے اس لئے لوگوں کو مزید بتلانے کے لئے کہ عصر کی نماز ابھی ہی ہو رہی ہے عصر کے لئے الگ سے اقامت کہی جائے گی۔

ترجمہ:(۱۱۰۰)اور دونوں کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

تشریح : مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نہ پڑھے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ...حتی أتی المزدلفۃ فصلی بھا المغرب و العشاء بأذان واحد و اقامتین و لم یسبح بینھما شیئا.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان نفل نہیں پڑھی۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جمع میں خلل انداز ہوگا۔

تشریح : اگر مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھے تو جمع نہیں ہوگا بلکہ الگ الگ ہو جائے گا اس لئے درمیان میں نفل نہ پڑھے۔

ترجمہ: ۲ اور اگر درمیان میں نفل پڑھے، یا یا کسی چیز میں مشغول ہو جائے تو فصل واقع ہونے کی وجہ سے اقامت کو لوٹائے۔

تشریح :اگر مغرب اور عشاء کے درمیان نفل پڑھے یا کوئی کام کرے تو چونکہ جمع نہیں رہا بلکہ فصل ہو گیا اس لئے عشاء کے لئے الگ سے اقامت کہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں ہے ۔**عن اسامۃ بن زید ؓ أنہ سمعہ یقول دفع رسول اللہ ﷺ من عرفۃ فنزل الشعب فبال ثم توضاء و لم یسبغ الوضوء فقلت لہ الصلوۃ ، فقال الصلوۃ امامک ، فجاء مزدلفۃ فتوضأ فأسبغ ثم اقیمت الصلوۃ فصلی المغرب ثم أناخ کل انسان بعیرہ فی منزلہ ثم اقیمت الصلوۃ فصلی و لم یصلی بینھما** (بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوۃ بالمزدلفۃ، ص۲۷۱، نمبر ۱۶۷۲)اس حدیث میں ہے کہ مغرب کے بعد اونٹ بیٹھایا تو عشاء کے لئے دوبارہ اقامت کہی۔۔تطوع: نفل پڑھا۔ تشاغل: مشغول ہوا۔

۳؎ وكان ينبغي ان يُعيد الاذان كما في الجمع الاول الا انا اكتفينا باعادة الاقامة لما روى ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى المغرب بمزدلفة ثم تعشى ثم افرد الاقامة للعشاء (۱۱۰۱) ولا تشترط الجماعة لهذا الجمع ﴾ ا؎عند ابي حنيفةؒ لان المغرب مؤخرة عن وقتها بخلاف الجمع بعرفة لان العصر مقدم علىٰ وقته (۱۱۰۲) ومن صلى المغرب في الطريق لم تجزه ﴾ ا؎عند ابي حنيفةؒ ومحمدؒ وعليه اعادتها مالم يطلع الفجر

ترجمه: ۳؎ مناسب یہ تھا کہ اذان بھی لوٹائے جیسا کہ جمع اول [یعنی عرفہ] میں ہوا۔لیکن ہم نے اقامت پر اکتفاء کیا،اسلئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی ﷺ مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھی، پھر کھانا کھایا پھر عشاء کے لئے الگ سے اقامت کہی۔

تشریح : چونکہ مغرب کی نماز کے بعد کوئی کام کیا ہے یا نفل پڑھا ہے اس لئے مناسب تو یہ تھا کہ اذان بھی لوٹاتے کیونکہ اثر میں ہے کہ درمیان میں کام کیا تو اذان بھی لوٹائی، اثر یہ ہے۔ حج عبد اللہؓ فأتينا المزدلفة حين الاذان بالعتمة أو قريبا من ذالک فأمر رجلا فأذن و أقام ثم صلى المغرب و صلى بعدها ركعتين ثم دعا بعشائه فتعشى ثم أمر۔ أرى۔ رجلا فأذن و أقام ، قال عمر و لا اعلم الشک الا من زهير ثم صلى العشاء ركعتين . (بخاری شریف، باب من اذن وأقام لكل واحدة منهما، ص ۲۷۲، نمبر ۱۶۷۵) اس اثر میں ہے کہ مغرب کی نماز کے بعد نفل پڑھا اور کھانا کھایا تو عشاء کے لئے اذان دی اور اقامت بھی کہی۔لیکن اوپر کی حدیث کی بنا پر ہم نے صرف اقامت کے لوٹانے پر اکتفا کیا۔

ترجمه: (۱۱۰۱) امام ابو حنیفہؒ کے یہاں اس جمع کرنے کے لئے جماعت شرط نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ اس لئے کہ مغرب اپنے وقت سے مؤخر ہے بخلاف عرفہ میں جمع کرنے کے اس لئے کہ عصر وہاں اپنے وقت سے مقدم ہے۔

تشریح : مزدلفہ میں مغرب کو مؤخر کر کے پڑھی جارہی ہے اس لئے یہاں جمع کرنے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ جماعت ہو اور امام نماز پڑھائے، بلکہ الگ الگ نماز پڑھے تب بھی جمع بین الصلوتین کرے گا۔عرفہ میں چونکہ عصر مقدم پڑھے گا اس لئے وہاں نماز پڑھنے کے لئے یہ شرط ہے کہ جماعت ہو اور امام نماز پڑھائے۔ یہاں یہ شرط نہیں ہے۔

ترجمه: (۱۱۰۲) جس نے مغرب کی نماز مزدلفہ کے راستے میں پڑھی تو کافی نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ اور ان امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ان دونوں نمازوں کو لوٹانا واجب ہے جب تک کہ فجر طلوع نہ ہو۔

تشریح: عرفات سے چل کر مزدلفہ آرہا ہو اور مزدلفہ سے پہلے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھ لی تو طرفین کے نزدیک نماز کو فجر سے پہلے پہلے دوبارہ لوٹانا ہوگا، تاکہ وقت میں جمع بین الصلوتین ہو جائے، اور اگر فجر طلوع ہو گیا تو اب لوٹائے گا تو قضا ہو گی اور

۲؎ وقال ابو یوسفؒ یجزیه وقد اساء وعلیٰ هٰذا الخلاف اذا صلی بعرفات لابی یوسفؒ انه اداها فی وقتها فلا یجب اعادتها کما بعد طلوع الفجر الا ان التاخیر من السنة فیصیر مسیئًا بترکه

جمع بین الصلوتین کی شکل نہیں بنے گی اس لئے اب مغرب کی نماز کولوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجه: (۱)اس لئے کہ آج کے دن کی مغرب کی نماز کا وقت بدل گیا اور مزدلفہ جانے کے بعد اس کا وقت ہوگا۔اس لئے وقت سے پہلے نماز پڑھی ہے(۲) حدیث میں ہے اس دن نماز کا وقت حاجیوں کا بدل گیا، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کیا ہے ۔عن اسامة بن زید انه سمعه یقول دفع رسول الله من عرفة ... فقلت له الصلوة قال الصلوة امامک فجاء المزدلفة فتوضأ فاسبغ ثم اقیمت الصلوة فصلی المغرب ۔(بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوۃ بالمزدلفۃ ص ۲۲۷ نمبر ۱۶۷۲/ مسلم شریف، باب استحباب ادامۃ الحاج التلبیۃ ص ۴۱۶ نمبر ۱۲۸۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آگے ہے یعنی مزدلفہ پہنچ کر ہے(۳)ایک اثر میں ہے۔قال عبد الله بن مسعود هما صلواتان تحولان عن وقتهما صلوة المغرب بعد ما یأتی الناس المزدلفة والفجر حین یبزغ الفجر قال رایت النبی ﷺ یفعله ۔(بخاری شریف، باب من اذن واقام لکل واحد منھما ص ۲۲۷ نمبر ۱۶۷۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ آج کے دن مغرب کی نماز کا وقت ہی بدل گیا ہے اس لئے وقت سے پہلے نماز پڑھے گا تو اس کولوٹانا ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نماز ہو جائے گی البتہ اچھا نہیں کیا، اور اسی اختلاف پر ہے اگر عرفات میں نماز پڑھے، امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مغرب کو اپنے وقت میں ادا کیا اس لئے اس کولوٹانا واجب نہیں ہے، جیسے کہ فجر کے بعد لوٹانا واجب نہیں ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ تاخیر کرنا سنت ہے اس لئے اس کو چھوڑنے سے اچھا نہیں کیا۔

تشریح: کسی نے مزدلفہ کے راستے میں مغرب کے نماز پڑھ لی، یا عرفات میں شام ہوگئی تو عرفات ہی میں مغرب کی نماز پڑھ لی تو اچھا تو نہیں کیا، کیونکہ اوپر کی حدیث کی بنا پر اس کو مزدلفہ میں جا کر نماز پڑھنی چاہئے، لیکن یہ نماز ہو جائے گی، اس کولوٹانے ضرورت نہیں ہے۔

وجه: (۱)اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مغرب کا وقت واقعی ہو چکا ہے اس لئے نماز ہو جائے گی۔(۲)مزدلفہ میں نماز پڑھنا انکے یہاں سنت ہے واجب نہیں ہے اس لئے سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے نماز لوٹانی نہیں پڑتی ہے۔(۳) خود امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر نہیں لوٹایا اور فجر طلوع ہو گیا تو اب لوٹانے کی ضرورت نہیں، تو فجر طلوع ہونے پر لوٹانے کی ضرورت نہیں تو اسی پر قیاس کر کے فجر سے پہلے بھی لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔(۴)اس اثر میں ہے کہ مزدلفہ کے علاوہ کہیں بھی پڑھے گا تو اس کی گنجائش ہے۔ عن عبد الله بن زبیر قال من سنة الحج ... ثم یفیض فیصلی بالمزدلفة او حیث قضی الله عزوجل ثم یقف

۳؎ ولهما ما روی انه علیه السلام قال لاسامةؓ فی طریق المزدلفة الصلوٰةُ اَمَا مک معناه وقت الصلوٰة وهٰذا اشارة الیٰ ان التاخیر واجب ۴؎ وانما وجب لیمکنه الجمع فسقطت الاعادة (۱۱۰۳)قال واذا طلع الفجر یصلی الامام بالناس الفجر بغَلَس ﴿ ۱؎ لروایة ابن مسعودؓ ان النبی علیه السلام صلاها یومئذ بغَلَس

بجمع ۔(سنن للبیھقی ، باب من قال یصلیھما بالمزدلفة اوحیث قضی اللہ عزوجل، ج خامس، ص۱۹۹، نمبر۹۵۰۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جہاں موقع ملے اور مغرب کا وقت ہوجائے تو نماز پڑھ سکتا ہے۔

ترجمه: ۳؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل، وہ روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مزدلفہ کے راستے میں حضرت اسامہؓ سے کہا کہ نماز آگے ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ نماز کا وقت آگے ہے، اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تاخیر کرنا واجب ہے۔

تشریح: طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ نماز کا وقت آگے ہے، یعنی ابھی مغرب کا وقت نہیں ہوا ہے مزدلفہ میں جانے کے بعد ہوگا

وجه: (۱)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔عن اسامة بن زید انه سمعه یقول دفع رسول الله من عرفة ... فقلت له الصلوة قال الصلوة امامک فجاء المزدلفة فتوضأ فاسبغ ثم اقیمت الصلوة فصلی المغرب ۔ (بخاری شریف، باب الجمع بین الصلوة بالمزدلفة ص ۲۲۷ نمبر ۱۶۷۲رمسلم شریف ، باب استحباب ادامة الحاج التلبیة ص ۴۱۶ نمبر ۱۲۸۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا وقت آگے ہے یعنی مزدلفہ پہنچ کر ہے۔

ترجمه: ۴؎ مغرب کو مؤخر کرنا اس لئے واجب ہوا کہ مزدلفہ میں جمع کرنا ممکن ہو اس لئے جب تک فجر نہ ہو نماز لوٹانا چاہئے تا کہ دونوں نمازوں کو جمع کر سکے، اور فجر طلوع ہوگیا تو جمع کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے لوٹانا ساقط ہوگیا۔

تشریح: مغرب کی نماز مؤخر کرنا واجب اس لئے کیا کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر سکے اور یہ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہوسکتا ہے، اس لئے فجر کے طلوع ہونے سے پہلے مغرب کی نماز کو لوٹائے اور عشاء کے ساتھ جمع کر لے لیکن جب فجر طلوع ہوگئی تو اب دونوں کی قضاء ہوجائے گی ، اور دونوں نمازوں کو وقت میں جمع کرنا ممکن نہ رہا اس لئے اب مغرب کو نہ لوٹائے ، کیونکہ لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں رہا۔

ترجمه: (۱۱۰۳)پس جب فجر طلوع ہو تو امام لوگوں کو فجر کی نماز غلس میں پڑھائے۔

ترجمه: ۱؎ عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کی وجہ سے کہ نبی علیہ السلام نے اس دن نماز غلس [یعنی بہت اندھیرے] میں پڑھی۔

۲ ولان فی التغلیس دفع حاجة الوقوف فیجوز کتقدیم العصر بعرفة (۱۱۰۴) ثم وقف ووقف معه الناس فدعا ۱ لان النبی علیه السلام وقف فی هذا الموضع یدعو حتی روی فی حدیث ابن عباسؓ

تشریح :عام دنوں میں حنفیہ کے نزدیک نماز فجر اسفار میں پڑھنا سنت ہے لیکن اس دن وقوف مزدلفہ کی وجہ سے اور رمی جمار کی وجہ ہے غلس میں ہی نماز پڑھی جائے گی۔۔غلس: کافی اندھیرا ہونا۔

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن عبد الرحمن بن یزید قال خرجت مع عبد اللہ (بن مسعود) الی مکة ثم قد منا جمعا فصلی الصلوتین کل صلوة وحدها باذان واقامة والعشاء بینهما ثم صلی الفجر حین طلع الفجر قائل یقول طلع الفجر وقائل یقول لم یطلع الفجر ثم قال ان رسول اللہ قال ان ہاتین الصلوتین حولتا عن وقتهما فی هذا المکان المغرب والعشاء فلایقدم الناس جمعا حتی یقیموا وصلوة الفجر هذه الساعة. (بخاری شریف، متی یصلی الفجر بجمع ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۳/مسلم شریف، باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح یوم النحر بالمزدلفة ص ۴۱۷ نمبر ۱۲۸۹/۳۱۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں صبح کی نماز غلس میں پڑھی جائے گی۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ صبح طلوع ہوتے ہی فجر کی نماز پڑھی۔حدیث یہ ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ....ثم اضطجع رسول اللہ ﷺ حتی طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین له الصبح بأذان و اقامة ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وکبره وهلله ووحده فلم یزل واقفا حتی اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس ۔(مسلم شریف، باب حجة النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ فجر طلوع ہوتے ہی نماز پڑھی

نوٹ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دن نماز فجر کا وقت بدل گیا ہے۔اس لئے غلس میں نماز پڑھی تو عام دنوں میں اصلی وقت اسفار کے وقت ہے۔جو حنفیہ کا فجر کی نماز کے سلسلے میں مسلک ہے۔

ترجمه : ۲ اور اس لئے بھی کہ غلس میں پڑھنے میں وقوف کی ضرورت پوری ہوتی ہے اس لئے غلس میں پڑھنا جائز ہے، جیسے عرفہ میں عصر کو مقدم کر کے پڑھنا جائز ہے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ، مزدلفہ میں ٹھہرنے کا مقصد یہ ہے کہ زیادہ دیر تک وقوف کرے، اس لئے بہت اندھیرے میں فجر کی نماز پڑھ لے تا کہ دیر تک وقوف کر سکے، جیسے عرفہ میں عصر کی نماز مقدم کر کے پڑھی تا کہ دیر تک وہاں وقوف کر سکے۔

ترجمه: (۱۱۰۴) پھر امام ٹھہرا رہے اور لوگ اس کے ساتھ ٹھہرے رہیں اور دعا کرتے رہیں۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ نبی علیہ السلام اس جگہ میں ٹھہرے اور دعا کرتے رہے، حضرت عباس ابن مرداسؓ کی حدیث میں یہاں

فاستجيب له دعاؤه لامته حتى الدماء والمظالم (۱۱۰۵)ثم هٰذا الوقوف واجب عندنا وليس بركن حتى لو تركه بغير عذر يلزمه الدم﴾

تک ذکر ہے کہ اپنی امت کے لئے آپؐ کی دعا قبول ہوئی، یہاں تک کہ قتل اور ظلم کے لئے بھی دعا قبول ہوئی۔

تشریح: نماز فجر غلس میں پڑھ کر مزدلفہ ہی میں سب لوگ ٹھہرے رہیں اور اپنے لئے دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ طلوع شمس سے پہلے یہاں سے نکلنا ہے تو اس وقت تک دعا اور استغفار کرتے رہیں۔

وجہ : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن عباس بن مرداس السلمي أن اباه أخبره عن ابيه أن رسول الله ﷺ دعا لأمته عشية عرفة بالمغفرة فأجيب : انى قد غفرت لهم ما خلا الظالم ، فانى آخذ للمظلوم منه قال اى رب ان شئت أعطيت المظلوم الجنة و غفرت للظالم فلم يجب عشيته فلما اصبح بالمزدلفة أعاد الدعاء فأجيب الى ما سأل قال فضحک رسول الله ﷺ أو قال تبسم فقال له ابو بكر و عمر بأبى أنت و أمى ان هٰذه لساعة ما كنت تضحک فيها فما الذى اضحكک؟ اضحک الله سنک قال : ان عدو الله ابليس لما علم أن الله عز و جل قد استجاب دعائى و غفر امتى أخذ التراب فجعل يحثو ه على رأسه و يدعو بالويل و الثبور فأضحكنى ما رأيت من جزعه** ۔(ابن ماجۃ شریف، باب الدعاء بعرفۃ، ص ۲۱۶، نمبر ۳۰۱۳ر مسند احمد شریف، باب حدیث عباس بن مرداس السلمیؓ، ج رابع ص ۵۸۷، نمبر ۱۵۷۷۴) اس حدیث میں ہے کہ حضور نے ایک دعا عرفہ کے دن مانگی جس کا مظلوم والا حصہ قبول نہیں ہوا وہ مزدلفہ کے دن دعا میں کوشش کرنے کی وجہ سے قبول ہوگئی۔ (۲) اور اسفار تک تکبیر تہلیل کرتے رہیں اور دعا کرتے رہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس.** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ر ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسفار تک تکبیر، تہلیل، توحید کرتا رہے اور دعائیں کرتا رہے، اور طلوع شمس سے قبل مزدلفہ سے منی کے لئے چلے۔ (۳) مزدلفہ میں دعا قبول ہوتی ہے اس کے لئے یہ حدیث بھی ہے۔ **عن بلال ابن رباح أن النبى ﷺ قال له غداة جمع ، يا بلال ! أسكت الناس أو أنصت الناس ثم قال ان الله تطول عليكم فى جمعكم هذا فوهب مسيئكم لمحسنكم و أعطى محسنكم ما سأل ، ادفعوا باسم الله .** (ابن ماجۃ شریف، باب الوقوف بجمع، ص ۴۳۸، نمبر ۳۰۲۴) اس حدیث میں ہے کہ جمع یعنی مزدلفہ میں دعا قبول ہوتی ہے

ترجمہ: (۱۱۰۵) پھر یہ وقوف مزدلفہ ہمارے نزدیک واجب ہے، فرض نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی عذر کے چھوڑ دے تو اس

کو دم لازم ہو جائے گا

تشریح : ہمارے نزدیک مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے فرض نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ بغیر کسی عذر کے مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دیا تو دم لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے کہ مشعر حرام کے پاس یعنی مزدلفہ میں ذکر کرو، اور اس میں امر کا صیغہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ٹھہرنا واجب ہے، آیت یہ ہے۔ **فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام** (آیت ۱۹۸ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ مشعر حرام یعنی مزدلفہ میں اللہ کو یاد کرو۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ جو میرے ساتھ یہ نماز پڑھے یعنی مزدلفہ میں ٹھہرے اس کا حج پورا ہوگا، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب ہے، حدیث یہ ہے۔ **أخبرني عروة بن مضرس الطائي قال أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعني بجمع قلت جئت يا رسول الله ! من جبلي طي أكللت مطيتي و أتعبت نفسي و الله ! ما تركت من حبل الا وقفت عليه فهل لي من حج ؟ فقال رسول الله ﷺ من ادرك معنا هذه الصلوة ، و أتى عرفات قبل ذالك ليلا أو نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه** ۔(ابو داود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ۲۶۹، نمبر ۱۹۵۰/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ۲۲۰، نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ عرفہ کو پالیا اور مزدلفہ میں میرے ساتھ نماز پڑھی تو حج ہو گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مزدلفہ میں آنا ضروری ہے، اس لئے اس حدیث کی بنا پر ہم مزدلفہ میں ٹھہرنا واجب قرار دیتے ہیں۔ (۳) اور فرض قرار اس لئے نہیں دیتے کہ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے رات ہی میں اپنے کمزور اہل وعیال کو منی بھیج دیا، پس اگر فرض ہوتا تو رات ہی میں نہیں بھیجتے، اس لئے دونوں حدیثوں کو ملانے کے بعد یہی فیصلہ ہوگا کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا فرض تو نہیں ہے البتہ واجب ہے، حدیث یہ ہے. **عن عائشةؓ قالت نزلنا المزدلفة فاستأذنت النبي ﷺ سودة ان تدفع قبل حطمة الناس و كانت امراة بطيئة فأذن لها فدفعت قبل حطمة الناس** . (بخاری شریف، باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل فیقفون بالمزدلفۃ، ص ۲۲۷، نمبر ۱۶۸۱/ مسلم شریف، باب استحباب تقدیم دفع الضعفۃ من النساء وغیرھن من المزدلفۃ الی منی، ص ۵۴۳، نمبر ۱۲۹۰/ ۳۱۱۸) اس حدیث میں ہے کہ عورتوں کو مزدلفہ کی رات ہی میں منی کی طرف منتقل کر دی، اگر ٹھہرنا فرض ہوتا تو منتقل نہ کرتے جس سے معلوم فرض نہیں ہے واجب ہے۔ (۴) اس اثر میں بھی ہے رات ہی میں حضرت عبد اللہ ابن عمر اپنے اہل وعیال کو روانہ کر دیا۔ **و كان عبد الله بن عمرؓ يقدم ضعفة أهله فيقفون عند المشعر الحرام بالمزدلفة ....و كان ابن عمرؓ يقول ارخص أولئك رسول الله ﷺ** ۔(بخاری شریف، باب من قدم ضعفۃ اھلہ بلیل فیقفون بالمزدلفۃ، ص ۲۲۷، نمبر ۱۶۷۶/ مسلم شریف، باب استحباب تقدیم دفع الضعفۃ من النساء وغیرھن من المزدلفۃ الی منی، ص ۵۴۵، نمبر ۱۲۹۵/ ۳۱۳۰) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر رات ہی میں اپنے اہل کو منی بھیج دیا کرتے تھے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ٹھہرنا فرض نہیں ہے، واجب ہے۔

۱؎ وقال الشافعیؒ انه رکن لقوله تعالیٰ فاذکروا الله عندالمشعر الحرام وبمثله یثبت الرکنية ۲؎ ولنا ماروی انه ﷺ قدّم ضعفة اهله بالليل ولو کان رکنا لما فعل ذٰلک ۳؎ والمذکور فيما تلا الذکر وهو ليس برکن بالاجماع ۴؎ وانما عرفنا الوجوب بقوله عليه السلام من وقف معنا هٰذا الموقف وقد کان افاض قبل ذٰلک من عرفات فقدتم حجه علّق به تمام الحج وهذا يصلح اَمَارَةً للوجوب

ترجمه: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مزدلفہ میں ٹھہرنا فرض ہے، اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے، کہ مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور اس جیسی آیت سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں مزدلفہ میں ٹھہرنا فرض ہے، انکی دلیل یہ آیت ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورة البقرة ۲) جس میں ہے کہ مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو، اور ذکر اسی وقت ہوگا جب وہاں ٹھہرے گا، اور آیت میں امر کا صیغہ ہے اس لئے اس سے ٹھہرنا فرض ثابت ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اہل کے کمزور لوگوں کو رات میں ہی منی بھیج دیا، اگر ٹھہرنا فرض ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے اپنے اہل کے کمزور لوگوں کو رات میں ہی منی بھیج دیا، پس اگر مزدلفہ میں ٹھہرنا فرض ہوتا تو رات میں نہیں بھیجتے، جس سے معلوم ہوا کہ فرض تو نہیں ہے البتہ اوپر کی آیت اور حدیث کی وجہ سے واجب ہے۔ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور جو آیت تلاوت کی اس میں ذکر کرنے کا تذکرہ ہے، اور ذکر کرنا بالاجماع فرض نہیں ہے [تو ٹھہرنا بھی فرض نہیں ہوگا]

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ اس آیت۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸ سورة البقرة ۲) میں یہ حکم نہیں ہے کہ ٹھہرو بلکہ حکم یہ ہے کہ مشعر حرام کے پاس ذکر کرو، اور سب اماموں کا اتفاق ہے کہ وہاں ذکر کرنا فرض نہیں ہے تو ٹھہرنا بھی فرض نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۴؎ اور ٹھہرنے کا وجوب حضورؐ کے قول سے پہچانا، کہ جو ہمارے ساتھ اس موقف [یعنی مزدلفہ] میں ٹھہرا اور اس سے پہلے عرفات میں وقوف کر چکا ہے تو اس کا حج پورا ہو گیا، تو حج کے پورے ہونے کو وقوف مزدلفہ پر معلق کیا، اور یہ وجوب کی علامت ہے۔

تشریح: آیت سے تو وجوب ثابت نہیں ہوتا البتہ ہم اس حدیث سے واجب ثابت کیا جس میں ہے کہ جو ہمارے ساتھ مزدلفہ

۵؎ غيـرَ انه اذا تركه بعذربان يكون بهٖ ضُعُف او علة او كانت امرأة تخاف الزحام لاشئ عليه لما روينا
(۱۱۰۶) قال والمزدلفة كلها موقف الاوادی محسّر ﴾ ۱؎ لمارويـنا من قبل

میں ٹھہرااوراس سے پہلے عرفات میں وقوف کر چکا ہوتو اس کا حج پورا ہو گیا، تو حج کے پورے ہونے کو وقوف مزدلفہ پر معلق کیا گیا ہے جو واجب ہونے کی علامت ہے۔حدیث یہ گزر چکی ہے۔ أخبـر نی عروة بـن مـضـرس الـطائی قال أتيت رسول الله ﷺ بـالـمـوقف يـعـنـی بجمع .... فقال رسول الله ﷺ من ادرک معنا هذه الصلوة ، و أتى عرفات قبل ذالک لیـلا أو نهـارا فـقـد تـم حجـه و قضى تفثـه ۔(ابو داود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ص ۲۶۹، نمبر ۱۹۵۰ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ۲۲۰، نمبر ۸۹۱)اس میں ہے کہ جو مزدلفہ میں ٹھہرا تو اس کا حج پورا ہو گیا۔

ترجمه: ۵؎ یہ اور بات ہے کہ اگر وقوف مزدلفہ کو عذر کی بنا پر چھوڑا، مثلا یہ کہ کمزور ہے، یا کوئی بیماری ہے، یا عورت ہے جسکو بھیڑ کا ڈر ہے تو اس روایت کی بنا پر جو میں نے روایت کی کوئی چیز نہیں ہے۔

تشـــريح : اگر کسی عذر کی وجہ سے مثلا آدمی کمزور ہے صبح بھیڑ میں جانا مشکل ہے، یا بیمار ہے، یا عورت ہو اور بھیڑ میں جانا مشکل ہے تو اس کی وجہ سے رات میں منی کے لئے روانہ ہو گیا تو اس پر دم یا کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

وجه : (۱). عـن عـائشةؓ قـالت نزلنا المزدلفة فاستأذنت النبی ﷺ سودة ان تدفع قبل حطمة الناس و كا نت امراة بطيئة فأذن لها فدفعت قبل حطمة الناس . (بخاری شریف، باب من قدم ضعفۃ اهلہ بلیل فیقفون بالمزدلفۃ ص ۲۲۷، نمبر ۱۶۸۱ر مسلم شریف ، باب استحباب تقدیم دفع الضعفۃ من النساء وغیرھن من المزدلفۃ الی منی ،ص ۵۴۳، نمبر ۱۲۹۰ر ۳۱۱۸)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے کمزور اہل کو رات میں روانہ فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی مجبوری ہو تو دم لازم نہیں ہوگا۔

لـــغـــت : جمع: عرفات کو بھی جمع کہتے ہیں، اور مزدلفہ کو بھی جمع کہتے ہیں، قرینہ سے معلوم کرنا ہوگا کہ یہاں عرفات مراد ہے یا مزدلفہ۔ زحام: بھیڑ۔ ضعف: کمزور۔

ترجمه: (۱۱۰۶) اور مزدلفہ کل کی کل ٹھہرنے کی جگہ ہے مگر وادی محسر۔

ترجمه: ۱؎ اس روایت کی وجہ سے جو میں نے روایت کی۔

وجـه: (۱) وادی محسر میں اصحاب فیل والوں کو اللہ نے عذاب دیا تھا اس لئے وادی محسر میں نہ ٹھہرے، وادی محسر مزدلفہ میں ایک وادی کا نام ہے (۲) عـن جـابـر بن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ كل عرفة موقف وارفعوا عن بطن عرنة و كـل الـمـزدلفة موقف وارفعوا عن بطن محسر و كل منى منحر الا ماوراء العقبة ۔(ابن ماجہ شریف، باب الموقف

(۱۱۰۷) قال فاذا طلعت الشمس افاض الامام والناس حتى ياتوا منى ﴾ ۱؎ قال العبد الضعيف عصمه الله هكذا وقع فى نسخ المختصر وهذا غلط والصحيح اذا اسفر افاض الامام والناس لان النبى عليه السلام دفع قبل طلوع الشمس

بعرفات،ص۴۳۶،نمبر ۳۰۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ میں بطن محسر ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے۔ باقی جگہ ٹھہر سکتا ہے۔(۲)قال دخلنا على جابر بن عبد الله .... حتى أتى بطن محسر فحرك قليلا ثم سلك الطريق الوسطى التى تخرج على الجمرة الكبرى ۔(مسلم شریف،باب حجۃ النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ بطن محسر میں آئے تو اونٹنی کو تیز چلایا۔(۳) حدیث یہ ہے .عن جابر أن النبى ﷺ أوضع فى وادى محسر ۔(نسائی شریف،باب الایضاع فی وادی محسر ص ۴۱۹،نمبر ۳۰۵۵)اس حدیث میں ہے کہ وادی محسر سے گزرے تو اونٹنی تیز کردی

لغت :اوضع: تیز کردی۔

ترجمہ: (۱۱۰۷)جب سورج طلوع ہو جائے تو امام مزدلفہ سے چلے اور لوگ بھی چلیں یہاں تک کہ منی آئیں۔

ترجمہ: ۱؎ عبد ضعیف یعنی صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ قدوری کے نسخے میں ایسا ہی ہے،اور یہ غلط ہے،صحیح بات یہ ہے کہ جب فجر کا خوب اسفار ہو جائے تو امام اور لوگ چلیں،اس لئے کہ نبی علیہ السلام سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی چلے تھے۔

تشریح :صاحب ھدایہ کے سامنے وہ نسخہ ہے جس میں ہے کہ امام سورج نکلنے کے بعد مزدلفہ سے چلے،جس کی وجہ وہ معذرت کر رہے ہیں کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے چلے، کیونکہ حضورؐ سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے چلے ہیں۔لیکن قدوری کے اکثر نسخوں میں یہی ہے کہ سورج نکلنے سے پہلے چلے،قدوری کی عبارت یہ ہے. ثم افاض الامام و الناس معه قبل طلوع الشمس حتى يأتو منى ۔(مختصر القدوری،کتاب الحج،ص ۵۲)اس عبارت میں ہے کہ سورج کے نکلنے سے پہلے چلے۔

وجہ : (۱) مشرکین سورج کے طلوع ہونے کے بعد مزدلفہ سے چلا کرتے تھے۔لیکن آپؐ نے ان کی مخالفت کی اور سورج طلوع ہونے سے پہلے وہاں سے منی کے لئے چل پڑے(۲)سمعت عمر بن ميمون يقول شهدت عمر صلى بجمع الصبح ثم وقف فقال ان المشركين كانوا لا يفيضون حتى تطلع الشمس ويقولون اشرق ثبير وان النبى ﷺ خالفهم ثم افاض قبل ان تطلع الشمس. (بخاری شریف،باب متی یدفع من جمع ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے منی کے لئے روانہ ہو۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم ركب القصواء حتى اتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل

(١١٠٨) قال فيبتدى بجمرة العقبة فيرميها من بطن الوادى بسبع حَصَيات مثل حصىٰ الخذف ﴾

ل لان النبى عليه السلام لما اتى منى لم يَعُرج علىٰ شئ حتى رمى جمرة العقبة وقال عليه السلام عليكم بحصى الخذف لا يؤذى بعضكم بعضا

واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ٣٩٩ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ٢٧١ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے آپ مزدلفہ سے چلے۔

ترجمہ: (١١٠٨) پس جمرۂ عقبہ سے شروع کرے اور جمرۂ عقبہ کی رمی کرے بطن وادی سے سات کنکری کے ساتھ ٹھیکری کی کنکری کی طرح۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ نبی علیہ السلام جب منی تشریف لائے تو کسی چیز کی طرف نہیں مڑے یہاں تک کہ جمرہ عقبہ کی رمی کی۔ اور یوں بھی فرمایا کہ تم لوگ چھوٹی کنکری سے رمی کرو، تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔

تشریح: تین جمرات ہیں۔[١] جمرہ اولی، [٢] جمرہ وسطی اور [٣] جمرۂ عقبہ، اور اس وقت تینوں جگہ سمنٹ کے کھمبے کھڑے ہیں۔، دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرے گا اور بطن وادی سے سات کنکری مارے گا۔ جس طرح ٹھیکرے پھینکتے ہیں اس طرح پھینک کر مارے۔ اور کنکری چھوٹی چھوٹی ہو، کھمبے کو لگ جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ ورنہ کم سے کم جو چاروں طرف تین تین فٹ کے حدود ہیں کنکری اس میں گرے تو کافی ہو جائے گا۔

وجہ: (١) اس حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے . اخبرنا سليمان ابن عمر بن الاحوص عن امه قالت رأيت رسول الله ﷺ يرمى الجمرة من بطن الوادى و هو راكب يكبر مع كل حصاة ، و رجل من خلفه يستره فسألت عن الرجل ؟ فقالوا الفضل بن العباس ، و ازدحم الناس فقال النبى ﷺ يا أيها الناس ! لا يقتل بعضكم بعضا و اذا رميتم الجمرة فارموا بمثل حصى الخذف ۔(ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ٢٨٧ نمبر ١٩٦٦/ ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ٤٣٩، نمبر ٣٠٢٨) اس حدیث میں ہے کہ بطن وادی سے جمرہ عقبہ کی رمی کرے، اور یہ بھی ہے کہ ٹھیکرے کی طرح چھوٹی چھوٹی کنکری لے کر مارے، اور بہت بھیڑ نہ کرے (٢) اس حدیث میں بھی ہے کہ بطن وادی سے اس دن صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرے۔ قال دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم سلك الطريق الوسطى التى تخرج على الجمرة الكبرى حتى اتى الجمرة التى عند الشجرة فرماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة منها مثل حصى الخذف رمى من بطن الوادى ثم انصرف الى المنحر ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ٣٩٩ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ٢٧١ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطن وادی سے جمرہ عقبہ

(۱۱۰۹) ولو رمى باكبر منه جاز ﴾ ل لحصول الرمى ۲ غير انه لا يرمى بالكبير من الاحجار كيلا يتاذّى به غيره

پر ساتھ کنکریاں مارے۔

لغت: العقبۃ: آخری، پیچھے، چونکہ یہ آخری جمرہ ہے اور دو جمروں کے پیچھے ہے اس لئے اس کو، جمرہ عقبہ، کہتے ہیں۔ رمی: یرمی کنکری پھینکنا۔ بطن وادی: جمرہ عقبہ کے پاس جگہ کا نام ہے۔ حصیات: حصاۃ کی جمع ہے کنکری۔ الخذف: خذف کا معنی ہے اتنی چھوٹی کنکری ہو کہ دو انگلیوں سے پھینکی جا سکے، ٹھیکرا پھینکنا، چھوٹی کنکری۔

وقت رمی: عن ابن عباس قال كان رسول الله يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم يعنى : لا يرمون الجمرة حتى تطلع الشمس ۔ (ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ کمزور عورتیں جورات میں منی گئیں وہ بھی سورج نکلنے کے بعد ہی رمی کرے۔ بعض حضرات کے یہاں سورج نکلنے سے پہلے بھی رمی کرسکتا ہے، انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشةؓ أنها قالت أرسل النبى ﷺ بأم سلمة ليلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت ۔ (ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ کمزور قسم کے لوگ فجر طلوع ہونے سے پہلے رمی کرسکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۱۰۹) اگر اس سے بڑی کنکری سے رمی کی تو بھی جائز ہے۔

ترجمہ: ۱ رمی حاصل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح: حدیث سے پتہ چلا کہ چھوٹی کنکری سے رمی کرنا چاہئے، لیکن کسی نے بڑی کنکری سے رمی کر لی تو رمی ادا ہوگئی، اس لئے کہ بہر حال وہ رمی ہے، اس لئے رمی کا مقصد حاصل ہونے کی وجہ سے رمی ادا ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲ یہ اور بات ہے کہ بڑے پتھر سے رمی نہ کرے تا کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

تشریح: بڑے پتھر سے رمی کرے گا تو رمی ہو جائے گی، لیکن اس سے دوسروں کو تکلیف ہوگی، انکو چوٹ لگے گی اس لئے یہ اچھا نہیں ہے

اخبر نا سليمان ابن عمر بن الاحوص عن امه قالت رأيت رسول الله ﷺ يرمى الجمرة من بطن الوادى.... فقال النبى ﷺ يا أيها الناس ! لا يقتل بعضكم بعضا و اذا رميتم الجمرة فارموا بمثل حصى الخذف ۔ (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷ نمبر ۱۹۶۶) اس حدیث میں ہے کہ رمی میں کسی کو تکلیف نہ ہو، اور چھوٹی کنکری سے رمی کرے۔

(۱۱۱۰) ولو رماها من فوق العقبة اجزاه ﴿ لے لان ما حولها موضع النسک والافضل ان یکون من بطن الوادی لما روینا (۱۱۱۱) ویکبر مع کل حصاۃ ﴿ لے کذا روی ابن مسعودؓ وابن عمرؓ (۱۱۱۲)ولو سبح

ترجمہ: (۱۱۱۰) اوراگر جمرہ عقبہ کےاوپر سے رمی کی تو بھی کافی ہوجائے گی۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ جواس کےاردگرد ہےوہ بھی حج کی عبادت کی جگہ ہے۔لیکن افضل یہ ہے کہ بطن وادی سے رمی ہو،اس حدیث کی بناپر جوہم نے روایت کی۔

تشریح : ایک ہے جمرہ عقبہ کے بعد جوزمین ہے وہ تھوڑی نیچی ہے،جسکو, بطن وادی، کہتے ہیں،اوپر کی حدیث کی بناپروہاں سے رمی کرنی چاہئے،لیکن اگر بھیڑ کی وجہ سے یا کسی وجہ سے جمرہ عقبہ سے جواوپر کی زمین ہے وہاں سے رمی کی تو بھی جائز ہےاوررمی ہوجائے گی۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جگہ بھی رمی کرنے اورحج کی عبادت کرنے کے لئے ہےاس لئے وہاں سے بھی رمی ہوگی، یہ اور بات ہے کہ حضورؐ نےبطن وادی سے رمی کی ہےاس لئے وہاں سے رمی کرنا افضل ہے۔قال رأیت عمر بن الخطاب یرمی جمرۃ العقبۃ من فوقھا۔(مصنف ابن شیبۃ ، باب من رخص فیھا ان یرمیھا من فوقھا، ج ثالث،ص۱۹۲،نمبر۱۳۴۱۴)اس اثر میں ہے کہ جمرہ عقبہ کی اوپر کی جانب سے بھی کرے گا تو رمی ادا ہوجائے گی، کیونکہ حضرت عمرؓ نے کی ہے۔آج کل بہت بھیڑ ہوتی ہےاس لئے جدھر سے جگہ ملے رمی کرلے کافی ہوجائے گی۔۔حول:اردگرد، چاروں طرف۔موضع النسک :حج کی عبادت کرنے کی جگہ۔

ترجمہ: (۱۱۱۱)اورتکبیر کہے ہر کنکری کے ساتھ۔جیسا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ،اورعبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے۔

تشریح : رمی جمار کے وقت جب کنکری پھینکےتو ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔

وجہ:(۱) قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ...فرماھا بسبع حصیات یکبر مع کل حصاۃ منھا مثل حصی الخذف رمی من بطن الوادی ثم انصرف الی المنحر ۔(مسلم شریف،باب حجۃ النبی ص۳۹۹نمبر۱۲۱۸؍۲۹۵۰؍ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص۲۷۱نمبر۱۹۰۵)اس حدیث میں ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔(۲) حدیث میں ہےجسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے عن ابن عمر انہ کان یرمی الجمرۃ الدنیا بسبع حصیات یکبر علی اثر کل حصاۃ . (بخاری شریف،باب اذا رمی الجمر تین یقوم مستقبل القبلۃ ویسھل ص۲۳۶نمبر۱۷۵۱)اس حدیث میں ہے کہ ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے۔(۳)اس میں حکمت یہ ہے کہ شیطان کو کنکری مارنے کے ساتھ شیطان کی تعریف نہ کرے بلکہ اللہ کی بڑائی بیان کرے۔

ترجمہ: (۱۱۱۲)اگر تکبیر کے بجائے تسبیح پڑھےتو بھی کافی ہے۔

مکان التکبیر اجزاه ﴾ لـحصول الذکر وھو من اٰداب الرمی (۱۱۱۳)ولا یقف عندھا ﴾ لان النبی علیہ السلام لم یقف عندھا

ترجمہ: ۱ ذکر کے حاصل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ یہ رمی کے آداب میں سے ہے۔

تشریح : رمی کے آداب میں سے یہ ہے کہ رمی کرتے وقت کوئی نہ کوئی ذکر ہو اس لئے تکبیر کے بجائے تسبیح پڑھے تو وہ بھی ذکر ہے اس لئے رمی کرنے کے لئے کافی ہے۔

ترجمہ: (۱۱۱۳)اور جمرۂ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ نبی علیہ السلام جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرے۔

تشریح: جمرہ اولی، جمرہ وسطی پر کنکری مارنے کے بعد ٹھہرے اور دعا کرے لیکن جمرہ عقبہ پر جب بھی کنکریں مارے تو ٹھہرے نہیں بلکہ آگے چلے جائے۔

وجہ: (۱) تاکہ وہاں بھیڑ نہ ہو جائے (۲) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر انہ کان یرمی الجمرۃ الدنیا بسبع حصیات یکبر علی اثر کل حصاۃ ثم یتقدم حتی یسھل فیقوم مستقبل القبلۃ فیسھل فیقوم طویلا ویدعو ویرفع یدیہ وثم یرمی الوسطی ثم یاخذ ذات الشمال فیستھل ویقوم مستقبل القبلۃ فیقوم طویلا ویدعو ویرفع یدیہ ویقوم طویلا ثم یرمی جمرۃ ذات العقبۃ من بطن الوادی ولا یقف عندھا ثم ینصرف ویقول ھکذا رایت النبی ﷺ یفعلہ (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلۃ ویسھل، ص ۲۳۶، نمبر ۱۷۵۱ / ابن ماجۃ شریف، باب اذا رمی الجمرۃ العقبۃ لم یقف عندھا، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۳۲) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے۔ البتہ جمرہ اولی اور جمرہ وسطی کی کنکری مارنے کے بعد کنارے پر ہٹ کر دعا کرے تاکہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ (۳) اس حدیث میں بھی ہے کہ جمرہ عقبہ کے پاس نہیں ٹھہرتے تھے ۔ عن الزھری ان رسول اللہ ﷺ کان اذا رمی الجمرۃ التی تلی مسجد منی یرمیھا بسبع حصیات یکبر کلما رمی بحصاۃ ثم تقدم امامھا فوقف مستقبل القبلۃ رافعا یدیہ یدعو و کان یطیل الوقوف ثم یأتی الجمرۃ الثانیۃ فیرمیھا بسبع حصیات یکبر کلما رمی بحصاۃ ثم ینحدر ذات الیسار مما یلی الوادی فیقف مستقبل القبلۃ رافعا یدیہ یدعو ،ثم یأتی الجمرۃ التی عند العقبۃ فیرمیھا بسبع حصیات یکبر عند کل حصاۃ ثم ینصرف و لا یقف عندھا .قال الزھری سمعت سالم بن عبد اللہ یحدث بمثل ھذا عن ابیہ عن النبی ﷺ و کان ابن عمر یفعلہ. (بخاری شریف، باب الدعاء عند الجمرتین، ص ۲۸۳، نمبر ۱۷۵۳) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ اولی اور جمرہ وسطے کے پاس ٹھہر کر دعا کرے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہ

(۱۱۱۴)ویقطع التلبية مع اول حصاة ﴾ ۱ لما روينا عن ابن مسعودؓ وروى جابر ان النبی ﷺ قطع التلبية عند اول حصاة رمى بها جمرة العقبة (۱۱۱۵) ثم كيفية الرمى ان يضع الحصاة علىٰ ظهرا بهامه اليمنىٰ ويستعين بالمسبّحة ﴾ ۱ ومقدار الرمى ان يكون بين الرمى وبين موضع السقوط خمسة اذرع

ٹھہرے۔

ترجمہ: (۱۱۱۴)اور تلبیہ پہلی کنکری کے ساتھ منقطع کردے۔

ترجمہ: ۱ جیسا کہ ہم نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت کی۔اور جابر بن عبداللہ نے روایت کی نبی علیہ السلام نے جب جمرہ عقبہ کی رمی کی تو پہلی ہی کنکری کے وقت تلبیہ ختم کردیا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ اردف الفضل فاخبر الفضل انه لم يزل يلبی حتى رمى الجمرة العقبة۔(بخاری شریف، باب التلبیة والتکبیر غداة النحر حين حتى يرمي الجمرة العقبة ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۵) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھا اس کے بعد نہیں۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ جمرہ عقبہ کی پہلی کنکری پر تلبیہ ختم کردیا۔ قال الفضل بن عباس كنت ردف النبی ﷺ فما زالت أسمعه يلبی حتى رمى جمرة العقبة فلما رماها قطع التلبية۔(ابن ماجہ شریف، باب متى يقطع الحاج التلبية، ص ۴۴۰، نمبر ۳۰۴۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھے گا اور پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ ختم کردے گا(۳) تلبیہ کا مطلب ہے کہ میں حاضر ہوں۔اب شیطان کے پاس کہے کہ میں حاضر ہوں تو یہ الٹی بات ہو جائے گی۔اس لئے شیطان کو مارتے وقت تلبیہ ختم کر کے اللہ کی بڑائی بیان کرے اور تکبیر کہے۔

ترجمہ: (۱۱۱۵) پھر رمی کا طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو اپنے دائیں انگوٹھے کی پشت پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے مدد لے۔

تشریح : کنکری مارنے کی ترکیب یہ ہے کہ کنکری کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر رکھے، اور اسی دائیں ہاتھ کی جو مسبحہ [یعنی شہادت کی انگلی ہے] اس سے مدد لے کر کنکری کو پھینکے، یہ کنکری کو پھینکنے کا طریقہ ہے۔۔ابھام: انگوٹھا۔مسبحہ: جس انگلی سے تسبیح گنتا ہو، یہ شہادت کی انگلی ہے جس سے تسبیح بھی گنتے ہیں

وجہ :(۱) عن سليمان بن عمرو بن الاحوص عن امه قالت رأيت رسول الله ﷺ عند جمرة العقبة راكبا و رأيت بين اصابعه حجرا فرمى و رمى الناس۔(ابوداود شریف، باب فی رمی الجمار، ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۷)اس حدیث میں ہے کہ کنکری انگلیوں کے درمیان تھی، جس سے معلوم ہوا کہ انگلیوں کے ذریعہ سے کنکری پھینکے۔

ترجمہ: ۱ اور رمی کی مقدار یہ ہے کہ رمی کرنے اور کنکری گرنے کے درمیان پانچ ہاتھ ہو، حضرت حسنؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایسا ہی روایت کی ہے، اس لئے کہ اس سے کم میں تو ڈالنا ہوگا۔

كـذا روى الـحسـنؒ عن ابى حنيفةؒ لان ما دون ذلك يكون طرحا (۱۱۱۶)ولـو طرحها طرحا اجزاه ﴾ ۱ لانـه رمـى الى قدميه الاانه مسئٌ لمخالفته السنة (۱۱۱۷) ولـو وضعها وضعًا لم يجزه﴾ ۱ لأنه ليس

تشریح : جس جگہ سے رمی کر رہا ہے اور جہاں کنکری گرتی ہے یعنی جمرہ کے درمیان تقریبا پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہئے، پانچ ہاتھ کا فاصلہ ساڑھے سات فٹ ہوگا۔اس سے کم فاصلہ سے کنکری مارے گا تو مارنا نہیں ہوگا وہ تو کنکری ڈالنا ہوگا، اور رمی کا معنی مارنا اور پھینکنا ہے اس لئے ساڑھے سات فٹ کے فاصلے سے کنکری مارے۔

وجه : (۱) عـن ابـن عـمر انه كان يرمى الجمرة الدنيا بسبع حصيات..... ثم يرمى جمرة ذات العقبة من بطن الوادى ولايقف عندهاثم ينصرف ويقول هكذا رايت النبى ﷺ يفعله (بخاری شریف، باب اذا رمى الجمرتين يقوم مستقبل القبلة ويسهل، ص ۲۳۶، نمبر ۱۷۵۱/ابن ماجة شریف، باب اذا رمى الجمرة العقبة لم يقف عندها، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۳۲) اس حدیث میں ہے کہ بطن وادی سے کنکری مارے، اور جمرہ عقبہ سے بطن وادی کا فاصلہ چار پانچ ہاتھ ہوگا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ چار پانچ ہاتھ کی دوری سے کنکری مارے۔(۲) اس اثر میں بھی اس کی وضاحت ہے۔ عـن عبد الرحمن بن الاسود قال اذا جـاوز الشـجـرة رمى الجمرة العقبة من تحت غصن من اغصانها . (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی ای موضع یرمی من الشجرة، ج ثالث، ص ۱۹۳، نمبر ۱۳۴۲۳) حضورؐ کے زمانے میں جمرہ عقبہ کے پاس وادی میں کوئی درخت تھا، جو ابھی نہیں ہے ، راوی فرماتے ہیں کہ اس درخت کے نیچے جا کر وہاں سے رمی کرے، یہ درخت چار چھ ہاتھ کی دوری پر ہوگی۔ اس لئے اتنی دوری سے کنکری مارے۔

ترجمه : (۱۱۱۶) اگر کنکری کو ڈال دیا تو بھی کافی ہو جائے گا۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ گویا کہ اس نے اپنے قدم کی طرف رمی کی، مگر یہ کہ سنت کی مخالفت کی وجہ سے برا ہوا۔

تشریح : یہ مسئلہ لفظ رمی، پر متفرع ہے۔کہ کنکری کو جمرہ کے پاس ڈال دیا دور سے اس کو نہیں پھینکا تب بھی رمی ادا ہو جائے گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ قریب میں ہی پھینکا لیکن رمی تو پائی گئی اس لئے رمی ہوگئی۔

وجه : (۱) و امـا سـالـم و نـا فع كا نا يقومان ادنى من مقامه (مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی ای موضع یرمی من الشجرة، ج ثالث، ص ۱۹۳، نمبر ۱۳۴۱۹) اس اثر میں ہے کہ قریب سے رمی کرے، اس سے اشارہ ہوتا ہے کہ قریب سے ڈال دے تب بھی رمی ہوگئی۔

ترجمه : (۱۱۱۷) اگر کنکری صرف رکھ دی تو کافی نہیں ہے۔

ترجمه : ۱ اس لئے کہ یہ رمی نہیں ہے۔

تشریح : اگر کنکری کو جمرہ کے پاس صرف رکھ دیا تو اب یہ رمی کرنا اور کنکری کو پھینکنا نہیں ہے اس لئے اس سے رمی ادا نہیں ہو

بدمی (۱۱۱۸)ولو درماها فوقعت قریبا من الجمرة یکفیه ﴿ لأن هٰذا القدر ممالایمکن الاحترازعنه (۱۱۱۹) ولووقعت بعیدا منها لایجزیه ﴿ لانه لم یعرف قربة الا فی مکان مخصوص (۱۱۲۰)ولو رمی بسبع حصیات جملة فهٰذه واحدة ﴿ لان المنصوص علیه تفرق الافعال

گی۔

ترجمہ: (۱۱۱۸) اگر کنکری ماری اور جمرہ سے قریب گری تو بھی رمی ادا ہوگئی۔

ترجمہ: اس لئے کہ اس قدر سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح: اس طرح کنکری ماری کہ جمرہ کے کھمبے کو نہیں لگی بلکہ اس کے قریب گری تو بھی رمی ادا ہوگئی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنی سختی کرنے سے بہت آدمیوں کی رمی ادا نہیں ہوگی، اس لئے قریب میں گری تب بھی ادا ہو جائے گی۔ آج کل سب جمروں کے چاروں طرف دیوار کی طرح بنی ہوئی ہے اس میں کنکری پہونچ جائے تو رمی ہو جاتی ہے، اس سے باہر گری تو رمی نہیں ہوگی، دوبارہ مارے۔

وجہ: ۔(ا) سألت الحکم این أرمی من الجمرة ؟ قال أصلها ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی ای موضع یرمی من الشجر ة، ج ثالث، ص ۱۹۳، نمبر ۱۳۴۲۰) اس اثر میں ہے کہ جمرہ کی جڑ میں رمی کرے۔ اس سے اشارہ ہے کہ جڑ میں بھی گرے تو رمی ادا ہو جائے گی

ترجمہ: (۱۱۱۹) اگر جمرہ سے دور کنکری گری تو رمی ادا نہیں ہوگی۔

ترجمہ: اس لئے کہ مخصوص جگہ میں قربت ہے۔

تشریح: ایک دو ہاتھ کے اندر اندر کو عرف میں جمرہ سے قریب کہا جاتا ہے اس لئے جمرہ سے ایک دو ہاتھ کے اندر اندر کنکری گری تو رمی ادا ہو جائے گی اور اس سے دور گری تو ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ مخصوص مقام میں گرے تب ہی عبادت حج ہے، ورنہ نہیں۔

وجہ: (ا) سألت الحکم این أرمی من الجمرة ؟ قال أصلها ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی ای موضع یرمی من الشجر ة، ج ثالث، ص ۱۹۳، نمبر ۱۳۴۲۰) اس اثر میں ہے کہ جمرہ کی جڑ میں گرے تو کافی ہے۔

ترجمہ: (۱۱۲۰) اور اگر ساتوں کنکریوں کو ایک ہی مرتبہ ماردی تو یہ ایک کنکری شمار کی جائے گی۔

ترجمہ: اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ الگ الگ کنکری مارے۔

تشریح: ساتوں کنکریوں کو ایک ہی مرتبہ پھینک دی تو یہ ایک کنکری شمار کی جائے گی، اور باقی چھ کنکری اور مارنی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں یہ نص ہے کہ سات کنکری کو الگ الگ مارا، اس لئے یہ ایک مرتبہ مارنا ہوا۔

(۱۱۲۱) ویأخذ الحصیٰ من ایّ موضع شاءالا من عند الجمرۃ فان ذالک یکرہ ﴾ ۱؎ **لان ما عندھا من الحصیٰ مردود ھٰکذا جاء فی الاثر فیتشأم بہ ومع ھٰذالوفعل اجزاہ لوجود فعل الرمی**

(۱۱۲۲) ویجوز الرمی بکل ماکان من اجزاء الارض عندنا خلافا للشافعیؒ ﴾

لغت : منصوص علیہ: کا مطلب ہے کہ حدیث میں نص ہے۔اور تفرق الافعال: کا مطلب ہے کہ ہر فعل کو الگ الگ کرے۔

ترجمہ: (۱۱۲۱) کنکری جہاں سے چاہے لے، مگر جمرات کے پاس سے نہ لے، اس لئے کہ یہ مکروہ ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جو کنکری جمرات کے پاس ہے وہ رد کیا ہوا ہے، ایسی ہی حدیث میں ہے، پس اس کے لینے میں نحوست ہوگی اس کے باوجود اگر لے ہی لیا تو رمی ہو جائے گی رمی کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح : کنکری جہاں سے چاہے اٹھائے اور مارے، بہتر یہ ہے کہ مزدلفہ سے لے، یا مزدلفہ کے راستے سے لے، البتہ جس کنکری سے ایک مرتبہ جمرات کو مار چکا ہے، اور وہ جمرات کے پاس پڑی ہوئی ہے اس کو نہ لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ وہاں وہ کنکری پڑی ہوئی ہوتی ہے جو مردود ہو جاتی ہے، اب اس کو لینے سے نحوست معلوم ہوتی ہے اس لئے اس کو نہ لے، تاہم کسی نے وہاں سے کنکری لے ہی لی اور اس سے رمی کی تو رمی ہو جائے گی، کیونکہ رمی پائی گئی۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپؐ نے مزدلفہ کے راستے سے کنکری لی۔ **عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ غداة العقبة و هو على ناقته: ((القط لى حصى))فلقطت له سبع حصيات هن حصى الخذف** . (ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۹) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ جمرہ عقبہ کی صبح کو اونٹنی پر تھے اور کنکری چننے کے لئے کہا، جس کا مطلب یہ ہے کہ مزدلفہ کے راستے سے کنکری لی۔ (۲) اس اثر میں ہے کہ مزدلفہ سے کنکری لی۔ **عن ابن عمر انه كان يأخذ الحصى من جمع كراهية أن ينزل** ۔ (سنن بیہقی، باب أخذ الحصی لرمی جمرۃ العقبۃ وکیفیۃ ذالک، ج خامس، ص ۲۰۹، نمبر ۹۵۴۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مزدلفہ ہی سے کنکری لے لے۔ (۳) اس حدیث میں ہے کہ کنکری قبول ہوتی ہے وہ اٹھالی جاتی ہے اور جو قبول نہیں ہوتی وہ پڑی رہتی ہے، اسی حدیث کو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے. **عن ابى سعيد قال قلنا يا رسول الله هذه الجمار التى يرمى بها كل عام فتحتسب أنها تنقص ؟ فقال انه ما تقبل منها رفع و لو لا ذالک لرأيتها أمثال الجبال** ۔ (دار قطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۶۳، نمبر ۲۷۶۳ رمستدرک للحاکم، باب کتاب المناسک، ج اول، ص ۶۵۰، نمبر ۱۷۵۲) اس حدیث میں ہے کہ جو کنکری مقبول ہوئی وہ اٹھا لی جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رہ گئی وہ مردود ہے اس لئے اس کنکری کو استعمال نہ کرے۔۔ یتشأم: بدشگونی لیتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۱۲۲) ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو ہمارے نزدیک اس سے رمی کرنا جائز ہے، خلاف امام شافعیؒ کے۔

۱ لان المقصود فعل الرمی وذٰلک یحصل بالطین کمایحصل بالحجر بخلاف ما اذا رمی بالذھب او الفضة لانه یسمی نَثْراً لارمیا (۱۱۲۳) قال ثم یذبح ان احب ثم یحلق او یقصر ﴾ ۱ لما روی عن رسول اللہ ﷺ انه قال اِنَّ اول نُسکنافی یومنا ھٰذا ان نرمی ثم نذبح ثم نحلق

تشریح : زمین کی جنس سے مثلا اینٹ، پتھر، کنکری، ٹھیکرا، مٹی کی بنی گولی، ڈھیلا ان تمام چیزوں سے رمی کرسکتا ہے، اور جو چیزیں مٹی سے بنی ہوئی نہیں ہے مثلا جوتا چپل اس سے رمی نہیں کرسکتا کیونکہ یہ مٹی کی جنس سے نہیں ہیں یا سونا چاندی، یا لوہے کی ڈلی اس سے بھی رمی نہیں کرسکتا اس لئے کہ یہ بھی مٹی کی جنس سے شمار نہیں کی جاتی۔

وجہ :(۱) ان کا استدلال یہ ہے کہ حدیث میں خذف سے رمی کا حکم ہے اور خذف [چھوٹی کنکری] مٹی کی جنس سے ہے اس لئے مٹی کی ہی جنس سے رمی کی جاسکتی ہے۔حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ غداة العقبة و ھو علی ناقته: ((القط لی حصی))فلقطت له سبع حصیات ھن حصی الخذف . (ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی، ص ۴۳۹، نمبر ۳۰۲۹) اس حدیث میں ہے کہ حصی الخذف لے یعنی مٹی کی کنکری لے، اس لئے مٹی کی جنس سے ہونا چاہئے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صرف پتھر کی کنکری سے رمی کی جاسکتی ہے، اس لئے کہ حدیث میں صرف اسی کا تذکرہ ہے ۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ مقصود رمی کرنا ہے اور یہ مٹی سے بھی حاصل ہوتا ہے جیسے کہ پتھر سے حاصل ہوتا ہے، بخلاف جبکہ سونے یا چاندی سے رمی کرے، اس لئے کہ یہ تو بکھیرنا کہلاتا ہے نہ کہ پھینک کر مارنا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، جس طرح پتھر کی کنکری سے رمی ہوتی ہے اسی طرح مٹی کے ڈھیلے سے بھی رمی کا مقصد حاصل ہوتا ہے اس لئے مٹی کی جنس سے کوئی چیز ہو اس سے بھی رمی ہو جائے گی، ہاں چاندی یا سونے کی ڈلی سے رمی کرے تو رمی نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ رمی کا مقصد شیطان کو ذلیل کرنا ہے اور سونے یا چاندی سے مارے تو اس کی عزت ہوگی ذلت نہیں ہوگی، پھر سونے چاندی کے پھینکنے کو عزت کے ساتھ بکھیرنا کہتے ہیں، ذلت کے لئے پھینکنا نہیں کہتے اس لئے اس سے رمی کا مقصد حاصل نہیں ہوگا، اس لئے سونے چاندی سے رمی نہیں ہوگی ۔دوسری بات یہ ہے کہ وہ مٹی کی جنس سے شمار نہیں کی جاتی اس لئے بھی اس سے رمی نہیں ہوگی۔مٹی کی جنس سے وہ ہے جو آگ میں جلے نہیں، اور پگھلے نہیں، سونا چاندی پگھل جاتے ہیں اس لئے وہ مٹی کی جنس سے نہیں ہیں ۔۔ طین: مٹی۔نثر: بکھیرنا، پھیلانا۔

ترجمہ: (۱۱۲۳) پھر ذبح کرے اگر پسند ہو تو، پھر حلق کرائے یا قصر کرائے

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اس دن میں ہمارا پہلا نسک یہ ہے کہ رمی کریں، پھر ذبح کریں، پھر حلق کرائیں۔

٢؎ ولان الـحلق من اسباب التحلل و كذا الذبح حتى يتحلل به المحصر فيقدم الرمی علیهما ثم الحلق

تشریح: چونکہ کلام مفرد بالحج کے بارے میں چل رہا ہے اور مفرد پر ہدی واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اس لئے اگر چاہے تو رمی کے بعد ہدی ذبح کرے اور چاہے تو نہ کرے اس لئے مصنفؒ نے فرمایا اگر پسند ہو تو رمی کے بعد ذبح کرے۔البتہ اگر متمتع یا قارن ہو تو ذبح کرنا واجب ہے۔حضورؐ نے دسویں ذی الحجہ کو پہلے رمی کی ہے، پھر تریسٹھ اونٹ کو ذبح فرمایا، اس کے بعد سر منڈوایا۔

وجہ : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث تقریبا یہ ہے. عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ أتى منى فأتى الجمرة فرماها ثم أتى منزله بمنى و نحر ثم قال للحلاق خذ و أشار الى جانبه الأيمن ، ثم الايسر ثم جعل يعطيه الناس ۔(مسلم شریف، باب السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق ،ص ۵۴۸،نمبر ۱۳۰۵/۳۱۵۲/ابوداود شریف، باب الحلق و التقصیر ،ص ۲۸۸،نمبر ۱۹۸۱) اس حدیث میں ہے کہ پہلے رمی کی پھر ہدی ذبح کیا پھر حلق کروایا، اس لئے یہ ترتیب سنت ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے نحر فرمایا۔دخلنا على جابر بن عبد الله ... ثم انصرف الى المنحر فنحر ثلاثا و ستين بيده ثم اعطى عليا فنحر ما غبر و واشركه في هديه ۔(مسلم شریف، باب حجة النبی ص ۲۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفة حجة النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے بعد مفرد کو ہو سکے تو ذبح کرنا چاہئے (۳) یہ ہدی حج کرنے کے شکریہ کے طور پر ہے۔اس لئے اللہ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے ہدی ذبح کرنا چاہئے۔

حلق کرانے کی دلیل یہ آیت ہے (۱) آیت میں ہے۔لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله آمنين محلقين رء وسكم ومقصرين . (آیت ۲۷ سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت میں اشارہ ہے کہ عمرہ یا حج کے بعد حلق کرائے یا قصر کرائے (۲) حدیث میں ہے ۔عبد الله قال حلق رسول الله و حلق طائفة من اصحابه وقصر بعضهم. قال عبد الله ان رسول الله قال رحم الله المحلقين مرة او مرتين ثم قال والمقصرين ۔(مسلم شریف، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر ص ۴۲۰ نمبر ۱۳۰۱/۳۱۴۴/بخاری شریف، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال ،ص ۲۷۹،نمبر ۱۷۲۷/ابوداؤد شریف، باب الحلق والتقصیر ص ۲۷۸ نمبر ۱۹۷۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے بعد حلق بہتر ہے اور قصر بھی جائز ہے۔کیونکہ آپؐ نے حلق کرانے والے کو تین مرتبہ دعا دی اور قصر کرانے والے کو ایک مرتبہ دعا دی (۳) قصر میں پراگندگی کم دور ہوگی اسلئے حلق قصر سے زیادہ بہتر ہے۔

نوٹ: عورتوں کے لئے صرف قصر کرانا جائز ہے۔کیونکہ حلق اس کی زینت کے خلاف ہے۔حدیث میں ہے۔ان ابن عباس قال قال رسول الله ليس على النساء الحلق انما على النساء التقصير (ابوداؤد شریف، باب الحلق والتقصیر ص ۲۷۹ نمبر ۱۹۸۴) اس حدیث میں ہے کہ عورت پر سر منڈوانا نہیں ہے، اس پر صرف بال کتروانا ہے۔

ترجمہ: ٢؎ اور اس لئے کہ حلق حلال ہونے کے اسباب میں سے ہیں اور ایسے ہی ذبح کرنا یہی وجہ ہے کہ محصر اس سے حلال ہو

من محظورات الاحرام فيقدّم عليه الذبح ٣؎ وانما علق الذبح بالمحبة لان الدم الذی یاتی به المفرد تطوع والكلام فی المفرد (١١٢٤) والحلق افضل ﴾ ١؎ لقوله عليه السلام رحم الله المحلقين قاله ثلثا الحديث ظاهر بالرحم عليهم

جاتا ہےاس لئے ان دونوں سے پہلے رمی ہونی چاہئے۔پھر حلق احرام کے محظورات میں سے ہےاس لئے ذبح کو حلق سے بھی پہلے ہونا چاہئے۔

تشریح : یہ اس بات کی دلیل عقلی ہے کہ پہلے رمی ہو پھر ذبح ہو پھر بعد میں حلق ہو۔دلیل کا حاصل یہ ہے کہ سر منڈوانے اور ذبح کرنے سے آدمی حلال ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی آدمی محصر ہو جائے [یعنی حج یا عمرہ نہ کر سکے] تو وہ جانور ذبح کرے اور سر منڈوائے تو حلال ہو جائے گا ،اور یہ بات طے ہے کہ رمی احرام کی حالت میں ہونی چاہئے ، پس اگر کسی نے پہلے سر منڈوا لیا تو وہ حلال ہو گیا ،اب وہ رمی کرے گا تو حلال کی حالت میں رمی کرے گا جو جائز نہیں ہےاس لئے حنفیہ کے نزدیک یہ ترتیب واجب ہے کہ رمی حلق اور ذبح سے پہلے کرے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ احرام کی حالت میں سر منڈوائے گا تو دم لازم ہوگا کیونکہ وہ محظورات احرام میں سے ہےاس لئے وہ ذبح کرنے کے بعد کرے تاکہ احرام کھولنے کے وقت حلق ہو اور احرام کی حالت میں یہ محظورات نہ ہو جائے ،اس لئے ترتیب یہ ہوگی کہ رمی پہلے ہو، پھر ذبح کرے ،اس کے بعد احرام کے کھولتے وقت سر منڈوائے ،اور سر منڈوانے سے احرام کھول لے۔

لغت : محظورات: جو بات احرام کی حالت میں ممنوع ہو۔حلق: سر منڈوانا۔قصر: بال کو چھوٹا کروانا۔

ترجمہ: ٣؎ ذبح کو چاہنے پر معلق کیا اس لئے کہ مفرد بالحج جو دم دے گا وہ نفلی ہے اور بات مفرد کے بارے ہی میں چل رہی ہے۔

تشریح : متن میں تھا, یذبح ان احب ، کہ اگر چاہے تو ذبح کرے،اور نہ چاہے تو ذبح نہ کرے،اس کی وجہ یہ ہے کہ اوپر سے یہ بات چل رہی ہے کہ جس نے صرف حج کا احرام باندھا[جسکو مفرد بالحج]، کہتے ہیں تو اس پر دم واجب ہے یا مستحب؟ تو اس کے بارے میں متن میں یہ بتایا کہ اس کے لئے مستحب ہے کہ اگر چاہے تو دم دے ورنہ نہیں۔

ترجمہ: (١١٢٤) اور حلق افضل ہے۔

ترجمہ: ١؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ ،اللہ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے۔

وجہ : (١) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابی ہریرةؓ قال قال رسول الله ﷺ اللهم اغفر للمحلقين قالوا و للمقصرين، قال اللهم اغفر للمحلقين قالوا و المقصرين ،قال اللهم اغفر للمحلقين قالوا و المقصرين**

۲؎ ولان الحلق اکمل فی قضاء التفث وهو المقصود وفی التقصیر بعض التقصیر فاشبه الاغتسال مع الوضؤ (۱۱۲۵) ویکتفی فی الحلق بربع الراس اعتبارا﴾ ۱؎ بالمسح (۱۱۲۶) وحلق الکل اولیٰ﴾

قالها ثلاثا۔ قال: و للمقصرین (بخاری شریف، باب الحلق والتقصیر عندالاحلال، ص۲۳۳، نمبر ۱۷۲۸/ مسلم شریف، باب تفضیل الحلق علی التقصیر وجواز التقصیر ص۴۲۰ نمبر ۱۳۰۱/ ۳۱۴۶) اس حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ حلق کرانے والوں کے لئے دعا کی اور تیسرے مرتبہ میں قصر کرانے والے کے لئے دعا کی، اس لئے حلق افضل ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ سر منڈوانا بدن سے میل کچیل صاف کرنے میں زیادہ کامل ہے اور یہی مقصود ہے، اور بال قصر کروانے میں کمی ہے تو غسل اور وضو کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: حلق افضل ہے اس کی یہ دلیل عقلی ہے، کہ احرام کے وقت سے بال بکھرا ہوا اور پراگندہ ہے، اور بال کو مکمل صاف کر نے اور گندگی دور کرنے میں سر منڈوانا زیادہ کامل ہے کیونکہ اس سے مکمل طور پر گندگی دور ہو جاتی ہے اس لئے وہ افضل ہو گا، اور بال کتروانے سے اتنی صفائی نہیں ہوتی اس لئے وہ اتنا بہتر نہیں ہو گا، جیسے غسل کرنے سے مکمل صفائی ہوتی ہے اور وضو کرنے سے اتنی صفائی نہیں ہوتی اس لئے غسل زیادہ بہتر ہے، اگرچہ وضو بھی چل جاتا ہے۔ اس لئے حلق غسل کے مشابہ ہے اور کتروانا وضو کے مشابہ ہے۔

لغت: تفث: میل کچیل۔ قضاء التفث: میل کچیل دور کرنا۔ حلق: بال منڈوانا۔ تقصیر: بال کتروانا۔ دوسرے تقصیر کا ترجمہ ہے، کوتاہی ہونا۔

ترجمہ: (۱۱۲۵) اور چوتھائی سر کے حلق کرانے میں بھی کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱؎ مسح پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح: وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرے گا تو فرض ادا ہو جائے گا، اس پر قیاس کرتے ہوئے چوتھائی سر کا حلق کرائے گا تو پورے سر کا حلق شمار کیا جائے گا اور احرام کھل جائے گا، کیونکہ احرام کے حلق میں چوتھائی کو پورے کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

وجہ: (۱) عن الحسن و عطاء أنهما قالا: فی ثلاث شعرات دم، و الناسی و المتعمد سواء۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم ثلاث شعرات علیہ فیھا شیء ام لا؟، ج ثالث، ص۲۱۰، نمبر ۱۳۵۸۷) اس اثر میں ہے کہ تین بال بھی کاٹے گا تو دم لازم ہو گا، اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ چوتھائی سر منڈوانے سے بھی کافی ہو جائے گا اور احرام کھل جائے گا۔

ترجمہ: (۱۱۲۶) لیکن پورے سر کا منڈوانا افضل ہے۔

۱اقتداء برسول الله ﷺ ۲والتقصير ان ياخذمن رؤس شعره مقدار الأنملة (۱۱۲۷) وقد حلّ له كل شئ الاالنساء ۱وقال مالكؒ والا الطيب ايضا لانه من دواعى الجماع

ترجمه: ۱ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرنے کی وجہ سے۔

تشریح : چوتھائی سرحلق کرانے سے کافی ہو جائے گا،لیکن حضورؐ کی اقتداء کرتے ہوئے پورے سر کا حلق کرانا افضل ہے ، کیونکہ حضورؐ نے پورے سر کو منڈوایا تھا۔

وجه :(۱) حدیث یہ ہے۔ **عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ أتى منى فأتى الجمرة فرما ها ثم أتى منزله بمنى و نحر ثم قال للحلاق خذ و أشار الى جانبه الأيمن ، ثم الايسر ثم جعل يعطيه الناس** ۔(مسلم شریف، باب السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق ،ص ۵۴۸ ،نمبر ۱۳۰۵/۳۱۵۲/ابوداود شریف، باب الحلق والتقصیر ،ص ۲۸۸،نمبر ۱۹۸۱)اس حدیث میں ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب حلق کروایا،اور پورے سر کا حلق کروایا۔

ترجمه: ۲ تقصیر یہ ہے کہ سر کے بال سے پوروے کی مقدار کاٹے۔

تشریح :یہ تقصیر کی تشریح ہے کہ سر کے بال کو کم سے کم انگلی کے پوروے کی مقدار کاٹنے کو تقصیر کہتے ہیں، یا بال کتروانا کہتے ہیں۔

ترجمه: (۱۱۲۷) اور حلال ہوگئی ان کے لئے ہر چیز سوائے عورتوں کے۔

تشریح : دسویں تاریخ کو رمی جمار کے بعد بیویوں کے علاوہ خوشبو،سلا ہوا کپڑا وغیرہ سب کچھ حلال ہو گئے۔

وجه: (۱) حدیث یہ ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔**عن ابن عباس قال اذا رميتم الجمرة فقد حل لكم كل شيء الا النساء فقال له رجل يا ابن عباس والطيب؟ فقال اما انا فقد رأيت رسول الله ﷺ يضمخ رأسه بالمسك افطيب ذلك ام لا ؟** ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما یحل للرجل اذا رمی جمرة العقبة ص ۴۴۰،نمبر ۳۰۴۱/نسائی شریف، باب ما یحل للمحرم بعد رمی الجمار ص ۴۲۳،نمبر ۳۰۸۶)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے علاوہ تمام چیزیں حلال ہوگئیں جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں۔(۲)**عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اذا رمى أحدكم جمرة العقبة فقد حل له كل شيء الا النساء** ۔(ابوداود شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۸،نمبر ۱۹۷۸)اس حدیث میں بھی ہے کہ رمی جمار کے بعد عورت حلال ہو جائے گی۔

ترجمه :۱ امام مالکؒ نے فرمایا کہ خوشبو بھی حلال نہیں ہے،اس لئے کہ وہ جماع کی طرف بلانے والی ہے۔

تشریح :امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے رمی کر لی،اور ذبح کر لیا اور حلق یا قصر کروالیا تو اب طواف زیارت سے پہلے جس طرح عورت حلال نہیں اسی طرح خوشبو بھی حلال نہیں ہے،طواف زیارت کے بعد دونوں حلال ہونگے۔

۲؎ ولنا قوله عليه السّلام فيه حلّ له كل شئ الاالنساء وهو مقدم على القياس

(۱۱۲۸)ولايحل له الجماع فيمادون الفرج عندنا ۱؎خلافا للشافعیؒ ۲؎لانه قضاء الشهوة بالنساء فيؤخّر الىٰ تمام الاحلال

وجه : (۱)اس اثر میں ہے. عن عبد الله بن عمر ان عمر بن الخطاب قال من رمى الجمرة و حلق او قصر و نحر هديا ان كان معه فقد حل له ما حرم عليه الا النساء و الطيب حتى يطوف بالبيت ۔(موطاءامام مالکؒ باب الافاضۃ ،ص۴۳۸)اس اثر میں ہے کہ رمی جمار کرلیا اور ذبح کرلیا اور حلق کرالیا تو عورت اور خوشبو کے علاوہ سب حلال ہوگیا۔(۲) اور دلیل عقلی یہ ہے کہ خوشبو بیوی کی طرف بلانے والی ہے اس لئے وہ بھی ابھی حلال نہیں ہے۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ عورت کے علاوہ اس کے لئے سب حلال ہے، اور یہ حدیث قیاس پر مقدم ہے۔

تشریح :ہماری دلیل اوپر والی حدیث ہے جس میں ہے کہ حلق کے بعد عورت کے علاوہ سب چیزیں حلال ہیں، اس لئے خوشبو لگا نا بھی حلال ہوگئی، اور یہ چونکہ حدیث میں ہے اس لئے اوپر کے قیاس اور حضرت عمرؓ کو قول پر بھی مقدم ہوگا، اور خوشبو حلال ہوگی۔

ترجمه: (۱۱۲۸) فرج کے علاوہ میں بھی جماع حلال نہیں ہے۔

تشریح :طواف زیارت سے پہلے جس طرح عورت سے جماع کرنا حلال نہیں اسی طرح عضو خاص کے علاوہ میں بھی جماع کرنا حلال نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسری جگہ جماع کرنے سے بھی شہوت پوری کرنی ہے اور عضو خاص سے بھی شہوت پوری کرنی ہے اس لئے وہ بھی حلال نہیں ہوگا، جب تک کہ طواف زیارت کر کے مکمل حلال نہ ہوجائے۔

وجه :(۱) عن ابن عباس قال اذا رميتم الجمرة فقد حل لكم كل شيء الا النساء ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما یحل للرجل اذا رمی جمرۃ العقبۃ ص۴۲۲ رنسائی شریف، باب ما یحل للمحرم بعد رمی الجمار ج ثانی ص۴۲ نمبر۳۰۸۶ رابوداؤد شریف، باب الافاضۃ فی الحج ص۲۸۱ نمبر۱۹۹۹)اس حدیث میں ہے کہ عورت حلال نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کسی عضو سے شہوت پوری کرنا بھی ابھی حلال نہیں ہے، اس لئے دوسرے عضو سے شہوت پوری کرنا بھی حلال نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۱؎ خلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح: صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خاص عضو کے علاوہ میں شہوت پوری کرسکتا ہے۔۔موسوعہ میں مجھے نہیں ملی

ترجمه: ۲؎ اس لئے کہ عورتوں سے یہ بھی شہوت پوری کرنی ہے اس لئے پورے حلال ہونے تک مؤخر کیا جائے گا۔

(١١٢٩) ثم الرمی لیس من اسباب التحلل عندنا ﴿ ۱ خلافا للشافعیؒ هو یقول انه یتوقت بیوم النحر کالحلق فیکون بمنزلته فی التحلیل

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل عقلی ہے کہ، دوسرے عضو سے جماع کرنا یا اس سے فائدہ اٹھانا یہ بھی عورت سے شہوت پوری کر نی ہے اس لئے طواف زیارت کر کے پورے طور پر حلال ہونے تک عورت کے کسی عضو سے فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (١١٢٩) پھر رمی ہمارے نزدیک حلال ہونے کے اس باب میں سے نہیں ہے۔

تشریح : دسویں ذی الحجہ کو تین کام کرنا ہے [١] جمرہ عقبہ کی رمی، [٢] جانور ذبح کرنا، [٣] حلق کرانا، تو کس کام سے آدمی احرام سے حلال ہوگا، یعنی احرام سے نکلے گا؟ اس بارے میں تفصیل فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رمی کرنے سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال نہیں ہوگا اس وقت محرم ہی رہے گا، اس کے بعد حلق کرائے گا یا قصر کرائے گا تو اس سے حلال ہوگا۔

وجہ :(١) اس کی دلیل عقلی یہ دیتے ہیں کہ حلال کرنے والی چیز وہ ہوتی ہے جو احرام کی حالت میں کرنا جنایت اور جرم ہو اس کے کر نے سے دم لازم ہوتا ہو اور احرام کی حالت میں حلق کرانا جرم ہے اس سے دم لازم ہوتا ہے اس لئے حلال کرنے والا حلق ہوگا، یعنی حلق کرانے سے آدمی حلال ہوگا رمی کرنے سے نہیں، کیونکہ رمی کا حال یہ ہے کہ احرام کی حالت میں رمی کرے تو کوئی جرم نہیں ہے اور نہ اس سے دم لازم ہوتا ہے اس لئے رمی سے حلال نہیں ہوگا۔ (٢) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اذا رمیتم و حلقتم و ذبحتم فقد حل لکم کل شیء الا النساء و حل لکم الثیاب و الطیب** ۔ (دار قطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ٢٤٣، نمبر ٢٦٦١) اس حدیث میں ہے کہ رمی کی اور حلق کیا اور ذبح کیا تو حلال ہو گیا، اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے حلق کرانے پر حلال ہونا موقوف ہے۔۔ ذبح کرنے کو حلال ہونے کا سبب اس لئے قرار نہیں دیا کہ مفرد بالحج پر ذبح کرنا واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ خلاف امام شافعیؒ کے، وہ فرماتے ہیں کہ رمی دسویں تاریخ کے ساتھ خاص ہے جیسے کہ حلق دسویں تاریخ کے ساتھ خاص ہے اس لئے حلال ہونے میں رمی بھی حلق کی طرح ہوگا۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رمی بھی دسویں ذی الحجہ کو کرتے ہیں اور حلق بھی دسویں ذی الحجہ کو کرتے ہیں اس لئے جس طرح حلق سے حلال ہوتا ہے اسی طرح رمی سے بھی آدمی حلال ہو جائے گا۔ یعنی رمی کرنے سے آدمی حلال ہو جائے گا، اسی لئے انکے یہاں رمی، اور ذبح اور حلق میں ترتیب ضروری نہیں ہے صرف سنت ہے، اس لئے کسی کو بھی پہلے یا بعد میں کر سکتا ہے اس سے دم لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (١) انکی دلیل یہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رمی کی تو آدمی حلال ہو گیا۔ **عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اذا**

۲؎ ولنا ان مایکون محلّلاًیکون جنایۃفی غیراوانہ کالحلق والرمی لیس بجنایۃ ۳؎ بخلاف الطواف لان التحلل بالحلق السابق لابہ (۱۱۳۰) قال ثم یأتی من یومہٖ ذٰلک مکۃ او من الغدأ ومن بعد الغد فیطوف بالبیت طواف الزیارۃ سبعۃ اشواط ﴿۱﴾ لما روی ان النبی ﷺ لماحلق افاض الیٰ مکۃ فطاف

رمی أحدکم جمرۃ العقبۃ فقد حل لہ کل شیء الا النساء ۔(ابوداود شریف، باب فی رمی الجمار،ص ۲۸۸،نمبر ۱۹۷۸) اس حدیث میں ہے کہ رمی کی تو آدمی حلال ہو جائے گا، جس سے معلوم ہوا کہ رمی سے بھی آدمی حلال ہوتا ہے ۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے ۔عن ابن عباس قال اذا رمیتم الجمرۃ فقد حل لکم کل شیء الا النساء ۔(ابن ماجہ شریف، باب ما تحل للرجل اذا رمی جمرۃ العقبۃ ص ۴۴۰،نمبر ۳۰۴۱ رنسائی شریف، باب ما تحل للمحرم بعد رمی الجمار ج ثانی ص ۴۲ نمبر ۳۰۸۶) اس حدیث میں ہے کہ رمی کی تو آدمی حلال ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ حلال کرنے والی چیز وہ ہوتی ہے جو وقت سے پہلے یعنی احرام کی حالت میں جرم ہو جیسے حلق کرانا، اور رمی احرام کی حالت میں جرم نہیں ہے ۔[اس لئے رمی حلال کرنے والی چیز نہیں ہے]

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ، حلال کرنے والی چیز وہ ہوتی ہے جو احرام کی حالت میں اس کا کرنا جرم ہو جیسے حلق کرانا احرام کی حالت میں جرم ہے اس سے دم لازم ہوتا ہے اس لئے اس سے آدمی حلال ہوگا، اور رمی کرنا احرام کی حالت میں جرم نہیں اس لئے اس سے حلال نہیں ہوگا۔

لغت: آوان: آن کی جمع ہے، وقت ۔ جنایۃ: جرم، جس سے دم لازم ہو۔

ترجمہ: ۳؎ بخلاف طواف کے حلال ہونا پہلے ہی حلق کی وجہ سے ہے، طواف کی وجہ سے نہیں ہے ۔

تشریح: یہ اس اشکال کا جواب ہے کہ، اشکال یہ ہے کہ حلق کرلے تو اس سے سلا ہوا کپڑا اور خوشبو وغیرہ حلال ہوتا ہے اور حلق کرانا احرام کی حالت میں جرم ہے، تو طواف زیارت کرنے سے بیوی حلال ہوتی ہے اس لئے طواف کرنا بھی احرام کی حالت میں جرم ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اصلی حلال طواف زیارت سے نہیں ہوتا بلکہ اصلی حلال تو اس سے پہلے ہی حلق کرانے سے ہو جاتا ہے، طواف زیارت سے تو صرف عورت حلال ہوتی ہے اس لئے احرام کی حالت میں طواف ممنوع نہیں ہے ۔

ترجمہ: (۱۱۳۰) پھر اسی دن مکہ مکرمہ آئے یا دوسرے دن یا تیسرے دن پھر بیت اللہ کا سات شوط طواف زیارت کرے ۔

ترجمہ: ۱؎ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جب حلق کرایا تو مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر واپس منی لوٹے، اور منی میں ظہر کی نماز پڑھی ۔

بالبیت ثم عاد الیٰ منیٰ وصلی الظهر بمنیٰ (۱۱۳۱) ووقته ایام النحر﴾ ل لان اللہ تعالیٰ عطف الطواف علی الذبح قال فکلوا منها ثم قال ولیطّوّفوا فکان وقتهما واحدا

تشریح: حاجی کواختیار ہے کہ دسویں ذی الحجہ کورمی، ذبح اور حلق کے بعد مکہ مکرمہ آ کر طواف زیارت جو فرض ہے وہ کرے اور یہ بھی اختیار ہے کہ گیارہویں یا بارہویں کو آئے۔البتہ دسویں کو آنا زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ اس میں جلدی عبادت کو پورا کرنا ہے۔اور حضورؐ دسویں ہی کو مکہ تشریف لائے تھے اور طواف زیارت فرمایا تھا۔ اور ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں ہی کو واپس منی بھی تشریف لے گئے۔

وجه: (۱) ثم لیقضوا تفثهم و لیوفوا نذورهم و لیطوفوا بالبیت العتیق ۔(آیت ۲۹، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرے اور اس سے طواف زیارت مراد ہے، اسی لئے طواف زیارت حج میں فرض ہے۔ (۲) دخلنا علی جابر بن عبد الله...ثم رکب رسول الله فافاض الی البیت فصلی بمکة الظهر ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۴۰۰ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ دسویں ذی الحجہ کو ظہر تک مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔اس لئے دسویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ آ کر طواف زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمران رسول الله ﷺ افاض یوم النحر ثم رجع فصلی الظهر بمنی۔(مسلم شریف ، باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ،ص ۵۵۰، نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵ / ابو داؤد شریف، باب الافاضۃ فی الحج ص ۲۸۱ نمبر ۱۹۹۸) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپؐ نے طواف دسویں ذی الحجہ کو کیا ہے۔

ترجمه : (۱۱۳۱) اور طواف زیارت کا وقت ایام نحر ہیں۔

ترجمه: ل اس لئے کہ اللہ تعالی نے طواف کو ذبح پر عطف کیا اور فرمایا، فکلوا منها، پھر فرمایا ,و لیطوفوا ، اس لئے دونوں کا وقت ایک ہے۔

تشریح : ایام نحر کے تین دن ہوتے ہیں دس، گیارہ، اور بارہ ذی الحجہ، ان تینوں دنوں میں قربانی اور ہدی ذبح کی جاتی ہے اور قرآن کریم میں یہ فرمایا کہ ان تینوں دنوں میں جانور قربانی کر کے کھاؤ اور پھر اسی پر طواف کو عطف کیا جس کا مطلب یہ نکل سکتا ہے کہ یہ تین دن طواف زیارت کرنے کے بھی ہیں اس لئے اس آیت کے اشارۃ النص سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ان تینوں دنوں میں طواف زیارت کر سکتا ہے

وجه : (۱) پوری آیت یہ ہے۔لیشهدوا منٰفع لهم و یذکروا أسم الله فی أیام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فکلوا منها و أطعموا البائس الفقیر ० ثم لیقضوا تفثهم و لیوفوا نذورهم و لیطوفوا بالبیت العتیق ۔(

(١١٣٢) واوّل وقته بعد طلوع الفجر من يوم النحر﴾ ۱؎ لان ماقبله من الليل وقت الوقوف بعرفة والطواف مرتب عليه

آیت۲۹،سورۃالحج ۲۲)اس آیت میں کلوا پر و لیطوفوا کا عطف ہے۔

ترجمہ: (۱۱۳۲) طواف کا وقت دسویں تاریخ کے فجر کے طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جو اس سے پہلے فجر کا وقت ہے وہ وقوف عرفہ کا وقت ہے،اور طواف وقوف عرفہ پر مرتب ہے [یعنی طواف وقوف عرفہ کے بعد ہے۔

تشریح :طواف زیارت کا وقت دسویں ذی الحجہ کے فجر طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف زیارت کا وقت وقوف عرفہ کے بعد ہوتا ہے اور وقوف عرفہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کے فجر سے پہلے پہلے تک ہے اس لئے طواف کا وقت فجر کے بعد سے شروع ہوگا۔

وجہ :(۱) اس حدیث میں ہے کہ ام سلمہؓ نے فجر کی نماز سے پہلے رمی کی اور اسی وقت طواف زیارت کے لئے مکہ مکرمہ چل دئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف زیارت کا وقت فجر کے طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے،حدیث یہ ہے۔ **عن عائشةؓ أنها قالت أرسل النبی ﷺ بأم سلمة ليلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت** ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع ،ص۲۸۴،نمبر۱۹۴۱)اس حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ فجر کے وقت طواف زیارت کے لئے چل پڑی۔(۲)دوسری دلیل یہ ہے کہ طواف زیارت کا وقت وقوف عرفہ کے بعد سے شروع ہوتا ہے،اور وقوف عرفہ کا وقت دسویں تاریخ کے فجر کے پہلے پہلے تک رہتا ہے اس لئے طواف زیارت کا وقت اس کے بعد سے شروع ہوگا۔حدیث یہ ہے۔ **عن عبد الرحمن ابن يعمر الديلمی قال أتيت النبی ﷺ وهو بعرفة فجاء ناس ۔ أو نفر ۔ من أهل نجد فأمروا رجلا فنادى رسول الله ﷺ كيف الحج ؟ فأمر رجلا فنادى الحج : الحج يوم عرفة، من جاء قبل صلوة الصبح من ليلة جمع فتم حجه** ۔(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص۲۸۵،نمبر۱۹۵۰/ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص۲۲۰،نمبر۸۸۹)(۳) **أخبرنی عروة بن مضرس الطائی قال أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعنی بجمع قلت جئت يا رسول الله ! من جبلی طیٔ أكللت مطيتی و أتعبت نفسی و الله ! ما تركت من حبل الا وقفت عليه فهل لی من حج ؟ فقال رسول الله ﷺ من ادرک معنا هذه الصلوة ، و أتى عرفات قبل ذالک ليلا أو نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه** ۔(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص۲۸۵،نمبر۱۹۵۰/ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص۲۲۰،نمبر۸۹۱)ان دونوں حدیثوں میں ہے کہ وقوف عرفہ کا وقت

٢؎ و افضل هٰذه الايام اولها كما فى التضحية وفى الحديث افضلها اولها (١١٣٣) فان كان سعىٰ بين الصفا والمروة عقيبَ طواف القدوم لم يرمُل فى هٰذا الطواف ولا سعى عليه وان كان لم يقدم السعى رَمَل فى هٰذاالطواف وسعىٰ بعده﴾

دسویں ذی الحجہ کے فجر تک ہے۔

ترجمه : ٢؎ افضل یہ ہے کہ ان دنوں میں سے پہلے دن میں طواف کرے، جیسے کہ قربانی میں ہوتا ہے، اور حدیث میں بھی افضل پہلا دن ہے۔

تشريح : تین دن تک طواف زیارت کرسکتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے دن طواف زیارت کرے، جس طرح قربانی تین دن تک کرسکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے دن کرے اسی طرح طواف بھی پہلے دن کرنا افضل ہے۔

وجه : (١) اس حدیث میں ہے حضورؐ پہلے ہی دن طواف زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمران رسول الله ﷺ افاض يوم النحر ثم رجع فصلى الظهر بمنى ۔(مسلم شریف ، باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ،ص ٥٥٠، نمبر ١٣٠٨/٣١٦٥/ابو داؤد شریف، باب الافاضۃ فی الحج ص ٢٨١ نمبر ١٩٩٨) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ دسویں ذی الحجہ یعنی پہلے ہی دن طواف کے لئے تشریف لے گئے۔ (٢) اس حدیث میں بھی ہے۔ دخلنا على جابر بن عبد الله...ثم ركب رسول الله فافاض الى البيت فصلى بمكة الظهر ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ٤٠٠ نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ٢٧١ نمبر ١٩٠٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ دسویں ذی الحجہ کو ظہر تک مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے دسویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ آکر طواف زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ترجمه : (١١٣٣) پس اگر طواف قدوم کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ہو تو اس طواف زیارت میں رمل نہیں کرے گا اور نہ اس پر سعی ہے۔ اور اگر پہلے سعی نہیں کی ہے تو اس طواف میں رمل کرے گا اور اس کے بعد سعی کرے گا جیسا کہ پہلے بیان کیا۔

تشريح: حج یا عمرہ میں ایک مرتبہ سعی اور ایک ہی مرتبہ اکڑ کر چلنا ہے۔ پس اگر حج کے طواف قدوم میں سعی اور رمل کر چکا ہے تو اس طواف زیارت میں سعی اور رمل نہیں ہے۔ اور اگر پہلے سعی اور رمل نہیں کیا ہے تو طواف زیارت کے بعد سعی بین الصفا والمروۃ بھی کرے گا اور طواف میں اکڑ کر بھی چلے گا۔

وجه : (١) سمع جابر بن عبد الله يقول لم يطف النبى ﷺ ولا اصحابه بين الصفا والمروة الا طوافا واحدا ... وقال الا طوافا واحدا طوافه الاول ۔(مسلم شریف، بیان ان السعی لا یتکرر ص ٤١٤ نمبر ١٢٧٩/٣٠٨٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج میں یا عمرہ میں ایک ہی سعی کرے گا۔ کیونکہ حضورؐ اور صحابہ نے ایک ہی سعی کی تھی اور انہوں نے پہلی مرتبہ

۱ لان السعی لم یشرع الامرة ۲ والرمل ما شرع الامرة فی طوافٍ بعده سعی (۱۱۳۴) ویصلی رکعتین بعد هذا الطواف ۱ لان ختم کل طواف برکعتین فرضا کان الطواف او نفلا لما بینا

سعی کی تھی۔

لغت: عقیب : بعد میں۔ رمل : اکڑ کر چلنا،طواف کے پہلے تین شوط میں اکڑ کر چلتے ہیں اس کو رمل کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ سعی ایک ہی مرتبہ مشروع ہے

تشریح : عمرے کا احرام باندھے تو اس میں طواف کے بعد ایک مرتبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی واجب ہے،اسی طرح حج کا احرام باندھے تو اس میں بھی ایک مرتبہ سعی واجب ہے،پس اگر طواف قدوم میں سعی کر لیا ہے تو طواف زیارت کرنے کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سعی دو مرتبہ نہیں ہے،اور اگر طواف قدوم میں سعی نہیں کی ہے تو اب طواف زیارت کے بعد سعی کرے کیونکہ پہلے سعی نہیں کی۔اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی۔

اصول:۔ ہر حج اور عمرے میں ایک مرتبہ سعی واجب ہے، چاہے جب کرے۔

ترجمہ : ۲ اور اکڑ کر چلنا ایک ہی مرتبہ مشروع ہے اس طواف میں جس کے بعد سعی ہو۔

تشریح :ہر عمرے یا حج کے احرام میں رمل یعنی اکڑ کر چلنا بھی ایک ہی مرتبہ سنت ہے، چنانچہ جس طواف کے بعد سعی ہو اس طواف میں رمل کرنا سنت ہے، پس اگر طواف قدوم کے بعد سعی کرنی ہو تو طواف قدوم میں رمل کرے،اور طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہو تو طواف زیارت میں اکڑ کر چلے۔یہ ایک قاعدہ ہے۔۔رمل: اکڑ کر چلنا۔

ترجمہ: (۱۱۳۴)اس طواف کے بعد بھی دو رکعت نماز پڑھے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہر طواف کا ختم کرنا دو رکعت پر ہو چاہے فرض طواف ہو چاہے نفل طواف ہو،جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

۔

تشریح :پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب جب بھی طواف کے سات شوط پورا کرے چاہے فرض طواف ہو چاہے نفل طواف ہو تو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے جسکو،رکعت طواف، کہتے ہیں۔

وجه : (۱) **قلت للزهری ان عطاء یقول تجزئه المکتوبة من رکعتی الطواف فقال السنة افضل لم یطف النبی ﷺ اسبوعا قط الا صلی رکعتین.** (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ وصلی لسبوعہ رکعتین ص ۲۲۰ نمبر ۱۶۲۳)اس حدیث میں ہے کہ جب جب آپ نے طواف کے سات شوط پورے کئے تو آپ نے دو رکعت طواف پڑھی۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔**سمعت ابن عمر یقول قدم النبی ﷺ فطاف بالبیت سبعا وصلی خلف المقام رکعتین ثم خرج الی**

(۱۱۳۵)قال وقد حلّ له النساء ﴾ ل لكن بالحلق السابق اذا هو المحللّ لا بالطواف الا انه اخّر عمله في حق النساء (۱۱۳۶) قال وهٰذا الطواف هو المفروض في الحج وهو ركن فيه ﴾ ل اذهو المامور به في قوله تعالىٰ وليطّوّفوا بالبيت العتيق ويسمى طواف الافاضة وطواف يوم النحر

الصفا. (بخاری شریف باب من صلی رکعتی الطّواف خلف المقام ص ۲۲۰ نمبر ۱۶۲۷/ابن ماجۃ شریف، باب الرکعتین بعد الطّواف، ص ۴۲۸، نمبر ۲۹۵۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے سات شوط کے بعد مقام ابراہیم پر آئے اور دو رکعت طواف کی پڑھے۔ (۳) اس آیت میں ہے۔ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى. (آیت ۱۲۵ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں حکم ہے کہ مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھی جائے۔

ترجمہ: (۱۱۳۵) اور اس کے لئے بیوی حلال ہوگئی۔

تشریح: طواف زیارت سے پہلے بیوی حرام تھی لیکن طواف زیارت کیا تو اس طواف کی وجہ سے اب بیویاں حلال ہوگئیں۔

وجہ: (۱) ان عبد الله بن عمر قال فذكر الحديث ... حتى قضى حجه و نحر هديه يوم النحر وافاض فطاف بالبيت ثم حل من كل شيء حرم منه ۔ (سنن للبیہقی، باب التحلل بالطّواف اذا کان قدسعی عقیب طواف القدوم ج خامس ص ۲۳۷، نمبر ۹۶۴۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی۔ اس سے پہلے خوشبو، سلا ہوا کپڑا اور شکار حلال ہوئے تھے، اب بیوی بھی حلال ہوگئی۔

ترجمہ: ل لیکن پچھلے حلق کی وجہ سے بیوی حلال ہوئی، اس لئے کہ وہی حلال کرنے والی چیز ہے نہ کہ یہ طواف، مگر عورت کے حق میں اس کا عمل مؤخر کیا گیا۔

تشریح : فرماتے ہیں کہ پہلے جو حلق کرایا ہے اسی سے احرام سے حلال ہو گیا، کیونکہ حلق ہی حلال کرنے والی چیز ہے، البتہ عورت کے حق میں اس حلت کو مؤخر کر دیا گیا، اور طواف زیارت کے بعد عورت کو حلال قرار دیا گیا۔

ترجمہ : (۱۱۳۶) یہ طواف حج میں فرض ہے، اور تین رکنوں میں سے ایک رکن ہے۔

ترجمہ: ل اللہ تعالیٰ کے قول, وليطوفوا بالبيت العتيق, میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، اس کا نام ,طواف افاضہ, بھی ہے اور, یوم النحر کا طواف, بھی ہے۔

تشریح : حج میں تین فرض ہیں [۱] احرام باندھنا، [۲] وقوف عرفہ کرنا، [۳] طواف زیارت کرنا۔ اسی کو تین رکن کہتے ہیں، اس طواف کا دوسرا نام طواف افاضہ ہے، اور تیسرا نام ,طواف یوم النحر ، ہے، اور اگلی آیت کی وجہ سے یہ فرض ہے۔

وجہ: (۱) یہ طواف فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثم ليقضوا تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا بالبيت العتيق .

(۱۱۳۷) **ويكره تاخيره عن هذه الايام** ﴿ ۱ لما بينا انه موقت بها وان اخره عنها لزمه دم عند ابی حنيفةؒ وسنبينه فی باب الجنايات ان شاء الله تعالیٰ (۱۱۳۸) **قال ثم يعود الی منیٰ فيقيم** ﴿ ۱ لان النبی عليه السلام رجع اليها كما روينا

(آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں امر کے صیغے کے ساتھ بیت عتیق یعنی بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے۔اس لئے یہ طواف فرض ہے۔

ترجمہ: (۱۱۳۷) مکروہ ہے طواف زیارت کو مؤخر کرنا ان دنوں سے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہم نے بیان کیا کہ وہ وقت کے ساتھ خاص ہے، اور اگر مؤخر کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو دم لازم ہوگا۔اور اس مسئلے کو ان شاء اللہ باب الجنایات میں بیان کریں گے۔

تشریح : اوپر آیا کہ طواف زیارت کا وقت دسویں تاریخ کے فجر کے وقت سے شروع ہوتا ہے، اور بارویں ذی الحجہ کے بعد جو شام ہے، یعنی تیرویں تاریخ کی شام وہاں تک وقت رہتا، اس کے بعد مؤخر کرنا مکروہ ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ ایام النحر کے بعد کوئی طواف زیارت کرے گا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) کیونکہ یہ چیزیں وقت کے ساتھ موقت ہیں اس لئے ان کو وقت سے مؤخر کرنے پر دم لازم ہوگا (۲) اثر میں ہے۔ان عبد الله بن عباس قال من نسی من نسكه شيئا او تركه فليهرق دما (سنن للبیھقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذہب ایام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کچھ بھول جائے یا چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔اور چونکہ اس نے وقت پر طواف زیارت کو چھوڑ دیا چاہے بعد میں ادا کیا اس لئے اس کو دم لازم ہوگا۔(۳) ایک اور اثر ہے۔عن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳، فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا۔

فائدہ: صاحبین فرماتے ہیں کہ عمر میں کبھی بھی طواف کرے گا وہ ادا ہی ہوگا اس لئے تاخیر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۱۳۸) پھر منی کی طرف مڑے اور وہاں قیام کرے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ نبی علیہ السلام واپس منی تشریف لائے جیسا کہ ہم نے روایت کی۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کو طواف زیارت کر کے واپس منی آئے اور وہاں ٹھہرا رہے اور رمی جمار کرتا رہے۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عمر ان رسول الله افاض يوم النحر ثم رجع فصلی الظهر بمنی (مسلم شریف، باب استحباب طواف الافاضۃ یوم النحر ص ۴۲۲ نمبر ۱۳۰۸/۳۱۶۵) اس حدیث میں ہے کہ طواف زیارت کے

۲ ولانه بقی علیه الرمی وموضعه بمنی (۱۱۳۹) فاذازالت الشمس من الیوم الثانی من ایام النحر رمی الجمار الثلث فیبدأ بالتی تلی مسجدالخیف فیرمیهابسبع حصیات یکبرمع کل حصاةویقف عندهاثم یرمی التی تلیها مثل ذلک ویقف عندها ثم یرمی جمرة العقبة کذلک ولا یقف عندها ﴾ ا ھکذا روی جابرؓ فیمانُقِلَ من نسک رسول اللهﷺ مفسرا

بعدحضورؐ واپس منی تشریف لے آئے۔ (۲) یسأل ابن عمر قال انا نبتاع باموال الناس فیأتی احدنا مكة فیبیت علی المال؟ فقال اما رسول الله ﷺ فبات بمنی وظل (ابوداؤدشریف، باب بیت بمکۃ لیالی منی ص ۲۷۷ نمبر ۱۹۵۸) اس حدیث میں ہے کہ رات گزاری اور ظل کا معنی ہے گزارتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ دسویں، گیارہویں، اور بارہویں تاریخ میں جوایام تشریق ہیں منی میں رات گزارنا سنت ہے۔(۳) اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر یومه حین صلی الظهر ثم رجع الی منی فمکث بها لیالی ایام التشریق یرمی الجمرة (ابوداؤدشریف، باب فی رمی الجمارص ۴۲۰ نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریک میں منی میں ٹھہرے رہے۔(۴) اس اثر میں ہے . قال عمر بن الخطابؓ لا یبیتن أحد من الحاج لیالی منی من وراء العقبة ۔(سنن بیہقی، باب لا رخصۃ فی البیوتۃ بمکۃ لیالی منی، ج خامس، ص ۲۴۹، نمبر ۹۶۹۰) اس اثر میں ہے کہ منی کے کی حدود میں بھی چلا جائے تب بھی عقبہ جومنی کی گھاٹی ہے اس کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں کو گزارنا ٹھیک نہیں۔

ترجمہ: ۲ اوراس لئے بھی کہ اس پر رمی باقی ہے اور رمی کی جگہ منی ہے [اس لئے منی میں ٹھہرے رہے]

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ اس آدمی پر ابھی گیارہویں، اور بارہویں تاریخ کی رمی باقی ہے، اور یہ رمی منی میں ہی ہوگی اس لئے بھی اس کو منی میں رکنا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۱۳۹) گیارہویں تاریخ کو سورج ڈھل جائے تو تینوں جمرات کی رمی کرے، شروع کرے مسجد کے پاس سے جو مقام خیف میں ہے، پس سات کنکری سے رمی کرے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہے اور اس کے پاس ٹھہرے، پھر اسی طرح اس جمرے کی رمی کرے جو اس کے بعد ہے [یعنی دوسرے جمرے کی] اور اس کے پاس بھی ٹھہرے، پھر ایسے ہی جمرہ عقبہ کی رمی کرے، اور اس کے پاس نہ ٹھہرے۔

ترجمہ: ا حضرت جابرؓ نے جو حضورؐ کی جو عبادت حج نقل کی ہے اس میں ایسے ہی منقول ہے۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی تھی لیکن گیارہویں ذی الحجہ (جو دسویں ذی الحجہ کا دوسرا دن ہے) کو تینوں جمرات کی رمی کرے اور زوال کے بعد رمی کرے، پہلے جمرہ سے شروع کرے جو مسجد خیف کے قریب ہے، وہاں سات کنکری مارے

(١١٤٠) و يقف عند الجمرتين فی المقام الذی يقف فيه الناس ويحمد الله ويثنی ويهلّل ويكبر ويصلی علی النبی ﷺ ويدعو لحاجته ويرفع يديه﴾ ۱؎ لقولهٖ ﷺ لاترفع الايدی الافی سبع مواطن وَذكرمن جملتهاعند الجمرتين والمراد رفع الايدی بالدعاء

اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہےاور پہلےاور دوسرے جمرے کے پاس کھڑا ہوکر دعا کرےاور تیسرے جمرے کے بعد کھڑا نہ رہےاور دعا نہ کرے تا کہ وہاں بھیڑ نہ ہو۔

وجه :(١) سألت ابن عمر متی ارمی الجمار؟ قال اذا رمی امامک فارمه فاعددت عليه المسئلة قال كنا نتحين فاذا زالت الشمس رمينا (بخاری شریف، باب رمی الجمار ص ٢٣٥ نمبر ١٧٤٦)اس اثر سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد رمی کرے (٢) اس حدیث میں ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلی الظهر ثم رجع الی منی فمكث بها ليالی ايام التشريق يرمی الجمرة اذا زالت الشمس كل جمرة بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ويقف عند الاولی والثانية فيطيل القيام ويتضرع ويرمی الثالثة ولا يقف عندها (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ٢٨٠ نمبر ١٩٧٣)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے اور تیسرےاور چوتھے دن کی رمی زوال کے بعد کرے۔اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہےاور پہلےاور دوسرے جمرے کے پاس کھڑے رہ کر دعا کرےاور تیسرے جمرے کے پاس کھڑا نہ رہے۔

لغت: اليوم الثانی من ايام النحر :یوم نحر کا دسرا دن گیارہویں ذی الحجہ ہوتا ہے۔ المسجد:اس مسجد سے مسجد خیف مراد ہے جو جمرہ اولی سے کافی پیچھے کی جانب تھوڑی اونچائی پر ہے۔اس وقت یہ بہت بڑی مسجد بنادی گئی ہے۔

ترجمه: (١١٤٠) اور پہلے دونوں جمروں کے پاس اس مقام پر ٹھہرے جہاں لوگ ابھی ٹھہرتے ہیں،اوراللہ کی تعریف کرے، اوراس کی ثناء کرےاور لا الہ الا اللہ پڑھے،اور تکبیر کہے،اور حضورؐ پر درود شریف پڑھے،اوراپنی ضرورت کے لئے دعا کرےاور ہاتھ اٹھائے۔

ترجمه: ۱؎ حضورؐ کے قول کی وجہ سے کہ دعا کے لئے ہاتھ نہ اٹھائے مگر سات جگہوں پراوراس کے مجموعے میں دونوں جمروں کا بھی تذکرہ ہے۔اوراس سے مراد یہ ہے کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

تشریح : ابھی اوپر بتایا کہ پہلےاور دوسرے جمرے کے پاس ٹھہر کر گڑگڑا کر دعا کرےاور تکبیر وتہلیل کہےاور حضورؐ پر درود شریف پڑھےاور یہ دعا ہاتھ اٹھا کر کرے۔

وجه : (١) دعا کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر انه كان يرمی الجمرة الدنيا بسبع حصيات يكبر

۲ وینبغی ان یستغفر للمؤمنین فی دعائه فی هذه المواقف لان النبی ﷺ قال الهم اغفر للحاج ولمن استغفرله الحاج ۳ ثم الاصل وان کل رمیٍ بعده رمیٌ یقف بعده لانه فی وسط العبادة فیأتی بالدعاء فیه وکل رمی لیس بعده رمی لا یقف لان العبادة قد انتهت ولهذا لا یقف بعد جمرة العقبة فی یوم النحر ایضاً

علی اثر کل حصاة ثم یتقدم حتی یسهل فیقوم مستقبل القبلة فیقوم طویلا ویدعو و یرفع یدیه ثم یرمی الوسطی ثم یاخذ ذات الشمال فیستهل ویقوم مستقبل القبلة فیقوم طویلا ویدعو ویرفع یدیه ویقوم طویلا ثم یرمی جمرة ذات العقبة من بطن الوادی ولا یقف عندها ثم ینصرف ویقول هکذا رایت النبی ﷺ یفعله. (بخاری شریف، باب اذا رمی الجمرتین یقوم مستقبل القبلة ویسهل ص ۲۳۶ نمبر ۱۷۵۱) اس حدیث میں ہے کہ ہاتھ اٹھائے اور لمبی دعا کرے۔(۲) صاحب ھدایہ کا پیش کردہ اثر یہ ہے۔عن ابن عباس قال : لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن : [۱] اذا قام الی الصلوة [۲] و اذا رأی البیت [۳] و علی الصفا [۴] و المروة [۵] و فی عرفات [۶]و فی جمع [۷] و عند الجمار ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج اول، ص ۲۱۴، نمبر ۲۴۵۰ رسنن بیھقی ،باب رفع الیدین اذا رأی البیت ، ج خامس ،ص ۱۱۷، نمبر ۹۲۱۰) اس اثر میں ہے کہ جمرہ کے پاس ہاتھ اٹھائے ، اور دعا کرے۔

ترجمہ: ۲ اور مناسب ہے کہ دونوں جمروں کے پاس اپنے دعا میں مؤمنین کے لئے دعا کرے،اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ،ائے اللہ حاجیوں کے لئے مغفرت کیجئے اور حاجی جن کے لئے مغفرت طلب کرے ان کے لئے بھی مغفرت کیجئے۔

وجہ : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابی ھریرۃؓ قال رسول الله ﷺ اللهم اغفر للحاج و لمن استغفر له الحاج ۔(مستدرک للحاکم ،باب اول کتاب المناسک ،ج اول ،ص ۶۰۹ ،نمبر ۱۶۱۲)اس حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ حاجی کے لئے بھی معافی ہو اور حاجی جس کے لئے استغفار کرے اس کے لئے بھی معافی ہو۔

ترجمہ: ۳ پھر اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو تو اس کے بعد ٹھرے گا،اس لئے کہ وہ عبادت کے درمیان میں ہے اس لئے اس میں دعا کرے ، اور ہر وہ رمی جسکے بعد رمی نہیں ہے وہاں نہ ٹھہرے اس لئے کہ عبادت ختم ہوگئی ، اسی لئے یوم النحر [دسویں ذی الحجہ] میں بھی جمرہ عقبہ کے بعد نہ ٹھہرے۔

تشریح : صاحب ھدایہ یہ قاعدہ بیان فرمارہے ہیں کہ جس رمی کے بعد رمی ہے، جیسے پہلے جمرے اور دوسرے جمرے کے بعد رمی ہے تو اس کے بعد کھڑا ہو کر دعا کرے،اس لئے کہ یہ عبادت کے درمیان میں ہے،اور جس جمرے کے بعد رمی نہیں ہے، جیسے

(۱۱۴۱) قال واذا کان من الغد رمی الجمار الثلٰث بعد زوال الشمس کذالک﴾ (۱۱۴۲) وان اراد ان یتعجل النفر نفر الیٰ مکۃ وان اراد ان یقیم رمی الجمار الثلٰث فی الیوم الرابع بعد زوال الشمس﴾ ل لقولہ تعالیٰ فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخّر فلا اثم علیہ لمن اتقیٰ

دسویں ذی الحجہ میں صرف جمرہ عقبہ کی رمی ہے، اور گیارہوں ذی الحجہ اور بارہویں ذی الحجہ کو بھی جمرہ عقبہ کے بعد کوئی رمی نہیں ہے اس لئے وہاں ٹھہر کر دعا نہ کرے، اس لئے کہ عبادت ختم ہوگئی، اور جس جمرے کے بعد رمی ہے، جیسے گیارہوں ذی الحجہ اور باہویں ذی الحجہ کو پہلی اور دوسری رمی کے بعد رمی ہے اس لئے ان دونوں رمیوں کے بعد کھڑا ہوکر دعا کرے، اس لئے کہ ابھی عبادت ختم نہیں ہوئی، عبادت کے درمیان میں ہے اس لئے دعا اور استغفار کرے۔

ترجمہ: (۱۱۴۱) پس جب کہ اگلا دن ہو تو تینوں جمرات کی زوال کے بعد رمی کرے اسی طرح۔

تشریح: اگلے دن سے مراد بارہویں ذی الحجہ ہے۔ یعنی بارہویں ذی الحجہ کو بھی گیارہویں ذی الحجہ کی طرح تینوں جمرات کی رمی کرے، اور سورج کے زوال کے بعد کرے اور جمرہ اولی اور جمرہ وسطی پر ٹھہرے اور دعا کرے اور جمرہ عقبہ کے پاس نہ ٹھہرے۔

وجہ: (۱) اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ **و قال جابر : رمی النبی ﷺ یوم النحر ضحی و رمی بعد ذالک بعد الزوال** ۔ (بخاری شریف، باب رمی الجمار، ص ۲۳۵ نمبر ۱۷۴۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے یوم النحر کے بعد زوال کے بعد رمی کی۔ (۲) **عن عائشۃ قالت افاض رسول اللہ ﷺ من آخر یومہ حین صلی الظھر ثم رجع الی منی فمکث بھا لیالی ایام التشریق یرمی الجمرۃ اذا زالت الشمس کل جمرۃ بسبع حصیات یکبر مع کل حصاۃ ویقف عند الاولی والثانیۃ فیطیل القیام ویتضرع ویرمی الثالثۃ ولا یقف عندھا** (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۴۲۰ نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ گیارہویں اور بارہوں کو زوال شمس کے بعد رمی کرے۔

ترجمہ: (۱۱۴۲) اگر جلدی کوچ کرنے کا ارادہ کرے تو مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کر جائے اور اگر ٹھہرنا چاہے تو چوتھے دن تینوں جمروں کی رمی جمار کرے زوال کے بعد۔

ترجمہ: ل اللہ تعالی کا قول جو دو ہی دن میں جانا چاہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اور جو مؤخر کرنا چاہے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں اس پر جو تقوی اختیار کرے۔

تشریح: اگر تین دن تک یعنی بارہویں تاریخ تک رمی جمار کرکے منی سے مکہ مکرمہ جانا چاہے تو جا سکتا ہے اور اگر بارہویں تاریخ کی شام تک منی میں ٹھہر گیا تو تیرہویں تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے پھر واپس مکہ مکرمہ واپس آئے۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ **واذکروا اللہ فی ایام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تأخر فلا**

(۱۱۴۳) والافضل ان يقيم﴾ ۱؎ لما روى ان النبى عليه السلام صبر حتى رمى الجمار الثلث فى اليوم الرابع

اثم عليه لمن اتقى (آیت ۲۰۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت سے معلوم ہوا کہ دو دن یعنی بارہویں تاریخ کو مکہ مکرمہ آئے تب بھی کوئی بات نہیں ہے، اور اگر اس کے بعد آئے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عبد الرحمن يعمر الديلى قال اتيت النبى ﷺ هو بعرفة ... ايام منى ثلثة فمن تعجل فى يومين فلا اثم عليه ومن تأخر فلا اثم عليه (ابو داؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ۲۸۵، نمبر ۱۹۴۹) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ منی میں ٹھہرنے کے تین دن ہیں۔ لیکن دو دن میں بھی یعنی گیارہوں اور بارہویں دن رمی جمار کر کے واپس آسکتا ہے (۳) اثر میں ہے۔ عن ابن عمر كان يقول من غربت عليه الشمس وهو بمنى اوسط ايام التشريق فلا ينفرن حتى يرمى الجمار من الغد. (سنن للبیہقی، باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بارہویں کے بعد جو شام آتی ہے یعنی تیرہویں کی شام منی میں ہو جائے تو منی سے نہ جائے بلکہ وہاں ٹھہر جائے اور تیرہویں کو رمی کر کے جائے۔

ترجمہ: (۱۱۴۳) افضل یہ ہے کہ تیرہویں تاریخ کو بھی ٹھہرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ روایت کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صبر فرمایا یہاں تک کہ چوتھے دن تینوں جمرات کی رمی کی۔

تشریح : بہتر یہ ہے کہ تیرہویں تاریخ کو بھی منی میں ٹھہرے اور یہ چوتھی مرتبہ رمی ہے اس کو کر کے جائے، اگرچہ بارہویں کو آیت کی بنا پر جانے کی اجازت ہے، اس لئے کہ جتنا ہو سکے عبادت میں سبقت کرنا چاہئے۔

وجه :(۱) اس حدیث کے اشارہ سے حضورؐ کا چوتھے دن ٹھہرنا معلوم ہوتا ہے . عن ابن عمر أنه كان يأتى الجمار فى الايام الثلاثة بعد يوم النحر ما شيا ذاهبا و راجعا ، و يخبر أن النبى ﷺ كان يفعل ذالك (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۹) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر یوم النحر کے بعد تین دن تک یعنی تیرہویں تاریخ تک چل کر جمرات پر آتے تھے اور یہ بھی فرماتے کہ حضور بھی ایسا کرتے تھے، جس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ حضورؐ چوتھے دن بھی منی میں رہے اور رمی کی۔ (۲) اس حدیث میں بھی اس کا اشارہ ہے۔ جسکی طرف صاحب ھدایہ نے اشارہ کیا ہے۔ عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالى ايام التشريق يرمى الجمرة اذا زالت الشمس (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریک میں منی میں ٹھہرے رہے۔ اور تیرہویں تاریخ بھی ایام تشریق میں ہے اس لئے اشارے سے اس دن بھی رہنا ثابت ہوا۔

(۱۱۴۴)ولـه ان ينـفـر ما لم يطلع الفجر من اليوم الرابع فاذا طلع الفجر لم يكن له ان ينفر﴾ ل لدخول وقت الرمى ٢ وفيه خلاف الشافعیؒ (۱۱۴۵) وان قـدم الـرمـى فى هذا اليوم يعنى اليوم الرابع قبل الزوال بعدطلوع الفجرجازعندابى حنيفةؒ ﴾ لهذا استحسان

ترجمه: (۱۱۴۴) آدمی کے لئے یہ جائز ہے کہ جب تک چوتھے دن کی فجر طلوع نہ ہو وہ منی سے چلا جائے، پس جب فجر طلوع ہو جائے تو اس کے لئے اب وہاں سے جانا جائز نہیں۔

ترجمه: ل اس لئے کہ رمی کا وقت داخل ہو گیا۔

تشریح : اس عبارت میں اوپر کے مسئلے کے خلاف ہے، اوپر میں یہ کہا گیا کہ بارہویں تاریخ کے بعد جو شام ہے یعنی تیرہویں کی شام شروع ہو جائے تو اب منی سے واپس جانا ٹھیک نہیں، لیکن اس عبارت میں یہ فرماتے ہیں کہ تیرہویں تاریخ کی فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے منی سے جانا چاہے تو جا سکتا ہے، تیرہویں تاریخ کی رمی کئے بغیر جانے کی گنجائش ہے۔ لیکن تیرہویں تاریخ کی فجر طلوع ہو گئی [جو منی میں ٹھہرنے کا چوتھا دن ہے] تو اب اس کے لئے بغیر رمی کئے ہوئے جانا ٹھیک نہیں، اس لئے کہ فجر کے طلوع ہو نے کے بعد اس دن رمی کرنے کا وقت ہو چکا ہے، اور وقت ہونے کے بعد اس کو چھوڑ کر جانا اچھا نہیں ہے۔

ترجمه: ٢ اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ بارہویں کے بعد شام ہو جائے جسکو تیرہویں کی شام کہتے ہیں تو اب منی سے جانا اچھا نہیں ہے۔

وجه :(۱) عن ابن عمر كان يقول من غربت عليه الشمس وهو بمنى اوسط ايام التشريق فلا ينفرن حتى يرمى الجمار من الغد. (سنن للبیہقی، باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۶) اثر میں ہے کہ ایام تشریق کے وسط میں یعنی تیرہویں تاریخ کی شام منی میں ہو جائے تو اب تیرہویں تاریخ کی رمی کر کے جائے

ترجمه: (۱۱۴۵) اگر اس دن رمی پہلے کر دی [یعنی چوتھے دن میں] یعنی فجر کے طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے رمی کر لی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔

ترجمه: ل یہ استحسان کا تقاضا ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ، چوتھے دن میں یعنی تیرہویں تاریخ میں فجر طلوع ہونے کے بعد اور زوال سے پہلے پہلے رمی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ یہ استحسان کا تقاضا ہے۔

۲؎ وقالا لا يجوز اعتباراً بسائر الايام وانما التفاوت فی رخصة النفر فاذا لم يترخّص التحق بها ۳؎ ومذهبه مروی عن ابن عباسؓ ۴؎ ولانه لما ظهر اثر التخفيف فی هٰذا اليوم فی حق الترک فلان يظهر فی جوازه فی الاوقات كلها اولی ۵؎ بخلاف اليوم الاول والثانی حيث لا يجوز الرمی فيهما الا بعد الزوال فی المشهور من الرواية

وجه :(ا) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بارہویں تاریخ کو منی سے چلے جانے کی اجازت ہے اور اس بارے میں تخفیف ہوگئی تو زوال سے پہلے رمی کرنے کی بھی تخفیف ہوگی۔(۲) اس اثر میں بھی ہے۔ عن ابن عباس قال اذا انفتح النهار من يوم النفر الآخر فقد حل الرمی والصدر (سنن بیہقی، باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ تیرہویں کی صبح کو دن نکل آئے یعنی فجر طلوع ہو جائے تو رمی کرنا جائز ہے۔

ترجمہ: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ اور دنوں پر قیاس کرتے ہوئے جائز نہیں ہے، فرق صرف واپس جانے کی رخصت میں ہے، پس جب رخصت اختیار نہیں کیا تو پہلے دن کے ساتھ لاحق ہو جائے گا۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ تیرہویں تاریخ کو بھی زوال کے بعد ہی رمی کرے گا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تیرہویں تاریخ کو صرف اس بات کی گنجائش تھی کہ واپس مکہ مکرمہ چلا جائے، لیکن اگر نہیں گیا تو جس طرح گیارہویں اور بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد رمی کرے گا اسی طرح تیرہویں تاریخ کو بھی زوال کے بعد ہی رمی کرے گا۔

وجہ : (ا) اس کی وجہ یہ حدیث ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله يقول رايت رسول الله ﷺ يرمی علی راحلته يوم النحر ضحی فاما بعد ذلک فبعد زوال الشمس (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۷۸ نمبر ۱۹۷۱) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کو زوال کے بعد ہی رمی کرے، اس لئے تیرہویں تاریخ کو بھی زوال کے بعد ہی رمی کرے۔

ترجمہ : ۳؎ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔۔ یہ اثر اوپر گزر گیا ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اور اس لئے کہ جب اس دن چھوڑنے کے حق میں تخفیف ظاہر ہوئی تو اس بارے میں بھی بدرجہ اولے اثر ظاہر ہوگا کہ تمام وقتوں میں رمی کر لے۔

تشریح :۔ یہ امام صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ تیرہویں تاریخ کو رمی چھوڑ سکتا ہے تو اس تاریخ کو زوال سے پہلے بھی کر سکتا ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ جب تیرہویں تاریخ کو رمی چھوڑ سکتا ہے تو بدرجہ اولی تمام اوقات میں بھی کر سکتا ہے۔

ترجمہ: ۵؎ بخلاف پہلے دن اور دوسرے دن کے اس طرح کہ ان دنوں میں زوال کے پہلے رمی جائز نہیں ہے مشہور روایت میں یہی ہے۔

٦ لانہ لا یجوز ترکه فیهما فبقی علی الاصل المروی (١١٤٦) فاما یوم النحر فاول وقت الرمی فیه من وقت طلوع الفجر ﴾ ١ وقال الشافعیؒ اوله بعد نصف اللیل لما روی ان النبی علیه السلام رخّص للرعاء ان یرموا لیلا

ترجمه: ٦ اور اس لئے کہ ان دودنوں میں رمی چھوڑ نا جائز نہیں ہے تو اصل روایت پر باقی رہا۔

تشریح : اس عبارت میں پہلے دن سے مراد گیارہویں تاریخ ہے اور دوسرے دن سے مراد بارہویں تاریخ ہے، کہ مشہور روایت یہی ہے کہ ان دودنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ (ابوداود شریف، نمبر ۱۹۷۱) کی روایت ابھی اوپر گزری۔۔اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب گیارہویں اور بارہویں کو رمی چھوڑنا جائز نہیں ہے تو جو اصل روایت ہے، یعنی کہ زوال کے بعد رمی کرنا اسی پر بنیاد رہے گی اور ان دودنوں میں زوال سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں ہوگا۔

ترجمه : (١١٤٦) بہر حال دسویں ذی الحجہ کو تو رمی کا وقت فجر کے طلوع ہونے کے بعد سے ہے۔

تشریح : یوم النحر کا مطلب ہے دسویں ذی الحجہ، یعنی دسویں ذی الحجہ کو رمی کا وقت فجر کے طلوع ہونے سے پہلے شروع نہیں ہوتا بلکہ فجر کے طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔اس لئے فجر طلوع ہونے کے بعد رمی کرے، البتہ مستحب اور افضل یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرے، جیسا کہ آگے حدیث میں آرہا ہے۔

وجه : (۱) فجر طلوع ہونے کے بعد سے رمی کا وقت شروع ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے. عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ کان یأمر نسائه و ثقله من صبیحة جمع أن یفیضوا مع اول الفجر بسواد و ان لا یرموا الجمرة الا مصبحین ۔(سنن بیہقی، باب الوقت المختار لرمی جمرة العقبة، ج خامس، ص۲۱۶، نمبر ۹۵۶۷) اس حدیث میں ہے کہ صبح کے وقت یعنی فجر کے وقت رمی کرے، جس سے معلوم ہوا کہ فجر کے وقت سے رمی کا وقت شروع ہو جاتا ہے، (۲) لیکن مستحب اور افضل یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے . عن ابن عباس قال کان رسول اللہ یقدم ضعفاء أهله بغلس و یأمرهم یعنی : لا یرمون الجمرة حتی تطلع الشمس ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع، ص۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱ رترمذی شریف، باب ما جاء فی تقدیم الضعفة من جمع بلیل، ص۲۲۰، نمبر ۸۹۲) اس حدیث میں ہے کہ کمزور عورتیں جورات میں منی گئیں وہ بھی سورج نکلنے کے بعد ہی رمی کرے۔ (۳) دلیل عقلی یہ ہے کہ دسویں تاریخ کی فجر سے پہلے پہلے تک وقوف عرفہ کا وقت رہتا ہے اور رمی کا وقت وقوف عرفہ کے بعد ہے اس لئے بھی رمی کا وقت فجر طلوع ہونے کے بعد سے ہونا چاہئے۔

ترجمه: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رمی کا وقت آدھی رات کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے، اس لئے کہ روایت ہے کہ نبی علیہ

۲؎ ولنا قوله عليه السّلام لا ترموا جمرة العقبة الا مصبحين ويُروىٰ حتى تطلع الشمس فيثبت اصل الوقت بالاول والافضلية بالثانی

السلام نے چرواہوں کے لئے رخصت دی کہ رات کو رمی کرلیا کریں۔

تشریح :امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ مستحب تو یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرے، لیکن وقت آدھی رات کے بعد ہی سے شروع جاتا ہے۔اور انکی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے چرواہوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ رات کو رمی کرلیا کریں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدھی رات کے بعد ہی سے رمی کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

وجه : (۱)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے . عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ رخص للرعاء ان یرموا باللیل ، و أی ساعة من النهار شاء وا ۔(دار قطنی ، باب کتاب الحج ، ج ثانی ،ص ۲۴۲، نمبر ۲۶۵۹ رسنن بیہقی ، باب الرخصة فی ان یدعوا نھارا أو یرموا لیلا ان شاؤا، ج خامس ،ص ۲۴۶، نمبر ۹۶۷۶) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرواہے رات میں رمی کرلے تو یوم النحر کی رات میں رمی کرنے کی گنجائش ہوگی۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشةؓ أنها قالت أرسل النبی ﷺ بأم سلمة لیلة النحر فرمت الجمرة قبل الفجر ثم مضت فأفاضت ۔(ابوداؤد شریف، باب التعجیل من جمع ،ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۱) اس حدیث میں ہے کہ کمزور قسم کے لوگ فجر طلوع ہونے سے پہلے رمی کرسکتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ آدھی رات سے وقت شروع ہوجاتا ہے(۳) اس حدیث میں بھی ہے۔ حدثنی عبد الله مولی اسماء قال قالت لی اسماء و هی عند دار المزدلفة هل غاب القمر ؟ قلت : لا فصلت ساعة ثم قالت یا بنی ! هل غاب القمر ؟ قلت نعم قالت ارحل بی ، فارتحلنا حتی رمت الجمرة ثم صلت فی منزلها فقلت لها أی هنتاه ! لقد غلسنا قالت کلا ، ای بنی ! ان النبی ﷺ أذن للظعن ۔(مسلم شریف، باب استحباب تقدیم دفع الضعفة من النساء وغیرھن من مزدلفة الی منی،ص ۴۱۸، نمبر ۱۲۹۱/۳۱۲۲) اس حدیث میں ہے کہ چاند کے غائب ہونے کے بعد یعنی آدھی رات کو رمی کی۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی مت کرو مگر صبح کے وقت، اور ایک روایت میں ہے رمی مت کرو یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے، اس لئے اصل وقت پہلی حدیث سے ثابت ہوگی، اور افضل وقت دوسری حدیث سے ثابت ہوگی۔

تشریح :دو قسم کی حدیث ہیں ایک حدیث میں ہے کہ صبح کے وقت رمی کرو، حدیث یہ ہے۔ عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ رخص للرعاء ان یرموا باللیل ، و أی ساعة من النهار شاء وا ۔(دار قطنی ، باب کتاب الحج ، ج ثانی ،ص ۲۴۲، نمبر ۲۶۵۹ رسنن بیہقی ، باب الرخصة فی ان یدعوا نھارا أو یرموا لیلا ان شاؤا، ج خامس ،ص ۲۴۶، نمبر

۳؎ وتاويل ما روى الليلة الثانية والثالثة ۴؎ ولان ليلة النحر وقت الوقوف والرمى يترتب عليه فيكون وقته بعده ضرورةً ۵؎ ثم عند ابى حنيفةؒ يمتدّ هذا الوقت الى غروب الشمس لقوله ﷺ: اول نسكنا في هٰذا اليوم الرمى جعل اليوم وقتاله وذهابه بغروب الشمس

۹۶۷۶)اس حدیث سے یہ کہتے ہیں کہ اصل وقت صبح کے وقت شروع ہوتا ہے۔اور دوسری حدیث میں ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد رمی کرو،حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال كان رسول الله يقدم ضعفاء أهله بغلس و يأمرهم يعني : لا يرمون الجمرة حتى تطلع الشمس** ۔(ابوداؤد شریف،باب التعجیل من جمع ،ص ۲۸۴،نمبر ۱۹۴۱/ترمذی شریف،باب ماجاء فی تقدیم الضعفة من جمع بلیل ،ص ۲۲۰،نمبر ۸۹۲)اس حدیث کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد رمی کریں،اگر چہ صبح صادق سے رمی کرنا جائز ہے۔

ترجمه: ۳؎ اوراس روایت کی تاویل یہ ہے کہ دوسری اور تیسری رات کو رات میں ہی رمی کرسکتا ہے۔

تشريح : یہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب ہے،انہوں نے حدیث پیش کی تھی کہ چرواہوں کو رات میں رمی کرنے کی اجازت دی ہے تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ پہلے دن یعنی دسویں تاریخ کی رات کو گنجائش نہیں ہے بلکہ دوسری اور تیسری رات یعنی گیارہویں اور بارہویں رات کو رات میں رمی کرنے کی اجازت ہے،اس حدیث سے پہلی رات کو رمی کرنے کی گنجائش معلوم نہیں ہوتی۔

ترجمه: ۴؎ اوراس لئے کہ یوم النحر کی رات وقوف عرفہ کا وقت ہے اور رمی وقوف عرفہ پر مرتب ہوتی ہے اس لئے رمی کا وقت مجبورا یوم النحر کی رات کے بعد ہوگا۔

تشريح :یہ دلیل عقلی ہے کہ دسویں تاریخ کی صبح صادق تک وقوف عرفہ کا وقت ہے اور رمی وقوف عرفہ کے بعد ہوتی ہے اس لئے جب صبح صادق تک وقوف عرفہ کا وقت ہے تو اس کے بعد ہی رمی کا وقت ہونا چاہئے ،اس لئے مجبوری کے درجے میں بھی رمی کا وقت صبح صادق کے بعد ہوگا۔

ترجمه : ۵؎ پھر امام ابوحنیفہؒ کے یہاں رمی کا وقت سورج کے غروب ہونے تک ممتد ہوگا،حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ اس دن میں ہماری پہلی عبادت رمی ہے،تو یوم کو رمی کا وقت بتایا اور یوم سورج کے غروب ہونے سے ختم ہوجاتا ہے[اس لئے شام تک رمی کا وقت رہے گا]

تشريح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دسویں ذی الحجہ کو رمی کا وقت شام کے وقت ختم ہوجائے گا۔صاحب ھدایہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ حدیث کہیں نہیں مل رہی ہے،اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے حضورؐ نے دسویں تاریخ کو شام ہونے سے پہلے پہلے

۶؎وعن ابی یوسفؒ انه یمتد الیٰ وقت الزوال والحجة علیه ما روینا (۱۱۴۷) وان اخّر الی اللیل رماہ ولا شئ علیه﴾ ا؎لحدیث الرعاء

رمی کی ہے اس لئے شام سے پہلے رمی کا وقت ختم ہو جائے گا۔

وجه :حدیث یہ ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول الله ﷺ أتی منی فأتی الجمرة فرما ها ثم أتی منزله بمنی و نحر ثم قال للحلاق خذ و أشار الی جانبه الأیمن ، ثم الایسر ثم جعل یعطیه الناس ۔(مسلم شریف، باب السنة یوم النحر أن یرمی ثم ینحر ثم یحلق ،ص ۵۴۸ ،نمبر۱۳۰۵/۳۱۵۲/ابو داود شریف، باب الحلق والتقصیر ،ص ۲۸۸،نمبر۱۹۸۱) اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ کو رمی کی جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ شام تک رمی کا وقت ختم ہو جاتا ہے

ترجمه: ۶؎ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ رمی کا وقت دوسرے دن زوال تک ممتد ہے، اور اس پر حجت وہ حدیث ہے جو میں نے روایت کی۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ دسویں تاریخ کی رمی کا وقت گیارویں تاریخ کے زوال تک ہے۔

وجه : (۱)انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباسؓ قال کان النبی ﷺ یسأل یوم النحر بمنی فیقول ((لا حرج)) فسأله رجل فقال : حلقت قبل ان اذبح ؟ قال اذبح و لا حرج قال رمیت بعد ما أمسیت ؟ فقال لا حرج . (بخاری شریف، باب اذا رمی بعد ما امسی الخ ،ص ۲۳۴ ،نمبر۱۷۳۵)اس حدیث میں ہے کہ شام ہونے کے بعد رمی کی تو آپؐ نے فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے جسکا مطلب یہ ہوا کہ یوم النحر کے بعد جو رات آتی ہے اس میں رمی کرنے کا وقت ہے ۔اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے دن زوال تک رمی کا وقت ہے۔(۲)اس حدیث میں ہے کہ چرواہوں کو رات میں رمی کرنے کی اجازت ہے عن عمر ابن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ رخص للرعاء ان یرموا باللیل ، و أی ساعة من النهار شاء وا ۔(دار قطنی ،باب کتاب الحج، ج ثانی ،ص ۲۴۲،نمبر۲۶۵۹/سنن بیہقی، باب الرخصة فی ان یدعوا نهارا أو یرموا لیلا ان شاؤا، ج خامس ،ص ۲۴۶ ،نمبر۹۶۷۶)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چرواہے رات میں رمی کر لے تو یوم النحر کی رات میں رمی کرنے کی گنجائش ہوگی۔

ترجمه: (۱۱۴۷)اور اگر رات تک مؤخر کیا پھر بھی رمی کر لے اور اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ چرواہے والی حدیث کی وجہ سے۔

تشریح :امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شام تک رمی کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اس کے باوجود کسی نے گیارویں کی رات میں رمی کی تو رمی ہو جائے گی ،اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دو حدیث گزر چکی ہے ایک حضرت عبد اللہ ابن عباس والی حدیث اور دوسری چرواہے والی

(۱۱۴۸) وان اخره الى الغد رماه لانه وقت جنس الرمى وعليه دم ﴾ ا عندابى حنيفةؒ لتاخيره عن وقته كما هومذهبه (۱۱۴۹) قال فان رماها راكبا اجزاه ﴾ ا لحصول فعل الرمى (۱۱۵۰) وكل رمى بعده رمى فالافضل ان يرميه ما شيا والا فيرميه راكبا ﴾ ا لان الاول بعده وقوف ودعاء على ما ذكرنا فيرمى ما

حدیث جس میں تھا کہ دسویں کی رمی گیارہویں کی رات میں کی تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۱۴۸) اوراگر دوسرے دن تک مؤخر کیا تب بھی رمی کرے گا۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ یہ بھی رمی کی جنس سے ہے، لیکن اس پر دم لازم ہوگا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، کیونکہ اپنے وقت سے مؤخر کیا، جیسا کہ ان کا مذہب ہے۔

تشریح: کسی نے گیارہویں کی رات میں بھی یوم النحر کی رمی نہیں کی تو اب گیارہویں کے دن میں رمی کر لے، کیونکہ اس دن بھی دوسری رمی ہے تو یہ بھی چونکہ رمی کی جنس سے ہے اس لئے دسویں کی رمی گیارہویں کو کر لے، لیکن چونکہ وقت سے مؤخر کیا اس لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک دم لازم ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک گیارہویں کے زوال تک دسویں کی رمی کا وقت ہے اس لئے ان کے یہاں دم لازم نہیں ہوگا

وجه: (۱) عن ابن عباس قال من قدم شيئا من حجه أو أخره فليهرق لذالک دما ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یحلق قبل أن یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر میں ہے کہ کوئی چیز مقدم مؤخر کر دے تو اس پر دم لازم ہے۔

ترجمہ: (۱۱۴۹) پس اگر سوار ہو کر رمی کی تب بھی کافی ہو جائے گی۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ رمی کا فعل حاصل ہو گیا۔

تشریح: بہتر یہ ہے کہ چل کر رمی کرے لیکن اگر سواری پر سوار ہو کر رمی کی تو بھی جائز ہے اس لئے رمی تو ہوگئی۔

وجه: (۱) اس حدیث میں ہے۔ سمع جابر يقول رأيت النبى ﷺ يرمى على راحلته يوم النحر و يقول لتأخذوا مناسككم فانى لا ادرى لعلى لا احج بعد حجتى هذه ۔ (مسلم شریف، باب استحباب رمی جمرة العقبة یوم النحر راکبا، ص ۴۱۹، نمبر ۳۱۲۹۷ ۳۱۳۷/ ابوداود شریف، باب رمی الجمار، ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے دسویں تاریخ کو سواری پر رمی کی

ترجمہ: (۱۱۵۰) ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہے اس میں افضل یہ ہے کہ چل کر رمی کرے ورنہ تو سوار ہو کر رمی کرے۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ پہلی رمی کے بعد ٹھہرنا ہے اور دعا کرنا ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، اس لئے چل کر رمی کرے تا کہ گڑگڑا کر رونے کے زیادہ قریب ہو۔

شیا لیکون اقرب الی التضرع ۲؎ وبیان الافضل مروی عن ابی یوسفؒ (۱۱۵۱) ویکرہ ان لا یبیت بمنی لیالی الرمی﴾ ۱؎ لان النبی علیه السّلام بات بها

تشریح : دسویں تاریخ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرنی ہے اور اس کے بعد ٹھہرنا بھی نہیں ہے اس لئے سوار ہو کر رمی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے، اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور چوتھے دن تینوں جمروں کی رمی کرنی ہے اس لئے اس میں بہتر یہ ہے کہ چل کر رمی کرنے جائے کیونکہ پہلی رمی اور دوسری رمی کے بعد ٹھہر کر دعا کرنی ہے اور دیر تک گڑگڑا کر دعا کرنا چل کر آسان ہوگا کیونکہ سواری تو بھاگنے کی کوشش کرے گی اس لئے اس میں چل کر رمی کرنا افضل ہے۔

وجه : (۱) عن ابن عمر أنه كان يأتي الجمار في الايام الثلاثة بعد يوم النحر ما شيا ذاهبا و راجعا و يخبر أن النبي ﷺ كان يفعل ذالك ۔(ابوداود شریف، باب رمی الجمار، ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۹) اس حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر دوسرے دو دنوں میں چل کر رمی کرنے آتے اور فرماتے کہ حضورؐ ایسا کرتے تھے۔اس لئے ان دنوں میں چل کر آنا بہتر ہے۔

ترجمه: ۲؎ اور افضل کا بیان امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔

تشریح : دوسرے دنوں میں چل کر رمی کرنا افضل ہے یہ حضرت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔

ترجمه: (۱۱۵۱) اور مکروہ ہے کہ رمی کی راتوں میں منی میں نہ ٹھہرے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نبی علیہ السلام رمی کی راتوں منی میں ٹھہرے ہیں۔

تشریح : یہ یاد رہے کہ اسلامی تاریخ مغرب کے بعد سے شروع ہوتی ہے اور اگلی مغرب تک رہتی ہے، اس لئے رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں۔اور انگریزی تاریخ رات کے بارہ بجے کے بعد سے تاریخ شروع ہوتی ہے اور دوسری رات کے بارہ بجے تک رہتی ہے، یعنی پہلی آدھی رات پہلی تاریخ کے ساتھ اور دوسری آدھی رات اگلی تاریخ کے ساتھ ہوتی ہے۔اس اعتبار سے گیارہویں اور بارہویں کی رات اور ہو سکے تو تیرہویں کی رات منی میں گزارنی چاہئے، کیونکہ اس کے بعد دن میں رمی ہے۔

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ يسأل ابن عمر قال انا نبتاع باموال الناس فيأتي احدنا مكة فيبيت على المال؟ فقال اما رسول الله ﷺ فبات بمنى و ظل (ابوداؤد شریف، باب بیت بمکۃ لیالی منی ص ۲۷۷ نمبر ۱۹۵۸) اس حدیث میں ہے کہ رات گزاری اور ظل کا معنی ہے گزارتے رہے جس سے معلوم ہوا کہ دسویں، گیارہویں، اور بارہویں تاریخ میں جو ایام تشریق ہیں منی میں رات گزارنا سنت ہے۔(۲) اس حدیث میں ہے۔عن عائشة قالت افاض رسول الله ﷺ من آخر يومه حين صلى الظهر ثم رجع الى منى فمكث بها ليالي ايام التشريق يرمي الجمرة (ابوداؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۰ نمبر ۱۹۷۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایام تشریک میں منی میں ٹھہرے رہے۔

٢ وعمرؓ كان يؤدّب على ترک المقام بها (١١٥٢) ولو بات في غيرها متعمدا لا يلزمه شيءعندنا ١ خلافا للشافعیؒ ٢ لانه وجب ليسهل عليه الرمی فی ايامه فلم يكن من افعال الحج فتركه لا يوجب

ترجمه: ٢ اور حضرت عمرؓ منی میں نہ ٹھہرنے پر تادیب فرماتے تھے۔

وجه : (١)صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے. قال عمر بن الخطابؓ لا يبيتن أحد من الحاج ليالي منى من وراء العقبة ۔ (سنن بیہقی، باب لا رخصۃ فی البیوتۃ بمکۃ لیالی منی، ج خامس، ص٢٤٩، نمبر٩٦٩٠)اس اثر میں ہے کہ منی مکے کی حدود میں بھی چلا جائے تب بھی عقبہ جو منی کی گھاٹی ہے اس کے پیچھے ایام تشریق کی راتوں کو گزارنا ٹھیک نہیں۔

ترجمه: (١١٥٢) اور اگر منی کے علاوہ جان کر کہیں اور رات گزاری تو ہمارے نزدیک اس پر کوئی دم لازم نہیں ہے۔

تشریح : رمی کی راتوں میں منی میں رات گزارنی چاہئے لیکن جان کر کہیں اور گزار دی تب بھی اس پر دم لازم نہیں ہوگا۔اس لئے کہ یہ رات گزارنا سنت ہے، ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے اس لئے اس کے چھوڑنے پر دم لازم نہیں ہوگا

وجه : (١)اس کی وجہ یہ ہے کہ منی میں رات گزارنے کے لئے اس لئے کہا گیا ہے تا کہ رمی کرنے میں آسانی ہو، رات گزارنا اس لئے نہیں ہے کہ کوئی حج کی عبادت ہو جس کے چھوڑنے پر دم لازم ہو اس لئے اس کے چھوڑنے پر دم لازم نہیں ہوگا (٢) اس لئے کہ پانی پلانے والے کو رمی کی رات میں مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کی گنجائش دی ہے، حدیث یہ ہے. استأذن العباس رسول الله ﷺ أن يبيت بمكة ليالي منى من أجل سقايته فأذن له (ابوداود شریف، باب بیبت بمکۃ لیالی منی ص٢٨٦، نمبر١٩٥٩) اس حدیث میں ہے کہ پانی پلانے والے رمی کی رات میں مکہ میں گزارنے کی اجازت ہے۔

ترجمه: ١ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رمی کی رات میں منی میں رات نہیں گزاری تو اس نے واجب چھوڑی، کیونکہ اوپر کی حدیث کی وجہ سے انکے یہاں منی میں رات گزارنا واجب ہے۔

وجه : (١)انکی دلیل یہ ہے . قال عمر بن الخطابؓ لا يبيتن أحد من الحاج ليالي منى من وراء العقبة ۔(سنن بیہقی، باب لا رخصۃ فی البیوتۃ بمکۃ لیالی منی، ج خامس، ص٢٤٩، نمبر٩٦٩٠) اس اثر میں ہے کہ رمی کی رات میں منی کے علاوہ کہیں رات نہ گزارے۔(٢) دوسرے اثر میں ہے۔قال عمر من تقدم ثقله ليلة ينفر فلا حج له(مصنف ابن ابی شیبۃ ٤٢٢ من کرہ ان یقدم ثقلہ من منی، ج ثالث، ص٣٨٧، نمبر١٥٣٨٤) اس اثر میں ہے کہ کوئی اپنا سامان مکہ بھیج دے تو اس کا حج ہی نہیں تو منی میں نہ ٹھہرے تو حج کیسے ہوگا؟ اس کی بنا پر انکے یہاں منی میں ٹھہرنا واجب ہے۔

ترجمه : ٢ منی میں ٹھہرنا اس لئے واجب ہوا کہ ان دنوں میں اس پر رمی کرنا آسان ہو، اس لئے یہ حج کے افعال میں سے نہیں

الجابر (۱۱۵۳)قال ويكره ان يقدّم الرجل ثقله الى مكة ويقيم حتى يرمى ﴾ ۱؎ لما روى ان عمرؓ كان يمنع منه ويؤدب عليه ۲؎ ولانه يوجب شغل قلبه (۱۱۵۴) واذا نفر الى مكة نزل بالمحصّب وهو الا

ہوااس لئے اس کے چھوڑنے پر کوئی نقصان پورا کرنے والا لازم نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ رمی کے دنوں میں منی میں ٹھہرنے کے لئے اس لئے کہا گیا کہ وہاں رمی کرنا آسان ہو، اس لئے ٹھہرنا حج کی عبادتوں میں سے نہیں ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے دم وغیرہ لازم نہیں ہوگا

ترجمه: (۱۱۵۳) مکروہ ہے کہ انسان اپنے سامان کو مکہ مکرمہ منتقل کرے اور خود منی میں ٹھہرا رہے تاکہ رمی کرے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ اس سے منع فرماتے تھے اور اس پر تادیب فرماتے تھے۔

تشریح : خود منی میں ٹھہر کر رمی کرے اور اپنا سامان مکہ مکرمہ منتقل کر دے ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے ۔قال عمر من تقدم ثقله ليلة ينفر فلا حج له (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۲۲ من کرہ ان یقدم ثقلہ من منی، ج ثالث، ص ۳۸۷، نمبر ۱۵۳۸۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اپنا سامان مکہ مکرمہ منتقل کرنا مکروہ ہے تاہم اگر کر لیا تو دم لازم نہیں ہوگا۔ پچھلے زمانے میں آدمی اپنا سامان ساتھ رکھتے تھے۔ ہوٹل وغیرہ میں نہیں رکھتے تھے اس لئے سامان مکہ مکرمہ بھیج دے اور خود منی میں ٹھہرنے سے آدمی کا دل سامان پر لگا رہے گا اس لئے بھی مکروہ ہے۔ لیکن آج کل کی طرح پہلے سے سارا سامان مکہ مکرمہ کے ہوٹل میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ترجمه : ۲؎ اور اس لئے بھی کہ دل ادھر مشغول ہوگا۔

تشریح : اگر سامان مکہ مکرمہ میں ہو اور آدمی منی میں ہو اور آج کل ہوٹل ہونے کی طرح حفاظت کرنے والا کوئی نہ ہو تو ہر وقت دل ادھر مشغول رہے گا، اس لئے سامان مکہ مکرمہ بھیجنا مکروہ ہے۔

ترجمه: (۱۱۵۴) پس جب مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کرے تو مقام محصب پر اترے، وہ ابطح کا مقام ہے۔

تشریح : حضور نے منی سے واپسی پر مکہ کے قریب مقام محصب پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

وجه : (۱) آپؐ نے فرمایا کہ اس مقام پر کافروں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ اسلام مٹا دیں گے اس لئے اس مقام پر پڑاؤ ڈال کر بتلائیں گے کہ اسلام پھل پھول کر مکہ میں واپس آ گیا، اسی شکرانہ میں آپؐ اور صحابہ مقام محصب میں قیام پذیر ہوئے (۲) ان انس بن مالک حدثه عن النبی ﷺ انه صلى الظهر والعصر والمغرب والعشاء ورقد رقدة بالمحصب ثم ركب الى البيت فطاف به (بخاری شریف، باب من صلی العصر یوم النفر بالابطح ص ۲۳۷ نمبر ۱۷۶۴ مسلم شریف، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر وصلوۃ الظہر وما بعدھا بہ ص ۴۲۲ نمبر ۱۳۰۹/۳۱۶۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منی سے نکلنے کے بعد مقام محصب

بطح ﴾ ا ۔ وهو اسم موضع قد نزل به رسول الله ﷺ وكان نزوله قصداً هو الاصح حتى يكون النزول به سنة على ماروى انه عليه السلام قال لاصحابه انا نازلون غدا عندخيف خيف بنى كَنانة حيث تقاسم المشركون فيه على شركهم يشير الى جهدهم على هجران بنى هاشم فعرفنا انه نزل به اراءةً للمشركين لطيف صنع الله تعالىٰ به فصار سنة كالرمل فى الطواف

میں ٹھہرنا چاہئے۔

لغت: المحصب :منی اور مکہ مکرمہ کے درمیان یہ مقام ہے۔

ترجمہ : ا وہ جگہ ہے جہاں حضورؐ اترے تھے اور آپؐ کا اترنا قصدا تھا صحیح یہی ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں اترنا سنت ہے جیسا کہ روایت ہے کہ آپؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ہم کل خیف کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں مشرکین نے اپنے شرک پر قسمیں کھائی تھی، آپؐ کا اشارہ یہ تھا کہ انہوں نے بنی ہاشم سے قطع تعلق کرنے میں کوشش کی تھی ، پس ہم پہچان گئے کہ آپ کا محصب میں اترنا اللہ کی مہربانی کو مشرکین کو دکھلانا تھا، اس لئے یہ اترنا سنت ہو گیا، جیسے طواف میں رمل کرنا سنت ہو گیا۔

تشریح : بعض حضرات نے حضرت عائشہ کی حدیث کی وجہ سے یہ فرمایا کہ حضورؐ حجۃ الوداع میں منی سے واپس جا رہے تھے تو محصب میں جو ٹھہرے وہ قصد اور ارادے سے نہیں تھا بلکہ وہاں سے مکہ مکرمہ کے لئے نکلنا آسان تھا اس لئے وہاں ٹھہرے تھے۔ تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ دوسری حدیث میں ہے کہ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ مشرکین نے جہاں بنو ہاشم سے قطع تعلق کر نے میں کوشش کی تھی کل وہاں ٹھہرنا ہے تا کہ اللہ کے احسان کا شکریہ ادا کیا جائے۔

وجہ : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ حدثنا ابو هريرة قال قال لنا رسول الله ﷺ و نحن بمنى : نازلون غدا بخيف بنى كنانة حيث تقاسموا على الكفر . و ذالک ان قريشا و بنى كنانة حالفت على بنى هاشم و بنى المطلب أن لا يناكحوهم و لا يبايعوهم حتى يسلموا اليهم رسول الله ﷺ يعنى بذالک ، المحصب ۔(مسلم شریف، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر ،ص ۴۲۲، نمبر ۱۳۱۴/۳۱۷۵ / بخاری شریف، باب نزول بذی طوی قبل أن یدخل مکۃ ،ص ۲۳۷، نمبر ۱۷۶۸) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ محصب میں اس لئے ٹھہرے کہ کفار مکہ نے اس جگہ بنو ہاشم سے قطع تعلق پر اور کفر پر قسم کھائی تھی۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ آسانی سے نکلنے کے لئے محصب میں ٹھہرے تھے. عن عائشةؓ قالت انما كان منزلا ينزله النبى ﷺ ليكون اسمح لخروجه تعنى ابطح (بخاری شریف، باب المحصب ،ص ۲۸۴، نمبر ۱۷۶۵ / مسلم شریف، باب استحباب نزول المحصب یوم النفر ،ص ۴۲۲، نمبر ۱۳۱۲/۳۱۷۲) اس حدیث میں ہے کہ حضور محصب میں ارادہ کے طور

(۱۱۵۵) قال ثم دخل مكة وطاف بالبيت سبعة اشواطٍ لا يرمل فيها وهذا طواف الصدر ﴾ ا؎ ويسمى طواف الوداع وطواف اٰخر عهدٍ بالبيت لانه يودع البيت ويصدر به (۱۱۵۶) وهو واجب عندنا ﴾

پر نہیں ٹھہرے تھے بلکہ وہاں سے نکلنا آسان تھا اس لئے وہاں ٹھہرے تھے۔

ترجمہ: (۱۱۵۵) پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہو اور بیت اللہ کا طواف کرے سات شوط، اس میں رمل نہ کرے اور یہ طواف صدر ہے۔

تشریح: یوں تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے جتنے طواف کرے بہتر ہے، البتہ مکہ مکرمہ سے واپس ہوتے وقت آخری طواف کرے جس کو طواف صدر اور طواف وداع کہتے ہیں۔ اس طواف میں رمل نہ کرے۔

وجہ: (۱) اب مکہ مکرمہ اور بیت اللہ کو الوداع کہہ رہا ہے اس لئے وداعی طواف کرے اور اس میں رمل اس لئے نہیں کرے گا کہ رمل اور سعی ہر حج اور عمرہ میں ایک ہی مرتبہ سنت ہے دوبارہ نہیں۔ اور طواف قدوم یا طواف زیارت میں ایک مرتبہ رمل اور سعی کر چکا ہے اس لئے اب دوبارہ نہیں کرے گا (۲) اس طواف کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال امر الناس ان یکون آخر عهدهم بالبیت الا انه خفف عن الحائض (بخاری شریف، باب طواف الوداع ص ۲۳۶ نمبر ۱۷۵۵ مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض ص ۴۲۷ نمبر ۱۳۲۷/ ۳۲۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آفاقی پر طواف وداع واجب ہے۔ (۳) طواف وداع کے وقت عورت کو حیض آ جائے تو اس پر طواف وداع نہیں ہے اس سے ساقط ہو جاتا ہے، اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ؓ ان صفية بنت حيي زوج النبي ﷺ حاضت فذكرت ذالك لرسول الله ﷺ فقال أحابستناهي ؟ قالوا انها قد أفاضت ، قال : فلا اذا . (بخاری شریف، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت، ص ۲۳۷ نمبر ۱۷۵۷) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ عورت پر طواف وداع نہیں ہے۔

ترجمہ: ا؎ اس طواف کا نام طواف وداع ہے، اور حج کے زمانے کا آخری عمل طواف ہے اس لئے کہ بیت اللہ کو الوداع کہہ رہا ہے اور روانہ ہو رہا ہے

تشریح: اس طواف کا نام طواف وداع اس لئے ہے کہ اب بیت اللہ کو الوداع کہہ رہا ہے۔

ترجمہ: (۱۱۵۶) یہ طواف وداع ہمارے نزدیک واجب ہے۔

تشریح: طواف وداع کا مطلب ہے بیت اللہ چھوڑنے کا طواف۔ لیکن اہل مکہ چونکہ مکہ ہی میں ہیں اس لئے وہ بیت اللہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لئے ان کے لئے طواف وداع واجب نہیں ہے۔ وہ تو جب جب موقع ملے طواف کرتے رہیں گے۔

وجہ: (۱) واجب ہونے کی دلیل اوپر کی حدیث ہے (۲) عن ابن عباس قال كان الناس ينصرفون في كل وجه فقال رسول الله لا ينفرن احد حتى يكون آخر عهده بالبيت (مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض ص

١ خلافا للشافعیؒ ٢ لقوله علیہ السلام من حج هذا البیت فلیکن آخر عهده بالبیت الطواف ورخص النساء الحیّض (١١٥٧) الا علی اهل مکة ١ لانهم لا یصدرون ولا یودعون

---

٤٢٧ نمبر ١٣٢٧/٣٢١٩/ابوداؤد شریف، باب طواف الوداع، ص ٢٨١، نمبر ٢٠٠٥) اس حدیث میں امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے۔اس لئے بھی طواف وداع آفاقی کے لئے واجب ہوگا۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں۔

تشریح :امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ طواف وداع سنت ہے۔

وجہ :(١) انکی دلیل یہ ہے کہ حائضہ عورت پر طواف وداع نہیں ہے اگر یہ واجب ہوتا تو اسکے نہ کرنے پر کچھ نہ کچھ جرمانہ لازم ہونا چاہئے ،لیکن اس کے نہ کرنے پر جرمانہ لازم نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ طواف وداع سنت ہے۔حائضہ عورت پر طواف واجب نہ ہونے کی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔

ترجمہ: ٢ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ جس نے حج کیا تو آخری میں طواف کرنا چاہئے ،لیکن حائضہ عورت طواف نہ کرنے کی رخصت دی

وجہ : (١)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال امر الناس ان یکون آخر عهدهم بالبیت الا انه خفف عن الحائض (بخاری شریف، باب طواف الوداع ص ٢٣٦ نمبر ١٧٥٥/مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض ص ٤٢٧ نمبر ١٣٢٧/٣٢١٩) اس حدیث میں ہے کہ حائضہ کو طواف وداع کی رخصت ہے۔

ترجمہ: (١١٥٧) مگر مکہ والے پر [طواف وداع واجب نہیں]۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ وہ واپس نہیں جاتے اور نہ وہ بیت اللہ کو چھوڑتے ہیں۔

تشریح : وداع کا معنی ہے چھوڑنا اس لئے طواف وداع ان لوگوں پر جو بیت اللہ کو چھوڑے، مکہ مکرمہ والے بیت اللہ کو چھوڑ نہیں رہے ہیں وہ تو وہیں مقیم ہیں اس لئے ان لوگوں پر طواف وداع نہیں ہے۔۔صدر: واپس ہونا۔

وجہ : (١)اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔عن ابن عباس قال کان الناس ینصرفون فی کل وجه فقال رسول الله لا ینفرن احد حتی یکون آخر عهده بالبیت (مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض ص ٤٢٧ نمبر ١٣٢٧/٣٢١٩/ابوداؤد شریف، باب طواف الوداع، ص ٢٨١، نمبر ٢٠٠٥) اس حدیث میں ہے کہ کوئی بیت اللہ کو طواف کئے بغیر نہ چھوڑے، اور اہل مکہ چھوڑ نہیں رہا ہے اس لئے اس پر طواف وداع بھی واجب نہیں ہے، یوں کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ تو جب چاہیں طواف کرتے رہیں۔

۲؎ ولارمل فيه لما بينا انه شرع مرة واحدة ۳؎ ويصلى ركعتى الطواف بعده لما قدمنا (۱۱۵۸) وياتى زمزم ويشرب من مائها ﴿ ۱؎ لماروى ان النبى عليه السلام استقى دلوا بنفسه فشرب منه ثم اَفْرَغ باقى الدلو فى البير (۱۱۵۹) ويستحب ان ياتى الباب ويقبل العَتَبة وياتى الملتزم وهومابين الحجر الى الباب فيضع صدره ووجهه عليه ويَتشَبثُ بالاستار ساعة ﴾

ترجمه: ۲؎ اس میں رمل نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا، اس لئے کہ رمی ایک ہی مرتبہ مشروع ہوا ہے۔

تشریح: ہر حج اور ہر عمرے میں ایک مرتبہ رمل یعنی اکڑ کر چلنا ہے، اور اس سے پہلے طواف قدوم یا طواف زیارت میں کر چکا ہے، یہ تو جاتے وقت کا طواف ہے اس لئے اس میں نہ رمل ہے اور نہ سعی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

ترجمه: ۳؎ اس کے بعد طواف کی دو رکعت نماز پڑھے، جیسا کہ پہلے اثر بیان ہو چکا ہے۔

تشریح: طواف قدوم کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے جب جب طواف کیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔

وجه: (۱) حدیث یہ ہے۔ قلت للزهرى ان عطاء يقول تجزئه المكتوبة من ركعتى الطواف فقال السنة افضل لم يطف النبى ﷺ اسبوعا قط الا صلى ركعتين. (بخاری شریف، باب طاف النبی ﷺ وصلی لسبوعہ رکعتین ص ۲۲۰ نمبر ۱۶۲۳) اس حدیث مرسل میں ہے کہ جب جب طواف کیا تو دو رکعت نماز پڑھی۔

ترجمه: (۱۱۵۸) اور زم زم کے پاس آئے اور اس کا پانی پئے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے خود سے زم زم کنویں سے پانی کھینچا اور اس سے پیا، پھر ڈول کا باقی پانی کنویں میں ڈال دیا۔

تشریح: بہتر یہ ہے کہ ہر طواف ختم کرنے کے بعد زمزم کا پانی پئے، اور طواف وداع کے بعد بھی زمزم کا پانی پئے۔

وجه: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث تقریبا یہ ہے۔ دخلنا على جابر بن عبد الله....فأفاض الى البيت فصلى بمكة الظهر فأتى بنى عبد المطلب يسقون على زمزم فقال انزعوا بنى عبد المطلب ! فلولا أن يغلبكم الناس على سقايتكم لنزعت معكم فناولوه دلوا فشرب منه ۔ (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۴۰۰ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ طواف کے بعد حضورؐ نے زمزم کا پانی پیا۔

ترجمه: (۱۱۵۹) اور مستحب ہے کہ کعبہ کے دروازے پر آئے اور چوکھٹ چومے اور ملتزم پر آئے، اور ملتزم حجر اسود سے کعبہ کے دروازے تک ہے، پس اس پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھے اور ایک ساعت کعبہ کے پردوں سے لپٹا رہے۔

۱ ثم يعود الیٰ اهله هكذا روى ان النبى عليه السلام فعل بالملتزم ذلك **۲** قالوا وينبغى ان ينصرف وهو يمشى وراءه ووجهه الى البيت متباكياً متحسرًا على فراق البيت حتى يخرج من البيت فهذا بيان تمام الحج

ترجمه: ۱ پھر اپنے اہل کے پاس آئے چنانچہ روایت ہے کہ حضورؐ نے ملتزم پر ایسا ہی کیا۔

تشریح: حجر اسود سے لیکر کعبہ کے دروازے تک کے درمیان کو ملتزم کہتے ہیں، ملتزم کا ترجمہ ہے لپٹنا، چونکہ یہاں لپٹتے ہیں اس لئے اس کو ملتزم کہتے ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ جب وطن واپس جانے لگے تو ملتزم پر آکر اپنا سینہ اور چہرہ رکھے اور کعبہ کا جو پردہ اوپر سے لٹکا ہوا ہے اس کے ساتھ تھوڑی دیر لپٹ کر روئے۔۔

وجه: صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عمر و بن شعيب عن ابيه قال طفت مع عبد الله فلما جئنا دبر الكعبة قلت ألا تتعوذ ؟ قال نعوذ بالله من النار ثم مضى حتى استلم الحجر و اقام بين الركن و الباب فوضع صدره و وجهه و ذراعيه و كفيه هكذا و بسطهما بسطا ثم قال هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعله۔(ابوداؤد شریف، باب الملتزم ص۲۷۶ نمبر ۱۸۹۹/ابن ماجہ شریف، باب الملتزم، ص۴۲۹، نمبر ۲۹۶۲) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے ملتزم پر اپنا سینہ اور چہرہ رکھا اور ہاتھ کو پھیلایا۔

لغت: عتبۃ: چوکھٹ۔ یتشبث: چمٹے۔ استار: ستر کی جمع ہے، پردہ۔ ساعۃ: ایک گھڑی۔

ترجمه: ۲ مشائخ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ اس طرح بیت اللہ سے واپس لوٹے کہ چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو اور پیچھے ہٹتے ہوئے واپس لوٹے، روتے ہوئے اور بیت اللہ چھوڑنے پر حسرت کرتے ہوئے، یہاں تک کہ بیت اللہ سے نکلے۔ پس یہ حج کا پورا بیان ہے۔

تشریح: مشائخ فرماتے ہیں کہ جب بیت اللہ سے باہر نکلنے لگے تو بیت اللہ کی طرف چہرہ کرے اور پیچھے ہٹتے ہوئے باہر نکلے، اور بیت اللہ کے چھوڑنے پر روئے اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے باہر نکلے۔

وجه: (۱) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ عن ابراهيم قال يكره أن يسند الانسان ظهره الى الكعبة يستدبرها ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یسند ظہرہ الی الکعبۃ، ج ثالث، ص۳۹۱، نمبر ۱۵۴۲۳) اس اثر میں ہے کہ بیت اللہ کے طرف پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ (۲) عن طاوس قال: النظر الى البيت عبادة والطواف بالبيت صلاة (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی فضل النظر الی البیت، ج ثالث، ص۳۲۷، نمبر ۱۴۷۵۷) اس اثر میں ہے کہ بیت اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے، اس لئے بیت اللہ کو دیکھتے ہوئے باہر نکلے۔

فصل

(۱۱۶۰)وان لم يدخل المحرم مكة وتوجه الى عرفات ووقف فيها على ما بينا سقط عنه طواف القدوم ﴾ لـ لانه شرع فى ابتداء الحج على وجه يترتب عليه سائر الافعال فلا يكون الاتيان به على غير ذلك الوجه سنة

﴿فصل﴾

ترجمه: (۱۱۶۰) اگر محرم مکہ میں داخل نہ ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہو جائے اور وہاں اس طرح وقوف عرفہ کر لے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا تو اس سے طواف قدوم ساقط ہو جائے گا۔

تشریح: کوئی محرم مکہ نہ آیا اور احرام باندھ کر سیدھا عرفات چلا گیا تو اس کا حج ہو گیا۔ اب اس پر طواف قدوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور طواف قدوم کے چھوڑنے سے دم بھی لازم نہیں ہوگا۔

وجه: (۱) طواف قدوم مکہ آنے پر ہوتا ہے اور وہ مکہ آیا ہی نہیں اس لئے اس پر طواف قدوم نہیں ہے جیسے کوئی مسجد میں داخل ہوا ہی نہیں تو اس پر تحیۃ المسجد لازم نہیں ہوگی۔ اور چونکہ طواف قدوم سنت ہے اس لئے سنت چھوڑنے پر دم لازم نہیں ہوگا (۲) اخبرنی عروة بن مضرس الطائى قال اتيت رسول الله بالموقف يعنى بجمع قلت جئت يا رسول الله من جبلى طى اكللت مطبتى واتعبت نفسى والله ماتركت من حبل الا وقفت عليه فهل لى من حج فقال رسول الله من ادرک معنا هذه الصلوة واتى عرفات قبل ذلک ليلا او نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه. (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ص ۲۷۶ نمبر ۱۹۵۰ / ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ۱۷۹ نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں صحابی نے طواف قدوم نہیں کیا بلکہ براہ راست عرفہ چلے گئے اور مزدلفہ میں آکر حضور سے ملے پھر بھی آپؐ نے فرمایا کہ عرفات میں نویں ذی الحجہ کو ٹھہر گیا تو حج ہو گیا۔ نیز آپؐ نے طواف قدوم چھوڑنے پر دم لازم نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو سیدھا عرفہ چلا گیا اس پر طواف قدوم لازم نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ طواف قدوم سنت ہے۔ اس کو چھوڑنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ طواف قدوم حج کے شروع میں مشروع ہوا ہے اس طریقے پر کہ اس پر حج کے باقی افعال مرتب ہوں اس لئے اس کے علاوہ طریقے پر کرنے سے طواف قدوم سنت نہیں رہے گا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ، طواف قدوم سنت ہے، لیکن اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ حج کے تمام افعال کے شروع میں ہو اور حج کے باقی تمام افعال اس کے بعد آئے، لیکن یہاں وقوف عرفہ پہلے ہو گیا اس لئے اب طواف قدوم سنت نہ رہا اب تو عرفہ سے آئے گا تو طواف زیارت کرے گا، اور چونکہ طواف قدوم سنت ہے اس لئے اس کے چھوٹنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔ ۔ سائر: باقی افعال۔

(١١٦١)ولا شئ عليه بتركه ﴾ ١ لانه سنة وبترک السنة لا يجب الجابر (١١٦٢) ومن ادرک الوقوف بعرفة ما بين زوال الشمس من يومها الى طلوع الفجر من يوم النحر فقد ادرک الحج ﴾ ١ فاول وقت الوقوف بعد الزوال عندنا لما روى ان النبیﷺ وقف بعد الزوال وهذا بيان اول الوقت

ترجمه : (١١٦١) اورطواف قدوم کے چھوڑنے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه : ١ اس لئے کہ وہ سنت ہے اور سنت کے چھوڑنے سے تلافی واجب نہیں ہوتا ہے۔ جابر: نقصان پورا کرنے والی چیز۔

ترجمه: (١١٦٢) جس نے وقوف عرفہ پایا نویں ذی الحجہ کے سورج کے زوال کے بعد سے دسویں تاریخ کے طلوع فجر سے پہلے تک تو اس نے حج پالیا۔

تشریح: وقوف عرفہ فرض ہے اور اس کا وقت نویں ذی الحجہ کے سورج کے ڈھلنے کے بعد سے دسویں ذی الحجہ کے طلوع فجر سے پہلے پہلے تک ہے۔اس لئے اس دوران جس نے احرام کے ساتھ ایک منٹ کے لئے بھی وقوف عرفہ کرلیا اس کا حج ہوگیا۔اب فرض میں سے طواف زیارت باقی ہے جو کبھی بھی کرے گا تو فرض ادا ہو جائے گا اگر چہ بے وقت کرنے سے دم لازم ہوگا۔

وجه: (ا) اخبرنی عروة بن مضرس الطائی قال اتیت رسول الله بالموقف یعنی بجمع قلت جئت یا رسول الله من جبلی طی اکللت مطبتی و اتعبت نفسی و الله ماترکت من حبل الا وقفت علیه فهل لی من حج فقال رسول الله من ادرک معنا هذه الصلوة واتی عرفات قبل ذلک لیلا او نهارا فقد تم حجه و قضی تفثه. (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفة ص ٢٧٦ نمبر ١٩٥٠ رترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ١٧٩ نمبر ٨٩١) اس حدیث میں ہے کہ دسویں ذی الحجہ کی فجر سے پہلے دن یا رات میں وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج ہوگیا (٢) عن عبد الرحمن بن یعمر الدیلی قال اتیت النبیﷺ وهو بعرفة فجاء ناس او نفر من اهل نجد فامروا رجلا فنادی رسول الله کیف الحج فامر رجلا فنادی الحج الحج یوم عرفة ومن جاء قبل صلوة الصبح من لیلة جمع فتم حجه (ابوداؤد شریف، باب من لم یدرک عرفة ص ٢٧٦ نمبر ١٩٤٩ رترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ١٧٨ نمبر ٨٨٩) اس حدیث میں لیلة جمع سے مراد عرفات کے بعد کی رات ہے۔اس لئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نویں ذی الحجہ کا دن اور دسویں ذی الحجہ کی رات میں طلوع فجر سے پہلے ایک منٹ کے لئے وقوف عرفہ کرلیا تو حج پالیا۔۔لیلة جمع : مزدلفہ کی رات۔

ترجمه: ١ پس وقوف عرفہ کا اول وقت ہمارے نزدیک دسویں تاریخ کے زوال کے بعد ہے، کیونکہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام

۲؎ وقال علیہ السلام من ادرک عرفة بليل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفة بليل فقد فاته الحج فهذا بيان اخر الوقت ۳؎ ومالک ؒ ان كان يقول ان اول وقته بعد طلوع الفجرا وبعد طلوع الشمس فهو زوال کے بعد وقوف فرمایا ہے،اور یہ اول وقت کا بیان ہے۔

تشریح : عرفہ میں وقوف کا وقت نویں تاریخ کے زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے،اوراس کے بعد جورات آتی ہے جسکو دسویں تاریخ کی رات کہتے ہیں اس کی طلوع فجر سے پہلے تک وقت رہتا ہے۔

وجه : (۱)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔دخلنا على جابر بن عبد الله فسال عن القوم حتى انتهى الى .... حتى اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتى بطن الوادى فخطب الناس وقال ان دمائكم واموالكم حرام عليكم....ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر و لم يفصل بينهما شيء . (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۶ نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ ابوداؤد شریف، باب صفة حجۃ النبی ﷺ ص ۲۷۰ نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے زوال کے بعد وقوف عرفہ کیا۔اس لئے زوال کے بعد سے وقوف کا وقت شروع ہوتا ہے۔

ترجمه: ۲؎ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے وقوف عرفہ کو رات میں پایا اس نے حج کو پالیا اور جس سے رات میں عرفہ فوت ہو گیا اس سے حج فوت ہو گیا۔ یہ حدیث وقوف کے آخری وقت کا بیان ہے۔

وجه : حضورؐ کی اس حدیث کی وجہ سے پتہ چلا کہ وقوف کا آخری وقت طلوع فجر تک ہے،حدیث یہ ہے. عن عبد الرحمن ابن يعمر الديلمى قال : أتيت النبى ﷺ و هو بعرفة فجاء ناس ـ أو نفر ـ من أهل نجد فأمروا رجلا فنادى رسول الله ﷺ كيف الحج ؟ فأمر رجلا فنادى الحج : الحج يوم عرفة من جاء قبل صلاة الصبح من ليلة جمع فتم حجه ـ(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفة، ص ۲۸۴، نمبر ۱۹۴۹/ ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ۲۱۹، نمبر ۸۸۹) اس حدیث میں ہے کہ دسویں کی صبح سے پہلے وقوف عرفہ کیا تو حج ہو گیا، جس سے معلوم ہوا کہ دسویں کی صبح تک وقوف عرفہ کا وقت ہے۔(۲)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے .عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بليل فقد أدرک الحج و من فاته عرفات بليل فقد فاته الحج فليحل بعمرة و عليه الحج من قابل ـ(دارقطنی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۲، نمبر ۲۴۹۶) اس حدیث میں ہے کہ رات میں بھی وقوف عرفہ نہ کر سکے تو حج نہیں ہوگا، اور فجر تک رات ہے اس لئے فجر تک وقوف کا وقت ہوگا۔

ترجمه: ۳؎ امام مالکؒ اگر چہ فرماتے ہیں کہ اول وقت فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے، یا سورج کے طلوع ہونے کے بعد ہے لیکن اس پر حجت وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی۔

تشریح : امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ مستحب وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، لیکن اگر نویں ذی الحجہ کے فجر کے بعد کسی

محجوج عليه بمارويناه (۱۱۶۳) ثم اذا وقف بعدالزوال وافاض من ساعته اجزاه عندنا ﴿ لانه عليه السلام ذكر بكلمة او فانه قال الحج عرفة فمن وقف بعرفة ساعة من ليل او نهار فقد تم حجه وهى كلمة التخيير

نے احرام کے ساتھ ایک منٹ کے لئے وقوف عرفہ کرلیا تو اس کا حج ہو جائے گا۔

وجه : (۱) أخبرني عروة بن مضرس الطائی قال : أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعني بجمع.....فقال رسول الله ﷺ من ادرک معنا هذه الصلوة و أتى عرفات قبل ذالک ليلا أو نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه ۔(ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص ۲۸۵ ،نمبر ۱۹۵۰ رترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص ۲۱۹ ،نمبر ۸۸۹)اس حدیث میں ہے کہ دسویں تاریخ سے پہلے دن کو یا رات کو عرفہ میں آئے تو حج ہو جائے گا ،اس میں ہے کہ نویں کے دن کو آئے اور دن فجر کے طلوع ہونے سے شروع ہو جاتا ہے۔اس لئے نویں تاریخ کے فجر سے وقوف عرفہ کا وقت شروع ہو جائے گا۔

ترجمه : (۱۱۶۳) زوال کے بعد وقوف عرفہ کیا اور اسی گھڑی میں وہاں سے نکل آیا ہمارے نزدیک تب بھی وقوف عرفہ ہو جائے گا۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے ,او، کا لفظ استعمال کیا، چنانچہ فرمایا کہ حج عرفہ میں ہوتا ہے، جو عرفہ میں دن یا رات کی ایک گھڑی بھی ٹھہر جائے تو اس کا حج پورا ہو گیا، اور ,او، کا کلمہ اختیار کا ہے [اس لئے ایک گھڑی بھی ٹھہر جائے تو حج ہو جائے گا]

تشریح :نویں تاریخ کے زوال کے بعد اور دسویں تاریخ کی طلوع فجر سے پہلے پہلے تک میں چاہے ایک گھڑی بھی احرام کے ساتھ وقوف عرفہ کرلیا تو حج پورا ہو جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ وقوف عرفہ کا نام حج ہے، پھر فرمایا کہ دن یا رات میں وقوف کرلیا تو حج ہو گیا، اور ,او، کے لفظ سے پتہ چلا کہ دن یا رات کی کسی گھڑی بھی وقوف کرلیا تو حج ہو گیا، اس لئے ایک گھڑی بھی وقوف کرنا کافی ہے۔

وجه : (۱)صاحب ھدایہ کی حدیث دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، جسکی پہلی حدیث یہ ہے ۔ أن ناسا من أهل نجد أتوا رسول الله ﷺ و هو بعرفة فسالوه فأمر منا ديا فنادى : الحج عرفة ، من جاء ليلة جمع قبل طلوع الفجر فقد ادرک الحج ۔(ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ۲۱۹ ،نمبر ۸۸۹ ابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص ۲۸۵ ،نمبر ۱۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ حج عرفہ کا وقوف ہے (۲) دوسری حدیث یہ ہے، جس میں ہے ,لیلا او نھارا۔ أخبرني عروة بن مضرس الطائی قال : أتيت رسول الله ﷺ بالموقف يعني بجمع.....فقال رسول

۲؎ وقال مالكؒ لا يجزيه الا ان يقف في اليوم وجزءٍ من الليل ولكن الحجة عليه ما رويناه (۱۱۶۴) ومن اجتاز بعرفة نائما او مغمى عليه اولا يعلم انها عرفات جاز عن الوقوف ﴾

الله ﷺ من ادرک معنا هذه الصلوة و أتى عرفات قبل ذالک ليلا أو نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه ۔(ابو داود شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ،ص ۲۸۵،نمبر ۱۹۵۰ر ترمذی شریف، باب ما جاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ،ص ۲۱۹، نمبر ۸۸۹) اس حدیث میں ہے لیلا او نھارا، جس کا مطلب ہے کہ دن یا رات کی کسی گھڑی میں ٹھہر جائے تو وقوف عرفہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ امام مالکؒ نے فرمایا کہ وقوف عرفہ کافی نہیں ہوگا ، یہاں تک کہ دن میں بھی ٹھہرے اور رات کے کچھ حصے میں بھی ٹھہرے، لیکن ان پر ہماری پیش کردہ روایت حجت ہے۔

تشریح : امام مالکؒ نے فرمایا کہ دن کے کچھ حصے میں ٹھرے اور رات کے کچھ حصے میں ٹھہرے تب وقوف عرفہ ہوگا۔لیکن انکے خلاف وہ حدیث حجت ہوگی جو ابھی روایت کی ، دن یا رات میں ٹھہرے تو وقوف ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۱۱۶۴) جو عرفہ سے گزر گیا اس حال میں کہ وہ سویا ہوا ہے یا اس پر بیہوشی طاری ہے یا وہ نہیں جانتا ہے کہ یہ عرفہ ہے تو یہ گزرنا وقوف عرفہ کے لئے کافی ہو جائے گا۔

تشریح: احرام کے ساتھ عرفات کے اوقات میں عرفات سے گزر گیا لیکن اس کو پتہ نہیں چلا کہ یہ میدان عرفات ہے۔ مثلا وہ سواری پر سویا ہوا تھا یا اس پر بیہوشی طاری تھی یا اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ میدان عرفات ہے پھر بھی چونکہ احرام کے ساتھ اوقات عرفہ میں گزرا ہے اس لئے وقوف عرفہ ہو گیا اور اس نے حج پا لیا۔

وجہ : (۱) اخبرني عروة بن مضرس الطائي قال اتيت رسول الله بالموقف يعني بجمع قلت جئت يا رسول الله من جبلي طي اكللت مطبتي واتعبت نفسي والله ماتركت من حبل الا وقفت عليه فهل لي من حج؟ فقال رسول الله من ادرک معنا هذه الصلوة واتى عرفات قبل ذلک ليلا او نهارا فقد تم حجه و قضى تفثه. (ابو داؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ ص ۲۷۶ نمبر ۱۹۵۰ر ترمذی شریف، باب ما جاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ۱۷۹ نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ میں نے کتنے پہاڑوں کو چھان مارا تو کیا میرا حج اور وقوف عرفہ ہو گیا، عبارت یہ ہے والله ما تركت من حبل الا وقفت عليه فهل لي من حج؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس دوران میدان عرفات سے گزر گیا تو حج ہو جائے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر جانے کہ یہ میدان عرفات ہے وہاں سے گزر گیا تو حج ہو جائے گا (۲) اصل وقوف ہے چاہے میدان کا علم ہو یا نہ ہو (۳) عن عبد الله بن عمر قال اذا وقف الرجل بعرفة بليل قد تم حجه وان لم يدرک الناس بجمع (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۵۱ من قال اذا وقف بعرفۃ قبل ان یطلع الفجر فقد ادرک، ج ثالث ،ص ۲۱۸،نمبر ۱۳۶۷۳)

۱؎ لان ماهو الركن قد وجد وهو الوقوف ولا يمتنع ذلك بالاغماء والنوم كركن الصوم بخلاف الصلوٰة لانها لا تبقى مع الاغماء ۲؎ والجهل يخل بالنية وهى ليست بشرط لكل ركن (۱۱۶۵) ومن اغمى عليه فاهلّ عنه رفقاؤه جاز ۱؎ عند ابى حنيفةؒ

اس اثر میں ہے کہ عرفہ میں لوگوں کو نہ پایا اور وہاں سے گزر گیا تو حج پورا ہو گیا

نوٹ : بیہوشی کے عالم میں یا سونے کے عالم میں محرم ہونا چاہئے۔ یا کم از کم ساتھی دوست ان کی جانب سے احرام باندھ لے تو حج ہوگا۔ اور اگر ساتھی دوست نے بھی ان کی جانب سے احرام نہیں باندھا اور خود بھی احرام نہیں باندھ پایا تھا تو وقوف عرفہ کرنے سے حج نہیں ہوگا۔

لغت : مغمی علیہ : بیہوشی طاری ہوگئی اس پے، اغماء سے مشتق ہے۔ اجتاز : تجاوز سے مشتق ہے گزر گیا، تجاوز کر گیا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جو فرض ہے وہ پایا گیا اور وہ وقوف کرنا اور بیہوشی یا نیند سے یہ رکتا نہیں، جیسے روزے کا فرض بیہوشی یا نیند سے رکتا نہیں ہے، بخلاف نماز کے کہ وہ بیہوشی کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، حج کا اصل بنیاد وقوف ہے اور بیہوشی یا نیند کے باوجود وقوف تو پا گیا اس لئے حج ہو جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ روزہ کی حالت میں بیہوشی ہو یا نیند ہو پھر بھی روزے کا رکن رکنا پایا جاتا ہے تو روزہ ہو جاتا ہے، اسی طرح بیہوشی یا نیند کی حالت میں وقوف پا جائے تو وقوف ادا ہو جائے گا اور حج ہو جائے گا۔ البتہ نماز اس کے خلاف ہے کہ اگر نماز میں بیہوشی طاری ہوگئی یا گہری نیند آ گئی تو نماز باطل ہو جائے گی۔

ترجمہ: ۲؎ میدان عرفات کا نہ جاننا نیت میں خلل انداز ہوگا، اور وہ ہر رکن کے لئے شرط نہیں ہے۔

تشریح: ایک نیت ہے اصل حج کا اور وقوف عرفہ کرنے کا، احرام باندھنے کی وجہ سے وقوف عرفہ کی نیت پائی گئی، لیکن عرفات کا میدان کا علم نہ ہونے کی وجہ سے عرفات میں وقوف کی نیت نہیں ہو سکی تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ ہر رکن کے لئے الگ الگ نیت کی ضرورت نہیں ہے یہاں وقوف عرفہ کی اصل نیت وقوف کے لئے کافی ہے۔

اصول :وقوف عرفہ کے لئے اصل نیت کافی ہے، چاہے میدان کا علم نہ ہو۔

ترجمہ: (۱۱۶۵) کسی کو بیہوشی طاری ہوئی اور اس کی جانب سے اس کے رفیق سفر نے احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح : یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ حج کی نیت سے سفر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ احرام باندھنا چاہتا ہے اس لئے اسکی جانب سے رفیق سفر نے احرام باندھ لیا تو کافی ہے۔ اور صاحبینؒ کے یہاں اصول یہ ہے کہ، باضابطہ اجازت دے کر رفیق سفر سے احرام

٢؎ وقالا لا يجوز (١١٦٦) ولو امر انسانا بان يحرم عنه اذا اُغمی علیه او نام فاحرم المامورُ عنه صح بالاجماع حتی اذا افاق او استیقظ واتی بافعال الحج ﴾

بندھوایا تب احرام یا وقوف عرفہ کافی ہوگا ورنہ نہیں۔ ۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی آدمی پر بیہوشی طاری ہوئی اور اس کے رفیق سفر نے اس کی جانب سے احرام باندھ لیا اور اسی بیہوشی کے عالم میں عرفہ میں وقوف کرلیا تب بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج ہو جائے گا۔

اصول امام ابو حنیفہؒ : نیت کی دلالت بھی رفیق سفر کی اجازت کے لئے کافی ہے۔

اصول صاحبینؒ : صراحت سے اجازت دینا ضروری ہے، دلالت کافی نہیں۔

وجه : اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کی نیت سے سفر کرنا خود احرام باندھنے کی نیت ہے، اور بغیر اجازت کے ساتھیوں نے احرام باندھ لیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ بیہوش آدمی کی جانب سے احرام باندھنے کی اجازت ہے ورنہ تو اتنا لمبا چوڑا سفر بیکار ہو جائے گا اس لئے یہاں دلالۃ اجازت بھی اجازت سمجھی جائے گی اور حج ہو جائے گا۔

ترجمه: ٢؎ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ساتھیوں کو صراحۃ احرام باندھنے کا حکم نہیں دیا اس لئے بیہوش آدمی کی نیت شامل نہیں ہوئی اور بغیر نیت کے کوئی فرض ادا نہیں ہوتا اس لئے ساتھیوں کا احرام باندھنا جائز نہیں اور نہ بیہوش کا حج ادا ہوگا۔

ترجمه: (١١٦٦) اگر کسی آدمی کو حکم دیا کہ اس کی جانب سے احرام باندھ لے اگر اس پر بیہوشی طاری ہوگئی، یا وہ سو گیا، اور ماٗمور نے اس کی جانب سے احرام باندھ لیا تو سبکے نزدیک احرام صحیح ہو جائے گا، یہاں تک کہ جب بیہوشی سے افاقہ ہو یا وہ بیدار ہو اور حج کے افعال ادا کرلے تو جائز ہو جائے گا۔

تشریح : کسی آدمی نے ساتھیوں کو یہ کہہ رکھا تھا کہ اگر میں بیہوش ہو گیا یا سو گیا تو تم میری جانب سے احرام باندھ لینا، حسن اتفاق سے وہ سو گیا یا بیہوش ہو گیا اور اس کی جانب سے رفیق سفر نے احرام باندھ لیا سب اماموں کے نزدیک احرام صحیح ہو جائے گا اور بیہوش کا حج بھی صحیح ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے حکم دیا تو اس کی جانب سے احرام کی نیت پائی گئی اس لئے احرام بھی صحیح ہوگا اور اس حال میں وقوف کیا تو وہ بھی صحیح ہو جائے گا، اور باقی افعال ہوش میں آنے کے بعد کیا یا بیدار ہونے کے بعد کیا تو حج ہو جائے گا۔

وجه : (١) اس اثر میں ہے کہ بیہوش آدمی کی جانب سے اس کا ساتھی احرام باندھ لے اور لبیک کہے، اثر یہ ہے۔ عن ابراهیم فی الرجل یبلغ الوقت و هو مغمی علیه قال یلبی عنه ۔دوسری روایت میں ہے۔ عن عطا قال : یهل عنه (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یبلغ الوقت وھو مغمی علیہ، ج ثالث ، ص ٣٣٦، نمبر ١٤٨٥٧/١٤٨٥٨) اس میں ہے کہ میقات آگیا اور آدمی بیہوش ہے تو اس کا ساتھی اس کی جانب سے احرام باندھ لے، اور تلبیہ بھی پڑھ لے تا کہ اس کا یہ لمبا سفر بغیر حج کے نہ رہ جائے،

ا؎ اجاز لهما انه لم يحرم بنفسه ولا اذن لغيره به وهذا لانه لم يصرح بالاذن والدلالة تقف على العلم وجواز الاذن به لا يعرفه كثير من الفقهاء فكيف يعرفه العوام بخلاف ما اذا امر غيره بذالک صريحا ٢؎ وله انه لما عاقد هم عقد الرُفقة فقد استعان بكل واحد منهم فيما يعجز عن مباشرته بنفسه والاحرام هو المقصود بهذا السفر فكان الاذن به ثابتا دلالةً والعلم ثابت نظرا الى الدليل والحكم يدار عليه (۱۱۶۷) قال والمرأة فى جميع ذلک كالرجل ﴾

یہ شریعت کی جانب مجبوری کیوقت سہولت ہے

ترجمہ: ا؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس نے خود بھی احرام نہیں باندھا اور دوسروں کو بھی احرام باندھنے کی اجازت نہیں دی، اور یہ اس لئے کہ اجازت کی تصریح نہیں کی، اور دلالت علم پر موقوف ہوتی ہے اور اجازت کا جواز جاننے پر ہوتا ہے اور بہت سارے فقہاء بھی نہیں جانتے ہیں تو عوام کیسے جانے گا! بخلاف جبکہ دوسرے کو صراحة اجازت دے۔

تشریح : یہ صاحبین کی دلیل ہے کہ خود احرام نہیں باندھا اور دوسرے کو بھی صراحة اجازت نہیں دی اس لئے ساتھی کا احرام باندھنا صحیح نہیں ہوا۔ باقی رہا دلالت کے طور پر اجازت، تو اس کا حال یہ ہے کہ ساتھی کو اس مسئلے کا پتہ ہو کہ بغیر کہے بھی میرے احرام باندھنے سے ساتھی کا احرام ہو جائے گا تب دلالة اجازت کا اعتبار ہوگا، اور بڑے بڑے فقہاء کو اس مسئلے کا پتہ نہیں ہے تو عوام کو کیا پتہ ہوگا کہ میرے احرام باندھنے سے ساتھی کی طرف سے ہو جائے گا، اور جب عوام کو مسئلے کا ہی پتہ نہیں تو دلالت کا علم کیسے ہوگا! ہاں اگر صراحت کے طور پر اجازت دی تو اور بات ہے اور اس سے ساتھی کا احرام باندھنا جائز ہوگا کیونکہ اس میں حکم سے نیابت چلتی ہے۔

ترجمہ: ٢؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب ان لوگوں کے ساتھ رفیق ہونے کا عقد باندھا تو گویا کہ ہر ان باتوں میں مدد مانگی جن کو وہ خود کرنے میں عاجز ہے، اور اس سفر کا مقصود ہی احرام ہے۔ اس لئے دلالت کے طور پر اجازت ثابت ہوگی، اور دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے گویا کہ اس کو مسئلہ بھی معلوم ہوگا، اور حکم کا دار مدار اسی دلالت پر ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ جب ان ساتھیوں کے ساتھ حج کا سفر کیا تو اس کا مقصد ہی تھا احرام باندھنا، اور ساتھ چلنے کا مقصد ہی ہے کہ جو کام ضروری ہے اور خود نہ کر سکوں تو تم لوگ میری طرف سے کر لینا اس کی پوری اجازت ہے تا کہ یہ لمبا سفر بیکار نہ ہو جائے اس لئے دلالة اس کی اجازت ہے، اور احرام باندھنے کے لئے دلالة اجازت کافی ہے، اس لئے ساتھیوں نے احرام باندھ لیا تو احرام ہو جائے گا اور اسی بیہوشی کے عالم میں وقوف عرفہ کر لیا تو وہ بھی ادا ہو جائے گا۔

لغت :استعان: مدد مانگا۔ عاقد: معاہدہ کیا۔ رفقة: ساتھی، رفیق سفر۔ یدار علیہ: اس پر حکم لگایا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۱۶۷) عورت ان تمام مسائل میں مرد کی طرح ہے۔

لے لانها مخاطبة كالرجال (١١٦٨) غير انها لا تكشف رأسها ﴾لے لانه عورة وتكشف وجهها لقوله عليه السّلام احرام المرأة فی وجهها (١١٦٩) لو سدلت شيئا على وجهها وجافته عنه جاز ﴾لے هكذا روى عن عائشةؓ

ترجمه: لے اس لئے کہ عورت بھی مرد کی طرح مخاطب ہے۔

تشریح: جس طرح احکام مردوں پر لازم ہیں اسی طرح عورتوں پر بھی لازم ہیں۔ البتہ جہاں ان کے ستر یا نسوانیت کے خلاف ہے وہاں عورتوں کا مسئلہ مردوں سے الگ ہے۔ اسی میں یہ چند مسائل ہیں جو ذکر کئے جا رہے ہیں۔

ترجمه: (١١٦٨) علاوہ یہ کہ اپنے سر کو نہ کھولے۔

ترجمه: لے اس لئے کہ اس کا سر ستر عورت ہے۔ اور اپنے چہرے کو کھولے۔ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

تشریح : مرد احرام کی حالت میں سر کھولے گا لیکن عورت سر ڈھانکے گی۔ کیونکہ سر کھولنا ستر کے خلاف ہے۔ البتہ چہرہ کھولے گی۔ لیکن مرد سامنے آجائے تو چہرہ پھرا لیگی۔ تا کہ اجنبی مرد اس کے چہرے کو نہ دیکھے۔ یا چہرہ سے دور ہٹا کر اس طرح کپڑا لٹکائے گی کہ چہرے کے ساتھ مس نہ کرے البتہ مردوں سے پردہ بھی ہو جائے۔

حکمت: اس کی حکمت یہ ہے کہ باندی کے لئے چہرے پر کپڑا اڈالنا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے شریف اور آزاد عورت بھی اللہ کے دربار میں چہرہ کھول کر جائے تا کہ باندی اور آزاد دونوں اللہ کے حضور میں برابر ہو جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آزاد عورتیں ہر جگہ اپنا چہرہ کھولے پھریں اور ستر کے خلاف کام کریں۔

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ليس على المرأة احرام الا فی وجهها (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۵۷ نمبر ۲۷۳۴ رسنن بیہقی، باب المرأة لا تنتقب فی احرامها ولا تلبس القفازین، ج خامس ص ۷۵، نمبر ۹۰۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے اس لئے وہ کپڑا چہرے سے دور رکھے گی۔

ترجمه: (١١٦٩) اور اگر کوئی کپڑا اپنے چہرے پر لٹکا لے اس طرح کہ چہرے سے دور رہے تو جائز ہے۔

ترجمه: لے اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے

تشریح : احرام کی حالت میں عورت اپنے چہرے پر کپڑا نہ رکھے، لیکن اجنبی مرد کے سامنے چہرہ کھولنا بھی ٹھیک نہیں ہے، اس لئے اس کی دو صورتیں ہیں [۱] ایک صورت یہ ہے کہ چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکائے کہ چہرہ پر لٹکا رہے لیکن وہ چہرہ سے تھوڑا دور بھی رہے تا کہ کپڑا چہرہ سے دور رہے۔ [۲] دوسری صورت یہ ہے کہ چہرہ کھلا رکھے اور جب اجنبی آدمی سامنے آئے تو ادھر سے چہرہ ہٹا

٢ ولانه بمنزلة الاستظلال بالمحمل (١١٧٠)ولا ترفع صوتها بالتلبية﴾ ١ لما فيه من الفتنة (١١٧١) ولا ترمل ولا تسعى بين الميلين﴾ ١ لانه مخلّ بستر العورة

لے،حضرت عائشہؓ احرام کی حالت میں ایسا ہی کیا کرتیں تھیں۔

وجه : (١)صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ فاذا محرمات حاذوا بنا سدلت احدينا جلبابها من رأسها على وجهها فاذا جاوزونا كشفناه (ابوداؤد،باب فی المحرمة تغطی وجھھا ص ٢٦١ نمبر ١٨٣٣ / باب المحرمة تسدل الثوب علی وجھھا ،ص ٤٢٥ ،نمبر ٢٩٣٥)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرمہ عورت چہرہ کھلا رکھے اور کوئی اجنبی مرد سامنے آئے تو چہرہ سے دور کرکے چادر وغیرہ چہرہ پر لٹکا دے اس طرح سے کہ کپڑا چہرے سے مس نہ ہو۔(٢)اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے. أن عليا كان ينهى النساء عن النقاب و هن حرم و لكن يسدلن الثوب عن وجوههن سدلا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی النقاب للمحرمۃ ،ج ثالث ،ص ٢٨١،نمبر ١٤٣٢٦)اس اثر میں ہے کہ چہرےسے دور رکھ کر کپڑا لٹکالے۔

ترجمه: ٢ اور اس لئے بھی کہ کجاوے سے سایہ حاصل کرنے کے درجے میں ہے۔

تشریح : کپڑا چہرے سے دور رہا تو ایسا ہوا کہ جیسے کجاوے سے سایہ حاصل کر رہا ہو،اور کجاوہ سے سایہ حاصل کرنا جائز ہے،اسی طرح دور رکھ کر کپڑا لٹکانا بھی جائز ہوگا۔ استظلال:ظل سے مشتق ہے،سایہ حاصل کرنا۔محمل:اونٹ کا کجاوہ۔

ترجمه : (١١٧٠)اور تلبیہ میں اپنی آواز بلند نہ کرے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ اس کی آواز بلند کرنے میں فتنہ ہے۔

وجه : عورت کی آواز میں مرد کے لئے کشش ہوتی ہے اس لئے وہ زور سے تلبیہ پڑھے گی تو اجنبی مرد اس کی طرف متوجہ ہونگے۔اس لئے عورت زور سے تلبیہ نہ پڑھے وہ آہستہ آہستہ پڑھے(٢)عن ابن عمر قال لا تصعد المرأة فوق الصفا والمروة ولا ترفع صوتها بالتلبية (دارقطنی ،کتاب الحج ج ثانی ص ٢٥٩ نمبر ٢٤٧١ رسنن للبیھقی ،باب المرأۃ لاترفع صوتھا بالتلبیۃ ج خامس ص ٧٢،نمبر ٩٠٣٩)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت تلبیہ میں آواز بلند نہیں کرے گی۔

ترجمه: (١١٧١)طواف میں اکڑ کر نہیں چلے گی اور نہ میلین اخضرین کے درمیان دوڑے گی۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ یہ ستر عورت میں مخل ہے۔

تشریح : مرد طواف قدوم میں پہلے تین شوط میں رمل کرتے ہیں اور اکڑ کر چلتے ہیں لیکن اکڑ کر چلنا عورت کے ستر کے خلاف ہے اس لئے وہ رمل نہیں کرے گی۔اسی طرح صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت میلین اخضرین میں عورت نہیں دوڑے گی کیونکہ یہ

(۱۱۷۲) ولا تحلق ولكن تقصر لـ لماروى ان النبى ﷺ نهى النساء عن الحلق وامرهن بالتقصير ٢ ولان حلق الشعر فى حقها مُثْلَة كحلق اللحية فى حق الرجال **(۱۱۷۳) وتلبس من المخيط ما بدا لها** لـ لان فى لبس غير المخيط كشف العورة

اس کے ستر کے خلاف ہے،اور ستر کھلنے کا خطرہ ہے۔

وجه: (ا) عن ابن عمر قال ليس على النساء رمل بالبيت ولا بين الصفا والمروة . (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۵۸ نمبر ۲۷۰۴، باب نمبر ۲۹۴ رسنن للبیہقی ، باب المرأة تطوف وتسعى ليلا اذا كانت مشهورة بالجمال ولا رمل علیھا ج خامس ص ۷۷،نمبر ۹۰۵۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت نہ رمل کرے گی اور نہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑے گی۔

لغت: میلین اخضرین : صفا اور مروہ کے درمیان دو ہری بتیاں لگی ہوئی ہیں جہاں سعی کرنے والے تیز چلتے ہیں۔

ترجمه: (۱۱۷۲) اور عورت سر کا حلق نہ کرائے گی،لیکن قصر کرائے۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورت کو حلق سے روکا اور اسکو قصر کرنے کا حکم دیا۔

تشريح: حج میں رمی یا ذبح کے بعد محرم سر منڈاتے ہیں یا عمرے میں سعی کے بعد سر منڈواتے ہیں لیکن عورت اس وقت سر نہیں منڈوائے گی بلکہ صرف ایک انگلی کے برابر اپنے بال کاٹ کر احرام کھولیگی

وجه: (ا) بال منڈوانے سے عورت گنجی ہو جائے گی جو اس کی زینت کے خلاف ہے اس لئے صرف قصر کرے گی (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ان ابن عباس قال قال رسول الله ليس على النساء حلق انما على النساء التقصير .(ابو داؤد باب الحلق والتقصير ص ۲۷۹ نمبر ۱۹۸۴ رترمذی شریف باب ماجاء فی کراہیة الحلق للنساء ص ۱۸۲ نمبر ۹۱۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت حلق نہ کرائے وہ صرف تقصیر کرائے اور پورے بھر بال کٹوا کر حلال ہو جائے۔

لغت: حلق : سر کو منڈوانا۔ قصر : کچھ بال رکھنا کچھ کو کٹوانا۔

ترجمه: ٢ اور اس لئے کہ عورت کے حق میں بال حلق کرانے میں مثلہ ہے جیسے کہ مرد کے حق میں ڈاڑھی حلق کرانے میں۔

تشريح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ جس طرح مرد ڈاڑھی کا بال حلق کرائے تو یہ ایک قسم کا مثلہ ہے اسی طرح عورت سر کا بال حلق کرائے تو یہ مثلہ ہے اس لئے عورت احرام کھولتے وقت قصر کرائے گی،حلق نہیں کرائے گی۔

ترجمه : (۱۱۷۳) سلا ہوا جو کپڑا ابھی چاہے عورت پہن سکتی ہے۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ بغیر سلے ہوئے کپڑے پہننے میں ستر عورت کھلنے کا خطرہ ہے۔

تشريح : عورت کا پورا بدن ستر عورت ہے،اب اگر احرام کی حالت میں سلا ہوا کپڑا نہ پہنے تو اس کے ستر کھلنے کا خطرہ ہے اس

۲ قالوا ولا تستلم الحجر اذا كان هناک جمع لانها ممنوعة عن مماسّة الرجال الا ان تجد الموضع خالياً (۱۱۷۴) قال ومن قلّد بدنةً تطوعًا او نذرًا او جزاء صيد او شيئا من الاشياء وتوجه معها يريد الحجّ فقد احرم ﴿ لقوله ﷺ من قلد بدنة فقد احرم

لئے وہ سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔

وجه : (۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے. عن عبد الله بن عمر أنه سمع رسول الله ﷺ نهى النساء في احرامهن عن القفازين و النقاب و ما مس الورس و الزعفران من الثياب و لتلبس بعد ذالک ما أحبت من الوان الثياب معصفرا أو خزا أو حليا أو سراويل أو قميصا أو خفا ۔(ابوداود شریف، باب مایلبس المحرم، ص ۲۶۸، نمبر ۱۸۲۷) اس حدیث میں ہے کہ عورت قمیص پہن سکتی ہے جو سلا ہوا ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ عورت سلا ہوا کپڑا پہن سکتی ہے۔

ترجمه: ۲ مشائخ نے فرمایا کہ اگر بھیڑ ہو تو حجر اسود کو نہ چومے، اس لئے کہ مرد کے چھونے سے ممنوع ہے مگر یہ کہ جگہ خالی پائے۔

تشریح : مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ اگر حجر اسود کے پاس بھیڑ ہو تو عورت کو چاہئے کہ حجر اسود کا بوسہ نہ لے، کیونکہ اس صورت میں مرد سے مماس ہوگا اور اجنبی مردوں کو چھونا لازم آئے گا جو ممنوع ہے، ہاں جگہ خالی ہو تو عورتیں حجر اسود کو چومے، اس کی اجازت ہے۔

وجه : (۱) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے . انها كانت عند عائشة زوج النبي ﷺ ام المؤمنين ؓ فدخلت عليها مو لا ة لها فقالت لها يا ام المؤمنين طفت بالبيت سبعا و استلمت الركن مرتين أو ثلاثا فقالت لها عائشة ؓ : لا أجرک الله لا أجرک الله تدافعين الرجال الا كبرت و مررت ۔(سنن بیہقی، باب الاستلام فی الزحام، ج خامس، ص ۱۳۱، نمبر ۹۲۶۸) اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے اپنی باندی کو بھیڑ میں حجر اسود کو چومنے سے منع فرمایا۔

ترجمه : (۱۱۷۴) کسی نے اونٹ کو قلادہ ڈالا، چاہے وہ نفلی ہدی ہو یا نذر کا ہو یا شکار کا بدلہ ہو یا اور کسی چیز کی ھدی ہو اور اس کے ساتھ حج کے ارادے سے چل پڑا تو احرام بندھ جائے گا۔

ترجمه: ۱ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ جس نے بدنے کو قلادہ ڈالا تو احرام بندھ گیا۔

تشریح : تین باتیں ہوں [۱] اونٹ پر قلادہ ڈالا ہو، [۲] حج یا عمرے کی نیت ہو [۳] اور اونٹ کے ساتھ چل پڑے، تو احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے احرام خود بخود ہو جائے گا، اب اس کو احرام کے احکام کی رعایت کرنی چاہئے ۔۔ ھدی کی کئی

۲ ولان سوق الهدی فی معنی التلبية فی اظهار الاجابة لانه لا يفعله الا من يريد الحج او العمرة واظهار الاجابة قد يكون بالفعل كما يكون بالقول فيصير به محرما لا تصال النية بفعل هو من

صورتیں ہیں نفلی ہدی ہو، یا نذر کی ہدی ہو، شکار کیا تھا اس کے بدلے میں ہدی بھیج رہا ہو، یا حج تمتع کیا ہے اس کی ہدی ہو، یا قران کیا ہے اس کی وجہ سے ہدی لازم ہوئی، غرض کہ کسی قسم کی ھدی قلادہ ڈال کر ہانکے اور حج یا عمرے کی نیت کی ہو تو چاہے تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے احرام ہو جائے گا۔ اور اگر حج یا عمرے کی نیت کے بغیر ہدی کے ساتھ چلا تب بھی احرام نہیں ہوگا، کیونکہ احرام کی نیت نہیں کی۔

اصول : احرام کے لئے نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھے تو احرام ہو جائے گا، یا کوئی ایسا کام کرے جو خاص احرام اور حج کے لئے ہی ہو تو اس سے بھی احرام بندھ جائے گا۔

نوٹ : آگے کے سارے مسائل اس وقت ہیں جبکہ حج یا عمرے کی نیت کر کے احرام کا تلبیہ نہ پڑھا ہو۔ اور اگر حج یا عمرے کی نیت کر کے احرام کا تلبیہ پڑھ لیا تو اس تلبیہ سے بھی احرام بندھ جائے گا چاہے ہدی ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو۔

وجہ : (۱) احرام کبھی قول یعنی تلبیہ سے باندھا جاتا ہے، اور کبھی فعل سے باندھا جاتا ہے یہاں قلادہ ڈالنے کے فعل سے باندھا گیا، اس لئے اس سے بھی احرام ہو جائے گا۔ (۲) اس اثر میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے. عن ابن عباس قال اذا قلد الهدی و صاحبه یرید العمرة أو الحج فقد أحرم ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یقلد أو یجلل أو یشعر وھو یرید الاحرام، ج خامس، ص ۱۲۴، نمبر ۱۲۶۹۷) اس اثر میں ہے کہ جو ہدی پر قلادہ ڈال کر حج یا عمرے کی نیت سے چلا تو اس نے احرام باندھ لیا۔ (۳) اس آیت میں قلادہ کی اہمیت ہے کیونکہ قلادہ ڈالنا ہدی کا شعار ہے۔ جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس و الشهر الحرام و الهدی و القلائد ۔ (آیت ۹۷، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں قلادہ ڈالنے کی اہمیت ہے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے کہ ہدی کا ہانکنا قبولیت کے جواب دینے میں تلبیہ کا معنی رکھتا ہے، کیونکہ یہ کام وہی کرتا ہے جو حج یا عمرے کا ارادہ رکھتا ہو، اور قبولیت کا اظہار کبھی فعل سے ہوتا ہے جیسا کہ قول سے ہوتا ہے، اس لئے نیت کے متصل ہونے کی وجہ سے قلادہ ڈالنے سے محرم ہو جائے گا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج میں آنے کے لئے پکارا تھا اس کا جواب تلبیہ پڑھ کر دیتے ہیں کہ ہم حج کے لئے حاضر ہیں، لیکن یہ تلبیہ کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے ہوتا ہے یعنی ایسی حرکت کرنے سے ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ حج میں حاضر ہونے کی بات کر رہا ہے، اور ہدی کو قلادہ ڈالنا اس بات کے لئے خاص ہے کہ وہ حج یا عمرے میں جانا ہی چاہتا ہے، کوئی اور قلادہ نہیں ڈالتا اس لئے حج یا عمرے کی نیت کے ساتھ قلادہ ڈال کر چلے تو احرام ہو جائے گا۔

خصائص الاحرام ٣؎ وصفة التقليد ان يربط على عنق بدنته قطعة نعلٍ او عروة مزادة اولحاء شجرة (١١٧٥) فان قلدها وبعث بها ولم يَسُقها لم يصر محرما ﴾ ١؎ لما روى عن عائشةؓ انها قالت كنت اَفْتِلُ قلائد هدى رسول الله عليه السّلام فبعث بها واقام فى اهله حلالا

ترجمه: ٣؎ قلادہ ڈالنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے بدنہ کی گردن میں جوتے کا ٹکڑا، یا لوٹے کا دستہ، یا درخت کی چھال باندھ دے۔

تشریح: گلے میں ہار لٹکانے کو قلادہ کہتے ہیں، بدنہ کی گردن میں جوتے کا ہار، یا لوٹے کے ٹکڑے کا ہار یا درخت کی چھال کا ہار ڈالے اس کو قلادہ کہتے ہیں، اہل عرب بدنہ کی گردن میں قلادہ دیکھتے تھے تو سمجھ جاتے کہ یہ حرم کی ہدی ہے اس لئے اس کو چراتے نہیں تھے اور احترام کرتے تھے۔

لغت: قلادۃ: قلد سے مشتق ہے، ہار لٹکانا۔ بدنۃ: اونٹ یا گائے جسکو ہدی کے طور پر مکہ مکرمہ بھیجا جائے۔ یربط: باندھنا، لٹکانا۔ نعل: جوتا، چپل۔ عروۃ: لوٹے کا دستہ، جس سے لوٹے کو پکڑتے ہیں۔ مزداۃ: اخروٹ سے کھیلنے کا گڑھا۔ عروۃ مزداۃ: سے مراد ہے اخروٹ کے ٹکڑے، یا لوٹے کے دستے۔ اہل عرب مٹی کے لوٹے درمیان میں سوراخ کر کے اس کا ہار بناتے اور ہدی کی گردن میں لٹکا دیتے تھے۔ لحاء: درخت کی چھال۔

ترجمه: (١١٧٥) پس اگر ہدی کو قلادہ ڈالا اور اس کو مکہ مکرمہ بھیج دیا اور اس کو خود نہیں ہانکا تو محرم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ فرماتیں ہیں کہ میں رسول اللہ کی ہدی کے قلادے کے لئے رسی بانٹا کرتی تھیں، اور حضورؐ اس کو بھیجتے اور خود اپنے اہل میں حلال رہکر مقیم رہتے تھے۔

تشریح: اگر ہدی کو قلادہ ڈال کر کسی کے ساتھ بھیج دیا اور خود اپنے اہل وعیال کے اندر مقیم رہے تو اس سے محرم نہیں بنے گا۔

وجه: (١) اس کی وجہ یہ ہے کہ قلادہ ڈال کر حج یا عمرے کی نیت کر کے ہدی کے ساتھ چلنا احرام باندھنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ ہدی کے ساتھ چلا ہی نہیں اس لئے احرام پر دلالت نہیں ہوئی اس لئے احرام بھی نہیں باندھا جائے گا۔ (٢) حدیث میں اس کا ثبوت ہے. **عن عائشةؓ قالت كنت افتل القلائد للنبى ﷺ فيقلد الغنم و يقيم فى أهله حلالا** ۔(بخاری شریف، باب تقلید الغنم، ص ٢٧٥، نمبر ١٧٠٢ر مسلم شریف، باب استحباب بعث الھدی الی الحرم لمن لا یرید الذھاب بنفسہ، ص ٥٥٤، نمبر ١٣٢١ر ٣٢٠١) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ ہدی بھیجتے اور پھر گھر پر حلال ہو کر رہتے، جس سے معلوم ہوا کہ صرف ہدی بھیجنے سے احرام نہیں ہوگا۔

لغت: افتل: فتل سے مشتق ہے، بانٹنا۔ بعث: بھیجا۔

(۱۱۷۶) فـان تـوجـه بعد ذلک لم يَصر محرما حتى يلحقها ﴾ ل لان عـنـد التوجه اذا لم يكن بين يديه هـدى يسـوقه لم يوجد منه الا مجرد النية وبمجرد النية لا يصير محرما (۱۱۷۷) فاذا ادركها وساقها او ادركها فقد اقترنت نيته بعملٍ هو من خصائص الاحرام فيصير محرما ﴾ ل كما لو ساقها فى الابتداء (۱۱۷۸) قال الا فى بدنة المتعة فانه محرم حين توجه ﴾

ترجمه: (۱۱۷۶) اوراگراس کے بعد چلاتو وہ محرم نہیں ہوگا جب تک کہ ہدی کے ساتھ مل نہ جائے۔

تشریح : اگر ہدی پہلے بھیج دیااور بعد میں حج یا عمرے کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوتو اس سے محرم نہیں بنے گا،ہاں جا کر ہدی سے مل جائے تب محرم بنے گا۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدی ساتھ نہیں ہےتو صرف حج یا عمرے کی نیت ہےاورصرف حج کی نیت سے محرم نہیں ہوگا جب تک کہ ہدی ساتھ نہ ہو، یا پھر تلبیہ پڑھ کر باضابطہ احرام نہ باندھے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوتے وقت جب اس کے سامنے ہدی نہ ہوجسکو وہ ہانک رہا ہوتو نیت کے علاوہ اور کچھ نہیں پائی گئی،اورصرف نیت سے محرم نہیں ہوگا۔

تشریح : ہدی آگے بھیج دی اور بعد میں خود حج یا عمرے کے ارادے سے نکلاتو چونکہ ہدی ساتھ نہیں ہےاس لئے ابھی صرف حج کی نیت ہےاورصرف نیت سے محرم نہیں ہوگا جب تک کہ ہدی نہ ہانکے۔

ترجمہ: (۱۱۷۷) پس اگر ہدی پالیااوراس کو ہانکا، یا صرف اس کو پالیا تو نیت عمل کے ساتھ مل گئی جو احرام کی خصوصیت میں سے ہےتو اب محرم ہوجائے گا۔

ترجمہ: ل جیسا کہ شروع میں ہانکتا۔

تشریح : ہدی بھیجنے کے بعد میں یہ حج یا عمرے کی نیت سے چلا اور راستے میں ہدی پالی اور ہدی کو خود ہانکا، یا ہدی کو پالی تو اس سے محرم ہوجائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کی نیت کے ساتھ ساتھ ہدی کا ہانکنا پایا گیا،اور ہدی کا ہانکنا احرام کی خصوصیت میں ہےاس لئے نیت کے ساتھ عمل بھی مل گیا اس لئے اب محرم ہوجائے گا۔اوراگر گھر سے نکلنے کے بعد نیت کے ساتھ احرام کا تلبیہ پڑھ لیا تب بھی محرم بن جائے گا

ترجمہ: (۱۱۷۸) مگرتمتع کے بدنے میں اس لئے کہ روانہ ہوتے ہی محرم ہوجائے گا۔

تشریح : اگر آدمی تمتع یا قران کرنے کی نیت رکھتا ہواوراس کی ھدی کا بدنہ آگے بھیج دےاور بعد میں گھر سے حج کی نیت سے روانہ ہوتو چاہے ابھی ھدی نہ پایا ہواور ھدی نہ ہانکا ہوتب بھی روانہ ہوتے ہی محرم ہوجائے گا۔

۱؎ معناه اذا نوى الاحرام وهذا استحسان ووجه القياس فيه ما ذكرنا ۲؎ ووجه الاستحسان ان هذا الهدى مشروع على الابتداء نسكا من مناسک الحج وضعاً لانه يختص بمكة ويجب شكرا للجمع

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ھدی حج کے دونسک ،یعنی حج اور عمرے کو جمع کرنے کے شکر یے میں دی جا رہی ہے،اور حرم میں ہی اس کو ذبح کرنا ہے اس لئے یہ مخصوص ھدی ہے اس لئے اس کے لئے روانہ ہوتے ہی محرم ہو جائے گا، چاہے ھدی ابھی نہ پایا ہو۔اس کے برخلاف دوسری ھدی مثلا نفلی ھدی، یا شکار کے بدلے میں جو ھدی ہے یہ شکر کے طور پر نہیں ہے،اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ حرم میں ہی ذبح ہو اس لئے یہ بہت مخصوص ہدی نہیں ہے اس لئے اس کو آگے بھیجا تو صرف اس کی طرف روانہ ہونے سے محرم نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو پا نہ لے اور اس کو ہانکے نہیں ۔(۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے . ان ابن عمرؓ قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة .....فلما قدم النبى ﷺ مكة قال للناس : من كان منكم أهدى فانه لا يحل من شىء حرم منه حتى يقضى حجه و من لم يكن منكم اهدى فليطف بالبيت و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج ۔(بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ،ص ۲۷۳،نمبر ۱۶۹۱/ابوداود شریف، باب فی الاقران،ص ۲۶۵،نمبر ۱۸۰۵)اس حدیث میں ہے کہ جس کے پاس ھدی ہو وہ ھدی ذبح کرنے کے بعد حلال ہو اس سے پہلے محرم رہے گا،جس سے معلوم ہوا کہ اس ھدی کی خاص خصوصیت ہے جسکی وجہ سے اس کے لئے روانہ ہوتے ہی آدمی محرم ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر روانہ ہوتے وقت احرام کی نیت کی ہو،اور یہ استحسان کا تقاضا ہے،اور قیاس کا تقاضا وہ جو میں نے پہلے ذکر کیا۔

تشریح : متن کا مطلب بتا رہے ہیں کہ تمتع کا بدنہ آگے بھیج دیا پھر حج یا عمرے کی نیت کر کے روانہ ہوا تو اس سے محرم بنے گا،اور اگر حج یا عمرے کی نیت کئے بغیر روانہ ہوا تو اس سے محرم نہیں بنے گا، یہ استحسان کا تقاضا ہے، ورنہ قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ صرف روانہ ہونے سے احرام نہیں ہوگا جب تک کہ ہدی کو پا نہ لے۔

ترجمہ: ۲؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہدی حج کی عبادت میں سے ایک عبادت کے طور پر شروع ہی سے مشروع ہے اس لئے کہ یہ مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے اور حج کی دو عبادتوں کو جمع کرنے کی وجہ سے شکر یہ کے طور پر واجب ہوئی ہے،اور دوسری قسم کی ہدی کبھی جنایت کرنے کی وجہ سے واجب ہوتی ہے،اور یہ بھی ہے کہ مکہ مکرمہ تک نہ پہونچے،اس لئے تمتع کی ہدی میں روانہ ہونا احرام کے لئے کافی ہے،اور دوسری ہدی میں حقیقت میں مل جانے پر موقوف ہوگا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔استحسان کے طور پر یہ فرمایا کہ روانہ ہوتے ہی احرام بندھ جائے گا،اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ تمتع اور

بين اداء النسكين وغيره قد يجب بالجناية وان لم يصل الى مكة فلهذا اكتفى فيه بالتوجه وفى غيره توقف على حقيقة الفعل (۱۱۷۹) فان جَلّل بدنة او اشعرها او قَلّد شاةً لم يكن محرما ﴿۱﴾ لان التجليل لدفع الحر والبرد والذبان فلم يكن من خصائص الحج

قران کی ہدی خاص طور پر حج کی عبادت کے لئے ہے اور دو عبادتوں کو جمع کرنے کی وجہ سے شکرانہ کے طور پر ہے اور مکہ مکرمہ میں ذبح ہونا ضروری ہے اس لئے استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ حج کی نیت سے روانہ ہوتے ہی احرام بندھ جائے گا۔ اور دوسری ہدی کا حال یہ ہے کہ یا تو جنایت کی ہدی ہے اس لئے حج کی خصوصیت نہیں رہی، یا نفلی ہدی ہے اس لئے اس میں حج کی خصوصیت نہیں رہی اس لئے اس میں روانہ ہوتے ہی احرام نہیں بندھے گا بلکہ جا کر ہدی سے ملے گا تب احرام بندھے گا۔

اصول:۔ حج کی جو خاص پہچان ہے اس کو کرنے سے احرام بندھ جائے گا۔

لغت: نسک: حج کی عبادت کو نسک کہتے ہیں۔ حقیقۃ الفعل: حقیقت میں ہدی سے مل جائے اس کو حقیقت فعل کہا ہے۔ جنایۃ: جرم۔

ترجمہ: (۱۱۷۹) پس اگر بدنے پر جل ڈالی یا اس کو شعار کیا یا بکری کو قلادہ پہنایا تو وہ محرم نہ ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ کیونکہ جل ڈالنا گرمی، سردی سے بچانا اور مکھیوں کو دور کرنے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے یہ حج کی خصوصیت میں سے نہیں ہوا۔

تشریح: [۱] بدنے پر قلادہ کے بجائے جل ڈالا اور حج یا عمرے کی نیت سے اس کے ساتھ چلا [۲] یا بدنے کا شعار کیا یعنی کوہان کو پھاڑا اور اس کے ساتھ چلا، [۳] یا بکری کو قلادہ ڈالا اور اس کے ساتھ چلا تو اس سے احرام نہیں باندھا جائے گا، ہاں احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے گا تو احرام ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کام خاص احرام کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کسی اور کام کے لئے بھی ہوتا ہے، مثلا بدنے پر جل ڈالنا کوئی ضروری نہیں کہ احرام کے لئے ہو بلکہ اس لئے بھی ہو سکتا ہے کہ بدنے کو سردی سے یا گرمی سے بچانا ہے، یا مکھیوں کو دور رکھنا ہے، اس لئے احرام کی خصوصیت نہیں ہوئی اس لئے اس کے ساتھ چلے گا تو احرام نہیں ہوگا۔ یا مثلا اونٹ کے کوہان کو پھاڑنا کبھی علاج کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ بھی احرام کی خصوصیت نہیں رہا، اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں تو شعار مکروہ ہے اس لئے انکے یہاں تو اور بھی یہ احرام کی خصوصیت نہیں رہا، اسی طرح بکری کو قلادہ ڈالنا کبھی اس لئے بھی ہوتا ہے تاکہ بکری بھاگے نہیں اس لئے یہ بھی احرام کی خصوصیت نہیں ہے اس لئے اس بکری کے ساتھ چلا تو احرام نہیں ہوگا۔

وجہ: بکری کو قلادہ پہنانا اس کے لئے ہدی ہونے کی خصوصیت نہیں ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن سعيد بن جبير قال الابل تقلد و تشعر، و البقر تقلد و لا تشعر، و الغنم لا تقلد و لا تشعر.** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الاشعار

(۱۱۸۰) والاشعار مكروه عند ابی حنيفةؒ ۱؎ فلا يكون من النسک فی شئ ۲؎ وعندهما ان كان حسنا فقد يفعل للمعالجة بخلاف التقليد لانه يختص بالهدی ۳؎ وتقليد الشاة غير معتاد وليس بسنة

أواجب هو ام لا؟، ج ثالث، ص۲۷۱، نمبر ۱۳۲۰۸) اس اثر میں ہے کہ بکری کو قلادہ نہیں پہنایا جاتا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ اس کا شعار نہیں ہے۔

لغت : جلل: جل ڈالنا اسی سے تجلیل ہے۔ بدنۃ: ہدی کے لئے اونٹ یا گائے۔ اشعر: شعار کرنا، اونٹ کے کوہان کو پھاڑنا زمانہ جاہلیت میں قافلے کولوٹتے بہت تھے، اور قلادہ ڈالیں تو کبھی ٹوٹ بھی سکتا ہے اس لئے حج کرنے والے بدنہ کو شعار کرتے تھے تاکہ یہ نشان دیر تک رہے اور کوئی اس کو تکلیف نہ پہونچائے۔ الذبان: ذباب کی جمع ہے، مکھی۔

ترجمہ: (۱۱۸۰) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شعار کرنا مکروہ ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے وہ کوئی عبادت نہیں ہوگی۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے یہاں بدنے کا شعار کرنا مکروہ ہے اس لئے یہ حج کی خاص عبادت نہیں ہوئی، اور جب حج کی عبادت نہیں ہوئی تو شعار کر کے اس کے ساتھ چلا تو احرام نہیں بندھے گا۔

وجہ : (۱) شعار کے مکروہ ہونے کی دلیل تو نہیں ملی البتہ شعار کوئی ضروری نہیں ہے اس کے لئے یہ اثر ہے . عن ابن عباس قال ان شئت فأشعر الهدی و ان شئت فلا تشعر ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الاشعار أواجب هو ام لا؟، ج خامس، ص۲۷۱، نمبر ۱۳۲۰۹) اس اثر میں ہے کہ چاہے تو شعار کرے اور چاہے تو شعار نہ کرے، اسی سے امام ابو حنیفہؒ نے استدلال کیا ہے کہ شعار کرنا اچھا نہیں ہے، یا انکے ملک میں اتنا گہرا شعار کرتے تھے کہ جانور کو کافی تکلیف ہوتی تھی اس لئے اس گہرے شعار کو مکروہ کہا ہے ورنہ تو شعار حضورؐ نے کیا ہے اسلئے یہ مکروہ کیسے ہوگا!

ترجمہ: ۲؎ اور صاحبینؒ کے یہاں اگر چہ شعار حسن ہے لیکن کبھی علاج کے لئے بھی کیا جاتا ہے، بخلاف قلادہ ڈالنے کے اس لئے کہ وہ ہدی کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح : صاحبینؒ کے یہاں بدنے کو شعار کرنا اچھا ہے، لیکن چونکہ کبھی علاج کے لئے بھی شعار کرتے ہیں اس لئے احرام کی خصوصیت نہیں رہا اس لئے شعار کر کے ہدی کے ساتھ چلا تو احرام نہیں باندھا جائے گا۔

وجہ : (۱) شعار جائز ہے اور اچھا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ نے شعار فرمایا ہے، حدیث یہ ہے۔ عن المسور بن مخرمة و مروان قالا : خرج النبی ﷺ من المدينة فی بضع عشرة مائة من أصحابه حتی اذا كا نوا بذی الحليفة قلد النبی ﷺ الهدی و أشعره و أحرم بالعمرة . (بخاری شریف، باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ثم أحرم، ص۲۷۴، نمبر ۱۶۹۴/ رباب اشعار البدن وتقلیدہ عند الاحرام، ص۵۲۸، نمبر ۱۲۴۳/۳۰۱۶) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے بدنے کا شعار کیا۔

ایضاً (۱۱۸۱) قال والبدن من الابل والبقر ﴾ا وقال الشافعیؒ من الابل خاصة لقوله ﷺ فی حدیث الجمعة فالمستعجل منهم کالمهدی بدنة والذی یلیه کالمهدی بقرةفصّل بینهما

ترجمه: ۳ے اور بکری کو قلادہ عادۃ نہیں ہے اور سنت بھی نہیں ہے۔[اس لئے یہ بھی حج کی خصوصیت نہیں ہوئی]

تشریح: بکری کو قلادہ ڈال کر چلا تو محرم نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ عادۃ بکری کو قلادہ نہیں ڈالتے اس لئے یہ حج کی خصوصیت نہیں ہوئی اس لئے اس کو لیکر چلنے پر احرام نہیں بندھا جائے گا۔اور یہ جو فرمایا کہ بکری کو قلادہ ڈالنا سنت نہیں ہے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حضور بکری کو قلادہ ڈالا کرتے تھے، حدیث یہ ہے۔ عن عائشةؓ قالت کنت افتل القلائد للنبی ﷺ فیقلد الغنم و یقیم فی أهله حلالا ۔(بخاری شریف، باب تقلید الغنم ،ص ۲۳۰،نمبر ۱۷۰۲ر مسلم شریف، باب استحباب بعث الهدی الی الحرم لمن لا یرید الذهاب بنفسه ،ص ۵۵۴،نمبر ۳۲۰۱/۱۳۲۱) اس حدیث میں ہے کہ بکری کو قلادہ ڈالتے تھے۔

ترجمه: (۱۱۸۱) اور بدنہ اونٹ اور گائے دونوں کا ہوتا ہے۔

تشریح: بدنہ بدن سے مشتق ہے، اس کا ترجمہ ہے بڑا بدن والا، چونکہ اونٹ بڑے بدن والا ہوتا ہے اس لئے اس کو بدنہ کہتے ہیں، لیکن کبھی کبھار گائے بیل کو بھی بدنہ کہہ دیا کرتے ہیں اس لئے بکری کے مقابلے میں یہ بھی بڑا بدن والا ہوتا ہے اس لئے دونوں کی قسم کی حدیثیں ہیں، کسی میں صرف اونٹ کو بدنہ کہا ہے اور کسی میں اونٹ اور گائے دونوں کو بدنہ کہا ہے۔

وجه: (۱) اس حدیث میں اونٹ اور گائے دونوں کو بدنہ کہا ہے . عن جابر بن عبد الله قال اشترکنا مع النبی ﷺ فی الحج و العمرة کل سبعة فی بدنة فقال رجل لجابر : أیشترک فی البدنة ما یشترک فی الجزور ؟ قال : ما هی الا من البدن ۔(مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الهدی الخ ،ص ۵۵۳،نمبر ۳۱۸۸/۱۳۱۸) اس حدیث میں ماهی الا من البدن، سے معلوم ہوا کہ گائے بھی بدنہ ہے، اس لئے گائے کو بھی بدنہ کہا جائے گا۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے. عن جابر قال خرجنا مع رسول الله ﷺ مهلین بالحج فأمرنا رسول الله ﷺ أن نشترک فی الابل و البقر کل سبعة منا فی بدنة ۔(مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الهدی الخ ،ص ۵۵۳،نمبر ۳۱۸۶/۱۳۱۸) اس حدیث میں , کل سبعة منا فی بدنة ، سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے بھی بدنے میں سے ہے۔

ترجمه: ۱ے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ خاص طور پر اونٹ ہی کو بدنہ کہا جاتا ہے جمعہ کی حدیث میں حضور علیہ السلام کی حدیث کی وجہ سے کہ جمعہ میں جلدی آنے والے بدنہ ہدی دینے والے کی طرح ہے، اور جو اس کے بعد آئے وہ گائے ہدی دینے والے کی طرح ہے، تو اس حدیث میں گائے اور بدنہ میں فرق کیا۔

تشریح: جمعہ والی حدیث میں یہ ہے کہ جو پہلے جمعہ میں آئے تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جیسے بدنہ ہدی کرنے والے کو ثواب ملے

۲ ولنا ان البدنة تُنبئ عن البدانة وهی الضخامة وقد اشترکا فی هذا المعنی ولهذا یجزی کل واحد منهما عن سبعة ۳ والصحیح من الروایة فی الحدیث کالمهدی جزورا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

باب القِرَان

گا، اور جو اس کے بعد آئے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسے گائے ہدی کرنے والے کو ثواب ملے گا، اور اس حدیث میں بدنے اور گائے میں فرق کیا ہے اس لئے گائے بدنے میں داخل نہیں ہے۔

وجہ : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃ أن رسول الله ﷺ قال من اغتسل یوم الجمعة غسل الجنابة ثم راح فکأنما قرب بدنة ، و من راح فی الساعة الثانیة فکأنما قرب بقرة ۔ (بخاری شریف، باب فضل الجمعۃ، ص۱۴۲، نمبر ۸۸۱) اس حدیث میں ہے کہ جو پہلے جمعہ میں گیا اسکو بدنے کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد گیا اس کو گائے کا ثواب ملے گا، جس سے معلوم ہوا کہ بدنے میں گائے شامل نہیں ہے صرف اونٹ کو بدنہ کہتے ہیں ۔ (۲) دوسری حدیث میں بھی ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال نحرنا مع رسول الله ﷺ عام الحدیبیة البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة ۔ (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدیا الخ ص۵۵۳، نمبر ۱۳۱۸/۳۱۸۵) اس حدیث میں بدنے کے سات حصے کو الگ کیا، اور بقر یعنی گائے کے سات حصے کو الگ کیا جس سے معلوم ہوا کہ گائے بدنے میں سے نہیں ہے صرف اونٹ بدنے میں داخل ہے۔

ترجمہ : ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ بدنہ بدانت سے ہے جسکا معنی ہے ضخامت اور اونٹ اور گائے دونوں اس میں شریک ہیں اس لئے دونوں ہی میں سات حصے کافی ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، بدنہ بدانت سے مشتق ہے جسکا ترجمہ ہے بڑے بدن والا اور گائے بھی بڑے بدن والی ہوتی ہے اس لئے وہ بھی بدنہ میں شامل ہے، یہی وجہ ہے کہ جس طرح اونٹ میں سات حصے جائز ہیں اسی طرح گائے میں بھی سات حصے جائز ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ بدنہ کے لفظ میں گائے بھی شامل ہے۔

ترجمہ: ۳ حدیث میں صحیح روایت ,کالمھدی جزورا، ہے

تشریح : یہ امام شافعیؒ کی پیش کردہ حدیث کا جواب ہے کہ جمعہ والی حدیث میں جہاں مھدی بدنۃ ہے وہیں دوسری حدیث میں مھدی جزورا، بھی ہے کہ جمعہ میں پہلے جانے والے جزور یعنی اونٹ کے ہدی دینے والے کی طرح ہے۔ حدیث یہ ہے. عن ابی ھریرۃ أن رسول الله ﷺ قال : علی کل باب من ابواب المسجدملک یکتب الاول فالاول مثل الجزور ثم نزلهم حتی صغر الی مثل البیضة فاذا جلس الامام طویت الصحف و حضروا الذکر . (مسلم شریف، باب

فضل التھجیر یوم الجمعۃ ،ص ۳۴۴،نمبر ۱۹۸۶/۸۵۰)اس حدیث میں بدنہ کا لفظ نہیں ہے بلکہ جزور کا لفظ ہے، کہ پہلے آنے والا اونٹ ہدی کرنے والے کی طرح ہے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

﴿ باب القران ﴾

(۱۱۸۲) القِران افضل من التمتع والافراد﴿

﴿ باب القران ﴾

ضروری نوٹ : حج اور عمرہ دونوں کو ایک ہی سفر میں جمع کرے اور حج کے ساتھ عمرے کا احرام باندھ لے اس کو قران کہتے ہیں۔قران ,ق، کے کسرے کے ساتھ ,معنی ہیں ملانا، چونکہ حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ملایا اس لئے اس کو قران کہتے ہیں۔اس آیت میں حج قران کا ثبوت ہے۔و اتموا الحج و العمرة لله ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ حج اور عمرے کو پورا کرو اس سے حج قران، ثابت ہوتا ہے۔

ترجمه: (۱۱۸۲)قران ہمارے نزدیک تمتع اور افراد سے افضل ہے۔

تشریح : صرف حج کا احرام باندھے تو اس کو حج افراد کہتے ہیں۔پہلے عمرے کا احرام باندھے اس کو پورا کر کے احرام کھول دے اور میقات کے حدود میں ٹھہرا رہے پھر اشہر حج میں حج کا احرام باندھے اور حج پورا کرے تو اس کو حج تمتع کہتے ہیں۔تمتع کے معنی ہیں فائدہ اٹھانا، چونکہ اس نے عمرہ کے بعد احرام کھولنے کا فائدہ اٹھایا اس لئے اس حج کو حج تمتع کہتے ہیں۔اور قران کے معنی اوپر گزرے، ہمارے نزدیک قران افضل ہونے کی۔

وجه: (۱)یہ ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے اور زیادہ مشقت میں ثواب زیادہ ہوتا ہے اس لئے حج قران افضل ہے(۲)۔و اتموا الحج و العمرة لله ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ حج اور عمرے کو جمع کرو اس سے ,حج قران، ثابت ہوتا ہے (۳)سمع عمر يقول سمعت النبى ﷺ بوادى العقيق يقول أتانى الليلة آتٍ من ربى فقال صل فى هذا الوادى المبارك وقل عمرة فى حجه . (بخاری شریف، باب قول النبی ﷺ العقیق وادمبارک ص ۲۰۷ نمبر ۱۵۳۴/ابو داؤد شریف، باب فی الاقران ص ۲۵۷ نمبر ۱۸۰۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کو باضابطہ عمرہ کو حج کے ساتھ ملانے کا حکم دیا اس لئے قران افضل ہوگا(۴)عن انس بن مالک انهم سمعوه يقول سمعت رسول الله ﷺ يلبى بالحج والعمرة جميعا يقول لبيک عمرة و حجا لبيک عمرة و حجا . (ابوداؤد شریف، باب الاقران ص ۲۵۷ نمبر ۱۷۹۵/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجمع بین الحج والعمرۃ ص ۱۶۹ نمبر ۸۲۱/مسلم شریف، باب فی الافراد والقران ص ۴۰۴ نمبر ۱۲۳۲)اس حدیث میں ہے کہ حضور نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا جس سے معلوم ہوا کہ قران افضل ہے (۵) صاحب هدایہ کی حدیث یہ ہے۔فدخلت على ام سلمة ... سمعت رسول الله ﷺ يقول اهلوا يا آل محمد بعمرة فى حج (سنن للبیہقی، باب العمرۃ قبل الحج والحج قبل العمرۃ ج رابع ص ۵۷۹،نمبر ۸۷۸۶)اس حدیث میں بھی قران کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔اس لئے

۱؎ وقال الشافعیؒ الافراد افضل وقال مالکؒ التمتع افضل من القران لان له ذکرًا فی القُراٰن ولاذکر للقِرَان فیه ۲؎ وللشافعیؒ قوله علیه السلام القِران رخصة ولان فی الافراد زیادة التلبیة والسفر والحلق

حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ افراد افضل ہے، اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ تمتع قران سے افضل ہے، اس لئے کہ اس کا ذکر قرآن میں ہے، اور قران کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حج افراد قران اور تمتع دونوں سے افضل ہے، انکی دلیل آگے آرہی ہے۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا کہ حج تمتع قران اور افراد سے افضل ہے،

وجہ: (۱) حضرت امام مالک کی دلیل یہ ہے کہ حج تمتع کا ذکر قرآن میں ہے اور حج قران کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اس لئے تمتع قران سے افضل ہے، اس آیت میں تمتع کا ذکر ہے۔ **فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی.** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں تمتع کی طرف اشارہ ہے اس لئے تمتع افضل ہے (۲) حضورؐ نے ان صحابہ کو جو ہدی ساتھ نہیں لے گئے عمرہ کر کے حلال ہونے کے لئے فرمایا ارشاد ہے **عن جابر قال قدم رسول الله و اصحابه لا ربع ليال خلون ... قال رسول الله اجعلوها عمرة الا من کان معه الهدی** (ابوداؤد شریف، باب فی افراد الحج ص ۲۵۶ نمبر ۱۷۸۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کو تمتع کرنے کے لئے کہا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع افضل ہے۔ (۳) **عن عائشة قالت خرجنا مع النبی ﷺ ولا نری الا انه الحج فلما قدمنا تطوفنا بالبیت فامر النبی ﷺ من لم یکن ساق الهدی ان یحل فحل من لم یکن ساق الهدی.** (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۲ نمبر ۱۵۶۱) اس حدیث میں حضورؐ نے صحابہ کو عمرہ کر کے حلال ہونے کا حکم دیا اس لئے بھی تمتع افضل ہے۔ یہ اختلاف صرف افضلیت کا ہے۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ کی دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے، کہ قران رخصت، اور اس لئے کہ افراد میں تلبیہ زیادہ ہے اور سفر زیادہ ہے، اور حلق زیادہ ہے

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں قران افضل ہے اس کی چار دلیل پیش کر رہے ہیں [۱] حدیث میں ہے کہ قران رخصت ہے۔ یہ حدیث قران کے لئے تو نہیں تمتع کے لئے یہ ہے. **عن ابی ذرؓ قال: کانت لنا رخصة یعنی المتعة فی الحج** ۔ (مسلم شریف، باب جواز التمتع، ص ۴۰۸، نمبر ۱۲۲۴/۲۹۶۶) اس حدیث میں ہے کہ تمتع کرنا ہمارے لئے رخصت دی ہے، کیونکہ زمانہ جاہلیت کے لوگ حج کے زمانے میں عمرہ کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ [۲] صرف افراد کے لئے احرام باندھے گا تو صرف حج کے لئے

۳ ولنا قوله عليه السّلام يا اٰل محمد اهلّوا بحجة وعُمرة معًا ۴ ولان فيه جمعا بين العبادتين فاشبه الصوم مع الاعتكاف والحراسةُ فى سبيل الله مع صلوٰة الليل ۵ والتلبية غير محصورة والسفر غير

تمام تلبیہ ہوگا تو حج کے لئے تلبیہ بہت ہو جائے گا ،اور اگر حج اور عمرہ دونوں کے لئے احرام باندھے گا تو تمام تلبیہ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا آدھا حج کے لئے ہوگا اور آدھا عمرے کے لئے ہوگا اس لئے اس لئے حج کے لئے تلبیہ کم ہو جائے گا ،اس لئے افراد افضل ہونا چاہئے [۳] پورا سفر صرف حج کے لئے ہوگا [۴] پورا حلق صرف حج کے لئے ہوگا تو گویا کہ یہ چاروں چیزیں حج کے لئے ہوگا اس لئے افراد افضل ہے ۔۔افراد کی اصل دلیل یہ احادیث ہیں۔

وجه: (۱) ان کی دلیل یہ احادیث ہیں۔**عن عائشة انها قالت خرجنا مع رسول الله عام حجة الوداع فمنامن اهل بعمرة ومنا من اهل بحج و عمرة ومنا من اهل بالحج واهل رسول الله بالحج فاما من اهل بالحج او جمع الحج والعمرة لم يحل حتى كان يوم النحر .** (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۲ نمبر ۱۵۶۲ /ابوداؤد شریف، باب فی افراد الحج ص ۲۵۴ نمبر ۱۷۷۹/۱۷۷۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور حجۃ الوداع میں مفرد تھے اس لئے مفرد زیادہ بہتر ہوگا۔(۱) اس حدیث میں ہے کہ اکثر صحابہ افراد کا احرام باندھا تھا۔**حدثنی جابر بن عبد الله ؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد أهلوا بالحج مفردا**۔(بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں بھی ہے کہ اکثر صحابہ نے حج افراد کا احرام باندھا تھا۔

ترجمه: ۳ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے، کہ اے آل محمد حج اور عمرے ایک ساتھ احرام باندھو۔

تشریح : صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔**فدخلت على ام سلمة ... سمعت رسول الله ﷺ يقول اهلوا يا آل محمد بعمرة فى حج** (سنن للبیہقی، باب العمرۃ قبل الحج والحج قبل العمرۃ ج رابع ص ۵۷۹، نمبر ۸۷۸۶) اس حدیث میں قران کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔اس لئے حنفیہ کے نزدیک قران افضل ہے۔

ترجمه: ۴ اور اس لئے کہ اس میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے، جیسے روزہ اعتکاف کے ساتھ ہو، اور جہاد کے راستے میں دربانی ہو اور تہجد کی نماز بھی ہو

تشریح : قران میں ایک ساتھ حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھا جاتا ہے اس لئے ایک ساتھ ہی دو عبادتیں ہوئیں اس لئے یہ افضل ہوگا، جیسے روزے کے ساتھ اعتکاف بھی کر لے، یا جہاد کے راستے میں رہتے ہوئے رات میں لشکر کی حفاظت کے ساتھ نماز بھی پڑھے تو دو عباتیں ایک ساتھ ہوئیں اس لئے یہ افضل ہے اسی طرح قران بھی افضل ہے۔۔حراسۃ: لشکر کی نگہبانی۔

ترجمه: ۵ اور تلبیہ تو انگنت ہے، اور سفر مقصود نہیں ہے، اور حلق کرانا تو عبادت سے نکلنے کے لئے ہے اس لئے جو آپ نے ذکر

مقصود والحلق خروج عن العبادة فلا يترجح بما ذكر ۶ والمقصود بما روى نفى قول اهل الجاهلية ان العمرة فى اشهر الحج من افجر الفجور ۷ وللقران ذكر فى القرآن لان المرادمن قوله تعالى واتموا الحج والعمرة لِلّٰه ان يُحرم بهما من دُوَيرة اهله على ماروينا من قبل

کیااس کوترجیح نہیں دی جائے گی۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کوجواب ہے، انہوں نے حج افراد کوترجیح دینے کے لئے دلیل دی تھی صرف حج کا احرام باندھے گاتو صرف حج کے لئے تلبیہ بہت ہوگا ،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ تلبیہ تو انگنت ہے اس لئے حج افراد کو افضل بتانے کے لئے تلبیہ کو بنیاد بنانا صحیح نہیں ۔امام شافعیؒ کی دوسری دلیل تھی کہ پورا سفرایک حج کے لئے ہوگا ،تواس کا جواب یہ دیا جارہا ہے کہ سفرمقصودنہیں ہے اصل مقصودتو عبادت ہے اس لئے یہ بھی افضل ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا۔تیسری دلیل یہ تھی کہ صرف حج کے لئے حلق کرائے گا تواس کا جواب یہ ہے کہ حلق تو حج سے نکلنے کے لئے ہے اس لئے اس سے بھی افراد کو ترجیح نہیں ہوگی۔

ترجمہ : ۶ اور جو حدیث امام شافعیؒ نے روایت کی اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے قول کی نفی کرنا ہے، کہ عمرہ حج کے زمانے میں افجر فجور ہے

تشریح :امام شافعیؒ کی جانب جو حدیث پیش کی تھی کہ قران رخصت ہے،اس کی تاویل کی جارہی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کہا کرتے تھے کہ قران کرنا گناہ کی بات ہے اس لئے حضورؐ نے فرمایا کہ قران کرنا رخصت ہے ورنہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قران کرنا افضل ہے۔زمانہ جاہلیت میں لوگ قران کرنا افجر فجور کہتے تھے اس کے لئے یہ حدیث ہے ۔ **عن ابن عباسؓ قال كانوا يرون أن العمرة فى اشهر الحج من افجر الفجور فى الارض .... قدم النبى ﷺ و أصحابه صبيحة رابعة مهلين بالحج فأمر هم أن يجعلوها عمرة فتعاظم ذالک عندهم فقالوا يا سول الله أى الحل ؟ قال حل كله** . (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج ص ۲۵۴ ،نمبر ۱۵۶۴)اس حدیث میں ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کہتے تھے کہ حج کے زمانے میں عمرہ گناہ کا کام ہے اس کی وجہ سے آپ نے قران کی رخصت دی۔

ترجمہ: ۷ اور قران کا بھی ذکر قرآن میں ہے،اس لئے کہ ﴿ **اتموا الحج و العمرة لله** ﴾ آیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھر سے حج اور عمرے دونوں کا احرام باندھے،جیسا کہ پہلے ہم نے روایت کی ہے۔

تشریح : یہ حضرت امام مالکؒ کوجواب ہے،انہوں نے دلیل دی تھی کہ تمتع کا ذکر قرآن میں ہے اس لئے وہ افضل ہے،اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ قران کا ذکر بھی قرآن میں ہے کیونکہ اللہ تعالی کا قول ﴿ **اتموا الحج و العمرة لله** ﴾ (آیت ۱۹۶،سورة البقرة ۲) یہ فرمایا کہ حج اور عمرے کو پورا کرو،اور حدیث میں ہے کہ دونوں کا احرام گھر سے باندھو تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ قران کرو،

۸ ثم فيه تعجيل الاحرام واستدامة احرامهما من الميقات الى ان يفرغ منهما. ولا كذلك التمتع فكان القرآن اولیٰ منه. ۹ وقيل الاختلاف بيننا وبين الشافعيؒ بناء علیٰ ان القارن عندنا يطوف طوافين ويسعیٰ سعيين وعنده طوافا واحدا وسعيا واحدا (۱۱۸۳) قال وصفة القِران ان يُهلّ بالعمرة والحج معًا من الميقات ويقول عقيب الصّلوة اللهم انی اُريد الحج والعمرة فيسّرهما لی وتقبلهما

تو گویا کہ قران کا ذکر بھی قرآن میں ہے اس لئے قران بھی افضل ہے۔

وجه :(۱) اس حدیث میں ہے کہ حج اور عمرے کا احرام گھر سے باندھو۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قوله عزوجل ﴿ واتموا الحج والعمرة لله﴾ ،قال من تمام الحج ان تحرم من دويرة اهلک (سنن للبيهقی ،باب من استحب الاحرام من دويرة اهله ج خامس ص ۴۵ ،نمبر ۸۹۲۹)اس حدیث میں ہے کہ حج اور عمرے کا احرام گھر سے باندھو یعنی قران کرو۔

ترجمه: ۸ پھر اس میں جلدی احرام باندھنا ہے اور دونوں کا احرام میقات سے لیکر دونوں سے فارغ ہونے تک رکھنا ہے ،اور تمتع میں ایسا نہیں ہے اس لئے قران بہتر ہوگا۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ قران میں حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ میقات سے باندھنا ہوتا ہے اور حج اور عمرے دونوں سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھلتا ہے ،اس لئے اس میں حج کا احرام جلدی باندھنا ہوا اور دیر تک احرام باقی رہے گا ،اور تمتع کا حال یہ ہے کہ پہلے صرف عمرے کا احرام باندھتے ہیں اور اس سے فارغ ہونے کے بعد احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھ تاریخ کو حج کا احرام باندھتے ہیں ،اس لئے اس میں ایک تو حج کا احرام دیر سے ہوا اور دیر تک احرام برقرار نہیں رہا اس لئے یہ اتنا افضل نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمه: ۹ بعض حضرات نے فرمایا ہمارے درمیان اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ قارن ہمارے نزدیک دو طواف کریں گے اور دو سعی کریں گے ،اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک طواف اور ایک سعی کریں گے۔

تشریح : امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ قران کرنے والا حج اور عمرے کے لئے بھی ایک ہی طواف کرے گا اور ایک ہی سعی کرے گا ،عمرے کے لئے الگ طواف اور الگ سعی ،اور حج کے لئے الگ طواف اور الگ سعی نہیں کرے گا ،البتہ شروع میں طواف قدوم کرے گا ،اب چونکہ حج اور عمرے دونوں کے لئے طواف بھی ایک ہی ہے اور سعی بھی ایک ہی ہے اس لئے قران میں عبادت کا نقص ہے اس لئے وہ افراد کو افضل سمجھتے ہیں قران کو افضل نہیں سمجھتے۔اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں قران میں عمرے کے لئے الگ طواف ہے اور الگ سعی ہے ،اور پھر حج کے لئے الگ طواف ہے اور الگ سعی ہے اس لئے قران میں عبادت کی کمی نہیں ہے اس لئے قران افضل ہے۔

ترجمه : (۱۱۸۳)اور قران کی شکل یہ ہے کہ میقات سے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھے اور نماز کے بعد کہے اے اللہ!

منیٰ ﴾ لے لان القـران هـو الجمع بين الحج والعمرة من قولک قرنتُ الشئ بالشئ اذا جمعت بينهما (۱۱۸۴) وكذا اذا ادخل حجة على عمرة قبل ان يطوف لها اربعة اشواط ﴾ لے لان الجمع قد تحقق اذا الاكثر منها قائم

میں نے حج اور عمرہ کا ارادہ کیا ہے اس لئے ان دونوں کو آسان کر دے اور مجھ سے دونوں قبول کر۔

تشریح: قران کی صورت یہ ہے کہ عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھے اور دسویں ذی الحجہ کو دونوں احراموں سے ایک ساتھ ذبح کرنے کے بعد حلال ہو۔ چونکہ حج اور عمرہ دونوں کو ملایا اس لئے یہ قران ہوا۔ اور دونوں کو جمع کیا ہے اس لئے دونوں کی آسانی کے لئے دعا کرے۔

وجه: (۱)۔ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معه، ص ۲۲۹، نمبر ۱۶۹۱ر مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷/۲۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھا، جس سے قران ہوا

ترجمه: لے اس لئے کہ قران حج اور عمرے کو جمع کرنے کا نام ہے، قرنت الشیء بالشیء سے مشتق ہے، جب کہ تم دونوں کو جمع کرو۔

تشریح: قران کا ترجمہ ہے ملانا، یہ قرنت الشیء بالشیء سے مشتق ہے، یہ محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب دو چیزوں کو ملائے۔ یہاں حج اور عمرے دونوں کو ملایا جاتا ہے اس لئے اس کو قران کہتے ہیں۔

ترجمه: (۱۱۸۴) ایسے ہی اگر حج کو عمرے پر اس کے چار شوط طواف کرنے سے پہلے داخل کیا۔

ترجمه: لے اس لئے کہ جمع متحقق ہو گیا، اس لئے کہ اکثر ابھی قائم ہے۔

تشریح: قران اس وقت ہوتا ہے جبکہ حج اور عمرہ ایک ساتھ کرے، اور اگر عمرہ کے ختم ہونے کے بعد حج کا احرام باندھے تو تمتع ہو جائے گا قران نہیں ہوگا۔ عمرے میں تین عمل ہوتا ہے [۱] احرام باندھنا [۲] سات شوط طواف کرنا [۳] اور سات شوط سعی کرنا۔ پس اگر چار شوط سے کم طواف کیا ہے تو گویا کہ ابھی عمرہ ختم نہیں ہوا اور اسی وقت حج کا احرام باندھ لیا تو حج عمرے کے اندر داخل ہو گیا اس لئے قران ہو جائے گا، اور اگر عمرے کا طواف سات شوط میں سے چار کر چکا ہے تو اب زیادہ طواف ہو گیا، اس لئے گویا کہ عمرہ ختم ہو گیا اس لئے اب حج کا احرام باندھا تو عمرہ ختم ہونے کے بعد احرام باندھا اس لئے قران نہیں ہوگا تمتع ہو جائے گا۔

وجه: (۱) قال عبد الله ابن عمر لابيه أقم فاني لا آمنها أن تصد عن البيت .... فانا اشهدكم انى قد أوجبت

۲ ومتی عزم علی ادائهما یسئل التیسیر فیهما وقدم العمرة علی الحج فیه (١١٨٥)کذلک یقول لبیک بعمرة وحجة معًا ﴿۱لانه یبدأ بافعال العمرة فکذلک یبدأ بذکرها وان اخرذلک فی الدعاء والتلبیة لاباس به لان الواو للجمع (١١٨٦)ولو نوی بقلبه ولم یذکرهما فی التلبیة اجزاه ﴾

علی نفسی العمرة فاهل بالعمرة قال : ثم خرج حتی اذا کان بالبیداء أهل بالحج و العمرة و قال ما شان الحج و العمرة الا واحد . (بخاری شریف، باب من اشتری الهدی من الطریق ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۳) اس حدیث میں ہے کہ پہلے عمرے کا احرام باندھا، بعد میں اس پر حج کو داخل کیا۔ اور عمرے کا عمل پورا کرنے سے پہلے حج کا عمل داخل کیا اس لئے قران ہوا، اور اگر عمرے کا عمل پورا کرنے کے بعد حج کو داخل کرے گا تو قران نہیں ہوگا بلکہ تمتع ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ اور جب دونوں کے ادا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو دونوں کی آسانی کی دعا مانگے۔ اور عمرے کو حج سے پہلے ادا کرے۔

تشریح: حج اور عمرہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو دونوں کی ادائیگی کی دعا کرے۔ اور عمرہ پہلے کرے اور حج بعد میں کرے۔

ترجمہ: (١١٨٥) ایسے ہی دعا میں کہے، لبیک بعمرة و حج، ساتھ ساتھ۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ عمرے کے افعال کو پہلے کرے، تو اس کے ذکر کو بھی پہلے کرے۔ اور اگر دعا میں اور تلبیہ میں عمرہ کا تذکرہ بعد میں کر دے تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس لئے کہ, واو, جمع کے لئے آتا ہے۔

تشریح: چونکہ قران میں حج اور عمرہ دونوں ایک ساتھ کرتا ہے اس لئے دعا میں بھی دونوں کا تذکرہ ہو اور عمرہ پہلے کرتا ہے اور حج بعد میں کرتا ہے اس لئے دعا میں بھی عمرہ کا تذکرہ پہلے کرے اور حج کا تذکرہ بعد میں کرے۔ لیکن اگر دعا میں یا تلبیہ میں حج کا تذکرہ پہلے کر دے اور عمرے کا تذکرہ بعد میں کر دے تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ واو جمع کے لئے آتا ہے اس لئے قران کی دعا میں دونوں کو جمع کر دیا چاہے پہلے یا بعد میں تو دعا صحیح ہوگئی۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں قران کا تذکرہ ہے اور لبیک میں عمرے کو پہلے ذکر کیا اور حج کو بعد میں ذکر کیا۔ عن انس بن مالک انهم سمعوه یقول سمعت رسول الله ﷺ یلبی بالحج والعمرة جمیعا یقول لبیک عمرة و حجا لبیک عمرة و حجا . (ابو داؤد شریف، باب الاقران ص ۲۵۷ نمبر ۱۷۹۵ / ترمذی شریف، باب ماجاء فی الجمع بین الحج والعمرة ص ۱۶۹ نمبر ۸۲۱ / مسلم شریف، باب فی الافراد والقران ص ۴۰۴ نمبر ۱۲۳۲) اس حدیث میں عمرے کا ذکر پہلے ہے۔

ترجمہ: (١١٨٦) اور اگر دل سے قران کی نیت کیا اور تلبیہ میں اس کا ذکر نہیں کیا تو بھی کافی ہے۔

لے اعتباراً بالصلوٰۃ (۱۱۸۷) فاذا دخل مكة ابتدأ وطاف بالبيت سبعة اشواط يرمل في الثلث الاُوَل منها ويسعىٰ بعدها بين الصفا والمروة وهذا افعال العمرة﴿ (۱۱۸۸)ثم يبدأ بافعال الحج فيطوف طواف القدوم سبعة اشواط ويسعىٰ بعده﴾لےكما بينا في المفرد

ترجمہ : لے نماز پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : مسئلہ یہ ہے کہ تلبیہ میں حج اور عمرے کا ذکر کرے اور قران کی نیت بھی کرے، لیکن کسی نے صرف دل سے قران کی نیت کی اور تلبیہ میں اس کا ذکر نہیں کیا تب بھی قران ہو جائے گا۔ جیسے نماز پڑھتے وقت دل سے نیت کرتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے اسی طرح یہاں دل سے نیت کرے گا تو قران ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۱۱۸۷) پس جبکہ مکہ میں داخل ہو تو طواف سے شروع کرے، پس بیت اللہ کا طواف کرے سات شوط، تین پہلے میں رمل کرے اور باقی میں اپنی حالت پر چلے اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور یہ عمرہ کے افعال ہیں۔

تشریح : عمرہ میں تین کام ہوتے ہیں (۱) احرام باندھنا (۲) سات شوط طواف کرنا (۳) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔ چونکہ یہ تینوں اعمال عمرہ کے ہیں اور عمرہ کا احرام باندھا ہے اس لئے یہ تینوں اعمال پہلے کریں گے اور عمرہ پورا کریں گے۔

نوٹ: پہلے گزر چکا ہے کہ ہر عمرہ اور ہر حج میں طواف کے پہلے تین شوط میں رمل کرتے ہیں اور باقی چار شوط میں اپنی حالت پر چلتے ہیں۔

وجہ: (۱) عن جابر قال قدم رسول الله واصحابه لا ربع ليال خلون من ذى الحجة فلما طافوا بالبيت وبالصفا والمروة قال رسول الله ﷺ اجعلوها عمرة . (ابوداؤد شریف، باب فی افراد الحج ص ۲۵۶ نمبر ۱۷۸۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ کے لئے طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور احرام باندھنے کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے کہ احرام کے بغیر عمرہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۱۸۸) پھر افعال حج کو شروع کرے اور سات شوط طواف قدوم کرے، اور اس کے بعد سعی کرے۔

ترجمہ : لے جیسا کہ مفرد بالحج میں بیان کیا گیا

تشریح : پہلے عمرہ کے اعمال کرے اس سے فارغ ہونے کے بعد حج کے اعمال کو شروع کرے، چنانچہ حج کے اعمال کے لئے سات شوط طواف قدوم کرے، اور اس کے بعد سات شوط سعی بھی کرے، جس طرح مفرد بالحج مکہ مکرمہ میں جانے کے بعد طواف قدوم کرے اسی طرح بھی عمرے کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد طواف قدوم کرے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ابھی طواف قدوم میں حج کے لئے سعی کرے گا تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک مرتبہ حج کے لئے سعی ہو گیا۔

(١١٨٩) ويقدم افعال العمرة﴾ لقوله تعالىٰ فمن تمتع بالعمرة الى الحج والقِران فى معنى المتعة

(١١٩٠) ولايحلق بين العمرة والحج ﴾ لان ذلك جناية على احرام الحج وانما يَحلق فى يوم النحر كما يحلق المفرد

وجه : (١) قارن دومرتبہ طواف کرے اور دومرتبہ سعی کرے ایک مرتبہ عمرہ کے لئے اور ایک مرتبہ حج کے لئے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن على ان النبى ﷺ كان قارنا فطاف طوافين و سعى سعيين. (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۳۲ نمبر ۲۶۰۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

ترجمہ: (١١٨٩) اور عمرہ کے افعال کو پہلے کرے۔

ترجمہ : ١ اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے ﴿فمن تمتع بالعمرة الى الحج﴾ آیت کی وجہ سے، اور قران بھی تمتع کے معنی میں ہے۔

تشریح: اس آیت میں عمرہ کو پہلے ذکر کیا ہے اور حج کو بعد میں اس لئے عمرے کے افعال کو پہلے ادا کرے اور حج کے اعمال کو بعد میں، اور قران بھی تمتع کی طرح ہے اس لئے اس میں بھی عمرہ پہلے ادا کرے۔

وجه : (١) اس حدیث میں بھی پہلے عمرے کے اعمال کو ادا کیا اس کے بعد حج کے اعمال کو ادا کیا۔ عن جابر قال قدم رسول الله واصحابه لا ربع ليال خلون من ذى الحجة فلما طافوا بالبيت وبالصفا والمروة قال رسول الله ﷺ اجعلوها عمرة . (ابوداؤد شریف، باب فی افراد الحج ص ۲۴۹ نمبر ۱۷۸۸) اس حدیث میں عمرہ کو پہلے ادا کیا پھر حج کے اعمال کو۔ (٢) اس حدیث میں بھی پہلے عمرے کے اعمال کو ادا کیا پھر حج کے اعمال کو کیا۔ حدثنى جابر بن عبد الله ؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد أهلوا بالحج مفردا فقال لهم أحلوا من احرامكم بطواف البيت و بين الصفا و المروة و قصروا ثم اقيموا حلالا حتى اذا كان يوم التروية فأهلوا بالحج و اجعلوا التى قدمتم بها متعة ۔ (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں عمرہ پہلے کیا اور حج بعد میں کیا ہے۔

ترجمہ : (١١٩٠) قران میں حج اور عمرہ کے درمیان حلق نہ کرائے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ یہ حج کے احرام پر جنایت ہے، حلق دسویں تاریخ کو کرے، جیسے مفرد دسویں تاریخ کو حلق کرائے گا۔

تشریح : قران میں حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھتے ہیں اب اگر عمرہ پورا کرنے کے بعد حلق کرالے گا تو یہ حج کے احرام پر حلق یا قصر کرانا ہوا، اور احرام پر حلق یا قصر کرانا جنایت ہے اور دم لازم ہوتا ہے اس لئے عمرہ پورا کرنے کے بعد نہ حلق کرائے

(١١٩١) ويتحلل بالحلق عندنا لا بالذبح كما يتحلل المفرد ﴾ ١ ثم هذا مذهبنا ٢ وقال الشافعيؒ يطوف طوافا واحدا ويسعىٰ سعيًا واحدا لقوله عليه السّلام دخلت العمرة فی الحج الی یوم القيمة

نہ قصر کرائے بلکہ دسویں ذی الحجہ کو حج سے فارغ ہونے کے بعد حلق یا قصر کرائے۔ جیسے مفرد بالحج دسویں تاریخ کو حج سے فارغ ہونے کے بعد قصر یا حلق کرائے گا۔

وجه : (١) اس حدیث میں ہے۔ ان ابن عمر اراد الحج عام نزل الحجاج بابن الزبير .....أشهد كم انی قد أوجبت حجا مع عمرتي و أهدى هديا اشتراه بقديد و لم يزد على ذالک فلم ينحر و لم يحل من شیء حرم منه و لم يحلق و لم يقصر حتى كان يوم النحر فنحر و حلق و رأى أن قد قضى طواف الحج و العمرة بطوافه الاول و قال ابن عمر كذالک فعل رسول الله ﷺ . (بخاری شریف، باب طواف القارن، ص ٢٦٥، نمبر ١٦٤٠ / مسلم شریف، باب جواز التحلل بالا حصار و جواز القران واقتصار القارن علی طواف واحد وسعی واحد، ص ٥٢٣، نمبر ١٢٣٠ / ٢٩٩٢) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے آخیر میں حلق کروایا۔ (٢) اس حدیث میں بھی ہے .عن عائشةؓ أنها قالت خرجنا مع رسول الله عام حجة الوداع منا من اهل بعمرة و منا من أهل بحج و عمرة و منا من أهل بالحج أو جمع الحج و العمرة لم يحلوا حتى كان يوم النحر ۔ (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ٢٥٤ نمبر ١٥٦٢) اس حدیث میں ہے کہ جس نے قران کیا وہ دونوں کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد دسویں تاریخ کو حلال ہوئے۔

ترجمه: (١١٩١) اور ہمارے نزدیک حلق سے حلال ہوگا ذبح سے حلال نہیں ہوگا جیسا کہ مفرد حلق سے حلال ہوتا ہے۔

تشريح : جس نے حج افراد کیا تو اس پر ہدی واجب نہیں ہے اس لئے وہ ذبح نہیں کرے گا، صرف حلق یا قصر کرائے گا اور اسی حلق سے حلال ہو جائے گا، اسی طرح قارن بھی ذبح سے حلال نہیں ہوگا بلکہ حلق سے حلال ہوگا۔

ترجمه : ١ پھر یہ ہمارا مذہب ہے۔

تشريح : اس عبارت کا تعلق اوپر سے ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ قارن عمرے کے لئے الگ طواف اور الگ سعی کرے گا اور پھر حج کے لئے الگ طواف اور الگ سعی کرے گا۔

ترجمه: ٢ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قارن حج اور عمرے کے لئے ایک ہی طواف کرے اور ایک ہی سعی کرے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ، عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے داخل کر دیا گیا ہے۔

تشريح : امام شافعیؒ کے یہاں قارن حج اور عمرے کے لئے ایک ہی طواف یعنی سات شوط کرے گا اور دونوں کے لئے صفا مروہ کی سعی بھی ایک ہی کرے گا، یعنی سات چکر کرے گا، عمرے کے لئے الگ طواف اور الگ سعی، اسی طرح حج کے لئے الگ طواف

٣؎ ولان مبنـى القِران على التداخل حتى اكتفى فيه بتلبية واحدة وسفرٍ واحد وحلقٍ واحد فكذلک فی الارکان ٤؎ ولـنا انه لما طاف صبّی بن معبد طوافین وسعیٰ سعیین قال له عمر هُدیتَ لسنة نبیک

اور الگ سعی نہیں کرے گا، یعنی دو طواف اور دو سعی نہیں کرے گا۔

وجه : (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت خرجنا مع رسول الله فی حجة الوداع ... واما الذین جمعوا بین الحج والعمرة فانما طافوا طوافا واحدا (بخاری شریف، باب طواف القارن ص ۲۶۱ نمبر ۱۶۳۸ رمسلم شریف، جواز التحلل بالاحصار وجواز القران واقتصار القارن علی طواف واحد وسعی واحد ص ۵۰۴ نمبر ۱۲۳۰/۲۹۹۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قارن ایک ہی طواف اور ایک ہی سعی کرے گا۔ (۲) یہ حدیث بھی جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے. عن ابن عباس عن النبی ﷺ أنه قال هذه عمرة استمتعنا بها فمن لم یکن عنده هدی فلیحل الحل کله و قد دخلت العمرة فی الحج الی یوم القیامة . (ابوداود شریف، باب فی افراد الحج، ص ۲۶۳، نمبر ۱۷۹۰ رمسلم شریف باب حجۃ النبی ﷺ ص ۵۱۵، نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰) اس حدیث میں ہے کہ عمرہ حج میں قیامت تک کے لئے داخل ہو گیا۔ اور داخل ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حج کے زمانے میں عمرہ کرنا گناہ سمجھتے تھے تو اب عمرہ کو حج کے زمانہ میں قیامت تک کے لئے داخل کر دیا گیا یعنی حج کے زمانے میں عمرہ کر سکتا ہے، یہی مطلب امام ابو حنیفہؒ نے لیا ہے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ عمرہ کا فعل حج میں داخل ہو گیا یعنی اب عمرے کا عمل طواف اور سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے حج ہی کا طواف اور سعی عمرے کے لئے کافی ہے، یہی مطلب امام شافعیؒ نے لیا ہے، اس لئے انکے یہاں دو طواف اور دو سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه: ٣؎ اور اس لئے کہ قران کا مدار تداخل پر ہے یہاں تک کہ اس میں ایک ہی تلبیہ پر اکتفی کیا گیا، اور ایک ہی سفر اور ایک ہی حلق پر اکتفا کیا گیا ہے، پس ایسے ہی ارکان میں بھی تداخل ہو جائے گا۔

تشريح : یہ امام شافعیؒ کی دلیل عقلی ہے کہ قران کا مدار تداخل پر ہے، یہی وجہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کے لئے ایک ہی تلبیہ پڑھتے ہیں، ایک ہی سفر کرتے ہیں، ایک ہی حلق کرتے ہیں۔ جب ان باتوں میں تداخل ہوا تو اس کے ارکان میں بھی تداخل ہو جائے یعنی حج کا طواف اور سعی عمرے کے لئے بھی کافی ہو جائے۔

ترجمه : ٤؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ جب صبی ابن معبد نے دو طواف اور دو سعی کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنے نبی کی سنت کی ہدایت ہوئی۔

تشريح :صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔قال الصبی بن معبد کنت رجلا أعرابیا نصرانیا فأسلمت .....و انی وجدت الحج و العمرة مکتوبین علی فا تیت رجلا من قومی فقال لی اجمعهما و اذبح ما استیسر من

۵؎ ولان القران ضمّ عبادة الى عبادة وذلک انما یتحقق باداء عمل کل واحد علی الکمال
۶؎ ولانـه لا تـداخل فی العبادات المقصودة والسفر للتوسل والتلبیة للتحریم والحلق للتحلل فلیست هذه الاشیاء بمقاصد بخلاف الارکان الاتری ان شفعی التطوع لایتداخلان و بتحریمة واحدة یؤدّیان

الهدی و انی أهللت بهما معا فقال لی عمر هدیت لسنة نبیک ﷺ. (ابوداود شریف، باب فی الاقران، ص ۲۶۵، نمبر ۱۷۹۹/ابن ماجہ شریف، باب من قرن الحج والعمرة، ص ۴۳۰، نمبر ۲۹۷۰) اس حدیث میں ہے کہ حضرت صبی ابن معبد نے دو نوں کا احرام ایک ساتھ باندھا ہے، یہ تذکرہ نہیں ہے کہ دونوں کا ایک ہی طواف کیا۔

وجه: (۱) امام ابوحنیفہؒ کی اصل حدیث یہ ہے جس میں ہے کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔ عن علی ان النبی ﷺ کان قارنا فطاف طوافین و سعی سعیین. (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۳۲ نمبر ۲۶۰۶/سنن بیہقی، باب المفرد والقارن یکفیھما طواف واحد وسعی واحد بعد عرفة، ج خامس، ص ۱۷۶، نمبر ۹۴۲۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قارن دو طواف اور دو سعی کرے۔

ترجمه: ۵؎ اور اس لئے کہ قران ایک عبادت کو دوسری عبادت کی طرف ملانا ہے اور یہ ہر عمل کو اپنے کمال طور پر ادا کرنے سے متحقق ہوتا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ قران کا ترجمہ ہے ملانا، اور ملانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر عمل کو پورے پورے طور پر ادا کرے اور ایک کو دوسرے کے ساتھ ملا دے، اس کو قران کہتے ہیں، اور دونوں کے لئے ایک ہی طواف کرے گا تو ہر ایک عبادت پورے پورے طور پر ادا نہیں ہوا۔

ترجمه: ۶؎ اور اس لئے بھی کہ عبادت مقصودہ میں تداخل نہیں ہوتا، اور سفر وسیلے کے لئے ہوتا ہے، اور تلبیہ پڑھنا احرام باندھنے کے لئے ہوتا ہے، اور حلق کرانا حلال ہونے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے یہ چیزیں مقاصد نہیں ہیں بخلاف ارکان کے [کہ وہ مقاصد ہیں] کیا نہیں دیکھتے ہیں کہ نفل کے دو شفع تداخل نہیں ہوتے حالانکہ دونوں ایک ہی تحریمے سے ادا ہوتے ہیں۔

تشریح: یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ عبادت مقصودہ میں تداخل نہیں ہوتا، جن باتوں میں آپ نے تداخل بتلایا ہے وہ عبادت غیر مقصودہ ہے، مثلا حج اور عمرے کے لئے سفر ایک ہی ہے تو سفر عبادت مقصودہ نہیں ہے وہ تو قران ادا کرنے کا وسیلہ ہے، اور تلبیہ بھی عبادت مقصودہ نہیں ہے وہ احرام باندھنے کے لئے ہے، اور حلق کرانا حج اور عمرہ دونوں سے حلال ہونے کے لئے ہے، اس لئے یہ چیزیں عبادت مقصودہ نہیں ہیں، اس کے برخلاف جو اصل رکن ہوتا ہے اس میں تداخل بھی نہیں ہوتا اور کمی بھی نہیں ہوتی، اس کی مثال یہ ہے کہ نفل کی دو رکعت کا ایک شفع ہوتا ہے، اب چار رکعت یعنی دو شفع کی نیت باندھے تو اس کا تحریمہ تو ایک ہی ہوگا لیکن رکعت میں کمی نہیں ہوگی، چار ہی پڑھنی ہوگی، اس لئے کہ چاروں عبادت مقصودہ ہے۔ اسی طرح یہاں طواف اور سعی عبادت مقصودہ ہیں اس

ےومعنی ما رواہ دخل وقت االعمرۃ فی وقت الحج (۱۱۹۲) قال وان طاف طوافین لعمرتہ وحجتہ وسعی سعیین یجزیہ ﴿۱لانـہ اتی بما ھو المستحق علیہ وقد اساء بتاخیر سعی العمرۃ وتقدیم طواف التحیّۃ علیہ ولا یلزمہ شئ ۲ اما عندھما فظاھر لان التقدیم والتاخیر فی المناسک لا یوجب الدم عندھما

لئے دونوں کےطوافوں اورسعی میں تداخل نہیں ہوگا دونوں کےطوافوں اورسعی کوالگ الگ ادا کرنا ہوگا۔

ترجمہ : ے اورامام شافعیؒ نے جوروایت کی اس کامعنی یہ ہے کہ عمرہ کاوقت حج کےوقت میں داخل ہوگیا۔

تشریح : امام شافعیؒ نے روایت کی تھی کہ عمرہ قیامت تک کے لئے حج میں داخل ہوگیا۔اس کی تاویل یہ بتاتے ہیں کہ عمرہ قیامت تک کے لئے حج کے زمانے میں داخل ہوگیا۔ چونکہ زمانہ جاہلیت میں حج کے زمانے میں عمرہ کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا تو آپ نے فرمایا کہ اب عمرہ قیامت تک کے لئے حج کے زمانے میں کیا جائے گا کیونکہ عمرہ حج کے زمانے میں داخل ہوگیا،اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ کاعمل حج کےعمل میں داخل ہوگیا۔

ترجمہ: (۱۱۹۲) اگر عمرےاورحج کے لئے دوطواف کیااوردوسعی کی تو دونوں کے لئے کافی ہوجائے گا۔

ترجمہ : ۱ اس لئے کہ جواس پرواجب تھاوہ کرلیا،لیکن عمرے کی سعی کےمؤخر کرنے اور جواس پرطواف قدوم تھااس کے مقدم کرنے کی وجہ سے برا کیا لیکن اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

تشریح : قارن کوکرنا یہ چاہئے تھا کہ پہلےعمرے کےافعال کو پورا کرتا،یعنی اس کا طواف کرتا پھراس کاسعی کرتا،اس کے بعد حج کےافعال یعنی طواف قدوم شروع کرتا پھرحج کے لئے سعی کرتا،لیکن اس نے اس ترتیب کے خلاف کیا،اس نے یہ کیا کہ عمرے کےطواف کے ساتھ حج کا طواف قدوم کرلیا، گویا کہ عمرے کےسعی سے پہلےطواف قدوم کرلیا،اورسعی کومؤخر کردیا،تو یہ برا کیا کیونکہ ترتیب کے خلاف کیا،لیکن اس کی وجہ سے کوئی دم لازم نہیں ہوگا،اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف قدوم سنت ہے،اس لئے اس کے چھوڑنے پربھی دم لازم نہیں ہےتواس کومقدم کرنے سے بدرجہ اولی دم لازم نہیں ہوگا۔اورسعی کرنا اگر چہ واجب ہےلیکن اورمشغولیت کی بنا پرمؤخر ہوجائے تو دم لازم نہیں ہے،تو طواف کی وجہ سےمؤخر ہوجائے تو کیسے دم لازم ہوگا!۔۔اساء: برا کیا۔طواف تحیۃ: سے مراد ہےطواف قدوم۔

ترجمہ: ۲ بہرحال صاحبینؒ کےنزدیک تو ظاہر ہے،اس لئے کہ حج میں مقدم مؤخر کرنے سےان دونوں کے یہاں دم لازم نہیں کیا جاتا ہے۔

تشریح :صاحبینؒ کے یہاں حج کےاعمال میں ترتیب سنت ہے واجب نہیں ہےاس لئے کوئی عمل مقدم یا مؤخر ہوجائے تواس سے دم لازم نہیں ہوتا ہے، یہاں بھی طواف قدوم مقدم ہوا ہے،اورعمرے کی سعی مؤخر ہوئی تو اس سے دم لازم نہیں ہوگا۔

۳؎ وعنده طواف التحية سنة وتركه لايوجب الدم فتقديمه اولیٰ والسعی بتاخيره بالاشتغال بعمل اٰخر لا يوجب الدم فكذا بالاشتغال بالطواف (١١٩٣) قال واذا رمی الجمرة يوم النحر ذبح شاةً او بقرة او بدنة او سُبع بدنةٍ فهذا دم القِران ﴾ ۱؎ لانه فی معنی المتعة والهدی منصوص عليه فيها

وجه : (١)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔عن عبد الله ابن عمر أن رسول الله ﷺ فی حجة الوداع فجعلوا يسألونه فقال رجل لم أشعر فحلقت قبل ان اذبح قال اذبح و لا حرج فجاء آخر فقال : لم اشعر فنحرت قبل ان ارميی ،قال: ارم و لا حرج فما سئل النبی ﷺ يومئذ عن شیء قدم و لا أخر الا قال افعل و لا حرج . (بخاری شریف ، باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ ،ص ۲۸۰،نمبر ۱۷۳۶ ر مسلم شریف ، باب جواز تقدیم الذبح علی الرمی والحلق علی الذبح وعلی الرمی ، وتقدیم الطّواف علیہا کلھا ،ص ۵۴۹،نمبر ۱۳۰۶ /۳۱۵۶) اس حدیث میں ہے کہ مقدم مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۳؎ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طواف تحیہ سنت ہے تو خود اس کے چھوڑنے سے دم لازم نہیں ہوتا، تو اس کو مقدم کرنے سے بدرجہ اولی دم لازم نہیں ہوگا ، اور سعی کا حال یہ ہے کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہونے سے دم لازم نہیں ہوتا ہے تو ایسے ہی طواف میں مشغول ہونے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل عقلی ہے کہ، طواف قدوم سنت ہے تو خود اس کو چھوڑ دے تو دم لازم نہیں ہوتا تو اس کو مقدم کر دے تو بدرجہ اولی دم لازم نہیں ہوگا۔اور سعی کا حال یہ ہے کہ دوسرے کاموں میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے مؤخر ہو جائے تو دم لازم نہیں ہوتا تو طواف قدوم کی وجہ سے عمرے کی سعی مؤخر ہو جائے تو اس سے بھی دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ:(١١٩٣) پس جب دسویں ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کرے تو ایک بکری ذبح کرے یا ایک گائے یا ایک اونٹ یا اونٹ کا ساتواں حصہ یا گائے کا ساتوں حصہ، پس یہ قران کا دم ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ قران تمتع کے معنی میں ہے، اور تمتع کے بارے میں ہدی کا نص ہے

تشریح: قارن اور متمتع پر ہدی لازم ہے۔اور ہدی کی صورت یہ ہے کہ ایک بکری ہو یا ایک گائے ہو یا ایک اونٹ ہو یا گائے کا ساتواں حصہ یا اونٹ کا ساتواں حصہ ہو۔

وجہ: (١) قران تمتع کے درجے میں ہے کیونکہ قران میں بھی حج اور عمرہ ایک ہی سفر میں کیا جاتا ہے اور تمتع میں بھی ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کیا جاتا ہے، اور تمتع کے بارے میں آیت میں ہے کہ ہدی لازم ہے اس لئے قران میں بھی ہدی لازم ہوگی۔آیت یہ ہے ۔ فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استيسر من الهدی فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فی الحج وسبعة اذا رجعتم

۲ والهـدیُ من الابل والبقر والغنم علی ما نذکره فی بابه ان شاء الله ۳ واراد بالبدنة هنا البعیر وان کان اسم البدنة یقع علیه وعلی البقر علی ما ذکرنا

تـلک عشـرة کاملة ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام. (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جس نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملایا چاہے تمتع کر کے ملایا ہو چاہے قران کر کے ملایا ہو اس پر ہدی لازم ہے۔ اور ہدی نہ دے سکے تو تین دن حج سے پہلے روزے رکھے اور سات دن حج کے بعد روزے رکھے، کل ملا کر دس دن روزے رکھے (۲) حدیث میں ہے۔ عـن ابـن عبـاس انـه سـئـل عـن متعـه الـحـج فـقـال ... ثم امرنا عشیة الترویة ان نهل بالحج فاذا فرغنا من الـمـنـاسـک جـئـنـا فـطـفنا بالبیت وبالصفا والمروة فقد تم حجنا وعلینا الهدی کما قال الله عز وجل فما استیسـر مـن الهـدی. (بخاری شریف، باب قول اللہ عز وجل ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام ص ۲۱۳ نمبر ۱۵۷۲) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا متمتع اور قارن پر ہدی لازم ہے۔ (۳) اور گائے یا اونٹ کے ساتویں حصے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عــن جابـر بـن عبـد الـله قال نحرنا مع رسول الله ﷺ عام الحدیبیة البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة۔ (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الهدی واجزاء البدنة والبقرة کل واحد منهما عن سبعة نمبر ۱۳۱۸/۳۱۸۵/ ابو داؤد شریف، باب البقرة والجزور عن کم تجزئ ج ثانی ص ۳۲ نمبر ۲۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی جانب سے کافی ہے۔

ترجمہ : ۲ اور ہدی اونٹ میں سے ہے، اور گائے میں سے ہے، اور بکری میں سے ہے، جیسے کہ ہدی کے باب میں ان شاء اللہ ذکر کریں گے۔

تشریح : اونٹ چاہے مذکر ہو یا مؤنث، گائے چاہے مذکر ہو یا مؤنث، اسی طرح بکری چاہے مذکر ہو یا مؤنث یہ ہدی ہے۔

وجہ : (۱) اس حدیث میں اس کا ذکر ہے۔ حـدثـنـا ابـو حـمـزة قال: سألت ابن عباس عن المتعة فأمرنی بها و سـألتـه عن الهدی فقال: فیها جزور أو بقرة أو شاة أو شرک فی دم .... فقال الله اکبر سنة ابی القاسم ۔ (بخاری شریف، باب، فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی الخ (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) ص ۲۷۳، نمبر ۱۶۸۸) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ، گائے، یا ان کا ساتواں حصہ، یا بکری ہدی ہے۔

ترجمہ : ۳ اور بدنہ سے یہاں اونٹ مراد لیا ہے، اگر چہ بدنہ کا نام اونٹ پر بھی بولا جاتا ہے، اور گائے پر بھی بولا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا۔

تشریح : اس سے پہلے یہ ذکر گزر چکا ہے کہ بدنہ کا لفظ اونٹ اور گائے دونوں پر بولا جاتا ہے، لیکن یہاں متن میں بقرۃ اور بدنۃ کا

۴ وکما یجوز سبع البعیر یجوز سبع البقرة (۱۱۹۴) فاذا لم یکن لَهٗ ما یذبح صام ثلثة ایام فی الحج اٰخرھایوم عرفة وسبعة ایام اذا رجع الی اھلہ ﴾ ۱ لقولہ تعالیٰ فمن لم یجد فصیامُ ثلثة ایام فی الحج وسبعةٍ اذا رجعتم تلک عشرة کاملة

ذکر ہے جس سے معلوم ہوا کہ متن میں بقرۃ یعنی گائے الگ چیز ہے اور بدنہ یعنی اونٹ الگ چیز ہے اس لئے متن میں لفظ بدنۃ میں گائے شامل نہیں ہے۔

ترجمه: ۴ جس طرح اونٹ کا ساتواں حصہ جائز ہے اسی طرح گائے کا بھی ساتواں حصہ جائز ہے۔ یہ حدیث گزر گئی ہے۔
عن جابر بن عبد اللہ قال نحرنامع رسول اللہ ﷺ عام الحدیبیة البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة ۔ (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدی واجزاء البدنۃ والبقرۃ کل واحد منھما عن سبعۃ نمبر ۱۳۱۸/۳۱۸۵/ابوداؤد شریف، باب البقرۃ والجزورعن کم تجزئ ج ثانی ص۳۲ نمبر ۲۸۰۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی جانب سے کافی ہے۔

ترجمه : (۱۱۹۴) پس اگر اس کے پاس ہدی نہ ہو جو ذبح کر سکے تو روزے رکھے، تین دن حج میں اور اس کا آخری دن نویں ذی الحجہ ہو، اور سات دن جبکہ اپنا گھر واپس آجائے۔

ترجمه : ۱ اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے کہ جو ہدی نہ پائے تو تین دن حج میں اور سات دن جب واپس لوٹ جائے، یہ پورے دس دن ہوئے۔

تشریح: قارن اور متمتع پر ہدی واجب ہے لیکن اگر ہدی ذبح نہ کر سکے روپیہ نہ ہونے کی وجہ سے یا جانور نہ ملنے کی وجہ سے تو حج سے پہلے تین روزے رکھے اور باقی سات روزے حج کے بعد رکھے۔ اس کے لئے آیت یہ ہے۔

وجه : (۱) پہلے آیت گزر گئی کہ ہدی نہ ہو تو روزے رکھے، فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الھدی فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی نہ دے سکو تو روزے رکھو۔ تین روزے حج سے پہلے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد۔ آخری دن یوم عرفہ ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے ہدی پر قدرت ہو جائے جو اصل ہے اس لئے روزہ جو فرع ہے اس کی تاخیر کرے۔ اور یوم النحر یعنی عید کے دن اور ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذی الحجہ کو روزہ اس لئے نہیں رکھے کہ یہ دن کھانے پینے کے ہیں۔ (۲) اور روزہ ان دنوں میں ممنوع ہے۔ حدیث میں ہے عن عقبة بن عامر قال قال رسول اللہ یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اھل الاسلام وھی ایام اکل و شرب (ابوداؤد شریف، باب صیام ایام التشریق

۲ فالنصّ وان ورد فی التمتع فالقران مثله لانه مرتفق باداء النسکین ۳ والمراد بالحج واللہ اعلم وقته لان نفسه لا يصلح ظرفا ۴ الا ان الافضل ان يصوم قبل يوم التروية بيوم ويوم التروية ويوم عرفة لا ان الصوم بدل عن الهدی فيستحب تاخيره الی اخر وقته رجاء ان يقدر علی الاصل

ص ۳۳۸ نمبر ۲۴۱۹ رمسلم شریف، باب تحریم صوم ایام التشریق ص ۳۶۰ نمبر ۱۱۴۱ر ۲۶۷۷) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یوم عرفہ اور ایام تشریق سے پہلے پہلے تین روزے رکھ لے (۳) قال ان رسول اللہ ﷺ نهی عن صيام هذين اليومين اما يوم الاضحی فتأکلون من لحم نسککم واما يوم الفطر ففطرکم من صيامکم. (ابوداؤد شریف، باب فی صوم العیدین ص ۳۳۵ نمبر ۲۴۱۶ رمسلم شریف، باب تحریم صوم یومی العیدین ص ۳۶۰ نمبر ۱۱۳۷ر ۲۶۷۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں روزہ رکھنا منع ہے۔ اس لئے دسویں ذی الحجہ میں روزہ نہیں رکھے گا۔ اس لئے ایام تشریق کے بعد باقی سات روزے پورے کرے۔

ترجمہ : ۲ آیت اگر چہ تمتع کے بارے میں وارد ہوئی ہے لیکن قران بھی تمتع کی طرح ہے اس لئے کہ دو عبادتوں سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے،

تشریح : آیت میں یہ ہے کہ ہدی نہ ہو تو حج سے پہلے تین دن تک روزے رکھو، لیکن یہ آیت تمتع کے بارے میں ہے، لیکن قران بھی تمتع کی ہی طرح ہے کہ ایک سفر میں دو عبادتیں ادا کرتے ہیں اس لئے قران میں بھی یہ ہوگا کہ ہدی نہ ہو تو حج سے پہلے تین روزے رکھے۔

ترجمہ : ۳ اور حج سے مراد، واللہ اعلم، اس کا وقت ہی ہو سکتا ہے اس لئے کہ نفس حج ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

تشریح : اس عبارت میں آیت کی تفسیر ہے، کہ حج وقوف عرفہ کا نام ہے اور طواف زیارت کا نام ہے اس لئے اس میں تو تین روزے ادا نہیں ہو سکتے، اس لئے حج میں روزے رکھنے کا مطلب یہی ہوگا کہ حج کے زمانے میں تین روزے رکھے، حج کا زمانہ پہلی شوال سے شروع ہوتا ہے، اس لئے قران کا احرام باندھنے کے بعد شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے نو تاریخ سے پہلے پہلے تین روزے رکھے۔

ترجمہ : ۴ مگر افضل یہ ہے کہ آٹھویں تاریخ سے ایک دن پہلے سے روزہ شروع کرے، اور آٹھویں کو روزہ رکھے اور نویں کو روزہ رکھے، اس لئے کہ روزہ ہدی کا بدل ہے اس لئے مستحب یہ ہے کہ آخری وقت تک مؤخر کرے اس امید پر کہ اصل پر قدرت ہو جائے۔

تشریح : قران میں اصل تو یہ ہے کہ ہدی کا جانور ذبح کرے لیکن یہ نہ کر سکے تو مستحب یہ ہے کہ آخیر وقت میں روزہ رکھے کیونکہ

(۱۱۹۵) وان صامها بمكة بعد فراغه من الحج جاز ﴾ ا و معناه بعد مضى ايام التشريق لان الصوم فيها منهى عنه ٢ وقال الشافعى لا يجوز لانه معلّق بالرجوع الا ان ينوى المقام فحينئذٍ يجزيه لتعذر الرجوع

ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے اصل ہدی پر قدرت ہوجائے، یعنی ذی الحجہ کی ساتویں، آٹھویں، اورنویں تاریخ کو روزہ رکھے، لیکن اگر قران کا احرام باندھنے کے بعد ساتویں تاریخ سے پہلے بھی روزہ رکھ لیا تو جائز ہے اس لئے کہ روزے کا سبب قران کا احرام ہے جو باندھ چکا ہے۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے۔ **قال طاوس و عطاء : لا يصوم المتمتع الا فى العشر** .(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المتمتع یرید الصوم متی یصوم؟ ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۷۸) اس اثر میں ہے کہ اس عشرے میں روزہ رکھے جس عشرے میں حج ہے۔

ترجمه: (۱۱۹۵) اگر حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں ہی روزہ رکھا تو جائز ہے۔

ترجمه : ا اس کا معنی یہ ہے کہ ایام تشریق کے بعد، اس لئے کہ ایام تشریق میں روزہ ممنوع ہے۔ تشریق: تشریق کا معنی ہے گوشت کاٹ کر سکھانا، ذی الحجہ کے گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخ کو قربانی کا گوشت کاٹ کر سکھاتے ہیں اس لئے ان دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

تشریح : آیت کا انداز یہ ہے کہ اپنے وطن میں واپس آنے کے بعد باقی سات روزے رکھے آیت یہ ہے۔ **و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة كاملة** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس لئے صاحب ھدایہ یہ فرماتے ہیں کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد اور ایام تشریق کے بعد جس میں روزہ ممنوع ہے، اگر مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے باقی سات روزہ رکھا تب بھی جائز ہے، وطن میں واپس آکر رکھنا کوئی ضروری نہیں

وجه : (۱) اس اثر میں ہے۔ **عن عطاء قال وسبعة اذا رجعتم (الآية) قال ان شاء صامها فى الطريق وان شاء بمكة** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵ فی قضاء السبعۃ الفرق او الوصل ج ثالث، ص ۱۵۱، نمبر ۱۲۹۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں بھی روزہ رکھ سکتا ہے اور راستے میں رکھ سکتا ہے۔

ترجمه: ٢ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں روزہ جائز نہیں ہے، اس لئے کہ روزہ واپسی پر معلق ہے مگر یہ کہ وہیں ٹھہرنے کی نیت کر لے اس وقت اس کو کافی ہے واپسی کے متعذر ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قارن مکہ مکرمہ میں باقی سات روزے رکھنا چاہے تو اچھا نہیں ہے اس کو گھر واپس آنے کے

۳؎ ولنا ان معناه رجعتم عن الحج ای فرغتم اذ الفراغ سبب الرجوع الیٰ اهله فکان الاداء بعد السبب فیجوز (۱۱۹۶) وان فاته الصوم حتی اتی یوم النحر لم یجزه الا الدم ﴾ ۱؎ وقال الشافعی یصوم بعد هذه الایام لانه صوم موقّت فیُقضیٰ کصوم رمضان

بعد رکھنا چاہئے، اس لئے کہ آیت سے پتہ چلتا ہے کہ کہ وطن واپس ہونے کے بعد روزہ رکھے، ہاں اگر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو جائے تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ مکہ مکرمہ میں ہی روزہ رکھ لے، کیونکہ اب یہ وطن جائے گا ہی نہیں، اس لئے مکہ ہی میں روزہ رکھنا کافی ہوگا

وجه : (۱) ان کا استدلال یہ ہے کہ آیت میں **وسبعة اذا رجعتم** ہے، یعنی جب واپس آجاؤ گھر کو۔ اس لئے گھر واپس آنے کے بعد ہی روزے رکھے (۲) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج .....فمن لم یجد هدیا فلیصم ثلاثه ایام فی الحج و سبعة اذا رجع الی أهله .** (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱ / مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷ / ۲۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ جب اپنے اہل میں آئے تب سات روزے رکھے۔

ترجمه: ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ تم حج سے واپس لوٹو، یعنی حج سے فارغ ہو جاؤ، اس لئے کہ حج سے فارغ ہونا اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا سبب ہے پس روزے کی ادا سبب کے بعد ہوئی اس لئے جائز ہو جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ آیت میں جو۔ **و سبعة اذا رجعتم**. ہے، اس کا معنی **اذا رجعتم من الحج**، کہ جب حج سے لوٹ گئے، یعنی حج سے فارغ ہو گئے، کیونکہ حج سے فارغ ہونا اپنے اہل کی طرف لوٹنے کا سبب ہے اب سبب کے واقع ہونے کے بعد روزہ رکھا اس لئے یہ روزہ کافی ہو جائے گا

ترجمه: (۱۱۹۶) پس اگر اس سے روزہ فوت ہو گیا یہاں تک کہ دسویں ذی الحجہ داخل ہو گیا تو نہیں کافی ہوگا مگر ہدی دینا۔

تشریح: قارن یا متمتع کو ہدی دینا تھا لیکن ہدی نہیں دے سکا اور دسویں ذی الحجہ تک روزہ بھی تین دن تک نہیں رکھ سکا تو اب دم ہی دینا ہوگا۔ روزے رکھنا کافی نہیں۔

وجه : (۱) کیونکہ آیت میں **,فصیام ثلثة ایام فی الحج**، ہے اور اس کا وقت دسویں ذی الحجہ سے پہلے پہلے ہے اور وہ فوت ہو گیا اس لئے اب اصل ہی لازم ہوگا یعنی ہدی لازم ہوگی (۲) اثر میں ہے۔ **عن ابن عباس قال اذا لم یصم المتمتع فعلیه الدم** ۔دوسرے اثر میں ہے ۔**وعن ابراهیم قال لا بد من دم ولو یبیع ثوبه** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۳ فی المتمتع اذا فاتہ الصوم ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۸۳ / ۱۲۹۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ دسویں ذی الحجہ تک روزے نہ رکھ سکا تو اس پر اب دم ہی لازم ہے۔

ترجمه: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ان دنوں کے بعد روزے رکھے، اس لئے کہ یہ متعین روزہ ہے اس لئے رمضان کی طرح قضاء

۲ وقال مالک يصوم فيها لقوله تعالى فمن لم يجد فصيام ثلثلة ايام فى الحج وهذا وقته ۳ ولنا النهى المشهور عن الصوم فى هذه الايام فيتقيد به النصّ

کیا جائے گا۔

تشریح : امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قارن عرفہ سے پہلے روزہ نہ رکھ سکا تو حج کے بعد میں ان روزوں کی قضا کرے، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ رمضان کی طرح آیت سے یہ متعین روزہ ہے، اس لئے جس طرح رمضان کا روزہ آیت کی بنا پر متعین ہے تو اس کی قضا کی جاتی ہے اسی طرح اس کی بھی قضا کی جائے گی، اس کے لئے آگے اثر آ رہا ہے۔

ترجمہ : ۲ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ ایام تشریق میں ہی روزے رکھ لے اللہ تعالی کے قول. **فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة كاملة** (آیت ۱۹۶ سورة البقرة ۲) کی وجہ سے اور یہ اس کا وقت ہے۔

تشریح : حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قارن کے پاس ہدی بھی نہیں ہے اور حج سے پہلے روزہ بھی سکا تو ایام تشریق یعنی گیارہویں بارہویں، اور تیرہویں ذی الحجہ کو روزہ رکھ لے اور باقی سات روزے بعد میں رکھ لے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آیت میں ہے۔ **فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج**، ہدی نہ ملے تو حج میں تین روزے رکھو، اور ایام تشریق حج کا زمانہ ہے اس لئے اس میں بھی تین روزے رکھ سکتا ہے (۲) اس اثر میں بھی اس کا ثبوت ہے۔ **عن ابن عمر قال الصيام لمن تمتع بالعمرة الى الحج الى يوم عرفة فان لم يجد هديا و لم يصم صام ايام منى** ۔(بخاری شریف، باب صیام ایام التشریق ص ۲۶۸ نمبر ۱۹۹۹ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۴ من رخص فی الصوم ولم یر علیہ ھدیا، ج ثالث، ص ۱۵۱، نمبر ۱۲۹۹۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اگر ہدی نہ پائے اور روزے بھی نہ رکھ سکے تو ایام تشریق میں روزے رکھ لے، اور باقی سات روزے حج کے بعد رکھے۔

(۳) **عن ابن عمر قالا لم يرخص فى أيام التشريق أن يصمن الا لمن لم يجد الهدى** ۔ (بخاری شریف، باب صیام ایام التشریق ص ۲۶۸ نمبر ۱۹۹۷ر مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۴ من رخص فی الصوم ولم یر علیہ ھدیا، ج ثالث، ص ۱۵۱، نمبر ۱۲۹۹۴) اس اثر میں ہے کہ کسی اور کے لئے تو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، البتہ جس قارن یا متمتع کو ہدی نہ ملے اس کے لئے گنجائش ہے۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان دنوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی مشہور حدیث ہے، اس لئے آیت اسی کے ساتھ مقید ہو گی۔

تشریح : یہ امام مالکؒ کو جواب دیا جا رہا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ ان چار دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے، اس کے لئے مشہور

ﷸ اویدخله النقص فلایتادی بہ ما اوجب کاملاً (۱۱۹۷) ولایؤدی بعدها ﷺ لان الصوم بدل والابدال لاتنصب الاشرعا والنصّ خصّه بوقت الحج وجواز الدم علی الاصل

حدیث موجود ہے،اس لئے آیت میں حج کے زمانے میں جو روزہ رکھنے کے لئے کہا گیا ہے وہ ایام تشریق کے بعد ہے۔

وجه : (۱)ایام تشریق میں روزہ ممنوع ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق عیدنا اهل الاسلام وهی ایام اکل و شرب (ابوداؤدشریف،باب صیام ایام التشریق ص۳۳۵نمبر۲۴۱۹رمسلم شریف،باب تحریم صوم ایام التشریق ص۳۶۰نمبر۱۱۴۱/۲۶۷۷)اس حدیث میں ہے کہ یوم النحر اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔(۲)اس میں بھی ہے۔ قال ان رسول الله ﷺ نهی عن صیام هذین الیومین اما یوم الاضحی فتأکلون من لحم نسککم واما یوم الفطر ففطرکم من صیامکم. (ابوداؤدشریف،باب فی صوم العیدین ص۳۳۵نمبر۲۴۱۶رمسلم شریف،باب تحریم صوم یومی العیدین ص۳۶۰نمبر۱۱۳۷/۲۶۷۱)اس حدیث میں ہے کہ عیدالفطر اور بقرعید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے۔

ترجمه: ﷸ یاایام تشریق کے روزے میں نقص داخل ہوگا اس لئے جو کامل روزہ واجب ہے وہ اس ناقص روزے سے ادا نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے کہ ایام تشریق میں روزہ رکھنا حدیث میں منع ہے،اس لئے ان دنوں میں جو روزہ رکھا جائے گا وہ ناقص روزہ ہوگا،اور ہدی کے بدلے میں جو روزہ رکھنے کے لئے کہا گیا ہے وہ کامل روزہ ہے،اس لئے ناقص روزے سے کامل روزہ ادا نہیں ہوگا،اس لئے بھی ایام تشریق میں ہدی کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

ترجمه: (۱۱۹۷) اور ایام تشریق کے بعد ادا نہیں ہوگا۔

ترجمه : ﷺ اس لئے کہ روزہ ہدی کا بدل ہے،اور شریعت ہی بدل متعین کر سکتی ہے،اور آیت میں روزہ حج کے وقت کے ساتھ خاص کیا ہے،اور خون کا جائز ہونا اصل پر ہے،اس لئے وہ حج کے بعد بھی جائز ہوگا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے،انہوں نے فرمایا تھا کہ قارن حج سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو ایام تشریق کے بعد رکھ لے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے،اس جواب میں دو باتیں فرماتے ہیں کہ [۱] ایک یہ کہ روزہ ہدی کا بدل،اور ہدی اصل ہے،اور روزے کے بارے میں یہ فرمایا کہ اس کو حج سے پہلے رکھے،اب یہ حج کے بعد بھی ادا ہو جائے اس کا تعین کرنا شریعت کا کام ہے،اور شریعت نے بعد کا تعین نہیں کیا اس لئے اس کو بعد میں نہیں رکھ سکتے۔[۲] اور دوسری بات یہ فرماتے ہیں کہ جانور تو اصل ہے اس لئے اگر روزہ فوت ہو گیا تو ایام تشریق کے بعد بھی اصل واجب رہے گا اس لئے روزہ فوت ہونے پر ہدی ہی لازم ہوگی،اب بعد میں روزہ کافی

۲؎ وعن عمرؓ انه امر فی مثله بذبح الشاة ۳؎ فلو لم یقدر علی الهدی تحلل وعلیه دمان دم التمتع ودم التحلّل قبل الهدی (۱۱۹۸) فان لم یدخل القارن مکة وتوجه الی عرفات فقد صار رافضاً لعمرته بالوقوف ﴾ ا؎ لانه تعذر علیه اداؤها لانه یصیر بانیًا افعال العمرة علی افعال الحج وذلک خلاف المشروع

نہیں ہوگا۔۔نصب: متعین کرنا۔

وجه : (ا)اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔عن ابن عباس قال اذا لم یصم المتمتع فعلیه الدم ۔دوسرے اثر میں ہے ۔وعن ابراھیم قال لا بد من دم ولو یبیع ثوبه۔(مصنف ابن ابی شیبة ۴۳ فی المتمتع اذا فاتہ الصوم ج ثالث،ص ۱۵۰،نمبر ۱۲۹۸۳/۱۲۹۸۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ دسویں ذی الحجہ تک روزے نہ رکھ سکا تو اس پر اب دم ہی لازم ہے۔

ترجمه: ۲؎ حضرت عمر سے مروی ہے کہ اس قسم کی باتوں میں بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔

تشریح : کوئی قارن یا متمتع حج سے پہلے روزہ نہ رکھ سکے تو حج کے بعد بکری ذبح کرے حضرت عمرؓ سے یہی روایت ہے۔

وجه : (ا) صاحب ھدایہ کا اثر یہ ہے۔عن ابن عباس قال اذا لم یصم المتمتع فعلیه الدم ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۴۳ فی المتمتع اذا فاتہ الصوم ج ثالث،ص ۱۵۰،نمبر ۱۲۹۸۳/۱۲۹۸۷)اس اثر میں ہے کہ روزہ نہ رکھ سکے تو اس پر دم لازم ہے

ترجمه : ۳؎ اور اگر ہدی پر قدرت نہ ہوئی تو حلال ہو جائے اور اس پر دو دم لازم ہونگے [ا] ایک دم تمتع کا [۲] اور دوسرا دم ہدی دینے سے پہلے حلال ہونے کا۔

تشریح : قارن تھا یا متمتع تھا اور حج کے بعد بھی ہدی دینے پر قدرت نہیں ہوئی تو اب اسی حال میں حلال ہو جائے ،لیکن ہدی ذبح کرنے سے پہلے حلال ہوا ہے اس لئے اس پر اب دو دم لازم ہونگے [ا] ایک دم تو پہلے سے تمتع یا قران کی ہدی کا ہے،[۲] اور دوسرا دم اس بنا پر ہے کہ تمتع کی ہدی دینے سے پہلے حلال ہو گیا۔اس لئے اس کی جنایت میں دوسرا دم لازم ہوگا۔

ترجمه: (۱۱۹۸) پس اگر قارن مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوا اور عرفات کی طرف متوجہ ہو گیا، پس وقوف عرفہ کی وجہ سے عمرہ چھوڑنے والا ہو گیا۔

ترجمه ا؎ اس لئے کہ قارن پر عمرہ کا ادا کرنا متعذر ہو گیا اس لئے کہ عمرہ کا فعل حج کے بعد بنا کرنے والا ہو گیا،اور یہ خلاف مشروع ہے۔

تشریح: قارن بننے کے لئے ضروری ہے کہ عمرہ پہلے ادا کرے اور حج بعد میں ہو، یہاں جب وہ عرفات کی طرف متوجہ ہو گیا تو عمرہ چھوٹ گیا،اب عمرہ کرے گا بھی تو حج کے بعد ہوگا ، حج سے پہلے نہیں ہو سکے گا ،اس لئے اب اس پر قران کی ہدی لازم نہیں ہو

(۱۱۹۹)ولا يصير رافضًا بمجرد التوجه﴾ ل هو الصحيح من مذهب ابى حنيفةؒ ايضًا ٢ والفرق له بينه وبين مصلى لظهر يوم الجمعة اذا توجه اليها ان الامر هنالك بالتوجه متوجه بعد اداء الظهر والتوجه فى القِران والتمتع منهى عنه قبل اداء العمرة فافترقا

گی ،البتہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے عمرہ کی قضا لازم ہوگی اور احرام باندھنے کے بعد عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم رفض لازم ہوگا۔

وجه: (ا)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرتنی عائشة قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ موا فين لهلال ذی الحجة ... كنت ممن أهل بعمرة فحضت قبل أن ادخل مكة فأدركنی يوم عرفة و انا حائض فشكوت الى رسول الله ﷺ فقال دعی عمرتک و انقضی رأسک و امتشطی و أهلی بالحج ففعلت فلما كانت ليلة الحصبةارسل معی عبد الرحمان الى التنعيم فارد فها فاهللت بعمرة مكان عمرتهافقضى الله حجها وعمرتها ولم يكن فی شیء من ذلک هدی ولا صدقة ولا صوم** ۔(بخاری شریف، باب الاعتمار بعد الحج بغیر ہدی ص ۲۴۰ نمبر ۱۷۸۶ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵ ،نمبر ۱۲۱۱ر ۲۹۱۴)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ چھوڑنے کے بدلے عمرہ کرنا ہوگا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کے بعد عمرہ کرنے کی وجہ سے دم قران لازم نہیں ہوگا، کیونکہ حضرت عائشہؓ نے عمرہ چھوڑا تو اس پر نہ دم تمتع لازم ہوا اور نہ دم قران لازم ہوا۔

ترجمه: (۱۱۹۹)اور صرف عرفات کی متوجہ ہونے کی وجہ سے عمرہ چھوڑنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمه :ل امام ابوحنیفہؒ کا بھی صحیح مذہب یہی ہے۔

تشریح : قارن عمرہ چھوڑ کر حج کی نیت سے عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو صرف متوجہ ہونے سے عمرہ ختم نہیں ہوگا جب تک کہ عرفات وقوف عرفہ نہ کرلے، امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہی ہے۔

ترجمه : ٢ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر عمرہ اور جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھ کر جمعہ کی طرف متوجہ ہونے والے کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمعہ کے دن ظہر کی ادائیگی کے بعد بھی جمعہ کی طرف جانے کا حکم متوجہ ہے، اور قران اور تمتع کے اندر عمرہ کی ادائیگی سے پہلے اس سے روکا گیا ہے، اس لئے دونوں میں فرق ہوگیا۔

تشریح : ایک مسئلہ پہلے گزرا ہے کہ جمعہ کی نماز سے پہلے کسی نے ظہر کی نماز پڑھی، اس کے بعد جمعہ کے لئے روانہ ہوا تو روانہ ہوتے ہی ظہر کی نماز فاسد ہوگئی چاہے جمعہ ملے یا نہ ملے، اور یہاں قارن عمرہ چھوڑ کر عرفات کے لئے روانہ ہوا تو روانہ ہوتے ہی عمرہ ختم نہیں ہوگا جب تک کہ وقوف عرفہ نہ کرلے۔اس لئے دونوں میں فرق یہ ہے کہ ظہر کی نماز پڑھنے کے باوجود اللہ کا حکم یہ ہے کہ جمعہ کی طرف سعی کرو۔ **فاسعوا الى ذكر الله** ۔ اس حکم کی وجہ سے جمعہ کی طرف روانہ ہوتے ہی ظہر فاسد ہوجائے گی۔اور عمرہ کا حال

(۱۲۰۰) قال وسقط عنه دم القِران ﴾ لـ لانه لما ارتفضت العمرة لم يرفق لاداء النسكين

(۱۲۰۱) وعليه دم لرفض عمرته بعد الشروع فيها وعليه قضاء ها ﴾ لـ لصحة الشروع فيها فاشبه المحصر واللہ اعلم.

اس کا الٹا ہے کہ عمرے کا احرام باندھنے کی وجہ سے وقوف عرفہ کرنے سے پہلے پہلے تک حکم ہے کہ واپس آ کر عمرہ کریں اس لئے اس حکم کی وجہ سے وقوف عرفہ سے پہلے پہلے تک عمرہ فاسد نہیں ہوگا۔اس فرق کی وجہ سے روانہ ہوتے ہی ظہر فاسد ہوگئی اور عمرہ فاسد نہیں ہوا۔

ترجمه : (۱۲۰۰) اس سے دم قران ساقط ہوجائے گا۔

ترجمه : لـ اس لئے کہ جب عمرہ چھوٹ گیا تو دو عبادتوں کے ادا کرنے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

تشريح : چونکہ اس سے عمرہ چھوٹ گیا اس لئے یہ قارن نہیں بنا اس لئے اس پر دم قران ساقط ہوجائے گا۔

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ **اخبرتني عائشة قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ موا فين لهلال ذی الحجة ... فلما كانت ليلة الحصبةارسل معی عبد الرحمان الی التنعيم فارد فها فاهلّت بعمرة مكان عمرتهافقضى الله حجها وعمرتها ولم يكن في شيء من ذلك هدى ولا صدقة ولا صوم** ۔(بخاری شریف، باب الاعتمار بعد الحج بغیر ہدی ص ۲۴۰ نمبر ۱۷۸۶ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵، نمبر ۱۲۱۱ر۲۹۱۴) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ پر عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے قران کی ہدی لازم نہیں ہوئی۔

ترجمه : (۱۲۰۱) اور عمرہ کو شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، اور اس پر عمرے کی قضا لازم ہو گی۔

ترجمه: لـ عمرے کو شروع کرنے کی صحیح ہونے کی وجہ سے، اس لئے وہ محصر کے مشابہ ہوگیا۔ واللہ اعلم۔

تشريح : عمرے کا احرام باندھا اس لئے عمرہ کرنا صحیح ہے لیکن شروع کرنے کے بعد اس کو چھوڑ دیا، تو اس چھوڑنے کی وجہ سے قضا لازم ہوگی، اور دم بھی لازم ہوگا۔

وجه :(۱) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ **عن جابر قال ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة يوم النحر** (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدی الخ ص ۴۲۴ نمبر ۱۳۱۹) اس حدیث میں حضرت عائشہ کی جانب سے حضورؐ نے گائے ذبح کی، اور حضرت عائشہ قارن تو تھی نہیں کیونکہ حیض آنے کی وجہ سے وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں، پھر بھی آپؐ نے ان کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم تھا، اس لئے عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا (۲) اثر میں

ہے۔عن طاؤس فی المحرم لعمرة اعترض له قال یبعث بهدی ثم یحسب کم یسیرثم یحتاط بایام ثم یحل. (مصنف ابن ابی شیبۃ ،۵۷ فی الرجل اذا اهل بعمرۃ فاحصر، ج ثالث ،ص ۱۵۹، نمبر ۱۳۰۷۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عمرہ نہ کر سکے تو اس کی ہدی بھیجے۔

اورعمرے کی قضالازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ اخبرتنی عائشة قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ موا فین لهلال ذی الحجة ... فلما کانت لیلة الحصبةارسل معی عبد الرحمان الی التنعیم فارد فها فاهللت بعمرة مکان عمرتهافقضی الله حجها وعمرتها ولم یکن فی شیء من ذلک هدی ولا صدقة ولا صوم ۔(بخاری شریف، باب الاعتمار بعدالحج بغیر ہدی ص ۲۴۰ نمبر ۱۷۸۶ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افرادالحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵، نمبر ۱۲۱۱ر۲۹۱۴) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کا جوعمرہ چھوٹ گیا تھااس کے بدلے میں یہ عمرہ کیا،جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ اسکی قضالازم ہوگی۔واللہ اعلم۔

﴿باب التمتع﴾

(۱۲۰۲)التمتع افضل من الافراد ﴿۱ وعن ابی حنیفةؒ ان الافراد افضل لان المتمتع سفره واقع لعمرته

﴿ باب التمتع ﴾

ضروری نوٹ: حج کے مہینے شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کی دس تاریخ میں عمرے کا احرام باندھے پھر عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور حج کے زمانے میں حج کا احرام باندھ کر حج پورا کرے اس کو تمتع کہتے ہیں۔ تمتع: متع سے مشتق ہے، اس کا ترجمہ ہے فائدہ اٹھانا، چونکہ ایک سفر میں عمرہ اور حج دونوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور عمرے کا احرام کھول کر حلال ہونے کا فائدہ اٹھاتا ہے اس لئے اس کو تمتع کہتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ فمن تمتع بالعمر ة الی الحج فما استیسر من الهدی . (آیت ۱۹۶ سورة البقرة ۲) اس آیت سے تمتع ثابت ہوتا ہے (۲) اس حدیث میں تمتع کا پورا ذکر ہے۔ ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الودا ع بالعمرة الی الحج و أهدی فساق معه الهدی من ذی الحلیفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فکان من الناس من أهدی فساق الهدی و منهم من لم یهد. فلما قدم النبی ﷺ مکة قال للناس من کان منکم أهدی فانه لا یحل من شیء حرم منه حتی یقضی حجه، و من لم یکن منکم أهدی فلیطف بالبیت و بالصفا و المروة و یقصر و لیحلل ثم لیهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معه، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱/ مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانه اذا عدمه لزمه صوم ثلاثة ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷/ ۲۹۸۲) اس حدیث میں عمرے کے احرام کا بھی تذکرہ ہے، اور طواف کا بھی، اور سعی کا بھی، اور قصر کرا کر حلال ہونے کا بھی ذکر ہے، اور اس کے بعد حج کا احرام باندھنے کا ذکر ہے۔

ترجمہ: (۱۲۰۲) ہمارے نزدیک تمتع افراد سے افضل ہے۔

وجہ: (۱) تمتع میں دو عبادتیں ایک سفر میں ادا کی جاتی ہیں عمرہ اور حج اس لئے یہ افضل ہوگا (۲) صحابہ کو حجة الوداع میں عمرہ کر کے حلال ہونے کے لئے آپؐ نے فرمایا۔ عن عائشة قالت خرجنا مع النبی ﷺ ... فامر النبی ﷺ من لم یکن ساق الهدی ان یحل فحل من لم یکن ساق الهدی. (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۲ نمبر ۱۵۶۱/ مسلم شریف، باب وجوه الاحرام وانه یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۱۱، نمبر ۱۲۱۳/ ۲۹۴۰) اس حدیث میں آپؐ نے صحابہ کو عمرہ کر کے حلال ہونے کا حکم دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمتع افراد سے افضل ہے۔ (۳) حج تمتع کا تذکرہ قرآن میں ہے اس لئے بھی اس کو حج افراد سے افضل ہونا چاہئے، یہ آیت اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: ۱ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ افراد افضل ہے، اس لئے کہ تمتع کرنے والا اس کا سفر عمرے کے لئے ہو جاتا

والمفرد سفره واقع لحجته ۲؎ وجه ظاهر الرواية ان فی التمتع جمعًا بين العبادتين فاشبه القِران ثم فيه زيادة نسک وهو اراقة الدم ۳؎ وسفره واقع لحجته وان تخلّلت العمرة لانها تبع للحج كتخلل السنة بين الجمعة والسعی اليها (۱۲۰۳) والمتمتع علی وجهين متمتع يسوق الهدی ومتمتع لا يسوق الهدی ﴾

ہے،اورمفرد کا سفر صرف حج کے لئے واقع ہوتا ہے۔

تشریح : حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ تمتع سے افراد افضل ہے،اوراس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ حج تمتع میں سفر عمرے کے لئے بھی ہوگا،تو یہ سفر خالص حج کے لئے نہیں ہوا،اور حج افراد میں سفر خالص حج کے لئے ہوگا اس لئے حج افراد افضل ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ظاہری روایت کی وجہ یہ ہے کہ تمتع میں دو عبادتوں کو جمع کرنا ہے اس لئے قران کے مشابہ ہوگیا،پھر اس میں عبادت کی زیادتی ہے،اوروہ خون بہانا ہے۔

تشریح :ظاہری روایت میں یہی ہے کہ تمتع افراد سے افضل ہے،اس کی[۱] ایک وجہ یہ فرماتے ہیں کہ اس میں دوعبادتوں کو جمع کرنا ہے،اس لئے یہ قران کی طرح ہوگیا،اور حج افراد میں ایک ہی عبادت ہے اس لئے یہ افراد سے افضل ہوگا[۲] دوسری وجہ یہ فرما تے ہیں کہ تمتع میں کئی عبادتیں زیادہ ہوجاتی ہیں،مثلا تمتع میں ہدی دینا پڑتا ہے جوایک بڑی عبادت ہے،اس لئے تمتع افضل ہوگا

ترجمہ : ۳؎ اوراس کا سفر تو حج کے لئے ہی واقع ہوتا ہے،اگر چہ بیچ میں عمرہ بھی آجاتا ہے تاہم وہ حج کے تابع ہے،جیسے جمعہ کا فرض اوراسکی طرف سعی کے درمیان سنت آجاتی ہے۔

تشریح : اوپر افراد کے افضل ہونے کے لئے دلیل دی تھی کہ سفر عمرے کے لئے ہوجاتا ہے تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ سفر تو اصل میں حج کے لئے ہوتا ہے،اورعمرہ تو اس کے تابع ہے،اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ سعی جمعہ کے فرض کے لئے کرتے ہیں لیکن اس کے پہلے جمعہ کی سنت پڑھتے ہیں،اس کے باوجود کوئی نہیں کہتا کہ سعی جمعہ کی سنت کے لئے ہوگئی بلکہ فرض ہی کے لئے شمار کرتے ہیں، اسی طرح یہاں سفر حج کے لئے ہے البتہ بیچ میں عمرہ بھی آجاتا ہے۔

ترجمہ: (۱۲۰۳) متمتع کی دو قسمیں ہیں[۱] متمتع جو ہدی ساتھ ہانکے[۲] اور دوسرا متمتع جو ہدی نہ ہانکے۔

تشریح: قریب کے لوگ میقات سے ہی ہدی لیکر جاتے ہیں تو وہ ہدی ہانکنے والا متمتع ہوا اور جو لوگ ہدی ساتھ نہ لے جائے بلکہ بعد میں ہدی خرید کر ذبح کرے وہ متمتع ہے جو ہدی ساتھ نہ لے جائے۔حضور حجۃ الوداع میں ہدی ساتھ لیکر تشریف لے گئے تھے۔

وجہ :(۱) ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج و أهدی فساق معه

ل ومعنى التمتع الترفق باداء النسكين فى سفر واحد من غير ان يُلم باهله بينهما الماما صحيحا

الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فكان من الناس من أهدى فساق الهدى و منهم من لم يهد. (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ،ص۲۷۴،نمبر۱۶۹۱رمسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج،ص۵۲۱،نمبر۱۲۲۷ر۲۹۸۲)اس حدیث میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے ہدی ہانکی،اور وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے ہدی نہیں ہانکی۔

ترجمہ: ل تمتع کا معنی ہے ایک ہی سفر میں دونسک ادا کر کے فائدہ اٹھانا دونوں کے درمیان صحیح طور پر اہل سے ملے بغیر۔

تشریح: حج تمتع ہونے کے لئے دوشرطیں ہیں[۱] ایک تو یہ کہ حج کے مہینے میں عمرہ کیا ہو،یعنی شوال، ذی قعدہ،اور ذی الحجہ کی نویں تاریخ سے پہلے پہلے عمرہ کیا ہو۔اس لئے اگر شوال سے پہلے پہلے عمرہ کرلیا تو حج تمتع نہیں ہوگا، یا ذی الحجہ کی نویں تاریخ کے بعد عمرہ کیا ہو تو حج پہلے ہو جائے گا اور عمرہ بعد میں ہو جائے گا اس لئے بھی تمتع نہیں ہوگا، حالانکہ تمتع کے لئے شرط ہے کہ عمرہ حج سے پہلے ہو۔[۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں کیا ہو،اس لئے اگر عمرہ کرنے کے بعد المام کرلیا،یعنی وطن میں اہل کے پاس واپس آ گیا اور پھر جا کر حج کیا تو عمرہ پہلے سفر میں ہوا اور حج دوسرے سفر میں ہوا،تو چونکہ ایک سفر میں عمرہ اور حج نہیں ہوا اس لئے حج افراد ہو جائے گا، حج تمتع نہیں ہوگا، ہاں اگر دوسری مرتبہ سفر کرتے وقت عمرہ اور حج دونوں کیا تو دوسری مرتبہ کے عمرے سے تمتع ہوگا، پہلے عمرے سے نہیں۔

لغت: المام: کا ترجمہ ہے عمرے کا احرام باندھنے کے بعد اپنے وطن میں اہل کے پاس چلا جائے،اس کو المام کہتے ہیں۔اب اگر پہلے سے ہدی ہانکا ہے اور پھر المام کیا تو پورا المام نہیں ہوگا، اس لئے اس کو المام فاسد کہتے ہیں، کیونکہ ہدی ہانکنے کی وجہ سے پہلا احرام نہیں توڑ سکتا ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ اہل میں جانے کے باوجود پورے طور پر اہل میں نہیں گیا،اس لئے المام فاسد ہوا۔

وجہ: (۱) ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فى حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فكان من الناس من أهدى فساق الهدى و منهم من لم يهد. فلما قدم النبى ﷺ مكة قال للناس من كان منكم أهدى فانه لا يحل من شىء حرم منه حتى يقضى حجه، و من لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ،ص۲۷۴،نمبر۱۶۹۱رمسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج،ص۵۲۱،نمبر۱۲۲۷ر۲۹۸۲)اس حدیث میں ہے کہ جس نے ہدی ساتھ لیا تو درمیان میں حلال نہ ہو بلکہ حج کرنے کے بعد ہی حلال ہوگا۔۔ ہدی ہانکنے کی صورت میں چونکہ درمیان میں حلال نہیں ہو سکے گا،اس لئے عملا قران کی

۲ ویدخله اختلافات نبینها ان شاء اللہ (۱۲۰۴)وصفته ان یبتدی من المیقات فی اشهر الحج فیحرم بالعمرة ویدخل مکة فیطوف لها ویسعی لها ویحلق او یقصر وقد حل من عمرته وهذا هو تفسیر

طرح ہوگا کہ اس میں بھی درمیان میں حلال نہیں ہوتا ہے، صرف نیت کے اعتبار سے فرق ہوگا، کہ عمرہ اور حج دونوں کو ملانے کی نیت ہوتو قران ہوگا اور عمرے کو الگ اور حج کو الگ رکھنے کی نیت ہو تو تمتع ہو جائے گا۔

اور اگر ہدی نہیں ہانکا ہے اور المام کر لیا تو پورا المام ہو گیا اس لئے اس کو المام صحیح کہتے ہیں، اگر المام صحیح کر لیا اس کے بعد واپس آ کر صرف حج کیا تو حج تمتع نہیں ہوگا، حج افراد ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج نہیں ہوا، کیونکہ پہلے سفر میں صرف عمرہ ہوا اور وطن سے دوبارہ سفر کیا تو اس میں صرف حج ہوا، ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج دونوں ہو تو تمتع ہوتا ہے اور اگر ایک سفر میں عمرہ ہوا اور وطن سے دوسرے سفر میں حج ہو تو حج افراد ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ تمتع کی تعریف میں کچھ اختلاف ہے، ہم ان شاء اللہ اس کو بعد میں بیان کریں گے۔

ترجمہ: (۱۲۰۴) تمتع کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرے کا احرام شروع کرے اور مکہ میں داخل ہو۔ پس عمرے کا طواف کرے، سعی کرے اور حلق یا قصر کرائے اور اپنے عمرے سے حلال ہو جائے۔

تشریح: تمتع میں دو چیزیں ہوتی ہیں، عمرہ اور حج، ان میں سے عمرے کا طریقہ یہ بتا رہے ہیں کہ اس میں چار کام ہیں [۱] حج کے مہینوں میں عمرے کا احرام باندھنا [۲] سات شوط بیت اللہ کا طواف کرے۔ [۳] صفا اور مروہ کے درمیان سات شوط سعی کرے۔ [۴] اس کے بعد حلق کرائے یا قصر کرائے۔ اور حلال ہو جائے۔

وجہ: (۱) ان ابن عمر قال تمتع رسول اللہ ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج و أهدی فساق معه الهدی من ذی الحلیفة و بدأ رسول اللہ ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فکان من الناس من أهدی فساق الهدی و منهم من لم یهد. فلما قدم النبی ﷺ مکة قال للناس من کان منکم أهدی فانه لا یحل من شیء حرم منه حتی یقضی حجه، و من لم یکن منکم أهدی فلیطف بالبیت و بالصفا و المروة و یقصر و لیحلل ثم لیهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱ / مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع و انہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷ / ۲۹۸۲) اس حدیث میں عمرے کے احرام کا بھی تذکرہ ہے، اور طواف کا بھی، اور سعی کا بھی، اور قصر کرا کر حلال ہونے کا بھی ذکر ہے۔ (۲) تمتع کے مہینے یہ ہیں ۔ عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج ... واباحه للناس غیر اهل مکة قال اللہ تعالی ﴿ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام﴾ و اشهر الحج التی ذکر اللہ تعالی : شوال و ذو القعدة و ذو الحجة ، فمن تمتع فی هذه الاشهر فعلیه دم أو

العمرة ﴾(۱۲۰۵) وكذلك اذا اراد ان يفرد فعل ما ذكرنا ﴾ ا هكذا فعل رسول الله عليه السلام فى عمرة القضاء ٢ وقال مالكؒ لا حلق عليه انما العمرة الطواف او السعى ٣ وحجتنا عليه ما روينا ٤ وقوله تعالىٰ محلّقين رؤسكم الأية نزلت فى عمرة القضاء

صوم (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲ مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸۱ من کان لا یری علی اہل مکۃ متعۃ، ج ثالث، ص ۴۱۶، نمبر ۱۵۶۹۰) اس اثر میں ہے کہ تمتع کرنے کے مہینے شوال اور ذوقعدۃ اور ذی الحجہ ہے

ترجمہ: (۱۲۰۵) ایسے ہی اگر ارادہ کرے کہ صرف عمرہ کرے تو ایسا ہی کرے جو میں نے پہلے ذکر کیا۔

ترجمہ: ا ایسے ہی رسول اللہ ﷺ نے قضا عمرے میں کیا ہے۔

تشریح : تمتع کرنے والا جس طرح عمرے کے چار اعمال کرتے ہیں اسی طرح صرف عمرہ کرنے والا بھی چار اعمال کریں [۱] عمرے کا احرام باندھے [۲] طواف کرے [۳] سعی کرے [۴] حلق یا قصر کرائے، اور حلال ہو جائے۔ حضورؐ سن ہجری ٦ھ میں عمرہ کے لئے گئے تو مقام حدیبیہ میں کفار مکہ نے روک لیا اور کہا کہ اگلے سال آپ عمرہ کرنے آئیں گے، آپؐ اگلے سال عمرہ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو عمرہ کے یہی چار اعمال کر کے حلال ہوئے، جس سے معلوم ہوا کہ صرف عمرہ کرنا ہو تب بھی یہی اعمال کرنے ہونگے۔

وجہ : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال لما قدم النبی ﷺ مكة أمر اصحابه أن يطوفوا بالبيت و بالصفا و المروة ثم يحلوا و يحلقوا أو يقصروا . (بخاری شریف، باب تقصیر المتمتع بعد العمرۃ، ص ۲۷۹، نمبر ۱۷۳۱) اس حدیث میں ہے کہ عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف کرے، پھر صفا مروہ کی سعی کرے، پھر حلق یا قصر کرا کر حلال ہو جائے، یہ عمرہ کے کل چار اعمال ہیں

ترجمہ: ٢ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ متمتع پر حلق واجب نہیں ہے، عمرہ تو طواف اور سعی کا نام ہے۔

تشریح : حضرت امام مالکؒ کی رائے ہے کہ حلق یا قصر کرائے تو ٹھیک ہے لیکن عمرے کے لئے ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: ٣ ہماری حجت ان پر وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی۔ حلق یا قصر کی یہ حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمہ : ٤ اور اللہ تعالی کا قول ﴿ محلقين رء وسكم و مقصرين لا تخافون ۔ (آیت ۲۷، سورۃ الفتح ۴۸) عمرہ کی قضا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔ لقد صدق الله رسوله الرء يا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله ء امنين محلقين رء وسكم و مقصرين لا تخافون ۔ (آیت ۲۷، سورۃ الفتح ۴۸) اس آیت میں ہے کہ اے

۵ ولانها لما كان لها تحرّم بالتلبية كان لها تحلّل بالحلق كالحج . (۱۲۰۶)ويقطع التلبية اذا ابتدأ بالطواف ﴾ ا وقال مالكؒ كما وقع بصره على البيت لان العمرة زيارة البيت وتتم به ۲ ولنا ان النبى عليه السلام فى عمرة القضاء قطع التلبية حين استلم الحجر

حضور آپ اگلے سال عمرہ کریں گے اور حلق یا قصر کرائیں گے، جس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کرنے والوں کے لئے حلق یا قصر کرانا چاہئے۔

ترجمہ: ۵ اور اس لئے بھی کہ جب تلبیہ کے ذریعہ سے احرام باندھا تو اس کے لئے حلق کرانے کے ذریعہ حلال ہونا چاہئے، جیسے حج میں ہوتا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ جب تلبیہ کے ذریعہ عمرے کا احرام باندھا تو حلق کے ذریعہ اس کو حلال بھی کرنا چاہئے، جیسے حج میں حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہوتے ہیں، اسی طرح عمرے میں بھی حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہونا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۲۰۶) اور تلبیہ ختم کردے جب طواف شروع کرے۔

تشریح: جب عمرے کا طواف شروع کرے تو اب تلبیہ پڑھنا ختم کردے۔

وجہ: (۱) لبیک کے معنی ہیں میں حاضر ہوں۔ اور وہ حاضر ہو گیا تو اب دوبارہ میں حاضر ہوں کہنا اچھا نہیں ہے۔ اس لئے اب تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس عن النبى و قال يلبى المعتمر حتى يستلم الحجر** ۔(ابوداؤد شریف، باب متی یقطع المعتمر التلبیۃ ص ۲۵۹ نمبر ۱۸۱۷ رترمذی شریف، باب ما جاء متی یقطع التلبیۃ فی العمرۃ ص ۱۸۵ نمبر ۹۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کا بوسہ دے اور طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے۔

ترجمہ: ا حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جیسے ہی بیت اللہ پر نظر پڑے تو تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے، اس لئے کہ عمرہ بیت اللہ کی زیارت ہے اور دیکھنے سے زیارت پوری ہو گئی [اس لئے اب تلبیہ چھوڑ دے۔

تشریح: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ کا مطلب ہے بیت اللہ کی زیارت اور بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی اس کی زیارت ہو گئی اس لئے بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام قضا والے عمرہ میں جب حجر اسود کو چوما تو تلبیہ چھوڑ دیا۔

تشریح: یہ حدیث ابھی اوپر گزری۔ **عن ابن عباس عن النبى و قال يلبى المعتمر حتى يستلم الحجر** ۔(ابوداؤد شریف، نمبر ۱۸۱۷ رترمذی شریف، نمبر ۹۱۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حجر اسود کا بوسہ دے اور طواف شروع کرے تو تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے۔

۳؎ ولان المقصود هو الطواف فيقطعها عند افتتاحه ولهذا يقطعها الحاج عند افتتاح الرمى

(۱۲۰۷) قال ويقيم بمكة حلالاً ۱؎ لانـه حلَّ من العمرة (۱۲۰۸) فـاذا كان يوم التروية احرم بالحج من المسجد

ترجمه: ۳؎ اوراس لئے کہ عمرے کامقصود طواف ہے اس لئے طواف شروع کرتے وقت تلبیہ پڑھنا چھوڑ دے، اس لئے کہ حج کرنے والا رمی شروع کرتے وقت تلبیہ چھوڑتا ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے، کہ عمرے کا مقصد صرف بیت اللہ کی زیارت نہیں ہے بلکہ طواف کرنا ہے، اس لئے طواف شروع کرتے وقت تلبیہ پڑھنا چھوڑے، یہی وجہ ہے کہ حج کرنے والا بیت اللہ پر نظر پڑتے ہی تلبیہ نہیں چھوڑتا ہے بلکہ جب طواف زیارت کی تیاری کرتا ہے، یعنی جمرہ عقبہ کی رمی کرتا ہے تب تلبیہ پڑھنا چھوڑتا ہے، اسی طرح یہاں طواف شروع کرے اوراس کے لئے حجر اسود کو چومے تو تلبیہ چھوڑ دے۔

ترجمه: (۱۲۰۷) اور مکہ مکرمہ میں حلال ہوکر مقیم رہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ عمرہ سے حلال ہو گیا ہے۔

وجه: (۱) چونکہ یہ عمرہ سے حلال ہو چکے ہیں اس لئے اب مکہ مکرمہ میں حلال ہوکر ٹھہرے رہیں (۲) حدیث میں ہے ۔حدثنی جابر بن عبد الله انه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه وقد اهلوا بالحج مفردا فقال لهم اهلوا من احرامكم بطواف البيت وبين الصفا والمروة وقصروا ثم اقيموا حلالا حتى اذا كان يوم التروية فاهلوا بالحج واجعلوا التى قدمتم بها متعة (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج، ص ۲۱۲، نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں عمرہ سے حلال ہونے کے بعد ٹھہرنے کے لئے کہا ہے۔

ترجمه: (۱۲۰۸) پس جبکہ ساتویں تاریخ ہو تو مسجد حرام سے حج کا احرام باندھے۔

تشریح: چونکہ یہ مکی کی طرح ہو گئے اور مکی حج کا احرام حرم سے باندھتے ہیں اس لئے یہ بھی ساتویں تاریخ کو حج کا احرام حرم سے باندھیں گے۔ اور مفرد بالحج جو اعمال کرتے ہیں مثلا عرفات جاتے ہیں، مزدلفہ میں ٹھہرتے ہیں، رمی جمار کرتے ہیں اور طواف زیارت کرتے ہیں وہی اعمال یہ آدمی بھی کرے گا۔ کیونکہ یہ بھی مفرد بالحج کی طرح ہو گیا ہے۔ اور چونکہ یہ متمتع ہوا اس لئے اس پر دم تمتع لازم ہوگا۔

وجه: (۱) مسجد حرام سے یا حرم سے احرام باندھنے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل نجد قرن المنازل ولاهل اليمن يلملم فهن لهن ولمن

ل والشرط ان يحرم من الحرم اما المسجد فليس بلازم وهذا لانه فی معنی المکی ومیقاتُ المکی فی الحج الحرمُ علی ما بینا (١٢٠٩) وفعل ما یفعله الحاج المفرد ﴾ ل لانه مؤدی للحج الا انه یرمل فی طواف الزیارة ویسعیٰ بعده لان هذا اول طواف له فی الحج بخلاف المفرد لانه قد سعی مرة

اتی علیهن من غیر اهلهن لمن کان یرید الحج والعمرة فمن کان دونهن فمهله من اهله وکذلک حتی اهل مکة یهلون منها (بخاری شریف، باب مھل اہل الشام ص ۲۰۶ نمبر ۱۵۲۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ مکہ سے احرام باندھیں گے اور متمتع احرام کھولنے کے بعد مکی کی طرح ہو گئے اس لئے وہ بھی مکہ سے احرام باندھیں گے (۲) مسلم شریف میں ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال امرنا النبی ﷺ لما احللنا ان نحرم اذا توجهنا الی منی قال فاهللنا من الابطح (مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران الخ ص ۳۹۲ نمبر ۱۲۱۴/۲۹۴۱) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام نے حجۃ الوداع میں ابطح جو مکہ مکرمہ میں ایک جگہ ہے وہاں سے حج کا احرام باندھا۔

ترجمه: ل شرط یہ ہے کہ حرم سے احرام باندھے، بہر حال مسجد تو ضروری نہیں ہے، اور یہ اس لئے ہے کہ یہ مکی کے معنی میں ہو گیا، اور حج میں مکی کا حج کے اندر حرم ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح: متن میں یہ ہے کہ مسجد حرام سے احرام باندھے، تو اس کی تشریح فرما رہے ہیں کہ مسجد حرام سے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پورے حرم میں سے کہیں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے، مسجد عائشہ تک حرم کی حد ہے، کہاں کہاں تک حرم کی حد ہے آج کل وہاں نشان لگا دیا گیا ہے، اس کے اندر اندر احرام باندھ سکتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ سے حلال ہونے کے بعد مکہ مکرمہ میں ٹھہرا تو یہ مکی کے معنی میں ہو گیا، اور حج کے لئے مکہ کا میقات حرم ہے اس لئے متمتع کے لئے بھی حج کا احرام حرم ہی ہوگا۔ حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمه: (۱۲۰۹) اور ایسا ہی اعمال کرے جیسا مفرد حاجی کرتا ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ اب حج کو ادا کرنے والا ہے، مگر یہ کہ یہ طواف زیارت میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے اس لئے کہ یہ اس کے لئے حج کا پہلا طواف ہے، بخلاف مفرد کے اس لئے کہ وہ ایک مرتبہ سعی کر چکا ہے۔

تشریح: حج کا احرام باندھنے کے بعد جس طرح حج مفرد والا اعمال کریں گے اسی طرح یہ بھی کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی تو اب حج ہی کر رہا ہے، البتہ یہ طواف زیارت میں رمل کرے یعنی اکڑ کر چلے، اور اس کے بعد سعی بھی کرے اس لئے کہ حج میں اس کے لئے یہ پہلا طواف ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ ہر عمرے اور ہر حج میں رمل بھی کرنا پڑتا ہے اور سعی بھی کرنا پڑتا ہے۔ مفرد بالحج کو طواف زیارت میں رمل اور سعی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ طواف قدوم میں رمل اور سعی کر چکا ہے۔

(١٢١٠) ولو كان هذا المتمتع بعد ما احرم بالحج طاف وسعى قبل ان يَرُوح الى منى لم يرمل فى طواف الزيارة ولا يسعى بعده ﴾ ل لانه قد اتى بذلك مرةً ٢ وعليه دم التمتع للنصّ الذى تلوناه (١٢١١)فان لم يجد صام ثلثة ايامٍ فى الحج وسبعة اذا رجع ﴾ ل على الوجه الذى بيناه فى القران (١٢١٢)فان صام ثلثة ايام من شوال ثم اعتمر لم يُجزه عن الثلثة ﴾ ل لان سبب وجوب هذا الصوم تمتع لانه بدل عن الدم وهو فى هذه الحالة غير متمتع فلا يجوزهُ اداء ه قبل وجود سببه

ترجمه: (١٢١٠) اوراگر یہ متمتع حج کا احرام باندھنے کے بعد منی کی طرف جانے سے پہلے طواف کرلے اورسعی کرلے تو طواف زیارت میں نہ رمل کرے اور نہ سعی کرے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ ایک مرتبہ وہ کر چکا ہے۔

تشریح: تمتع کرنے والا اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد کوئی طواف کرے اوراس میں رمل کرلے اورسعی کرلے اس کے بعد منی کی طرف روانہ ہو تو چونکہ ایک مرتبہ اس حج میں رمل اورسعی کر چکا ہے اس لئے طواف زیارت میں رمل اورسعی کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

ترجمه: ٢ اس آیت کی وجہ سے اس پر تمتع کا دم ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

وجه :(١) یہ آدمی تمتع کرنے والا ہے اس لئے اس پر تمتع کا دم لازم ہوگا (٢) آیت یہ ہے فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج و سبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام (آیت ١٩٦ سورة البقرة ٢) اس آیت میں ہے کہ جس نے تمتع کیا اس پر ہدی لازم ہے اور ہدی نہ دے سکا تو تین روزے حج سے پہلے رکھے اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھے۔

ترجمه: (١٢١١) پس اگر ایسا جانور نہ پائے جو ذبح کر سکے تو تین دن روزے رکھے حج میں اور سات دن جب گھر لوٹے۔

ترجمه: ل اس طریقے پر جسکو میں نے باب قران میں ذکر کیا ۔

تشریح :باب القران مسئلہ نمبر ١١٩٤ میں گزر چکا ہے کہ اگر تمتع کرنے والے کو ہدی دینے کے لئے جانور نہ ملے یا اس پر قدرت نہ ہو تو حج سے پہلے تین دن روزے رکھے اور سات روز حج کے بعد روزہ رکھے، اور دلیل اوپر کی آیت ہے۔

ترجمه: (١٢١٢) اگر شوال میں تین دن روزہ رکھا پھر عمرہ کیا تو یہ تین دن کافی نہیں ہونگے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ اس روزے کے وجوب کا سبب تمتع ہے، اس لئے کہ یہ ہدی کے بدلے میں ہے اور وہ اس حالت میں متمتع نہیں ہے اس لئے سبب کے پائے جانے سے پہلے اس کا ادا کرنا جائز نہیں۔

(۱۲۱۳)وان صامها بعد ما احرم بالعمرة قبل ان يطوف جاز ﴿١ عندنا ٢ خلافا للشافعیؒ له قوله تعالیٰ فصيام ثلثة ايام فی الحج

تشریح :ایک آدمی نے ابھی عمرے کا احرام نہیں باندھا اور شوال میں روزہ رکھا اور بعد میں عمرہ کیا تو اگر ہدی نہ ملے تو یہ تین دن ہدی کے بدلے میں کافی نہیں ہے، بلکہ عمرے کے احرام کے بعد دوبارہ تین دن روزہ رکھنا پڑے گا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تین دن تمتع کے ہدی کے بدلے میں ہے، اور تمتع عمرہ کے احرام کے بعد شروع ہوگا، اس لئے احرام سے پہلے روزے کا سبب نہیں پایا گیا اس لئے وہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ سبب سے پہلے اس کا وجود جائز نہیں۔

اصول:۔سبب پائے جانے سے پہلے اس کے وجوب کو ادا کرنا کافی نہیں۔

ترجمہ : (۱۲۱۳) اگر عمرے کے احرام باندھنے کے بعد اس کے طواف کرنے سے پہلے روزہ رکھا تو۔

ترجمہ: ١ ہمارے نزدیک جائز ہے۔

تشریح : عمرے کا احرام باندھا اور ابھی عمرے کا طواف نہیں کیا ہے اس سے پہلے ہدی کے بدلے میں تین دن روزہ رکھا تو یہ روزہ ہدی کے بدلے میں کافی ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزہ تمتع کے سبب سے ہے اور تمتع کا سبب عمرہ ہے اور عمرے کا احرام باندھ چکا ہے، اب چونکہ سبب پائے جانے کے بعد روزہ رکھا ہے اس لئے یہ روزہ ہدی کے بدلے میں کافی ہو جائے گا۔

وجہ : (۱)عن ابن عمر قال لا يصوم المتمتع الا و هو محرم ، لا يقضی عنه الا ذالک قلت يصومن فی شوال ؟ قال لا الا محرما . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المتمتع یرید الصوم متی یصوم؟ ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۷۹) اس اثر میں ہے کہ عمرے کا احرام باندھنے کے بعد روزہ رکھے تب ہی کافی ہوگا۔

ترجمہ: ٢ خلاف امام شافعیؒ کے، انکی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی کا قول, فصيام ثلاثه ايام فی الحج۔ آیت ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد تین دن روزہ رکھے گا تو کافی ہوگا اور اس کے پہلے روزہ رکھے گا تو کافی نہیں ہوگا، اور اس نے ابھی عمرے کا طواف بھی نہیں کیا ہے اور روزہ رکھ لیا ہے تو کیسے کافی ہوگا!

وجہ : (۱)امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ تمتع کی ہدی نہ ملنے پر حج میں تین دن روزہ رکھو۔ فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فی الحج. (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲)، اس کا مطلب یہ ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد روزہ رکھو اس لئے اس سے پہلے کا روزہ کافی نہیں ہوگا (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ قال طاوس و عطاء : لا يصوم المتمتع الا فی العشر .(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المتمتع یرید الصوم متی یصوم؟ ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۷۸) اس اثر میں ہے کہ اس عشرے میں روزہ رکھے جس عشرے میں حج ہے۔ اس لئے اس سے پہلے کا روزہ ہدی کے بدلے میں کافی نہیں ہوگا۔

۳؎ ولنا انه ادّاه بعد انعقاد سببه ۴؎ والمراد بالحج المذكور فی النصّ وقتُه علی مابینا (۱۲۱۴)والافضل تاخیرها الی اٰخر وقتها وھو یوم عرفة ﴾ ا؎ لما بینا فی القِران (۱۲۱۵) وان اراد المتمتع ان یسوق الھدی احرم وساق ھدیه ﴾ ا؎ وھٰذا افضل لان النبی علیه السلام ساق الھدایا مع نفسه

ترجمه: ۳؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کو روزے کے سبب کے منعقد ہونے کے بعد ادا کیا ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ روزے کا سبب عمرہ ہے اور عمرے کا احرام باندھ چکا ہے اس لئے سبب منعقد ہونے کے بعد روزہ رکھا ہے اس لئے یہ روزہ کافی ہو جائے گا۔

ترجمه : ۴؎ اور آیت میں جو حج مذکور ہے اس سے مراد اس کا وقت ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ حج سے مراد اس کا احرام ہے، اس کا جواب دے رہے ہیں کہ حج سے مراد اس کا وقت ہے، یعنی حج کے وقت میں روزہ رکھے، اور حج کا وقت شوال، ذی القعدہ، اور دس ذی الحجہ ہے اور اسی زمانے میں عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد روزہ رکھا ہے اس لئے یہ روزہ کافی ہو جائے گا۔

ترجمه: (۱۲۱۴) روزے کے لئے افضل یہ ہے کہ آخری وقت تک تاخیر کرے اور وہ عرفہ کا دن ہے۔

ترجمه: ا؎ جیسا کہ میں نے باب القران میں بیان کیا

تشریح :ہدی کے بدلے میں روزہ پہلے بھی رکھ سکتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس روزے کو آخیر وقت تک تاخیر کر کے رکھے، تا کہ ہو سکتا ہے کہ اصل پر یعنی ہدی پر قدرت ہو جائے ا، ور قاعدہ یہ ہے کہ اصل کے لئے آخیر وقت تک انتظار کیا جاتا ہے۔

وجه : (۱) قال طاوس و عطاء : لا یصوم المتمتع الا فی العشر . (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المتمتع یرید الصوم متی یصوم؟ ج ثالث، ص ۱۵۰، نمبر ۱۲۹۷۸) اس اثر میں ہے کہ ہدی کے بدلے کا روزہ آخیر میں رکھے۔

ترجمه: (۱۲۱۵) اگر تمتع کرنے والا ہدی ہانکنے کا ارادہ کرے تو احرام باندھے اور اپنے ساتھ ہدی لے جائے۔

ترجمه: ا؎ یہ افضل ہے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے ساتھ ہدی ہانکا تھا۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ تمتع کرنے والے کے لئے افضل یہ ہے کہ گھر سے ہدی ساتھ لے جائے، یہی بہتر ہے۔

وجه : (۱) حضورؐ حجة الوداع میں ہدی ساتھ لیکر تشریف لے گئے تھے۔ ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج واھدی فساق معه الھدی من ذی الحلیفة وبدا رسول الله ﷺ فاھل بالعمرة ثم اھل بالحج فتمتع الناس مع النبی ﷺ بالعمرة الی الحج ۔(بخاری شریف، باب من ساق البدن معه ص ۲۲۹ نمبر ۱۶۹۱ مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع الخ ص ۴۰۳ نمبر ۱۲۲۷/۲۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ حجة الوداع میں متمتع تھے

۲ ولان فيه استعدادا ومسارعة (١٢١٦) فان كانت بدنة قلّدها بمزادةٍ اونعلٍ ﴾ ١ لحديث عائشةؓ على ماروينا‌ه (١٢١٧)والتقليد اولى من التجليل ﴾ ١ لان له ذكرًا في الكتاب ولانه للاعلام والتجليل

اورآپؐ نے ہدی ساتھ لی تھی۔

ترجمه: ۲ اوراس لئے کہ اس میں تیار ہونا ہےاورعبادت میں جلدی کرنا ہے۔

تشریح :ہدی ساتھ ہنکانے میں یہ ہے کہ عبادت کے لئے تیار ہونا ہےاورعبادت کے لئے جلدی کرنا ہےاس لئے یہ بہتر ہے۔

ترجمه: (١٢١٦)اگر بدنہ ساتھ ہوتواس کو چمڑے کے ٹکڑے یا جوتے کے ساتھ قلادہ ڈالے۔

ترجمه: ١حضرت عائشہؓ کی حدیث کی وجہ سے جس کوہم نے روایت کی۔

تشریح: ہدی لے چلےتواس پر ہدی کی علامت لگائے،اونٹ کے لئے ہدی کی علامت دو ہیں۔کوہان کو پھاڑکراس کے خون کو کوہان پرمل دینا(۲) پرانا چمڑایاجوتا گردن میں لٹکا دینا تاکہ لوگ دیکھ کراس کا احترام کریں اور چورڈاکو ہدی کو نہ چھیڑیں۔

وجه : (١) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول الله ﷺ الظهر بذی الحليفة ثم دعا بناقته فأشعرها فی صفحة سنامها الايمن و سلت الدم و قلدها نعلين ۔(مسلم شریف، باب اشعارالبدن وتقلیدہ عندالاحرام،ص ۵۲۸،نمبر ۱۲۴۳/۳۰۱۶)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے جوتے کا قلادہ ڈالا۔(۲) ۔عن عائشة قالت فتلت قلائد هدی النبی ﷺ ثم اشعرها وقلدها او قلدتها ثم بعث بها الی البيت. (بخاری شریف،باب اشعارالبدن ص ۲۳۰نمبر ۱۶۹۹)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کی گردن میں قلادہ ڈالنا بھی سنت ہےاورشعار کرنا بھی (۳)اس آیت میں بھی قلادہ کی اہمیت ہے۔جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس و الشهر الحرام و الهدی و القلائد ۔(آیت ۹۷،سورۃ المائدۃ ۵)اس آیت میں قلادہ ڈالنے کی اہمیت ہے۔

ترجمه: (١٢١٧) اورقلادہ پہنانا جھول ڈالنے سے بہتر ہے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ قلادہ کا ذکرقرآن میں ہے، اوراس لئے کہ قلادہ اعلان کے لئے ہے،اورجھول ڈالنا زینت کے لئے بھی ہوسکتا ہے۔

تشریح : قلادہ پہنانے میں یہ اعلان ہوتا ہے کہ یہ ہدی کا جانور ہے،اور ہدی کی خصوصی علامت بھی ہے،اوراس لئے بھی قلادہ اچھا ہےاس کا تذکرہ قرآن میں ہےاس لئے وہ زیادہ بہتر ہے۔اس کے برخلاف جھول ڈالنا ہدی کی علامت نہیں ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ زینت کے لئے ڈالا ہو،یا سردی گرمی سے بچنے کے لئے ڈالا ہو۔

وجه : (١)صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔جعل الله الكعبة البيت الحرام قياما للناس و الشهر الحرام و

للزينة (۱۲۱۸)ویلبّی ثم یقلّد﴾ ۱ لانه یصیر محرما بتقلید الهدی و التوجه معه علی ماسبق و الاولی ان یَعقد الاحرامَ بالتلبیة (۱۲۱۹) ویسوق الهدی وهو افضل من ان یقودها﴾ ۱ لانه علیه السلام احرم بذی الحلیفة وهدایاه تساق بین یدیه

الهدی و القلائد ۔(آیت ۹۷،سورة المائدة ۵)اس آیت میں قلادہ ڈالنے کی اہمیت ہے۔

ترجمہ: (۱۲۱۸) پہلے تلبیہ پڑھے پھر قلادہ پہنائے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہدی کو قلادہ پہنائے اور اس کے ساتھ چلے تو محرم ہو جائے گا، جیسا کہ پہلے گزر گیا، اس لئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تلبیہ کے ذریعہ احرام باندھے۔

تشریح : پہلے یہ گزر چکا ہے کہ ہدی کو قلادہ پہنا کر احرام کی نیت سے اس کے ساتھ چلے تو احرام بندھ جائے گا، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تلبیہ کے ذریعہ احرام باندھے کیونکہ وہ اصل ہے، اور اس کے بعد ہدی کو قلادہ ڈالے اور چلے، اس طرح تلبیہ کے ذریعہ احرام بھی ہوگا اور قلادہ پہنانا بھی ہوگا۔ حدیث میں یہ ہے کہ پہلے قلادہ پہنایا پھر احرام باندھا، حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول الله ﷺ الظهر بذی الحلیفة ثم دعا بناقته فأشعرها فی صفحة سنامها الایمن و سلت الدم و قلدها نعلین، ثم رکب راحلته فلما استوت به علی البیداء أهل بالحج ۔(مسلم شریف، باب اشعار البدن وتقلیدہ عندالاحرام، ص ۵۲۸، نمبر ۱۲۴۳/۳۰۱۶)اس حدیث میں ہے کہ پہلے قلادہ پہنایا، اس کے بعد حج کا احرام باندھا۔

ترجمہ: (۱۲۱۹) ہدی کو ہانکے یہ زیادہ بہتر ہے اس سے کہ اس کو کھینچے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے ذی الحلیفہ سے احرام باندھا اور ہدی آپ کے سامنے ہانکی جا رہی تھی۔

تشریح : ہدی کو ساتھ لیجانے کی ایک شکل یہ ہے کہ ہدی محرم کے پیچھے ہو اور محرم اس کو کھینچتا جائے، اس کو عربی میں کہتے ہیں، یقود، کہ اس کو کھینچ رہا ہے، یہ شکل جائز ہے لیکن اتنی اچھی نہیں ہے کیونکہ اللہ کے سامنے پیش کرنے کی چیز پیچھے ہے جبکہ ہدیہ کے طور پر اس کو آگے ہونا چاہئے۔ اور دوسری شکل یہ ہے کہ ہدی آگے آگے جائے اور محرم اس کو پیچھے سے ہنکائے، عربی میں اس کو ,یسوق، کہتے ہیں، یہ شکل بہتر ہے اس لئے کہ ہدیہ کا جانور آدمی کے سامنے ہے، اور حدیث میں اس کا ذکر ہے کہ ہدی حضور کے سامنے تھی۔

وجه : (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فی حجة الوداع بالعمرة الی الحج واهدی فساق معه الهدی من ذی الحلیفة وبدا رسول الله ﷺ فاهل بالعمرة ثم اهل بالحج فتمتع الناس مع النبی ﷺ بالعمرة الی الحج ۔(بخاری شریف، باب من ساق البدن معہ ص ۲۲۹ نمبر ۱۶۹۱/مسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع الخ ص ۴۰۳ نمبر ۱۲۲۷/۲۹۸۲)اس حدیث میں ہے کہ آپ ہدی ہانک رہے تھے۔

٢ ولانه ابلغ فی التشهیر الا ان لا تنقاد فحینئذٍ یقودها (١٢٢٠) قال واَشعَر البدنة عند ابی یوسفؒ ومحمدؒ ولا یشعر عند ابی حنیفةؒ ویکره ﴾ ١ والاشعار هو الا دماء بالجرح لغة

ترجمه: ٢ اوراس لئے بھی کہ یہ طریقہ تشہیر میں زیادہ بلیغ ہے لیکن اگر جانور فرمانبردار نہ ہوتو اس وقت اس کو کھینچے۔

تشریح: ہدی کے جانور آگے آگے ہنکانے میں ہدی کی تشہیر زیادہ ہے اس لئے بھی یہ صورت زیادہ بہتر ہے، لیکن اگر شریر ہو اور ہنکانے سے نہ جاتا ہو تو اس وقت اس کو کھینچنے کی گنجائش ہے۔۔ تنقاد: انقیاد سے مشتق ہے، فرمانبردار ہونا۔

ترجمه: (١٢٢٠) امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک بدنہ کا اشعار کرے، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اشعار نہ کرے، انکے نزدیک شعار مکروہ ہے۔

تشریح: صاحبینؒ کے یہاں شعار کرنا حسن ہے افضل ہے،

وجه: (١) اس کی وجہ یہ ہے کہ قلادہ تو ٹوٹ کر گر بھی سکتا ہے یو کوئی توڑ بھی سکتا ہے، لیکن اشعار میں کوہان پھاڑا جاتا ہے اس لئے زمانے تک گہرا زخم رہتا ہے اس لئے ہر آدمی جان جائے گا کہ یہ بیت اللہ کی ہدی ہے اس لئے لوگ اس کا احترام کرے گا، اس کو چرائے گا نہیں، اور نہ محرم کو چھیڑے گا اس لئے اونٹ کے لئے قلادہ سے اشعار زیادہ بہتر ہے۔(٢) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ کان ابن عمر اذاا هدی زمن الحدیبةقلده و اشعره بذی الحلیفة یطعن فی شق سنامه الایمن بالشفرة و وجهها قبل القبلة بارکة ۔(بخاری شریف، باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ٢٢٩ نمبر ١٦٩٥) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اونٹ کی دائیں کوہان میں چھری مار کر خون نکالے۔(٣) عن ابن عباسؓ قال صلی رسول الله ﷺ الظهر بذی الحلیفة ثم دعا بناقته فأشعرها فی صفحة سنامها الایمن و سلت الدم و قلدها نعلین، ثم رکب راحلته فلما استوت به علی البیداء أهل بالحج ۔(مسلم شریف، باب اشعار البدن وتقلیدہ عند الاحرام، ص ٥٢٨، نمبر ١٢٤٣ر ٣٠١٦ر بخاری شریف، باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ٢٢٩ نمبر ١٦٩٥) صاحبین کے نزدیک یہی سنت ہے۔ کیونکہ حدیث سے ثابت ہے۔

اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشعار ضروری نہیں ہے کیونکہ اس میں تعذیب حیوان ہے اور قلادہ ڈالنے کا طریقہ بھی ہے اس لئے اشعار کرنا ضروری نہیں۔ان کی دلیل یہ اثر ہے عن ابن عباس قال ان شئت فاشعر الهدی وان شئت فلا تشعر (مصنف ابن ابی شیبۃ ٥٧ فی الاشعار واجب هو ام لا، ج ثالث، ص ٢٧١، نمبر ١٣٢٠٩) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اشعار ضروری نہیں ہے۔

لغت: مزادة : پرانا چمڑا۔ اشعر : چھری مار کر کوہان پھاڑنا۔

ترجمه: ١ اور شعار کا لغوی ترجمہ ہے، زخمی کر کے خون بہانا۔

(۱۲۲۱) وصفته ان يشق سنامها ﴾ ۱؎ بان يُطعن فی اسفل السنام من الجانب الايمن قالوا والا شبه هو الايسر لان النبی عليه السلام طَعَن فی جنب اليسار مقصودًا وفی جانب الايمن اتفاقاً ويلطخ سنامها بالدم اعلاما ۲؎ وهذا الصنع مكروه عندابی حنيفةؒ وعندهما حسن وعند الشافعیؒ سنة لانه مروی عن النبی عليه السلام وعن الخلفاء الراشدين

تشریح : شعار کا لغوی ترجمہ یہ ہے کہ اونٹ کو کوہان میں چھری مار کر زخمی کرے اور اس کو پھاڑ کر خون کو ہان پر مل دے اس کو شعار کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۲۲۱) اور شعار کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کو پھاڑے۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوہان کے دائیں جانب کے نیچے چھری مارے۔ علماء فرماتے ہیں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ بائیں کوہان کے نیچے چھری مارے، اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے بائیں جانب میں مقصود کے طور پر چھری ماری ہے، اور دائیں جانب میں اتفاقا مارا ہے اور علامت کے طور پر اس کے کوہان پر خون مل دے۔

تشریح : اشعار کی تفسیر فرماتے ہیں کہ کوہان کے دائیں جانب تھوڑے نیچے میں نیزہ مار کر پھاڑے اور جو خون نکلے اس کو کوہان پر مل دے تا کہ اس کی علامت ہو جائے کہ یہ ہدی ہے۔ بعد کے علماء نے فرمایا کہ بائیں جانب پھاڑے، کیونکہ حضورؐ نے بائیں جانب مقصود کے طور پر پھاڑا ہے اور دائیں جانب اتفاقا پھاڑا ہے۔ اس کے لئے حدیث یہ ہے. عن عبد الله بن عمر أنه كان اذا أهدى هديا من المدينة قلده و اشعره بذی الحليفة يقلده قبل أن يشعره و ذالک فی مكان واحد و هو موجه للقبلة يقلده نعلين و يشعره من الشق الايسر ثم يساق معه . (سنن بیہقی ن باب الاختیار فی التقلید والاشعار، ج خامس، ص ۳۷۹، نمبر ۱۰۱۷۱) اس اثر میں ہے کہ اونٹ کے بائیں جانب اشعار کیا ۔

وجه : (۱) صحیح حدیث میں ہے کہ اونٹ کے دائیں جانب اشعار کیا، حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباسؓ قال صلی رسول الله ﷺ الظهر بذی الحليفة ثم دعا بناقته فأشعرها فی صفحة سنامها الايمن و سلت الدم و قلدها نعلين، ثم ركب راحلته فلما استوت به علی البيداء أهل بالحج ۔ (مسلم شریف، باب اشعار البدن وتقلیدہ عند الاحرام، ص ۵۲۸، نمبر ۱۲۴۳/۳۰۱۶ / بخاری شریف، باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ۲۲۹ نمبر ۱۶۹۵) اس حدیث میں ہے کہ کوہان کے دائیں جانب پھاڑے۔

لغت : طعن: نیزہ مارنا۔ لطخ: آلودہ کرنا لیپنا۔ سنام: اونٹ کا کوہان۔ ایسر: بائیں جانب، علاما: علامت کے طور پر۔

ترجمہ: ۲؎ یہ اشعار امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مکروہ ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اچھا ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے،

۳ ولهما ان المقصود من التقليدان لا يهاج اذا ورد ماءً وكلاء او يُردّ اذا ضل وانه فى الاشعار اتم لانه الزم فمن هذ الوجه يكون سنة الا انه عارضَتُه جهة كونه مُثلة فقلنا بحسنه ۴ ولابى حنيفةؒ انه مُثلة وانه منهى عنه

اس لئے کہ حضورؐ اور خلفائے راشدین سے یہ مروی ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اشعار مکرہ ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اچھا ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اشعار سنت ہے۔ امام صاحبین اور امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ حضورؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ہدی کا شعار کیا ہے، یہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔ اور خلفائے راشدین نے بھی اشعار کیا ہے اس لئے اشعار سنت ہے، صحابہ کا عمل یہ ہے۔ **کان ابن عمر اذاا هدى زمن الحديبةقلده و اشعره بذى الحليفة يطعن فى شق سنامه الايمن بالشفرة ووجهها قبل القبلة باركة** ۔(بخاری شریف، باب من اشعر وقلد بذی الحلیفۃ ثم احرم ص ۲۲۹ نمبر ۱۶۹۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اونٹ کی دائیں کوہان کو پھاڑے۔

ترجمہ: ۳ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ تقلید کا مقصد یہ ہے کہ ہدی کا جانور جب پانی یا گھاس پر جائے تو اس کو دھتکارا نہ جائے، یا جب گم ہو جائے تو اس کو واپس لوٹا دیا جائے، اور یہ معنی اشعار میں اتم ہے، کیونکہ اشعار اونٹ کے ساتھ چپکا ہوا ہے، اسی وجہ سے سنت ہوگا لیکن چونکہ مثلہ ہونے کی جانب معارض ہوگئی اس لئے ہم اس کے حسن ہونے کے قائل ہوئے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کی دلیل عقلی ہے کہ اشعار کرنے یا قلادہ پہنانے کا مقصد یہ ہے کہ اس جانور کا احترام کرے، کسی پانی یا گھاس پر چلا جائے تو لوگ اس ہدی کو نہ دھتکارے، کبھی گم ہو جائے تو اس کو واپس کر دے، اور یہ مقصد اشعار کرنے میں زیادہ ہے کیونکہ وہ کوہان کے ساتھ چپکا ہوتا ہے، اور قلادہ تو ٹوٹ بھی سکتا ہے اس مقصد کو دیکھتے ہوئے اشعار سنت ہونا چاہئے، لیکن کوہان پھاڑنے میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے سنت کے بجائے اس بات کے قائل ہوئے کہ اشعار حسن ہے۔

لغت : یہاج: بھڑکانا، دھتکارنا۔ ورد: پانی پر آنا۔ کلاء: گھاس۔ یرد: واپس لوٹائے۔ الزم: چپکا ہوا ہے۔ عارضتہ: اس کے معارض ہوگیا، اس کے خلاف ہوگیا۔ مثلۃ: کسی عضو کو کاٹ دیا جائے اس کو مثلہ کہتے ہیں۔

ترجمہ ۴ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اشعار کرنا مثلہ ہے، اور مثلہ کرنے سے منع کیا گیا ہے [اس لئے اشعار مکروہ ہوگا]

تشریح : امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ اشعار کرنا ایک قسم کا مثلہ ہے یعنی اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے، اور قلادہ پہنانے سے بھی کام چل سکتا ہے اور احترام کا مقصد پورا ہو سکتا ہے اس لئے شعار کرنا اچھا نہیں ہے، حضورؐ کے زمانے میں مشرکین بغیر اشعار کے ہدی کو چھیڑنے سے رکتے نہیں تھے اس لئے آپؐ نے اشعار کیا، اب اسلامی حکومت ہے اور بغیر اشعار کے بھی ہدی کو کوئی نہیں چھیڑتا ہے اس لئے جانور کو تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا، تاہم حدیث سے اشعار ثابت ہے اس لئے سنت ہونے سے انکار نہیں ہے۔

۵ ولو وقع التعارض فالترجيح للمحرم ٦ اشعار النبی ﷺ لصيانة الهدى لان المشركين لا يمتنعون عن تعرضه الا به ٧ وقيل ان ابا حنيفةؒ كره اشعار اهل زمانه لمبالغتهم فيه على وجه يُخافُ منه السراية ٨ وقيل انما كره ايثاره على التقليد

وجه :(ا) مثلہ ممنوع ہے اس کے لئے حدیث یہ ہے. **سمعت عبد الله بن يزيد عن النبی ﷺ أنه نهى عن النهبی و المثلة** ۔(بخاری شریف، باب ما یکرہ من المثلۃ و المصبورۃ والمجثمۃ، ص۹۸۲، نمبر۵۵۱۶) اس حدیث میں ہے کہ مثلہ سے حضورؐ نے منع فرمایا۔

ترجمہ: ۵ اور اگر حرمت اور اباحت میں تعارض ہو جائے تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ یہاں دو قسم کی حدیث ہیں ایک میں یہ ہے کہ اشعار جائز ہے، اور دوسری قسم کی حدیث ہے کہ حضورؐ نے مثلہ سے منع فرمایا، تو ایک میں اشعار مباح ہوا اور دوسری حدیث سے حرمت کا پتہ چلا، اور قاعدہ یہ ہے کہ حرمت اور اباحت میں تعارض ہو جائے تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے اس لئے اشعار کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے۔

ترجمہ: ٦ اور نبی علیہ السلام کی اشعار کرنا ہدی کو بچانے کے لئے ہے اس لئے کہ مشرکین اشعار کے بغیر چھیڑنے سے نہیں رکتے تھے۔

تشریح :حضورؐ نے ہدی کا اشعار کیا ہے اس کے باوجود امام ابو حنیفہؒ نے اس کو اچھا نہیں کہا تو اس کی تین تاویل فرما رہے ہیں [۱] کہ مشرکین اشعار کئے بغیر چھیڑنے سے باز نہیں رہتے تھے اس لئے ہدی کو لوٹنے سے بچانے کے لئے آپؐ نے اشعار فرمایا، اور اب یہ حالت نہیں ہے اس لئے قلادہ ٹھیک ہے۔

ترجمہ : ٧ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے زمانے کے اشعار کو مکروہ کہا، اس لئے کہ وہ لوگ اشعار کرنے میں اتنا مبالغہ کرتے تھے کہ زخم کے سرایت ہونے کا اندیشہ ہو جاتا تھا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے مکروہ کہنے کی [۲] دوسری تاویل یہ فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کے اشعار کو مکروہ نہیں کہا، بلکہ انکے ملک عراق میں جو اشعار کرتے تھے اس کو مکروہ کہا، کیونکہ وہ لوگ اس زمانے میں کوہان کو اتنا گہرا پھاڑتے تھے کہ جانور کو بہت تکلیف ہوتی تھی اور خطرہ ہوتا تھا کہ زخم سرایت کر کے جانور اپاہج نہ ہو جائے، یا مر نہ جائے اس لئے امام ابو حنیفہؒ نے اس اشعار کو مکروہ کہا، تمام اشعار کو مکروہ نہیں کہا۔

ترجمہ: ٨ اور کہا گیا ہے کہ قلادہ پر اشعار کو ترجیح دینا مکرہ ہے۔

تشریح : یہ [۳] تیسری تاویل ہے۔ کہ کوئی آدمی اشعار کو ترجیح دے اور قلادہ کو ناقص قرار دے یہ مکروہ ہے، بلکہ جتنے درجے کا

(۱۲۲۲) قال فاذا دخل مكة طاف وسعىٰ وهذا للعمرة على ما بينا فى متمتع لا يسوق الهدى الا انه لا يتحلل حتّٰى يحرم بالحج يوم التروية ﴾ ۱؎ لـقوله عليه السّلام لو استقبلت من امرى ما استدبرتُ لما سُقتُ الهدى ولجعلتُها عمرة وتحللّتُ منها وهذا ينفى التحلل عند سوق الهدى

قلادہ پہنانا ہدی کا شعار ہے اتنے ہی درجے کا اشعار کرنا بھی ہدی کا شعار ہے، اس میں سے اشعار کرنے کو ترجیح دے یہ مکروہ ہے۔ اور اگر برابر درجے کا سمجھے تو اس کے لئے اشعار کرنا سنت ہے، کیونکہ حدیث سے ثابت ہے۔

ترجمہ: (۱۲۲۲) پس جب کہ مکہ مکرمہ داخل ہو تو طواف کرے اور سعی کرے [یہ عمرے کا عمل ہے جیسا کہ اس تمتع کرنے والے کے بارے میں بیان کیا جس نے ہدی نہ ہانکا ہو] مگر یہ کہ حلال نہ ہو یہاں تک کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے۔

ترجمہ: ۱؎ نبی علیہ السلام کے قول کی وجہ سے جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر پہلے معلوم ہوتی تو میں ہدی ساتھ نہ لاتا، اور اس احرام کو عمرہ بنا دیتا اور اس سے ابھی حلال ہو جاتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی ساتھ لاتے وقت حلال ہونے کی نفی ہے۔

تشریح: چونکہ اس متمتع نے اپنے ساتھ ہدی ہانکی ہے اس لئے عمرہ کرنے کے بعد بال نہیں منڈوائے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنے اور نہ خوشبو لگائے بلکہ احرام ہی کی حالت میں رہے اور دوبارہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے۔

وجہ: (۱) حضورؐ اپنے ساتھ ہدی لے گئے تھے تو درمیان میں حلال نہیں ہوئے تھے، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ حدثنی جابر بن عبد اللہؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد احلو بالحج مفردا فقال لهم احلو من احرامكم بطواف البيت و بين الصفا و المروة قصروا ثم اقيموا حلالا حتى اذا كان يوم التروية فأهلوا بالحج و اجعلوا التى قدمتم بها متعة ، فقالو ا كيف نجعلها متعة و قد سمينا الحج ؟ فقال: افعلوا ما امرتكم فلو لا انى سقت الهدى لفعلت مثل الذى امرتكم و لكن لا يحل منى حرام حتى يبلغ الهدى محله ففعلوا ۔ (بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج وفسخ الحج لمن لم یکن معہ ہدی، ص ۲۵۴، نمبر ۱۵۶۸ / مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۱۰، نمبر ۱۲۱۱ / ۲۹۳۱) اس حدیث میں ہے کہ اگر مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ یہ لوگ حج ختم کرنے میں پس وپیش کریں گے تو میں ہدی ساتھ نہیں لاتا اور میں بھی عمرہ کر کے حلال ہو جاتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہدی ساتھ ہو تو عمرہ کر کے حلال نہیں ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ ان ابن عمر قال تمتع رسول الله ﷺ فى حجة الوداع بالعمرة الى الحج و أهدى فساق معه الهدى من ذى الحليفة و بدأ رسول الله ﷺ فأهل بالعمرة ثم اهل بالحج ، فكان من الناس من أهدى فساق الهدى و منهم من لم يهد. فلما قدم النبى ﷺ مكة قال للناس من كان منكم أهدى فانه لا يحل من شىء حرم منه حتى يقضى حجه، و من لم يكن منكم أهدى فليطف بالبيت

(۱۲۲۳) ويحرم بالحج يوم التروية﴾ اكما يحرم اهل مكة على مابينا (۱۲۲۴) وان قدم الاحرام قبله جاز وما عجّل المتمتع من الاحرام بالحج فهو افضل ﴾ ا لما فيه من المسارعة وزيادة المشقة ۲ وهذه الافضلية فى حق من ساق الهدى وفى حق من لم يسق (۱۲۲۵) وعليه دم ﴾ اوهو دم التمتع على مابينا

و بالصفا و المروة و يقصر و ليحلل ثم ليهل بالحج (بخاری شریف، باب من ساق البدن معه، ص ۲۷۴، نمبر ۱۶۹۱ رمسلم شریف، باب وجوب الدم علی المتمتع وانہ اذا عدمہ لزمہ صوم ثلاثۃ ایام فی الحج، ص ۵۲۱، نمبر ۱۲۲۷/۲۹۸۲) اس حدیث میں ہے کہ جو ہدی ساتھ لایا ہو وہ درمیان میں حلال نہ ہو بلکہ حج کرنے کے بعد ہدی ذبح کرکے جب حلق کرائے تب عمرہ اور حج دونوں سے حلال ہو۔

ترجمہ: (۱۲۲۳) اور آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے۔

ترجمہ: ا جیسا کہ مکہ مکرمہ والے باندھتے ہیں، جیسے پہلے بیان کیا۔

تشریح: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عمرہ کرنے والے چاہے ہدی ساتھ لے گیا ہو یا نہ لے گیا ہو وہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھے، جیسے مکہ کے لوگ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھتے ہیں۔

وجہ: اس حدیث میں ہے۔ حدثنی جابر بن عبد اللہؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه.... ثم اقيموا حلالا حتى اذا كان يوم التروية فأهلوا بالحج و اجعلوا التى قدمتم بها متعة ۔ (بخاری شریف، نمبر ۱۵۶۸ رمسلم شریف، ۲۹۴۵) اس حدیث میں ہے کہ آٹھویں تاریخ کو حج کا احرام باندھے۔

ترجمہ: (۱۲۲۴) پس اگر آٹھ تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھ لے تو جائز ہے، اور تمتع کرنے والے نے احرام جلدی کی تو یہ افضل ہے۔

ترجمہ: ا اس لئے کہ اس میں عبادت کی طرف جلدی جانا ہے اور مشقت زیادہ ہوگا [اس لئے یہ افضل ہے۔

تشریح: اگر آٹھ تاریخ سے پہلے حج کا احرام باندھ لیا تو یہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس میں عبادت میں جلدی کرنا ہے اور مشقت بھی زیادہ ہے

ترجمہ: ۲ یہ افضلیت اس کے حق میں بھی جو ہدی ہانکے، اور انکے حق میں بھی ہے جو ہدی نہ ہانکے۔

ترجمہ: (۱۲۲۵) اور اس پر تمتع کا دم ہے

ترجمہ: ا جیسا کہ پہلے بیان کیا۔ دم تمتع کے لئے آیت گزر چکی ہے۔

(۱۲۲۶) واذا حلق يوم النحر فقد حلّ من الاحرامين ﴾ ل لان الحلق محلّل فى الحج كالسّلام فى الصلوة فيتحلّل به عنهما (۱۲۲۷) وليس لاهل مكة تمتع ولا قران وانما لهم الافراد خاصة ﴾

ترجمه : (۱۲۲۶) پس جب دسویں ذی الحجہ کو حلق کرائے تو دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا۔

تشریح: چونکہ عمرے کا احرام نہیں کھولا تھا اور حج کا احرام باندھ لیا تھا اس لئے دسویں تاریخ کو دونوں احراموں سے حلال ہوگا۔

وجه: اس کی دلیل مسئلہ نمبر ۱۲۲۲) میں گزر گئی ہے۔ **ثم لم يحلل من شيء حرم منه حتى يقضى حجه نحر هدية يوم النحر** (بخاری شریف نمبر ۱۶۹۱) اس حدیث میں ہے کہ یوم النحر میں ایک ساتھ دونوں احراموں سے حلال ہوگا، اس لئے کہ ہدی ساتھ لیا ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ حلق حج میں حلال کرنے والا ہے، جیسے نماز میں سلام حلال کرنے والا ہے اس لئے حلق کے ذریعہ دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا۔

تشریح: حج میں حلق کا حال وہی ہے جو نماز میں سلام کا حال ہے، جس طرح سلام پھیرنے سے نماز سے نکل جاتا ہے اسی طرح حلق کرانے سے عمرہ اور حج دونوں احراموں سے حلال ہو جائے گا۔

ترجمه: (۱۲۲۷) اہل مکہ کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے صرف ان کے لئے حج افراد ہے۔

وجه : (۱) آیت میں ہے۔ **فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام فى الحج و سبعة اذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذالك لمن لم يكن أهله حاضرى المسجد الحرام** (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ذلک کا اشارہ تمتع اور اس کے تحت میں قران ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمتع اور قران اس کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب نہ ہو یعنی مکی نہ ہو۔ اس لئے حنفیہ کے نزدیک مکی اور میقات کے اندر والوں کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے (۲) ایک سفر میں حج اور عمرہ کر کے فائدہ اٹھانے کو تمتع کرنا کہتے ہیں۔ لیکن سفر ہی نہ ہو تو فائدہ اٹھانا کیا ہوگا۔ اس لئے اہل مکہ کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے۔ (۳) حضرت عبد اللہ ابن عباس کی یہی تفسیر ہے کہ اہل مکہ کے علاوہ کے لئے تمتع اور قران ہے۔ **عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج ... وابا حه للناس غير اهل مكة قال الله تعالى﴿ ذلك لمن لم يكن اهله حاضرى المسجد الحرام﴾** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص ۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲/ مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸۱ من کان لا یری علی اہل مکۃ متعۃ، ج ثالث، ص ۴۱۶، نمبر ۱۵۶۹۰) اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ تمتع اور قران اس کے لئے ہے جو مسجد حرام کے پاس نہ ہو۔

۱؎ خلافا للشافعی ۲؎ والحجة علیه قوله تعالیٰ ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام ۳؎ ولان شرعهماللترفّه باسقاط احدی السفرتین وهذافی حق الأفاقی (۱۲۲۸)ومن کان داخل المواقیت فهو بمنزلة المکی حتی لا یکون له متعة ولا قران ﴾

ترجمہ: ۱؎ خلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح :امام شافعیؒ کے نزدیک آیت میں ذلک کا اشارہ تمتع نہیں ہے بلکہ ہدی ہے اس لئے ان کے نزدیک مکی تمتع اور قران تو کر سکتا ہے البتہ اس پر ہدی لازم نہیں ہے۔

وجہ :قال یحیی سئل مالک عن رجل ... وانما الهدی او الصیام علی من لم یکن من اهل مکة (موطاامام مالک ماجاء فی التمتع ص ۳۵۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکی پر ہدی اور روزہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اوران پر حجت اللہ تعالی کا قول۔ ﴿ ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام﴾ (آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)ہے

تشریح : یعنی اس آیت میں ہے کہ تمتع کا حق اس کے لئے جو مسجد حرام کے پاس نہ رہتا ہو

وجہ : (۱)فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلاثة أیام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة ذالک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام (آیت۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ جو مسجد حرام یعنی مکہ مکرمہ میں نہ رہتا ہو اس کے لئے تمتع ہے

ترجمہ: ۳؎ اس لئے کہ تمتع اور قران کو دو سفروں میں سے ایک کو ساقط کر کے راحت دینے کے لئے مشروع کیا ہے اور یہ راحت آفاقی کے حق میں ہے

تشریح : تمتع اور قران کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ اور حج کے لئے دو سفر کے بجائے ایک سفر کرے اور دو فائدے اٹھائے ،اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ سفر بھی ہو،اور مکی کے حق میں سفر ہی نہیں ہے اس لئے اس کے حق میں تمتع اور قران بھی نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمہ : (۱۲۲۸) جو میقات کے درجے میں داخل ہے وہ مکی کے درجے میں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے نہ تمتع ہے اور نہ قران ہے۔

تشریح :جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں تمتع اور قران کرنے میں ان کا حکم بھی مکی کی طرح ہے کہ ان کے لئے بھی تمتع اور قران نہیں ہے۔

وجہ :۔(۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے بھی کوئی لمبا سفر نہیں ہے،اور یہ بھی مسجد حرام کے قریب رہنے والے کی طرح

لے بخلاف المکی اذا خرج الی الکوفة وقرن حیث یصح لان عمرته وحجته میقاتان فصار بمنزلة الآفاقی (١٢٢٩)واذا عاد المتمتع الی بلدہٖ بعد فراغه من العمرة ولم یکن ساق الھدی بطل تمتعه﴾ لے لانه الم باھله فیما بین نسکین الماما صحیحا وبذلک یبطل التمتع کذاروی عن عدةمن التابعین

ہیں۔

ترجمه: لے بخلاف مکی کے اگر وہ کوفہ جائے اور قران کرے تو صحیح ہے اس لئے کہ اس کا عمرہ اور حج میقات سے ہیں، تو وہ آفاقی کے درجے میں ہوئے۔

تشریح: اگر مکہ مکرمہ کا آدمی میقات سے باہر چلا جائے اور میقات پر آ کر تمتع یا قران کا احرام باندھا تو جائز ہو جائے گا، کیونکہ انہوں نے عمرہ اور حج میقات پر باندھا ہے، اس لئے یہ آفاقی کے درجے میں ہوا، اور آفاقی کے لئے تمتع اور قران جائز ہے، اس لئے اس کے لئے بھی ہوگا۔

ترجمه: (١٢٢٩) اگر تمتع کرنے والا عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے شہر آ جائے اور ہدی نہ ہانکی ہو تو اس کا تمتع باطل ہو جائے گا۔

ترجمه: لے اس لئے کہ دو نسک کے درمیان اپنے اہل کے ساتھ صحیح طور پر مل گیا، اور اس سے تمتع باطل ہو جاتا ہے، جیسا کہ بہت سے تابعین سے روایت ہے۔

تشریح: اگر تمتع کرنے والا عمرے سے حلال ہونے کے بعد واپس گھر چلا گیا اور ہدی ساتھ نہیں لیا ہے تو گھر جانا صحیح ہو گیا اور المام صحیح ہو گیا اس لئے اب دو سفر میں عمرہ اور حج ہوا، ایک سفر میں عمرہ اور حج نہیں ہوا اس لئے اب تمتع نہیں ہوگا۔ یہاں نسک سے مراد عمرہ اور حج ہے۔

وجه: (١) ہدی نہ ہانکی ہو تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ ملنے اور اپنے شہر جانے سے پہلا سفر باطل ہو گیا۔ شہر کے ساتھ المام صحیح ہو گیا۔ اور ایک سفر میں عمرہ اور حج ادا نہ کیا تو تمتع اور قران نہ ہوئے اس لئے تمتع باطل ہو گیا (٢) اثر میں ہے. عن ابن عمر قال قال عمر : اذا اعتمر فی اشھر الحج ثم اقام فھو متمتع فان رجع فلیس بمتمتع ۔(مصنف ابن ابی شیبة، ۴۷ فی الرجل یعتمر فی اشہر الحج ثم یرجع ثم یحج، ج ثالث، ص ١۵٢، نمبر ١٣٠٠۴) اس اثر میں ہے کہ گھر میں آ گیا تو متمتع نہیں رہا۔ (٣) عن عطاء قال من اعتمر فی شھر الحج ثم رجع الی بلده ثم حج من عامه فلیس بمتمتع، انما المتمتع من اقام ولم یرجع (مصنف ابن ابی شیبة، ۴۷ فی الرجل یعتمر فی اشہر الحج ثم یرجع ثم یحج، ج ثالث، ص ١۵٢، نمبر ١٣٠٠٦) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عمرہ کر کے گھر چلا گیا تو تمتع فاسد ہو گیا۔

(۱۲۳۰) واذا ساق الهدی فالمامه لایکون صحیحا ولا یبطل تمتعه ﴾ ۱؎ عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ۲؎ وقال محمدؒ یبطل لانه اداهما بسفرتین ۳؎ ولهما ان العود مستَحقٌّ علیه مادام علی نیةالتمتع لان السّوق یمنعه من التحلل فلایصح المامُه ۴؎ بخلاف المکی اذاخرج الی الکوفةواحرم لعمرةوساق الهدی حیث لم یکن متمتعا لان العودهنالک غیرمستحق علیه فصح المامه باهله (۱۲۳۱) **ومن احرم بعمرة قبل**

ترجمہ: (۱۲۳۰) اور اگر ہدی ساتھ لیا تو اس کا المام صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا تمتع باطل نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک۔

تشریح: اگر ہدی ساتھ ہے تو گویا کہ عمرے کے بعد احرام بھی نہیں کھولا ہے اور اس کو واپس مکہ مکرمہ آنا چاہئے اس لئے گھر جانے کے بعد بھی پورے طور پر گھر جانا نہیں ہوا اس لئے اس کا تمتع باطل نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ تمتع باطل ہو جائے گا، اس لئے کہ دو سفروں میں ادا کیا۔

تشریح: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ گھر گیا ہے اس لئے پہلے سفر میں عمرہ ہوا اور دوسرے سفر میں حج ہوا تو گویا کہ دو سفروں میں عمرہ اور حج ہوئے اس لئے تمتع نہیں ہوا کیونکہ ایک سفر میں دونوں عبادتوں کو کرنے کا نام تمتع ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب تک تمتع کرنے کی نیت پر ہے تو اس کو مکہ واپس آنا واجب ہے، اس لئے کہ ہدی ساتھ لیجانا اس کو حلال ہونے سے روکتا ہے، اس لئے اس کا المام صحیح نہیں ہے۔

تشریح: شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جب تک کہ اس کی نیت ہے کہ تمتع کرے گا اور ہدی بھی ساتھ لے گیا تھا تو وہ حلال نہیں ہو سکے گا، اور اس پر واجب ہے کہ وہ مکہ مکرمہ واپس آئے اور حج کرے اس لئے المام صحیح نہیں ہے، اس لئے پہلا سفر باطل نہیں ہوا تو گویا کہ ایک ہی سفر میں عمرہ اور حج ہوا اس لئے تمتع صحیح ہو گیا ہے۔۔ المام: لم سے مشتق ہے اترنا، اہل کے ساتھ مل جانا۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف مکی کے اگر وہ کوفہ جائے اور عمرے کا احرام باندھے اور ہدی ساتھ لے جائے تو تمتع کرنے والا نہیں ہوگا اس لئے کہ اس پر واپس جانا واجب نہیں ہے، اس لئے اپنے اہل کے ساتھ المام صحیح ہے [اس لئے تمتع نہیں ہوگا]

تشریح: مکہ مکرمہ کا رہنے والا آدمی کوفہ چلا جائے، یعنی میقات سے باہر جائے اور میقات پر آکر عمرے کا احرام باندھے اور ہدی بھی ساتھ ہو تب بھی تمتع نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مکہ ہی کا رہنے والا ہے اس لئے اپنے اہل کے پاس گیا تو المام صحیح ہو گیا، کیونکہ اس کو واپس کوفہ جانا نہیں ہے اس کو تو مکہ ہی میں رہنا ہے تو گویا کہ اہل میں المام کرنے کے بعد واپس مکہ گیا ہی نہیں اپنے اہل ہی میں رہ گیا اس لئے اس کا المام ہو گیا اور تمتع نہیں ہوا۔

ترجمہ: (۱۲۳۱) جس نے حج کے مہینے سے پہلے عمرے کا احرام باندھا اور چار شوط سے کم طواف کیا پھر حج کا مہینہ داخل ہوا اور

اشهر الحج فطاف لهَااقل من اربعةاشواط ثم دخلت اشهر الحج فتممهاواحرم بالحج كان متمتعا﴾

۱؎ لان الاحرام عندنا شرط فيصح تقديمه على اشهر الحج وانما يعتبر اداء الافعال فيها وقدوجدالاكثر وللاكثر حكم الكل

عمرہ کو پورا کیا اور حج کا احرام باندھا تو تمتع کرنے والا ہوگا۔

تشریح: تمتع ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ حج سے پہلے عمرہ کیا ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ عمرہ حج کے مہینے میں ادا کیا ہو۔ حج کا مہینہ پہلی شوال سے دس ذی الحجہ تک ہے۔ دوسرا اصول: یہ ہے کہ اکثر شوط کا اعتبار ہے تو سات میں اکثر شوط چار ہیں اور اقل شوط تین ہیں۔ پس اگر اکثر شوط یعنی عمرے کے چار شوط شوال سے پہلے ادا کر لئے تو تمتع نہیں ہوگا۔ کیونکہ عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا ہو گیا۔ اور عمرہ حج کے مہینے سے پہلے ادا ہو تو تمتع نہیں ہوتا۔ اور اگر اکثر شوط یعنی چار شوط شوال میں ادا کئے تو چونکہ عمرہ حج کے مہینے میں ادا کیا اس لئے تمتع ہوگا۔ کیونکہ اکثر شوط کا اعتبار ہے اور اکثر شوط شوال میں پایا گیا تو گویا کہ عمرہ حج کے مہینے میں کیا اس لئے تمتع ہو جائے گا۔

وجه : (۱) **عن عبد الله بن عمر انه كان يقول من اعتمر فى اشهر الحج فى شوال او ذى القعدةاو ذى الحجة قبل الحج ثم اقام بمكة حتى يدركه الحج فهو متمتع ان حج و عليه ما استيسر من الهدى** (موطاامام مالک، باب ماجاء فی التمتع ص ۳۵۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، من قال یصوم اذا رجع الی اهله، ج ثالث، ص ۱۵۲، نمبر ۱۳۰۰۰) اس اثر میں ہے کہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ میں حج سے پہلے عمرہ کرے اور اس کے بعد حج کرے تو تمتع ہوگا ورنہ نہیں۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ **عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال ... اشهر الحج التى ذكر الله تعالى فى كتابه شوال و ذوالقعدة وذوالحجة فمن تمتع فى هذه الاشهر فعليه دم أو صوم .** (بخاری شریف، باب قول اللہ عز وجل ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام ص ۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲) اس دونوں اثر سے شرطوں کا پتہ چلا، ایک یہ کہ حج کے مہینہ میں عمرہ کیا ہو اور دوسرا یہ کہ حج سے پہلے کیا ہو تب تمتع ہوگا۔ اور اگر حج کے بعد عمرہ کیا تو تمتع نہیں ہوگا اور نہ اس پر دم تمتع لازم ہوگا۔

لغت شوط : بیت اللہ کے گرد ایک چکر لگا کر ایک طواف کرنے کو ایک شوط کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ہمارے نزدیک احرام شرط ہے اس لئے حج کے مہینوں سے پہلے اس کو باندھنا صحیح ہے، اور اصل اعتبار افعال کے ادا کرنے کا ہے اور وہ اکثر پایا گیا، اور اکثر کا حکم کل کا حکم ہے [اسلئے صحیح ہوگا]

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ۔ عمرے کے لئے احرام شرط ہے اور تمتع کے بارے میں ہے کہ حج کے مہینے میں ہو اس لئے احرام حج کے مہینے سے پہلے بھی ہو سکتا ہے یعنی شوال سے پہلے بھی ہو سکتا ہے، البتہ عمرے کے افعال کا اعتبار ہے، اور اکثر افعال یعنی چار شوط

(۱۲۳۲)وان طاف لعمرته قبل اشهر الحج اربعة اشواط فصاعداثم حج من عامه ذلک لم یکن متمتعا﴾ ۱؎ لانه ادی الاکثر قبل اشهر الحج ۲؎ وهذا لانه صار بحالٍ لا یفسد نسکه بالجماع فصار کما اذا تحلل منها قبل اشهر الحج ۳؎ومالکؒ یعتبر الاتمام فی اشهر الحج والحجة علیه ما ذکرنا ۴؎ ولان الترفق باداء الافعال والمتمتع المترفق باداء النسکین فی سفرة واحدة فی اشهر الحج

شوال میں ہوئے ہیں اس لئے گویا کہ عمرہ حج کے مہینے میں ہوئے کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے،اس لئے تمتع ہوجائے گا۔

ترجمہ: (۱۲۳۲) اوراگر حج کے مہینے سے پہلے عمرے کا طواف چار شوط کیا یا اس سے زیادہ کیا پھراسی سال حج کیا تو یہ تمتع کرنے والا نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے اکثر حج کے مہینے سے پہلے ادا کیا۔

تشریح : اگر عمرے کا چار شوط حج کے مہینے سے پہلے یعنی شوال سے پہلے ادا کرلیا تو اکثر شوط حج کے مہینے سے پہلے ہوگیا تو گویا عمرہ حج کے مہینے سے پہلے ادا ہوگیا اس لئے اب حج کرے گا تو تمتع نہیں ہوگا ، ہاں دوبارہ حج کے مہینے میں عمرہ کرلے اور حج کرلے تو تمتع ہوجائے گا۔

ترجمہ: ۲؎ یہ اس لئے کہ یہ اس حال میں ہوگیا کہ جماع کے ذریعہ عمرہ کو فاسد نہیں کرسکتا ،تو گویا کہ اشہر حج سے پہلے ہی عمرے سے حلال ہوگیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔کہ جب اشہر حج سے پہلے عمرے کا چار شوط پورا کرلیا تو گویا کہ اشہر حج سے پہلے ہی عمرہ پورا کرلیا اور عمرے سے حلال بھی ہوگیا ،اور جب عمرہ اشہر حج سے پہلے ادا ہوگیا تو تمتع نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اورامام مالکؒ اشہر حج میں عمرہ پورا کرنے کا اعتبار کرتے ہیں اوراس کے خلاف حجت وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر چہ عمرے کا احرام اشہر حج سے پہلے باندھا ہے اوراس میں چار شوط بھی طواف کرلیا لیکن عمرے کو اشہر حج میں پورا کیا ہے تو یوں سمجھا جائے گا کہ عمرہ کو اشہر حج میں پورا کیا ہے اس لئے تمتع ہوجائے گا ،اس لئے کہ انکے یہاں پورا کرنے کا اعتبار ہے۔لیکن ہم نے جو دلیل بیان کی وہ ان پر حجت ہے۔

ترجمہ: ۴؎ اس لئے کہ افعال ادا کرکے فائدہ اٹھانا ہے،اور تمتع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حج کے مہینے میں ایک ہی سفر میں دو عبادتوں کو ادا کرکے فائدہ اٹھانا ہے۔

تشریح : یہ امام مالکؒ کو جواب ہے کہ ،حج کے مہینے میں ایک ہی سفر میں دو عبادتوں کو جمع کرکے فائدہ اٹھانے کو تمتع کہتے ہیں،

(۱۲۳۳) قال واشهر الحج شوال وذو القعدة وعشر من ذی الحجة ﴾ ۱؎ کذا روی عن العبادلة الثلثة وعبد الله بن الزبیرؓ اجمعین ۲؎ ولان الحج یفوت بمضی عشر ذی الحجة ومع بقاء الوقت لا یتحقق

اوراس نے حج کے مہینے میں عمرے اور حج کو جمع نہیں کیا بلکہ عمرہ حج کے مہینے سے پہلے ادا کر لیا اس لئے تمتع نہیں ہوگا۔

عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال ... اشهر الحج التی ذکر الله تعالی فی کتابه شوال و ذو القعدة وذو الحجة فمن تمتع فی هذه الاشهر فعلیه دم أو صوم . (بخاری شریف، باب قول اللہ عز وجل ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲) اس دونوں اثر سے شرطوں کا پتہ چلا، ایک یہ کہ حج کے مہینہ میں عمرہ کیا ہو اور دوسرا یہ کہ حج سے پہلے کیا ہو تب تمتع ہوگا۔ اور اگر حج کے بعد عمرہ کیا تو تمتع نہیں ہوگا اور نہ اس پر دم تمتع لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۲۳۳) حج کا مہینہ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ تک ہے۔

ترجمہ : ۱؎ تینوں عبد اللہ سے یہ روایت ہے اور عبد اللہ ابن زبیرؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح : حج کے لئے یہ تین مہینے ہیں یعنی ان تین مہینوں میں عمرہ کیا تو تمتع ہوگا کیونکہ حج تو صرف نویں ذی الحجہ اور دسویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے آیت میں اشہر حج سے مراد یہی ہے کہ اس مہینے میں عمرہ کرے گا تو تمتع ہوگا، اور اس سے پہلے کرے گا یا حج کے بعد کرے گا تو تمتع نہیں ہوگا۔

وجہ :(۱) آیت میں ہے۔ الحج اشهر معلومات فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (آیت ۱۹۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ حج کے کچھ مہینے معلوم ہیں جس میں حج کا احرام باندھے۔ (۲) عبد اللہ ابن عباس کی روایت یہ ہے۔ عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج فقال ... اشهر الحج التی ذکر الله تعالی فی کتابه شوال و ذو القعدة وذو الحجة فمن تمتع فی هذه الاشهر فعلیه دم أو صوم . (بخاری شریف، باب قول اللہ عز وجل ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام ص۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲) اس اثر میں ہے کہ اشہر معلومات سے مراد شوال ذی قعدہ اور ذی الحجہ ہے۔ (۳) اس اثر میں اس بات کی تشریح ہے کہ دس ذی الحجہ تک تمتع کے عمرہ کا وقت ہے۔ عن ابن عمر ﴿ الحج اشهر معلومات (آیت ۱۹۷ سورۃ البقرۃ ۲) قال شوال ، و ذو القعدة و عشرة من ذی الحجة . (سنن للبیہقی، باب بیان اشھر الحج، ج رابع، ص ۵۵۹، نمبر ۸۷۱۱) اس اثر میں ہے کہ دس ذی الحجہ تک حج کا وقت ہے۔

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے بھی کہ حج دس ذی الحجہ کے گزرنے پر فوت ہو جاتا ہے، اگر وقت باقی رہتا تو فوت متحقق نہیں ہونا چاہئے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا قول ﴿الحج اشهر معلومات﴾ آیت سے مراد دو مہینے اور تیسرے مہینے کا بعض حصہ ہی ہے، کل نہیں ہے۔

الفوات وهذا يدل على ان المراد من قوله تعالىٰ الحج اشهر معلومات شهران وبعض الثالث لا كلّه

(۱۲۳۴)فان قدّم الاحرام بالحج عليها جاز احرامه وانعقد حجا ﴾ ل خلافا للشافعيؒ فان عنده يصير محرما بالعمرة لانه ركن عنده

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ دس ذی الحجہ ختم ہونے کے بعد کوئی حج کا احرام باندھے گا تو حج نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ دس ذی الحجہ تک ہی حج کا وقت ہے، اور آیت میں جو اشھر، جمع کا صیغہ ہے، اور جمع کا صیغہ عربی میں کم سے کم تین عدد کے لئے آتا ہے، لیکن یہاں جمع کے صیغے سے دو مہینے دس روز ہی مراد ہے، تین مہینے مراد نہیں ہیں۔

ترجمہ: (۱۲۳۴) اگر حج کا احرام حج کے مہینے سے پہلے باندھ لے تو اس کا احرام جائز ہے اور حج ہو جائے گا۔

تشریح: حج کے مہینے سے پہلے یعنی شوال سے پہلے رمضان ہی میں حج کا احرام باندھ لیا تو احرام منعقد ہو جائے گا اور حج کرنا صحیح ہوگا۔

وجہ : (۱) احرام حج کے لئے شرط کے درجہ میں ہے اور شرط مقدم ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے وضو نماز کے وقت سے پہلے کر سکتا ہے کیونکہ وہ شرط ہے، اسی طرح حج کا احرام حج کے مہینے سے پہلے باندھ سکتا ہے۔ البتہ اتنا پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے (۲) **عن ابن عباس فی الرجل یحرم بالحج فی غیر اشهر الحج قال لیس ذلک من السنة** (سنن للبیھقی، باب لا یھل بالحج فی غیر اشھر الحج ج رابع ص ۵۶۱، نمبر ۸۷۲۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اشھر حج سے پہلے حج کا احرام باندھے تو وہ سنت کے خلاف ہے یعنی مکروہ ہے۔ تاہم حج کا احرام ہو جائے گا۔ (۳) حج کے لئے احرام فرض ہے اور شرط کے درجے میں ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **سمعت عبد الله بن الزبیر یقول : فرض الحج الاحرام** (سنن للبیھقی، باب بیان اشھر الحج ج رابع ص ۵۶۰، نمبر ۸۷۱۷) اس اثر میں ہے کہ حج کا فرض احرام باندھنا ہے۔

اصول : شرط عبادت سے مقدم ہو سکتا ہے، فرض عبادت اصلیہ کے ساتھ ہی کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ل امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے انکے نزدیک عمرہ کا احرام ہو جائے گا۔ اس لئے کہ احرام انکے نزدیک فرض ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اشہر حج سے پہلے احرام باندھا تو حج نہیں ہوگا وہ عمرہ کے احرام میں تبدیل ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ احرام انکے نزدیک شرط کے درجے میں نہیں ہے بلکہ فرض کے درجے میں ہے، اور فرض کا قاعدہ یہ ہے کہ حج کے زمانے میں وہ فرض ادا ہو، اور اس نے حج کے زمانے سے پہلے احرام باندھنے کا فرض ادا کر لیا اس لئے حج نہیں ہوگا، بلکہ وہ احرام عمرے کے لئے ہو جائے گا، اب عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور دوبارہ حج کے زمانے میں حج کا احرام باندھے۔

۲ وهو شرط عندنا فاشبه الطهارة فی جواز التقدیم علی الوقت ۳ ولان الاحرام تحریم اشیاء وایجاب اشیاء وذلک یصح فی کل زمان وصار کالتقدیم علی المکان (۱۲۳۵)قال واذا قدم الکوفی بعمرة فی اشهر الحج وفرغ منها وحلق او قصر ثم اتخذ مکة او البصرة دارا وحج من عامه ذلک فهو متمتع﴾ ۱ اما الاول فلانه ترفق بنسکین فی سفر واحد فی اشهر الحج

وجه :(۱)ان کی دلیل یہ اثر ہے عن ابن عباس قال : لا یحرم بالحج الا فی أشهر الحج فان من سنة الحج أن یحرم بالحج فی اشهر الحج (سنن للبیہقی ، باب لایھل بالحج فی غیر اشہر الحج رابع ص ۵۶۰، نمبر ۸۷۱۹)(۲)عن عطاء قال من احرم بالحج فی غیر اشهر الحج جعلها عمرة ۔(سنن للبیہقی ، باب لایھل بالحج فی غیر اشہر الحج رابع ص ۵۶۱، نمبر ۸۷۲۳)اس اثر سے معلوم ہوا کہ اشہر حج کے علاوہ میں حج کا احرام باندھے تو اس کو عمرہ بنا دے (۳)اوپر کا عبد اللہ بن عباس کا اثر بھی امام شافعیؒ کی دلیل ہے۔

ترجمہ: ۲ اور ہمارے نزدیک احرام شرط ہے اس لئے وقت پر مقدم ہونے میں وضو کی طرح ہو گیا۔

تشریح : ہمارے نزدیک احرام فرض تو ہے لیکن شرط کے درجے میں ہے اور شرط وقت سے پہلے ہو سکتا ہے جیسے وضو نماز کے لئے شرط ہے اس لئے نماز کے وقت سے پہلے وضو کر سکتا ہے، اسی طرح احرام حج کے لئے شرط ہے اس لئے حج کے زمانے شوال سے پہلے احرام باندھ سکتا ہے، اس سے حج ادا ہو گا عمرہ میں تبدیل نہیں ہو گا۔

ترجمہ: ۳ اور اس لئے کہ احرام کا مطلب کسی چیز کو حرام کرنا اور کسی چیز کو واجب کرنا ہے، اور یہ ہر زمانے میں ہو سکتا ہے، تو ایسا ہوا جیسے میقات پر احرام کو مقدم کیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، احرام کا معنی یہ ہے کہ بعض چیز جو حلال تھی مثلا خوشبو، شکار، اس کو حرام کرنا ہے، اور بعض چیز جو واجب نہیں تھی مثلا بغیر سلا ہوا کپڑا پہننا اس کو واجب کرنا ہے، اب بعض چیز کو حرام کرنا اور بعض چیز کو واجب کرنا کسی بھی وقت میں کر سکتا ہے اس لئے حج کے احرام کو کسی بھی وقت باندھ سکتا ہے، یعنی شوال سے پہلے بھی باندھ سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مکان یعنی میقات سے پہلے احرام باندھے تو باندھ سکتا ہے اسی طرح زمان یعنی اشہر حج سے پہلے حج کا احرام باندھنا چاہے تو باندھ سکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۲۳۵) اگر کوفہ کا رہنے والا اشہر حج میں آ کر عمرہ کیا اور اس سے فارغ ہوا اور حلق کرایا یا قصر کرایا پھر مکہ مکرمہ کو وطن بنا لیا یا بصرہ کو گھر بنایا اور وہاں سے آ کر اسی سال حج کیا تو وہ تمتع کرنے والا ہے۔

ترجمہ: ۱ بہر حال پہلی شکل تو اس لئے کہ اشہر حج میں ایک ہی سفر میں دو عبادتوں سے فائدہ اٹھایا ہے [اس لئے تمتع ہو گا]

تشریح : کوفہ کا رہنے والے سے مراد یہ ہے کہ میقات سے باہر کا رہنے والا ہے جس کے لئے تمتع کرنا جائز ہے، اس نے اشہر حج

۲ؔ واما الثانی فقیل هو بالاتفاق وقیل هو قول ابی حنیفۃؒ وعندهما لا یکون متمتعا لان المتمتع من تکون عمرته میقاتیةً وحجته مکیة ونسکاه هذان میقاتیان ۳ؔ وله ان السفرة الاولی قائمة مالم یَعُدْالی وطنه وقد اجتمع له نسکان فیه فوجب دم التمتع (۱۲۳۶)فان قَدِمَ بعمرة فافسدها وفرغ منها وقصر ثم اتخذالبصرة دار ا ثم اعتمر فی اشهر الحج وحج من عامه لم یکن متمتعا﴾

میں عمرہ کیا اور حلال ہونے کے بعد حلق یا قصر کروایا پھر مکہ مکرمہ کو گھر بنالیا تو وہ تمتع کرنے والا اس لئے ہے کہ اس نے حج کے مہینے میں ایک سفر میں دو عبادتیں یعنی عمرہ اور حج کیا، اور چونکہ میقات سے باہر کا رہنے والا تھا اس لئے اس کے لئے تمتع جائز تھا، یہ اور بات ہے کہ بعد میں مکہ کا رہنے والا بن گیا تو اس کے بعد اس کے لئے تمتع نہیں ہے، پہلے تو ہے۔

ترجمہ : ۲ؔ بہر حال دوسری شکل تو کہا گیا کہ وہ بالاتفاق ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے، اور صاحبینؒ کے یہاں متمتع نہیں ہوگا، اس لئے کہ متمتع وہ ہوتا ہے جسکا عمرہ میقات سے ہو اور حج مکہ مکرمہ سے ہو، اور یہاں اسکی دونوں عبادتیں [عمرہ اور حج] میقات سے ہیں۔

تشریح : دوسری شکل یہ ہے کہ کوفہ کا رہنے والا آدمی اشہر حج میں عمرہ کر کے حلال ہو گیا پھر میقات سے باہر مثلا بصرہ شہر چلا گیا، اور بصرہ سے آکر میقات سے حج کا احرام باندھا اور اسی سال حج کیا تو صاحبین کے نزدیک وہ تمتع کرنے والا نہیں ہے۔ عمرہ الگ ہو جائے گا اور حج الگ ہو جائے گا، اور اس پر تمتع کا دم لازم نہیں ہوگا۔۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ مسئلہ بالاتفاق ہے کہ تمتع ہوگا، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صرف صاحبینؒ کی رائے ہے تمتع نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ ہوگا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ تمتع اس وقت ہوتا ہے جبکہ عمرے کا احرام میقات سے ہو اور حج کا احرام مکہ مکرمہ سے باندھا ہو، اور یہاں یہ ہوا کہ عمرہ بھی میقات سے ہوا اور بصرہ جانے کے بعد حج کا احرام بھی میقات سے باندھا، تو دونوں عبادتیں میقاتی ہو گئیں اس لئے تمتع نہیں ہوگا

ترجمہ : ۳ؔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ پہلا سفر اس وقت قائم ہے جب تک کہ اپنا وطن نہ لوٹے، اور اس نے دو نسک جمع کیا، اس لئے تمتع کا دم واجب ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کوفہ کا آدمی واپس بصرہ گیا ہے اس لئے اپنا وطن نہیں گیا اس لئے اس کا پہلا سفر باقی رہا، اور عمرہ اور حج دونوں گویا کہ ایک ہی سفر میں ادا ہوا، اس لئے تمتع ہوگا، چاہے عمرہ اور حج دونوں میقاتی کیوں نہ ہوں۔

اصول : جب تک اپنا پہلا وطن نہ پہونچے اس کا پہلا سفر باقی ہے۔

ترجمہ: (۱۲۳۶) پس اگر عمرہ کے لئے آیا اور اس کو فاسد کر دیا، اور اس سے فارغ ہوا اور قصر کرایا پھر بصرہ کو گھر بنالیا پھر اشہر حج

ل عند ابی حنیفةؒ ٢ وقالا هو متمتع لانه انشاء سفر وقد ترفق بنسكين ٣ وله انه باق على سفره ما لم يرجع الى وطنه (١٢٣٧) فان كان رجع الى اهله ثم اعتمر في اشهر الحج وحج من عامه يكون متمتعا في قولهم جميعا﴾

میں پہلے عمرے کی قضا کی اور اسی سال حج کیا تو تمتع نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

تشریح: ایک آدمی میقات سے باہر کا مثلا کوفہ کا ہے وہ اشہر حج میں میقات پر عمرے کا احرام باندھا، لیکن عمرہ کو پورا کرنے سے پہلے اس کو فاسد کر دیا مثلا طواف سے پہلے بیوی سے جماع کر لیا جس سے عمرہ فاسد ہو گیا، پھر اس عمرے کا باقی اعمال کر کے اس سے حلال ہو گیا اور قصر کرا لیا، اس کے بعد اپنے پہلے وطن کوفہ کے بجائے بصرہ چلا گیا اور اس کو گھر بنا لیا اور اشہر حج میں ہی وہاں سے آکر پہلے عمرے کی قضاء کی اور پھر اسی سال حج بھی کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ متمتع نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عمرہ فاسد کرنے کے بعد اپنا وطن کوفہ نہیں گیا اس لئے اس کا پہلا سفر باقی ہے، اور اس سفر میں صحیح عمرہ نہیں کیا بلکہ فاسد عمرہ کیا ہے اور فاسد عمرے سے تمتع نہیں ہوگا، اس لئے یہ متمتع نہیں ہوا، ہاں کوفہ چلا جاتا تو پہلا سفر باطل ہو جاتا اب عمرے کی قضا کرتا اور حج کرتا تو تمتع ہوتا۔

ترجمہ: ٢ اور صاحبین نے فرمایا کہ وہ تمتع کرنے والا ہے اس لئے کہ دوبارہ سفر کیا، اور دوسرے سفر میں دو عبادت سے فائدہ اٹھایا [اس لئے تمتع ہوگا]

تشریح: صاحبین فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا تمتع ہوگا، اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جب عمرہ فاسد کر کے میقات سے باہر گیا یعنی بصرہ گیا، اور بصرہ سے واپس آکر میقات پر قضا عمرے کا احرام باندھا تو گویا کہ یہ نیا سفر ہوا، اور میقات سے باہر جاتے ہی پہلا سفر ختم ہو گیا چاہے وہ اپنا پہلا وطن کوفہ نہ گیا ہو، اور نئے سفر میں دو عبادتیں عمرہ اور حج ادا کیا تو تمتع ہو جائے گا۔

اصول: صاحبین کا اصول یہ ہے کہ میقات سے باہر جانے سے پہلا سفر ختم ہو جائے گا، اور یہ نیا سفر شروع ہوگا۔

ترجمہ: ٣ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب تک وہ اپنا پہلا وطن نہ لوٹے اس کا سفر باقی ہے۔

تشریح: امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب تک یہ اپنا پہلا وطن کوفہ واپس نہ جائے تب تک اس کا پہلا سفر باقی ہے اور پہلے سفر صحیح عمرہ نہیں کیا فاسد عمرہ کیا ہے اور اسی عمرے کی دوبارہ قضا کی ہے اس لئے تمتع نہیں ہوگا، ہاں دوبارہ ایک صحیح عمرہ کرتا تو تمتع ہوتا۔

ترجمہ: (١٢٣٧) اور اگر اپنے اہل کی طرف لوٹتا پھر اشہر حج میں عمرہ کرتا اور اسی سال حج کرتا تو سب کے قول میں تمتع کرنے والا ہوتا۔

ل لان هٰذا انشاء سفر لانتهاء السفر الاول وقد اجتمع له نسكان صحيحان فيه (۱۲۳۸) ولو بقى بمكة و لم يخرج الى البصرة حتى اعتمر فى اشهر الحج وحج من عامه لا يكون متمتعابالاتفاق لان عمرته مكية والسفرا الاول انتهى بالعمرة الفاسدة ولا تمتع لاهل مكة﴾(۱۲۳۹)ومن اعتمرفى اشهر الحج وحج من عامه فايّهما افسد مضى فيه ﴾ ل لانه لايمكنه الخروج عن عهدة الاحرام الا بالافعال

ترجمه : ل اس لئے کہ یہ الگ سفر ہے پہلا سفر ختم ہونے کی وجہ سے اور اس کے لئے اس میں دو صحیح عبادتیں جمع ہو گئیں۔

تشریح :مسئلہ اوپر کا ہی ہے کہ میقات سے باہر کا آدمی مثلا کوفہ کا آدمی اشہر حج میں فاسد عمرہ کیا اور حلال ہو گیا، اب دوبارہ وہ اپنا اصلی وطن کوفہ واپس گیا اور اشہر حج میں پہلے عمرے کی قضا کی اور حج کیا تو سب کے نزدیک تمتع ہوگا۔۔انشاء سفر: نیا سفر کیا۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنا اصلی وطن واپس جانے کے بعد پہلا سفر بالکل ختم ہو گیا، اب نئے سفر میں صحیح عمرہ اور صحیح حج کیا، اور ایک سفر میں صحیح عمرہ اور حج کیا ہو تو سب کے نزدیک تمتع ہوگا۔

ترجمه: (۱۲۳۸) اور اگر مکہ مکرمہ میں باقی رہا اور بصرہ نہیں گیا یہاں تک کہ حج کے مہینے میں عمرہ کیا اور اسی سال حج بھی کیا تو بالاتفاق متمتع نہیں ہوگا۔اس لئے کہ اس کا عمرہ مکی ہوتے ہوئے ہوا اور پہلا سفر عمرۂ فاسدہ کی وجہ سے ختم ہو گیا اور مکہ والوں کے لئے تمتع نہیں ہے۔

تشریح : کوفہ کا رہنے والا اشہر حج میں عمرہ فاسدہ کیا اور حلال ہو گیا، پھر نہ کوفہ گیا اور نہ بصرہ گیا مکہ مکرمہ میں ہی مقیم رہا، اور اشہر حج میں عمرے کی قضا کی اور اسی سال حج کیا تو بالاتفاق متمتع نہیں ہوگا۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلا عمرہ فاسد ہے اسلئے اس کا اعتبار نہیں، اب دوسرا عمرہ مکہ میں رہتے ہوئے کیا تو گویا کہ مکی ہوتے ہوئے عمرہ اور تمتع کیا، اور پہلے گزر چکا ہے کہ مکی کے لئے تمتع نہیں ہے اس لئے تینوں اماموں کے نزدیک تمتع نہیں ہوگا ۔(۲) مکہ والوں کے لئے تمتع نہیں ہے اس کے لئے یہ اثر ہے. عن مجاهد قال : ليس على احد من أهل مكة متعة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان لا یری علی اھل مکۃ متعۃ، ج ثالث ،ص ۴۱۶ ،نمبر ۱۵۶۹۰)اس اثر میں ہے کہ اہل مکہ پر تمتع نہیں ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک سفر میں عمرہ اور حج ہو تب تمتع ہوتا ہے، اور مکہ میں رہتے ہوئے عمرہ اور حج کیا تو دونوں کے لئے کوئی سفر ہی نہیں ہوا، اس لئے تمتع بھی نہیں ہوگا

ترجمه: (۱۲۳۹) کسی نے حج کے مہینے میں عمرہ کیا اور اسی سال حج کیا تو حج یا عمرے میں سے کسی کو بھی فاسد کیا تو اسی کو کرتا رہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ احرام کے عہدے سے نکلنا ممکن نہیں ہے اس کے افعال کو ادا کئے بغیر۔

(۱۲۴۰)وسقط دم المتعة﴾ لانه لم يترفق باداء نسكين صحيحين فى سفرة وحدة (۱۲۴۱)واذا تمتعت المـرأة فضحَّت بشاة لم يُجزها من دم المتعة ﴾ لانها اتت بغير الواجب وكذالجواب فى الرجل

تشـريح :اگراشہر حج میں عمرہ کیااور حج بھی کیا،پھر دونوں میں سے کسی ایک کوفاسد کردیا مثلا وقوف عرفہ سے پہلے بیوی سے جماع کر کے حج فاسد کردیا تو باقی اعمال کو چھوڑے گا نہیں بلکہ باقی اعمال کوکرتا رہے گا،اوراگلے سال پھر حج کی قضا کرے گا۔اس لئے کہ جب احرام باندھ لیا تو باقی اعمال کئے بغیر اس سے نکلنا ممکن نہیں ہے۔

وجه :(۱) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بليل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفات بليل فقد فاته الحج فليحل بعمرة وعليه الحج من قابل. (دار قطنی،کتاب الحج،ج ثانی،ص ۲۱۲،نمبر ۲۴۹۶)اس حدیث میں ہے کہ حج فوت ہوجائے تواسی کے ساتھ عمرہ کے اعمال کرکے حلال ہو (۲) عن عمر و زيد قالا فى الرجل يفوته الحج : يحل بعمرة و عليه الحج من قابل ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی الرجل اذا فاتہ الحج ما یکون علیہ،ج ثالث ،ص ۲۱۹،نمبر ۱۳۶۸۲/سنن بیہقی،باب ما یفعل من فاتہ الحج،ج خامس،ص ۲۸۵،نمبر ۹۸۲۳)اس اثر میں بھی ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہوجائے اوراگلے سال حج کرے۔اس لئے کہ پہلا حج چھوٹ گیا ہے،بہتر یہ ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے اورعرفات سے پہلے دوبارہ حج کا احرام باندھ لے اور حج کرلے۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ حج کو چھوڑا تو عمرہ کر کے حلال ہونے کے لئے فرمایا. حدثنى جابر بن عبد الله انه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد اهلوا بالحج مفردا فقال لهم احلوا من احرامكم بطواف البيت وبين الصفا والمروة و قصروا ثم اقيموا حلالا ۔ (بخاری شریف،باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۳ نمبر ۱۵۶۸)اس حدیث میں بھی ہے کہ حج کو چھوڑنے کے بعد عمرہ کر کے حلال ہوجاؤ۔

ترجمه: (۱۲۴۰) اورتمتع کا دم ساقط ہوجائے گا۔

ترجمه: ؎ اس لئے کہ ایک سفر میں دو صحیح نسک ادا کر کے فائدہ نہیں اٹھایا۔

تشريح :تمتع اس وقت ہوتا ہے جب صحیح حج اور عمرہ ایک سفر میں ادا کرے،اوراس نے دو میں سے ایک کو فاسد کردیا ہے اس لئے تمتع نہیں ہوا،اور جب تمتع نہیں ہوا تو تمتع کا دم شکر بھی لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه:(۱۲۴۱) اگرعورت نے تمتع کیااور بکری کی قربانی کی تو یہ تمتع کے دم کے بدلے نہیں ہوگا۔

ترجمه: ؎ اس لئے کہ غیر واجب کوادا کیا ہے [تو واجب کے بدلے کیسے ہوگا!]اوریہی حکم مرد کا بھی ہے۔

تشـريح : عورت نے تمتع کیااور تمتع کے دم دینے کے بجائے بکری کی قربانی کردی،تو یہ قربانی تمتع کے دم کے بدلے کفایت نہیں کرے گا۔

(۱۲۴۲)واذاحاضت المرأة عندالاحرام اغتسلت واَحرمت وصنعت كما يصنعُه الحاج غير انها لا تطوف بالبيت حتى تطهر ﴾ ۱؎ لحديث عائشةؓ حين حاضت بَسرِف ۲؎ولان الطواف فى المسجد والوقوف فى مفازةٍ ۳؎ وهذا الاغتسال للاحرام لا للصلوة فيكون مفيدا

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ سفر میں ہونے کی وجہ سے مالدار ہونے کے باوجود اس پر قربانی واجب نہیں ہے، اس لئے اس نے نفلی قربانی کی، اور تمتع کا دم واجب ہے اس لئے نفلی قربانی واجب کے بدلے نہیں ہوگا۔(۲) دوسری بات یہ ہے کہ اس نے قربانی کی نیت کی ہے تمتع کے دم کی نیت نہیں کی ہے اس لئے تمتع کی جانب سے کیسے ادا ہوگا! ۔اس مسئلے کے بارے میں مرد کا حکم بھی وہی ہے جو عورت کا حکم ہے یعنی مرد بھی تمتع کر کے قربانی کی بکری ذبح کرے گا تو تمتع کا دم ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۴۲)اگر عورت احرام کے وقت حائضہ ہو جائے تو غسل کرے اور احرام باندھے اور وہی اعمال کرے جو حاجی کرتے ہیں، علاوہ یہ کہ بیت اللہ کا طواف نہ کرے جب تک کہ پاک نہ ہو جائے۔

ترجمہ: ۱؎ حضرت عائشہؓ کی حدیث کی بنا پر جب وہ مقام سرف میں حائضہ ہوئیں

وجہ :(۱) طواف کے علاوہ حج کے تمام اعمال صحرا میں ہوتے ہیں اس لئے حائضہ عورت وہ کر سکتی ہے البتہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اور حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی اس لئے طواف نہیں کرے گی۔اور باقی حج کے تمام کام کرے گی (۲) حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔**عن عائشة قالت خرجنا مع النبی ﷺ... فقال انفست يعنى الحيضة قالت قلت نعم قال ان هذه شىء كتبه الله على بنات آدم فاقضى ما يقضى الحج غير ان لا تطوفى بالبيت حتى تغتسلى قالت و ضحى رسول الله نسائه بالبقرة** (مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران ص ۳۸۸ نمبر ۱۲۱۱/۲۹۱۸/ بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۵۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ اور نفساء عورت حج کا احرام باندھے گی اور سب اعمال کرے گی البتہ طواف نہیں کرے گی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور وقوف عرفہ صحرا میں ہوتا ہے،

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ طواف مسجد حرام میں ہوتا ہے اس لئے حایضہ عورت طواف نہیں کر سکے گی، اور وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ صحراء میں ہوتا ہے اس لئے وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ تو کر سکے گی اور اس کے لئے احرام کی ضرورت ہے اس لئے احرام بھی باندھ سکے گی۔

ترجمہ: ۳؎ اور یہ غسل احرام باندھنے کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں ہے اس لئے مفید ہوگا۔

تشریح : یہ عبارت ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ جب عورت ناپاک ہے تو احرام کے لئے غسل کی کیا ضرورت

(۱۲۴۳)فان حاضت بعد الوقوف وطواف الزيارة انصرفت من مكة ولا شئ عليه لطواف الصدر﴾ ل لانه عليه السّلام رخّص للنساء الحيّض فى ترك طواف الصدر

ہے؟ تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ غسل نظافت اور صفائی کے لئے ہے نماز کے لئے نہیں ہے، اس لئے طواف بھی نہیں کر سکے گی، اگر طواف قدوم سے پہلے حائضہ ہو گئی اور عرفات میں جانے کا وقت ہو گیا تو طواف قدوم جو سنت ہے چھوڑ کر سیدھا عرفات چلی جائے گی۔

ترجمہ: (۱۲۴۳) اگر وقوف عرفہ اور طواف زیارت کے بعد حائضہ ہو گئی تو مکہ مکرمہ سے واپس ہو جائے گی اور طواف وداع چھوڑنے پر اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ نبی علیہ السلام نے حائضہ عورتوں کے لئے طواف صدر چھوڑنے کی اجازت دی ہے۔

تشریح: طواف زیارت کرنے کے بعد عورت کو حیض آ گیا تو چونکہ فرض کی ادائیگی ہو گئی اور اب صرف طواف وداع واجب باقی ہے اس لئے اس کو چھوڑ دے اور مکہ مکرمہ سے گھر واپس چلی جائے۔ چونکہ طواف وداع واجب ہے اس لئے اس کو چھوڑنے پر دم لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن عائشة قالت خرجنا مع النبى ﷺ ولا نرى الا الحج ... وحاضت صفية بنت حيي فقال النبى ﷺ عقرى حلقىٰ انک لحابستنا اما كنت طفت يوم النحر؟ قالت بلى قال فلا بأس انفرى (بخاری شریف، باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت ص ۲۳۷ نمبر ۱۷۶۲ مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض، ص ۵۵۷، نمبر ۳۲۲۲/۱۳۲۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت کے بعد حیض آ جائے اور طواف وداع کا موقع نہ ہو تو طواف وداع حائضہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر طواف زیارت نہیں کی کہ حیض آ گیا تو چونکہ وقوف عرفہ کر چکی ہے اس لئے حج تو ہو گیا۔ البتہ طواف زیارت جو فرض ہے وہ رہ گیا۔ اس لئے طواف زیارت کے لئے رکے۔ یا جب موقع ہو طواف کرے اور دم دے۔ اور اس کا بھی موقع نہ مل سکے تو اس کے بدلے میں کسی سے طواف زیارت کروائے۔

وجہ: (۱) اوپر حدیث میں حضرت صفیہؓ کے بارے میں پتا چلا کہ حائضہ ہو گئی تو آپؐ نے افسوس کا اظہار کیا کہ اگر طواف زیارت نہیں کیا تو ہمیں رکنا پڑے گا۔ لیکن جب پتا چلا کہ طواف زیارت کر چکی ہے تو فرمایا اب کوئی بات نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت کے لئے رکنا پڑیگا کیونکہ وہ فرض ہے۔ (۲) اور طواف زیارت رہ جائے تو اس کا بدل کروانا پڑے گا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن الحسن فى الرجل يحج فيموت قبل ان يقضى نسكه قال يقضى عنه مابقى من نسكه (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۲۱۶ فی الرجل یموت وقد بقی علیہ من نسکہ شیء، ج ثالث، ص ۲۶۱، نمبر ۱۴۱۱۷) اس اثر میں ہے کہ کوئی نسک رہ گیا اور

(۱۲۴۴)ومن اتخذ مكة دارًا فليس عليه طواف الصدر ﴾ ۱؎ لانه على من يصدر ۲؎ الا اذا اتخذها دارا بعد ما حل النفر الاول فيما يُروىٰ عن ابى حنيفةؒ ويرويه البعضُ عن محمدؒ لانه وجب عليه بدخول وقته فلا يسقط بنية الا قامة بعد ذٰلک واللہ اعلم بالصّواب.

مر گیا تو کسی سے وہ نسک قضا کرائے۔

ترجمہ:(۱۲۴۴) کسی نے مکہ مکرمہ کو گھر بنالیا تو اس پر طواف صدر نہیں ہے۔ ۱؎ اسلئے کہ طواف صدر اس پر ہے جو مکہ کو چھوڑ کر اپنا وطن جارہا ہو۔

تشریح :۔طواف صدر یعنی طواف وداع اس پر جو مکہ مکرمہ سے باہر جائے ،لیکن جس نے مکہ مکرمہ کو گھر بنالیا اس کو باہر نہیں جانا ہے اس لئے اس پر طواف صدر نہیں ہے۔

وجہ : (۱) عن ابن عباس قال كان الناس ينصرفون فى كل وجه فقال رسول الله ﷺ لا ينفرن أحد حتى يكون آخر عهده بالبيت . (مسلم شریف، باب وجوب طواف الوداع وسقوطہ عن الحائض،ص ۵۵۷،نمبر ۱۳۲۷/۳۲۱۹) اس حدیث میں ہے کہ جو باہر جائے اس کو طواف وداع کرنا چاہئے ،یعنی اس پر طواف وداع جسکو طواف صدر کہتے ہیں واجب ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو مکہ مکرمہ سے باہر نہ جائے اس پر طواف وداع واجب نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ مگر یہ کہ نفر اول یعنی بارہ تاریخ کے بعد مکہ مکرمہ کو گھر بنائے ،جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے۔اور بعض حضرات نے روایت کی کہ یہ روایت امام محمدؒ سے ہے۔اس لئے کہ اس پر طواف وداع کے وقت داخل ہونے کی وجہ سے واجب ہو چکا ہے اس لئے اس کے بعد اقامت کی نیت سے طواف وداع ساقط نہیں ہوگا ۔۔واللہ اعلم بالصواب۔

تشریح : نفر اول کا ترجمہ ہے پہلی مرتبہ کوچ کرنا،اس کا مطلب یہ ہے کہ بارہویں تاریخ کو رمی جمار کر کے منی سے کوچ کر تے ہیں اور مکہ مکرمہ آتے ہیں اس کو نفر اول کہتے ہیں ،اس نفر اول کے وقت طواف صدر کرنا واجب ہو جاتا ہے ،طواف صدر کے واجب ہونے کے بعد کوئی مکہ مکرمہ کو گھر بنائے تو اس پر بھی طواف وداع واجب ہے کیونکہ وہ واجب ہو چکا ہے اس لئے ساقط نہیں ہوگا۔بعض حضرات نے یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا بتلایا ہے اور بعض حضرات نے یہ قول امام محمدؒ کا بتلایا ہے۔۔واللہ اعلم بالصواب

﴿باب الجنايات﴾

(۱۲۴۵) واذا تطيّب المحرم فعليه الكفارة فان طيّب عضوا كاملا فما زاد فعليه دم ﴾

﴿ باب الجنايات ﴾

ضروری نوٹ: جنایات جنایۃ کی جمع ہے۔حج میں جوغلطیاں کی جاتی ہیں ان کو جنایت کہتے ہیں۔(۱) یہ آیت جنایت کے سلسلے میں اصل ہے۔و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا أو به اذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو اور احرام کی حالت میں سر منڈوانا پڑے تو روزہ رکھو یا صدقہ دو یا جانور ذبح کرو۔(۲) جنایت کے فدیہ کے لئے یہ حدیث اصل ہے۔ عن عبد الله بن معقل قال جلست الى كعب بن عجرة فسألته عن الفدية فقال نزلت فى خاصة وهى لكم عامة حملت الى رسول الله ﷺ والقمل يتناثر على وجهى فقال ما كنت ارى ا لو جع بلغ بک ما ارى او ما كنت ارى الجهد بلغ ما ارى تجد شا ة؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ايام او اطعام ستة مساكين لكل مسكين نصف صا ع (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶ر مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱؍۲۸۸۳) (۳) اور اس حدیث میں جنایات کی تھوڑی تفصیل دی گئی ہے ۔عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال يا رسول الله ﷺ ماذا تأمرنا ان نلبس من الثياب فى الاحرام؟ فقال النبى ﷺ لا تلبسو ا القميص و لا السراويلات و لا العمائم و لا البرانس الا أن يكون احد ليس له نعلان فليلبس الخفين و ليقطع أسفل من الكعبين و لا تلبسوا شيئا مسه زعفران ولا الورس و لا تتنقب المرأة المحرمة و لا تلبس القفازين ۔(بخاری شریف، باب ما ینھی من الطیب للمحرم والمحرمۃ ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸، ابواب العمرۃ ر مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم ...وبیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۷۷؍۲۷۹۱) اس حدیث میں [۱] سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع بتایا، [۲] سر ڈھانکنا ممنوع بتایا، [۳] خوشبو لگانا ممنوع بتایا۔(۴) اس حدیث میں ہے کہ محرم کو پراگندہ ہونا چاہئے ۔ عن ابن عمر قال قام رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال يا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل . (ابن ماجۃ شریف، باب فضل دعاء الحاج، ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۹۶) اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے

ترجمہ: (۱۲۴۵) محرم خوشبو لگائے تو اس پر کفارہ ہے۔پس اگر پورا عضو خوشبو لگائی یا اس سے زیادہ تو اس پر ایک دم لازم ہے۔

تشریح: احرام کی حالت میں خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔اس لئے اگر ایک پورے عضو پر خوشبو لگائی مثلا پورے سر یا پورے ہاتھ

لے وذلک مثل الرأس والساق والفخذ وما اَشْبَه ذلک لان الجناية تتكامل بتكامل الارتفاق وذلک في العضو الكامل فيترتب عليه كمال الموجَب

پرخوشبولگائی تو اس پر دم لازم ہوگا۔ اور اگر ایک عضو سے زیادہ پرخوشبولگائی تو یہ ایک عضو میں تداخل ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک ہی قسم کی جنایت ہے اس لئے دونوں ملا کر ایک ہی دم لازم ہوگا۔

وجه :(۱) پورے عضو پر خوشبولگانے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن جابر قال اذا شم المحرم ريحانا او مس طيبا اهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبة ۲۹۶ ما قالوا فیہ اذا شم الریحان ج ثالث، ص ۳۰۸، نمبر ۱۴۶۰۷) (۲) آدھے عضو پر خوشبولگانے سے کفارہ لازم ہوگا اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن عطاء قال اذا وضع المحرم على شيء منه دهنا فيه طيب فعليه الكفارة ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۲۹۶ ما قالوا فیہ اذا شم الریحان ج ثالث، ص ۳۰۸، نمبر ۱۴۶۱۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ خوشبولگالے تو دم لازم ہوگا۔(۳) محرم کے لئے خوشبولگانے کی ممانعت اس حدیث میں ہے۔ عن يعلى ان رجلا اتى النبي ﷺ وهو بالجعرانة وعليه جبة و عليه اثر الخلوق او قال صفرة فقال كيف تأمرني ان اصنع في عمرتي ... قال اين السائل عن العمرة؟ اخلع عنک الجبةواغسل اثر الخلوق عنک وانق الصفرة واصنع في عمرتک كما تصنع في حجک . (بخاری شریف، باب یفعل بالعمرة ما یفعل بالحج ص ۲۴۱ نمبر ۱۷۸۹، ابواب العمرة رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم ...وبیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۸۰/۲۷۹۸) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کو خوشبو نہیں لگانا چاہئے۔(۴) ایک دوسری حدیث میں ہے ۔عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال يا رسول الله ﷺ ماذا تأمرنا ان نلبس من الثياب في الاحرام؟ فقال النبي ﷺ لا تلبسو ا القميص و لا السراويلات و لا العمائم و لا البرانس الا أن يكون احد ليس له نعلان فليلبس الخفين و ليقطع أسفل من الكعبين ولا تلبسوا شيئا مسه زعفران ولا الورس لا تتنقب المرأة المحرمة و لا تلبس القفازين ۔(بخاری شریف، باب ما ینھی من الطیب لمحرم والمحرمة ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸، ابواب العمرة رمسلم شریف، باب ما یباح للمحرم ...وبیان تحریم الطیب علیہ ص ۳۷۳ نمبر ۱۱۷۷/۲۷۹۱) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ خوشبو نہیں لگانا چاہئے۔

ترجمه: لے اور یہ جیسے سر، پنڈلی، ران، اور اسی جیسے، اس لئے کہ کامل فائدہ اٹھانے سے جرم کامل ہوتا ہے اس لئے پورے عضو پر پوری سزا مرتب ہوگی

تشــريح : ایک پورے عضو پر خوشبولگائی ہو تو دم لازم ہے اور پورے عضو پر خوشبو نہ لگائی ہو تو اس پر کفارہ ہے، مثلا پورے سر پر لگائی ہو، یا پورے ران پر لگائی ہو، یا پوری پنڈلی پر لگائی ہو تو اس پر دم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پورے عضو پر خوشبولگائی ہو تو پورا فائدہ

(۱۲۴۶) وان تـطيّب اقلّ من عضو فعليه الصدقة ﴾ ۱؎ لقصور الجناية ۲؎ وقـال محمدؒ يجب بقدره من الـدم اعتبارا للجزء بالكل ۳؎ وفـى الـمـنتـقىٰ انه اذا طيّب ربع العضو فعليه دم اعتبارا بالحلق ونحن نذكر الفرق بينهما من بعد ان شاء الله (۱۲۴۷)ثم واجب الدم يتأدى بالشاة فى جميع المواضع الا فى موضعين ﴾ ۱؎ نذكرهما فى باب الهدى ان شاء الله

اٹھایا اور پورا فائدہ اٹھانے پر ہی پوری سزا مرتب ہوگی ۔۔ الساق: پنڈلی ۔ الفخذ ۔ ران ۔ ارتفاق: فائدہ اٹھانا

ترجمہ: (۱۲۴۶) اور ایک عضو سے کم خوشبو لگائی تو اس پر صدقہ ہے ۔

ترجمہ: ۱؎ جنایت کے کم ہونے کی وجہ سے ۔

وجہ : ایک عضو خوشبو لگانا ارتفاق کامل ہے اس لئے دم لازم ہوا اور اس سے کم لگانے میں ارتفاق کامل نہیں ہے تاہم اچھا نہیں ہے ۔ اس لئے آدھا صاع گیہوں صدقہ کرے ۔ مطلق صدقہ سے آدھا صاع گیہوں مراد ہے ۔

ترجمہ: ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسی کی مقدار دم لازم ہوگا، جز کو کل پر قیاس کرتے ہوئے ۔

تشـــریــح : امام محمدؒ کی ایک روایت ہے کہ جتنا کم عضو خوشبو لگائی اسی حساب سے دم لازم کیا جائے ، مثلا ایک بکری کی قیمت چالیس درہم ہے، اور پورا عضو خوشبو لگا تا تو ایک بکری لازم ہوتا یعنی گویا کہ چالیس درہم لازم ہوتا، اور آدھا عضو لگایا ہے تو صدقہ لازم نہ کرے بلکہ بیس درہم لازم کرے، اور چوتھائی عضو لگایا ہے تو دس درہم لازم کرے، تو گویا کہ پورے دم کا ہی حساب کیا گیا ۔

ترجمہ : ۳؎ اور منتقی کتاب میں ہے کہ اگر چوتھائی عضو خوشبو لگائے تو اس پر بھی پورا دم ہے سر منڈوانے پر قیاس کرتے ہوئے ۔ لیکن ہم اسکا فرق بعد میں بیان کریں گے ان شاء اللہ ۔

تشریح :۔ منتقی کتاب میں چوتھائی عضو خوشبو لگانے کو چوتھائی سر منڈوانے پر قیاس کیا گیا ہے، یعنی چوتھائی سر کو منڈوائے تو اس پر دم ہے جس طرح پورے سر منڈوانے پر دم ہے اسی طرح پورے عضو پر خوشبو لگانے سے دم ہے تو چوتھائی عضو پر خوشبو لگانے سے پورا دم لازم ہوگا ۔

ترجمہ :(۱۲۴۷) پھر واجب دم تمام جگہوں پر بکری سے ادا ہو جاتا ہے، مگر دو جگہوں میں ۔

ترجمہ: ۱؎ اس کو ہدی کے باب میں ہم ذکر کریں گے ۔

تشـــریح : جہاں جہاں دم کا ذکر ہے وہاں بکری سے دم ادا ہو جائے گا ۔ لیکن دو جگہوں پر بکری سے دم ادا نہیں ہوگا، بلکہ بدنہ یعنی اونٹ واجب ہوگا [۱] پہلا جنبی ہو کر طواف زیارت یعنی فرض طواف ادا کرے تو اس پر بدنہ لازم ہے، یا حائضہ ہو کر طواف زیارت ادا کرے تو بدنہ لازم ہے، یا نفساء ہو کر طواف زیارت کرے تو بدنہ لازم ہے ۔ [۲] دوسری شکل یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد بیوی سے

(۱۲۴۸)وکل صدقة فی الاحرام غیر مقدرة فهی نصف صاع من بُر الاما یجب بقتل القملة والجَرادة﴾ ا هٰکذا روی عن ابی یوسفؒ

جماع کرلے تو حج فاسد تو نہیں ہوگا لیکن ابھی عورت حلال نہیں ہوئی ہے اس لئے اس پر بدنہ لازم ہوگا، بکری سے کام نہیں چلے گا۔

وجہ : اس حدیث میں ہے کہ بکری بھی ہدی میں چلے گی اور یہ سب سے چھوٹا جانور ہے اس لئے دم سے ہر جگہ بکری مراد ہے۔ حدثنا ابو حمزة قال : سألت ابن عباسؓ عن المتعة فأمرنی بها و سألته عن الهدی فقال : فیها جزور أو بقرة أو شاة أو شرک فی دم .... فقال الله اکبر سنة ابی القاسم ۔(بخاری شریف، باب، فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی الخ (آیت ۱۹۶ سورة البقرة ۲) ص ۲۷۳، نمبر ۱۶۸۸) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ، گائے، یا ان کا ساتواں حصہ، یا بکری ہدی ہے، جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ بکری دو جگہوں کے علاوہ چلے گی۔(۲) عن ابن عباس قال ﴿ما استیسر من الهدی﴾ شاة ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب ﴿ما استیسر من الهدی﴾، ج ثالث، ص ۱۳۲، نمبر ۱۲۷۸۳) اس اثر میں ہے کہ آیت میں ہے کہ جو ہدی آسان ہو اس سے مراد بکری ہے۔ اس لئے یہ ہر جگہ کافی ہوگی سوائے دو جگہ کے

ترجمہ : (۱۲۴۸) اور حالت احرام کا صدقہ جو متعین نہیں ہے وہ آدھا صاع گیہوں، مگر جو جوں اور ٹڈی کے قتل کرنے سے لازم ہوتا ہے

ترجمہ: ا اسی طرح حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے۔

تشریح : احرام کی حالت میں جہاں جہاں صدقہ لازم کیا ہے اور اس کی مقدار متعین نہیں ہے تو اس سے آدھا صاع گیہوں مراد ہے، البتہ جوں کے مارنے میں صدقہ سے مراد ایک دو مٹھی گیہوں صدقہ کرنا ہے، اسی طرح ٹڈی کے مارنے پر صدقہ سے مراد ایک دو مٹھی گیہوں صدقہ کرنا ہے، آدھا صاع گیہوں مراد نہیں ہے۔ حضرت امام ابو یوسفؒ سے یہی روایت ہے۔

وجہ :(۱) اس آیت میں مطلقا صدقہ کا لفظ ہے اور حدیث میں اس صدقہ سے آدھا صاع گیہوں مراد ہے، جس سے معلوم ہوا کہ صدقہ کا لفظ آدھا صاع گیہوں پر بولا جاتا ہے۔ آیت یہ ہے۔ و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استیسر من الهدی و لا تحلقوا رء وسکم حتی یبلغ الهدی محله فمن کان منکم مریضا أو به اذی من رأسه ففدیة من صیام أو صدقة أو نسک (آیت ۱۹۶، سورة البقرة ۲) اس آیت میں صدقہ کا لفظ ہے۔(۲) اس حدیث میں صدقہ سے آدھا صاع گیہوں مراد ہے۔ عن عبد الله بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرة فسألته عن الفدیة فقال نزلت فی خاصة وهی لکم عامة حملت الی رسول الله ﷺ والقمل یتناثر علی وجهی فقال ما کنت اری الو جع بلغ بک ما اری او ما کنت اری الجهد بلغ ما اری تجد شاة؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ایام او اطعام ستة

(۱۲۴۹) قال فان خضب رأسه بحناء فعليه دم ﴾ ل لانه طيب قال عليه السلام الحناء طيب

(۱۲۵۰) وان صار ملبدا فعليه دمان ﴾ ل دم للتطيّب و دم للتغطية (۱۲۵۱) ولو خضب رأسه بالوسمة لا شئ عليه ﴾ ل لانها ليست بطيب ٢ وعن ابی یوسفؒ انه اذا خضب راسه بالوسمة لا جل المعالجة من

مساكين لكل مسكين نصف صاع (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶ر مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱ر ۲۸۸۳) اس حدیث میں صدقہ سے مراد آدھا صاع گیہوں ہے۔

ترجمه : (۱۲۴۹) پس اگر سر میں مہندی کا خضاب لگایا تو اس پر دم ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ خوشبو ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مہندی خوشبو ہے۔

تشريح : چونکہ مہندی خوشبو ہے اس لئے اگر سر میں مہندی کا خضاب لگایا تو اس پر ایک دم لازم ہوگا۔

وجه :(۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے .عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ لا تطيبی وانت محرمة و لا تمسی الحناء فانه طيب ۔(طبرانی کبیر، باب خولۃ عن ام سلمۃ، ج [۲۳] ثالث وعشرون، ص ۴۱۸، نمبر ۱۰۱۲)اس حدیث میں ہے کہ مہندی خوشبو ہے۔(۲)اس اثر میں ہے کہ مہندی کا خضاب نہ لگائے۔ عن حماد قال لا يختضب المحرم بالحناء و لا يتوضأ بدستان ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یختضب أو یتداوی بالحناء، ج ثالث، ص ۴۰۸، نمبر ۱۴۶۱۳)اس اثر میں ہے کہ محرم مہندی سے خضاب نہ کرے، اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ اس میں خوشبو ہے۔

ترجمه: (۱۲۵۰) اور اگر سر پر مہندی کا لیپ ڈالا تو اس پر دو دم ہیں۔

ترجمه: ل ایک دم خوشبو لگانے کا، اور دوسرا دم سر ڈھانکنے کا۔

تشريح : اگر مہندی کا لیپ سر پر لگایا اور پورا ایک دن ایک رات لیپ لگائے رکھا تو اس پر دو دم لازم ہونگے، ایک دم خوشبو لگانے کا اور دوسرا دم اس بات کا کہ اس نے ایک دن یا ایک رات سر کو ڈھانکے رکھا اس لئے دم لازم ہوا۔

ترجمه : (۱۲۵۱) اگر وسمہ گھاس سے سر پر خضاب لگایا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ خوشبو نہیں ہے۔

تشريح : وسمہ ایک قسم کا گھاس ہے جس سے خضاب لگاتے ہیں لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی، اس لئے اس سے سر پر خضاب لگایا تو اس پر دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ٢ امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ سر درد کے علاج کے لئے وسمہ سے سر پر خضاب لگایا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا اس اعتبار سے کہ اس نے سر ڈھانکا، صحیح بات یہی ہے۔

الصُداع فعليه الجزاء باعتبار انه يغلق رأسه وهذا هو الصحيح ۳؎ ثم ذكر فی الاصل رأسه ولحيته واقتصر علیٰ ذكر الرأس فی الجامع الصغير دل ان كل واحد منهما مضمون (۱۲۵۲)فان ادّهن بزيت فعليه دم ﴾

تشریح : وسمہ خوشبوتو نہیں ہے اس لئے اس کی خوشبو کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہوگا، لیکن سر کے درد کے علاج کے لئے سر پر خضاب لگایا تو ایک دن یا، ایک رات سر ڈھانکے رکھا اس لئے سر ڈھانکنے کی وجہ سے کفارہ لازم ہوگا۔ صداع: سر درد۔ یغلق: ڈھانکنا۔

ترجمہ : ۳؎ پھر مبسوط میں ذکر کیا کہ سر اور ڈاڑھی دونوں۔ اور جامع صغیر میں صرف سر پر اکتفا کیا، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دونوں کا ضمان الگ الگ ہے۔

تشریح : مبسوط میں ہے کہ سر اور ڈاڑھی دونوں پر خضاب لگائے تب بھی ایک ہی کفارہ لازم ہے، یعنی گویا کہ دونوں کو ملا کر ایک ہی عضو ہے۔ مبسوط کی عبارت یہ ہے۔ و ان خضب رأسه و لحيته بالحناء فعليه دم ، و ان خضبهما بالوسمة فليس عليه شیء اذا لم يكن يغطی رأسه ۔(کتاب الاصل، باب الدھن والطیب، ج ثانی ص ۴۰۰) اس عبارت میں ہے کہ سر اور ڈاڑھی دونوں پر خضاب لگایا تو ایک دم ہے۔

وجہ : (۱) حدثنا حفص عن حجاج قال :عليه كفارة واحدة ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یکون بہ الجروح فی جسدہ، ج ثالث، ص ۴۳۴، نمبر ۱۵۸۶۴) اس اثر میں ہے کہ سر اور ڈاڑھی پر خوشبو لگائے تو بھی ایک ہی دم ہے۔

اور جامع صغیر میں صرف سر کا ذکر ہے، جسکا مطلب یہ ہوا کہ سر پر خضاب لگائے گا تو الگ کفارہ لازم ہے اور ڈاڑھی پر خضاب لگایا تو اس کا دوسرا کفارہ ہے، اس اعتبار سے گویا کہ سر الگ عضو ہے اور ڈاڑھی الگ عضو ہے، دونوں پر خضاب لگانے سے الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔ جامع صغیر کی عبارت یہ ہے. محرم اخذ من رأسه أو من لحيته ثلاثا او ربعا فعليه دم . (جامع صغیر، باب المحرم اذا قلم اظافیرہ أو حلق شعرہ، ص ۱۵۵) اس عبارت میں ہے کہ سر کا بال کاٹا یا ڈاڑھی کا بال کاٹا تو دونوں کو الگ الگ عضو شمار کیا۔

وجہ : (۱) عن الحجاج قال كان الحكم و اصحابنا يقولون فی المحرم يكون به القروح فی جسده و رأسه فيداويها بالطيب ؟ قالوا: فيه كفارتين ، كفارة فی رأسه و كفارة فی جسده . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یکون بہ الجروح فی جسدہ، ج ثالث، ص ۴۳۴، نمبر ۱۵۸۶۳) اس اثر میں ہے کہ سر اور جسم میں دوا کے طور پر خوشبو استعمال کرے تو دو دم لازم ہوگا، گویا کہ ایک دم سر کے لئے اور ایک دم جسم کے لئے۔

ترجمہ: (۱۲۵۲) اگر زیتون کا تیل لگایا تو اس پر دم ہے۔

۱؎ عند ابی حنیفةؒ ۲؎ وقالا علیه الصدقة ۳؎ وقال الشافعیؒ اذا استعمله فی الشعر فعلیه دم لازالة الشعث وان استعمله فی غیره فلا شئی علیه لانعدامه. ۴؎ ولهما انه من الاطعمة الا ان فیه ارتفاقا بمعنی قتل الهوام وازالة الشعث فکانت جنایةً قاصرةً

ترجمه: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح :۔ یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جن کے یہاں زیتون کا تیل خوشبو ہے انکے یہاں اس کے لگانے سے دم لازم ہوگا، اور جن کے یہاں یہ خوشبو نہیں ہے انکے یہاں دم لازم نہیں ہوگا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں یہ خوشبو بھی ہے اور خوشبو بنانے کا اصل بھی ہے کیونکہ زیتون کے تیل میں خوشبو ڈال کر خوشبو تیار کرتے ہیں، اس لئے انکے یہاں زیتون کا تیل لگانے سے دم لازم ہوگا۔

وجه : (۱) اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔ ان الحسن بن علی کان اذا أحرم ادهن بالزیت و ادهن أصحابه بالطیب أو یدهن بالطیب . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یدھن بالزیت، ج ثالث، ص ۳۳۲، نمبر ۱۴۸۱۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ زیتون کا تیل خوشبو ہے۔

ترجمه: ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس پر صدقہ ہے۔

تشریح : صاحبینؒ نے فرمایا کہ زیتون کا تیل لگانے سے صدقہ لازم ہوگا۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ زیتون کا تیل انکے یہاں خوشبو تو نہیں ہے لیکن اس سے پراگندگی دور ہوگی اس لئے اس پر صدقہ لازم ہوگا۔ (۲) اس اثر میں ہے کہ زیتون کا تیل خوشبو نہیں ہے . عن ابن عمر أن النبی ﷺ کان یدهن بالزیت و هو محرم غیر المقتت . قال ابو عیسی : مقتت : مطیب . (ترمذی شریف، باب ادھان المحرم بالزیت، ص ۲۳۴، نمبر ۹۶۲ / مصنف ابن ابی شیبۃ، باب من کان یدھن بالزیت، ج ثالث، ص ۳۳۲، نمبر ۱۴۸۱۷) اس حدیث میں ہے کہ زیتون کا تیل خوشبو نہیں ہے کیونکہ حضور احرام کے وقت لگاتے تھے۔

ترجمه: ۳؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر زیتون کے تیل کو بال میں استعمال کیا تو اس پر دم ہے پراگندگی کے زائل کرنے کی وجہ سے، اور اگر اس کو اس کے علاوہ میں استعمال کیا تو اس پر کچھ نہیں ہے پراگندگی زائل نہ کرنے کی وجہ سے۔

تشریح : امام شافعیؒ کے یہاں بھی زیتون خوشبو نہیں ہے، لیکن اس کو بال میں لگا کر پراگندگی دور کی تو پراگندگی دور کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، اور اگر بال کے علاوہ میں لگایا جس سے پراگندگی دور نہیں کی تو اس پر دم لازم نہیں ہے۔

ترجمه: ۴؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زیتون خوراک ہے مگر یہ کہ اس میں فائدہ اٹھانا ہے اس معنی میں جوں کو قتل کرنا ہے اور پراگندگی کو زائل کرنا ہے، اس لئے قاصر جنایت ہوئی [اس لئے صدقہ لازم ہوگا]

ﮥ ولابی حنیفةؒ انه اصل الطیب ولا یخلو عن نوع طیب ویقتل الھوام ویلیّن الشعر ویُزیل التَفَثَ والشعث فیتکامل الجنایةُ بھذه الجملة فیوجبُ الدم ﮦ وکونه مطعوما لاینافیه کالزعفران ﮧ وھذا الخلاف فی الزیت البَحتِ والحلّ البحت اما المطیّب منه کالبنفسج والزنبق وما اشبھھما یجب باستعماله الدم بالاتفاق لانه طیب وھٰذا استعمله علیٰ وجه التطیب

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زیتون کا تیل کھانے کے کام میں آتا ہے اس لئے اصل تو وہ خوراک ہے خوشبو نہیں ہے، لیکن اس کے لگانے سے جوں مرتا ہے، کیڑا مرتا ہے پراگندگی دور ہوتی ہے اس لئے قاصر جنایت ہوئی اس لئے دم کے بجائے صدقہ لازم ہوگا۔

لغت : ارتفاق: پراگندگی دور کرنے کا فائدہ اٹھانا، ھوام: جوں۔ شعث : پراگندگی۔ جنایت: جرم۔

ترجمہ : ﮥ امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ زیتون خوشبو کی اصل ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ خوشبو تو ہوتی ہے، اور کیڑوں کو مارتا ہے، اور بال کو نرم کرتا ہے، میل کچیل کو اور پراگندگی کو دور کرتا ہے تو ان تمام سے جنایت کامل ہوگئی اس لئے دم کو واجب کرے گا

۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ زیتون کے تیل لگانے سے دم لازم ہوگا، اس کی وجہ بتاتے ہیں [۱] یہ خوشبو کی اصل ہے اس میں خوشبو ڈال کر خوشبو تیار کرتے ہیں، جب یہ خوشبو کی اصل ہے تو اس سے بھی دم لازم ہونا چاہئے، [۲] اس میں خود بھی کچھ نہ کچھ خوشبو ہوتی ہے، اس لئے بھی دم لازم ہونا چاہئے ۔ [۳] اس سے کیٹرے اور جوں مرتے ہیں، [۴] اس سے بال نرم ہوتا ہے، [۵] اس سے میل کچیل زائل ہوتا ہے [۶] اس سے پراگندگی دور ہوتی ہے، حالانکہ حج میں پراگندہ ہونا اصل ہے، ان چھ وجہ سے جنایت مکمل ہوگئی اس لئے دم لازم ہونا چاہئے ۔ ۔ ھوام: کیڑا ۔ یلیین: نرم کرنا ۔ التفث: میل کچیل ۔ الشعث: پراگندہ ہونا۔

ترجمہ: ﮦ اور کھانے والی چیز ہونا یہ خوشبو کے منافی نہیں ہے، جیسے زعفران ۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ زیتون کا تیل کھانے کی چیز ہے اس لئے اس کو خوشبو میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کھانا ہونا خوشبو ہونے کے خلاف نہیں ہے، جیسے زعفران کھاتے بھی ہیں اور اس میں خوشبو بھی ہے، حدیث میں ہے کہ اس سے رنگے ہوئے کپڑے کو مت پہنو، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے عن عبد اللہ بن عمر ..... ولا تلبسوا شیئا مسه زعفران ولا الورس ۔ (بخاری شریف، نمبر ۱۸۳۸/ مسلم شریف، ۲۷۹۱) اس حدیث میں ہے کہ زعفران سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنو۔ اسی طرح زیتون کھاتے بھی ہیں اور خوشبو بھی ہو تو اس میں کوئی منافی نہیں ہے۔

ترجمہ ﮧ یہ اختلاف زیتون کے خالص تیل میں ہے یا تل کے خالص تیل میں ہے، بہر حال ایسا زیتون جسکو خوشبو بنا لیا گیا ہو

(۱۲۵۳)ولو داوی به جُرحه اوشقوق رجله فلا کفارة علیه ﴿۱﴾ لانه لیس بطیب فی نفسه انماهو اصل الطیب اوهو طیب من وجه فیشترط استعماله علی وجه التطیب بخلاف ماإذا تداوی بالمسک وما

جیسے بنفشہ، یا چنبیلی اوراس کے مانند تو اس کے استعمال سے بالاتفاق دم واجب ہوگا، کیونکہ وہ خوشبو ہے،اور یہ اس صورت میں ہے کہ اس کوخوشبو لگانے کے طور پر استعمال کیا ہو[اوراگرکھانے کے طور پر استعمال کیا ہے تو دم لازم نہیں ہوگا۔

تشریح : زیتون یا تل کا خالص تیل ہو تو اس میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف ہے،لیکن اگر اس تیل میں خوشبودار چیز ملا کر خوشبو بنالی گئی ہو تو اس کے لگانے سے سب کے نزدیک دم لازم ہوگا، کیونکہ یہ مستقل خوشبو ہوگئی، ہاں اگر اس تیل کو جسم پر لگایا نہیں، بلکہ کھانے کے طور پر استعمال کیا تو اس پر دم لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ خوشبو کے طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ کھا گیا۔

لغت :البحت: خالص۔الحل: ح، کے فتحے کے ساتھ،تل کا تیل۔ بنفسج: بنفشہ کا تیل۔الزنبق: چنبیلی کا تیل۔التطیب: خوشبودار بنانا۔

ترجمہ (۱۲۵۳)اوراگر زیتون کے تیل سے زخم کی دوا کی، یا اپنے پاؤں کے پھٹن کی دوا کی تو اس پر کفارہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ زیتون خود خوشبو نہیں ہے، وہ تو خوشبو کی جڑ ہے، یا من وجہ خوشبو ہے اس لئے خوشبو کے طور پر استعمال کرنے کی شرط سے دم لازم ہوگا۔ بخلاف جبکہ مشک سے دوا کی یا مشک کے مشابہ سے دوا کی[تو اس سے دم لازم ہوگا]

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جو چیز اصل میں خوشبو نہیں ہے، وہ خوشبو کی جڑ ہے اور اس سے خوشبو بنائی جاتی ہے، یا اس میں تھوڑی بہت خوشبو ہے اس کو خوشبو کے طور پر استعمال کرنے سے دم لازم ہوگا، اور کھانے کے طور پر استعمال کی یا دوا کے طور پر لگائی تو اس سے دم لازم نہیں ہوگا۔ اور اگر وہ چیز اصل میں خوشبو ہی ہے تو اس کو دوا کے طور پر لگایا تب بھی اس پر دم لازم ہوگا، کیونکہ وہ اصل میں خوشبو ہے۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ زیتون کا تیل زخم پر دوا کے طور پر لگایا، یا پاؤں کے پھٹن پر دوا کے طور پر لگایا تو چونکہ وہ حقیقت میں خوشبو کی چیز نہیں ہے اور خوشبو کے طور پر لگایا بھی نہیں ہے بلکہ دوا کے طور پر لگایا ہے اس لئے اس سے دم لازم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر مشک دوا کے طور پر لگایا تو اس سے دم لازم ہو جائے گا، کیونکہ وہ اصل میں خوشبو کی چیز ہے، اس لئے دوا کے طور پر لگانے سے بھی دم لازم ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) عن الحجاج قال کان الحکم و اصحابنا یقولون فی المحرم یکون به القروح فی جسده و رأسه فیداویها بالطیب ؟ قالوا فیه کفارتین ، کفارة فی رأسه و کفارة فی جسده ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحرم یکون به الجروح فی جسده، ج ثالث ،ص ۴۳۴،نمبر ۱۵۸۶۳) اس اثر میں ہے کہ خوشبو کو دوا کے طور پر استعمال کیا تب بھی کفارہ

اشبهه (۱۲۵۴) وان لبس ثوبًا مخيطًا او غطى رأسه يوماً كاملا فعليه دم وانكان اقل من ذلک فعليه صدقة

لازم ہوگا۔(۲) بلکہ سر اور جسم میں لگایا تو دو کفارہ لازم ہوگا۔اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک کفارہ لازم ہوگا۔اثر یہ ہے۔ حدثنا حفص عن حجاج قال عليه كفارة واحدة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یکون بہ الجروح فی جسدہ، ج ثالث، ص ۴۳۴، نمبر ۱۵۸۶۴) اس اثر میں ہے کہ ایک کفارہ لازم ہوگا، تاہم کفارہ لازم ہوگا۔(۳) اس آیت میں بھی ہے کہ تکلیف کے با وجود سر منڈوایا تو اس سے کفارہ لازم کیا گیا۔آیت یہ ہے ۔و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا أو به اذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسک ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ اگر سر میں تکلیف ہو اور احرام کی حالت میں سر منڈوانا پڑے تو روزہ رکھو یا صدقہ دو یا جانور ذبح کرو۔

ترجمہ: (۱۲۵۴) اگر سلا ہوا کپڑا پہنا یا اپنے سر کو پورا دن تو اس پر دم لازم ہوگا۔اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر صدقہ ہے

وجہ: (۱) محرم کو سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے اسی طرح مرد کے کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع ہے۔اس لئے اگر پورا دن سلا ہوا کپڑا پہنا یا پورا دن سر ڈھانکا تو اس پر دم لازم ہوگا۔سلا ہوا کپڑا پہننے اور سر ڈھانکنے کی ممانعت اس حدیث میں ہے عن عبد الله بن عمر قال قام رجل فقال يا رسول الله ماذا تأمرنا ان نلبس من الثياب فى الاحرام؟ فقال النبى ﷺ لا تلبسوا القميص ولا السراويلات ولا العمائم ولا البرانس الا ان يكون احد ليست له نعلان فليلبس الخفين وليقطع اسفل من الكعبين ولاتلبسوا شيئا مسه زعفران ولا الورس ولا تتنقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين (بخاری شریف، باب ما ینہی من الطیب للمحرم والمحرمۃ ص ۲۴۸ نمبر ۱۸۳۸ / مسلم شریف، باب ما یباح للمحرم بحج او عمرۃ وما لبسہ ص ۳۷۲ نمبر ۱۱۷۷ / ۲۷۹۱) اس حدیث میں جتنے کپڑے پہننا ممنوع قرار دیا ہے وہ سب سلے ہوئے ہیں اس لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا ممنوع ہے۔اور عمامہ نہ پہنو اور برنس ٹوپی نہ پہنو اس سے معلوم ہوا کہ سر ڈھانکنا ممنوع ہے (۲) ایک دوسری حدیث سے بھی سر ڈھانکنا ممنوع معلوم ہوتا ہے وہ حدیث یہ ہے۔عن ابن عباس قال بينما رجل واقف مع النبى ﷺ بعرفة اذ وقع عن راحلته فوقصته او قال فاوقصته فقال النبى ﷺ اغسلوه بماء وسدر وكفنوه فى ثوبين ولا تمسوه طيبا ولا تخمروا رأسه ولا تحنطوه فان الله يبعثه يوم القيامة ملبيا (بخاری شریف، باب المحرم یموت بعرفۃ ص ۲۴۹ نمبر ۱۸۵۰) اس حدیث میں ہے کہ محرم کے لئے سر ڈھانکنا ممنوع ہے۔

نوٹ: جب یہ دونوں کام ممنوع ہیں تو ان کو کرنے سے دم لازم ہوگا، کیونکہ حج کی جنایت کا کفارہ دم ہے۔

۱؎ وعن ابی یوسفؒ انه اذالبس اكثر من نصف يوم فعليه دم وهو قول ابی حنيفةؒ اولاً ۲؎ وقال الشافعیؒ يجب الدم بنفس اللبس لان الارتفاق يتكامل بالاشتمال على بدنه ۳؎ ولنا ان معنى الترفق مقصود من اللبس فلا بد من اعتبار المدة ليتحصل على الكمال ويجب الدم فقد رباليوم لانه يُلبس

اوراگرایک دن سے کم سلا ہوا کپڑا پہنا تو اس پر صدقہ ہے۔

وجہ : (۱) ارتفاق کامل اس وقت ہوگا جب کہ ایک دن پہنا ہو، کیونکہ تھوڑی دیر کے لئے پہننا سردی گرمی سے بچنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ صرف جسم پر رکھنا مقصود ہوتا ہے اس لئے اس سے ارتفاق کامل نہیں ہوا اس لئے دم نہیں لازم ہوگا۔ اسی طرح ایک دن سر کو نہیں ڈھانکا تو ارتفاق کامل نہیں ہوا اس لئے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ حضرت امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ اگر آدھا دن سے زیادہ پہنا تو اس پر دم ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول یہی تھا۔

تشریح :امام ابو یوسفؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ اکثر کو کل کے حکم میں کرتے ہیں اس لئے آدھا دن سے زیادہ سلا ہوا کپڑا پہنا تو اکثر دن ہو گیا اسلئے اس پر دم لازم ہو جائے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا۔ بعد میں قول یہ ہوا کہ پورا دن پہنے گا تو دم لازم ہوگا، ورنہ صدقہ ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ صرف پہننے سے ہی دم لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ بدن پر استعمال کرنے سے ہی پورا فائدہ ہو جاتا ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے فرمایا کہ صرف پہن لے اور دیر تک جسم پر نہ رکھے تب بھی فدیہ لازم ہوگا، موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔

فان قنع المحرم رأسه طرفة عين ذاكرا عالما أو انتقبت المرأة أو لبست ما ليس لها أن تلبسه فعليهما الفدية (موسوعۃ امام شافعی، باب ماتلبس المرأۃ من الثیاب، ج ثالث، ص ۱۵۹، نمبر ۵۷۲۳) اس عبارت میں ہے کہ محرم نے سر پر ایک منٹ کے لئے بھی کپڑا رکھا تو اس پر فدیہ لازم ہے۔ اس لئے کہ جسم پر کپڑا رکھتے ہی فائدہ اٹھانا تو پایا گیا اگر چہ دیر تک نہیں ہوا۔

ترجمہ : ۳؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ پہننے سے مقصد فائدہ اٹھانا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ایک مدت ہو تا کہ کمال طور پر فائدہ حاصل ہو اور پھر دم واجب ہو اس لئے ایک دن کے ساتھ متعین کیا، اس لئے کہ عادۃ ایک دن تک پہنتے ہیں پھر کھول دیتے ہیں ۔ اور اس سے کم میں جنایت کم ہوتی ہے اس لئے صدقہ واجب ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اکثر دن کو کل کے قائم مقام کیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، کپڑا پہننے کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اس سے فائدہ اٹھائے اور پورا فائدہ اٹھانا ایک دن کی مدت میں ہو تا ہے، اسلئے کہ عام عادت یہ ہے کہ آدمی ایک دن تک کپڑا پہنتا ہے پھر کھول دیتا ہے، اس لئے ایک دن کی مدت مقرر کیا کہ اتنا

فيه ثم ينزع عادة وتتقاصر فيما دونه الجناية فتجب الصدقة غير ان ابا يوسفؒ اقام الاكثر مقام الكل

(١٢٥٥) ولو ارتدى بالقميص او اتشح به او اتّزر بالسراويل فلاباس به ﴾ ١؎ لانه لم يلبسه لبس المخيط

پہنے گا تو دم لازم ہوگا، اور اگر اس سے کم پہنا تو گویا کہ فائدہ کم اٹھایا اور جنایت کم ہوئی اس لئے اس پر دم کے بجائے صدقہ لازم کیا۔اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت امام ابو یوسفؒ نے اپنے قاعدے کے مطابق، اکثر دن کو کل کے قائم مقام کیا، اور فرمایا کہ دن کے اکثر حصے میں کپڑا پہنا تب بھی دم لازم ہو جائے گا، کیونکہ گویا کہ پورا دن فائدہ اٹھایا۔

ترجمہ: (١٢٥٥) اور اگر قمیص کو چادر کی طرح اوڑھا، یا دائیں بغل سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالا ہو، یا پائجامے کو لنگی کی طرح پہنا ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ سلے ہوئے کپڑے کی طرح اس کو نہیں پہنا۔

تشریح : یہ مسئلہ اصول پر ہے کہ کپڑا تو سلا ہوا ہے لیکن جسم کو اس کپڑے میں نہیں گھسایا بلکہ اس کپڑے کو چادر کی طرح بدن پر لپیٹ لیا تو چونکہ سلے ہوئے کپڑے کی طرح نہیں پہنا اس لئے وہ جائز ہے جیسے لنگی کو لپیٹنا جائز ہے۔۔مسئلہ یہ ہے کہ محرم نے سلی ہوئی قمیص کو چادر کے طور پر اوڑھ لیا، یا قمیص کو دائیں بغل کے نیچے سے ڈال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لیا جس طرح رمل کے وقت احرام کی چادر مونڈھے پر رکھتے ہیں، یا پائجامہ جو سلا ہوا ہے اس کو ٹانگ میں گھسانے کے بجائے لنگی کی طرح لپیٹ لیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس پر دم لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ سلے ہوئے کپڑے میں جسم میں نہیں گھسایا بلکہ چادر کی طرح ڈال دیا اسلئے یہ گویا کہ چادر ہوگئی یا لنگی ہوگئی۔(۲) اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ **عن الحسن و عطاء أنها لم يريا بأسا أن يرتدى المحرم بالقميص** ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یرتدی بالقمیص، ج ثالث، ص ۴۱۹، نمبر ۱۵۷۲۵) اس اثر میں ہے کہ قمیص جو سلا ہوا کپڑا ہے اس کو چادر کی طرح اوڑھ لے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔تاہم اچھا نہیں ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمر نے اس کو اچھا نہیں سمجھا، اثر یہ ہے۔ **عن نافع عن ابن عمر أنه كان يكره ذالك** . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یرتدی بالقمیص، ج ثالث، ص ۴۱۹، نمبر ۱۵۷۲۶) اس اثر میں ہے کہ قمیص کو چادر کی طرح اوڑھنا اچھا نہیں ہے۔(۲) لیکن اگر مجبوری ہو تو پائجامہ پہننے کی گنجائش ہے، اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ يقول السراويل لمن لم يجد الازار و الخف لمن لم يجد النعلين** ۔(ابو داود شریف، باب مایلبس المحرم، ص ۲۶۹، نمبر ۱۸۲۹) اس حدیث میں ہے کہ کسی کے پاس لنگی نہیں ہے تو پائجامہ پہننے کی گنجائش ہے۔

(۱۲۵۶)وكذا لو ادخل منكبيه فى القباء ولم يدخل يديه فى الكمين ﴾ ل خلافا لزفرؒ ٢ لانه مالبسه لبس القباء ولهٰذا يتكلف فى حفظه ٣ والتقدير فى تغطية الرأس من حيث الوقت ما بيناه ٤ ولا خلاف انه اذا غطى جميع رأسه يوما كاملا يجب عليه الدم لانه ممنوع عنه

لغت : ارتدی: رداء سے مشتق ہے، چادر کی طرح اوڑھنا۔ اتشح: وشح سے مشتق ہے، چادر کو دائیں بغل سے نکال کر دونوں کناری کو بائیں مونڈھے پر ڈالنا۔ اتزر: ازار سے مشتق ہے، لنگی بنانا۔ سراویل: پائجامہ۔ مخیط: سلا ہوا کپڑا۔

ترجمہ : (۱۲۵۶) اور ایسے ہی اگر دونوں مونڈھے کو قباء میں داخل کیا اور دونوں ہاتھوں کو آستین میں داخل نہیں کیا [تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے]

تشریح : قباء شیروانی اور کوٹ کی طرح آگے کھلا ہوتا ہے اس کی آستین کے اندر دونوں ہاتھ گھساتے ہیں، اور اس کو پہنتے ہیں ، اب کسی نے قباء کو مونڈھے پر رکھ لیا اور اس کی آستین میں ہاتھ نہیں گھسایا تو حنفیہ کے نزدیک یہ پہنا ہوا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس قباء کو مونڈھے پر محفوظ رکھنے کے لئے ہاتھ سے پکڑنا پڑے گا ورنہ یہ مونڈھے کے اوپر سے گر جائے گا، اور جب پہنا ہوا نہیں ہے تو اس پر دم بھی لازم نہیں ہوگا

ترجمہ: ل امام زفرؒ اس کے خلاف ہیں۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ قباء کو مونڈھے میں ڈالا تو یہ گویا کہ اس کو پہننا ہے اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ٢ اس لئے کہ قباء کے پہننے کی طرح اس کو نہیں پہنا، اسی لئے اس کو حفاظت کرنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے۔

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ قباء کو جس طرح آستین میں ہاتھ گھسا کر پہنتے ہیں اس طرح نہیں پہنا، یہی وجہ ہے کہ اس قباء کو مونڈھے پر رکھنے کے لئے ہاتھ سے پکڑنا پڑے گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ سلے ہوئے کپڑے کو مونڈھے پر رکھا اس کو پہنا نہیں اس لئے کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اور نہ اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ :٣ اور وقت کے اعتبار سے سر ڈھانکنے میں تعین وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : پہلے بیان کیا ہے کہ پورا دن سر ڈھانکے گا تب دم لازم ہوگا، اور اس سے کم میں صدقہ لازم ہوگا۔ وقت کے حساب سے یہی تعین پہلے بیان کیا ہے۔ مصنف اسی کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

ترجمہ: ٤ اور اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ پورے سر کو پورا دن ڈھانکے تو دم لازم ہوگا، اس لئے کہ یہ ممنوع ہے۔

تشریح : پورا سر پورا ایک دن ڈھانکے رہے تو اس پر دم لازم ہوگا، اس بارے میں صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ کا کوئی اختلاف نہیں ہے سبھی اس پر متفق ہیں کیونکہ محرم کے لئے حدیث سے سر ڈھانکنا ممنوع ہے۔

۵ ولو غطی بعض رأسه فالمروی عن ابی حنیفةؒ انه اعتبر الربع اعتبارا بالحلق والعورة وهذا لان ستر البعض استمتاعٌ مقصودٌ یعتاده بعضُ الناس ٦ وعن ابی یوسفؒ انه یعتبر اکثر الرأس اعتبارا للحقیقة (۱۲۵۷)واذا حلق ربع رأسه او ربع لحیته فصاعد افعلیه دم فان کان اقل من الربع فعلیه

ترجمه: ۵ اوراگربعض سرکوڈھانکا تو امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ چوتھائی سر کا اعتبار کرتے ہیں، حلق پراور ستر عورت پر قیاس کرتے ہوئے، اور یہ اس لئے کہ بعض سر کوڈھانکنا بھی فائدہ اٹھانا ہے، چنانچہ بعض لوگوں کو اس کی عادت ہے۔

تشریح : سر کے بعض حصے کو پورا دن ڈھانکا تو اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ چوتھائی سر پورا دن ڈھانکا تو دم ہو لازم ہوگا۔

وجہ : (۱)اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ حلق پر قیاس کرتے ہیں۔یعنی اگر پورا سر حلق کرائے تب بھی ایک دم ہے اور اس کے بجائے چوتھائی سر حلق کرائے تب بھی ایک دم ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے چوتھائی سر پورا دن ڈھانکے تب بھی دم ہے۔(۲) دوسرا قیاس یہ ہے کہ ستر عورت پورا کھل جائے تب بھی نماز نہیں ہوگی، اور چوتھائی ستر عورت کھلے تب بھی نماز نہیں ہوگی، اسی پر قیاس کرتے ہوئے چوتھائی سر ڈھانکے تب بھی دم لازم ہوگا۔۔اس عبارت میں ,العورة، سے مراد ستر عورت ہے(۳)اور تیسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح پورے سر کو ڈھانک کر فائدہ اٹھاتے ہیں تو کچھ ملکوں کے لوگ چھوٹی سی ٹوپی پہنتے ہیں جو تقریبا چوتھائی سر ہوتی ہے اور اس سے زینت حاصل کرتے ہیں[جیسے ترکی کے لوگ چھوٹی سی ٹوپی پہنتے ہیں]، جس سے معلوم ہوا کہ چوتھائی سر ڈھانک کر بھی ارتفاق کامل ہوتا ہے اس لئے چوتھائی سر ڈھانکنے پر بھی دم لازم ہونا چاہئے، جس طرح پورا سر ڈھانکنے پر دم لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ: ٦ اور امام ابو یوسفؒ سے روایت یہ ہے کہ وہ اکثر ڈھانکنے کا اعتبار کرتے ہیں حقیقت کا اعتبار کرتے ہوئے۔

تشریح : حضرت امام ابو یوسفؒ اس مسئلے میں اپنے قاعدے پر ہیں، وہ یہاں بھی کثرت کا اعتبار کرتے ہیں، اکثر کل کے درجے میں ہے، اسلئے اکثر سر ڈھانکا ہے تو پورے سر پر قیاس کرتے ہوئے ایک دم لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۲۵۷)اگر چوتھائی سر کا حلق کرایا، یا چوتھائی ڈاڑھی کا حلق کرایا، یا اس سے زیادہ منڈوایا تو اس پر دم لازم ہوگا، اور اگر چوتھائی سر سے کم کا حلق کرایا تو اس پر صدقہ ہے۔

تشریح: چوتھائی سر کل سر کے حکم میں ہے کیونکہ لوگ چوتھائی سر منڈواتے ہیں، اس لئے چوتھائی سر مندوایا تو گویا کہ کل سر منڈوایا اس لئے چوتھائی سر منڈوانے میں دم لازم ہوگا۔اور اس سے کم ہو تو پھر صدقہ یعنی آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استیسر من الهدی و لا تحلقوا رء وسکم حتی یبلغ الهدی محله فمن کان منکم مریضا أو به اذی من رأسه ففدیة من صیام أو صدقة أو

صدقة ﴾ ۱؎ وقال مالکؒ لایجب الا بحلق الکل ۲؎ وقال الشافعیؒ یجب بحلق القلیل اعتبارا بنبات الحرم

نسک ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ سر میں تکلیف ہو اور سر منڈوانے کی ضرورت پڑے تو سر منڈوالے اور روزہ یا صدقہ یا ہدی میں سے کچھ ادا کرے۔لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ مجبوری ہو۔لیکن اگر مجبوری نہ ہو اور سر منڈوالیا تو ہدی ہی دینا ہوگا۔اس کا اشارہ اس حدیث میں ہے ۔عن عبد الله بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرة فسألته عن الفدية فقال نزلت فی خاصة وهی لکم عامة حملت الی رسول الله ﷺ والقمل یتناثر علی وجهی فقال ما کنت اری ا لو جع بلغ بک ما اری او ما کنت اری الجهد بلغ ما اری تجد شا ة؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ایام او اطعام ستة مساکین لکل مسکین نصف صا ع . (بخاری شریف،باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶/ مسلم شریف،باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱/۲۸۸۳)اس حدیث میں ہے کہ آپ نے پہلے پوچھا کہ تمہارے پاس بکری ہے؟ تو کعب بن عجرہؓ نے فرمایا نہیں۔تب آپ نے فرمایا کہ تین روز روزہ رکھو۔یا چھ مسکین کو کھانا دو اور ہر مسکین کو آدھا صاع دو۔اس سے معلوم ہوا کہ پہلے ہدی بکری لازم ہوگی وہ نہ ہو تو روزہ اور صدقہ لازم ہے۔اور یہ جب ہے کہ مجبوری ہو،اور مجبوری نہ ہو تو بکری ہی لازم ہوگی۔

نوٹ : ہدی کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہوگا۔کیونکہ آیت میں ہے۔هديا بالغ الکعبة (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵)اس لئے ان ہدی کو حدود حرم میں ہی ذبح کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام مالک نے فرمایا کہ دم لازم نہیں ہوگا مگر کل کے حلق کرانے سے۔

تشریح : امام مالکؒ کے نزدیک یہ ہے کہ پورا سر منڈوائے تب دم لازم ہوگا۔

وجہ: آیت میں سر مطلق ہے اور مطلق سے پورا مراد ہوتا ہے اس لئے پورا سر منڈوائے گا تب دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ تھوڑا بال بھی حلق کرانے سے دم لازم ہوگا،وہ حرم کے گھاس پر قیاس کرتے ہیں۔

تشریح : امام شافعیؒ کے نزدیک تین چار بال منڈوائے تو دم لازم ہوگا،جس طرح حرم کا ایک دو گھاس بھی اکھیڑے گا تو اس کا بدلہ دینا ہوگا

وجہ : (۱) ان کی دلیل یہ اثر ہے۔عن الحسن وعطاء انهما قالا فی ثلث شعرات دم ،الناسی والمعتمد سواء ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۸ فی المحرم ثلث شعرات علیہ فیہ شیء ام لا،ج ثالث،ص ۲۱۰،نمبر ۱۳۵۸۷)س اثر سے معلوم ہوا کہ تین بال بھی مندوادے تو دم لازم ہوگا اور بھول کر یا جان کر منڈائے دونوں برابر ہیں۔اس اثر کی وجہ سے حنفیہ کے مسلک کی بھی تائید ہوتی ہے کہ چوتھائی سر منڈوایا تو دم لازم ہوگا،اور بھول کر بھی منڈوائے گا تو دم لازم ہوگا۔کیونکہ احرام یاد دلانے والا ہے۔

۳ ولنا ان حلق بعض الرأس ارتفاق كامل لانه معتاد فتكامل به الجناية وتتقاصر فيما دونه ۴ بخلاف تطيب ربع العضو لانه غير مقصود ۵ وكذا حلق بعض اللحية معتاد بالعراق وارض العرب (۱۲۵۸)وان حلق الرقبة كلها فعليه دم ﴾ ۱ لانه عضو مقصود بالحلق

ترجمه: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ بعض سر حلق کرانا بھی پورا فائدہ اٹھانا ہے، اس لئے کہ لوگوں کو اس کی بھی عادت ہے، اس لئے اس سے جنایت پوری ہوگئی، اور چوتھائی سے کم منڈوائے تو کم ہوئی [اس لئے اس میں صدقہ لازم ہوگا]

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ سر کے کچھ حصوں کو منڈوا کر بھی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں، چانچہ انگریز سر کے چاروں طرف بال کٹواتے ہیں اور درمیان میں بال لمبا چھوڑ دیتے ہیں، اور اس کو خوبصورتی تصور کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ سر کے بعض حصوں کو منڈوانا بھی لوگوں کی عادت ہے اور اس سے ارتفاق کامل حاصل کرتے ہیں، اس لئے چوتھائی سر کو منڈوانے سے بھی کامل فائدہ ہوتا ہے اور اس سے جنایت مکمل ہوتی ہے، اس لئے اتنا منڈوانے سے بھی دم لازم ہوگا۔ اور اگر چوتھائی سے کم منڈوایا تو جنایت ناقص ہوئی اس لئے اس پر صدقہ ہوگا

ترجمه: ۴ بخلاف چوتھائی عضو کو خوشبو لگانے کے اس لئے کہ وہ مقصود نہیں ہے۔

تشریح : چوتھائی عضو کو خوشبو لگانا مقصود نہیں ہوتا، اس لئے چوتھائی عضو پر خوشبو لگانے کو ارتفاق کامل نہیں کہا جائے گا، اس لئے اس پر دم نہیں ہے، پورے عضو پر خوشبو لگائے گا تب دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ۵ ایسے ہی ڈاڑھی کے بعض حصے کا حلق کرانا عراق میں عادت ہے اور عرب میں عادت ہے۔ [اس پر بھی دم لازم ہوگا]

تشریح :۔ چوتھائی ڈاڑھی کو منڈوایا تو اس پر دم لازم ہوگا، جیسے پوری ڈاڑھی کو منڈوانے سے دم لازم ہوتا ہے۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ڈاڑھی کو منڈوانے سے بھی کچھ لوگ ارتفاق کامل حاصل کرتے ہیں، جیسے عراق کے لوگ اور عرب کے کچھ لوگ تھوڑی ڈاڑھی منڈواتے ہیں اور کچھ ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں اور اس کو زینت تصور کرتے ہیں اس لئے اس سے پورا فائدہ اٹھانا ہوا اس لئے سر کے حلق کی طرح چوتھائی ڈاڑھی پر بھی دم لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۲۵۸) اگر پوری گدی کا حلق کرایا تو اس پر دم ہے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ حلق کرانے میں یہ عضو مقصود ہے۔

تشریح : رقبۃ: سر کا پچھلا حصہ جسکو گدی کہتے ہیں اس کو انگریز خاص طور پر مونڈواتے ہیں، اور اس کو زینت سمجھتے ہیں، اس لئے اس کو مونڈوانا اور ارتفاق کامل ہوا اس لئے صرف گدی کو منڈوایا تو دم لازم ہوگا۔

(۱۲۵۹) وان حلق الابطين او احدهما فعليه دم ﴾ ١ لان كل واحد منهما مقصود بالحلق لدفع الاذى و نيل الراحة فاشبه العانة ٢ ذكر في الابطين الحلق هنا وفي الاصل النتف وهو السنة ٣ وقال ابو يوسفؒ ومحمدؒ اذا حلق عضوا فعليه دم وان كان اقل فطعام اراد به الصدر والساق وما اشبه ذلك

لغت: الرقبة: گردن کی موٹائی، یہاں سر کا پچھلا حصہ مراد ہے جسکو گدی کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۲۵۹) اگر محرم نے دونوں بغلوں کو حلق کرایا یا ایک کو حلق کرایا تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے دونوں حلق کرانے میں مقصود ہے، گندگی کو دور کرنے کے لئے، اور زینت حاصل کرنے کے لئے، اس لئے زیر ناف بال کاٹنے کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح: یہاں قاعدہ یہ ہے کہ دو عضو ایک ہی قسم کے ہوں تو دونوں میں تداخل ہو جائے گا، یعنی ایک کا حلق کرایا تو ایک دم، اور دوسرے کا حلق کرایا تو دوسرا پہلے میں تداخل ہو کر ایک ہی دم لازم ہوگا۔ چنانچہ دونوں بغل ایک ہی جنس کے ہیں اسلئے ایک بغل کا حلق کرایا تو ایک دم لازم ہوگا، اور دوسرے کا کرایا تو دوسرا پہلے میں تداخل ہو کر دوسرے کا بھی ایک ہی دم لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) بغل ارادے کے طور پر حلق کراتے ہیں، تا کہ وہاں سے گندگی دور کی جائے اور راحت اور زینت بھی ہے اس لئے اس کو حلق کرانے میں ارتفاق کامل ہے اس لئے اس کو حلق کرانے سے دم لازم ہوگا۔

لغت: ابط: دونوں ہاتھوں کے نیچے کی جگہ جسکو بغل کہتے ہیں۔ اسی سے ہے ابطین، ابط کی تثنیہ۔ اذی: تکلیف، گندگی۔ نیل: پانا۔ الراحة: آرام، یہاں مراد ہے زینت۔ عانة ناف کے نیچے کا بال۔ نتف: اکھیڑنا

ترجمہ: ٢ بغل کے بارے میں یہاں حلق کا ذکر کیا، اور کتاب الاصل میں اکھیڑنے کا ذکر کیا، اور بات یہ ہے کہ اکھیڑنا ہی سنت ہے۔

تشریح: بغل کے بال کے سلسلے میں دو باتیں ہیں، ھدایہ میں حلق کرنا کہا ہے، اور کتاب الاصل میں نتف یعنی نیچے کے بال کو اکھیڑنا کہا ہے

عبارت یہ ہے، وان نتف ابطیہ أو احدھما أو اطلی بنورة فعلیہ دم (کتاب الاصل باب الحلق ج ثانی، ص ۳۶۱) اس عبارت میں ہے کہ اگر بغل کے بال کو اکھیڑے۔ اس بارے میں صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ کتاب الاصل کی عبارت زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ بغل کے بال کو اکھیڑنا مسنون ہے، حلق کرنا اتنا اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ: ٣ حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر ایک عضو حلق کرایا تو اس پر دم ہے، اور اگر اس سے کم ہو تو اس پر صدقہ ہے، اور عبارت سے یہ مراد لیا کہ سینہ اور پنڈلی اور جو اس کے مشابہ ہے، اس لئے کہ چونا لگانے کے طریقے سے یہ بھی مقصود

لانہ مقصود بطريق التَّنُّور فيتكامل بحلق كله ويتقاصر عند حلق بعضه (۱۲۶۰)وان اخذ من شاربه فعليه طعام حكومة عدل ﴾ ۱؎ ومعناه انه ينظر ان هذا الماخوذ كم يكون مع ربع اللحية فيجب عليه الطعام بحسب ذلک حتى لو كان مثلاً مثل ربع الربع يلزمه قيمة ربع الشاة ۲؎ ولفظة الاخذ من

ہے،اس لئے پورے کے حلق کرانے سے ارتفاق پورا ہوگا،اوراس کے بعض کے حلق کرانے سے کم فائدہ اٹھانا ہوگا۔

تشریح : یہاں صاحبینؒ کا ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ کوئی بھی عضو ہوا گراس کو پورے طور پر حلق کرایا تو اس پر ایک دم لازم ہوگا،اور اگر بعض عضو کو حلق کرایا تو اس پر صدقہ لازم ہوگا۔اوراس قاعدے پر یہ مسئلہ متفرع کیا ہے کہ مثلا سینہ ہے یہ ایک مستقل عضو ہے اگر پورے سینے کا حلق کرایا تو اس میں پورا فائدہ اٹھانا ہے، کیونکہ کچھ لوگ سینہ پر چونا لگا کر اس کے بال کو صاف کرتے ہیں اور اس کو زینت تصور کرتے ہیں اس لئے اس سے پورا فائدہ اٹھانا ہوا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا اور اگر بعض کا حلق کرایا تو اس سے صدقہ لازم ہوگا۔یہی حال پنڈلی کا ہے کہ وہ ایک مستقل عضو ہے،اور پچھلے زمانے میں چونا لگا کر اس کو صاف کرتے تھے اور زینت تصور کرتے تھے،پس اگر پوری پنڈلی ہے تو دم لازم ہوگا اور بعض پنڈلی ہے تو صدقہ لازم ہوگا۔۔ صدر: سینہ۔ساق: پنڈلی۔تنور: نور سے مشتق ہے،چونا لگا کر بال صاف کرنا۔

وجه : اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔قال مالک ومن نتف شعرا من انفه او ابطه او طلى جسده بنورة او يحلق عن شجة فى رأسه لضرورة او يحلق قفاه لموضع المحاجم وهو محرم ناسيا او جاهلا ان من فعل شيئا من ذلک فعليه فى ذلک كله فدية ولا ينبغى له ان يحلق موضع المحاجم. (موطا امام مالک،باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص ۴۵۰) اس اثر میں ہے کہ کسی عضو کو حلق کرایا تو اس پر فدیہ ہے۔

اصول : پورا عضو حلق کرائے تو ایک دم لازم ہوگا۔اور بعض ہو تو آدھا صاع گیہوں صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۶۰) اگر مونچھ کا بال کتروایا تو اس کے اوپر گیہوں دینا ہے جتنا عادل آدمی فیصلہ کرے۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ عادل آدمی دیکھے کہ کتروایا ہوا چوتھائی ڈاڑھی کے حساب سے کتنا ہے تو اس پر اس کے حساب سے گیہوں لازم کرے، یہاں تک کہ مثلا چوتھائی ڈاڑھی کی چوتھائی ہو تو ایک بکری کی چوتھائی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح : مونچھ کا بال کتروایا تو دو تجربہ کار اور عادل آدمی یہ دیکھے کہ چوتھائی ڈاڑھی کے حساب سے کتنا ہے،اگر مونچھ کا بال اتنا کاٹا ہے کہ چوتھائی ڈاڑھی کے برابر ہے تو ایک دم،یعنی ایک بکری لازم ہوگی،اور اگر چوتھائی ڈاڑھی کی چوتھائی ہے تو ایک بکری کی قیمت کی چوتھائی لازم ہوگی، یا اس کا کھانا لازم ہوگا۔۔ یہاں طعام سے مراد گیہوں ہے، کیونکہ عرب میں طعام گیہوں کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور لفظ, اخذ من الشارب ،مونچھ کو کاٹنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کتروانا سنت ہے،مونچھ کو حلق کرانا سنت

الشـارب تدل على انه هو السنة فيه دون الحلق ٣ والسنة ان يقص حتى يوازی الاطاری (١٢٦١)قال وان حلق موضع المحاجم فعليه دم عند ابی حفيفة ﷺ ١ وقالاعليه صدقةلانه انمايحلق لاجل الحجامة

نہیں ہے۔

تشریح : متن میں ,اخذمن الشارب، کالفظ ہےجس کا مطلب ہے کہ مونچھ کاٹے ، چنانچہ مونچھ کتر وانا سنت ہےاس کاحلق کرانا سنت نہیں۔

وجه : (١) اس حدیث میں ثبوت ہے۔ عـن عـائشة قـالـت قال رسول الله عشرة من الفطرة ، قص الشارب و أعـفاء اللحية ، والسواک و الاستنشاق بالماء و قص الاظفار و غسل البراجم و نتف الابط و حلق العانة و انتـقاص الماء يعنی الاستنجاء بالماء قال زكريا العاشرة الا أن تكون المضمضة ۔(ابوداودشریف، باب السواک من الفطرۃ،ص١٩،نمبر٥٣)اس حدیث میں ہے کہ مونچھ کوکترنا سنت ہے۔

ترجمه: ٣ اورسنت یہ ہے کہ مونچھ اتنی کاٹے کہ اطار کے مقابل ہوجائے۔

تشریح :سنت طریقہ یہ ہے کہ مونچھ اتنی کاٹے کہ وہ اطار کے برابر ہوجائے

لغت : قص: کترنا، بال کاٹنا۔ یوازی: مقابل، برابر۔اطار: الف کے کسرے کے ساتھ، ہونٹ کےاوپر کی کھال اور گوشت کے ملنے کی جگہ

ترجمه: (١٢٦١)اگر پچھنے کی جگہ پر حلق کرائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس پر دم ہے۔

تشریح: سر یا کسی جگہ پر جہاں بال ہوتے ہیں اس پر پچھنا لگوانے کے لئے بال صاف کیا تو چونکہ محرم کے بال کٹےاس لئے اس پر دم لازم ہوگا

وجه :(١) اوپر کی حدیث میں مجبوری کی وجہ سے سرمنڈوایا تھا تو بکری لازم ہوئی تھی اسی طرح یہاں بھی بکری لازم ہوگی (٢) اس اثر میں ہے۔ قـال مـالک ومـن نتف شعـرا من انفه او ابطه او طلی جسده بنورة او يحلق عن شجة فی رأسه لـضـرورـة او يـحـلـق قفاه لموضع المحاجم وهو محرم ناسيا او جاهلا ان من فعل شيئا من ذلک فعليه فی ذلک كـلـه فدية ولا ينبغی له ان يحلق موضع المحاجم. (موطاامام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص٢٥٠)اس اثر میں ہے کہ پچھنے کی جگہ پر بھول کر بھی حلق کرایا تو اس پر فدیہ ہے،،یعنی دم ہے۔

ترجمه: ١ اورصاحبین نے فرمایا کہ اس پر صدقہ ہے،اس لئے کہ پچھنا لگوانے کیلئے حلق کیا اور پچھنا لگوانا جنایت نہیں ہے تو جو پچھنا لگانے کے لئے وسیلہ بنے [اس میں بھی کچھ لازم نہیں ہوگا] لیکن اس میں پراگندگی کو کچھ زائل کرنا ہے اس لئے صدقہ

وهي ليست من المحظورات فكذا مايكون وسيلةاليهاالاان فيه ازالة شئ من التفث فتجب الصدقة ۲؎ ولابي حنيفةؒ ان حلقه مقصودلانه لايتوسل الى المقصودالابه ۳؎ وقد وجد ازالة التفث عن عضو كامل فيجب الدم (۱۲۶۲)وان حلق رأس محرمٍ بامره او بغير امره فعلى الحالق الصدقة وعلى المحلوق

واجب ہوگا۔

تشــــريــــح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ پچھنا لگوانا اصل ہے اوراس کے لئے بال کا حلق کرانا اس کے تابع ہے اور پچھنا لگوانے میں کوئی دم نہیں ہے کیونکہ وہ احرام کی حالت میں جنایت نہیں ہے، اس لئے اسکے لئے جو وسیلہ ہے یعنی حلق کرانا اس میں بھی دم لازم نہیں ہوگا۔لیکن پھر بھی بال منڈوانے میں پراگندگی کچھ نہ کچھ ختم ہوگی اسلئے اس بال کاٹنے پر صدقہ لازم ہوگا۔

وجــــه: (۱)اصل مقصود پچھنا لگوانا ہے بال منڈوانا مقصود نہیں، اور پچھنا لگوانے سے دم لازم نہیں ہوتا اس لئے غیر مقصود بال کٹوانے سے بھی دم لازم نہیں ہوگا۔(۲)اس کی دلیل یہ حدیث ہے. **عن ابن بحينة قال احتجم النبي ﷺ وهو محرم** (بخاری شریف، باب الحجامۃ للمحرم ص ۲۴۷ نمبر ۱۸۳۵ رمسلم شریف، باب جواز الحجامۃ للمحرم ص ۳۸۳ نمبر ۱۲۰۲ر ۲۸۸۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں پچھنا لگوانا جائز ہے۔(۳)اس حدیث میں ہے کہ سر پر پچھنا لگوایا تو ظاہر ہے کہ اس وقت بال کاٹنے کی ضرورت بھی پڑی ہوگی لیکن اسکے باوجود اس پر دم کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اسلئے دم لازم نہیں ہوگا۔حدیث یہ ہے. **عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ احتجم و هو محرم في رأسه من داء كان به** ۔(ابوداود شریف، باب المحرم یحتجم، ص ۲۶۹، نمبر ۱۸۳۶)اس حدیث میں ہے کہ احرام کی حالت میں سر پر پچھنا لگوایا۔

تــرجــمــه: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس کا حلق کرانا بھی مقصود کے طور پر ہے، اس لئے کہ مقصد کی طرف بغیر حلق کرائے نہیں پہونچا جا سکتا ہے

تشريح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہاں بال مونڈوانا بھی اصل مقصد ہے، اس لئے کہ بال مونڈوائے بغیر پچھنا نہیں ہوسکتا ،اس لئے بال مونڈوانا بھی اصل مقصد ہوگیا، وہ وسیلہ نہیں رہا، اس لئے پچھنے کے لئے بھی بال مونڈوایا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ۳؎ اور پورے عضو سے گندگی کو زائل کرنا بھی پایا گیا، اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

تشــــريــــح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جس عضو پر پچھنا لگوایا اور وہاں سے بال صاف کیا تو پورے عضو سے گندگی دور کی جبکہ حج میں پراگندگی مطلوب ہے، اور جب پورے عضو سے میل کچیل دور کی تو دم لازم ہوگا۔ ۔تفث: پراگندگی، میل کچیل، گندگی۔

تــرجــمــه: (۱۲۶۲)اگر محرم کے سر کو اسکے حکم سے حلق کیا، یا بغیر اس کے حکم کے کیا تو حلق کرنے والے پر صدقہ ہے، اور جس کا حلق کیا گیا اس پر دم ہے

دم۔ ل وقال الشافعیؒ لا یجب ان کان بغیر امرہ بان کان نائما لان من اصله ان الاکراہ یُخرج المکرہ من ان یکون مُؤاخذًا بحکم الفعل والنوم ابلغ منه

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ محرم کا سر کسی بھی طرح آدمی نے مونڈا چاہے اس کے حکم کے ہو یا بغیر حکم کے ہو، مونڈنے والا محرم ہو یا حلال ہو چونکہ مونڈا گیا ہے، اور محرم نے اس سے راحت اور زینت حاصل کی ہے اسلئے ہر حال میں اس پر دم ہوگا۔ اور چونکہ مونڈنے والے نے مونڈا ہے اور گویا کہ بال کے امن کو دور کیا ہے اس لئے مونڈنے والے پر ہر حال میں صدقہ لازم ہے، چاہے مونڈنے والا محرم ہو یا حلال، اور چاہے محرم کے حکم سے مونڈا ہو یا بغیر اس کے حکم کے مونڈا ہو، کیونکہ اس نے محرم کے بال کے امن کو پامال کیا ہے۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے کہ بھول سے کرے یا جہالت میں کرے ہر حال میں فدیہ لازم ہوگا۔ قال مالک و من نتف شعرا من انفه او ابطه او طلى جسده بنورة او يحلق عن شجة فى رأسه لضرورة او يحلق قفاه لموضع المحاجم وهو محرم ناسيا او جاهلا ان من فعل شيئا من ذلك فعليه فى ذلك كله فدية ولا ينبغى له ان يحلق موضع المحاجم. (موطا امام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص ۳۵۰) اس اثر میں ہے کہ, فعليه فى ذلك كله فدية ، بھول سے جہالت میں کرے ہر حال میں فدیہ یعنی دم لازم ہے۔ (۲) عن عطاء انه قال فى الشعرة مد ، و فى شعرتين مدان ، و فى الثلاث فصاعدا دم . و روينا عن الحسن البصرى و عطاء انهما قالا فى ثلاث شعرات دم ،الناسى و المعتمد فيها سواء ۔ (سنن بیہقی، باب المحرم لا یحلق شعرہ ولا یقطعہ وما یجب فی قطعہ وحلقہ، ج خامس، ص ۹۸، نمبر ۹۱۲۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۸ فی المحرم ثلث شعرات علیہ فیہ شیء ام لا، ج ثالث، ص ۲۱۰، نمبر ۱۳۵۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول میں بھی بال کٹ جائے تو اس پر دم لازم ہے۔

ترجمه : ل حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر محرم کے حکم ہو تو دم واجب نہیں ہوگا، اس طرح کہ مثلا وہ سویا ہے، اس لئے کہ انکے اصول میں یہ بات ہے کہ زبردستی کرنے سے جس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے اس کو فعل کے حکم کے مؤاخذے سے نکال دیتی ہے، اور نیند تو اس سے بڑھی ہوئی ہے [تو اور اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا]

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ محرم کے حکم کے بغیر کسی نے اس کا بال مونڈ دیا تو اس پر دم نہیں ہے، مثلا سونے کی حالت میں اس کا بال مونڈ دیا تو محرم پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہوگا۔

وجه : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ کسی پر زبردستی کر دیا جائے تو اس پر اس فعل کا مؤاخذہ نہیں ہے، دنیا میں بھی اس سے اس کا بدلہ نہیں لیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، کیونکہ وہ مجبور ہے، اس کام کے کرنے میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے، اور سویا ہوا

۲ وعندنا بسبب النوم والاكراه ينتفى المأثم دون الحكم وقد تقرر سببُه وهو ما نال من الراحة والزينة فيلزمه الدم حتما ۳ بخلاف المضطَرِّ حيث يتخير لان الأفة هناک سماوية وههنا من العباد ۴ ثم لا يرجع المحلوق رأسه على الحالق لان الدم انما لزمه بما نال من الراحة فصار كالمغرور فى

آدمی تو اور بھی مجبور ہوتا ہے، کیونکہ اس کو تو ہوش ہی نہیں ہوتا اس لئے اس کے بال کاٹنے سے بھی دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۲ ہمارے نزدیک نینداور زبردستی کے سبب سے گناہ ختم ہوگا حکم ختم نہیں ہوگا، اور دم کا سبب ثابت ہو چکا ہے، اور وہ ہے آرام اور زینت کا پانا، اس لئے حتمی طور پر دم لازم ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ نیند میں بال کاٹا یا زبردستی کر کے بال کاٹا تو اس سے محرم کو گناہ نہیں ہوگا، لیکن دنیا میں حکم ختم نہیں ہوگا اس کا جرمانہ دینا ہوگا، کیونکہ بال صاف کرنے کی وجہ سے راحت اور زینت حاصل ہوئی، اور اسی راحت اور زینت کی وجہ سے دم لازم ہوتا ہے اس لئے اس سبب کے پائے جانے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ترجمه : ۳ بخلاف مضطر کے اس لئے کہ اس کو اختیار ہے اس لئے کہ وہاں آسمانی آفت ہے، اور یہاں بندے کی جانب سے ہے۔

تشریح :مضطر کا معنی ہے آسمانی بیماری، یعنی سر میں بیماری ہو جائے اور بال کٹوانا پڑے تو چونکہ یہ اللہ کی جانب سے ہے اسلئے آیت میں تین اختیار ہیں، روزہ رکھے، یا صدقہ دے، یا دم دے، آیت یہ ہے۔ أو بـه اذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسک ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) لیکن اگر نیند میں بندے نے بال کاٹا، یا زبردستی کر کے کسی نے بال کاٹا تو یہ مجبوری بندے کی جانب سے ہے اس لئے اس میں تین اختیار نہیں ہونگے، بلکہ اوپر کے اثر کی بنا پر صرف دم ہی لازم ہوگا۔

وجه : اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے بال کٹنے کی وجہ سے راحت اور زینت حاصل کی جو ارتفاق کامل ہے۔

ترجمه : ۴ پھر جسکا سر مونڈا گیا ہے وہ اس سے وصول نہیں کر سکتا جس نے سر مونڈا ہے، اس لئے کہ اس نے راحت حاصل کی اس کی وجہ سے دم لازم ہوا، تو عقر کے حق میں دھوکے دئے ہوئے کے طرح ہوا۔

تشریح : سر مونڈنے والے نے زبردستی کی ہے اور بغیر اس کے حکم بال کاٹا ہے پھر محلوق سر مونڈنے والے سے دم وصول نہیں کر سکتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دم صرف بال کاٹنے کی وجہ سے لازم نہیں ہوا ہے، بلکہ محرم نے بال کٹنے کی وجہ سے راحت اور زینت حاصل کی ہے اس کی وجہ سے بھی دم لازم ہوا ہے، اس لئے مونڈنے والے سے دم کی قیمت وصول نہیں کر سکتا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ مثلا زید نے بکر سے ایک باندی خریدی اور اس سے وطی کر کے بچہ پیدا کیا، بعد میں خالد نے دعوی کیا کہ یہ باندی میری ہے، اور بکر بائع نے میری اجازت کے بغیر بیچی ہے اور اس بات کو گواہی سے ثابت بھی کر دیا، اس لئے قاضی نے خالد کی طرف باندی

حق العُقر ۵؎ وكذا اذا كان الحالق حلالاً لا يختلف الجواب فى المحلوق راسه ۶؎ واما الحالق تلزمه الصدقة فى مسألتنا فى الوجهين

واپس کرنے کے لئے کہا اور یہ بھی کہا کہ دوسرے کی باندیسے وطی کی ہے اس لئے وطی کی قیمت بھی دو جسکو عقر، کہتے ہیں، اب بکر مشتری زید بائع سے باندی کی قیمت تو وصول کرے گا کیونکہ اس نے دھوکہ دیا ہے، لیکن وطی کی قیمت [عقر] زید سے واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ یہ تو اس کے خود مزہ لوٹنے کے بدلے میں واجب ہوا ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے دم کی قیمت مونڈنے والے سے واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ اس بال کاٹنے کی وجہ سے خود محرم کو جو راحت اور زینت ہوئی ہے اس کی وجہ سے دم لازم ہوا ہے اس لئے مونڈنے والے سے اس کی قیمت واپس نہیں لے سکتا۔

اصول : خود فائدہ اٹھانے کی وجہ سے جرمانہ لازم ہوا ہو تو اس کو دوسرے سے وصول نہیں کر سکتا۔

لغت : محلوق:۔جس کا سر مونڈا گیا ہے، یہاں محرم مراد ہے۔حالق: سر مونڈنے والا۔نال: پایا، حاصل کیا۔مغرور: دھوکہ دیا ہوا۔ عقر: وطی کی قیمت، دوسرے کی ملکیت میں کوئی باندی ہو اور اپنا سمجھ کر اس سے وطی کر لیا اس وطی کی قیمت جو لازم ہوتی ہے اس کو عقر کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۵؎ ایسے ہی مونڈنے والا حلال ہو تو بھی جس کے سر کو حلق کیا ہے اس کے جواب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تشریح : مونڈنے والا حلال ہے اور جس کا سر مونڈا وہ محرم ہے تب بھی مسئلہ یہی ہے کہ محرم پر دم واجب ہوگا، چاہے اس کے حکم سے مونڈا ہو یا اسکے حکم کے بغیر مونڈا ہو، کیونکہ محرم کا بال کاٹا گیا جو ممنوع ہے۔

ترجمہ: ۶؎ بہر حال حلق کرنے والے پر تو اس پر صدقہ واجب ہے ہمارے دونوں مسئلوں میں۔

تشریح : حلق کرنے والے پر صدقہ لازم ہوتا ہے۔[۱] اگر حلق کرنے والا محرم ہے تو چاہے محرم کی اجازت سے حلق کیا ہو یا بغیر اس کی اجازت سے حلق کیا ہو دونوں صورتوں میں اس پر صدقہ ہے، [۲] اور اگر حلق کرنے والا حلال ہے اور محرم کا سر مونڈا تو اس کی اجازت سے مونڈا ہو یا اسکی اجازت کے بغیر مونڈا ہو دونوں صورتوں میں اس پر صدقہ لازم ہے۔ اس عبارت کی یہ چار صورتیں بنتی ہیں۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ محرم پر جو میل کچیل ہے احرام کی وجہ سے اس کو بھی امن حاصل ہے، اور بال کاٹ کر اس کے امن کو زائل کیا، البتہ کاٹنے والے نے ارتفاق کامل حاصل نہیں کیا اس لئے یہ جنایت بڑی نہیں ہے، اس لئے کاٹنے والے پر صدقہ لازم ہو گا۔(۲) **عن خصيف قال أخذت من شارب محمد بن مروان و انا محرم فسألت سعيد بن جبير فأمرني أن أتصدق بدرهم** ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحرم یقص من شارب الحلال أویأخذ من شعره، ج ثالث، ص ۱۸۱، نمبر

ے وقال الشافعیؒ لاشیٔ علیه وعلی هذا الخَلاف اذاحلق المحرمُ رأس حلال له ان معنی الارتفاق لایتحقق بحلق شعرغیره وهوالموجب ۸ ولنا ان ازالة ما ینمو من بدن الانسان من محظورات الاحرام لاستحقاقه الامان بمنزلة نبات الحرم فلا یفترق الحالُ بین شعره وشعرغیرہٖ الاان کمال الجنایة فی شعره(۱۲۶۳)فان اخذ من شارب حلالٍ او قلّم اظافیره اطعم ما شاء ﴾ ا والوجه فیه مابینا

۱۳۳۰۶)اس اثر میں ہے کہ محرم نے حلال کا یا محرم کا بال حلق کرے تو محرم پر صدقہ لازم ہے۔

ترجمہ : ے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حلق کرنے والے پر کچھ نہیں ہے، اور اسی اختلاف پر ہے جبکہ محرم کسی حلال کا حلق کرے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ دوسرے کے بال کاٹنے سے ارتفاق متحقق نہیں ہوگا، اور ارتفاق حاصل کرنا ہی صدقے کا سبب ہے۔

تشریح : امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ حلق کرنے والے پر صدقہ بھی لازم نہیں ہے، چاہے حلق کرنے والا محرم ہو یا حلال ہو، اور چاہے محرم کی اجازت سے حلق کیا ہو یا اسکی بغیر اجازت کے حلق کیا ہو۔

وجہ : (۱)اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ دوسرے کا بال کاٹا تو خود کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا، اور خود فائدہ اٹھانا یہی صدقے کا سبب ہے اس لئے اس پر صدقہ واجب نہیں ہوگا۔ ارتفاق: فائدہ اٹھانا۔

ترجمہ : ۸ ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کے بدن میں جو چیز اگتی ہے اس کو دور کرنا احرام کے ممنوعات میں ہے، کیونکہ بدن پر اگنے والی چیز امن کا مستحق ہے۔ جیسے حرم کی گھاس، اس لئے اپنے بال اور دوسرے کے بال میں فرق نہیں ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اپنے بالوں میں جنایت کامل ہے [اس لئے اس میں دم لازم ہوگا، اور دوسرے کے بال کاٹنے میں جنایت ناقص ہے اس لئے اس میں صدقہ لازم ہوگا]

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ محرم کے بدن پر جو بال اگتے ہیں وہ احرام کی وجہ سے امن کے مستحق ہیں اس کو کاٹنے سے اس کا امن زائل ہوگا، جیسے حرم کی گھاس کاٹنے سے اس کا امن زائل ہوتا ہے اسلئے حرم کی گھاس کو کاٹنا ممنوع ہے۔ اس لئے اپنا بال ہو یا دوسرے کا بال ہو دونوں کا کاٹنا ممنوع ہے، اتنی بات ضرور ہے کہ اپنا بال ہو تو اس کے کاٹنے میں ارتفاق کامل ہے اس لئے دم لازم ہو گا اور دوسرے کا بال کاٹا تو اس میں ارتفاق کامل نہیں ہے صرف بال کا امن زائل کرنا ہے اس لئے اس میں صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۶۳)اگر محرم نے حلال آدمی کے مونچھ کو کاٹا، یا اسکے ناخن کو کاٹا تو جتنا چاہے کھانا کھلا دے۔

ترجمہ: ا اور وجہ وہ ہے جو میں نے بیان کیا۔

تشریح : کسی محرم نے حلال آدمی کے مونچھ کو کاٹا، یا اس کے ناخن کو کاٹا تو اس صورت میں محرم آدمی جتنا چاہئے صدقہ کرے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ احرام کی وجہ سے دوسرے کا بال بھی کاٹنے سے محفوظ ہے، اور اس نے احرام کی حالت میں دوسرے

۲؎ ولا یعری عن نوع ارتفاق لانه یتاذّی بتفث غیره وان کان اقل من التاذّی بتفث نفسه فیلزمه الطعام (۱۲۶۴)وان قصّ اظافیر یدیه ورجلیه فعلیه دم ﴾

کے بال کو کاٹا اس لئے اس کے امن کو زائل کیا، لیکن سر کا بال ہوتا تو پورا صدقہ لازم ہوتا، لیکن یہاں مونچھ کا بال ہے اس لئے کچھ صدقہ لازم ہوگا۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے . عن مجاهد فی حرام قص شارب حلال قال یتصدق بدرهم .(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحرم یقص من شارب الحلال أویأخذ من شعره، ج ثالث، ص ۱۸۱، نمبر ۱۳۳۰۶)اس اثر میں ہے کہ محرم آدمی کسی حلال کے مونچھ کو کاٹا تو محرم ایک درہم صدقہ کرے۔

ترجمه : ۲؎ اور کچھ فائدہ اٹھانے سے بھی خالی نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے کی گندگی سے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے، اگر چہ اپنی گندگی ہو تو اس سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ اسی لئے کچھ کھانا لازم کیا گیا ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ دوسرے کا ناخن یا مونچھ کاٹے تو اس سے بھی خود کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے اور راحت محسوس کرتا ہے، کیونکہ آدمی دوسرے کی گندگی سے بھی اذیت محسوس کرتا ہے، پس جب اس کو کاٹ دیا تو خود کو کچھ نہ کچھ راحت ہوئی، لیکن اپنی گندگی کو دور کرنے سے زیادہ راحت ہوتی ہے اور دوسرے کی گندگی کو صاف کرنے سے کم راحت ہوتی ہے، اس لئے محرم اپنی گندگی دور کرے تو اس پر دم یا صدقہ ہے اور دوسرے کی گندگی دور کرے تو اس پر جتنا چاہے صدقہ کرے، آدھا صاع گیہوں ضروری نہیں ہے۔

لغت : ۔ لا یعری : خالی نہیں ہے ۔ یتأذی : اذی سے مشتق ہے، تکلیف محسوس کرتا ہے ۔ تفث : گندگی، میل کچیل ۔ طعام : گیہوں، کھانا۔

ترجمه: (۱۲۶۴) اگر دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کے ناخن کاٹے تو اس پر ایک دم ہے۔

تشریح : ایک ہاتھ میں پانچ انگلیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے اگر ایک ہاتھ کے پانچوں انگلیوں کے ناخن کاٹے تو ایک دم لازم ہوگا لیکن اگر دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کے بیسوں انگلیوں کے ناخن کاٹے تب بھی ایک ہی دم لازم ہوگا اور تداخل ہو جائے گا۔

وجه : (۱) کیونکہ ایک ہی قسم کے گناہ ہیں اس لئے ایک میں تداخل ہو جائیں گے (۲) ناخن کاٹنے سے دم اس لئے لازم ہوگا کہ وہ ارتفاق کامل ہے (۳) حج میں پراگندہ ہونا چاہئے اور ناخن کاٹنا پراگندگی کے خلاف ہے اس لئے ناخن کاٹنے سے دم لازم ہوگا (۴) اثر میں ہے۔

عن الحسن و عطاء قال اذا انکسر ظفره قلمه من حیث انکسر ، و لیس علیه شیء فان قلمه من قبل ان انکسر فعلیه دم ۔(مصنف ابن ابی شیبة، باب فی المحرم یقص ظفره ویبط الجرح، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۱۲۷۵۲) اس اثر میں ہے کہ ناخن ٹوٹنے سے پہلے اس کو کاٹ دے تو اس پر دم ہے۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ قال مالک لا یصلح للمحرم ان

۱؎لانه من المحظورات لما فيه من قضاء التفث وازالة ما ينمو من البدن فاذا قلّمها كلها فهو ارتفاق كاملٌ فيلزمه الدم (۱۲۶۵)ولا يزاد على دم ان حصل فى مجلس واحد ۱؎لان الجناية من نوع واحد ۲؎فان كان فى مجالس فكذلك عند محمدؒ لان مبناها على التداخل فاشبه كفارة الفطر

ينتنف من شعره شيئا ولا يحلقه ولا يقصره حتى يحل الا ان يصيبه اذى فى رأسه فعليه فدية كما امره الله تعالى ولا يصلح له ان يقلم اظفاره ولا يقتل قمله (موطا امام مالک، باب فدية من حلق قبل ان ینحر ص ۴۵۰)اس اثر میں ہے کہ ناخن نہ کاٹے۔(۳)اوراس حدیث میں ہے کہ محرم کو پراگندہ ہونا چاہئے ۔ عن ابن عمر قال قام رجل الى النبى ﷺ فقال يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال الزاد و الراحلة قال يا رسول الله ! فما الحج ؟قال الشعث و التفل .(ابن ماجۃ شریف، باب فضل دعاء الحاج،ص ۴۱۹،نمبر ۲۸۹۶)اس حدیث میں ہے کہ حاجی کو پراگندہ ہونا چاہئے

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ ناخن کاٹنا احرام کے محظوارات میں سے ہے،اس لئے کہ اس میں گندگی کو دور کرنا ہے،اور بدن میں جو اگتا ہے اس کو زائل کرنا ہے، پس جب سب ناخنوں کو کاٹا تو پورا فائدہ اٹھانا ہے اس لئے اس کو دم لازم ہوگا۔

تشریح : اوپر کے اثر سے معلوم ہوا کہ احرام کی حالت میں ناخن کاٹنا ممنوع ہے،اوراس کی تین وجہ ہیں[۱] ناخن کے کاٹنے سے گندگی دور ہوگی[۲] بدن میں جو ناخن اگتا ہے اس کو زائل کرنا ہے جبکہ احرام کی وجہ سے اس کو امن ہے [۳] ناخن کاٹنے سے محرم کو پورا فائدہ ہوگا جسکو ارتفاق کامل کہتے ہیں اس لئے اس کو کاٹنے سے دم لازم ہوگا۔

لغت : قضاء التفث : گندگی دور کرنا۔ینمو : اگتا ہے، جمتا ہے۔قلم : ناخن کاٹنا۔

ترجمہ: (۱۲۶۵)اگر ایک مجلس میں سب ناخن کاٹے تو بھی ایک دم سے زیادہ نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جنایت ایک قسم کی ہے۔

تشریح : دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے سب ناخن ایک ہی مجلس میں کاٹا تو سب کا ایک ہی دم لازم ہوگا، کیونکہ ایک ہی قسم کی جنایت ہے اسلئے سب کا تداخل ہو کر ایک ہی دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر مختلف مجلس میں ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے [یعنی ایک ہی دم لازم ہوگا] اس لئے اس کا دارومدار تداخل پر ہے رمضان کے کفارے کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح : چار مجلسوں میں چاروں ہاتھ پاؤں کا ناخن کاٹا تو بھی امام محمدؒ کے نزدیک ایک ہی دم لازم ہوگا، انکی دلیل یہ ہے کہ سب ایک ہی جنس کی جنایت ہے اوراس کا دارومدار تداخل پر ہے اس لئے سب جنایت تداخل ہو کر ایک ہی دم لازم ہوگا، جس طرح ایک روزے کو جان کر توڑ دیا تو ایک کفارہ لازم ہوتا ہے، اور کئی دن جان کر روزہ توڑا تو تداخل ہو جائے گا اور سب کا کفارہ ایک ہی لازم ہو

۳؎ الا اذا تخللت الكفارة لارتفاع الاولى بالتكفير ۴؎ وعلى قول ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ يجب اربعة دماء ان قلّم فى كل مجلس يدا او رجلا لان الغالب فيه معنى العبادة فيتقيد التداخلُ باتحاد المجلس كما فى أى السجدة (۱۲۶۶) وان قصّ يدا اورجلا فعليه دم ﴾

گا۔اسی طرح یہاں بھی تداخل ہوکرایک ہی دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ۳؎ مگر کفارہ درمیان میں واقع ہوجائے[تو دوسرا کفارہ لازم ہوگا] کفارہ دینے کی وجہ سے پہلے کے مرتفع ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : مثلا ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن کاٹے اورکفارہ دے دیا،اس کے بعد باقی ایک ہاتھ اوردونوں پاؤں کے سب ناخن کاٹے تو بعد کے کاٹے ہوئے ناخن کا کفارہ دوبارہ دینا ہوگا،پہلا کفارہ کافی نہیں ہوگا،اس لئے کہ پہلی جنایت کا کفارہ دینے کی وجہ سے وہ ختم ہوگئی اب بعد کی جنایت پہلی جنایت کے کفارے میں تداخل نہیں کرے گی۔لارتفاع الاولی بالتکفیر ۔کا یہی مطلب ہے۔اور اگر پہلا کفارہ نہیں دیا ہوتا تو تداخل ہوکرسب کا ایک ہی کفارہ کافی ہوجاتا۔

ترجمه : ۴؎ امام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کےقول پر چاردم لازم ہوگا اگر ہرمجلس میں ایک ہاتھ،یاایک پاؤں کے ناخن کوکاٹا، اس لئے کہ اس کفارے میں عبادت کامعنی غالب ہے،اس لئے اتحادمجلس کے ساتھ تداخل مقید ہوگا،جیسے کہ آیت سجدہ کے بارے میں ہے۔

تشریح : شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ اگر چار مجلسوں میں چاروں ہاتھ پاؤں کے ناخن کاٹے،مثلاایک مجلس میں دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں کے ناخن کاٹے،دوسری مجلس میں بائیں ہاتھ کی پانچوں ناخن کاٹے،تیسری مجلس میں دائیں پاؤں کےاور چوتھی مجلس میں بائیں پاؤں کے پانچوں ناخن کاٹے تو ہرمجلس کا الگ الگ دم لازم ہوگا،اور چاردم لازم ہونگے،تمام ایک دوسرے میں تداخل نہیں ہونگے۔

وجه : (۱)اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کفارے میں عبادت کامعنی غالب ہےاس لئے جتنا کفارہ زیادہ ہوجائے اتنی ہی عبادت زیادہ ہوگی،اس لئے سب کی مجلس متحد ہوتو تداخل ہوکرایک دم ہوگا،اورمجلس متحد نہ ہوتو تداخل نہیں ہوگا تاکہ زیادہ سے زیادہ کفارہ لازم ہو سکے،جیسے سجدے کی آیت میں عبادت ہےاس لئے اگرایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ آیت سجدہ پڑھی توایک ہی سجدہ واجب ہوگا،اوراگر مجلس بدلتی رہی اورآیت سجدہ پڑھتا رہا تو جتنی مجلس ہوگی اتنا ہی سجدہ واجب ہوگا،تداخل نہیں ہوگا،ویسے یہاں بھی مجلس بدلتی جائے تو تداخل نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۲۶۶)اگرایک ہاتھ کے ناخن کاٹے یاایک پاؤں کے ناخن کاٹے تواس پر دم ہے۔

ا؎ اقامة للربع مقام الكل كما فى الحلق (١٢٦٧) وان قصَّ اقلَّ من خمسة اظافير فعليه صدقة ﴿ ا؎ معناه يجب بكل ظُفر صدقة ٢؎ وقال زفرؒ يجب الدم بقص ثلثة منها وهو قول ابى حنيفةؒ الاول لان فى اظافير اليد الواحد دمًا والثلثُ اكثرها

ترجمه: ا؎ چوتھائی کوکل کے قائم مقام کرتے ہوئے ،جیسا کہ حلق کرانے میں ہوتا ہے۔

تشریح: دونوں ہاتھ ،دونوں پیر چاروں کے ایک ساتھ ناخن نہیں کاٹے بلکہ صرف ایک ہاتھ کے ناخن کاٹے یا صرف ایک پاؤں کے ناخن کاٹے تب بھی ایک دم لازم ہے۔ کیونکہ ایک ہاتھ چاروں ہاتھ اور پاؤں کی چوتھائی ہے ،اور چوتھائی کوکل کے قائم مقام کیا جاتا ہے۔ جیسے سر منڈوانے میں ، پورے سر کو مونڈوائے تب بھی ایک دم لازم ہوتا ہے ،اور چوتھائی سر کو منڈوائے تب بھی ایک دم واجب ہوتا ہے، کیونکہ یہاں چوتھائی کوکل کے قائم مقام کیا ہے۔

وجه: (۱) کیونکہ یہ بیس انگلیوں کی چوتھائی ہے (۲) عن الحسن وعطاء قال اذا انکسر ظفره قلمه من حيث انكسر وليس عليه شىء فان قلمه من قبل ان انكسر فعليه دم (مصنف ابن ابی شیبة ۱۲ فی المحرم یقص ظفره وینبط الجرح ج ثالث، ص ۱۳۰، نمبر ۱۲۷۵۶) اس اثر میں ہے کہ ناخن کاٹے تو دم لازم ہوگا۔

اصول: اس مسئلہ میں چوتھائی کوکل کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

ترجمه: (۱۲۶۷) اور اگر پانچ انگلیوں سے کم کے ناخن کاٹے تو اس پر صدقہ ہے۔

ترجمه: ا؎ اس کا معنی یہ ہے کہ ہر انگلی کے بدلے ایک صدقہ لازم ہوگا۔

تشریح: ایک ہاتھ کے پانچوں انگلیوں کے ناخن نہیں کاٹے بلکہ تین یا چار ناخن کاٹے تو چونکہ پانچ انگلیاں نہیں ہوئیں ،اور چاروں ہاتھ پاؤں کی چوتھائی بھی نہیں ہوئی اسلئے ایک دم لازم نہیں ہوگا ، بلکہ ہر انگلی کے بدلے آدھا آدھا صاع گیہوں صدقہ لازم ہوگا۔

وجه: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کل کی چوتھائی سے کم ہے اسلئے صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمه: ٢؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ ایک ہاتھ کی تین انگلیوں کے کاٹنے سے دم لازم ہو جائے گا ،اور امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا ،اس لئے کہ ایک ہاتھ کی تمام انگلیوں میں ایک دم ہے تو تین ان کا اکثر ہے [اس لئے اکثر میں ایک دم لازم ہونا چاہئے]

تشریح: امام زفرؒ کی رائے ہے کہ ایک ہاتھ میں تین انگلیوں کا ناخن کاٹا تو اس پر بھی دم لازم ہونا چاہئے ،اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول بھی یہی تھا۔ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک ہاتھ کی پانچوں انگلیوں میں ایک دم ہے ،تو تین انگلیاں ہاتھ کی اکثر انگلیاں ہیں اس لئے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر بھی دم لازم ہونا چاہئے۔

۳؎ وجه المذكور فى الكتاب ان اظافير كفٍ واحدٍ اقلُّ ما يجب الدم بقلمه وقد اقمناها مقام الكل فلا يقام اكثرها مقام كلها لانه يؤدى الى مالايتناهى (۱۲۶۸)وان قص خمسةاظافير متفرقة من يديه ورجليه فعليه صدقة ﴾ ۱؎ عند ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ ۲؎ وقال محمدؒ دم اعتبارا بما لوقصّها من كف واحد وبما اذا حلق ربع الرأس من مواضع متفرقة

ترجمه : ۳؎ اورمتن میں جوذکر ہےاس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ہتھیلی کی انگلیاں سب سے کم ہیں جن کے کاٹنے پردم لازم ہوتا ہے، اورہم اس ایک ہاتھ کو پہلے سے کل کے قائم مقام کیا ہے،اس لئے ایک ہاتھ کے اکثر کو دوبارہ کل کے قائم مقام نہیں کیا جائیگا، کیونکہ یہ غیر متناہی کا سبب بنے گا۔

تشریح : متن میں یہ فرمایا کہ ایک ہاتھ کے اکثر مثلا تین انگلیوں کے ناخن کاٹے تو صدقہ لازم ہوگا، دم لازم نہیں ہوگا،اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیوں کو پہلے ہی سے چار ہاتھ پاؤں کے قائم مقام کیا ہے، اب پانچ انگلیوں کا اکثر تین انگلیوں کواس کا قائم مقام کریں تو قائم مقام کا پھر قائم مقام کرنا پڑے گا جو ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ پھر تین انگلیوں کا اکثر دوانگلیاں ہونگی اس پردم لازم کریں، پھر دوکا اکثر ڈیڑھ ہوگا اس پردم لازم کرنا ہوگا، تو یہ سلسلہ لامتناہی تک چلتا رہے گا،اس لئے تین کو پانچ انگلیوں کا اکثر بنا کر دم لازم نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: (۱۲۶۸)اوراگر مختلف ہاتھ اور مختلف پیر کے پانچ ناخن کاٹے

ترجمه: ۱؎ توامام ابوحنیفہ اورامام ابویوسف کے نزدیک اس پرصدقہ ہے۔

تشریح: ایک ہاتھ کے پانچ ناخن نہیں کاٹے بلکہ مختلف ہاتھ اور پاؤں کے پانچ ناخن کاٹے توشیخین کے نزدیک اس پرصدقہ لازم ہوگا۔

وجه : (۱)شیخین کی دلیل یہ ہے کہ زینت کرنے، راحت اٹھانے اورارتفاق کامل حاصل کرنے سے دم لازم ہوتا،اورمختلف جگہوں سے پانچ انگلیوں کے ناخن کاٹے تو چوتھائی تو ضرور ہوالیکن یہ زینت نہیں ہے اورراحت بھی نہیں ہے بلکہ بدنمائی ہےاس لئے اس پر دم لازم نہیں ہوگا،لیکن بدن پراگنے والی چیز کے امن کوزائل کیا ہےاس لئے ہرانگلی کا ایک ایک صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمه : ۲؎ امام محمدؒ نے فرمایادم لازم ہوگا،اس بات پرقیاس کرتے ہوئے کہ اگرایک ہی ہتھیلی کی پانچوں انگلیوں کا ناخن کاٹا ،اوراس بات پرکہ سرکی چوتھائی مختلف جگہوں سے حلق کرایا[تو دم لازم ہوتا ہے]

تشریح : امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مختلف جگہوں سے پانچ انگلیوں کا ناخن کاٹا تواس پردم لازم ہوگا۔اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہوتیں تو دم لازم ہوتا تو مختلف جگہوں سے پانچ انگلیاں ہوئیں تب بھی دم لازم ہوگا۔اوردوسرا قیاس

۳؎ ولهما ان كمال الجناية بنيل الراحة والزينة وبالقلم على هذا الوجه يتاذّٰى ويشينُه ذٰلک ۴؎ بخلاف الحلق لانه معتاد على ما مر ۵؎ واذا تقاصرت الناية تجب فيها الصدقة فيجب بقلم كل ظفر طعام مسكين (۱۲۶۹) وكذلک لو قلم اكثر من خمسةٍ متفرقا الا ان يبلغ ذلک دما ۱؎ فحينئذ ينقص عنه ما يشاء

یہ ہے کہ مختلف جگہوں سے چوتھائی سر مونڈواتے ہیں تو دم لازم ہوتا ہے اسی طرح سے مختلف جگہوں سے پانچ انگلیوں کے ناخن کاٹے تو دم لازم ہونا چاہئے

ترجمہ: ۳؎ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ راحت اور زینت کے پانے سے جنایت پوری ہوتی ہے اور اس طرح سے کاٹنے میں اذیت محسوس کرتے ہیں، اور بدنمائی ہوتی ہے، [اس لئے صدقہ لازم ہوگا]

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ کہ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ پوری جنایت اس وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے کاٹنے سے راحت ہو اور زینت ہو، اور مختلف جگہوں سے پانچ انگلیوں کے ناخن کاٹنے سے لوگ اذیت محسوس کرتے ہیں اور بدنما لگتا ہے کہ کوئی ناخن بڑا ہے اور کوئی چھوٹا ہے اس لئے جنایت پوری نہیں ہوئی اس لئے اس پر صدقہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ ، بخلاف سر مونڈنے میں اس لئے کہ اس کی عادت ہے جیسے کہ پہلے گزر چکا۔

تشریح: یہ امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے قیاس فرمایا تھا کہ چوتھائی سر مختلف جگہ سے کاٹے تو اس پر دم ہے اسی طرح پانچ انگلیاں مختلف جگہوں سے کاٹا تو اس پر دم لازم ہونا چاہئے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، مختلف جگہوں سے سر کا بال کاٹنے کی عادت ہے اور انگریز کے یہاں زینت بھی ہے اس لئے مختلف جگہوں سے بال کاٹنے پر جنایت کم ہوگئی تو اس میں صدقہ واجب ہوگا، اس لئے ہر ناخن کے کاٹنے پر مسکین کا کھانا واجب ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اور جب جنایت کم ہوگئی تو اس میں صدقہ واجب ہوگا پس ہر ناخن کے کاٹنے پر ایک مسکین کا کھانا ہے۔

تشریح: جب جنایت کم ہوئی تو اس پر صدقہ لازم ہوگا، اور ہر انگلی پر ایک مسکین کا کھانا یعنی ہر انگلی پر آدھا صاع گیہوں لازم ہوگا ۔

ترجمہ: (۱۲۶۹) ایسے ہی اگر مختلف جگہوں سے پانچ سے زیادہ کے ناخن کاٹے [تو صدقہ ہے] مگر یہ کہ صدقے کی قیمت دم کو پہونچ جائے۔

ترجمہ: ۱؎ تو اس وقت جتنا چاہے کم کردے۔

تشریح: چاروں ہاتھ پاؤں سے پانچ سے زیادہ انگلیوں کے ناخن کاٹے تب بھی دم لازم نہیں ہوگا، کیونکہ ایک ہاتھ کی پانچ

(۱۲۷۰) قال وان انکسر ظفر المحرم فتعلق فاخذه فلا شئ علیه ﴾ ؎ لانه لاینمو بعد الانکسار فاشبه الیابس من شجر الحرم (۱۲۷۱) وان تطیّب اولبس اوحلق من عذرفهو مخیران شاء ذبح شاة وان شاء تصدق علی ستة مساکین بثلثة اَصُوُع من الطعام وان شاء صام ثلثة ایامٍ ﴾ ؎ لقوله تعالی ففدیة من صیام او صدقة او نُسُک وکلمة اوللتخییر وقد فسرها رسول الله علیه السلام بما ذکرنا والأیة نزلت فی المعذور

انگلیاں نہیں ہوئیں، اور ہر انگلی کے لئے آدھا آدھا صاع گیہوں صدقہ دے، لیکن سب صدقہ ملا کر ایک بکری کی قیمت تک پہونچ جائے تو گویا کہ ایک دم لازم ہو گیا، اور اس پر دم لازم نہیں ہے، اس لئے اس دم سے جتنا مناسب سمجھے کم کر دے تا کہ صدقہ ہی باقی رہے۔

ترجمہ: (۱۲۷۰) اگر محرم کا ناخن ٹوٹ گیا اور لٹک گیا پس محرم نے اس کو توڑ دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ؎ اس لئے کہ ٹوٹنے کے بعد نہیں بڑھے گا، اس لئے حرم کے سوکھے درخت کی طرح ہو گیا۔

تشریح : محرم کا ناخن ٹوٹ کر لٹک گیا، اب محرم نے اس کو بالکل توڑ کر الگ کر دیا تو اس میں محرم پر دم یا صدقہ کچھ واجب نہیں ہے،

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ اب یہ ناخن بڑھ نہیں سکتا، اور بڑھنے والی چیز کو چھیڑنا جائز نہیں ہے، اور یہ بڑھ نہیں سکتا اس لئے اس کو توڑنا جائز ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ حرم کی گھاس اکھاڑنا جائز نہیں لیکن اگر سوکھ جائے تو اب اکھاڑنا جائز ہے، اسی طرح اس ناخن کو توڑنا جائز ہے۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس قال المحرم یدخل الحمام و ینزع ضرسه و یشم الریحان و اذا انکسر ظفره طرحه و یقل أمیطوا عنکم الاذی فان الله عز و جل لا یصنع بأذاکم شیئا ۔ (سنن بیہقی، باب المحرم ینکسر ظفرہ، ج خامس، ص ۹۸، نمبر ۹۱۲۵ رمصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی المحرم یقص ظفرہ وینبط الجرح، ج ثالث، ص ۱۲۹، نمبر ۱۲۷۵۲) اس اثر میں ہے کہ ٹوٹے ہوئے ناخن کو توڑ دو۔

ترجمہ: (۱۲۷۱) اگر عذر کی وجہ سے خوشبو لگائی یا سلا ہوا کپڑا پہنا یا حلق کرایا تو اس کو اختیار ہے، چاہے بکری ذبح کرے، اور چاہے تو چھ مسکین پر تین صاع کھانا صدقہ کرے، اور چاہے تو تین روزے رکھے۔

ترجمہ: ؎ اللہ تعالی کا قول ففدیة من صیام أو صدقة أو نسک ۔ (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) کی وجہ سے، اور او کا کلمہ اختیار کے لئے ہے اور حضورؐ نے اس کی تفسیر وہ کی ہے جو ہم نے ذکر کیا، اور یہ آیت معذور کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تشریح : بندے کی جانب سے نہ ہو[کیونکہ بندے کی جانب سے عذر بنا ہو تو اس وقت صرف دم ہی لازم ہوتا ہے،

۲؎ثم الصوم یجزیه فی ایّ موضع شاء لانه عبادة فی کل مکان و کذلک الصدقة عندنا لما بینا ۳؎ واما النسک فیختص بالحرم بالاتفاق لان الاراقة لم تعرف قربة الا فی زمان او مکان وھذا الدم لا

تینوں باتوں کا اختیار نہیں ہوتا] بلکہ آسانی عذر کی وجہ سے کوئی ایسا کام کرنا پڑا جو احرام کی حالت میں ممنوع ہے، مثلا بیماری کی وجہ سے علاج کے لئے خوشبو لگائی، یا سلا ہوا کپڑا پہنا، یا حلق کرایا تو اس صورت میں صرف دم ہی لازم نہیں ہے بلکہ تین باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، چاہے دم دے، چاہے چھ مسکین کو کھانا کھلائے، چاہے روزہ رکھے، کیونکہ آیت میں او کے لفظ کے ذریعہ سے انہیں تین باتوں کا اختیار دیا گیا ہے

وجه : (۱) اس آیت میں تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے۔ **و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استیسر من الھدی و لا تحلقوا رء وسکم حتی یبلغ الھدی محله فمن کان منکم مریضا او به اذی من رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ذکر ہے کہ سر میں تکلیف ہو تو سر منڈوا دے اور تینوں کاموں سے ایک کرے (۲) حدیث میں ہے۔ **ان کعب بن عجرة حدثه قال وقف علی رسول الله بالحدیبیة ورأسی یتھافت قملا فقال یؤذیک ھو امک؟قلت نعم قال فاحلق رأسک، او احلق ،قال: فیّ نزلت ھذه الآیة﴿ فمن کان منکم مریضا او به اذی من رأسه﴾**[آیت ۱۹۶، البقرۃ ۲] **الی آخرھا فقال النبی** ﷺ **صم ثلثة ایام او تصدق بفرق بین ستة، او نسک مما تیسر** (بخاری شریف، باب قول اللہ او صدقۃ وھی ستۃ مساکین ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۵ / مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱ / ۲۸۸۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر ہو اور خلاف احرام کام کیا تو صدقہ، روزہ، یا ہدی میں سے کوئی ایک کرنے کا اختیار ہے۔

ترجمه : ۲؎ روزہ جہاں چاہے رکھ سکتا ہے، اس لئے کہ وہ ہر مقام میں عبادت ہے، ایسے ہی صدقہ ہمارے نزدیک، اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا۔

تشریح : جن جنایات میں روزہ رکھنے کی گنجائش ہے، اس روزے کو مکہ میں بھی رکھ سکتا ہے اور حرم سے باہر رہ کر رکھنا چاہے تب بھی روزہ ادا ہو جائے گا، کیونکہ روزہ ہر جگہ عبادت ہے کسی خاص مقام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اسی طرح صدقہ دینا ہو تو حرم کے مساکین کو دے تب بھی ادا ہوگا اور حرم سے باہر کے مساکین کو دے تب بھی صدقہ ادا ہو جائے گا ادائیگی کے لئے حرم ہی کے مساکین خاص نہیں ہیں، البتہ انکو دینا زیادہ بہتر ہے۔ لما بینا: کا مطلب یہی ہے کہ روزے کی طرح صدقہ بھی کسی مقام کے ساتھ خاص نہیں ہے، وہ بھی ہر جگہ عبادت ہے۔

ترجمه : ۳؎ بہر حال نسک [یعنی دم] تو وہ بالاتفاق حرم کے ساتھ خاص ہے، اس لئے کہ خون بہانے کی قربت یا زمانے کے

يختص بزمان فتعيّن اختصاصه بالمكان (۱۲۷۲)ولو اختار الطعام اجزاه فيه التغدية والتعشية ﴾

ساتھ خاص ہے یا مکان کے ساتھ خاص ہے، اور یہ زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لئے مکان کے ساتھ اس کا خاص ہونا متعین ہے۔

تشریح : جنایت کی وجہ سے جہاں دم لازم ہوا ہے اور جانور ذبح کرنا ہے، اس جانور کو حرم کے حدود میں ہی کرنا ہوگا اس کے باہر کرنے سے جنایت کا مکافات نہیں ہوگا، اور جنایت ختم نہیں ہوگی۔ نسک: سے مراد جانور ذبح کرنا ہے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ جانور ذبح کرنا عبادت ہو اس کی دو تخصیص معروف ہے، یا تو کسی دن اور زمانے کے ساتھ خاص ہوگا، جیسے ایام نحر [دسویں، گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ] میں جانور ذبح کرنا قربانی ہے اور عبادت ہے، لیکن اس کے بعد ذبح کرے تو یہ عبادت نہیں ہے، یا کسی مکان کے ساتھ خاص ہو تو ذبح کرنا عبادت ہوگی، جیسے منی میں ہدی ذبح کرنا عبادت ہے، اور جنایت کا دم زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے کسی بھی دن ذبح کر سکتا ہے، تو پھر مکان کے ساتھ یعنی حدود حرم کے ساتھ خاص ہوگا تب ہی عبادت بنے گی، اس لئے اس کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔ (۲) آیت میں ہے کہ ہدی اپنے مقام تک پہونچے، یعنی حرم تک پہونچے تب صحیح ہوگا، آیت یہ ہے۔ و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی اپنے مقام تک پہونچے یعنی حرم تک پہونچے۔ (۳) اس اثر میں ہے. عن ابن عباس ....و اذا كان معه هدى و هو محصر نحره ان كان لا يستطيع أن يبعث و ان استطاع أن يبعث به لم يحل حتى يبلغ الهدى محله ۔(بخاری شریف، باب من قال لیس علی المحصر بدل، ص ۲۹۲، نمبر ۱۸۱۳) اس اثر میں ہے کہ اگر ہدی مکہ مکرمہ بھیج سکتا ہو تو کسی دوسری جگہ اسکو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ (۴) اس حدیث میں ہے کہ جنہوں نے حرم سے باہر ہدی ذبح کی اس کو دوبارہ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ حدیث یہ ہے۔ يحدث ابى ميمون بن مهران قال : خرجت معتمرا عام حاضر أهل الشام ابن الزبير بمكة و بعث معى رجال من قومى بهدى فلما انتهينا الى اهل الشام منعونا أن ندخل الحرم فنحرت الهدى مكانى ثم احللت ثم رجعت فلما كان من العام المقبل خرجت لاقضى عمرتى فأتيت ابن عباس فسألته ؟ فقال أبدل الهدى فان رسول الله ﷺ أمر اصحابه أن يبدلوا الهدى الذى نحروا عام الحديبية فى عمرة القضاء ۔(ابوداود شریف، باب الاحصار، ص ۲۷۳، نمبر ۱۸۶۴) اس اثر میں ہے کہ حرم کے علاوہ میں ھدی ذبح کیا تو اس کو دوبارہ ذبح کرنے کے لئے کہا۔

ترجمہ : (۱۲۷۲) اور اگر کھانا دینا پسند کیا تو اس کے اندر صبح اور شام کھلانا کافی ہے۔

ل عندابی یوسفؒ اعتبار ابکفارۃ الیمین ٢ وعند محمدؒ لا یجزیہ لان الصدقۃ تنبئ عن التملیک وھو المذکور

ترجمہ: ل امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کفارہ یمین پر قیاس کرتے ہوئے

تشریح : اگر جنایات میں صدقہ کرنا پسند کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع گیہوں تقسیم کر دے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ صبح اور شام دونوں وقت مسکین کو بھر پیٹ کھانا پکا کر کھلا دے۔ امام ابو یوسفؒ کا یہی مسلک ہے۔

وجہ : (۱) آیت میں ہے کہ اہل کو جو درمیانہ کھانا کھلاتے ہو وہ کھانا مسکین کو کھلا دو۔ آیت یہ ہے۔ **اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم** (آیت ۸۹، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ جو کھانا اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو وہی کھانا مسکین کو کھلاؤ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کھانا کھلانا جائز ہے، آدھا صاع تقسیم کرنا ضروری نہیں (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ **اخبرنی ابن طاؤس عن ابیہ انہ کان یقول اطعام یوم لیس أکلۃ و لکن یوما من أوسط ما یطعم أھلہ لکل مسکین .** (مصنف عبد الرزاق، باب اطعام عشرۃ مساکین، ج ثامن، ص ۴۴۰، نمبر ۱۶۳۶۳) اس اثر میں ہے کہ ایک دو لقمہ کھلانا کافی نہیں ہے بلکہ پورا دن کھلائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ صبح اور شام کھلائے۔ (۳) اس اثر میں ہے۔ **عن ابراھیم قال اذا اردت ان تطعم فی کفارۃ الیمین فغداء و عشاء** (کتاب الاثار لامام محمد، باب الایمان والکفارات فیھا، ص ۱۵۷، نمبر ۷۱۱) اس اثر میں ہے کہ کھانا کھلانا ہو تو صبح اور شام کھلاؤ۔

ترجمہ: ٢ اور امام محمدؒ کے نزدیک کھانا کھلانا کافی نہیں ہے کیونکہ صدقہ کا مطلب ہے کہ مالک بناؤ اور حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

تشریح : امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہر مسکین کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہے ہر ایک کو آدھا آدھا صاع گیہوں دینا ضروری ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ صدقہ کرو، اور صدقہ کرنے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس کو مالک بنا دو، آیت یہ ہے۔ **ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک** (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲) اس حدیث میں ہے کہ آدھا آدھا صاع چھ مسکین پر تقسیم کرے۔ حدیث یہ ہے۔ **عن عبد اللہ بن معقل قال جلست الی کعب بن عجرۃ فسألتہ عن الفدیۃ ..... او اطعام ستۃ مساکین لکل مسکین نصف صاع** (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶/ مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱/ ۲۸۸۳) اس حدیث میں ہے کہ چھ مسکین کو دو اور ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع تقسیم کرو۔

﴿ فصل فی مباشرۃ المرأۃ ﴾

(۱۲۷۳) فان نظر الی فرج امرأتہ بشھوۃ فامنی لا شئ علیہ ﴾ لے لان المحرّم ھو الجماع ولم یوجد فصار کما لو تفکّر فامنی (۱۲۷۴) وان قبّل او لمس بشھوۃ فعلیہ دم ﴾ لے وفی الجامع الصغیر یقول اذا مس بشھوۃ فامنی

﴿ فصل فی مباشرۃ المرأۃ ﴾

ترجمہ: (۱۲۷۳) اگر شہوت سے اپنی بیوی کی شرمگاہ دیکھا اور منی نکل گئی تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ جماع حرام ہے اور وہ نہیں پایا گیا، تو ایسا ہوا کہ بیوی کے بارے میں سوچا اور منی نکل گئی۔

تشریح : احرام کی حالت میں بیوی کو چھویا نہیں، صرف اس کی شرمگاہ کی طرف غور سے دیکھا جسکی وجہ سے انزال ہو گیا تو اس پر نہ صدقہ ہے اور نہ دم ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی سے جماع کرنا حرام ہے، اور جماع تو کیا نہیں بلکہ دور ہی سے انزال ہو گیا تو ایسا سمجھو کہ بیوی کے بارے میں سوچتا رہا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۲۷۴) اگر بیوی کو بوسہ لے لیا یا شہوت سے چھو لیا تو اس پر دم لازم ہے۔

تشریح :بیوی سے جماع نہیں کیا لیکن اس کو بوسہ لے لیا تو چاہے انزال ہو گیا ہو یا انزال نہ ہوا ہو اس پر دم لازم ہوگا، البتہ چونکہ جماع نہیں کیا ہے اس لئے حج فاسد نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) اس آیت میں ہے. فمن فرض فیھن الحج فلا رفث و لا فسوق و لا جدال فی الحج .(آیت ۱۹۷، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ حج کا احرام باندھنے کے بعد جماع کی بات نہ کرے اور اس نے جماع کی بات کی اس لئے اس پر دم لازم ہونا چاہئے۔(۲) اثر میں ہے۔ عن ابی جعفر عن علی قال من قبل امرأتہ وھو محرم فلیھرق دما ۔ (سنن للبیھقی ، باب المحرم یصیب امرأتہ مادون الجماع ، ج خامس ، ص ۲۷۵، نمبر ۹۰۷۹ رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی المحرم یقبل امرأتہ، ج ثالث، ص ۱۳۵، نمبر ۱۲۸۱۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عورت کو بوسہ لے لے تو دم لازم ہوگا اس میں انزال ہونے کی شرط نہیں ہے اس لئے بغیر انزال کے بھی دم لازم ہوگا (۳) عن ابن عباسؓ أن رجلا أتاہ فقال انی قبلت أمرأتی و انا محرم فحذفت بشھوتی ، فقال انک شبق أھرق دما و تم حجک ، قال محمد و بہ نأخذ و لا یفسد الحج حتی یلتقی الختانان ، و ھو قول ابی حنیفۃؒ ۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب من واقع أھلہ وھو محرم، ص ۷۱، نمبر ۳۴۶) اس اثر میں ہے کہ دم لازم ہوگا اور حج فاسد نہیں ہوگا۔

ترجمہ: لے جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ اگر شہوت سے چھو لیا اور انزال ہو گیا [تو دم ہے]

۲ ولا فرق بین ما اذا انزل او لم ینزل ذکره فی الاصل **۳** وکذا الجواب فی الجماع فیما دون الفرج **۴** و عن الشافعیؒ انه یفسد احرامه فی جمیع ذلک اذا انزل واعتبره بالصوم

تشریح : جامع صغیر کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ شہوت سے بیوی کو چھونے کے بعد انزال ہو تب دم لازم ہوگا، اور اگر انزال نہ ہو تو دم لازم نہیں ہے۔ جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ محرم نظر الی امرأۃ بشھوۃ فأمنی فلیس علیه شیء ، و ان لمس بشھوۃ فأمنی فعلیه دم . (جامع صغیر، باب المحرم اذا قلم اظافیرہ أو حلق شعرہ، ص ۱۵۶) اس عبارت میں ہے کہ شہوت سے چھونے کے بعد انزال ہوا ہو تب دم لازم ہوگا۔

ترجمه : **۲** اور کتاب الاصل میں ذکر یہ ہے کہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

تشریح : امام محمد کی کتاب الاصل کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ شہوت سے بیوی کو چھونے کے بعد انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس میں کوئی فرق نہیں ہے دونوں صورتوں میں دم لازم ہوگا ۔ کتاب الاصل کی عبارت یہ ہے۔ و اللمس و التقبیل من شھوۃ و الجماع فیما دون الفرج انزل أو لم ینزل لا یفسد الاحرام و لکنه یوجب الدم و النظر لا یوجب شیئا و ان انزل ۔ (کتاب الاصل ، باب الجماع، ج ثانی، ص ۳۹۵) اس عبارت میں ہے کہ شہوت سے چھونے پر چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو دم لازم ہوگا۔

ترجمه : **۳** یہی جواب ہے اگر فرج کے علاوہ میں جماع کیا ہو تو۔

تشریح : محرم نے فرج کے علاوہ میں جماع کیا تو چاہے انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اس پر دم لازم ہوگا۔ البتہ اس سے حج فاسد نہیں ہوگا۔ یہاں فرج سے مراد دبر کے علاوہ ہے، کیونکہ آگے آرہا ہے کہ دبر میں جماع کیا ہو تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا

ترجمه : **۴** امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ ان تمام صورتوں میں اس کا احرام فاسد ہو جائے گا اگر انزال ہوا ہو، وہ قیاس کرتے ہیں روزے پر

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ چھونے یا بوسہ لینے سے انزال ہو جائے تو حج فاسد ہو جائے گا، جس طرح روزے کی حالت میں عورت کو شہوت سے چھو لے یا بوسہ لے لے اور اس سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی احرام ٹوٹ جائے گا۔ لیکن موسوعہ میں عبارت یہ ہے کہ صرف جماع کامل سے حج فاسد ہوگا۔ عبارت یہ ہے . و الذی یفسد الحج الذی یوجب الحد من ان یغیب الحشفة ،لا یفسد الحج شیء غیر ذالک من عبث ، و الا تلذذ و ان جاء الماء الدافق فلا شیء . (موسوعہ امام شافعی، باب ما یفسد الحج، ج خامس، ص ۴۳۹، نمبر ۶۹۲۰) اس عبارت میں ہے کہ صرف شرمگاہ میں جماع کامل کرنے سے حج فاسد ہوگا اس کے علاوہ سے نہیں۔

۵ ولنا ان فساد الحج يتعلق بالجماع ولهذا لايفسد سائر الحظورات وهذا ليس بجماع مقصود فلا يتعلق به ما يتعلق بالجماع الا ان فيه معنى الاستمتاع والارتفاق بالمرأة وذلک محظور الاحرام فيلزمه الدم ٦ بخلاف الصوم لان المحرم فيه قضاء الشهوة ولا يحصل بدون الانزال فيما دون الفرج (۱۲۷۵)وان جامع فی احد السبيلين قبل الوقوف بعرفة فسد حجه وعليه شاة ويمضی فی

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ حج کا فساد جماع سے متعلق ہے اس لئے باقی اور محظورات سے حج فاسد نہیں ہوگا، اور بوسہ دینا یا چھونا وغیرہ مقصود کے اعتبار سے جماع نہیں ہے اس لئے اس سے وہ حکم متعلق نہیں ہوگا جو جماع سے متعلق ہوتا ہے، لیکن اس میں فائدہ اٹھانے کا معنی ہے، اور عورت کے ساتھ ارتفاق ہے، اور یہ احرام میں ممنوع ہے اس لئے اس کو دم لازم ہوگا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ حج جماع سے فاسد ہوتا ہے، اور عورت کو چھونا یا بوسہ دینا جماع نہیں ہے اس لئے اس سے حج فاسد نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اور دیگر محظورات سے حج فاسد نہیں ہوتا صرف دم لازم ہوتا ہے اس لئے یہاں بھی صرف دم لازم ہو گا حج فاسد نہیں ہوگا۔ لیکن اس میں عورت سے فائدہ اٹھانا ہے اور ارتفاق بھی ہے جو احرام کی حالت میں ممنوع ہے اس لئے ایسا کر نے سے دم لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) اس اثر میں ہے کہ دم تو لازم ہوگا لیکن حج فاسد نہیں ہوگا پورا ہو جائے گا۔ عن ابن عباسؓ أن رجلا أتاه فقال انی قبلت أمرأتی و انا محرم فحذفت بشهوتی ، فقال انک شبق أهرق دما و تم حجک ، قال محمد و به نأخذ و لا يفسد الحج حتی يلتقی الختانان ، و هو قول ابی حنيفةؒ ۔(کتاب الآثار لامام محمد، باب من واقع أهله وهو محرم، ص ۷۱، نمبر ۳۴۶) اس اثر میں ہے کہ دم لازم ہوگا اور حج فاسد نہیں ہوگا۔

لغت : استمتاع: متاع سے مشتق ہے، فائدہ اٹھانا۔ ارتفاق: رفق سے مشتق ہے، فائدہ اٹھانا۔

ترجمہ: ٦ بخلاف روزے کے اس لئے کہ اس میں شہوت پورا کرنا اصل ہے اور یہ فرج کے علاوہ میں انزال کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ روزے کی حالت میں جو حرام ہے وہ شہوت پوری کرنا ہے، ورنہ بوسہ لینا تو جائز ہے، اور فرج کے علاوہ میں انزال کے بغیر شہوت پوری نہیں ہوگی، اس لئے روزے ٹوٹنے کے لئے یہ شرط لگائی کہ انزال ہو تو روزہ ٹوٹے گا ورنہ نہیں، اور احرام کی حالت میں آیت کی وجہ سے جماع کی بات کرنا بھی حرام ہے، اس لئے بوسہ بھی لے گا تو دم لازم ہو جائے گا، البتہ انزال کے باوجود حج فاسد نہیں ہوگا جب تک کہ شرمگاہ میں جماع نہ ہو۔

ترجمہ: (۱۲۷۵) وقوف عرفہ سے قبل جس نے دونوں راستوں میں سے ایک میں جماع کیا تو اس کا حج فاسد ہو گیا اور اس پر

الحج كما يمضى من لم يفسده﴾ ١؎ والاصل فيه ما روى ان رسول الله عليه السّلام سئل عمن واقع امرأته وهما محرمان بالحج قال يريقان دمًا ويمضيان فى حجتهما وعليهما الحج من قابلٍ ٢؎ وهكذا نقل عن جماعة من الصحابةؓ

بکری لازم ہے۔اور وہ حج میں گزرتا رہے جیسے وہ گزرتا ہے جس نے حج فاسد نہیں کیا[اور اس پر قضا ہے]

ترجمہ: ١؎ اس بارے میں اصل وہ روایت ہے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کوئی اپنی بیوی سے جماع کرلے اور وہ دونوں حج کا احرام باندھے ہوئے ہوں،تو آپؐ نے فرمایا کہ دونوں دم دیں،اور دونوں حج میں گزرتے رہیں،اور دونوں پر اگلے سال کا حج ہے۔

ترجمہ: ٢؎ اور ایسا ہی صحابہ کی جماعت سے بھی منقول ہے۔

تشریح: کسی نے حج کا احرام باندھا پھر آگے یا پیچھے کے مقام میں جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا۔البتہ وہ اسی احرام کے ساتھ عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور جو جو کام حاجی کرتے ہیں وہی کام یہ کرتا رہے اور آئندہ سال حج کی قضا کرے۔اور حج کے توڑنے کی وجہ سے بکری لازم ہوگی۔بکری اس لئے لازم ہوگی کہ حج کی قضا لازم ہوگی تو جنایت اتنی شدید نہیں رہی بلکہ ہلکی ہوگئی،اور وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو حج مکمل ہو گیا اس لئے اس کی قضا نہیں ہے اس لئے جنایت شدید رہی اس لئے اونٹ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ اخبرنی يزيد بن نعيم ان رجلا من جذام جامع امرأته وهما محرمان فسأل الرجل رسول الله ﷺ فقال لهما اقضيا نسككما واهديا هديا ثم ارجعا حتى اذا جئتما المكان الذى اصبتما فيه ما اصبتما فتفرقا ولا يرى واحد منكما صاحبه وعليكما حجة اخرى فتقبلان حتى اذا كنتما بالمكان الذى اصبتما فيه ما اصبتما فاحرما واتما نسككما واهديا (سنن للبیہقی،باب ما یفسد الحج،ج خامس،ص ۲۷۲،نمبر ۹۷۷۸)(۲) صحابہ سے منقول ہونے کی دلیل یہ اثر ہے عن ابن عباس فى رجل وقع على امرأته وهو محرم قال اقضيا نسككما وارجعا الى بلدكما فاذا كان عام قابل فاخرجا حاجين فاذا احرمتما فتفرقا ولا تلقيا حتى تقضيا نسككما واهديا هديا (سنن للبیہقی،باب ما یفسد الحج ج خامس ص ۲۷۳،نمبر ۹۷۸۲/مصنف ابن ابی شیبۃ،باب فی الرجل یواقع اھلہ وھو محرم،ج ثالث،ص ۱۶۰،نمبر ۱۳۰۸۰)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ سے پہلے جماع کر کے حج فاسد کر دیا تو اگلے سال قضا کرنا ہوگا اور ہدی دینا ہوگا۔(۳) حج فاسد ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من ادرك عرفات فوقف بها والمزدلفة فقدتم حجه ومن فاته عرفات فقد فاته الحج فليحل بعمرة وعليه الحج من قابل (دار قطنی،کتاب الحج ج ثانی،ص ۲۱۲،نمبر ۲۴۹۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف

۳؎ وقال الشافعیؒ تجب بدنة اعتبارًا بما لو جامع بعد الوقوف ۴؎ والحجة عليه اطلاق ما روينا

عرفہ سے پہلے حج فاسد ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہوا اور آئندہ سال حج کرے۔ اور چونکہ ہدی مطلق ہے اس لئے بکری سے کام چل جائے گا (۴) حج فاسد ہونے کا اشارہ آیت سے بھی ملتا ہے فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج (آیت ۱۹۷ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ جماع کی بات بھی نہ کرے اور اس نے جماع کر لیا اس لئے حج فاسد ہو جائے گا۔ مطلق ہدی سے بکری مراد ہوتی ہے حدیث میں ہے۔ (۵) عن كعب بن عجرة ان رسول الله رآه وانه يسقط على وجهه ... او يهدى شاة او يصوم ثلثة ايام (بخاری شریف، باب النسک شاۃ ص ۲۴۴ کتاب العمرۃ نمبر ۱۸۱۷) اس حدیث میں بکری کو ہدی کہا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مطلقا ہدی کہا جائے تو اس سے بکری مراد ہوتی ہے۔

ترجمہ: ۳؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بدنہ واجب ہے وہ قیاس کرتے ہیں اس پر جبکہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا۔

تشریح: اما شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا جس کی وجہ سے حج فاسد ہو گیا تو اس پر بدنہ ہے یعنی اونٹ یا گائے دینا ہوگا، بکری سے کام نہیں چلے گا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ و اذا أفسد رجل الحج مضى في حجه كما كان يمضي فيه لو لم يفسده فاذا كان كان قابل حج و أهدى بدنة تجزى عنهما معا . (موسوعہ امام شافعی، باب ما يفسد الحج، ج خامس، ص ۴۳۹، نمبر ۶۹۲۲) اس عبارت میں ہے کہ حج فاسد ہو جائے تو بدنہ دینا ہوگا، اس کا مطلب یہ ہے کہ بکری کافی نہیں ہے۔ وہ اس بات پر قیاس کرتے ہیں کہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہو تو ہمارے نزدیک بھی بدنہ لازم ہوتا ہے، تو اس پر قیاس کرتے ہوئے وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو اس پر بھی بدنہ ہی لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) انکی دلیل یہ اثر ہے . عن علي قال على كل واحد منهما بدنة ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم علیہما ھدیا واحدا او اثنین؟، ج ثالث، ص ۱۶۱، نمبر ۱۳۰۹۴ / سنن للبیہقی، باب ما يفسد الحج، ج خامس، ص ۲۷۴، نمبر ۹۷۸۶) اس اثر میں ہے کہ حج فاسد کیا ہو تو چاہے وقوف سے پہلے ہو دونوں پر بدنہ لازم ہے

ترجمہ: ۴؎ اس پر حجت وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی۔

تشریح: اوپر کی حدیث میں ,اھدیا ھدیا ، کا ذکر تھا بدنہ کا ذکر نہیں تھا، اور مطلقا ہدی سے بکری مراد ہوتی ہے، اس لئے ہمارے یہاں بکری لازم ہوگی۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ اخبرني يزيد بن نعيم ان رجلا من جذام جامع امرأته وهما محرمان فسأل الرجل رسول الله ﷺ فقال لهما اقضيا نسككما واهديا هديا (سنن للبیہقی، باب ما يفسد الحج، ج خامس، ص ۲۷۲، نمبر ۹۷۷۸) اس میں ہے کہ ہدی دو اور مطلقا ہدی سے بکری مراد ہوتی ہے۔ (۲) اس اثر میں اس کی صراحت ہے کہ بکری لازم ہوگی. عن ابن عباس قال على كل واحد منهما شاة . (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب کم علیہما ھدیا واحدا او

۵؎ ولان القضاء لماوجب ولایجب الا لاستدراک المصلحة خفّ معنی الجناية فيكتفی بالشاة بخلاف ما بعد الوقوف لانه لاقضاء ۶؎ ثم سوّی بين السبيلين وعن ابی حنيفة ان فی غير القبل منهما لا يفسده لتقاصر معنی الوطی فكان عنه روايتان (۱۲۷۶) وليس عليه ان يفارق امراته فی قضاء ما افسداه عندنا ﴾

اثنین؟، ج ثالث، ص ۱۶۱، نمبر ۱۳۰۹۲) اس اثر میں ہے کہ دونوں پر بکری لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۵؎ اور اس لئے کہ جب قضا واجب ہوئی، ۔ اور قضاء واجب نہیں ہوتی مگر مصلحت حاصل کرنے کے لئے۔ تو جنایت کے معنی میں تخفیف ہوگئی، اس لئے بکری پر اکتفاء کرے، برخلاف وقوف عرفہ کے بعد، کیونکہ اس صورت میں قضاء واجب نہیں ہے۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے اور امام شافعیؒ کو جواب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہو تو حج فاسد نہیں ہوگا کیونکہ اصل فرض وقوف عرفہ ہو چکا ہے، لیکن چونکہ طواف زیارت جو دوسرا اصل فرض ہے اس کے پہلے جماع کیا ہے اس لئے جرم شدید ہے اس لئے سب کے نزدیک بدنہ لازم ہوگا، اور حج ہو جائے گا۔ اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج ہی فاسد ہو جائے گا اب اگلے سال دوبارہ حج کرنا ہوگا، البتہ حج کا احرام باندھ چکا ہے اسلئے حج کے باقی افعال کرتے رہیں، اور عمرہ کر کے حلال ہو جائیں، اس صورت میں چونکہ اگلے سال دوبارہ حج کرنا ہوگا اس لئے جرم ہلکا ہوگیا اس لئے بکری دینا کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۶؎ پھر دونوں راستے کا حکم برابر کر دیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ فرج کے علاوہ میں حج فاسد نہیں ہوگا وطی کا معنی کم ہونے کی وجہ سے۔ تو گویا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے دو روایتیں ہوگئیں۔

تشریح: صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ متن میں یہ ہے کہ دبر میں جماع کرے تب بھی حج فاسد ہوگا، اور فرج میں جماع کرے تب بھی حج فاسد ہوگا۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہی ہے، اور دوسری روایت یہ ہے کہ صرف فرج میں جماع کرنے سے حج فاسد ہوگا، کیونکہ جماع کا معنی اس میں مکمل ہے۔ اور دبر میں جماع کرنے سے حج فاسد نہیں ہوگا اس لئے کہ جماع کا معنی اس میں مکمل نہیں ہے، تو گویا کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کی اس بارے میں دو روایتیں ہوگئیں۔

ترجمہ: (۱۲۷۶) اور اس پر لازم نہیں ہے کہ بیوی کو جدا کرے جبکہ بیوی کے ساتھ اس حج کی قضاء کر رہا ہو جسکو اس نے فاسد کیا، ہمارے نزدیک۔

تشریح: جس وقت فاسد شدہ حج کی قضا کر رہا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس حج میں بیوی کو جدا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ساتھ رکھے گا تب بھی حج ادا ہو جائے گا۔

وجہ: (۱) اوپر کی حدیث میں احرام باندھنے سے لیکر طواف زیارت تک بیوی کو جدا رکھنے کا حکم ہے وہ احتیاط کے لئے ہے تا کہ دو

۱؎ خلافا لمالکؒ اذا خرجا من بیتهما ولزفرؒ اذا احرما وللشافعیؒ اذا انتهیا الی المکان الذی جامعها فیه له انهما یتذکر ان ذلک فیقعان فی المواقعة فیفترقان ۲؎ ولنا ان الجامع وهو النکاح بینهما قائم فلا معنی للافتراق قبل الاحرام لاباحة الوقاع ولا بعده لانهما یتذاکران ما لحقهما من المشقة

بارہ بیوی کے ساتھ جماع نہ کر بیٹھے۔ یہ احتیاط کر لے تو بہتر ہے۔لیکن اگر بیوی کو ساتھ رکھے تو حج پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔(۲) اثر میں ہے۔عن مجاهد وعطاء قالا وعلیهما الحج من قابل ولا یتفرقان (مصنف ابن ابی شیبة ،۵۸فی الرجل یواقع اهله وهو محرم، ج ثالث،ص۱۶۰،نمبر ۱۳۰۸۵) اس اثر میں ہے کہ قضاء کے وقت بیوی کو جدا کرنا ضروری نہیں۔

ترجمہ: ۱؎ امام مالکؒ اس کے خلاف ہیں جب دونوں گھر سے نکلے،اور حضرت امام زفرؒ کی رائے ہے جب دونوں احرام باندھے،اور امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ جب اس جگہ پر پہونچے جہاں جماع کیا تھا[تو دونوں الگ ہو جائیں]۔امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ دونوں گزشتہ جماع کو یاد کریں گے تو پھر کہیں جماع میں مبتلا نہ ہو جائیں،اس لئے دونوں جدا رہیں۔

تشریح : امام مالک کی رائے ہے کہ جب گھر سے نکلے تب ہی سے میاں بیوی الگ الگ رہیں اور حج پورا ہونے تک الگ الگ رہیں۔امام زفرؒ کی رائے ہے کہ جب دونوں احرام باندھیں تب سے الگ ہو جائیں،اور حج پورا ہونے تک الگ رہیں۔امام شافعیؒ کی رائے ہے جس جگہ پر دونوں نے پچھلے حج میں جماع کیا تھا وہاں پہونچیں تو دونوں الگ ہو جائیں۔

وجہ : (۱)انکی دلیل یہ فرماتے ہیں کہ جس جگہ پر جماع کیا تھا وہاں پہونچنے کے بعد دونوں کو یاد آئے گا کہ اس جگہ جماع کیا تھا تو ممکن ہے کہ دوبارہ اس جگہ جماع کی خواہش ہو جائے اور دوبارہ جماع کر بیٹھے اور دوبارہ حج خراب ہو جائے اس لئے اس جگہ پر دونوں کو الگ الگ رہنا چاہئے۔(۲)اس حدیث سے وہ استدلال فرماتے ہیں۔ اخبرنی یزید بن نعیم ان رجلا من جذام جامع امرأته وهما محرمان فسأل الرجل رسول الله ﷺ فقال لهما اقضیا نسککما واهدیا هدیا ثم ارجعا حتی اذا جئتما المکان الذی اصبتما فیه ما اصبتما فتفرقا ولا یری واحد منکما صاحبه. (سنن للبیهقی ،باب ما یفسد الحج ،ج خامس،ص۲۷۲،نمبر ۹۷۷۸)اس حدیث میں ہے جس جگہ پر جماع کیا تھا وہاں دونوں الگ الگ ہو جائیں اور ایک دوسرے کو دیکھیں بھی نہیں۔

ترجمہ : ۲؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنے والی بات آپس کا نکاح ہے جو دونوں کے درمیان قائم ہے اس لئے احرام سے پہلے جدا کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے، کیونکہ اس وقت جماع مباح ہے،اور احرام کے بعد بھی نہیں اس لئے کہ تھوڑی سی لذت کے سبب سے مشقت شدیدہ لاحق ہوئی ہے اس کو دونوں یاد کریں گے تو دونوں کی ندامت اور بچنے میں اضافہ ہی ہوگا،اس لئے جدا ہونے کا کوئی معنی نہیں ہے۔

الشدیدة بسبب لذة یسیرة فیزداد ان نَدَمًا وتحرزا فلا معنی للافتراق (۱۲۷۷)ومن جامع بعد الوقوف بعرفة لم یَفْسُد حجه وعلیه بدَنَة ﴾

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ احرام سے پہلے میاں بیوی دونوں کو جدا ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے، کیونکہ احرام سے پہلے جماع جائز ہے اس لئے جدا رکھنے کی ضرورت کیا ہے! اور احرام کے بعد بھی جدا رکھنے کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ جس جگہ جماع کیا ہے جب وہاں آئیں گے تو یاد آئے گا کہ تھوڑی سے جماع کی لذت کی وجہ سے دم بھی دینا پڑا اور دونوں کو دوبارہ حج بھی کرنا پڑا اس لئے دونوں اس جگہ پر شرمندہ بھی ہونگے اور زیادہ سے زیادہ بچنے کی کوشش بھی کریں گے، اس لئے الگ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۲۷۷) جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوگا اور اس پر اونٹ لازم ہے۔

تشریح: وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے بیوی سے جماع کیا تو حج تو ہو گیا کیونکہ وقوف عرفہ تو کر لیا ہے لیکن حلق سے پہلے بیوی حلال نہیں تھی اور نہ سلا ہوا کپڑا اور خوشبو حلال تھے اس لئے اس وقت جماع کیا تو جنایت سنگین ہے اس لئے اونٹ ذبح کرنا ہوگا۔ اور اگر حلق کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو چونکہ خوشبو، اور سلا ہوا کپڑا حلال ہو چکا ہے یہ اور بات ہے کہ بیوی حلال نہیں ہوئی ہے اس لئے جرم اتنا سنگین نہیں رہا، اسلئے بکری لازم ہوگی، اونٹ کی ضرورت نہیں۔

وجہ : (۱)عن ابن عباس ان رجلا اصاب من اہلہ قبل ان یطوف بالبیت یوم النحر فقال ینحران جزورا بینھما ولیس علیھما الحج من قابل (سنن للبیھقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۷۹، نمبر ۹۸۰۱ رموطا امام مالک باب ھدی من اصاب اہلہ قبل ان یفیض ص ۴۰۶ رمصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۹ کم علیھما ھدیا واحدا او اثنین؟، ج ثالث، ص ۱۶۱، نمبر ۱۳۰۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کر لے تو بدنہ یعنی اونٹ لازم ہوگا اور حج مکمل ہو جائے گا، اگلے سال اس کی قضا لازم نہیں ہے (۲) وقوف عرفہ کے بعد جماع کرنے سے حج فاسد نہیں ہوگا اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الرحمن بن یعمر أن ناسا من أھل نجد أتو رسول اللہ ﷺ و ھو بعرفة فسألوہ فأمر منا دیا فنادی الحج عرفة، من جاء لیلة جمع قبل طلوع الفجر فقد ادرک الحج ۔(ترمذی شریف، باب ما جاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، ص ۲۱۹، نمبر ۸۸۹ رابوداود شریف، باب من لم یدرک عرفة، ص ۲۸۵، نمبر ۱۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ عرفات پالیا تو حج ہو گیا اس لئے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو حج فاسد نہیں ہوگا۔ (۳) اس حدیث میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ادرک عرفات فوقف بھا والمزدلفة فقدتم حجه ومن فاتہ عرفات فقد فاتہ الحج فلیحل بعمرة وعلیہ الحج من قابل (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی، ص ۲۱۲، نمبر ۲۴۹۷) اس حدیث میں ہے کہ وقوف عرفہ کر لیا تو حج پورا ہو گیا۔

۱؎ خلافا للشافعیؒ فیما اذا جامع قبل الرمی ۲؎ لقوله ﷺ من وقف بعرفة فقد تم حجه ۳؎ وانما تجب البدنةلقول ابن عباسؓ ۴؎ اولانه اعلی انواع الارتفاق فیتغلّظ موجَبه

ترجمه: ۱؎ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہیں اس صورت میں جبکہ رمی سے پہلے جماع کیا ہو۔

تشریح:۔امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے پہلے پہلے جماع کیا ہوتو چاہے وقوف عرفہ کر چکا ہو پھر بھی حج فاسد ہوجائے گا۔موسوعہ میں عبارت یہ ہے. و اذا اهل الرجل بحج ، او بحج و عمرة ثم اصاب اهله فیما بینه و بین ان یرمی جمرة العقبة [بسبع حصیات و یطوف بالبیت و ان لم یرم جمرة العقبة] بعد عرفة فهو مفسد ۔(موسوعۃ امام شافعی ، باب مایفسد الحج ، ج خامس ،ص ۴۳۹،نمبر ۶۹۱۹) اس عبارت میں ہے کہ احرام کے بعد جمرہ عقبہ سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہوجائے گا۔

وجه : (۱) انکی دلیل یہ ہے کہ جمرہ عقبہ کی رمی سے پہلے خوشبو اور سلا ہوا کپڑا وغیرہ حلال نہیں ہے،اس کے بعد ہی حلق کرانا حلال ہوتا ہے اس لئے جمرہ عقبہ سے پہلے حج کے اہم ارکان باقی ہیں اس لئے اس سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہوجائے گا۔

ترجمه: ۲؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ جو عرفہ میں ٹھہرا اس کا حج پورا ہوگیا۔۔ یہ حنفیہ کی دلیل ہے، یہ حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمه: ۳؎ اور بدنہ حضرت ابن عباسؓ کے قول کی وجہ سے لازم ہوا ہے۔

تشريح : عام حدیث میں ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کر لیا تو حج فاسد نہیں ہوگا لیکن ھدی لازم ہوگا، البتہ حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ اس ہدی سے مراد نہ [یعنی اونٹ یا گائے] لازم ہوگا۔اثر یہ ہے۔عن ابن عباس ان رجلا اصاب من اهله قبل ان یطوف بالبیت یوم النحر فقال ینحران جزورا بینهما و لیس علیهما الحج من قابل (سنن للبیہقی ، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۷۹،نمبر ۹۸۰۱ رموطا امام مالک باب ھدی من اصاب اھلہ قبل ان یفیض ص ۴۰۶ رمصنف ابن ابی شیبة ، ۵۹ کم علیهما هد یا واحدا او اثنین ؟ ،ج ثالث ،ص ۱۶۱،نمبر ۱۳۰۸۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کر لے تو بدنہ یعنی اونٹ لازم ہوگا اور حج مکمل ہوجائے گا۔

ترجمه: ۴؎ یا اس لئے کہ ارتفاق کا اعلی درجہ ہے اس لئے اس کا سبب غلیظ ہوگا۔

تشريح : وقوف عرفہ کے بعد جماع کرنے سے حج تو فاسد نہیں ہوگا لیکن ابھی تک خوشبو وغیرہ کوئی چیز حلال نہیں ہوئی ہے اور اس حال میں لذت کاملہ حاصل کی اس لئے اس کی سزا بھی سنگین ہوگی یعنی بدنہ لازم ہوگا۔

(۱۲۷۸) وان جامع بعد الحلق فعليه شاة ﴾ لـ لبقاء احرامه فی حق النساء دون لبس المخيط وماشبه فخفّت الجناية فاكتفى بالشاة (۱۲۷۹) ومن جامع فی العمرة قبل ان يطوف اربعة اشواط فسدت عمرتُه فيمضی فيها ويقضيها وعليه شاة ﴾

ترجمه : (۱۲۷۸) جس نے حلق کرانے کے بعد جماع کیا اس پر بکری لازم ہے۔

تشریح: حج میں حلق کرا چکا تھا لیکن ابھی طواف زیارت نہیں کیا تھا اور جماع کر لیا تو چونکہ ابھی عورت حلال نہیں ہوئی تھی اس لئے دم لازم ہوگا۔ لیکن خوشبو اور سلا ہوا کپڑا حلال ہو چکے تھے اس لئے جنایت میں تخفیف ہوگئی۔ اس لئے اونٹ کی بجائے بکری لازم ہوگی۔

وجه: (۱) حضرت عبداللہ بن عباس کے اثر میں اس کا اشارہ ملتا ہے۔ عن ابن عباس انه قال فی الذی يصيب اهله قبل ان يفيض يعتمر ويهدی (سنن للبیہقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۷۹، نمبر ۹۸۰۲) اس اثر میں ہدی مطلق ہے اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ حلق کے بعد اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو مطلق ہدی سے بکری مراد ہے۔ (۲) اس اثر میں ہے۔ عن ابن عباس قال علی کل واحد منهما شاه۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۹ کم علیہا ھد یا واحدا او اثنین؟، ج ثالث، ص ۱۶۱، نمبر ۱۳۰۹۲) اس اثر میں ہے کہ ہر ایک پر بکری لازم ہے۔

ترجمه: لـ عورت کے حق میں احرام کے باقی رہنے کی وجہ سے نہ کہ سلے ہوئے کپڑے اور اس کے مشابہ کے بارے میں، اس لئے جنایت ہلکی ہوگئی، اس لئے بکری پر اکتفاء کیا گیا۔

تشریح : حلق کے بعد بیوی حلال نہیں ہوئی ہے لیکن خوشبو، اور سلا ہوا کپڑا وغیرہ حلال ہو چکے ہیں، اس لئے جنایت ہلکی ہوگئی اس لئے سزا میں بھی تخفیف ہوگئی اور صرف بکری لازم کی گئی۔

ترجمه: (۱۲۷۹) جس نے چار شوط طواف کرنے سے پہلے عمرہ میں جماع کیا تو اس نے عمرہ فاسد کر دیا اس لئے وہ عمرہ میں گزرتا رہے گا اور اس کو قضا کرے گا اور اس پر ایک بکری لازم ہے۔

تشریح : چار شوط طواف کر لے تو سات طواف میں سے اکثر ہو گیا تو گویا کہ فرض کی ادائیگی ہوگئی۔ لیکن اگر چار شوط سے کم طواف کیا تو گویا کہ طواف کیا ہی نہیں اور فرض کی ادائیگی نہیں ہوئی اس لئے اگر چار شوط سے پہلے جماع کر لیا تو عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ کیونکہ سات شوط طواف عمرہ میں فرض ہیں اس لئے اس کی قضا لازم ہوگی۔ اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے بکری لازم ہوگی۔ بکری لازم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ حج سے کم درجہ کا ہے اس لئے کم درجہ کا دم لازم ہوگا۔

وجه: (۱) عن سعيد بن جبير ان رجلا اهل هو وامرأته جميعا بعمرة فقضت مناسكها الا التقصير فغشيها

(۱۲۸۰) واذا جامع بعد ما طاف اربعة اشواط او اكثر فعليه شاة ولا تفسد عمرته ﴾ ا وقال الشافعیؒ تفسدفی الوجهین وعلیه بدنةٌاعتبارا بالحج اذ هی فرض عنده کالحج

قبل ان تقصر فسئل ابن عباس عن ذلک فقال انها لشبقه ... وقال لها اهریقی دماقالت ماذا قال انحری ناقة او بقرة او شاة قالت ای ذلک افضل قال ناقة (سنن للبیہقی، باب المعتمر لایقرب امرأتہ الخ، ج خامس،ص۲۸۰، نمبر۹۸۰۶)اس اثر میں ہے کہ حلق سے پہلے جماع کیا تو دم لازم ہوگا۔اسی طرح طواف کرنے سے پہلے جماع کیا تو عمرہ فاسد ہوگا۔اوراس کی قضا کرنی ہوگی اور دم بھی لازم ہوگا۔کیونکہ جب حلق سے پہلے جماع کرنے سے دم لازم ہوا تو طواف کرنے سے پہلے بدرجۂ اولی دم لازم ہوگا۔اور جس طرح وقوف عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہوجاتا ہے اسی طرح عمرہ میں طواف کرنے سے پہلے جماع کرنے سے عمرہ فاسد ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۸۰) اوراگر چار شوط، یا اس سے زیادہ طواف کرنے کے بعد جماع کیا تو اس پر بکری ہے اور عمرہ فاسد نہیں ہوگا۔

تشریح : اگر عمرے میں چار شوط طواف کیا یا اس سے زیادہ طواف کیا اور اس کے بعد جماع کیا تو اس سے عمرہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ اکثر شوط کر چکا ہے تو گویا کہ عمرہ پورا کر چکا ہے، اس لئے عمرہ فاسد نہیں ہوگا،لیکن حلال ہونے سے پہلے جماع کیا ہے اور ارتفاق کامل اٹھایا ہے اس لئے بکری لازم ہوگی۔

ترجمہ: ا امام شافعیؒ نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں فاسد ہوگا اور اس پر بدنہ ہے حج پر قیاس کرتے ہوئے، اس لئے کہ عمرہ بھی انکے یہاں حج کی طرح فرض ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ کے یہاں عمرہ میں صفا مروہ کی سعی فرض ہے اسلئے بیت اللہ کا چار شوط طواف کیا، یا اس سے زیادہ طوف کیا اور اس کے بعد جماع کیا تب بھی عمرہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ ابھی سعی باقی ہے، اور اس پر بکری کے بجائے بدنہ واجب ہوگا، کیونکہ حج کی طرح عمرہ بھی انکے یہاں فرض ہوتا ہے، اور حج فاسد ہونے پر انکے یہاں بدنہ واجب ہے اسی پر قیاس کرتے ہوئے عمرہ فاسد ہونے پر بھی بدنہ واجب ہوگا۔موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔قال الشافعیؒ ....ان تکون العمرة واجبة فان الله عزو جل قرنها مع الحج فقال : و اتمو الحج و العمرة لله (آیت۱۹۶،سورة البقرة ۲) موسوعة امام شافعی، باب ھل تجب العمرة وجوب الحج، ج خامس، ص۹۴، نمبر۵۴۴۳)اس عبارت میں ہے کہ عمرہ حج کی طرح واجب ہے۔

وجہ : (۱) عمرہ واجب ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ و اتمو الحج و العمرة لله (آیت۱۹۶،سورة البقرة ۲) اس آیت میں حج اور عمرے کو ایک ساتھ، لا کر پورا کرنے کے لئے کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ بھی واجب ہے (۲) اس حدیث میں ہے۔عن جابر بن عبد اللهؓ ان رسول الله ﷺ قال الحج و العمرة فریضتان واجبتان . (سنن بیہقی، باب من

۲ ولنا انها سنة فكانت احطّ رتبة منه فتجب الشاة فيها و البدنة فى الحج اظهارا للتفاوت

قال بوجوب العمرة استدلالا بقول اللہ تعالی وأتموا الحج والعمرة للہ[آیت ۱۹۶،سورة البقرة ۲] ،ج رابع ،ص ۵۷۲،نمبر ۸۷۶۰) اس حدیث میں ہے کہ عمرہ فرض ہے اس لئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ فرض ہے۔(۳)عن عائشةؓ انها قالت يا رسول الله هل على النساء جهاد ؟ قال نعم جهاد لا قتال فيه الحج و العمرة جهادهن ۔(سنن بیہقی ،باب من قال بوجوب العمرة استدلالا بقول اللہ تعالی وأتموا الحج والعمرة للہ[آیت ۱۹۶،سورة البقرة ۲] ،ج رابع ،ص ۵۷۱،نمبر ۸۷۵۸)اس حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ جہاد ہے،اور عمرے کو حج کے ساتھ ملا کر فرمایا،جس کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ بھی حج کی طرح واجب ہے۔

اور عمرے میں صفا مروہ کی سعی بھی فرض ہے،(۱) اس کی دلیل یہ حدیث اور اثر ہے. سألنا ابن عمرؓ عن رجل طاف بالبيت فى عمرة و لم يطف بين الصفا و المروة أياتى أمراته ؟ فقال قدم النبي ﷺ فطاف بالبيت سبعا و صلى خلف المقام ركعتين و طاف بين الصفا و المروة سبعا و قد كان لكم فى رسول الله أسوة حسنة دوسری روایت میں اثر ہے۔قال و سألنا جابر بن عبد الله فقال لا يقربنها حتى يطوف بين الصفا و المروة (بخاری شریف ،باب متی یحل المعتمر ؟ص ۲۸۹،نمبر ۱۷۹۳/۱۷۹۴)اس حدیث اور اثر میں ہے کہ صفا مروہ پر سعی سے پہلے عورت حلال نہیں ہے،اس لئے چاہے بیت اللہ کا چار شوط طواف کر چکا ہو پھر بھی جماع کیا تو عمرہ فاسد ہو جائے گا اور بدنہ دینا ہوگا۔(۲) بدنہ واجب ہونے کی دلیل یہ اثر ہے۔ سال الحسن عن امراة قدمت معتمرة فطاف بالبيت و الصفا و المروة فوقع عليها زوجها قبل أن تقصر قال لتهدى هديا بعيرا أو بقرة . (سنن للبیہقی ،باب المعتمر لایقرب امرأته الخ ،ج خامس، ص ۲۸۰،نمبر ۹۸۰۶) اس اثر میں ہے کہ اونٹ یا گائے لازم ہوگا۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے اس لئے حج سے کم درجے کا ہو گیا اس لئے اس میں بکری واجب ہے،اور حج میں بدنہ ہے تفاوت کو ظاہر کرنے کے لئے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرہ سنت ہے اس لئے حج سے کم درجہ ہے،اور سنت جماع سے فاسد ہو جائے تو بکری لازم ہوگی تا کہ فرض اور سنت میں فرق باقی رہے۔

وجه : (۱)عمرہ سنت ہے اس کی دلیل یہ ہے. عن جابر بن عبد اللهؓ انه قال قلت يا رسول الله العمرة واجبة و فريضتها كفريضه الحج ؟ قال لا و ان تعتمر خير لک (سنن بیہقی ،باب من قال العمرة تطوع ،ج رابع ،ص ۵۶۹، نمبر ۸۷۵۱) اس حدیث میں ہے کہ عمرہ نفل ہے۔(۲)۔اس حدیث میں ہے۔عن ابى صالح الحنفى أن رسول الله ﷺ قال : الحج جهاد و العمرة تطوع ۔(سنن بیہقی ،باب من قال العمرة تطوع ،ج رابع ،ص ۵۷۰،نمبر ۸۷۵۳) اس

(۱۲۸۱) ومن جامع ناسیاً کان کمن جامع متعمدا ﴾ ل وقال الشافعیؒ جماع الناسی غیر مفسدللحج وکذلک الخلاف فی جماع النائمة والمکرهة هو یقول الحظر ینعدم بهذه العوارض فلم یقع الفعل

حدیث مرسل میں ہے کہ عمرہ نفل ہے۔

ترجمہ: (۱۲۸۱) کسی نے بھول کر جماع کیا تو ایسا ہے کہ جان کر جماع کیا ہو۔

تشریح : حج اور عمرے کی حالت میں جان کر جماع کیا تب بھی وہی حکم ہے اور بھول کر جماع کیا تب بھی وہی حکم ہے یعنی وقوف عرفہ کے بعد حج فاسد نہیں ہوگا، اور بدنہ واجب ہوگا، اور وقوف عرفہ سے پہلے حج فاسد ہو جائے گا۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ احرام کی حالت یاددلانے والی ہے اس لئے بھول کا اعتبار نہیں ہے، اس کا حکم بھی جان کر کرنے کی طرح ہے ، اس کے برخلاف روزے کی حالت یاد دلانے والی نہیں ہے اس لئے بھول کر جماع کیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ حج میں سزا فائدہ اٹھانے پر ہوتا ہے، اور اس نے فائدہ اٹھایا ہے چاہے بھول کر ہی اٹھایا ہو اس لئے اس پر سزا ہوگی۔

ترجمہ: ل حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بھول کر جماع کرنا حج کو فاسد نہیں کرتا، اور ایسے ہی اختلاف ہے سوئی ہوئی عورت کے جماع میں، اور زبردستی کی ہوئی عورت کے جماع میں۔ وہ فرماتے ہیں حرمت ان عوارض کیوجہ سے معدوم ہو جاتی ہے اس لئے یہ فعل جنایت ہی نہ ہوا۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بھول کر کے احرام کی حالت میں جماع کر لے تو اس سے نہ حج اور عمرہ فاسد ہوگا اور نہ اس پر دم لازم ہوگا، اسی طرح سوئی ہوئی عورت سے جماع کر لے تو اس کا نہ حج فاسد ہوگا اور نہ اس پر دم لازم ہوگا، اسی طرح کسی عورت سے زبردستی جماع کر لے تو اس عورت کا نہ حج فاسد ہوگا اور نہ اس پر دم لازم ہوگا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ **و لو فعله نا سیا أو جاهلا ثم علمه فترکه علیه ساعة و قد امکنه ازالته عنه بنزع ثوب أو غسل طیب افتدی ....و لا یفتدی اذا نزعه بعد الامکان** ۔ (موسوعة امام شافعیؒ، باب لبس المحرم وطیبه جاهلا، ج خامس، ص ۱۷۷، نمبر ۵۸۰۳) اس عبارت میں ہے کہ بھول کر خوشبو لگایا ہو تو فدیہ لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ معذور ہے۔ مکرھۃ: کرہ سے مشتق ہے، زبردستی کی ہوئی۔ الحظر: کسی بات کا حرام ہونا، ممنوع ہونا۔

وجہ : (۱) وہ فرماتے ہیں کہ بھولنے کی وجہ سے یا سونے کی وجہ سے یا زبردستی کرنے کی وجہ سے وہ معذور ہے اس لئے گویا کہ جماع اس کے لئے حرام نہیں رہا، اور جب حرام نہیں رہا تو فعل جنایت بھی نہیں ہوا، اس لئے حج فاسد نہیں ہوگا، اور نہ اس پر دم لازم ہوگا۔ **(۲) حدثنی صفوان بن یعلی بن امیة عن ابیه أن رجلا اتی النبی ﷺ و هو بالجعرانة و علیه جبة و علیه اثر**

جناية ۲ ولنا ان الفساد باعتبار معنى الارتفاق فی الاحرام ارتفاقاً مخصوصاً وهذا لا ينعدم بهذه العوارض ۳ والحج ليس فی معنی الصوم لان حالات الاحرام مذكّرة بمنزلة حالات الصلوة بخلاف الصوم والله اعلم

الخلوق أو قال صفرة فقال كيف تأمرنی أن اصنع فی عمرتی ؟ .....قال اين السائل عن العمرة ؟ اخلع عنک الجبة و اغسل اثر الخلوق عنک و انق الصفرة و اصنع فی عمرتک كما تصنع فی حجک . (بخاری شریف، باب یفعل بالعمرة مایفعل بالحج، ص ۲۸۸، نمبر ۱۷۸۹) اس حدیث میں انجانے میں خوشبو لگائی ہے تو صرف اس کو دور کرنے کیلئے کہا اس پر دم لازم نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ بھول کر کرنے سے وہ کام جنایت نہیں رہتا۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ فساد اس اعتبار سے ہے کہ احرام کی حالت میں مخصوص فائدہ اٹھانا ہے، اور یہ ان عوارض سے ختم نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، حج فاسد ہونے کی بنیاد احرام کی حالت میں جماع کر کے خاص فائدہ اٹھانا ہے، اور یہ عوارض ہوں تب بھی فائدہ اٹھانا تو پایا گیا، مثلا بھول سے جماع کیا تب بھی لذت اٹھائی گئی، اور زبردستی جماع کیا تب بھی لذت اٹھائی، اور جب ارتفاق کامل ہوا تو حج فاسد ہوگا، یہی وجہ ہے کہ بھول سے یا زبردستی جماع کیا تو غسل واجب ہوگا، اور اس جماع سے حرمت مصاہرت بھی ثابت ہوگی، پس جب یہ احکام نافذ ہونگے تو حج بھی فاسد ہوگا۔

ترجمہ: ۳ اور حج روزے کے معنی میں نہیں ہے، اس لئے کہ احرام کی حالت یاددلانے والی ہے، اس لئے یہ نماز کی حالت کے درجے میں ہے، بخلاف روزے کے [اس لئے کہ وہ یاددلانے والی حالت نہیں ہے]

تشریح : یہ دوسری دلیل ہے کہ روزے کی حالت میں آدمی کو روزہ یاد نہیں رہتا اس لئے اس میں بھول سے جماع کرلے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن احرام کی حالت یاددلانے والی ہے جیسے نماز کی حالت یاددلانے والی ہے، چنانچہ کوئی نماز کی حالت میں بھول سے جماع کرلے تب بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے، اسی طرح حج کی حالت میں بھول سے بھی جماع کرلے تو حج فاسد ہو جائے گا، حج نماز کے مشابہ ہے، روزے کے مشابہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿ فصل فی جناية الطواف ﴾

(١٢٨٢)ومن طاف طواف القدوم محدثا فعليه صدقة ﴾ ١ وقال الشافعیؒ لا يعتد به لقوله ﷺ الطواف صلوٰة الا ان الله تعالیٰ اباح فيه المنطق فتكون الطهارة من شرطه

﴿ فصل فی جنایۃ الطّواف ﴾

ترجمہ : (١٢٨٢)جس نے طواف قدوم محدث ہوکر کیا تو اس پر صدقہ ہے۔

تشریح: طواف قدوم وضو کی حالت میں کرنا چاہئے لیکن کسی نے حدث کی حالت میں طواف قدوم کرلیا تو اس پر صدقہ لازم ہوگا۔

وجہ : (١)حدیث میں ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے اور نماز میں وضو ضروری ہے اس لئے طواف میں بھی وضو ضروری ہوگا۔اس لئے اگر بغیر وضو کے طواف قدوم کیا تو صدقہ لازم ہوگا۔حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے ۔عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلم الا بخير (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکلام فی الطّواف ص١٩٠ حدیث نمبر ٩٦٠ رنسائی شریف، باب اباحۃ الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ٢٨ نمبر ٢٩٢٥)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف نماز کی طرح ہے اس لئے طواف میں بھی وضو شرط ہے (٢) دوسری حدیث میں ہے۔ عن عائشة انها قالت قدمت مكة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة قالت فشكوت ذلك الى رسول الله فقال افعلی كما يفعل الحاج غير ان لا تطوفی بالبيت حتى تطهری (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت ص ٢٢٣ نمبر ١٦٥٠)اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ طہارت کے بغیر طواف نہ کرے۔(٣) اس حدیث میں طواف کے لئے وضو کا ذکر ہے۔اخبرتنی عائشةؓ ان اول شیء بدأ به حين قدم انه توضأ ثم طاف بالبيت ثم لم تكن عمرة ۔ (بخاری شریف، باب الطاف علی وضوء، ص ٢٦٥، نمبر ١٦٤١) اس حدیث میں ہے کہ وضو کر کے طواف کیا، جس سے معلوم ہوا کہ طواف کے لئے وضو ضروری ہے۔

ترجمہ: ١ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حدث کی حالت میں کئے ہوئے طواف کا اعتبار ہی نہیں ہے۔حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ طواف نماز کی طرح ہے، مگر یہ کہ اللہ نے اس میں بات کرنا مباح قرار دیا، اس لئے طہارت طواف کی شرط میں سے ہوگی۔

تشریح : امام شافعیؒ بتاتے ہیں کہ بغیر وضو کے طواف کیا تو اس طواف کا اعتبار ہی نہیں ہے اس لئے کہ طہارت طواف کی شرط میں سے ہے ۔اور دلیل میں اوپر والی حدیث ہے۔الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه (ترمذی شریف، نمبر ٩٦٠ رنسائی شریف نمبر ٢٩٢٥)۔لیکن موسوعہ کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ انکے یہاں بھی طواف کے لئے وضو شرط نہیں

۲ ولنا قوله تعالیٰ وليطّوّفوا بالبيت العتيق من غير قيد الطهارة فلم تكن فرضا ۳ ثم قيل هی سنة و الاصحّ انها واجبة لانه يجب بتركها الجابر ولان الخبر يوجب العمل فيثبت به الوجوب ۴ فاذا شرع

ہےالبتہ بہتر ہے کہ وضو ہو موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔المسئلة ۴۴۸۔يجوز الطواف على غير وضوء و لا شيء عليه و لا اعادة ، و اذا أجنب الانسان فهو كالطائف على غير وضوء يجوز لهما الطواف ، و يستحب كون الانسان على طهارة . (موسوعۃ امام شافعی، باب الخلاف فی الطّواف علی غیر طھارۃ، ج خامس، ص۲۷۳، نمبر۶۲۰۴) اس عبارت میں ہے کہ بغیر طہارت کے طواف کر لیا تو طواف ادا ہو جائے گا البتہ اچھا نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل اللہ تعالی کا قول ﴿وليطوفوا بالبيت العتيق﴾ (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) ہے بغیر طہارت کی قید کے، اس لئے طہارت فرض نہیں ہوگی۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ پرانے گھر کا طواف کرو، اور اس میں طہارت کی قید نہیں لگائی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ بغیر طہارت کے طواف کیا جا سکتا ہے، طہارت فرض نہیں ہے، لیکن اوپر کی حدیث میں طہارت کے طرف اشارہ ہے اس لئے حدیث کی وجہ سے طہارت سنت، یا واجب قرار دی گئی۔

ترجمہ: ۳ پھر کہا گیا ہے کہ طواف کے وقت وضو سنت ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وضو واجب ہے، اس لئے کہ اس کے چھوڑنے پر تلافی کرنے والی چیز واجب ہوتی ہے، اور اس لئے کہ حدیث عمل کو واجب کرتی ہے اس لئے اس سے وجوب ثابت ہو گا۔

تشریح : طواف کے وقت وضو کرنا بعض حضرات نے فرمایا کہ سنت ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ واجب ہے۔ اس کی دو دلیلیں دے رہے ہیں [۱] ایک یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے سے تلافی واجب ہوتی ہے، اور جس چیز کے چھوڑنے سے تلافی واجب ہو وہ واجب ہوتی ہے، اس لئے وضو واجب ہونا چاہئے۔ [۲] دوسری دلیل یہ ہے کہ اوپر کی حدیث سے وضو ثابت ہے، اور حدیث پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے وضو کرنا واجب ہوگا۔ الخبر : سے مراد حدیث ہے۔

وجہ :(۱) حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال الطواف حول البيت مثل الصلوة الا انكم تتكلمون فيه فمن تكلم فيه فلا يتكلم الا بخير (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الکلام فی الطّواف ص۱۹۰ حدیث نمبر ۹۶۰ رنسائی شریف، باب اباحۃ الکلام فی الطّواف ج ثانی ص ۲۸ نمبر ۲۹۲۵) اس حدیث میں ہے کہ طواف نماز کی طرح ہے، یعنی جس طرح نماز بغیر وضو کے جائز نہیں اسی طرح طواف بھی بغیر وضو کے جائز نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴ پس جب طواف قدوم کو شروع کیا حالانکہ وہ سنت ہے، لیکن شروع کرنے سے واجب ہو گیا، اور طہارت کے

فی هذا الطواف وهو سنة یصیر واجبًا بالشروع ویداخله نقص بترک الطهارة فیجبر بالصدقة اظهارا لدنوّ رتبته عن الواجب بایجاب الله تعالیٰ هو طواف الزیارة ۵؎ وکذا الحکم فی کل طواف هو تطوع (۱۲۸۳)ولو طاف طواف الزیارة محدثا فعلیه شاة ؎ ۱؎ لانه ادخل النقص فی الرکن فکان افحش من الاول فیجبر بالدم (۱۲۸۴)وان کان جنبا فعلیه بدنة

چھوڑنے سے اس میں نقص داخل ہوگیا تو اس نقص کو صدقہ سے پورا کیا جائے گا اللہ تعالی کی جانب سے واجب کئے ہوئے سے رتبے کو کم ظاہر کرنے کے لئے ،اور وہ طواف زیارت ہے۔

تشریح : وضو کے بغیر طواف قدوم کیا تو اس میں صدقہ کیوں واجب ہے!اس کی دلیل عقلی بیان فرما رہے ہیں ،کہ طواف قدوم ہے تو سنت ،لیکن شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہوگیا تو گویا کہ اب طواف قدوم واجب ہوگیا ،اور وضو چھوڑ کر اس طواف میں نقص پیدا کر دیا اسلئے اس نقص کو پورا کرنے کے لئے صدقہ واجب ہوا۔باقی صدقہ واجب کیوں کیا بکری واجب کیوں نہ کیا؟اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اللہ کے فرض کرنے سے طواف زیارت فرض ہے،اس لئے اس کا رتبہ بڑا ہے،اور طواف قدوم سنت ہے اس کا مرتبہ طواف زیارت سے کم ہے،اس رتبے کی کمی کو ظاہر کرنے کے لئے صدقہ واجب کیا،اور طواف زیارت حدث کی حالت میں کرے تو اس میں بکری واجب کی

ترجمہ: ۵؎ ہر نفلی طواف میں یہی حکم ہے۔

تشریح : ہر نفلی طواف کا حکم یہی ہے کہ اگر بغیر وضو کے طواف کیا تو اس پر صدقہ واجب ہے۔یعنی آدھا صاع گیہوں واجب ہے۔

ترجمہ: (۱۲۸۳) اگر طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا تو اس پر بکری ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ فرض میں نقص داخل کیا تو یہ پہلے سے بدتر حرکت ہے،اس لئے اس کی تلافی دم سے کی جائے گی۔

تشریح : طواف زیارت فرض ہے اس لئے اس کو بغیر وضو کے کیا تو طواف قدوم سے بدتر حرکت ہے کیونکہ وہ سنت ہے،اور طواف قدوم میں صدقہ واجب تھا تو طواف زیارت میں بکری لازم ہوگی۔

ترجمہ : (۱۲۸۴)اور اگر طواف زیارت جنبی ہوکر کیا تو اس پر بدنہ ہے۔

تشریح : طواف زیارت فرض ہے،اور جنبی ہوکر طواف زیارت کیا تو گویا کہ طواف کیا ہی نہیں اس لئے بدنہ لازم ہوگا۔

وجہ : (۱)اس اثر میں ہے کہ کوئی چیز چھوٹ جائے تو اس پر دم ہے۔ عن ابن عباس انه قال من نسی شیئا من نسکه أو ترکه فلیهرق دما (دار قطنی کتاب الحج ،ج ثانی ،ص ۲۱۵ ،نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴ رموطا امام مالک ،باب ما یفعل من نسی من نسکہ شیئا ص

۱؎ كذا روى عن ابن عباس ۲؎ ولان الجنابة اغلظ من الحدث فيجبُ جبر نقصانها بالبدنة اظهارا للتفاوت (۱۲۸۵)وكذا اذا طاف اكثره جنبا او محدثا ﴾ ۱؎ لان اكثر الشئ له حكم كله (۱۲۸۶)والافضل ان يعيدالطواف مادام بمكةولاذبح عليه﴾

۴۵۰؎ سنن للبیہقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی، ج خامس ،ص ۲۴۸،نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی چیز چھوٹ جائے تو اس پر دم ہے۔(۲)اور جنابت کی حالت میں یا حیض کی حالت میں طواف کرنا ہی نہیں چاہئے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔عن عائشة انها قالت قدمت مكة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة قالت فشكوت ذلك الى رسول الله فقال افعلى كما يفعل الحاج غير ان لا تطوفى بالبيت حتى تطهرى (بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطّواف بالبیت ص ۲۲۳ نمبر ۱۶۵۰ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع و القران،ص ۵۰۷،نمبر ۱۲۱۱/ ۲۹۱۸) اس حدیث میں ہے کہ پاکی کے بغیر طواف جائز نہیں۔

ترجمہ: ۱؎ ایسے ہی ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

تشریح : حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نہیں مل پایا۔

ترجمہ: ۲؎ اوراس لئے کہ جنابت حدث سے زیادہ غلیظ ہے اس لئے اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے بدنہ واجب کیا جائے گا فرق کو ظاہر کرنے کے لئے۔

تشریح : حدث کی حالت میں طواف کرنا برا ہے جس میں بکری لازم کی گئی،اور جنابت کی حالت میں طواف کرنا اس سے بدتر ہے اس لئے اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے بدنہ واجب کیا گیا تا کہ حدث اور جنابت میں فرق ہو جائے۔

ترجمہ : (۱۲۸۵)ایسے ہی اگر اکثر طواف جنبی کی حالت میں کیا، یا حدث کی حالت میں کیا۔

ترجمہ : ۱؎ اسلئے کہ اکثر شیء کا حکم کل کا حکم ہے۔

تشریح : [۱]اگر اکثر طواف قدوم حدث کی حالت میں کیا تو اس پر صدقہ ہے۔[۲]اکثر طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا تو اس پر بکری لازم ہے[۳]اکثر طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا تو اس پر بدنہ لازم ہے، مثلا سات شوط میں سے چار شوط طواف حدث کی حالت میں کیا، یا جنابت کی حالت میں کیا تو اس کو اکثر کہتے ہیں،اور اکثر کا حکم کل کا حکم ہے،اس لئے جو دم یا صدقہ کل پر ہے وہی دم یا صدقہ اکثر پر لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۲۸۶) افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ رہے تو طواف لوٹالے،اوراس پر ذبح کرنا نہیں ہے۔

تشریح : طواف قدوم، یا طواف زیارت حدث کی حالت میں جنابت کی حالت میں کیا تو اس پر یہ ہے کہ اس کو دوبارہ پاکی کی

۱؎ وفی بعض النسخ وعليه ان يعيدوا لاصح ان يومر بالاعادة فی الحديث استحبابا وفی الجنابة ايجابالفحش النقصان بسبب الجنابة وقصوره بسبب الحدث ۲؎ ثم اذااعاده وقدطافه محدثالاذبح عليه وان اعاده بعد ايام النحر لان بعد الاعادة لا تبقی الاشبهةُ النقصان ۳؎ وان اعاده وقد طافه جنبا فی ايام النحرفلا شئ عليه لانه اعاده فی وقته وان اعاده بعد ايام النحر لزمه الدم عندابی حنيفةؒ

حالت میں کر لے، اگر اس نے دوبارہ طواف کر لیا تو اس پر جو صدقہ یا دم لازم ہوا تھا وہ لازم نہیں ہوگا، ساقط ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نقصان کی وجہ سے صدقہ یا دم لازم تھا اس نقصان کو پورا کر دیا اس لئے اب جرمانہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ ۱؎ اور بعض نسخے میں ہے کہ اس پر ضروری ہے کہ لوٹائے۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ حدث کی صورت میں استحبابی طور پر لوٹانے کا حکم دیا جائے گا، اور جنابت کی صورت میں وجوبی طور پر حکم دیا جائے گا، جنابت کے سبب سے نقصان زیادہ ہونے کی وجہ سے، اور حدث کے سبب سے نقصان کے کم ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : بعض نسخے میں ہے کہ طواف لوٹانا واجب ہے، اس کا مطلب بتاتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ حدث کی حالت میں طواف کیا ہے تو اس کا لوٹانا مستحب ہے کیونکہ نقصان کم ہے، اور اگر جنابت کی حالت میں طواف کیا ہے تو لوٹانا واجب ہے، کیونکہ نقصان بہت زیادہ ہے۔

ترجمہ : ۲؎ پس جبکہ طواف کر لیا، اور حال یہ ہے کہ طواف محدث ہو کر کیا تو اس پر ذبح نہیں ہے، اگر چہ ایام نحر کے بعد لوٹایا ہو، اس لئے کہ لوٹانے کے بعد نہیں باقی رہا مگر نقصان کا شبہ۔

تشریح : طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا تھا اور اس کو دوبارہ لوٹا لیا تو چاہے ذی الحجہ کے بارہویں تاریخ کے بعد طواف کیا پھر بھی اس سے ذبح ساقط ہو گیا اب اس پر دم نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث کی حالت میں طواف کرنے کی وجہ سے پہلے بھی نقصان کم تھا، اب اس کو لوٹا لیا تو اب جرم اور بھی کم ہو گیا اس لئے ذبح ساقط ہو گیا، اس لئے صرف نقصان کا شبہ باقی رہ گیا، اس لئے دم ساقط ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳؎ اگر طواف ایام نحر میں واپس لوٹایا اور حال یہ ہے کہ طواف زیارت جنبی ہو کر کیا تھا، تو اس پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ اپنے وقت میں واپس کیا ہے، اور اگر ایام نحر کے بعد لوٹایا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تاخیر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا، جیسا کہ انکا مذہب پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

تشریح : اگر طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا تھا اور اس کو ایام نحر یعنی بارہویں تاریخ سے پہلے پہلے لوٹا لیا تو اس پر نہ دم لازم ہوگا اور نہ صدقہ لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایام نحر جو طواف زیارت کا دن تھا اس میں لوٹا لیا۔ اور اگر ایام نحر کے بعد لوٹایا تو امام

بـالتـاخير على ماعرف من مذهبه (۱۲۸۷) ولـو رجـع الـى اهله وقد طافه جنباعليه ان يعود ﴾ ل لان النقص كثيرفيؤمربالعودداستدراكاله ويعود باحرامٍ جديد (۱۲۸۸)وان لم يَعُدْ وبعث بدنة اجزاه﴾ ل لـمـا بيـنـاانه جابرله الا ان الافضل هو العود (۱۲۸۹)ولـو رجـع الـى اهـله وقد طافه محدثا ان عاد

ابوحنیفہؒ کا مذہب پہلے گزر چکا ہے کہ ایام نحر کے بعد طواف زیارت کیا تو اس تاخیر کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ جنابت کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوگا کیونکہ طواف لوٹا لیا ہے۔

ترجمه : (۱۲۸۷)اور اگر اپنے گھر کی طرف واپس آ گیا، اور طواف زیارت جنبی ہو کر کیا ہو تو اس پر ہے کہ واپس لوٹے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ نقص بہت ہے اس کی تلافی کرنے کے لئے لوٹنے کا حکم دیا جائے گا، اور نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا۔

تشريح : طواف زیارت جنبی ہو کر کیا تھا اور اس کو لوٹایا بھی نہیں کہ وطن واپس ہو گیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ مکہ مکرمہ واپس آ کر طواف لوٹائے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ نقصان بڑا ہے جنبی ہو کر طواف زیارت کیا ہے اس لئے اس کی تلافی کے لئے مکہ واپس آ کر طواف لوٹانے کا حکم دیا جائے گا، پس اگر میقات سے گزرنا ہوا تو نیا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ واپس آئے اور طواف زیارت کو لوٹائے (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ حـدثنا ابی الزناد عن الفقهاء الذين ينتهي الى قومهم من اهل المدينة كانوا يقولون من نسي ان يـفيـض حتـى رجـع الـى بـلاده فهـو حرام حين يذكر حتى يرجع الى البيت فيطوف به،فان اصاب الـنسـاء اهدى بدنة (سنن للبیہقی، باب التحلل بالطّواف اذا کان قدّسعی عقیب طواف القدوم، ج خامس، ص ۲۳۸، نمبر ۹۶۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت نہ کیا ہو تو ہمیشہ محرم باقی رہے گا اور اس درمیان بیوی سے صحبت کی تو اونٹ کا دم دینا ہوگا۔ اور اس نے چونکہ جنبی کی حالت میں طواف کیا ہے تو گویا کہ اس نے طواف کیا ہی نہیں اس لئے اس کو دوبارہ آنا چاہئے۔

ترجمه: (۱۲۸۸)اور اگر واپس نہیں آیا اور بدنہ بھیج دیا تب بھی کافی ہے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ بدنہ تلافی کے لئے ہے، مگر افضل یہ ہے کہ واپس لوٹے۔

تشريح : جنبی ہو کر طواف زیارت کیا اس لئے مکہ واپس آنا چاہئے تھا، لیکن واپس نہیں آیا اور جرم کے بدلے میں بدنہ بھیج دیا تب بھی کافی ہے، کیونکہ جنبی ہو کر طواف زیارت کرنے پر بدنہ ہی لازم تھا، اور اس نے بدنہ بھیج دیا اس لئے تلافی ہو گئی اور طواف تو پہلے ہی کر چکا ہے، البتہ بہتر یہ تھا کہ خود واپس آ کر طواف لوٹاتا۔

ترجمه: (۱۲۸۹)اگر اپنے اہل کی طرف لوٹ گیا اور حال یہ ہے کہ طواف زیارت محدث ہو کر کیا تھا، اگر واپس آئے اور طواف لوٹائے تو جائز ہے، اور اگر بکری بھیج دی تو افضل ہے۔

وطاف جاز وان بعث بالشاة فهوافضل ﴾ ل لانـه خفّ معنى النقصان وفيه نفع للفقراء (۱۲۹۰) ولو لـم يـطف طواف الزيارة اصلا حتى رجع الى اهله فعليه ان يعود بذلک الاحرام ﴾ ل لانعدام التحلّل منه وهومحرم عن النساء ابداحتى يطوف

ترجمه : ل اس لئے کہ نقصان کا معنی ہلکا ہے، اور اس میں فقراء کا نفع ہے۔

تشریح : طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا تھا، اور اپنا وطن چلا گیا، پس اگر مکہ واپس آئے اور طواف لوٹائے تو بھی جائز ہے، لیکن اگر مکہ مکرمہ نہ آئے صرف بکری بھیج دے تو یہ افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں نقصان ہلکا ہے، اور بکری بھیجنے میں فقراء کا فائدہ ہے اس لئے بکری بھیجے یہ افضل ہے۔

وجه :(۱) اس اثر میں ہے .عن الحسن فی رجل طاف الطواف الواجب فجعل يجتاز فی الحجر قال : يعيد الطواف ، فان كان حل و غشى النساء أهرق لذالک دما ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۸۹ فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافہ دخولا فی الحجر، ج ثالث، ص ۲۴۳، نمبر ۱۳۹۳۹) اس اثر میں ہے کہ اگر حلال ہو گیا اور بیوی سے جماع کر لیا تو دم دے۔ یہاں واجب چھوڑ کر وطن جا چکا ہے اس لئے دم دینا بہتر ہے۔

ترجمه: (۱۲۹۰) اگر طواف زیارت بالکل نہیں کیا یہاں تک کہ وطن واپس ہو گیا تو اس پر لازم ہے کہ اسی احرام کے ساتھ مکہ مکرمہ لوٹے۔

ترجمه : ل احرام سے حلال نہ ہونے کی وجہ سے، اور وہ عورتوں سے ہمیشہ محرم ہے یہاں تک کہ طواف کرے۔

تشریح :اگر طواف زیارت جو فرض ہے بالکل کیا ہی نہیں اور اپنا وطن واپس ہو گیا، اس پر لازم ہے کہ اسی احرام کے ساتھ واپس مکہ مکرمہ واپس آئے اور طواف زیارت کرے۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کے تین فرضوں میں سے ایک اہم فرض کو چھوڑ دیا ہے، اور حلق کرانے کے بعد اگر چہ اس کے لئے خوشبو، اور سلا ہوا کپڑا وغیرہ حلال ہو چکے ہیں، لیکن ابھی تک عورت حلال نہیں ہوئی ہے، اور طواف زیارت کرنے تک اسکے لئے بیوی حلال نہیں ہے اس لئے اسکے لئے ضروری ہے کہ مکہ مکرمہ واپس آئے۔ (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ حدثنا ابی الزناد عن الفقهاء الذين ينتهى الى قومهم من اهل المدينة كانوا يقولون من نسى ان يفيض حتى رجع الى بلاده فهو حرام حين يذكر حتى يرجع الى البيت فيطوف به،فان اصاب النساء اهدى بدنة (سنن للبیہقی، باب التحلل بالطّواف اذا کان قد سعی عقیب طواف القدوم، ج خامس، ص ۲۳۸، نمبر ۹۶۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت نہ کیا ہو تو ہمیشہ محرم باقی رہے گا، اور بیوی بھی اس کے لئے حلال نہیں ہے، اس لئے اس کو واپس آ کر طواف زیارت کرنا چاہئے۔ (۳) اس

(١٢٩١)ومن طاف طواف الصدر محدثا فعليه صدقة ﴾ ل لانه دون طواف الزيارة وان كان واجبا فلابد من اظهار التفاوت ٢ وعن ابى حنيفةؒ انه تجب شاة الا ان الاول اصح (١٢٩٢)ولو طاف جنبا فعليه شاة﴾ ل لانه نقص كثير ثم هو دون طواف الزيارة فيكتفى بالشاة (١٢٩٣)ومن ترك من طواف الزيارة ثلثة

حدیث کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کے لئے واپس آنا چاہئے۔ عن عائشةؓ ان صفية بنت حيي زوج النبي ﷺ حاضت فذكرت ذالك لرسول الله فقال أحابستنا هي ؟ قالوا انها قد افاضت ، قال فلا اذا . (بخاری شریف، باب اذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، ص ٢٨٣، نمبر ١٧٥٧) اس حدیث میں ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ طواف زیارت نہیں کی تو حضرت صفیہؓ کی وجہ سے ہمیں رکنا پڑے گا، اس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت نہ کیا ہو تو طواف زیارت کے لئے رکنا پڑے گا، اور وطن چلا گیا ہو تو وہاں سے آنا ہوگا۔ (۴) طواف زیارت فرض ہے اس کی دلیل یہ آیت گزر چکی ہے ۔ و ليوفوا نذورهم و ليطوفوا بالبيت العتيق۔ (آیت ٢٩، سورة الحج ٢٢) اس آیت میں ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہئے، اس آیت سے طواف زیارت فرض ہے۔

ترجمه: (١٢٩١) جس نے طواف وداع حدث کی حالت میں کیا اس پر صدقہ ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ یہ طواف زیارت سے کم درجہ ہے، اگر چہ یہ واجب ہے لیکن تفاوت کا اظہار ضروری ہے۔

تشریح: طواف صدر جسکو طواف وداع بھی کہتے ہیں یہ واجب ہے، تاہم اس کی حیثیت طواف زیارت سے کم ہے اسلئے کہ وہ فرض ہے، اس لئے دونوں کے درمیان تفاوت ظاہر کرنے کے لئے طواف صدر کو حدث کی حالت میں کرنے پر صدقہ لازم ہوگا۔

لغت: طواف صدر : طواف وداع جو آخری وقت میں کیا جاتا ہے، اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں۔

ترجمه: ٢ امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ بکری واجب ہوگی، مگر یہ کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: امام ابو حنیفہؒ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ طواف صدر حدث کی حالت میں کیا ہو تو بکری لازم ہوگی، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

ترجمه: (١٢٩٢) اور اگر طواف صدر جنابت کی حالت میں کیا تو اس پر بکری ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ نقص زیادہ ہے، اور یہ طواف زیارت سے کم ہے اس لئے بکری پر اکتفا کیا جائے گا۔

تشریح: اگر طواف وداع جنابت کی حالت میں کیا تو کافی نقص رہ گیا اس لئے اسکی تلافی کے لئے بکری لازم ہوگی، کیونکہ یہ طواف زیارت سے کم ہے، اور طواف زیارت میں بدنہ لازم ہوتا ہے تو اس میں بکری لازم ہوگی۔

ترجمه: (١٢٩٣) اگر طواف زیارت میں سے تین شوط یا اس سے کم چھوڑ دیا تو اس پر بکری ہے۔

اشواط فما دونها فعليه شاة ﴾ لے لان النقصان بترک الاقل يسير فاشبه النقصان بسبب الحدث فيلزمه شاة (۱۲۹۴) **فلو رجع الى اهله اجزاه ان لايعود ويبعث شاة** ﴾ لے لما بينا (۱۲۹۵) **ومن ترک اربعة اشواط بقى محرما ابداً حتى يطوفها** ﴾ لے لان المتروک اکثر فصار کانه لم يطف اصلاً

ترجمہ : لے اس لئے کہ کم شوط چھوڑنے سے نقصان کم ہے تو حدث کے سبب سے جو نقصان ہوتا ہے اس کے مشابہ ہو گیا، اس لئے بکری لازم ہوگی۔

تشریح : طواف زیارت فرض ہے۔ پس اگر زیادہ شوط یعنی چار شوط طواف کیا اور اس سے کم چھوڑے تو اس پر بکری لازم ہوگی۔

وجہ : (۱) اس کی دلیل عقلی یہ ہے کہ چار شوط سے کم طواف زیارت چھوڑا تو یہ نقصان ہلکا ہے، تو ایسا سمجھو کہ طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا تو اس پر بکری لازم ہوتی ہے تو تین شوط چھوڑنے میں بھی بکری لازم ہوگی، کیونکہ دونوں کا نقصان جنابت والے سے کم ہے۔ (۲) اس اثر سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ عن ابن عباس انه قال من نسی شيئا من نسکه أو ترکه فليهرق دما (دار قطنی کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴ رموطا امام مالک، باب ما يفعل من نسی من نسکه شيئا ص ۴۵۰ ر سنن للبیھقی، باب من ترک شيئا من الرمی حتی يذهب ايام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ نسک میں سے کچھ چھوٹ جائے تو دم لازم ہوگا۔ اور یہاں فرض طواف میں سے کچھ چھوٹا ہے اس لئے دم لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۲۹۴) پس اگر اپنا وطن واپس ہو گیا تو کافی ہے کہ نہ لوٹے اور بکری بھیج دے۔

ترجمہ : لے اس دلیل کی وجہ سے جو میں بیان کیا۔

تشریح : طواف زیارت میں تین شوط یا اس سے کم چھوڑا، اور چار شوط کر لیا تو اکثر ادا کر دیا اس لئے گویا کہ طواف زیارت ادا کر لیا، البتہ تین شوط چھوڑنے کا نقصان ہے لیکن ہلکا نقصان ہے، اور وہ گھر جا چکا ہے اس لئے بکری بھیج دے تو بہتر ہے کیونکہ اس میں فقرا کا فائدہ ہے۔

ترجمہ : (۱۲۹۵) اگر طواف زیارت میں سے چار شوط چھوڑ دیئے تو ہمیشہ محرم باقی رہے گا یہاں تک کہ طواف کرے۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ جو چھوڑا ہے وہ زیادہ ہے تو گویا کہ اس نے بالکل طواف ہی نہیں کیا۔

تشریح : طواف زیارت میں سے چار شوط نہیں کیا تو اکثر طواف نہیں کیا تو گویا کہ طواف کیا ہی نہیں اس لئے جب تک طواف فرض نہ کرے بیوی کے بارے میں محرم ہی باقی رہے گا کیونکہ جب تک طواف زیارت نہ کرے آدمی کے لئے بیوی حلال نہیں ہوتی۔

وجہ : (۱) اثر میں ہے۔ حدثنا ابی الزناد عن الفقهاء الذين ينتهى الى قومهم من اهل المدينة كانوا يقولون من نسى ان يفيض حتى رجع الى بلاده فهو حرام حين يذكر حتى يرجع الى البيت فيطوف به، فان اصاب

(۱۲۹۶) ومن ترک طواف الصدر او اربعة اشواط منه فعليه شاة ﴾ لـ لانه ترک الواجب او الاکثر منه (۱۲۹۷) وما دام بمکة يؤمر بالاعادة ﴾ لـ اقامة للواجب فی وقته (۱۲۹۸) ومن ترک ثلثة اشواط من طواف الصدر فعليه الصدقة﴾

النساء اهدى بدنة (سنن للبیہقی، باب التحلل بالطّواف اذا کان قد سعی عقیب طواف القدوم، ج خامس، ص ۲۳۸، نمبر ۹۶۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت نہ کیا ہو تو ہمیشہ باقی رہے گا اور اس درمیان بیوی سے صحبت کی تو اونٹ کا دم دینا ہوگا۔

ترجمه: (۱۲۹۶) اگر طواف صدر چھوڑ دیا یا اس کے چار شوط چھوڑ دیئے تو اس پر بکری لازم ہے۔

ترجمه: لـ اس لئے کو پورے واجب کو چھوڑ دیا یا اسکے اکثر کو چھوڑ دیا۔

تشریح: پورے طواف صدر کو چھوڑ دیا، یا اس کے چار شوط چھوڑ دے تو گویا کہ پورا طواف صدر چھوڑ دیا۔ اور طواف صدر واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے بکری لازم ہوگی۔

وجه: بکری لازم ہونے کی وجہ یہ اثر ہے۔ عن ابن عباس انه قال من نسی شيئا من نسکه أو ترکه فليهرق دما (دار قطنی کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲ / ۲۵۱۴ رموطا امام مالک، باب ما یفعل من نسی من نسکہ شیئا ص ۴۵۰ رسنن للبیہقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی واجب نسک چھوٹ جائے تو اس پر دم ہے (۲) اس اثر میں ہے کہ واجب چھوڑ دے تو دم واجب ہے عن الحسن فی الرجل يترک الصفا و المروة قال عليه دم۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یترک الصفا والمروۃ ما علیہ، ج ثالث، ص ۲۶۹، نمبر ۱۴۲۰۰) اس اثر میں ہے کہ صفا مروہ کی سعی چھوڑ دے تو اس پر دم ہے، اور صفا مروہ کی سعی واجب ہے، جس سے قاعدہ یہ نکلا کہ واجب چھوڑ دے یا اس کے اکثر کو چھوڑ دے تو اس پر دم لازم ہے۔

ترجمه: (۱۲۹۷) اور جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو اس کو لوٹانے کا حکم دیا جائے گا۔

ترجمه: لـ اپنے وقت میں واجب کو قائم کرنے کے لئے۔

تشریح: طواف وداع واجب ہے، اور اس کو چھوڑ دیا ہے، یا اسکے اکثر کو چھوڑ دیا ہے اس لئے جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو یہی حکم دیا جائے گا کہ طواف صدر کو دوبارہ کرلے تا کہ اپنے وقت میں صحیح طور پر واجب ادا ہو جائے۔

ترجمه: (۱۲۹۸) کسی نے طواف صدر کا تین شوط چھوڑ دیا تو اس پر صدقہ ہے۔

تشریح: طواف صدر واجب ہے، لیکن اس کا اکثر کر لیا تو گویا کہ طواف صدر کر لیا، اب کم باقی ہے تو کچھ نہ کچھ کمی باقی ہے، اس لئے اس کمی کو پورا کرنیکے لئے صدقہ دے۔

(۱۲۹۹)ومن طاف طواف الواجب فی جوف الحجر فان كان بمكة اعاده﴾ لـ لان الطواف وراء الحطيم واجب علی ما قد مناه

ترجمه: (۱۲۹۹) جس نے واجب طواف کوحطیم کے اندر سے کیا، پس اگر مکہ مکرمہ میں ہوتو اس کولوٹا لے۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ طواف حطیم کے پیچھے سے واجب ہے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کر دیا۔

تشریح : مسئلہ نمبر ۱۰۵۸ میں تفصیل سے بیان کیا کہ حطیم کا جوحصہ ہے جسکو حجر بھی کہتے ہیں وہ بیت اللہ کا حصہ ہے، قریش مکہ نے خرچ کی کمی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیا تھا اور آج تک چھوٹا ہوا ہے، لیکن چونکہ وہ بیت اللہ کا حصہ ہے اس لئے کسی بھی طواف کوحطیم کے باہر سے کرنا چاہئے، لیکن کسی نے بیت اللہ اور حطیم کے درمیان جو جگہ ہے وہاں گھس کر طواف کیا اور حطیم کو چھوڑ دیا پس اگر واجب طواف میں ایسا کیا تو واجب کی ادائیگی میں کمی آئی اس لئے جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہوتو اس کو وہ طواف لوٹا لینا چاہئے، اور اگر نہیں لوٹایا اور وطن چلا گیا تو واجب کے چھوڑنے کا دم لازم ہوگا۔

وجه : (۱) حطیم بیت اللہ کا حصہ ہے اس کے لئے دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن عائشة قالت سألت رسول الله عن الجدر ؟ أمن البيت هو ؟ قال : نعم، قلت فلم لم يدخلوه البيت ؟ قال ان قومک قصرت بهم النفقة قلت فما شأن بابه مرتفع ؟ قال فعل ذالک قومک ليدخلوا من شآؤا و يمنعوا من شآؤا و لولا أن قومک حديث عهدهم فی الجاهلية فأخاف أن تنكر قلوبهم لنظرت أن ادخل الجدر فی البيت ، و ان الزق بابه بالارض** (مسلم شریف، باب جدر الكعبة وبابها، ص ۵۶۳، نمبر ۳۲۴۹/۱۳۳۳) اس حدیث میں ہے کہ خرچ کی کمی کی وجہ سے قریش نے حطیم کو بیت اللہ میں داخل نہیں کیا ورنہ وہ بیت اللہ میں داخل ہے، اس لئے اس کے پیچھے سے طواف کرے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن عائشة قالت كنت احب ان ادخل البيت فاصلی فيه فاخذ رسول الله ﷺ بيدی فادخلنی الحجر وقال صلی فی الحجر ان اردت دخول البيت فانما هو قطعة من البيت ولكن قومک استقصروه حين بنوا الكعبة فاخرجوه من البيت.** (ترمذی شریف، باب ماجاء فی الصلوۃ فی الحجر ص ۱۷۷ نمبر ۸۷۶/ابوداؤد شریف، باب الصلوۃ فی الحجر ص ۲۸۴ نمبر ۲۰۲۸/مسلم شریف، باب جدر الكعبة وبابها، ص ۵۶۳، نمبر ۳۲۴۹/۱۳۳۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حطیم جس کو حجر بھی کہتے ہیں بیت اللہ کا حصہ ہے۔ اس میں نماز پڑھنا گویا کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا ہے۔ اس لئے حطیم کے پیچھے سے طواف کرنا چاہئے (۳) **عن عطاء فی رجل طاف فكان من طوافه دخولا فی الحجر قال لا يعتد بما كان من دخول الحجر** (مصنف ابن ابی شیبة، باب ۱۸۹ فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافه دخولا فی الحجر، ج ثالث، ص ۲۴۲، نمبر ۱۳۹۳۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حطیم میں داخل ہو کر طواف کیا جائے گا تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے حطیم کے باہر سے طواف

کرے۔(۴)اس طواف کودوبارہ لوٹائے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ **عن الحسن فی رجل طاف الطواف الواجب فجعل یجتاز فی الحجر قال : یعید الطواف ، فان کان حل و غشی النساء أهرق لذالک دما** ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۸۹فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافہ دخولا فی الحجر، ج ثالث،ص۲۴۳،نمبر۱۳۹۳۹)اس اثر میں ہے کہ حطیم کے اندر سے واجب طواف کیا تو اس طواف کودوبارہ لوٹائے۔

لغت : حجر: کا ترجمہ ہے روکا ہوا، وہ بیت اللہ سے الگ ہے۔اس کا دوسرا نام حطیم ہے، حطیم: حطم سے مشتق ہے،ٹوٹا ہوا، چونکہ وہ بیت اللہ سے الگ ہے گویا کہ ٹوٹا ہوا ہے اس لئے اس کو حطیم کہتے ہیں، ابھی حطیم کے ایک طرف چھوٹی سی دیوار ہے اور دوسری طرف کھلا ہوا ہے۔

﴿حطیم اور حجر کو سمجھنے کے لئے یہ نقشہ دیکھیں﴾

۲ والطواف فی جوف الحجان یدور حول الکعبة ویدخل الفَرُجتین اللتین بینها وبین الحطیم فاذا فعل ذلک فقد دخل نقصًا فی طوافه فما دام بمکة اعاده کله لیکون مؤدیا للطواف علی الوجه المشروع (۱۳۰۰)وان اعاد علی الحجر خاصة اجزاه ﴾ ۱ لانه تلافی ماهو المتروک ۲ وهو ان یاخذ عن یمینه خارج الحجر حتی ینتهی الیٰ اٰخره ثم یدخل الحجرمن الفرجةویخرج من الجانب الأخر هکذا یفعله سبع مرات

ترجمہ: ۲ حجر کے اندر سے طواف کی صورت یہ ہے کہ کعبہ کے اردگرد گھومے اوران دونوں کشادگی میں گھس جائے جو بیت اللہ اور حطیم کے درمیان میں ہے، پس جب ایسا کرے تو اس کے طواف میں نقص داخل ہو جائیگا، پس جب تک مکہ مکرمہ میں رہے تو پورے طواف کو لوٹائے تا کہ مشروع طریقے پر طواف ادا ہو جائے۔[آج کل بیت اللہ کے دروازے کی طرف سے دیوار بنادی ہے، اور دوسری طرف سے جانے کا راستہ ہے]

تشریح: حطیم کے اندر سے طواف ہونے کی صورت یہ بتا رہے ہیں کہ بیت اللہ اور حطیم کے درمیان میں جو کشادگی ہے اس میں گھس کر بیت اللہ کے اردگرد طواف کرے اور حطیم کے طواف کو چھوڑ دے، تو چونکہ اس صورت میں حطیم کا طواف چھوڑ دیا اس لئے نقص رہ گیا، اس لئے جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو تمام طواف کو بیت اللہ اور حطیم سمیت دوبارہ لوٹا لے تا کہ تمام طواف مشروع طریقے پر ادا ہو جائے۔

ترجمہ: (۱۳۰۰) اور اگر صرف حطیم پر لوٹا لیا تو بھی کافی ہے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ جو چھوٹا ہوا ہے اس کی تلافی کر لی۔

تشریح: حطیم کو چھوڑ کر طواف کیا تھا جس کی وجہ سے نقص ہوا تھا، اب اس کو بیت اللہ اور حطیم دونوں کے ساتھ طواف کرنا چاہئے تھا، لیکن صرف حطیم کا طواف کیا تب بھی کافی ہو جائے گا، اس لئے کہ جو کچھ چھوٹا تھا اسکی تلافی کر لی، اس لئے جائز ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۲ اور اس کی صورت یہ ہے کہ حجر کے باہر سے دائیں جانب سے شروع کرے اور آخری تک جائے پھر کشادگی سے حجر میں داخل ہو اور دوسری جانب سے نکل جائے، اسی طرح سات مرتبہ کرے۔

تشریح: صرف حطیم کے طواف کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ حطیم کے باہر سے دائیں جانب سے شروع کرے اور حطیم کو گھوم کر دوسری جانب آئے، پھر حطیم اور بیت اللہ کے درمیان جو کشادگی ہے اس میں داخل ہو اور دوسری جانب سے نکل جائے، یہ صرف حطیم کا چکر ہوا، اس طرح سات چکر لگائے تو سات شوط ہو جائے گا، اور نقص پورا کرنے کے لئے کافی ہو جائے گا۔

(۱۳۰۱)فان رجع الی اهله ولم یعده فعلیه دم ﴾ ل لانه تمکن نقصان فی طوافه بترک ما هو قریب من الربع فلا تجزیه الصدقة (۱۳۰۲)ومن طاف طواف الزیادة علی غیر وضوء وطواف الصدر فی اٰخر ایام التشریق طاهراً فعلیه دم فان کان طاف طواف الزیارة جنبا فعلیه دمان﴾ ل عند ابی حنیفةؒ وقالا علیه دم واحد

ترجمہ : (۱۳۰۱) پس اگر اپنا وطن چلا جائے اور واپس نہ لوٹے تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس کے طواف میں تقریبا چوتھائی بیت اللہ کے چھوڑنے کی وجہ سے نقص پیدا ہوا، اس لئے صدقہ کافی نہیں ہوگا۔

تشریح : حطیم کو چھوڑ کر واجب طواف کیا تھا اس لئے اس کو دوبارہ کر لینا چاہئے تھا، لیکن دوبارہ نہیں کیا اور اپنا وطن چلا گیا اور واپس بھی نہیں آیا تو اس پر دم لازم ہوگا

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حطیم کو چھوڑ دیا، جو بیت اللہ کا تقریبا چوتھائی حصہ ہے، جسکی وجہ سے طواف میں نقص رہ گیا، اس لئے اس نقص کی تلافی صدقہ سے پورا نہیں ہوگا، دم ہی دینا ہوگا۔ (۲) عن الحسن فی رجل طاف الطواف الواجب فجعل یجتاز فی الحجر قال : یعید الطواف ، فان کان حل و غشی النساء أهرق لذالک دما ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب ۱۸۹ فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافہ دخولا فی الحجر، ج ثالث، ص ۲۴۳، نمبر ۱۳۹۳۹) اس اثر میں ہے کہ حطیم کے اندر سے واجب طواف کیا تو اس طواف کو دوبارہ لوٹائے۔ اور نہیں لوٹایا تو دم دے۔

ترجمہ: (۱۳۰۲) کسی نے طواف زیارت بغیر وضو کے کیا، اور تیرہویں ذی الحجہ کو طواف صدر پاک ہو کر کیا تو اس پر ایک دم ہے۔ اور اگر طواف زیارت جنبی ہو کر کیا تھا۔

ترجمہ: ل تو اس پر دو دم ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک، اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ایک دم ہے۔

تشریح : یہاں دو مسئلے ہیں، اور دو اصول پر فٹ ہیں [۱] ایک اصول یہ ہے کہ طواف زیارت جنبی ہو کر کیا ہو تو اس کے بعد جو طواف صدر کیا ہے وہ طواف زیارت بن جائے گا کیونکہ طواف زیارت گویا کہ کیا ہی نہیں، اور اگر طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا ہو تو طواف صدر طواف زیارت نہیں بنے گا، وہ طواف صدر ہی رہے گا۔ کیونکہ نقص کے ساتھ ہی سہی طواف زیارت ادا ہو گیا ہے۔ [۲] اور دوسرا اصول یہ ہے کہ ایام نحر یعنی بارہویں ذی الحجہ کے بعد طواف زیارت کرے گا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تاخیر کی وجہ سے دم لازم ہوگا، کیونکہ انکے نزدیک طواف زیارت کا وقت بارہویں کی شام تک ہی رہتا ہے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک تاخیر سے دم لازم نہیں ہوگا۔ ۔طواف صدر، جسکو طواف وداع بھی کہتے ہیں ایام تشریق کے بعد بھی کرے گا تو حرج کی بات نہیں ہے۔

۲ لان فی الوجه الاول لم ینقل طواف الصدر الی طواف الزیارة لانه واجب واعادةُ طواف الزیارة بسبب الحدث غیر واجب وانما هو مستحب فلا ینقل الیه

مسئلہ یہ ہے کہ طواف زیارت بغیر وضو کے کیا، اور طواف وداع ایام تشریق کے آخیر میں [یعنی تیر ہویں ذی الحجہ کو] کیا تو اس پر ایک دم لازم ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف زیارت بغیر وضو کے کیا اس لئے اس میں تھوڑا سا نقص رہ گیا اس لئے دم لازم ہوگا، اور طواف صدر جو واجب ہے وہ طواف زیارت نہیں بنے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ طواف زیارت میں اتنی کمی نہیں ہے کہ اس کو دوبارہ لوٹانا واجب ہو، صرف لوٹا مستحب ہے۔ اس لئے طواف وداع اپنی جگہ پر رہا اور طواف زیارت کو حدث کی حالت میں ادا کیا اس لئے اس کا دم لازم ہوگا۔

۔ اور اگر طواف زیارت کو جنبی ہو کر ادا کیا، اور طواف وداع کو تیر ہویں تاریخ کو ادا کیا تو چونکہ فرض طواف جنبی ہو کر ادا کیا ہے اس لئے گویا کہ اس کو ادا کیا ہی نہیں اس لئے اس کے بعد جو طواف وداع تیر ہویں کو ادا کیا ہے وہ منتقل ہو کر طواف زیارت بن جائے گا، کیونکہ یہ واجب ہے اور طواف زیارت فرض ہے اس لئے واجب کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور طواف زیارت بن جائے گا، اور یوں سمجھا جائے گا کہ طواف وداع کیا ہی نہیں۔ اب شکل یہ بنی کہ طواف صدر نہیں کیا، اس لئے ایک دم اس کے چھوڑنے کا لازم ہوگا، اور گویا کہ طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر کر کے ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیر ہویں ذی الحجہ کو کیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرا دم طواف زیارت کو مؤخر کرنے کی وجہ سے لازم ہوگا، اس طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو دم لازم ہو جائیں گے۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک طواف زیارت کو مؤخر کرنے کی وجہ سے دم نہیں ہے، اس لئے صرف ایک دم طواف صدر کے چھوڑنے کا لازم ہوگا۔

وجہ :(۱) حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلك دما (مصنف ابن ابی شیبة، ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ وقت سے مؤخر کیا تو دم لازم ہوگا۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے کہ ایام نحر سے مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا۔ عن عطاء بن رباح أنه قال من نسي جمرة واحدة أو الجمار كلها حتى يذهب أيام التشريق فدم واحد يجزيه . (سنن بیہقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذهب أیام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ رمی جمار کو ایام تشریق سے مؤخر کیا تو اس پر دم ہے، اسی طرح طواف زیارت کو ایام نحر سے مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ پہلی شکل میں طواف صدر طواف زیارت میں منتقل نہیں ہوگا، اس لئے کہ طواف صدر واجب ہے، اور حدث کی وجہ سے طواف زیات کا لوٹانا واجب نہیں، صرف لوٹانا مستحب ہے، اس لئے طواف صدر طواف زیارت کی طرف منتقل نہیں ہوگا۔

۳؎ وفی الوجه الثانی ینقل طواف الصدر الی طواف الزیارة لانه مستحق الاعادة فیصیر تارکا لطواف الصدر موخِّرًا لطوافه الزیارة عن ایام النحر فیجب الدم بترک الصدر بالاتفاق وبتاخیر الأخر علی الخلاف ۴؎ الا انه یؤمر باعادة طواف الصدر مادام بمکة ولا یؤمر بعد الرجوع علی مابینا

تشریح : پہلی شکل سے مراد یہ ہے کہ طواف زیارت حدث کی حالت میں کیا ہو، اور طواف صدر ایام تشریق کے آخیر میں کیا ہو، تو طواف صدر واجب ہے، اور طواف زیارت کو حدث کی حالت میں کیا ہو تو اس کا لوٹانا مستحب ہے، اس لئے طواف صدر طواف زیارت نہیں بنے گا۔ کیونکہ واجب کام مستحب کی جگہ پر کیسے آئے!

ترجمہ : ۳؎ اور دوسری شکل کی وجہ یہ ہے کہ طواف صدر طواف زیارت کی طرف منتقل ہو جائے گا، اس لئے کہ لوٹانے کے مستحق ہے، اس لئے طواف صدر کو چھوڑنے والا بن گیا، اور طواف زیارت کو ایام نحر سے مؤخر کرنے والا ہو گیا، اس لئے طواف صدر کے چھوڑنے پر بالاتفاق دم لازم ہوگا، اور طواف زیارت کو مؤخر کرنے کی وجہ سے اختلاف ہے۔

تشریح : دوسری شکل سے مراد یہ ہے کہ طوف زیارت جنبی ہو کر کیا ہو، اور طواف صدر تیرہویں ذی الحجہ کو کیا ہو، تو چونکہ طواف زیارت جنبی ہو کر کیا ہے اس لئے اس طواف کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے گویا کہ طواف زیارت کیا ہی نہیں اس لئے طواف صدر طواف زیارت بن جائے گا، کیونکہ طواف صدر واجب ہے اور طواف زیارت فرض ہے، اس کے بغیر حج ہی نہیں ہوگا، اس لئے شریعت نے مہربانی کرتے ہوئے یہ کیا کہ بعد میں جو طواف صدر کیا اس کو طواف زیارت بنا دیا، اس لئے طواف صدر گویا کہ نہیں کیا، اس لئے ایک دم طواف صدر چھوڑنے کا لازم ہوا، اور یہ دم امام ابو حنیفہؒ کے یہاں بھی ہے اور صاحبینؒ کے یہاں بھی ہے کیونکہ طواف صدر کے چھوڑنے کا دم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ طواف صدر کو ایام نحر یعنی بارہویں ذی الحجہ کے ختم ہونے کے بعد کیا ہے، اور طواف زیارت کا وقت بارہویں تک ہی ہے اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے یہاں دوسرا دم طواف زیارت کے مؤخر کرنے کا بھی لازم ہوگا، تو گویا کہ امام اعظم کے نزدیک دو دم ہو گیا۔ اور صاحبینؒ کے یہاں طواف زیارت مؤخر کرنے پر دم لازم نہیں ہے، اس لئے صرف طواف صدر کے چھوڑنے کا ایک دم لازم ہوا۔

ترجمہ : ۴؎ مگر جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو طواف صدر کے لوٹانے کا حکم دیا جائے گا، اور وطن واپس ہو جانے کے بعد واپس لوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، جیسا کہ پہلے دلیل بیان ہو چکی ہے۔

تشریح : جنابت کی وجہ سے طواف صدر تو طواف زیارت بن گیا اس لئے گویا کہ طواف صدر چھوٹ گیا، جو واجب ہے، اس لئے جب تک مکہ مکرمہ میں ہو تو یہ حکم دیا جائے گا کہ طواف صدر لوٹا لے، اس صورت میں دم ساقط ہو جائے گا، اور اگر بغیر طواف کئے وطن چلا گیا تو اب واپس مکہ مکرمہ آنے کا حکم نہیں دیا جائے گا، بس بکری بھیج دے یہ افضل ہے، کیونکہ صرف واجب چھوٹا ہے اور اس میں

(۱۳۰۳) ومن طاف لعمرته وسعیٰ علی غیر وضوء وحلّ فما دام بمكة يعيدهما ولا شئ عليه ﴾
لِ امااعادةُالطواف فلتمكن النقص فيه بسبب الحدث واماالسعی فلانه تبع للطواف واذااعادهمالاشئ

فقرا کا فائدہ ہے۔

وجه : (۱)اس اثر میں ہے .عن الحسن فی رجل طاف الطواف الواجب فجعل يجتاز فی الحجر قال : يعيد الطواف ، فان كان حل و غشی النساء أهرق لذالك دما ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب ۱۸۹فی الرجل یطوف بالبیت فیکون من طوافہ دخولا فی الحجر ،ج ثالث ،ص۲۴۳،نمبر ۱۳۹۳۹)اس اثر میں ہے کہ اگر حلال ہو گیا اور بیوی سے جماع کر لیا تو دم دے۔ یہاں واجب چھوڑ کر وطن جا چکا ہے اس لئے دم دینا بہتر ہے۔

ترجمه: (۱۳۰۳)کسی نے عمرے کا طواف اور سعی بغیر وضو کے کیا اور حلال ہو گیا تو جب تک مکہ مکرمہ میں موجود ہو تو ان دو نوں کو لوٹائے اور اس پر کچھ نہیں ہے۔

تشریح : عمرے کا طواف عمرے کے لئے فرض ہے اور اس کو حدث کی حالت میں کیا تو اس میں نقص آ گیا اس لئے اس کو لوٹانا چاہئے ،اور صفا مروہ کی سعی طواف کے تابع ہے اس لئے دونوں کے درمیان ترتیب ہونی چاہئے ،اس ترتیب کی بنیاد پر جب طواف کو لوٹائے تو سعی کو بھی ترتیب باقی رکھنے کے لئے لوٹانا چاہئے ،اور جب دونوں کو لوٹا لیا تو نقصان ختم ہو گیا اس لئے اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہوگا۔

وجه : (۱)اس اثر میں اس کا ثبوت ہے کہ طواف اور سعی میں ترتیب ہونی چاہئے ،ورنہ اس کا اعتبار نہیں ہے .عن عطاء فی رجل بدأ بالصفا و المروة قبل الطواف بالبيت قال يعيد ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی الرجل یبدأ بالصفا والمروۃ قبل الطّواف بالبیت ،ج ثالث ،ص۲۴۱،نمبر ۱۳۹۲۶) اس اثر میں ہے کہ طواف سے پہلے سعی کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔(۲) .عن الحسن قال لا يعتد به، يطوف بالبيت ثم يطوف بين الصفا و المروة فان لم يفعل حتى ينسى قال قد قضى ما عليه و لا شیء عليه ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی الرجل یبدأ بالصفا والمروۃ قبل الطّواف بالبیت ،ج ثالث ،ص ۲۴۱،نمبر ۱۳۹۲۵)اس اثر میں ہے کہ طواف سے پہلے سعی کی تو اس کا اعتبار نہیں ہے ،دوبارہ طواف کرے اور پھر اس کے بعد سعی کرے ،اور اگر ایسا کر لیا تو اس پر کوئی چیز نہیں ہے۔

ترجمه : لِ بہر حال طواف کا لوٹانا تو اس لئے ہے کہ حدث کے سبب سے اس میں نقص ہو گیا ہے ،اور سعی تو طواف کے تابع ہے ، اور جب دونوں کو لوٹا یا تو اس پر کچھ نہیں ہے نقصان کے اٹھ جانے کی وجہ سے۔

تشریح : طواف کا لوٹانا اس لئے ہے کہ عمرے کا فرض ہے اور اس میں حدث کی وجہ سے نقص ہے اس لئے اس کو لوٹانا پڑے گا ،

عليه لارتفاع النقصان (۱۳۰۴)وان رجع الىٰ اهله قبل ان يعيدفعليه دم ﴾ ل لترک الطهارة فيه (۱۳۰۵)ولايؤمربالعود ﴾ ل لوقوع التحلل باداء الركن اذالنقصان يسير (۱۳۰۶) وليس عليه فى السعى شيئ ﴾ ل لانه اتى به على اثرطواف معتد بهٖ (۱۳۰۷)وكذا اذا اعاد الطواف ولم يعد السعى ﴾

اورسعی اس کے تابع ہےاس لئے سعی کوطواف کے بعد ہونا چاہئے اس لئے ترتیب باقی رکھنے کے لئے صفا مروہ کے درمیان کی سعی کو بھی لوٹائے ،اور جب دونوں کولوٹا دیا تو نقصان کے اٹھ جانے کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۳۰۴)اوراگرطواف لوٹانے سے پہلے وطن واپس آ گیا تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: ل اس میں طہارت چھوڑنے کی وجہ سے۔

تشریح : عمرے کے طواف کوحدث کی حالت میں کیا تھا جس کی وجہ سے فرض میں کمی رہی ،اورلوٹانے سے پہلے وطن آ گیا تو اس پر دم ہے ۔

ترجمہ : (۱۳۰۵) اور مکہ مکرمہ لوٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ: ل رکن ادا کر کے حلال ہونے کی وجہ سے،اوراس لئے کہ نقصان تھوڑا سا ہے۔

تشریح : آدمی وطن چلا گیا تو واپس مکہ مکرمہ آنے کا اور طواف اور سعی کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا،اس کی دو وجہ ہیں[۱] ایک تو یہ کہ طواف اور سعی کر کے حلال ہو چکا ہے اور وطن بھی جا چکا ہے۔[۲] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدث کی حالت میں طواف کیا ہے اس لئے نقصان ہلکا ہے،اس لئے بکری سے کام چل جائے گا ،واپس آنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۳۰۶) اوراس پر سعی کے بارے میں کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے جس طواف کا اعتبار ہے اس کے بعد سعی کی ہے۔

تشریح :سعی پر کچھ نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے عمرے کا طواف کر چکا ہے،اور چونکہ حدث کی حالت میں کیا ہے، جنابت کی حالت میں نہیں کیا ہے اس لئے اس طواف کا اعتبار ہے، تو گویا کہ اعتبار شدہ طواف کے بعد سعی کی ہے تو طواف اور سعی کے درمیان ترتیب بھی باقی رہی اس لئے اس سعی پر کچھ نہیں ہے۔

لغت : سعی: صفا اور مروہ کے درمیان چلنے کو بھی سعی کہتے ہیں،اوراس چلنے کے درمیان جو دوڑتے ہیں اس دوڑنے کو بھی سعی کہتے ہیں، یہاں صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چکر لگانے کا نام سعی ہے،

ترجمہ: (۱۳۰۷) ایسے ہی اگر طواف کو لوٹایا اور سعی کو نہیں لوٹایا[تو سعی پر کچھ لازم نہیں ہے]

۱ فی الصحیح (۱۳۰۸) ومن ترک السعی بین الصفا والمروة فعلیه دم وحجته تام ﴿ ۱ لان السعی من الواجبات عندنا فیلزمه بترکه الدم دون الفساد

ترجمہ: ۱ صحیح روایت میں۔

تشریح : طواف حدث کی حالت میں کیا تھا، اس کے بعد سعی کی تھی، بعد میں صرف طواف لوٹا لیا اور سعی نہیں لوٹائی تو خلاف ترتیب کرنے میں کچھ لازم نہیں ہے۔ صحیح روایت یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلا طواف جو حدث کی حالت میں کیا ہے اس کا اعتبار ہے، اس لئے پہلے طواف کے بعد سعی ہوئی ہے تو پہلے ترتیب کے ساتھ سعی ہوئی ہے، اس لئے کچھ لازم نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۳۰۸) کسی نے صفا اور مروہ کی سعی چھوڑ دی تو اس پر بکری لازم ہے اور اس کا حج مکمل ہو گیا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ سعی ہمارے نزدیک واجبات میں سے ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے دم لازم ہو گا حج کا فساد لازم نہیں ہو گا۔

تشریح : ہمارے نزدیک صفا مروہ کی سعی واجب ہے اس لئے اس کے چھوڑنے سے دم لازم ہو گا کیونکہ اوپر اثر میں کئی مرتبہ گزرا کہ واجب چھوڑنے سے دم لازم ہوتا ہے، البتہ حج فاسد نہیں ہو گا، کیونکہ فرض چھوڑنے سے فاسد ہوتا ہے اس لئے حج مکمل ہو جائے گا

وجہ: (۱) سعی واجب ہے۔ اس لئے اس کے چھوڑنے سے دم واجب ہو گا، اس اثر میں ہے۔ عن ابن عباس انه قال من نسی شیئا من نسکه أو ترکه فلیهرق دما (دار قطنی کتاب الحج، ج ثانی ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴/ موطا امام مالک، باب ما یفعل من نسی من نسکه شیئا ص ۴۲۵/ سنن للبیهقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذهب ایام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی نسک چھوڑ دے تو اس پر دم ہے۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ عن الحسن فی الرجل یترک الصفا و المروة قال علیه دم ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل یترک الصفا والمروة ما علیہ، ج ثالث، ص ۲۶۹، نمبر ۱۴۲۰۰) اس اثر میں ہے کہ صفا مروہ کی سعی چھوڑ دے تو اس پر دم ہے، اور صفا مروہ کی سعی واجب ہے، جس سے قاعدہ یہ نکلا کہ واجب چھوڑ دے یا اس کے اکثر کو چھوڑ دے تو اس پر دم لازم ہے۔

صفا مروہ کی سعی واجب ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ (۱) ان الصفا و المروة من شعائر الله فمن حج ا البیت أو اعتمر فلا جناح علیه ان یطوف بهما . (آیت ۱۵۸، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں اس لئے اس کی سعی کرنا واجب ہو گا۔ (۲) اس اثر میں بھی ہے۔ وسألنا جابر بن عبد اللہؓ فقال لا یقربنها حتی یطوف بین الصفا و المروة ۔ (بخاری شریف، باب ما جاء فی السعی بین الصفا والمروة ص ۲۶۷، نمبر ۱۶۴۶) اس اثر میں ہے کہ صفا مروہ کی سعی کئے بغیر بیوی حلال نہیں ہو گی اس سے بھی سعی کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

(۱۳۰۹)ومن افاض قبل الامام من عرفات فعلیه دم ﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ لا شئ علیه لان الرکن اصل الوقوف فلا یلزمه بترک الاطالة شئ ۲؎ ولنا ان الاستدامة الی غروب الشمس واجب لقوله علیه السلام فادفعوا بعد غروب الشمس فیجب بترکه الدم

ترجمہ: (۱۳۰۹)جوعرفات سے امام سے پہلے نکل جائے اس پر دم ہے۔

تشریح: امام ٹھیک غروب آفتاب کے بعد نکلیں، پس اگر کوئی آدمی امام سے پہلے نکلا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ غروب آفتاب سے پہلے نکلا۔اس لئے غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے نکلا تو اس پر دم لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے کہ حضور غروب آفتاب کے بعد عرفات سے نکلے تھے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله ... فلم یزل واقفا حتی غربت الشمس وذهبت الصفرة قلیلا حتی غاب القرص. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی ﷺ ص ۳۹۸ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰ر ترمذی شریف، باب ماجاء ان عرفۃ کلھا موقف ص ۱۷۷ نمبر ۸۸۵)اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور مغرب کے بعد عرفات سے چلے تھے اور مغرب سے پہلے کوئی عرفات سے نکلا تو گویا کہ نسک کی تقدیم کی تو نسک کی تقدیم کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ (۲)اس اثر میں ہے کہ مقدم مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا۔عن ابن عباس قال من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما (الف)(مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ نسک مقدم مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا۔اور یہاں نکلنے کو مقدم کیا اس لئے دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں ہے اس لئے کہ اصل رکن وقوف عرفہ کرنا ہے اس لئے طوالت کے چھوڑنے پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: امام شافعی فرماتے ہیں کہ اصل تو وقوف عرفہ کرنا ہے اور وہ دن میں ہی ہو گیا مغرب تک لمبا کرنا کوئی ضروری نہیں صرف مستحب ہے،اس لئے مغرب تک طوالت کو چھوڑ دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ مغرب تک ٹھہرنا واجب ہے،حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ سورج غروب ہونے کے بعد وہاں سے چلو،اس لئے اس کے چھوڑنے پر دم لازم ہوگا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سورج غروب ہونے تک ٹھہرنا واجب ہے اس لئے کوئی سورج غروب ہونے تک نہیں ٹھہرا اور اس کو چھوڑ دیا تو واجب کے چھوڑنے سے دم لازم ہوگا۔صاحب ھدایہ کی حدیث غالبا یہ ہے۔عن المسور بن مخرمة قال خطبنا رسول الله ﷺ بعرفات فحمد الله و اثنی علیه ثم قال : اما بعد فان اهل الشرک و الأوثان کانوا یدفعون من هذا الموضع اذاکانت الشمس علی رؤوس الجبال کأنها عمائم

۳ بخلاف ما اذا وقف لیلالان استدامة الوقوف علی من وقف نهارا لا لیلا (۱۳۱۰)فان عاد الی عرفة بعد غروب الشمس لا یسقط عنه الدم ﴾ ۱ فی ظاهر الروایة لان المتروک لا یصیر مستدرکا
۲ واختلفوا فیما اذا عاد قبل الغروب

الرجال فی وجوهها و انا ندفع بعد ان تغیب ، و کانوا یدفعون من المشعر الحرام اذا کانت الشمس منبسطة ۔(مستدرک للحاکم، کتاب معرفة الصحابة، باب ذکر المسور بن مخرمة الزہریؒ، ج ثالث، ص ۶۰۱، نمبر ۶۲۲۹)اس حدیث میں ہے کہ ہم مغرب کے بعد عرفات سے نکلیں گے۔

ترجمہ: ۳ بخلاف جبکہ رات کو وقوف کیا، اس لئے کہ وقوف کی لمبائی اس پر ہے جو دن کو وقوف کرے نہ کہ رات کو۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے، اشکال یہ ہے کہ کسی نے نویں ذی الحجہ کے بعد جو رات ہے اس میں وقوف کیا تو اس نے بھی دو پہر سے مغرب تک ٹھہرنا چھوڑ دیا تو اس پر دم لازم ہونا چاہئے، حالانکہ اس پر دم نہیں ہے، تو اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ مغرب تک ٹھہرنا اس کے اوپر واجب ہے جو دن کو وقوف کرے، لیکن جو رات کو وقوف کرے اس کے اوپر مغرب تک ٹھہرنا واجب نہیں ہے، اس لئے اس کے چھوڑنے پر اس پر دم بھی لازم نہیں ہوگا۔۔ استدامة : دوام کرنا، ہمیشہ رہنا، یہاں استدامة الوقوف سے مراد ہے مغرب تک عرفات میں ٹھہرنا۔

ترجمہ (۱۳۱۰) پس اگر عرفہ کی طرف سورج غروب کے بعد واپس ہوا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۱ ظاہر روایت میں یہی ہے اس لئے کہ جو چھوٹ گیا ہے وہ پانے والا نہیں ہے۔۔ مستدرک: درک سے مشتق ہے، پانے والا۔

تشریح :سورج غروب ہونے سے پہلے عرفہ سے باہر چلا گیا جس کی وجہ سے دم لازم ہوا تھا، اب سورج غروب ہونے کے بعد واپس عرفہ آیا تو ظاہر روایت یہ ہے کہ اس سے دم ساقط نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اس کو عرفات میں ہونا چاہئے، اور وہ اس سے فوت ہو گیا، سورج غروب ہونے کے بعد آنے سے وہ وقت اس کو نہیں ملے گا، اس لئے دم بھی اس سے ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اور اس بارے میں اختلاف کیا ہے جب کہ وہ سورج غروب ہونے سے پہلے واپس آیا۔

تشریح : اگر سورج غروب ہونے سے پہلے واپس عرفہ آ گیا تو اب غروب کا وقت اس کو عرفہ میں ملا، اس لئے اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس سے دم ساقط نہیں ہوگا، کیونکہ زوال کے بعد جب وقوف کیا تو اس وقت سے مغرب تک وقوف کی ہیشگی نہیں رہی بلکہ وہ فوت ہو گیا اس لئے اس سے دم ساقط نہیں ہوگا۔ اور صاحبین اور امام ابو حنیفہؒ کے یہاں دم ساقط ہو

(۱۳۱۱)ومن ترک الوقوف بالمزدلفة فعلیه دم ﴾ ۱؎ لانه من الواجبات (۱۳۱۲) ومن ترک رمی الجمار فی الایام کلها فعلیه دم لتحقق ترک الواجب ویکفیه دم واحد ﴾ ۱؎ لان الجنس متحد کما فی الحلق

جائے گا، کیونکہ غروب کا وقت عرفہ میں ملا اور امام کے ساتھ باہر نکلا، اس لئے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۱۱) جس نے مزدلفہ کا وقوف چھوڑا اس پر دم لازم ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ وہ واجبات میں سے ہے۔

وجہ: (۱) مزدلفہ کا وقوف واجب ہے اور پہلے گزر چکا ہے کہ واجب چھوڑنے سے دم لازم ہوتا ہے۔ اس لئے مزدلفہ کا وقوف چھوڑنے سے دم لازم آئے گا۔ مزدلفہ میں وقوف واجب ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ فاذا افضتم من عرفات فاذکروا الله عند المشعر الحرام (آیت ۱۹۸، سورۃ البقرۃ ۲) (اس آیت میں امر کا صیغہ ہے کہ مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو اور مشعر حرام مزدلفہ میں ہے اس لئے مزدلفہ کا وقوف واجب ہے (۲) حدیث میں ہے۔ عن عروۃ بن مضرس قال اتیت رسول الله بالمزدلفة ... فقال رسول الله من شهد صلوتنا هذه ووقف معنا حتی یدفع وقدوقف بعرفة قبل ذلک لیلا او نهارا فقدتم حجه وقضی تفثه (ترمذی شریف، باب ماجاء من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ۱۷۹ نمبر ۸۹۱) اس حدیث میں ہے کہ جو مزدلفہ کی نماز میں حاضر ہوا اور وہاں کا وقوف کیا اور اس سے پہلے عرفہ کا وقوف کیا تو حج مکمل ہو گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ وقوف مزدلفہ واجب ہے۔ اور حضرت ابن عباس کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ واجب چھوڑنے سے دم لازم ہوگا (دار قطنی ج ثانی ص ۲۱۵ نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴)

ترجمہ: (۱۳۱۲) کسی نے تمام دنوں کی رمی جمار چھوڑ دی تو اس پر دم ہے۔ واجب کے چھوڑنے کے متحقق ہونے کی وجہ سے اور اس کو ایک ہی دم کافی۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ جنس متحد ہے جیسے کہ حلق میں ہے۔

تشریح: تینوں دن کا رمی جمار واجب ہے لیکن اگر سب دن کی رمی کو چھوڑ دے تب بھی ایک ہی دم لازم ہوگا، اور ایک دن کی رمی چھوڑ دے تب بھی ایک ہی دم لازم ہوگا۔ جس طرح صرف سر کا حلق کرائے تو ایک دم ہے، اور پورے بدن اور سر کا حلق کرائے تب بھی ایک ہی دم ہے، کیونکہ جنس ایک ہے اس لئے تداخل ہو جائے گا۔ [۱] دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی واجب ہے، جس میں سات 7 کنکریاں ہیں، [۲] گیارہویں کو جمرہ اولی، جمرہ وسطی، جمرہ عقبہ تینوں کی رمی ہے جن میں سات سات کنکری ہے تو کل ملا کر اکیس 21 کنکریاں ہوتیں ہیں۔ [۳] بارہویں ذی الحجہ کو بھی تینوں جمرات کی رمی ہے، اس لئے اس کے لئے بھی

۲ والترک انما یتحقق بغروب الشمس من اٰخر ایام الرمی لانہ لم یُعرف قربۃ الا فیھا وما دامت الا یام باقیۃ فالاعادۃ ممکنۃ فیرمیھا علی التالیف

اکیس 21 کنکریاں ہوئیں۔ان تین دنوں کی رمی واجب ہے،اور تیرہویں ذی الحجہ کی رمی وہاں رکے گا تو واجب ہوگی اور نہیں رکے گا تو واجب نہیں ہوگی ، پس اگر اس کو بھی شمار کریں تو اکیس 21 کنکریاں اس کی بھی ہوئیں ، اور سب ملا کر ستر 70 کنکریاں ہوئیں۔ان سب کے چھوڑنے پر ایک دم ہے اور ایک دن کے چھوڑنے پر بھی ایک دم ہے،اور ایک جمرے کی کنکری چھوڑ دے اس پر ہر جمرے کے بدلے آدھا صاع گیہوں صدقہ ہے

وجه: (۱) ہر دن کی الگ الگ رمی جمار واجب ہے اس لئے اگر ایک دن کی تمام رمی چھوڑ دی تو دم لازم ہوگا۔لیکن اگر تینوں دنوں کی تمام رمی چھوڑ دی تو ایک دوسرے میں تداخل ہو جائے گا۔کیونکہ ایک ہی قسم کی جنایت ہے اس لئے تمام رمی کو چھوڑنے پر ایک ہی دم لازم ہوگا۔(۲) اس اثر میں ہے کہ تمام رمی چھوڑ دے تب بھی ایک ہی دم کافی ہے۔ عن عطاء بن ابی رباح انہ قال من نسی جمرۃ واحدۃ او الجمار کلھا حتی یذھب ایام التشریق فدم واحد یجزیہ (سنن للبیھقی ،باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذھب ایام منی ص ۲۴۸،نمبر ۹۶۸۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ رمی چھوڑ دے تو دم لازم ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام رمی چھوٹ جائے تو تداخل ہو جائیں گے اور ایک ہی دم لازم ہوگا۔(۳) رمی جمار واجب ہے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ عن الزھری عن ابان ابن عثمان قال واللہ ان الصلوۃ لتقضی فکیف لا تقضی رمی الجمار (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۰۵ فی الرجل ینسی ان یرمی الجمار یقضیہ او یھرق دما ،ج ثالث ص ۲۷۹،نمبر ۱۵۳۰۲)اس اثر سے رمی جمار کی اہمیت معلوم ہوتی ہے (۴) اس حدیث میں بھی ہے ۔ اخبرنا سلیمان ابن عمر بن الاحوص عن امہ قالت رأیت رسول اللہ ﷺ یرمی الجمرۃ من بطن الوادی و ھو راکب یکبر مع کل حصاۃ ۔(ابوداؤد شریف،باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷ نمبر ۱۹۶۶/ابن ماجۃ شریف، باب قدر حصی الرمی،ص ۴۳۹،نمبر ۳۰۲۸) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے رمی کی جس سے واجب ہونے کا پتہ چلتا ہے (۵) اس حدیث میں بھی ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد اللہ ... ثم سلک الطریق الوسطی التی تخرج علی الجمرۃ الکبری حتی اتی الجمرۃ التی عند الشجرۃ فرماھا بسبع حصیات یکبر مع کل حصاۃ منھا ۔(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۹ نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱ نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کرے۔

ترجمه : ۲ چھوڑنا متحقق ہوگا رمی کے آخری دن کے سورج کے غروب ہونے سے،اس لئے کہ قربت اسی میں پہچانی جاتی ہے، اور جب تک یہ دن باقی ہیں تو لوٹانا ممکن ہے،اس لئے اس میں ترتیب سے ہی رمی کرے۔

(۱۳۱۳) ثم بتاخيرها يجب الدم﴾ ۱؎ عند أبي حنيفةؒ خلافا لهما

تشریح : تیرہویں ذی الحجہ کے بعد سورج غروب ہونے کے پہلے پہلے تک رمی کا وقت ہے اس لئے پچھلے دنوں کی چھوٹی ہوئی رمی کی قضا کرنا چاہے تو تیرہویں ذی الحجہ کے بعد جو سورج غروب ہوگا جسکو چودھویں کی رات کہتے ہیں اس سے پہلے پہلے رمی کر لے ،اس کے بعد رمی نہیں کرسکتا، اس لئے کہ رمی کا وقت ختم ہوگیا۔ اور جس ترتیب سے چھوٹی ہے اسی ترتیب سے قضا کرے۔۔ یہ بات یادر ہے کہ اسلامی مہینے میں رات پہلے آتی ہے اور دن بعد میں آتی ہے، اس لئے مغرب سے تاریخ شروع ہوتی ہے اور اگلی مغرب تک رہتی ہے۔

وجہ :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ کنکری پھینکنا کوئی عبادت نہیں ہے، لیکن حدیث کی وجہ سے ان دنوں میں وہاں کنکری پھینکنا عبادت ہے اس لئے ان دنوں میں قضا کرنا ممکن ہے، اس لئے تیرہویں کے بعد شام سے پہلے قضا کر لے، اس کے بعد نہیں (۲) تیرہویں کی شام تک رمی کا وقت ہے اس کے لئے یہ آیت ہے۔ **واذكروا الله في ايام معدودات فمن تعجل في يومين فلا اثم عليه ومن تأخر فلا اثم عليه لمن اتقى** (آیت ۲۰۳ سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ بارہویں کو بھی رمی کر کے مکہ آسکتا ہے، اور تیرہویں کو بھی آسکتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ تیرہوں کو بھی رمی کا وقت ہے۔ (۲) **عن ابن عمر أنه كان يأتي الجمار في الايام الثلاثة بعد يوم النحر ما شيا ذاهبا و راجعا ، و يخبر أن النبي ﷺ كان يفعل ذالك** (ابو داؤد شریف، باب فی رمی الجمار ص ۲۸۷، نمبر ۱۹۶۹) اس اثر میں ہے کہ حضرت ابن عمر یوم النحر سے تین دن بعد تک یعنی تیرہوں ذی الحجہ تک رمی جمار کرنے آتے ،جس سے معلوم ہوا کہ تیرہویں کے بعد شام تک رمی کا وقت ہے۔(۳) اثر میں ہے۔ **عن ابن عمر كان يقول من غربت عليه الشمس وهو بمنى اوسط ايام التشريق فلا ينفرن حتى يرمى الجمار من الغد.** (سنن للبیہقی، باب من غربت لہ الشمس یوم النفر الاول بمنی حتی یرمی الجمار یوم الثالث بعد الزوال ج خامس ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بارہویں کے بعد جو شام آتی ہے یعنی تیرہوں کی شام منی میں ہو جائے تو منی سے نہ جائے بلکہ وہاں ٹھہر جائے اور تیرہویں کو رمی کر کے جائے۔ اس اثر میں بھی تیرہویں کے بعد شام تک رمی کا وقت ہے، اس لئے اس وقت سے پہلے پہلے تک رمی کی قضا کرسکتا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۱۳) پھر وقت سے مؤخر کرنے کی وجہ سے۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دم لازم ہوگا، برخلاف صاحبینؒ کے۔

تشریح : مثلا دسویں ذی الحجہ کو رمی نہیں کی اور اس کو تیرہویں ذی الحجہ کو قضا کیا تو اپنے وقت سے تاخیر کرنے کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دم لازم ہوگا ، کیونکہ انکا اصول گزر چکا ہے کہ وقت سے مؤخر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوتا ہے۔

(۱۳۱۴) وان تـرک رمی یوم فعلیه دم﴾ ل لانه نسک تام (۱۳۱۵) ومـن ترک رمی احدی الجمار الثلـث فعلیه الصدقة﴾ ل لان الکـل فـی هذا الیوم نسک واحد فکان المتروک اقل الا ان یکون المتروک اکثر من النصف فحیئنذ یلزمه الدم لوجود ترک الاکثر

وجه : (ا)اس اثر میں ہے۔ عـن ابن عباس قال من قدم شیئا من حجه أو أخره فلیهرق لذالک دما ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل یحلق قبل أن یذبح ، ج ثالث ،ص ۳۴۵،نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر میں ہے کہ کوئی چیز مقدم مؤخر کردے تو اس پردم لازم ہے۔۔اورصاحبینؒ کا اصول یہ تھا کہ مؤخر کرنے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہے،اس لئے انکے یہاں دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۱۳۱۴) اوراگرایک دن کی رمی چھوڑ دی تواس پر دم ہے۔

ترجمه: ل اس لئے کہ ایک پورا نسک ہے۔

تشریح : پورےایک دن کی رمی چھوڑ دی تو اس پر بھی ایک دم لازم ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن کی رمی حج کی پوری ایک عبادت ہے۔

وجه :(ا) اس اثر میں ہے کہ ایک دن کی رمی چھوڑے یا تمام دنوں کی رمی چھوڑے اس پرایک دم ہے۔عـن عطاء بن رباح أنـه قـال مـن نسی جمرة واحدة أو الجمار کلها حتی یذهب أیام التشریق فدم واحد یجزیه .(سنن بیہقی ،باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذهب أیام منی ، ج خامس ،ص ۲۴۸،نمبر ۹۶۸۸)اس اثر میں ہے کہ تمام رمی چھوڑنے پر بھی ایک دم ہےاورایک دن کی رمی چھوڑنے پر بھی ایک دم ہے۔

ترجمه: (۱۳۱۵)اوراگرتین رمی جمار میں سےایک چھوڑ دیاتواس پرصدقہ ہے۔

وجـه : گیارہویں،بارہویں اورتیرہویں کوتینوں کھمبوں کی رمی کی جاتی ہے۔پس اگرتینوں میں سےایک کھمبے کی رمی چھوڑ دی تو صدقہ لازم ہوگا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تین کھمبوں کے چھوڑنے پر دم ہےاورایک کھمبا اس کا آدھا بھی نہیں ہےاس لئے صدقہ لازم ہوگا۔

تـرجمه: ل اس لئے کہ تینوں جمرات اس دن میں ایک نسک ہےتو چھوڑا ہوا آدھے سے بھی کم ہوگیا[اس لئے صدقہ لازم ہو گا]مگر یہ کہ چھوڑا ہوا آدھے سے زیادہ ہوتواس وقت اس کودم لازم ہوگا،اکثر کے چھوڑنے کے پائے جانے کی وجہ سے۔

تشریح :ایک دن کے تینوں جمرات ملاکرایک نسک ہےاوراس پرایک دم ہے،اب ان میں سےایک جمرہ تینوں کے آدھے سے بھی کم ہوااس لئے ایک دم لازم نہیں ہوگا، بلکہ صدقہ لازم ہوگا۔اوراگر دو جمرے چھوڑ دئے تواب آدھے سے زیادہ ہوگیااس لئے اکثر کوکل کاحکم کرتے ہوئے دم لازم ہونا چاہئے۔

(۱۳۱۶)وان ترک رمی جمرة العقبة فی یوم النحر فعلیه دم﴾ ل لانه ترک کل وظیفة هذا الیوم رمیا ٢ وکذا اذا ترک الاکثر منها (۱۳۱۷) وان ترک منها حصاة او حصاتین او ثلثا تصدق لکل حصاة نصف صاع الا ان یبلغ دما فینقص ما شاء﴾ ل لان المتروک هو الاقل فتکفیه الصدقة

ترجمہ: (۱۳۱۶)اگر دسویں تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی چھوڑ دی تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس دن کا پورا ہی وظیفہ [رمی] چھوڑ دیا۔

وجہ: (۱) دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ یعنی آخری کھمبے کی رمی کرتے ہیں اس لئے اگر دسویں کو جمرہ عقبہ کی رمی چھوڑ دی تو گویا کہ پورے ایک دن کی رمی چھوڑ دی اور پورے دن کی رمی چھوڑنے پر دم لازم ہوگا۔(۲) عن عطاء بن رباح أنه قال من نسی جمرة واحدة أو الجمار کلها حتی یذهب أیام التشریق فدم واحد یجزیه . (سنن بیہقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذهب أیام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸)اس اثر میں ہے کہ تمام رمی چھوڑنے پر بھی ایک دم ہے اور ایک دن کی رمی چھوڑنے پر بھی ایک دم ہے (۳)۔عن ابن عباس انه قال من نسی شیئا من نسکه أو ترکه فلیهرق دما (دار قطنی کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۵، نمبر ۲۵۱۲/۲۵۱۴/موطا امام مالک، باب ما یفعل من نسی من نسکہ شیئا ص ۴۵۰/سنن للبیھقی، باب من ترک شیئا من الرمی حتی یذهب ایام منی، ج خامس، ص ۲۴۸، نمبر ۹۶۸۸) اس اثر میں ہے کہ کوئی واجب نسک چھوٹ جائے تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: ٢ ایسے ہی اگر سات کنکریوں میں سے زیادہ کو چھوڑ دیا۔

تشریح : دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ کی رمی کرتے ہیں اور یہی پورا ایک نسک ہے جسکے چھوڑنے پر دم لازم ہوتا ہے۔اس رمی میں سات کنکریاں ہوتیں ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دن کی سات کنکریاں چھوڑنے پر ایک دم ہے، اس لئے اس سات کنکریوں میں سے اکثر چار کنکریاں نہیں ماری تو بھی دم لازم ہوگا، اس لئے چار سات کا اکثر ہے۔

ترجمہ: (۱۳۱۷) اور اگر سات کنکریوں میں سے ایک کنکری، یا دو کنکری، یا تین کنکری چھوڑ دی تو ہر کنکری کے لئے آدھا صاع گیہوں صدقہ کرے، مگر یہ کہ دم تک پہونچ جائے تو جتنا چاہے کم کردے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ چھوڑی ہوئی کنکریاں کم ہیں اس لئے اس کے لئے صدقہ کافی ہے۔

تشریح : جمرہ عقبہ کی سات کنکریاں ہیں اس لئے آدھے سے کم ایک کنکری چھوڑی، یا دو کنکری چھوڑی، یا تین کنکری چھوڑی تو اس پر صدقہ لازم ہوگا، کہ ہر ہر کنکری کے بدلے میں آدھا آدھا صاع گیہوں صدقہ کرے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چھوڑی ہوئی کنکری آدھے سے کم ہے اس لئے اس کے لئے دم کے بجائے صدقہ کافی ہے۔اور اگر تینوں کنکریوں کے صدقے کی قیمت اتنی ہو جائے

(۱۳۱۸) ومن اخّر الحلق حتی مضت ایام النحر فعلیه دم ﴾ ا عندابی حنیفةؒ وکذا اذا اخّر طواف الزیارة

جتنی ایک بکری کی قیمت ہے تو اس صورت میں جتنا چاہے بکری کی قیمت میں سے کم کر دے تا کہ وہ صدقہ باقی رہے، دم نہ بن جائے۔

ترجمہ: (۱۳۱۸) جس نے حلق کو مؤخر کیا یہاں تک کہ ایام نحر گزر گئے تو اس پر۔

ترجمہ: ا امام ابو حنیفہ کے نزدیک دم ہے۔اور ایسے ہی اگر طواف زیارت مؤخر کیا [تو دم لازم ہوگا]

تشریح: کسی نے حلق نہیں کرایا تھا یہاں تک کہ بارہویں تاریخ گزر گئی تو چونکہ وقت سے مؤخر کیا اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دم ہوگا۔اسی طرح اگر طواف زیارت بارہویں تاریخ گزرنے کے بعد کیا تو اس مؤخر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا، کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کا اصول گزر چکا ہے کہ حج کا کوئی نسک اپنے وقت سے مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہے۔

وجه: (۱) انکی دلیل یہ اثر ہے، جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عباس قال من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبة ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی نسک وقت سے مؤخر کر دے تو اس پر دم لازم ہوگا۔اور اس شخص نے حلق کو اپنے وقت سے مؤخر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔حلق کے لئے ایام نحر متعین ہے۔کیونکہ کوئی چیز وقت کے ساتھ عبادت ہوتی ہے وقت کے بعد نہیں۔اس لئے وقت سے حلق مؤخر کرے گا تو دم لازم ہوگا۔اسی طرح طواف زیارت کو اپنے وقت سے مؤخر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا (۲) اثر میں ہے۔عن عامر فی امرأة نسیت تقصر حتی خرجت ،فقال عبد الرحمن بن الاسود وعامر تقصر وتهرق دما (مصنف ابن ابی شیبة، باب فی الرجل والمرأة نسیا ان تقصرا، ج ثالث، ص ۴۰۱، نمبر ۱۵۵۳۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یوم نحر سے مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا۔(۳) ترتیب واجب ہونے کی دلیل یہ حدیث بھی ہے. عن المسور بن مخرمة ومروان ـ یصدق کل واحد منهما حدیث صاحبه .....فلما فرغ من قضیة الکتاب قال رسول الله ﷺ لاصحابه : قوموا فانحروا ثم احلقوا ۔(بخاری شریف، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابة الشروط، کتاب الشروط، ص ۴۴۹، نمبر ۲۷۳۱) اس حدیث میں ہے کہ پہلے اونٹ کا نحر کرو پھر سر کا حلق کراؤ۔اس سے نسک کے درمیان ترتیب ثابت ہوتی ہے۔ (۴) اس حدیث سے بھی ترتیب ثابت ہوتی ہے۔ عن انس بن مالک ان رسول الله اتی منی فاتی الجمرة فرماها ثم اتی منزله بمنی ونحر ثم قال للحلاق خذ واشار الی جانبه الایمن (مسلم شریف، بیان ان السنة یوم النحر یرمی ثم ینحر ثم یحلق ص ۴۲۱ نمبر ۳۱۵۴/۱۳۰۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کی عبادت جسکو نسک کہتے ہیں ترتیب سے کرنا چاہئے۔

۲ وقالا لا شئ عليه في الوجهين ۳ وكذا الخلاف في تاخير الرمي وفي تقديم نسك على نسك كالحلق قبل الرمي ونحر القارن قبل الرمي والحلق قبل الذبح

طواف زیارت مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا اس کے لئے یہ اثر بھی ہے۔عن ابی الزناد عن الفقهاء الذين ينتهي الى قولهم من اهل المدينة كانوا يقولون من نسي ان يفيض حتى رجع الى بلاده فهو حرام حين يذكر حتى يرجع الى البيت فيطوف به فان اصاب النساء اهدى بدنة (سنن للبیہقی ، باب التحلل بالطّواف اذا کان قدسعی عقیب طواف القدوم، ج خامس، ص ۲۳۸، نمبر ۹۶۵۰) اس میں ہے کہ بھول کر بھی طواف زیارت نہیں کیا اور بیوی سے مل لیا تو اونٹ لازم ہوگا۔

ترجمه: ۲ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں کچھ نہیں ہے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ حلق کو ایام نحر یعنی بارہویں ذی الحجہ سے مؤخر کر دیا، یا طواف زیارت کو بارہویں تاریخ سے مؤخر کر دیا تو اس پر دم لازم نہیں ہے، کیونکہ ان کا اصول یہ ہے کہ کسی نسک کو وقت سے مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا، البتہ واجب بالکل چھوڑ دے اس کو بعد میں قضاء بھی نہ کرے تو اس ترک کرنے پر دم لازم ہوگا۔

وجه :(۱) ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عبد الله ابن عمر أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع فجعلوا يسألونه فقال رجل لم أشعر فحلقت قبل أن اذبح قال اذبح و لا حرج ، فجاء اخر فقال : لم أشعر فنحرت قبل ان ارمي قال ارم و لا حرج ، فما سئل النبي ﷺ يومئذ عن شئي قدم و لا اخر الا قال افعل و لا حرج . (بخاری شریف ، باب الفتیا علی الدابۃ عند الجمرۃ ،ص ۲۸۰، نمبر ۱۷۳۶ رمسلم شریف ، باب جواز تقدیم الذبح علی الرمی والحلق علی الذبح ص ۴۲۱ نمبر ۱۳۰۶/۳۱۵۶) اس حدیث میں ہے کہ کوئی عمل مقدم یا مؤخر ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے اس لئے حلق کو ایام نحر سے مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے۔عن ابن عباسؓ قال كان النبي ﷺ يسأل يوم النحر بمنى فيقول : لا حرج ، فسأله رجل فقال حلقت قبل أن أذبح؟ قال اذبح و لا حرج قال رميت بعد ما امسيت ؟ فقال : لا حرج . (بخاری شریف، باب اذا رمی بعد ما أمسی أو حلق قبل أن یذبح ناسیا أو جاهلا، ص ۲۸۰، نمبر ۱۷۳۵) اس حدیث میں ہے کہ شام ہونے کے بعد رمی کی تو فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ رمی کو وقت سے مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۳ ایسے ہی اختلاف ہے رمی کو مؤخر کرنے میں، اور ایک نسک دوسرے نسک پر مقدم کرنے میں، جیسے حلق رمی سے پہلے کر لیا، یا قارن نے رمی سے پہلے حلق کرا لیا، یا قارن نے ذبح کرنے سے پہلے حلق کرا لیا۔[تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ان سب میں دم ہے، اور صاحبینؒ کے یہاں دم لازم نہیں ہے]

۴ لهما ان ما فات مستدرک بالقضاء ولایجب مع القضاء شئ اٰخر ۵ وله حدیث ابن مسعودؓ انه قال من قدم نسکا علی نسک فعلیه دم ۶ ولان التاخیر عن المکان یوجب الدم فیما هو موقّت بالمکان کالاحرام فکذا التاخیر عن الزمان فیماهو موقت بالزمان

تشریح : یہاں چھ مسئلے بیان کر رہے ہیں [یہ سارے واجب نسک ہیں] جن میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں مقدم مؤخر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہے اور صاحبینؒ کے یہاں دم لازم نہیں ہے۔ ان میں سے دو مسئلے اوپر گزر چکے ہیں [۱] حلق ایام نحر سے مؤخر کر دے۔ [۲] طواف زیارت ایام نحر سے مؤخر کر دے [۳] تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ رمی کو اپنے دن میں نہ کر کے بعد میں کرے، مثلا دسویں تاریخ کی رمی اگیارویں ذی الحجہ کو کی۔ [۴] سر منڈوانے کو رمی کے بعد کرنا چاہئے ،لیکن حلق رمی سے پہلے کرلیا۔ [۵] قران کرنے والے پر شکرانہ کی ہدی واجب ہے، اس لئے پہلے رمی کرنی چاہئے ، پھر ہدی ذبح کرنا چاہئے ، اس کے بعد حلق کرانا چاہئے ، لیکن اس نے رمی سے پہلے ہدی ذبح کر دی۔ [۶] اسی طرح ذبح سے پہلے حلق کر دیا، تو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دم لازم ہے، صاحبینؒ کے یہاں دم لازم نہیں ہے۔

ترجمه : ۴ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ جو فوت ہو گیا وہ قضا کے ذریعہ پا لینے والا ہے، اور قضا کے ساتھ کوئی دوسری چیز واجب نہیں ہوتی۔

تشریح : صاحبینؒ کی دلیل عقلی یہ ہے کہ ان چھ مسئلوں میں واجب نسک مؤخر تو ہوا ہے لیکن بعد میں انکو قضا کر لیا گیا تو وہ چیز پا لی گئی اور ادا ہو گئی، اس لئے قضا کے ساتھ کوئی اور چیز واجب نہیں ہوتی، مثلا نماز قضاء ہو جائے تو اس کو قضا کرنے کے بعد کوئی فدیہ لازم نہیں ہوتا اس لئے یہاں بھی قضا کرنے کے بعد کوئی دم یا فدیہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ۵ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث ہے، انہوں نے فرمایا کہ کسی نے کسی نسک کو کسی نسک پر مقدم کیا تو اس پر دم ہے۔

تشریح :امام ابوحنیفہؒ کی دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بجائے حضرت عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے۔ عن ابن عباس قال من قدم شیئا من حجه او اخره فلیهرق لذلک دما (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی نسک وقت سے مؤخر کر دے تو اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ۶ اور اس لئے کہ جو عبادت مکان کے ساتھ متعین ہے وہ مکان سے مؤخر کرنے سے دم لازم ہوتا ہے، جیسے کہ میقات پر احرام، پس ایسے ہی جو زمانے کے ساتھ متعین ہے وہ زمانے سے مؤخر ہونے سے دم لازم ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جو عبادت مکان کے ساتھ خاص ہے اگر اس کو مکان سے مؤخر کر دے تو اس پر دم لازم ہوتا ہے، مثلا

(۱۳۱۹) فـان حلق فی ایام النحر فی غیر الحرم فعلیه دم ومن اعتمر فخرج من الحرم وقصر فعلیه دم ﴾ ۱؎ عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ ۲؎ وقال ابو یوسفؒ لا شئ علیه

احرام کو میقات پر باندھنا چاہئے لیکن اگر میقات سے مؤخر کر دیا تو اس پر دم لازم ہے۔اسی طرح جو عبادت وقت کے ساتھ خاص ہے اگر اس کو وقت سے مؤخر کر دیا جائے تو اس پر دم لازم ہونا چاہئے ،اور اوپر کے چھ مسئلوں میں وقت سے مؤخر کیا ہے اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۳۱۹) اگر ایام نحر میں حرم کے علاوہ میں حلق کرایا تو اس پر دم ہے۔اور کسی نے عمرہ کیا اور حرم سے نکلا اور قصر کرایا تو۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر دم ہے۔

تشــریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ امام محمدؒ کے نزدیک حج یا عمرے کا حلق یا قصر حرم کے ساتھ خاص ہے،اس کے علاوہ میں کرائے گا تو دم لازم ہوگا۔اور امام ابو یوسفؒ کی رائے یہ ہے کہ حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے اس لئے بہتر تو یہ ہے کہ حرم میں کرائے ،لیکن اگر نہیں کرایا تو دم لازم نہیں ہوگا۔۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ حج کیا اور ایام نحر میں حرم کے علاوہ میں حلق کرایا اسی طرح عمرہ کیا اور حرم سے باہر نکل کر حلق یا قصر کرایا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک دم لازم ہوگا۔

وجــه : (۱) حج اور عمرے کا حلق احرام سے حلال ہونے کے لئے ہے اس لئے وہ حج کے واجبات میں سے ہے اور حج کی عبادت ہے،اور حج کی عبادت حرم کے ساتھ خاص ہے اس لئے حج اور عمرے کا حلق بھی حرم کے ساتھ خاص ہوگا ،اور حرم سے باہر کرنے پر دم لازم ہوگا۔جیسے سلام پھیرنا نماز سے حلال ہونے کے لئے ہے اور نماز کے واجبات میں سے ہے،اس لئے نماز کی شرائط کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ۲؎ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر کچھ نہیں ہے۔

وجــــه :(۱)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اور صحابہ نے حدیبیہ میں احصار کے وقت حلق کرایا اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے،جسکا مطلب یہ نکلا کہ حلق یا قصر کرانا حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے۔لمبی حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عـن الـمسـور بن مخرمة ومروان۔ یـصـدق کـل واحـد مـنـهـمـا حدیث صاحبه ....قال فعدل عنهم حتی نزل بأقصی الحد یبیة علی ثمد قلیل الـمـاء یتربضه الناس تربضا....فلما فرغ من قضیة الکتاب قال رسول الله ﷺ لاصحابه : قوموا فانحروا ثـم احلقوا** ۔(بخاری شریف، باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وکتابة الشروط، کتاب الشروط،ص۴۴۹،نمبر۲۷۳۱) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اور صحابہ نے حدیبیہ میں حلق کرایا۔(۲)اس اثر میں ہے کہ حدبیہ حرم سے باہر ہے۔**عــن ابــن عبـاسؓ انـمـا البدل علی من نقض بالتلذذ ، فاما من حبسه عذر أو غیر ذالک فانه یحل و لا یرجع .....لان**

النبی ﷺ و اصحابه بالحدبية نحروا و حلقوا و حلوا من كل شیء قبل الطواف و قبل أن يصل الهدی الی البيت ثم لم يذكر أن النبی ﷺ أمر احدا أن يقضوا شيئا و لا يعودا ليه ، و الحدبية خارج من الحرم.
(بخاری شریف، باب من قال لیس علی المحصر بدل،ص۲۹۲،نمبر۱۸۱۳)اس اثر میں ہے کہ حضورؐ اور صحابہ نے عمرہ میں حدبیہ میں نحر کیا اور حلق کیا،اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے،اسلئے حرم سے باہر بھی حلق کرانا جائز ہے

لغت : حدیبیہ: مکہ مکرمہ سے جدہ کی طرف جاتے ہوئے ۲۴ کیلومیٹر پر یہ مقام ہے،آج کل اس کو شمیسی کہتے ہیں، یہ حدود حرم سے باہر ہے اس سے دو ۲ کیلومیٹر پہلے حدود حرم ہے،سعودی حکومت نے آج کل دو کیلومیٹر پہلے ہی حدود حرم کا نشان لگایا ہے، یہاں ببول کے ایک درخت کے نیچے حضورؐ نے صحابہ سے جہاد پر بیعت لی تھی،جبکہ قریش نے ۸ھ میں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا،اس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔حرم:اس کا ایک معنی تو ہے بیت اللہ کے بالکل قریب قریب،جسکو حرم کہتے ہیں،دوسرا معنی ہے حل کے اندر جو مقامات ہیں اس کو بھی حرم کہتے ہیں جس میں شکار کرنا حرام ہے یہ بیت اللہ سے کہیں نو میل کہیں بیس میل تک بھی جاتا ہے۔
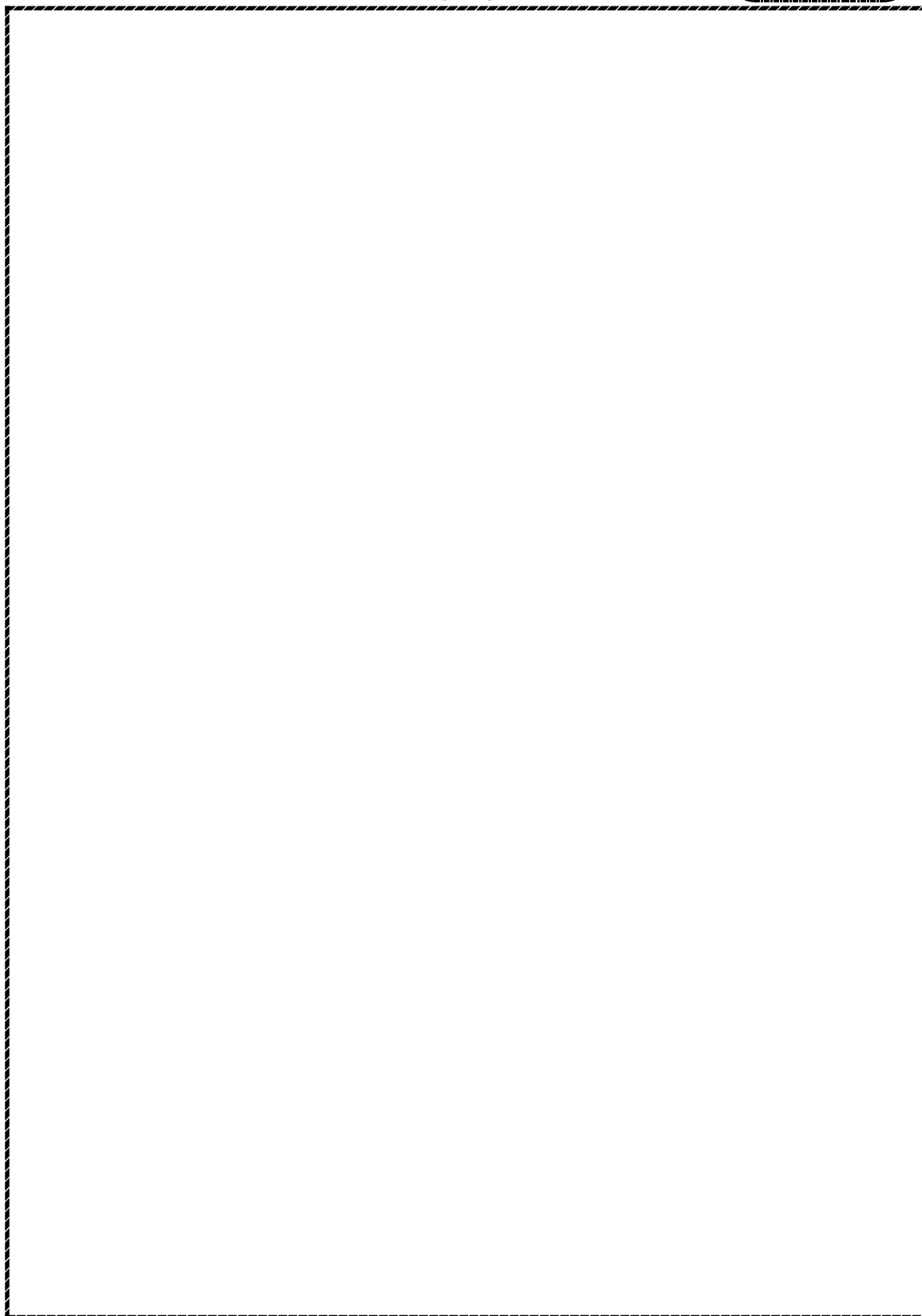
٣ قال ذكر في الجامع الصغير قول ابی يوسفؒ في المعتمر ولم يذكره في الحاج وقيل هو بالاتفاق لان السنة جرت في الحج بالحلق بمنى وهو من الحرم ٤ والاصح انه على الخلاف وهويقول

ترجمه : ٣ صاحب ھدایہ کہتے ہیں کہ جامع صغیر میں امام ابو یوسف کا قول عمرہ کرنے والے کے بارے میں ذکر کیا ہے، حج کر نے والے کے بارے میں ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ مسئلہ بالاتفاق ہے کہ دم لازم ہوگا، اس لئے کہ حج میں منی میں حلق کرانے کی سنت جاری ہے اور وہ حرم کے اندرر ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ جامع صغیر میں عمرہ کرنے والے کے بارے میں حضرت امام ابو یوسفؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ وہ حرم سے باہر حلق کرائے تو دم لازم نہیں ہے، حج کرنے والے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ حرم سے باہر حلق کرائے تو اس پر دم نہیں ہے، اس کا مطلب یہ نکلا کہ حج کرنے والے حرم سے باہر حلق کرائے تو امام ابو یوسفؒ کے یہاں بھی دم لازم ہو جائے گا۔ اس لئے یہ کہا جائے گا حج کے بارے میں بالاتفاق یہ بات ہے کہ حرم سے باہر حلق کرایا تو دم لازم ہو جائے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج کے بارے میں سنت یہی ہے کہ منی میں حلق کراتے ہیں اور منی حرم کے اندر ہے، اس لئے بالاتفاق یہ مسئلہ ہوگا حرم سے باہر حج کا حلق کرایا تو دم لازم ہوگا۔

جامع صغیر کی عبارت یہ ہے۔ محمد عن يعقوب عن ابی حنيفةؒ في معتمر طاف و سعی و خرج من الحرم و قصر قال فعليه دم و هو قول محمدؒ و قال ابو يوسفؒ لا شيء عليه ، فان لم يقصر حتى رجع فقصر فلا شيء عليه في قولهم جميعا ، قارن حلق قبل ان يذبح فعليه دمان ، و قال ابو يوسف و محمدؒ دم واحد ، حاج حلق في أيام النحر في غير الحرم فعليه دم (جامع صغیر، باب فی الحلق والتقصیر ،ص ۱۶۵) اس عبارت میں ہے کہ اگر عمرہ کرنے والا حرم سے باہر جا کر قصر کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک دم ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دم نہیں ہے۔ اور اگر حج کرنے والا ایام نحر میں حرم سے باہر جا کر حلق کرایا تو اس پر دم ہے، لیکن کس امام کے نزدیک دم ہے یہ نہیں بتایا، ممکن ہو کہ امام محمدؒ کے نزدیک دم ہو، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دم نہ ہو، لیکن صاف اسکا ذکر نہیں ہے۔

وجه : (۱) حج کے موقع پر حرم میں ہی حلق کراتے ہیں اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عن انس بن مالك أن رسول الله ﷺ رمى جمرة العقبة يوم النحر ثم رجع الى منزله بمنى فدعا بذبح فذبح ثم دعا بالحلاق فأخذ بشق رأسه الايمن فحلقه ۔(ابوداود شریف، باب الحلق والتقصیر ،ص ۲۸۸، نمبر ۱۹۸۱) اس حدیث میں ہے کہ حج کے موقع پر منی میں حلق کرایا۔ اس لئے یہ سنت ہے۔

ترجمه : ٤ صحیح روایت یہ ہے کہ مسئلہ اختلاف پر ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ حلق حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے،

الحلق غیر مختص بالحرم لان النبی علیه السلام واصحابه اُحصروا بالحدیبیة وحلقوا فی غیر الحرم ۵؎ ولهما ان الحلق لما جعل محلّلا صار کالسلام فی اٰخر الصلوٰة فانه من واجباتها وان کان محللا فاذا صار نسکا اختص بالحرم کالذبح ۶؎ وبعض الحدیبیة من الحرم فلعلهم حلقوا فیه ۷؎ فالحاصل ان الحلق یتوقّت بالزمان والمکان عند ابی حنیفةؒ وعند ابی یوسفؒ لا یتوقت بهما وعند محمدؒ یتوقت بالمکان دون الزمان وعند زفرؒ یتوقت بالزمان دون المکان

اس لئے کہ نبی علیہ السلام اور آپؐ کے صحابہ مقام حدیبیہ میں روکے گئے اور انہوں نے حرم کے علاوہ میں حلق کرایا۔

تشریح : فرماتے ہیں کی صحیح روایت یہ ہے کہ حج کے حلق کے بارے میں اختلاف ہے، اور حضرت امام ابو یوسفؒ یہی فرماتے ہیں کہ جس طرح عمرے کا حلق حرم سے باہر کرانا جائز ہے اسی طرح حج کا حلق بھی حرم سے باہر کرانا جائز ہے اس پر کوئی دم نہیں ہے، اس لئے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہ کو کفار قریش نے روکا تو انہوں نے حدیبیہ میں عمرے کا حلق کرایا اور اوپر اثر میں ہے کہ حدیبیہ حرم سے باہر ہے اس لئے حج کا حلق بھی حرم سے باہر کرانا جائز ہوگا۔۔اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: ۵؎ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ حلق جب احرام سے حلال کرنے والا ہے تو نماز کے آخیر میں سلام کی طرح ہے، اس لئے کہ وہ نماز کے واجبات میں سے ہے، اگر چہ وہ نماز سے حلال کرنے والا ہے، پس جب حج کی عبادت ہوئی تو حرم کے ساتھ خاص ہوگا، جیسے ذبح کرنا حرم کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح : طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حلق احرام سے حلال کرنے والا ہے جس طرح سلام نماز سے حلال کرنے والا ہے، اور سلام نماز کے واجبات میں سے ہے اسی طرح حلق احرام کے واجبات میں سے اور حج کا نسک حرم میں ادا کیا جاتا ہے جیسے ذبح حرم میں کیا جاتا ہے اسی طرح حلق بھی حرم میں ہی ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ۶؎ اور بعض حدیبیہ حرم میں سے ہے شاید صحابہ اسی میں حلق کرائے ہوں۔

تشریح : یہ امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے دلیل دی تھی کہ صحابہ نے حدیبیہ میں حلق کرایا تھا اور وہ حرم سے باہر ہے تو باہر حلق کرانا جائز ہے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حدیبیہ کا بعض حصہ بھی حرم میں ہے اس لئے یہ ہوسکتا ہے کہ اسی حرم کے حصہ میں حلق کرایا ہو، اگر یہ حقیقت ہے تو یہ ثابت نہیں ہوا کہ صحابہ نے حرم سے باہر حلق کرایا ہو۔

ترجمہ: ۷؎ حاصل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلق زمانہ اور مکان دونوں کے ساتھ خاص ہے، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور امام محمدؒ کے نزدیک مکان کے ساتھ خاص ہے، زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور امام زفر کے نزدیک زمانے کے ساتھ خاص ہے مکان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

۸ وھذاالخلاف فی التوقیت فی حق التضمین بالدم امالایتوقت فی حق التحلل بالاتفاق (۱۳۲۰) والتقصیر والحلق فی العمرة غیرموقت بالزمان بالاجماع ﴾ ل لان اصل العمرة لایتوقت به

تشریح : اس عبارت میں چاروں اماموں کا مسلک بیان کررہے ہیں[۱] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلق حرم کے ساتھ بھی خاص ہے کہ حرم کے باہر جائز نہیں، اور زمانے کے ساتھ بھی خاص ہے کہ ایام نحر کے بعد حلق جائز نہیں، اور اگر کیا تو دم لازم ہوگا۔[۲] امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ مکان کے ساتھ خاص ہے اور نہ زمانے کے ساتھ خاص ہے، اس لئے حرم سے باہر حلق کرائے یا ایام نحر کے بعد حلق کرائے دم لازم نہیں ہے۔[۳] امام محمدؒ کے نزدیک حلق مکان کے ساتھ خاص ہے یعنی حرم میں حلق کرانا ضروری ہے ورنہ دم لازم ہوگا، اور زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے اسلئے ایام نحر کے بعد حلق کرایا تو دم لازم نہیں ہوگا۔[۴] امام زفرؒ کے نزدیک زمانے کے ساتھ خاص ہے چنانچہ ایام نحر کے بعد حلق کرائے گا تو دم لازم ہوگا، اور مکان کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے حرم کے باہر حلق کرائے گا تو دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۸ زمان یا مکان کے ساتھ خاص ہونے کا یہ اختلاف دم کے لازم ہونے کے حق میں ہے، بہر حال حلال ہونے کے حق میں تو بالاتفاق خاص نہیں ہے۔

تشریح : یہ جو اختلاف گزرا کہ حلق مکان کے ساتھ خاص ہے یا نہیں، یا زمانے کے ساتھ خاص ہے یا نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جن کے یہاں خاص ہے انکے یہاں دم لازم ہوگا، اور جن کے یہاں خاص نہیں ہے انکے یہاں دم لازم نہیں ہوگا، لیکن حلال ہو نے کے بارے میں خاص نہیں ہے یعنی حرم سے باہر حلق کرانے سے بھی تمام ائمہ کے نزدیک حلال ہو جائے گا۔

ترجمہ : (۱۳۲۰) عمرے میں حلق اور قصر کرانا بالاتفاق زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اصل عمرہ ہی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بخلاف مکان کے اس لئے کہ وہ حرم کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح : عمرہ کسی مہینے میں بھی کرسکتا ہے، اس لئے عمرہ کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، اور جب عمرہ خاص نہیں ہے تو اس کا حلق یا بال کا قصر کرانا بھی کسی زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہوگا، یعنی یہ خاص نہیں ہے کہ ایام نحر ہی میں عمرے کا حلق یا قصر کرائے البتہ عمرے کا طواف بیت اللہ میں کیا جاتا ہے، اور اس کا ذبح بھی حرم میں کیا جاتا ہے اسلئے اس کا حلق بھی حرم میں ہونا چاہئے، یہ خاص ہے۔

وجہ : (۱) عمرہ کے لئے کوئی وقت نہیں ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ **قالت عائشة ما یقول ؟ قال یقول أن رسول الله ﷺ اعتمر أربع عمرات احداهن فی رجب** (بخاری شریف، باب کم اعتمر النبی ﷺ ؟ ص ۲۸۶، نمبر ۱۷۷۶) اس

بخلاف المکان لانه موقت به (۱۳۲۱) قال فان لم یقصر حتی رجع وقصر فلا شئ علیه فی قولهم جمیعاً ﴾

۱؎ معناه اذا خرج المعتمر ثم عاد لانه اتی به فی مکانه فلا یلزمه ضمانه (۱۳۲۲) فان حلق القارن قبل ان یذبح فعلیه دمان ﴾ ۱؎ عندابی حنیفةؒ دمٌ بالحلق فی غیراوانه لان اوانه بعد الذبح ودم بتاخیر الذبح عن الحلق ۲؎ وعندهما یجب علیه دم واحد وهو الاول ولا یجب بسبب التاخیر شئ علی ما قلنا

حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے چار عمرہ فرمایا اور ایک عمرہ رجب میں فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ عمرہ کے لئے کوئی خاص وقت نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۳۲۱) اگر قصر نہیں کرایا یہاں تک کہ واپس آگیا اور قصر کرایا تو سب کے قول میں بالاتفاق اس پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر عمرہ کرنے والا حرم سے نکل گیا پھر واپس لوٹا، اس لئے کہ قصر کو اپنی جگہ میں کیا تو اس پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

تشریح: عمرہ کرنے والا آدمی کسی کام سے حرم سے باہر نکلا لیکن وہاں قصر نہیں کرایا واپس حرم میں آکر قصر کرایا تو اس پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے حرم میں قصر کرنا تھا اور وہیں قصر کرایا اس لئے تمام ائمہ کے نزدیک دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۲۲) اگر قران کرنے والے نے ذبح سے پہلے حلق کرایا تو دو دم ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ایک دم وقت سے پہلے حلق کرانے کی وجہ سے، اس لئے کہ حلق کا وقت ذبح سے پہلے تھا، اور دوسرا دم ذبح کو حلق سے مؤخر کرنے کا [یعنی خود قران کا]

تشریح: قران کرنے والے پر شکریہ کا ایک دم واجب ہے، اور اس کو پہلے رمی کرنی چاہئے۔ پھر ذبح کرنا چاہئے۔ پھر حلق کرانا چاہئے۔ لیکن اس نے حلق کو ذبح سے پہلے کر دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر دو دم لازم ہونگے [۱] ایک دم حلق کو اپنے وقت سے پہلے کرنے کا، اس لئے کہ اس کا وقت ذبح کے بعد تھا اس نے ذبح سے پہلے کر دیا اس لئے ایک دم اس کا واجب ہوگا [۲] اور دوسرا دم قران کے شکرانے کا، اس طرح دو دم لازم ہونگے۔ لیکن صاحب ھدایہ کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ تین دم لازم ہونگے [۱] ایک دم حلق کو مقدم کرنے کا اور [۲] دوسرا دم ذبح کو مؤخر کرنے، اور [۳] تیسرا دم قران کا اس طرح تین دم لازم ہونگے، لیکن یہ کاتب کا سہو ہے، اصل میں دو ہی دم ہیں۔

ترجمہ: ۲؎ اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک دم لازم ہوگا اور وہ پہلا یعنی قران کا دم ہے، اور تاخیر کرنے کے سبب سے کچھ لازم نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے کہا۔

تشریح: پہلے صاحبینؒ کا اصول گزر چکا ہے کہ کسی نسک کے مقدم مؤخر کرنے سے کوئی دم لازم نہیں ہوتا، اس لئے حلق کو ذبح سے مقدم، اور ذبح کو حلق سے مؤخر کرنے پر کوئی دم لازم نہیں ہوگا، اس لئے صرف پہلا دم یعنی قران کے شکرانے کا دم لازم ہوگا۔

﴿ فصل فی الصید فی الاحرام ﴾

(۱۳۲۳)اعلم ان صیدالبر محرم علی المحرم وصید البحرحلال ﴿ ۱ لقوله تعالی احل لکم صیدُ البحر الیٰ آخر الایة ۲ وصید البر ما یکون توالده و مثواه فی البر وصید البحرما یکون توالده ومثواه

﴿ فصل فی الصید فی الاحرام ﴾

ضروری نوٹ: احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا حرام ہے،البتہ سمندری شکار کرنا جائز ہے۔اور اگر کوئی محرم شکار کرے تو اس کو شکار کا بدلہ ادا کرنا ہوگا۔(۱)اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما (آیت ۹۴،سورة المائدة ۵) اس آیت میں ہے کہ تمکو شکار کا بدلہ دینا پڑے گا۔(۲) دوسری آیت میں ہے۔ احل لکم صید البحر و طعامه متاعا لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (آیت ۹۶، سورة المائدة ۵)اس آیت میں ہے کہ محرم کے لئے سمندر کا شکار حلال ہے، خشکی کا شکار حلال نہیں۔یہ بھی معلوم ہوا کہ شکار کرے گا تو اس کی جزا دینی ہوگی۔یا اس کے کفارہ کے طور پر مساکین کو کھلانا ہوگا یا اس کی قیمت لگا کر جو گیہوں ہو ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے میں ایک روزہ رکھے(۳)اس کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال خمس من الدواب کلهن فاسق یقتلهن فی الحرم الغراب والحدأة والعقرب والفارة والکلب العقور۔(بخاری شریف،باب ما یقتل المحرم من الدواب ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۹ر مسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الداب فی الحل والحرم ص ۳۸۱ نمبر ۲۸۶۳/۱۱۹۸)اس حدیث میں ان پانچ جانوروں کو احرام کی حالت میں مارنا جائز ہے تو معلوم ہوا کہ باقی شکاری جانور کو مارنا جائز نہیں ہے۔(۴)عن الصعب بن جثامة اللیثی أنه اهدی لرسول الله ﷺ حمارا وحشیا و هو بالابواء أو بودان فرده علیه فلما رأی ما فی وجهه قال انا لم نرده الا انا حرم۔(بخاری شریف،باب اهدی للمحرم حمارا وحشیا حیا لم یقبل،ص ۲۹۵،نمبر ۱۸۲۵)اس حدیث میں ہے کہ میں نے احرام کی وجہ سے شکار واپس کیا اس سے معلوم ہوا کہ شکار کرنا حرام ہے۔

ترجمہ: (۱۳۲۳) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ محرم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے اور سمندر کا حلال ہے۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کا قول۔ احل لکم صید البحر و طعامه متاعا لکم وللسیارة وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (آیت ۹۶ سورة المائدة ۵) کی آیت کی وجہ سے

تشریح: اللہ تعالی کی اس آیت کی وجہ سے محرم پر خشکی کا شکار کرنا حرام ہے اور سمندر کا شکار حلال ہے۔۔

ترجمہ: ۲ خشکی کا شکار اس کو کہتے ہیں جسکا انڈا اور بچہ دینا اور رہنا خشکی میں ہو،اور سمندر کا شکار وہ ہے جسکا انڈا اور بچہ دینا اور

فی الماء ٣ والصید هو الممتنع المتوحش فی اصل الخلقة ٤ و استثنی رسول الله ﷺ الخمس الفواسق وهی الکلب العقور والذئب والحداة والغُراب والحیّة والعقرب فانها مبتدیات بالاذی

رہنا پانی میں ہو۔

تشریح : جو جانور خشکی میں انڈا بچہ دیتا ہو چاہے کھانا پینا پانی ہی میں کرتا ہو وہ جانور خشکی کا ہے، جیسے بطخ، کہ وہ انڈا بچہ خشکی میں دیتی ہے لیکن عموما پانی میں زندگی گزارتی ہے اس لئے وہ خشکی کا جانور ہے۔اور جو جانور انڈا بچہ پانی میں دیتا ہو اور پانی میں رہتا ہو اس کو پانی کا جانور کہتے ہیں۔۔توالد: ولد سے مشتق ہے، بچہ دینا۔مثواہ: ثوی یثوی سے مشتق ہے، زندگی گزارنا، ٹھہرنا۔

ترجمہ: ٣ شکار وہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو شکاری سے بچانے والا ہو اور اصل خلقت میں انسان سے متوحش ہو۔

تشریح : شکار کی تعریف کرر ہے ہیں، فرماتے ہیں کہ جو جانور اپنی فطرت کے اعتبار سے انسان سے بچتا ہو اور متوحش ہو اس کو شکار کہتے ہیں، جو جانور وحشی نہیں ہے انسان سے بھاگتا نہیں ہے، بلکہ انسان اس کو کھلا پلا کر پالتا ہے اس کو پالتو جانور کہتے ہیں، محرم کے لئے اس کا ذبح کرنا حلال ہے۔

ترجمہ: ٤ حضورؐ نے پانچ فاسق جانور کو اس سے مستثنی کیا[١] وہ کاٹ کھانے والا کتا ہے،[٢] بھیڑیا ہے[٣] چیل ہے[٤] کوا ہے[۵] سانپ ہے[٦] اور بچھو ہے۔کیونکہ یہ جانور تکلیف دینے میں خود پہل کرتے ہیں۔

تشریح : احرام کی حالت میں خشکی کے شکار کو مارنا حرام ہے، لیکن یہ پانچ جانور فاسق ہیں، فاسق کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان کو ایذا دینے میں پہل کرتے ہیں اس لئے انکو فاسق اور بدکار کہا، اور انکو احرام کی حالت میں بھی مارنے کی اجازت ہے، ورنہ انسان تکلیف میں رہے گا۔حدیث میں پانچ کا تذکرہ ہے اور صاحب ھدایہ نے چھ گنوائے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بھیڑیا کلب عقور میں داخل ہے اس لئے پانچ ہوئے

وجہ : (١)ان پانچ جانوروں کا تذکرہ اس حدیث میں ہے۔ **عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال خمس من الدواب کلهن فاسق یقتلهن فی الحرم الغراب والحدأة والعقرب والفارة والکلب العقور** ۔(بخاری شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب ص ٢٤٦ نمبر ١٨٢٩ر مسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الداب فی الحل والحرم ص ٣٨١ نمبر ٢٨٦٣/١١٩٨)اس حدیث میں ان پانچ جانوروں کو احرام کی حالت میں مارنا جائز ہے۔

لغت : الکلب العقور: کتا جب پاگل ہوتا ہے تو لوگوں کو کاٹتا پھرتا ہے، اس کو کلب عقور کہتے ہیں، اس کا مارنا جائز ہے، اسی میں شیر وغیرہ بھی داخل ہے جو حملہ میں پہل کرتا ہے۔الذئب: بھیڑیا۔الحدأة: چیل۔الحیة: سانپ۔مبتدیات: ابتداء سے مشتق ہے، جو ابتداء کرتا ہو۔

۵ والمراد به الغراب الذی یاکل الجیف هو المروی عن ابی یوسفؒ (۱۳۲۴) قال واذا قتل المحرم صیدا اودل علیه من قتله فعلیه الجزاء ﴾ ۱ اماالقتل فلقوله تعالی لا تقتلوا الصید وانتم حُرُمٌ ومن قتله منکم متعمداً فجزاء الأیة نصّ علیٰ ایجاب الجزاء

ترجمہ: ۵ کوے سے مراد وہ کوا ہے جو مردار کھاتا ہو، یہی امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے۔

تشریح : کوے کی تین قسمیں ہیں [۱] ایک کوا کالا ہوتا ہے، اور گلے کے پاس ہلکی سی سفیدی ہوتی ہے، یہ مردار کھاتا ہے اور غلاظت بھی کھاتا ہے، یہ بہت تیز ہوتا ہے، یہ بچوں کے ہاتھ سے روٹی چھین کر بھاگ جاتا ہے اور مرغی کے چھوٹے بچوں کو بھی اٹھا کر لے بھاگتا ہے، اسی کوئے کو احرام کی حالت میں مارنا جائز ہے کیونکہ یہ حملہ کرنے میں پہل کرتا ہے، [میرے ہاتھ سے بھی ایک مرتبہ روٹی چھین کر بھاگا ہے] [۲] دوسرے قسم کا کوا اس سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے، وہ بالکل کالا ہوتا، اور بھدا ہوتا ہے یہ اتنا تیز نہیں ہوتا، یہ مردار نہیں کھاتا، لیکن گوبر میں منہ ڈال کر دانہ نکالتا رہتا ہے اور کھاتا رہتا ہے،، اس کو ہمارے جھارکھنڈ میں ڈڑ کوا کہتے ہیں، اس کوئے کو احرام کی حالت میں مارنا جائز نہیں، کیونکہ یہ ایذا دینے میں پہل نہیں کرتا، البتہ یہ حلال نہیں ہے۔ [۳] تیسرے قسم کا کوا تھوڑا سا کالا ہوتا ہے اور بہت بھدا ہوتا ہے، یہ کھیتوں میں دانہ چگتا رہتا ہے، اس کو غراب الزرع، کھیتی کا کوا کہتے ہیں، انگلینڈ کے کھیتوں میں اس کو بار بار دیکھا، یہ چونکہ مردار نہیں کھاتا اس لئے اس کا کھانا حلال ہے، لیکن احرام کی حالت میں اس کو مارنا جائز نہیں، کیوکہ یہ ایذا دینے میں پہل نہیں کرتا۔ یہ کبوتر کی طرح بھولا سا ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۲۴) اگر محرم نے شکار کو قتل کر دیا یا ایسے آدمی کو بتایا جو اس کو قتل کرے تو اس پر شکار کا بدلہ ہے۔

ترجمہ : ۱ بہر حال قتل پر بدلہ دینا تو اللہ تعالی کے اس قول، **یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم** (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) کی وجہ سے ہے جس میں بدلے کے واجب ہونے پر تصریح کی ہے۔

تشریح : محرم شکار کو خود قتل کرے تب بھی شکار کا بدلہ اس کو لازم ہوگا۔ اور دوسرے کو بتلائے کہ شکار وہاں ہے اور اس نے شکار کو قتل کر دیا تب بھی بتلانے والے محرم پر بدلہ لازم ہے۔

وجہ : (۱) شکاری کو بتلا کر شکار کی محافظت کو برباد کیا اس لئے بتلانے والے پر بھی بدلہ لازم ہوگا (۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے **اخبرنی عبد الله بن ابی قتادة ثم ... قلنا ا ناکل لحم صید و نحن محرمون؟ فحملنا ما بقی من لحمها قال امنکم احد امره ان یحمل علیها او اشار الیها؟ قالوا لا قال فکلوا ما بقی من لحمها** (بخاری شریف، باب لا یشیر المحرم الی الصید لکی یصطادہ الحلال ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۴ رمسلم شریف، باب تحریم الصید الماکول البری وما اصلہ ذلک

۲؎ واما الدلالة ففيها خلاف الشافعیؒ هو يقول الجزاء تعلق بالقتل والدلالة ليست بقتل فاشبه دلالة الحلال حلالا ۳؎ ولنا ما روينا من حديث ابی قتادةؓ

علی المحرم ص۳۸۰ نمبر۱۱۹۶/۲۸۵۵)اس حدیث میں ہے کہ کیا تم نے شکار کرنے کا اشارہ کیا ہے؟ جس سے معلوم ہوا کہ دوسرے آدمی کو شکار کرنے کا اشارہ بھی خود شکار کرنے کی طرح ہے۔اس لئے شکار کرنے کا اشارہ کرنے سے بھی بدلہ لازم ہو جائے گا۔(۳)اثر میں ہے۔عن الحسن والعطاء فی المحرم اشار الی صید فاصابه محرم قالا علیه الجزاء (مصنف ابن ابی شیبة ۴۵۴ فی المشیر الی الصید قال علیہ الجزاء، ج ثالث، ص۴۰۰، نمبر ۱۵۵۱۳)اس اثر میں ہے کہ اشارہ کرنے والے پر شکار کا بدلہ لازم ہے۔(۴)عن مجاهد قال أتى رجل ابن عباس فقال انی اشرت بظبی و أنا محرم فأصيد قال ضمنت (مصنف ابن ابی شیبة ۴۵۴ فی المشیر الی الصید قال علیہ الجزاء، ج ثالث، ص۴۰۰، نمبر ۱۵۵۱۶)اس اثر میں بھی ہے کہ رہنمائی کرنے والا شکار کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۲؎ بہر حال رہنمائی کرنے کے بارے میں تو اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جزاء خود قتل کے ساتھ متعلق ہے، اور دلالت کرنا قتل نہیں ہے، تو ایسا ہوا کہ حلال نے حلال کو بتلایا[کہ فلاں جگہ حرم کا شکار ہے]

تشریح: محرم نے کسی آدمی کی رہنمائی کی کہ فلاں جگہ شکار ہے اور اس آدمی نے اس کے بتلانے کی وجہ سے شکار کو قتل کر دیا تو بتلانے والے محرم پر حنفیہ کے نزدیک اس شکار کا بدلہ لازم ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱)انکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ شکار کو خود سے قتل کرنے پر بدلہ ہے، آیت یہ ہے۔ ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اور یہاں خود سے قتل نہیں کیا بلکہ صرف رہنمائی کی قتل تو دوسرے نے کیا ہے اسلئے اس پر شکار کا بدلہ لازم نہیں ہونا چاہئے، (۲) جیسے کسی حلال نے کسی حلال کو حرم کا شکار بتلایا اور اس حلال نے حرم کے شکار کو قتل کر دیا تو بتلانے والے پر بدلہ واجب نہیں ہوتا بلکہ صرف قتل کرنے والے پر بدلہ واجب ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بتلانے والے پر بدلہ واجب نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ [ا پہلی دلیل] ہماری دلیل وہ جو حضرت ابو قتادہؓ کی حدیث روایت کی۔

تشریح: یہاں سے صاحب ھدایہ نے [۷] سات دلیلیں بیان کی ہیں کہ رہنمائی کرنے والے محرم پر کیوں بدلہ لازم ہے۔[۱] حضرت ابو قتادہؓ کی روایت میں ہے کہ اگر تم نے اشارہ کیا یا مدد کی ہے تو مت کھاؤ، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے . عن عبد الله بن أبی قتادة عن ابيه .....و فی رواية شعبة قال أشرتم أو أعنتم أو اصدتم. (مسلم شریف، باب تحریم الصید الماکول البری وما اصلہ ذلک علی المحرم ص۳۸۰ نمبر ۱۱۹۶/۲۸۵۶) اس حدیث میں ہے کہ کیا، تم نے مدد کی، تم نے اشارہ کیا، تم نے شکار کیا۔ مدد کرنا

٤ وقال عطاءؒ اجمع الناس على ان على الدال الجزاء ٥ ولان الدلالة من محظورات الاحرام ٦ ولانه تفويت الا من على الصيد اذ هو آمن بتوحشه وتواريه فصار كالاتلاف ٧ ولان المحرم باحرامه التزم الامتناع عن التعرض فيضمن بترک ما التزمه كالمودع

اوراشارہ کرنا بھی دلالت ہےاس لئے اس میں بھی بدلہ لازم ہوگا۔۔اگر شکار کرنے والا خود بھی محرم ہے تو اس شکار کا دوسرا بدلہ خود شکار کرنے والے پر بھی لازم ہو جائے گا،اس طرح ایک شکار کا دو بدلہ لازم ہوگا،ایک رہنمائی کرنے والے پر،اور دوسرا قتل کرنے والے پر، کیونکہ دو آدمیوں کی الگ الگ غلطی ہے۔

ترجمہ: ٤ [٢ دوسری دلیل] حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ تمام حضرات نے اجماع کیا ہے کہ بتلانے والے پر بھی بدلہ ہے۔

تشریح: حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو آدمی شکار کی رہنمائی کرے گا اس پر بھی شکار کا بدلہ لازم ہوگا۔مصنف ابن شیبۃ میں آٹھ صحابی اور تابعی کا قول نقل کیا ہے کہ رہنمائی کرنے والے پر بدلہ لازم ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵۴ فی المشیر الی الصید قال علیہ الجزاء، ج ثالث،ص ۴۰۰،نمبر ۱۵۵۱۳ سے نمبر ۱۵۵۲۰ تک) ان تمام اثروں میں ہے کہ رہنمائی کرنے والا شکار کا ضامن ہوگا۔میں نے دو روایت اوپر ذکر کر دیا ہے،اس کو دیکھ لیں۔

ترجمہ: ٥ [٣ تیسری دلیل] اور اس لئے کہ رہنمائی کرنا احرام کے محضورات میں سے ہے۔

تشریح: شکار کی رہنمائی کرنا احرام کے محظورات میں سے،اور ممنوع ہے اس لئے اس کے خلاف ورزی کرنے پر بدلہ لازم ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ٦ [٤ چوتھی دلیل] اور اس لئے کہ شکار کے امن کو فوت کرنا ہے اسلئے کہ وہ اپنے وحشی ہونے اور چھپنے کی وجہ سے امن میں ہے،اس لئے ایسا ہوا کہ خود اس نے شکار کو ضائع کیا ہو۔

تشریح: اور اس لئے بھی اس پر بدلہ لازم ہونا چاہئے کہ شکاری جانور اپنے وحشی ہونے اور لوگوں سے چھپتے پھرنے کی وجہ سے امن میں ہے اور اس نے رہنمائی کر کے اس کے امن کو فوت کیا تو گویا کہ اس کو ضائع کیا اس لئے بھی بدلہ لازم ہونا چاہئے۔

ترجمہ: ٧ [٥ پانچویں دلیل] اور اس لئے کہ محرم اپنے احرام کی وجہ سے چھیڑ نہیں رکھنے کا التزام کیا اس لئے جس بات کا التزام کیا اس کو چھوڑنے کی وجہ سے ضامن ہوگا جیسے امانت رکھنے والا۔

تشریح: ۔محرم نے احرام باندھ کر اس بات کا التزام کیا ہے کہ شکار کو نہیں چھیڑے گا،اور اس نے چھیڑ کر التزام کو ترک کیا اس لئے بدلے کا ضامن ہوگا۔جس طرح امانت رکھنے والے نے اس بات کا التزام کیا ہے کہ مال کی حفاظت کرے گا،اور اس نے حفاظت چھوڑ دیا اور اس کے بعد مال ضائع ہوا تو امانت رکھنے والا اس مال کا ضامن ہوگا،اسی طرح یہاں بھی شکار کا ضامن ہوگا۔

۸؎ بخلاف الحلال لانه لا التزام من جهته ۹؎ علی ان فیه الجزاء علی ما روی عن ابی یوسفؒ وزفرؒ ۱۰؎ والدلالةُ الموجبة للجزاء ان لا یکون المدلول عالمًا بمکان الصید وان یصدّقه فی الدلالة حتی لو کذبه وصدق غیره لاضمان علی المکذب ۱۱؎ولو کان الدال حلالا فی الحرم لم یکن علیه شئ لما

ترجمہ: ۸؎ [۶ چھٹی دلیل] بخلاف حلال کے اس لئے کہ اس نے اپنی جانب سے شکار کی حفاظت کا التزام نہیں کیا ہے

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے دلیل میں کہا تھا کہ حلال نے حرم کے شکار کی رہنمائی کی تو اس پر ضمان لازم نہیں ہوتا، اسی طرح محرم نے دلالت کی تو اس پر ضمان لازم نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ، یہاں محرم نے احرام باندھ کر شکار کی حفاظت کا التزام کیا ہے اور رہنمائی کر کے اس التزام کو توڑا ہے اس لئے اس محرم پر بھی بدلہ لازم ہو جائے گا، اور حلال نے یہ التزام نہیں کیا تھا اس لئے اس کے بتلانے سے بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۹؎ [۷ ساتویں دلیل] یہ بھی ہے کہ بدلہ لازم ہے جیسا کہ حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے روایت ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو دوسرا جواب ہے کہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کے یہاں حلال پر بھی شکار کا ضمان ہے اگر اس نے کسی آدمی کو حرم کے شکار کے بارے میں بتلایا اور اس آدمی نے اس کو قتل کیا، اور حلال پر ضمان ہے تو محرم نے شکار کی رہنمائی کی تو اس پر بھی بدلہ لازم ہوگا۔ اس لئے امام شافعی کا یہ استدلال کہ حلال پر ضمان نہیں ہے اس لئے محرم پر بھی ضمان نہیں ہونا چاہئے، صحیح نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱۰؎ جس رہنمائی سے بدلہ واجب ہے وہ یہ ہے کہ جسکو بتایا وہ شکار کی جگہ کو جانتا نہ ہو، اور یہ بھی ضروری ہے کہ رہنمائی میں اس کی تصدیق کرے، یہاں تک کہ اگر اس کو جھٹلا دیا اور دوسرے کی تصدیق کی تو جس کو جھٹلایا اس پر ضمان نہیں ہے۔

تشریح : رہنمائی کرنے والے محرم پر شکار کا بدلہ لازم ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس کی رہنمائی پر عمل کیا ہو تب اس پر بدلہ لازم ہوگا، اس کی دو شرطیں ہیں [۱] ایک یہ کہ جسکو شکار کے بارے میں بتلایا گیا اس کو پہلے سے اس شکار کے بارے میں علم نہیں تھا محرم کے بتلانے کی وجہ سے علم ہوا، کیونکہ جسکو بتلایا اس کو پہلے سے علم تھا تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس نے اس کے بتلانے کی وجہ سے شکار نہیں کیا بلکہ اپنے جاننے کی وجہ سے شکار کیا، اس لئے بتلانے والے پر ضمان لازم نہیں ہوگا۔[۲] اور دوسری شرط یہ ہے کہ جسکو بتلایا وہ بتلانے والے کی تصدیق بھی کرے کہ ہاں تم صحیح کہہ رہے ہو، تب بتلانے والے پر ضمان لازم ہوگا، اور اگر اس نے بتلانے والے کو جھٹلا دیا، اور دوسرے آدمی کے کہنے پر شکار کیا تو پہلے آدمی پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ پہلے آدمی کے کہنے کی وجہ سے شکار نہیں کیا ہے۔

ترجمہ : ۱۱؎ اور اگر رہنمائی کرنے والا حلال ہے حرم میں تو اس پر کچھ نہیں ہے، اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے پہلے کہا۔

تشریح : حلال آدمی نے کسی آدمی کو بتلایا کہ حرم میں فلاں جگہ شکار ہے، وہ آدمی محرم ہو یا حلال اس نے اس شکار کو قتل کر دیا تو

قلنا (۱۳۲۵)سواء فی ذلک العامد والناسی ﴾ ل لانہ ضمان یعتمد وجوبہ الاتلاف فاشبہ غرامات الاموال

چونکہ حرم کے شکار کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اس کے قتل کرنے پر ضمان لازم ہوتا ہے اس لئے قتل کرنے والے پر ضمان لازم ہوگا، لیکن بتلانے والے پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ گزر چکی ہے کہ حلال ہونے کی وجہ سے اس نے یہ لازم نہیں کیا ہے کہ شکار کو نہ چھیڑوں، اس لئے اس کے لئے بتلانا جائز تھا اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، صرف مارنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۲۵) اس بارے میں جان کر اور بھول کر دونوں برابر ہیں۔

تشریح : جان کر شکار کو قتل کرے تب بھی اس کا بدلہ لازم ہوگا، اور بھول کر شکار کو قتل کرے تب بھی اس کا بدلہ لازم ہوگا، دونوں برابر ہیں۔ اصل میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ آیت میں تو ہے کہ جان کر قتل کیا ہو تب بدلہ ہے تو بھول کر قتل کرنے سے بدلہ کیوں ہے؟۔ آیت یہ ہے۔ ومن قتلہ منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ جان کر قتل کیا ہو تب بدلہ ہے، تو متن میں اس کا جواب دیا کہ جان کر قتل کیا ہو یا بھول کر قتل کیا ہو دونوں برابر ہیں۔

وجہ: (۱) اور بھول کر اور جان کر برابر ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابی عبیدۃ بن عبد اللہ بن مسعود ان محرما القی جوالق فاصاب یربوعا فقتلہ فقضی فیہ ابن مسعود بجفر او جفرۃ (سنن للبیھقی، باب قتل المحرم الصید عمدا او خطاء ج خامس ص ۲۹۴، نمبر ۹۸۵۸) اس اثر میں غلطی سے یربوع پر جل گر گیا اور مر گیا تب بھی اس پر بکری کا بچہ لازم کیا گیا۔ (۲) اسی قسم کا فیصلہ حضرت عمر نے بھی کیا ہے قال مالک ... او یحلق قفاہ لموضع المحاجم وھو محرم ناسیا او جاھلا ان من فعل شیئا من ذلک فعلیہ فی ذلک کلہ الفدیۃ (موطا امام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص ۴۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول سے بھی کوئی کام کرے گا تو اس پر جان کر کرنے کی طرح فدیہ لازم ہوگا۔ (۳) بھول معاف نہیں اس کا ثبوت اس اثر میں بھی ہے۔ عن عطاء انہ قال فی الشعرۃ مد ، و فی شعرتین مدان ، و فی الثلاث فصاعدا دم . و روینا عن الحسن البصری و عطاء انھما قالا فی ثلاث شعرات دم ،الناسی و المعتمد فیھا سواء ۔ (سنن بیہقی ، باب المحرم لا یحلق شعرہ و لا یقطعہ و ما یجب فی قطعہ وحلقہ، ج خامس ، ص ۹۸، نمبر ۹۱۲۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۸ فی المحرم ثلث شعرات علیہ فیہ شیء ام لا، ج ثالث، ص ۲۱۰، نمبر ۱۳۵۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول میں بھی بال کٹ جائے تو اس پر دم لازم ہے۔ اسی طرح بھول میں بھی شکار کو قتل کر دیا تو اس کا ضمان لازم ہے۔

ترجمہ: ل کیونکہ بدلہ ایسا ضمان ہے جس کے وجوب کا دار و مدار ہلاک کرنے پر ہے، اس لئے مال کے تاوان کے مشابہ ہوگیا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ اس ضمان کا مدار ہلاک کرنے پر ہے، اور اس نے شکار کو ہلاک تو کیا ہے، چاہے جان کر کیا ہو یا بھول

(۱۳۲۶) والمبتدی والعائد سواء ﴾ ل لان الموجب لایختلف (۱۳۲۷)والجزاء عند ابی حنیفة وابی یوسفؒ ان یقوم الصید فی المکان الذی قتل فیه او فی اقرب المواضع منه اذا کان فی برّ فیقوّمه ذوا عدل ﴾

کر کیا ہو اس لئے بدلہ لازم ہو جائے گا۔ جیسے کسی کے مال کو ہلاک کر دے تو جان کر کرے تب بھی اس کا تاوان لازم ہوتا ہے اور بھول کر کر دے تب بھی تاوان لازم ہوتا ہے، اسی طرح بھول کر شکار کو قتل کر دے تب بھی بدلہ لازم ہوگا۔۔ غرامات الاموال: مال کے تاوان۔

ترجمہ: (۱۳۲۶) ابتداء حملہ کرنے والا اور لوٹ کر حملہ کرنے والا دونوں برابر ہیں۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ موجب مختلف نہیں ہے۔

تشریح: ابتدا میں حملہ کر کے قتل کرنے کی شکل یہ ہے کہ شکار بھاگ رہا تھا اور ایک ہی وار میں اس کو مار دیا تب بھی اسکا بدلہ لازم ہوگا، اور عائد، لوٹ کر حملہ کر کے قتل کرنے کی شکل یہ ہے کہ ایک مرتبہ تیر مارا اور شکار کو لگا لیکن شکار نہیں مرا، پھر دوسری مرتبہ تیر مار کر شکار کو ہلاک کیا، تو یہ عائد ہوا، اور اس صورت میں بھی شکار کا بدلہ لازم ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بدلہ شکار کے ہلاک ہونے پر ہے، اور وہ پہلی مرتبہ تیر مارنے سے ہلاک ہو یا دوسری مرتبہ مارنے سے ہلاک ہو دونوں برابر ہیں، ہلاک ہوا ہے اس لئے بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۲۷) شکار کا بدلہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ہے کہ شکار کی قیمت اس جگہ لگائی جائے جہاں اس کو قتل کیا ہے۔ یا اس جگہ کے قریب کی جگہ کی اگر اس کو صحرا میں قتل کیا ہو تو اس کی قیمت لگائیں گے دو انصاف ور آدمی۔

تشریح: شکار کا بدلہ دینے کی دو شکلیں ہیں [۱] ایک تو یہ کہ جس ڈیل ڈول کا شکار ہے اسی ڈیل ڈول کا پالتو جانور خرید کر حرم میں ذبح کر دیا جائے، مثلا شتر مرغ کو مارا تو اس کے جسم وجثہ کے مطابق اونٹ ہے تو اونٹ ذبح کر دیا جائے، اور ہرن کو مارا تو اس کے ڈیل ڈول کے مطابق بکری ہے تو بکری ذبح کر دی جائے، یہ جسمانی اعتبار سے برابری ہوئی، حضرت امام شافعیؒ اسی برابری کے قائل ہیں، اور جسمانی طور سے برابری کا جانور نہ ملے تب اس شکار کی قیمت لگائی جائے، اور اس سے روزہ بنایا جائے یا غلہ خرید کر تقسیم کیا جائے۔۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ سب سے پہلے شکار کی قیمت لگائی جائے، اور قیمت لگا کر پھر اس قیمت سے ہدی خریدے، یا غلہ خرید کر تقسیم کرے، یا ہر آدھا صاع گیہوں کے بدلے میں ایک روزہ رکھے، اس اعتبار سے یہ ہوگا کہ جس جگہ شکار قتل ہوا ہے اس جگہ میں اس شکار کی جو قیمت ہوگی وہ لگائی جائے گی۔ اور اگر شکار صحرا میں قتل ہوا ہے تو اس صحرا سے قریب میں جو آبادی ہے وہاں اس شکار کی جو قیمت ہوسکتی ہے وہ قیمت لگائی جائے گی۔

وجہ: (۱) آیت میں ہے۔ یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما

(۱۳۲۸)ثم ھو مخیر فی الفداء ان شاء ابتاع بھا ھدیا و ذبحہ ان بلغت ھدیا و ان شاء اشتریٰ بھا طعاما و تصدق علی کل مسکین نصف صاع من بُرّا و صاعا من تمر او شعیر و ان شاء صام﴾

قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ دو انصاف ور آدمی شکار کے بدلے کا فیصلہ کریں گے۔ اب بدلے کے فیصلے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس قسم کا شکار ہے اس کی جسمانی ساخت کو دیکھ کر اس کے مناسب اونٹ، گائے، بکری یا بکری کے بچے کا فیصلہ کرے۔ مثلا ہرن کی جسمانی ساخت کے برابر بکری ہے اس لئے ہرن کے بدلے میں بکری لازم کرے اور اس سے بڑے جانور کے بدلے گائے لازم کرے اور یہ مسلک امام محمد اور امام شافعی کا ہے۔ اور شیخین کے نزدیک یہ ہے کہ شکار کی قیمت لگائی جائے گی پھر اس قیمت سے یا ہدی خریدے اور اس کو حرم میں ذبح کرے کیونکہ آیت میں ھدیا بالغ الکعبۃ کی قید ہے۔ یا اس قیمت سے گیہوں خریدے اور ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع گیہوں دے۔ یا جتنے صاع گیہوں اس قیمت سے آسکتے ہیں اس کے ہر آدھے صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے مثلا دس صاع گیہوں شکار کی قیمت سے خریدا جا سکتا ہے تو بیس دن روزے رکھے، شکار کی قیمت لگانے کے بعد شکار کرنے والے کو یہ تینوں اختیار ہیں جیسا کہ آیت میں اس کو اختیار دیا گیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک **یحکم ذوا عدل** کا مطلب یہی ہے کیونکہ جب آپ شکار کی قیمت سے کھانا خریدیں گے یا روزے رکھیں گے تو آخر شکار کی قیمت لگانی ہی ہوگی۔ اس لئے پہلے ہی سے شکار کی قیمت لگائی جائے اور اس قیمت سے ہدی خریدی جائے اور آیت میں مثل سے مراد مثل معنوی لی جائے (۲) ذوا عدل کی ضرورت بھی اسی وقت زیادہ پڑے گی جب شکار کی قیمت لگانے کی ضرورت ہو۔ اور قرآن نے ذوا عدل کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کیا ہے (۳) اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن کعب بن عجرہ ان النبی ﷺ قضی فی بیض نعام اصابہ محرم بقدر ثمنہ** (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۸، نمبر ۲۵۲۸ / سنن للبیھقی، باب بیض النعام یصیبھا المحرم، ج خامس، ص ۳۴۰، نمبر ۱۰۰۲۱) اس حدیث میں حضورؐ نے شترمرغ کے انڈے کی قیمت لگائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ شکار کی قیمت لگائی جائے گی۔

نوٹ: اگر قیمت سے جانور خریدا تو اس کو حرم کی حدود میں ذبح کرنا ہوگا۔ کیونکہ آیت میں **ھدیا بالغ الکعبۃ** کی قید ہے۔ اس لئے اگر حرم سے باہر جانور ذبح کیا تو کافی نہیں ہے۔

لغت: بریۃ : خشکی، صحرا۔ ذوا عدل : انصاف کرنے والا آدمی، ماہر اور تجربہ کار آدمی۔

ترجمہ: (۱۳۲۸) پھر شکار کرنے والے کو فدیہ دینے میں اختیار ہے چاہے اس سے ہدی خریدے اور اس کو ذبح کرے اگر اس کی قیمت ہدی کی حد تک پہنچ جائے۔ اور چاہے تو اس کی قیمت سے کھانا خریدے اور ہر مسکین پر آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ کرے۔ اور چاہے تو [ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے ایک دن] روزہ رکھے۔

ل علی ماذکر ۲ وقال محمدؒ والشافعیؒ تجب فی الصید النظیر فیما له نظیر ۳ ففی الظبی شاۃ وفی

ترجمہ : ل جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔

تشریح : شکار کی قیمت لگنے کے بعد شکار کرنے والے کو تین اختیار ہیں۔جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

وجہ : تینوں اختیار کی وجہ آیت ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔اور اس کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے اس طرح ہے۔عن ابن عباس فی قوله آیت﴿ فجزاء مثل ما قتل من النعم ﴾ قال اذا اصاب المحرم الصید یحکم علیه جزاء ہ فان کان عنده جزاء ہ ذبحه وتصدق بلحمه فان لم یکن عنده جزاء ہ قوم جزاء ہ دراهم ثم قومت الدراهم طعاما فصام مکان کل نصف صاع یوما وانما ارید بالطعام الصیام انه اذا وجد الطعام وجد جزاء ہ (سنن للبیہقی، باب من عدل صیام یوم بمدین، ج خامس، ص ۳۰۴، نمبر ۹۸۹۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قیمت لگانے کے بعد یا ہدی خریدے یا کھانا خرید کر آدھا آدھا صاع گیہوں مساکین پر تقسیم کرے یا ہر آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو کے بدلے ایک دن روزہ رکھے۔

ترجمہ: ۲ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ پرندے کے شکار میں اس کا جو مثل ہے وہ واجب ہوگا بشرطیکہ اس کا مثل ہو،

تشریح :امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ جس جانور کو شکار کیا ہے جسمانی طور پر جو پالتو جانور اس کے مثل ہو وہ لازم کیا جائے۔ موسوعہ میں امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ جسمانی طور پر جو مثل ہے وہ دینا بہتر ہے، لیکن ہدی دے، یا غلہ تقسیم کرے، یا روزے رکھے، محرم کو تینوں کا اختیار ہے، آیت میں تینوں کا اختیار دیا گیا ہے، اس لئے کسی ایک کو خاص کرنا صحیح نہیں ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے ، فاحتمل أن یکون جعل له الخیار بان یفتدی بأی ذالک شاء ، و لا یکون ان یخرج من واحد منها و کان هذا أظهر معانیه ، و اظهرها الاولی بالآیة ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب ھل لمن أصاب الصید أن یفدیہ بغیر النعم، ج خامس، ص ۳۱۷، نمبر ۶۴۱۱) اس عبارت میں ہے کہ شکار کرنے والے کو تینوں باتوں کا اختیار ہے کہ ہدی دے، یا فدیہ دے یا روزہ رکھے۔

وجہ : (۱) کیونکہ آیت میں تینوں کا اختیار ہے۔آیت یہ ہے۔یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة أو کفارة طعام مساکین أو عدل ذالک صیاما لیذوق وبال امر ہ (آیت ۹۵ سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا، کہ ہدی دو، یا مسکین کا کھانا دو، یا اس کا موازنہ کر کے روزہ رکھو، اور اللہ تعالی نے تینوں کا اختیار دیا ہے اس لئے تینوں میں سے کوئی ایک بھی کر لے تو کافی ہے۔

ترجمہ : ۳ چنانچہ ہرن میں بکری دے اور بجو میں بکری ہے، اور خرگوش میں بکری کا مادہ بچہ ہے، اور جنگلی چوہے میں چار ماہ کا

الضبُع شاه وفی الارنب عناق وفی الیربوع جفرة وفی النعامة بدنة وفی حمار الوحش بقرة لقوله تعالیٰ فجزاءٌ مثل ماقتل من النعم ومثلُه من النعم مایشبه المقتول صورة لان القیمة لاتکون نعمًا

بکری کا بچہ ہے، اور شتر مرغ میں اونٹ ہے، اور وحشی گدھے میں گائے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس کے مثل بدلہ ہے جو قتل کیا ہے چو پاؤں میں سے، اور چو پاؤں میں سے اس کا مثل وہ ہے جو صورت میں مقتول کے مشابہ ہو۔ کیونکہ قیمت نعم [چو پایہ] نہیں ہے۔

تشریح : جسمانی مثل کی یہاں چھ مثالیں دے رہے ہیں۔

[۱] ہرن شکار کیا تو ہرن کے برابر ڈیل ڈول کا پالتو جانور بکری ہے اس لئے ہرن میں بکری لازم وگی۔

وجه :(۱) **عن جابر أن عمر بن الخطاب حکم فی الغزال شاة** ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الغزال والیربوع، ج رابع، ص ۳۰۶، نمبر ۸۲۴۵) اس اثر میں ہے کہ ہرن میں بکری ہے۔

[۲] اور جسمانی طور پر بجو کے برابر بکری ہے اس لئے بجو شکار کرنے میں بکری لازم ہے۔

وجه : (۱) **عن ابن عباس یقول فی الضبع کبش** . (مصنف عبدالرزاق، باب الغزال والیربوع، ج رابع، ص ۳۰۶، نمبر ۸۲۴۵) اس اثر میں ہے کہ بجو میں بکری ہے۔

[۳] اور خرگوش کے برابر بکری کا بچہ ہے اس لئے خرگوش کے بدلے بکری کا بڑا بچہ لازم کیا۔

وجه : (۱) **عن عمر بن الخطاب أنه حکم فی الارنب جدیا أو عناقا** (مصنف عبدالرزاق، باب الثعلب والارنب ج رابع، ص ۳۰۹، نمبر ۸۲۶۲ رمصنف ابی شیبۃ، باب فی رجل أصاب صیدا فأهدی شاة، ج ثالث، ص ۲۸۹، نمبر ۱۴۴۱۶) اس اثر میں ہے کہ خرگوش میں بکری کا بچہ ہے۔

[۴] اور جنگلی چوہے کے برابر بکری کا چھوٹا بچہ ہے اس لئے جنگلی چوہے کے بدلے بکری کا چھوٹا لازم ہوگا۔

وجه : (۱) **عن ابی عبیدة بن عبد الله بن مسعود ان محرما القی جوالق فاصاب یربوعا فقتله فقضی فیه ابن مسعود بجفر او جفرة** (سنن للبیهقی، باب قتل المحرم الصید عمدا اوخطاء ج خامس ص ۲۹۴، نمبر ۹۸۵۸ رمصنف عبدالرزاق، باب الغزال والیربوع، ج رابع، ص ۳۰۶، نمبر ۸۲۴۸) اس اثر میں ہے کہ جنگلی چوہے میں بکری کے بچے کا فیصلہ کیا۔

[۵] اور شتر مرغ کے برابر اونٹ ہے اس لئے شتر مرغ کے بدلے اونٹ لازم کیا جائے گا۔

وجه : (۱) **عن عطاء الخراسانی أن عمر و عثمان و علی بن ابی طالب و زید بن ثابت و ابن عباس و معاویةؓ قالوا فی النعامة یقتلها المحرم بدنة من الابل** (سنن للبیهقی، باب فدیة النعام وبقر الوحش وحمار الوحش، ج خامس،

۴؎ والصحابة اوجبوا النظیر من حیث الخلقة ۵؎ والنظیر فی النُعامة والظبیُ وحمار الوَحْش والارنب

ص ۲۹۷، نمبر ۹۸۶۸/مصنف ابی شیبة، باب فی النعامة یصیبھا المحرم، ج ثالث، ص ۲۸۹، نمبر ۱۴۴۱۷) اس اثر میں ہے کہ شترمرغ کے شکار میں اونٹ لازم ہوگا۔

[۶] اور وحشی گدھے کے برابر گائے ہے اس لئے وحشی گدھے کے شکار کرنے پر گائے لازم ہوگی۔

وجه : (۱) عن عطاء قال فی الحمار بقرة. (مصنف ابی شیبة، باب فی الرجل اذا اصاب حمار الوحش، ج ثالث، ص ۲۹۰، نمبر ۱۴۴۲۵/مصنف عبدالرزاق، باب حمار الوحش والبقرة والاروی، ج رابع، ص ۳۰۵، نمبر ۸۲۳۷) اس اثر میں ہے کہ وحشی گدھے میں گائے لازم ہے۔ (۲) عن ابن مسعودؓ قال فی البقرة الوحش بقرة. (مصنف عبدالرزاق، باب حمار الوحش والبقرة والاروی، ج رابع، ص ۳۰۵، نمبر ۸۲۳۷) اس اثر میں ہے کہ وحشی گائے میں گائے ہے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آیت میں ﴿فجزاء مثل ما قتل من النعم﴾ کہا ہے، اس آیت میں, من النعم، اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ مثل چوپایوں میں سے ہونا چاہئے، اور قیمت چوپایہ نہیں ہے اس لئے چوپایہ میں سے مثل ہو، اور اس کی صورت وہی ہوسکتی ہے کہ جو پالتو جانور جس شکار کے مشابہ ہو وہ پالتو جانور لازم کیا جائے، اور اس کی چھ مثالیں دی گئیں ہیں، اور جہاں مثل نہ ہو وہاں شکار کی قیمت لگائی جائے۔ (۲) حدیث میں ہے۔ عن جابر قال قضی رسول الله ﷺ فی الظبی شاة و فی الضبع کبشا و فی الارنب عناقا وفی الیربوع جفرة فقلت لابن الزبیر وما الجفرة قال التی قد فطمت ورعت (سنن دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۷، نمبر ۲۵۲۷/سنن للبیھقی، باب فدیة الضبع، ج خامس، ص ۲۹۹، نمبر ۹۸۷۹) اس حدیث میں حضورؐ نے ہرن میں بکری لازم کی جس سے معلوم ہوا کہ شکار کی جسمانی برابری کا اعتبار ہے۔ اسی طرح دوسرے شکاری جانور کا بھی جسمانی مثل کا ہی اعتبار کر کے اس حدیث میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کس شکار میں کونسا پالتو جانور لازم ہوگا۔

لغت : الظبی: ہرن۔ الضبع: بجو۔ الارنب: خرگوش۔ عناق: بکری کا بچہ جو سال پورا ہونے کے قریب ہو۔ یربوع: جنگلی چوہا، چوہے کی طرح ایک جانور جسکی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی بڑی ہوتی ہیں۔ جفرة: بکری کے چار ماہ کا بچہ، یا بکری کا درمیانہ بچہ۔ نعامة: شترمرغ۔ حمار الوحش: وحشی گدھا۔ نعم: چوپایہ۔

ترجمه: ۴؎ اور صحابہ نے خلقت کے اعتبار سے مثل واجب کیا ہے۔

تشریح : صحابہ نے بھی جسمانی طور پر جو پالتو جس شکار کے مشابہ تھا اس کو واجب کیا۔

ترجمه: ۵؎ شترمرغ میں اور ہرن میں، اور وحشی گدھے میں اور خرگوش میں وہ مثل ہے جو ہم نے بیان کیا۔

على ما بينا ٦ وقال عليه السلام الضبع صيد وفيه الشاة ٧ وما ليس له نظير عند محمدؒ تجب القيمة مثل العُصفور والحمار واشباههما واذا وجبت القيمة كان قوله كقولهما ٨ والشافعیؒ يو جب فی الحمامة شاةًويُثبت المشابهة بينهما من حيث ان كل واحد منهما يعبّ ويهدر

تشریح: شتر مرغ میں اونٹ، اور ہرن میں بکری اور وحشی گدھے میں گائے، اور خرگوش میں بکری کا بچہ مثل قرار دیا ہے، جسکی تفصیل پہلے گزری۔

ترجمہ: ٦ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا بجو شکار ہے اور اس میں بکری واجب ہے۔

تشریح: یہ بھی امام شافعی اور امام محمدؒ کی دلیل ہے کہ حضورؐ نے شکار میں جسمانی مثل کو بدلہ قرار دیا چنانچہ فرمایا کہ بجو شکار ہے اور اس میں مینڈھا واجب ہے، حدیث یہ ہے۔ عن جابر بن عبد الله قال سألت رسول الله ﷺ عن الضبع فقال هو صيد ، و يجعل فيه كبش اذا صاده المحرم . (ابوداود شریف، باب فی أکل الضبع ص۵۴۲، نمبر ۳۸۰۱) اس حدیث میں ہے کہ بجو شکار ہے اور اس کو محرم شکار کرے تو اس پر مینڈھا لازم ہے۔

ترجمہ: ٧ جس کا مثل نہیں ہے امام محمد کے نزدیک اس کی قیمت واجب ہوگی، جیسے گوریا، کبوتر اور اس کے مانند، اور جب قیمت ہوئی تو امام محمدؒ کا قول شیخین کے قول کے مانند ہوگا۔

تشریح: جس شکار کا کوئی جسمانی مثل نہیں ہے تو امام محمدؒ کے یہاں اس میں قیمت لازم ہے، اور اس شکار کے سلسلے میں انکا قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی طرح ہے، مثلا گوریا ہے کبوتر ہے یہ اتنا چھوٹا ہے کہ بکری کا بچہ بھی اس کے مثل نہیں ہے اس لئے اس میں قیمت لگائی جائے گی اور اس قیمت سے گیہوں خریدا جائے گا یا اس کا موازنہ روزے سے کیا جائے گا۔ اور ان شکاروں کے بارے میں ان کا قول شیخین کے قول کی طرح ہوگا۔ العصفور: چھوٹی چڑیا، گوریا۔ حمام: کبوتر۔

ترجمہ: ٨ اور امام شافعیؒ کبوتر میں بکری واجب کرتے ہیں۔ اور اس کے درمیان اس اعتبار سے مشابہت ثابت کرتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک منہ ڈال کر گھونٹ سے پانی پیتا ہے اور آواز کرتا ہے۔

تشریح: کبوتر بہت چھوٹا جانور ہے ڈیل ڈول کے اعتبار سے بکری کے مثل نہیں ہے، اس کے باوجود اس میں بکری واجب کرتے ہیں، اور اس کی وجہ صاحب ھدایہ یہ بتاتے ہیں کہ دونوں میں مشابہت یہ ہے کہ بکری بھی گھونٹ گھونٹ پانی پیتی ہے اور پیتے وقت آواز نکالتی ہے اور کبوتر بھی گھونٹ گھونٹ پانی پیتا ہے اور پیتے وقت آواز نکالتا ہے، اس لئے کبوتر کے شکار کرنے میں بکری لازم ہوگی۔ لیکن موسوعہ میں لکھا ہوا ہے کہ قول صحابی کی وجہ سے بکری لازم کی ہے، موسوعہ کی عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ من أصاب من حمام مكة بمكة ففيها شاة اتباعا لهذه الآثار التي ذكر نا عن عمر ، و عثمان و ابن عمر و ابن عباس و

۹ ولابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ان المثل المطلق ھو المثل صورة ومعنی ولا یمکن الحمل علیه فحمل علی المثل معنی لکونه معھودا فی الشرع کما فی حقوق العباد ۱۰ اولکونه مرادا بالاجماع

عاصم بن عمر و عطاء و ابن المسیب ، لا قیاسا ۔(موسوعة امام شافعی، باب فدیة الحمام، ج خامس، ص ۳۵۱، نمبر ۶۵۶۲) اس عبارت میں ہے سات صحابہ اور تابعی کے قول کی وجہ سے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ کبوتر کے بدلے میں بکری ہے۔

وجه : (۱) اس اثر میں ہے کہ کبوتر کے بدلے میں بکری لازم ہوگی۔ عن ابن عباس أنه جعل فی حمام الحرم علی المحرم و الحلال فی کل حمامة شاہ ۔ (سنن بیہقی، باب ما جاء فی جزاء الحمام وما فی معناہ، ج خامس، ص ۳۳۶، نمبر ۱۰۰۰۳ / مصنف عبد الرزاق، باب الحمام وغیرہ من الطیر یقتله المحرم، ج رابع، ص ۳۱۶، نمبر ۸۲۹۵) اس اثر میں ہے کہ کبوتر میں بکری ہے (۲) عن عطاء أن عمر و ابن عباس حکما فی حمام مکة شاة ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الحمام وغیرہ من الطیر یقتله المحرم، ج رابع، ص ۳۱۶، نمبر ۸۲۹۵ / سنن بیہقی، باب ما جاء فی جزاء الحمام وما فی معناہ، ج خامس، ص ۳۳۶، نمبر ۱۰۰۰۷) اس اثر میں بھی ہے کہ کبوتر پر بکری ہے۔

لغت : یعب: گھونٹ گھونٹ پانی پینا، منہ لگا کر پانی پینا۔ یھدر: آواز نکالنا۔

ترجمه : ۹ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے مطلق مثل یہ ہے کہ صورت اور معنی کے اعتبار سے مثل ہو، صورت کے اعتبار سے مثل پر حمل کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے مثل معنوی پر حمل کیا جائے گا، اس لئے کہ شریعت میں مثل معنوی متعین ہے، جیسے کہ حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ شیخینؒ کی دلیل عقلی ہے، کہ آیت میں مثل کا لفظ ہے، اور اس کے دو معنی ہیں [۱] ایک صورت کے اعتبار سے مثل، جیسے ہرن کے مثل بکری ہے، اور [۲] دوسرا مثل ہے شکار کی قیمت لگا دی جائے یہ معنوی طور پر مثل ہے۔ یہاں صورت کے اعتبار سے مثل پر حمل کرنا تین وجہ سے ممکن نہیں ہے اس لئے معنوی مثل یعنی قیمت پر حمل کرنا ضروری ہے۔ [۱] ایک وجہ تو یہ ہے شریعت میں معنوی مثل ہی متعین ہے، مثلا حقوق العباد میں، کسی کا کپڑا ضائع کیا تو اس پر کپڑے کا مثل کپڑا لازم نہیں ہوگا بلکہ اس کی قیمت لازم ہوگی، اور قیمت مثل معنوی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حقوق العباد میں مثل معنوی لازم ہوتا ہے تو شکار کے بدلے میں بھی مثل معنوی یعنی قیمت ہی لازم ہونی چاہئے۔

ترجمه : ۱۰ یا اس لئے بھی کہ بالاجماع مثل معنوی ہی مراد ہے۔

تشریح : [۲] یہ دوسری دلیل ہے کہ جس جانور کا مثل نہیں ہے، مثلا گورئے کا مثل نہیں ہے تو اس میں امام محمدؒ کے یہاں بھی اس کی قیمت ہی لازم ہوگی تو اس صورت میں بالاتفاق قیمت لازم ہوئی تو کسی نہ کسی درجے میں مثل معنوی کا اعتبار کرنا پڑا اس لئے عام

١١ او لما فیه من التعمیم وفی ضدّه التخصیص ١٢ والمرادبالنصّ واللّٰہاعلم فجزاء قیمة ما قتل من النعم الوحش واسم النعم یطلق علی الوحشی والاھلی کذاقاله ابوعبیدوالاصمعی ١٣ والمرادبماروی التقدیربه دون ایجاب المعین

طور پر ہم نے مثل معنوی یعنی قیمت کرلیا، کہ شکار جب بھی قتل ہوتو اس کی قیمت لازم ہوگی، اوراس سے ہدی کا، یا فدیہ کا، یا روزے کا اندازہ لگایا جائے گا۔

ترجمہ: ١١ یا اس لئے کہ معنوی مثل لینے میں عموم ہے، اوراوراس کے خلاف صوری مثل لینے میں تخصیص ہے۔

تشریح : [۳] یہ تیسری دلیل ہے کہ اگر آیت میں مثل سے مرادصوری مثل لیں تو یہ صرف اس صورت کے لئے خاص ہوگا جس کا صوری مثل ہے، لیکن جن شکاروں کا صوری مثل نہیں ہے، مثلا گوریا تو اس کے لئے صوری مثل لے ہی نہیں سکتے، اس کی قیمت ہی لگانی پڑے گی، اوراگر آیت میں مثل سے مرادمثل معنوی لیا جائے یعنی ہر جگہ شکار کی قیمت لگائی جائے تو جنکا مثل ہے اس کے لئے بھی شامل ہوگا اور جنکا مثل نہیں ہے انکو بھی شامل ہوگا تو یہ عام ہو جائے گا، اس لئے مثل معنوی لینا بہتر ہے۔

ترجمہ: ١٢ اورآیت کا ترجمہ [واللہ اعلم] یہ ہے کہ بدلہ اس وحشی جانور کے قتل کی قیمت ہے۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ نعم کا اطلاق وحشی جانور پر بھی ہوتا ہے اور پالتو جانور پر بھی ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابوعبید اوراصمعی نے کہا ہے۔

تشریح : یہ امام محمد کے استدلال کا جواب ہے، انہوں نے آیت۔فجزاء مثل ما قتل من النعم، کا ترجمہ یوں کیا تھا کہ قتل کئے ہوئے جانور کا بدلہ نعم یعنی پالتو جانور سے دو۔اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ آیت کا ترجمہ یوں ہے کہ وحشی جانور جو قتل ہوا ہے اس کا بدلہ اس کی قیمت لگا کر دو، اس صورت میں من النعم سے مقتول جانور [شکار] مراد ہوگا۔اوراس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ نعم پالتو جانور کو بھی کہتے ہیں اوروحشی جانور کو بھی کہتے ہیں، جیسا کہ لغت کے ماہر ابوعبیدؒ اوراصمعیؒ نے فرمایا ہے، اور جب نعم وحشی جانور پر بولا جاتا ہے تو آیت میں من النعم سے مراد وحشی شکار ہوگا، کہ جس وحشی شکار کو قتل کیا اس کی جزاء قیمت سے دو۔۔النص: سے مراد آیت ہے۔

ترجمہ : ١٣ اور جو روایت بیان کی ہے اس کی مراد اندازہ کرنا ہے متعین کرکے واجب کرنا نہیں ہے۔

تشریح : یہ بھی امام محمدؒ کو جواب ہے، انہوں نے حضور علیہ السلام کی حدیث استدلال میں پیش کی تھی۔ **عن جابر بن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ ﷺ عن الضبع فقال ھو صید ، و یجعل فیه کبش اذا صادہ المحرم .** (ابوداود شریف، باب فی أکل الضبع ،ص ۵۴۲،نمبر ۳۸۰۱) کہ بجو کے بدلے میں مینڈھا واجب کیا جائے، اوراسی طرح بہت سے صحابہ کا فتوی نقل کیا تھا کہ شکار کے بدلے میں پالتو جانور متعین فرمایا، تو اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ ان احادیث میں ایک اندازہ بتایا ہے کہ اس شکار کی قیمت کا اندازہ اس پالتو جانور کی قیمت سے لگاؤ، اس حدیث یا آثار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہی پالتو جانور متعین ہے،

۱۴؎ ثم الخیار الی القاتل فی ان یجعله هدیا او طعاما او صومًا عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ ۱۵؎ وقال محمدؒ والشافعیؒ الخیار الی الحَکَمَیْنِ فی ذلک فان حکّما بالهدی یجب النظیر علی ماذکرنا وان حکّما بالطعام او بالصیام فعلی ماقال ابو حنیفةؒ وابو یوسفؒ لهما ۱۶؎ ان التخییر شُرِع رِفْقًا بمن علیه فیکون الخیار الیه کما فی کفارة الیمین

بلکہ یہ ایک اندازہ ہے۔

ترجمہ : ۱۴؎ پھر امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اختیار قاتل کو ہے اس بارے میں ہے کہ بدلے میں ہدی دے، یا کھانا دے، یا روزہ رکھے۔

تشریح : شیخینؒ کے نزدیک فیصلہ کرنے والے کو اختیار نہیں ہے بلکہ خود شکار کے قاتل کو اختیار ہے کہ وہ ہدی دے، یا کھانا خرید کر دے، یا ہر آدھا صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے۔ فیصلہ کرنے والے کو صرف اتنا اختیار ہے کہ وہ شکار کی قیمت لگا کر بتائے کہ کتنا درہم ہوا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں او کے ساتھ استعمال ہوا ہے، او کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تینوں کا اختیار ہے۔

ترجمہ: ۱۵؎ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس بارے میں اختیار فیصلہ کرنے والے کو ہے، پس اگر ہدی کا فیصلہ کیا تو مثل ہونا واجب ہے، جیسا کہ ذکر کیا، اور اگر دونوں حکم نے کھانے کا یا روزے کا فیصلہ کیا، تو ایسا ہی ہوگا جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا۔

تشریح : امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے والے کو اس بارے میں اختیار ہے، پس اگر ہدی کا فیصلہ کیا تو اس میں اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پالتو جانور جسمانی طور پر شکار کے مثل ہو، مثلا ہرن شکار کیا تو اس کے بدلے میں بکری کا فیصلہ کرے، اور اگر گیہوں کا یا روزہ کا فیصلہ کیا تو شیخین کی طرح کرنا ہوگا، یعنی مثلا بکری کی قیمت لگا کر اس قیمت سے جتنا گیہوں ہو وہ خرید کر ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں دے، اور روزے کا فیصلہ کیا تو اس قیمت سے کتنا صاع گیہوں آتا ہے اس کو دیکھے، اور ہر آدھے صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے۔

ترجمہ: ۱۶؎ شیخینؒ کی دلیل یہ ہے کہ جس پر جرم ہے اختیار اس پر مہربانی کے لئے مشروع ہوا ہے اس لئے اختیار قتل کرنے والے کو ہے، جیسا کہ قسم کے کفارہ میں ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کے بدلے میں جو فدیہ لازم ہوا ہے وہ شکار کرنے والے پر مہربانی کرنے کے لئے ہے اور مہربانی اسی شکل میں ہو سکتی ہے جبکہ خود قتل کرنے والے کو اختیار ہو، جیسے قسم کے کفارہ دینے میں قسم کھا

۷۱ ولـمـحـمـدؒ والشـافـعیؒ قـوله تَعَالٰی یحکم به ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ هَدْیًا الآیة ذکر الهدی منصوباً لانه تـفسیـرلقوله یحکم به اومفعول لحکم الحکم ثم ذکرالطعام والصیام بکلمة او فیکون الخیار الیهما ۱۸ قلنـاالکفارة عطفت علی الجزاء لاعلی الهدی بدلیل انه مرفوع وکذا قوله تعالیٰ او عدل ذلک صیامًا مـرفـوع فـلـم یـکـن فیهـمـادلالة اختیـار الـحکمین وانما یُرجع الیهما فی تقویم المتلَف ثم

نے والےکواختیار ہے۔آیت یہ ہے۔لا یـواخـذ کـم الـله باللغو فی ایمانکم و لکن یواخذ کم بما عقدتم الایمان فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون أهلیکم أو کسوتهم أو تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثـلاثة ایـام ۔(آیت۸۹،سورۃ المائدۃ۵)اس آیت میں تین قسم کا کفارہ ہےاورتینوں کےادا کرنے میں قسم کھانے والےکواختیار ہے،اسی طرح شکار کے بدلے میں بھی شکار کرنے والےکواختیار ہوگا۔

ترجمہ: ۷۱ امام محمدؒاورامام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ یحکم به ذوا عدل منکم هدیا، آیت میں هدیا کومنصوب ذکر کیا ہےاس لئے کہ وہ اللہ تعالی کا قول یـحکم به میں بہ کی تفسیر ہے،یا یحکم فعل کا مفعول ہے،پھرطعام اورصیام کواو کے کلمے سے ذکر کیا،اس لئے اختیار فیصلہ کرنے والےکوہوگا۔

تشریح : امام محمد،اورامام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ آیت ، یـحـکم به ذوا عدل منکم هدیا، میں هدیاجومنصوب ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ یـحـکـم بـه میں بہ کی تفسیر ہے،یا پھرجو یـحـکـم فعل ہےاس کا مفعول ہے،اورترجمہ یہ ہے کہ ہدی کا فیصلہ دو انصاف ورآدمی کریں گے،اوراسی هد یاپرطعام اورصوم کا عطف ہےتو مطلب یہ ہوگا طعام یعنی گیہوں دینے کااورروزے کا فیصلہ بھی دوانصاف ورآدمی ہی کریں گے،اس لئےحکم کو ہدی، گیہوں اورروزے کےفیصلے کا اختیار ہوگا۔کیونکہ معطوف اورمعطوف علیہ کا حکم ایک ہوتا ہے۔

پوری آیت یہ ہے۔ یـا ایهـا الـذیـن آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاءُ مثلُ ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیاً بالغ الکعبة او کفارةُ طعام مساکین او عدلُ ذلک صیاما (آیت۹۴، سورۃ المائدۃ۵) اس آیت میں کھانا دینے اورروزہ رکھنے کاعطف هد یاپرکیا جائے،اورہدی کا فیصلہ حکم کرتے ہیں ،اس لئے کھانا دینے اورروزے کا فیصلہ بھی حکم ہی کریں۔

ترجمہ : ۱۸ ہم جواب دیتے ہیں کہ, کفارة طعام مسکین، کاعطف,جزاء، پرہے،هدی، پرنہیں ہے،اس کی دلیل یہ ہے کہ, جزاء،بھی مرفوع ہےاور, کـفارة طعام مسکین،بھی مرفوع ہے،اورایسے ہی اللہ تعالی کا قول, عدل ذالک صیاما، بھی مرفوع ہے،اس لئے اس میں حکمین کےاختیار کی دلالت نہیں ہوگی۔فوت شدہ چیز کی قیمت لگانے میں حکمین کی طرف رجوع کیا

الاختیار بعد ذلک الی من علیه (۱۳۲۹) ویقومان فی المکان الذی اصابه ﴾ ۱ لاختلاف القیم باختلاف الاماکن (۱۳۳۰) فان کان الموضع براً لایباع فیه الصید یُعتبرا قرب المواضع الیه مما یباع فیه ویشتری ﴾ ۱ قالوا والواحد یکفی والمثنی اولی لانه احوط وابعد عن الغلط کما فی حقوق العباد

جائے گا اس کے بعد اختیار اس کو ہوگا جس پر کفارہ ہے۔

تشریح : ہمارا جواب یہ ہے کہ کھانا دینے اور روزہ رکھنے کا عطف جزا پر ہے، کیونکہ ,**کفارة طعام مسکین**, بھی مرفوع ہے اور ,**عدل ذالک صیاما**, میں ,**عدل**, بھی مرفوع ہے، اور مرفوع کا عطف مرفوع پر ہوتا ہے اور جب جزا پر او کے ذریعہ عطف ہوا تو تینوں کا اختیار کفارہ دینے والے کو ہو گیا، اور حکم کے ذمے صرف اتنی بات رہ گئی کہ وہ شکار کی قیمت کا فیصلہ کرے، قیمت کا فیصلہ کرنے کے بعد کفارہ دینے والے کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ اس قیمت سے ہدی خریدے، چاہے گیہوں خریدے، چاہے ہر آدھا صاع گیہوں کے بدلے روزہ رکھ لے۔

ترجمہ: (۱۳۲۹) اس جگہ فیصلہ کرے جہاں شکار کیا ہے۔

ترجمہ : ۱ جگہ کے مختلف ہونے کی وجہ سے قیمت میں اختلاف کی وجہ سے۔

تشریح : جس جگہ شکار کیا گیا ہے اس جگہ میں دیکھے کہ اس شکار کی کیا قیمت ہے وہی قیمت لگائے۔ کیونکہ ہر جگہ کی قیمت الگ الگ ہوتی ہے اس لئے اسی جگہ کی قیمت لگائے جہاں شکا کیا گیا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۳۰) اگر جگہ صحراء ہو جس میں شکار بیچا نہیں جاتا ہے تو اس سے قریب کی جگہ کا اعتبار کیا جائے گا جس میں شکار بیچا جاتا ہو اور خریدا جاتا ہو۔

تشریح : گاؤں میں شکار نہیں کیا بلکہ صحراء میں شکار کیا جہاں شکار بیچا خریدا نہیں جاتا ہے تو اس سے قریب کی جگہ جہاں شکار بیچا خریدا جاتا ہو وہاں کی قیمت لگا کر فیصلہ کرے۔

ترجمہ : ۱ علماء فرماتے ہیں کہ ایک فیصلہ کرنے والا کافی ہے اور دو زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ وہ احوط ہے، اور غلط ہونے سے دور ہے، جیسا کہ حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

تشریح : آیت میں ہے کہ دو عادل آدمی شکار کی قیمت کا فیصلہ کرے۔ لیکن علماء نے فرمایا کہ ایک آدمی بھی قیمت کا فیصلہ کر دے تب بھی کافی ہے البتہ دو حکم کا ہونا احتیاط کے لئے ہے اور یہ گمان ہے کہ غلطی نہیں کریں گے، جیسے حقوق العباد میں ایک قاضی فیصلہ کرتا ہے تب بھی کافی ہو جاتا ہے لیکن دو آدمی فیصلہ کرے تو بہتر ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے۔

۲؎ وقیل یعتبر المثنی ههنا بالنصّ (۱۳۳۱)والهدیُ لا یُذبح الا بمکۃ ﴾ ا؎ لقولہ تعالیٰ ھدیًا بالغ الکعبۃ (۱۳۳۲) ویجوز الاطعام فی غیرھا﴾ ا؎ خلافا للشافعیؒ ھو یعتبرہ بالھدی والجامع التوسعۃ علی سُکان الحرم ۲؎ ونحن نقول الھدی قربۃ غیر معقولۃ فیختص بمکان وزمان اما الصدقۃ قربۃ معقولۃ

ترجمہ: ۲؎ بعض حضرات نے فرمایا کہ دو کا اعتبار یہاں آیت کی وجہ سے ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ شکار کے فیصلے کے لئے آیت کی بناء پر دو ہی حکم ضروری ہے، اس لئے کہ آیت میں یحکم بہ ذوا عدل منکم کا لفظ ہے، جس میں ہے کہ دو انصاف ور آدمی کا ہونا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۱۳۳۱) اور ہدی کا جانور مکہ مکرمہ میں ہی ذبح کیا جائے گا۔

ترجمہ: ا؎ اللہ تعالی کا قول ,ھدیاً بالغ الکعبۃ(آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) کی وجہ سے

تشریح: اگر شکار کی قیمت کے بدلے میں ہدی خریدی تو اس ہدی کو مکہ مکرمہ یعنی حرم کی حد میں ذبح کرنا ضروری ہے اس لئے کہ آیت میں ہے کہ ھدیا بالغ الکعبۃ یعنی یہ ہدی کعبہ تک پہونچنا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۱۳۳۲) اور کھانا کھلانا مکہ مکرمہ کے علاوہ میں بھی جائز ہے۔

تشریح: ہدی دینا ہو تب تو اس کے لئے حدود حرم ہی خاص ہے، لیکن اگر کھانا دینا ہو تو اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ حرم ہی کے غریب ہوں کسی اور جگہ کے غریب کو بھی کھانا دینا کافی ہوگا، اسی طرح روزہ رکھنا ہو تو حرم کے علاوہ کہیں بھی روزہ رکھے گا تو کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ: ا؎ خلاف امام شافعیؒ کے وہ ہدی پر قیاس کرتے ہیں اور قیاس کی وجہ یہ ہے کہ حرم کے رہنے والوں پر وسعت ہو۔

تشریح: امام شافعیؒ کے یہاں کھانا بھی دینا ہو تو حرم کے رہنے والوں پر ہی دے۔ انکی دلیل یہ ہے کہ جس طرح مکہ میں ہدی دینے کا مقصد ہے کہ حرم کے رہنے والے اس کے گوشت سے فائدہ اٹھائیں، اسی طرح اہل حرم پر کھانا دینے کا مقصد یہ ہوگا کہ یہ لوگ کھانے سے فائدہ اٹھائیں، اس لئے انہیں لوگوں کو کھانا دیا یہ دونوں کے درمیان علت جامعہ ہے۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال و من حضر الکعبۃ حین یبلغھا الھدی من النعم او الطعام من مسکین کان لہ اھل بھا او غریب لانھم انما أعطوا بحضرتھا ۔(موسوعۃ امام شافعی، باب این محل ھدی الصید، ج خامس، ص ۳۰۵، نمبر ۶۳۳۱) اس عبارت میں ہے کہ کھانا یا ہدی اہل مکہ کے غریب کو دے۔

ترجمہ: ۲؎ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہدی ایسی قربت ہے جو سمجھ میں نہیں آتی ہے، اس لئے مکان یا زمانے کے ساتھ خاص ہوگا، بہر حال صدقہ تو یہ ایسی قربت ہے جو سمجھ میں آتی ہے اس لئے زمانہ یا مکان کے ساتھ خاص نہیں ہوگا۔

فی کل زمان ومکان (۱۳۳۳) والصوم یجوز فی مکة ﴾ ۱؎ لانه قربة فی کل مکان (۱۳۳۴) فان ذبح بالکوفة اجزاه عن الطعام ﴾ ۱؎ معناه اذا اتصدق باللحم وفیه وفاء بقیمة الطعام لان الاراقة لا تنوب عنه (۱۳۳۵) واذا وقع الاختیار علی الهدی یهدی مایجزیه فی الاضحیة ﴾ ۱؎ لان مطلق اسم الهدی

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ جانور ذبح کرنا کوئی عبادت ہو یہ سمجھ میں نہیں آتا، اس لئے کسی زمانے کے ساتھ خاص ہو تب ہی قربت ہوگی، جیسے قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا قربت اور عبادت ہے، لیکن اس کے بعد نہیں ہے، اور شکار کا بدل زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے کسی دن بھی ہدی ذبح کرسکتا ہے اس لئے اس کو مکان کے ساتھ خاص کر دیا یعنی حرم کے ساتھ خاص کر دیا، کہ حرم کی حد میں کرے گا تو ہدی ہوگی اور اگر حرم کی حد میں ذبح نہیں کیا تو ہدی نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف صدقہ کا حال یہ ہے کہ اس سے غریب کی مدد ہوتی ہے اس لئے اس کا عبادت ہونا سمجھ میں آتا ہے، اس لئے صدقہ کرنے کے لئے نہ کوئی زمانہ خاص ہے اور نہ کوئی مکان خاص ہے، اس لئے کسی جگہ بھی صدقہ کرے گا تو شکار کا بدلہ ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۱۳۳۳) روزہ مکہ مکرمہ میں بھی جائز ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ وہ ہر مکان میں قربت ہے۔

تشریح : شکار کے بدلے میں روزہ رکھنا چاہے تو مکہ مکرمہ میں رہ کر بھی روزہ رکھ سکتا ہے اور گھر جا کر بھی روزہ رکھ سکتا ہے، دونوں کافی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ ہر جگہ عبادت سمجھ میں آتا ہے اس لئے کسی جگہ میں رکھنا ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۳۳۴) اگر کوفہ میں ذبح کیا تو کھانا کھلانے کے طور پر کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۱؎ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر اتنا گوشت تقسیم کر دیا کہ اس میں گیہوں کی قیمت پوری ہوتی ہو، اس لئے کہ خون بہانا قائم مقام نہیں ہوگا۔

تشریح : شکار کے بدلے والی ہدی کو حدود حرم میں ذبح کرنا چاہئے تھا، لیکن یہ نہ کر کے حدود حرم سے باہر مثلا کوفہ میں ہدی ذبح کر دیا تو یہ ہدی کافی نہیں ہوگی، البتہ اس کا گوشت کوفہ کے غریبوں پر تقسیم کر دیا اور گوشت کی قیمت اتنی تھی جتنی شکار کی قیمت ہے، تو یوں سمجھا جائے گا کہ شکار کی قیمت سے گوشت خریدا اور ہر آدھا صاع گیہوں کے برابر گوشت تقسیم کر دیا، تو گیہوں تقسیم کرنے کے عوض میں یہ کافی ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدود حرم کے باہر ذبح کیا ہے اس لئے خون بہانا عبادت نہیں ہوگا، اور ہدی کے قائم مقام نہیں ہو گا، البتہ گیہوں کے قائم مقام ہو جائے گا۔ ۔ اراقة: خون بہانا۔ تنوب: قائم مقام ہوتا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۳۵) اگر ہدی کو اختیار کیا تو وہ ہدی دے جو قربانی میں کافی ہو۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ مطلق ہدی کا نام قربانی کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

منصرف اليه ۲؎ وقال محمدؒ والشافعیؒ یجزی صغار النعم فیهالان الصحابة اوجبوا عَناقاوجفرة ۳؎ وعندابی حنیفة وابی یوسفؒ یجوزالصغار علی وجه الاطعام یعنی اذا تصدق

تشریح : اگر شکار کے بدلے میں ہدی ذبح کرنے کو اختیار کیا، تو ایسا جانور ہدی میں ذبح کرنا ہوگا جو قربانی میں کام آسکتا ہو، مثلا اونٹ پانچ سال کا ہو، گائے بھینس دو سال کا ہو، بکری بھیڑ ایک سال کا ہو، اس سے کم عمر کا جانور ذبح کرے گا تو کافی نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ، جب شریعت میں مطلق ہدی بولا جاتا ہے تو قربانی کے عمر کا جانور مراد ہوتا ہے، اس سے کم کا نہیں۔

ترجمه: ۲؎ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ چھوٹا جانور بھی اس میں کافی ہے، اس لئے کہ صحابہؓ بکری کے چار ماہ کا بچہ اور نو ماہ کا بچہ شکار کے بدلے میں واجب کیا ہے۔

تشریح : امام محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ شکار کے بدلے میں ہدی دے تو ضروری نہیں ہے کہ اس کی عمر وہ ہو جو قربانی کے جانور کی ہوتی ہے بلکہ اس سے کم عمر کا جانور بھی دے سکتا ہے، مثلا خرگوش شکار کیا تو اس کے ڈیل ڈول کے مطابق بکری کے چار ماہ کا بچہ ہے اس لئے چار ماہ کا بچہ ہی ہدی میں ذبح کرے گا، حالانکہ یہ قربانی کے لائق نہیں ہے، اور اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے شکار کے بدلے میں چار ماہ کا بچہ لازم کیا ہے، اسی طرح عناق واجب کیا ہے جو ایک سال پورا ہونے سے پہلے کا بچہ ہوتا ہے اس لئے یہ کافی ہوگا۔

وجه : اس کے لئے یہ اثر گزر چکا ہے۔ (۱) عن عمر بن الخطاب أنه حکم فی الارنب جدیا أو عناقا (مصنف عبد الرزاق، باب الثعلب والارنب ج رابع، ص ۳۰۹، نمبر ۸۲۶۲ / مصنف ابی شیبة، باب فی رجل أصاب صیدافأهدی شاة، ج ثالث، ص ۲۸۹، نمبر ۱۴۴۱۶) اس اثر میں ہے کہ خرگوش میں بکری کا بچہ ہے جو سال پورا ہونے سے پہلے پہلے کا ہوتا ہے۔ (۲) عن ابی عبیدة بن عبد الله بن مسعود ان محرما القی جوالق فاصاب یربوعا فقتله فقضی فیه ابن مسعود بجفر او جفرة (سنن للبیھقی، باب قتل المحرم الصید عمدا او خطاء ج خامس ص ۲۹۴، نمبر ۹۸۵۸ / مصنف عبد الرزاق، باب الغزال و الیربوع، ج رابع، ص ۳۰۶، نمبر ۸۲۴۸) اس اثر میں ہے کہ جنگلی چوہے میں جفرة کا فیصلہ کیا، جو بکری کا بچہ چار ماہ کا ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ بکری کا بچہ بھی ہدی میں چل سکتا ہے۔

لغت : عناق: بکری کا بچہ جو سال پورا ہونے کے قریب ہو۔ جفرة: بکری کے چار ماہ کا بچہ، یا بکری کا درمیانہ بچہ۔

ترجمه : ۳؎ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں چھوٹا بچہ جائز ہے کھلانے کے طور پر، یعنی جبکہ صدقہ کرے۔

تشریح : یہ امام محمد اور امام شافعیؒ کو ایک جواب ہے، کہ صحابہ نے جو بکرے کے چھوٹے بچے کا فیصلہ کیا ہے یہ بطور شکار کا بدلہ نہیں ہے، بلکہ شکار کی قیمت لگائی اور اس قیمت سے بکری کا بچہ خریدا، اور اس کو ذبح کر کے اس کے گوشت کو اس طرح تقسیم کر دیا جس طرح

(١٣٣٦)واذا وقع الاختيار على الطعام يقوم المتلف بالطعام﴾ ل عندنا لانه هو المضمون فيعتبر قيمته (١٣٣٧)واذا اشترى بالقيمة طعاماً تصدق على كل مسكين نصف صاع من بُرّاو صاعًا من تمر او شعير ولايجوزان يُطعِم لمسكين اقل من نصف صاع ﴾ ل لان الطعام المذكور ينصرف الى ما

ہر مسکین پر آدھا آدھا صاع گیہوں تقسیم کرتے ہیں، پس گیہوں تقسیم کرنے کے بجائے گوشت تقسیم کر دیا، صحابہ کا فیصلہ اس طرح کا تھا، چنانچہ اگر ہدی کا فیصلہ فرماتے تو ایک سال کا بکرا ہونا چاہئے جو قربانی میں کافی ہوتا ہو۔

ترجمہ : (١٣٣٦) اگر کھانے کو اختیار کیا تو ہلاک شدہ شکار کی قیمت ہمارے نزدیک کھانے سے لگائے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ ضمان کی چیز وہی ہے اس لئے اسی کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

تشریح : یہاں ہر جگہ طعام سے مراد گیہوں ہے، کیونکہ عرب گیہوں کو طعام کہتے تھے۔ شکار کرنے والے نے یہ پسند کیا کہ گیہوں دے، تو جس چیز کو شکار کیا ہے اسی کی قیمت لگائے اور اس قیمت سے گیہوں خریدے، اور ہر مسکین پر آدھا آدھا صاع گیہوں تقسیم کرے۔ اور امام شافعیؒ کے یہاں یہ ہوگا کہ شکار کے بدلے میں بکری وغیرہ جو پالتو جانور متعین ہوا ہے اس پالتو جانور کی قیمت لگائے اور اس سے گیہوں خریدے۔ اور ہمارے یہاں براہ راست شکار کی قیمت سے گیہوں خریدے گا، یہ فرق ہے۔

ترجمہ : (١٣٣٧) اور اگر قیمت سے گیہوں خریدے تو ہر مسکین پر آدھا صاع گیہوں، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو صدقہ کرے، اور نہیں جائز ہے کہ ایک مسکین کو آدھا صاع سے کم دے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ آیت میں جو طعام کا ذکر ہے، شریعت میں جو متعین ہے اس کی طرف پھیرا جائے گا

تشریح : اگر شکار کی قیمت سے گیہوں خریدا، تو یہ ضروری ہے کہ ہر مسکین کو آدھا آدھا صاع گیہوں دے، یا ایک صاع کھجور دے، یا ایک صاع جو دے، اس سے کم نہ دے۔

وجہ : (١) اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ آیت میں جو طعام دینے کا تذکرہ ہے اس سے وہی متعین طعام مراد ہے جو شریعت کی نگاہ میں ہے، اور شریعت کی نگاہ میں یہ ہے کہ آدھا صاع گیہوں ہو، یا ایک صاع جو ہو، اس لئے یہاں بھی اتنا ہی دینا ہوگا اس سے کم جائز نہیں ہوگا۔ (٢) اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔ عن ابن عباس قال كفر رسول الله ﷺ بصاع من تمر و أمر الناس بذالک فمن لم يجد فنصف صاع من بر ۔ (ابن ماجۃ شریف، باب کم یطعم فی کفارۃ الیمین ص ٣٠٣، نمبر ٢١١٢) اس حدیث میں ہے کہ ایک مسکین کو ایک صاع جو دے یا آدھا صاع گیہوں دے۔ (٣) شریعت میں صدقۃ الفطر آدھا صاع گیہوں یا ایک صاع جو متعین ہے اس لئے یہاں بھی جب طعام بولا جائے گا تو وہی صدقۃ الفطر والا آدھا صاع مراد ہوگا۔ بخاری شریف، نمبر ١٥٠٣ ر مسلم شریف، نمبر ٩٨٤)

هو المعهود فی الشرع (١٣٣٨)وان اختار الصیام یقوم المقتول طعاماً ثم یصوم عن کل نصف صاع من برّا وصاع من تمراوشعیر یوما ﴾ لـ لان تقدیر الصیام بالمقتول غیر ممکن اذ لاقیمة للصیام فقدرناه بالطعام والتقدیر علی هٰذا الوجه معهود فی الشرع کما فی باب الفدیة

ترجمه : (١٣٣٨)اوراگرروزہ پسند کیا توقتل کئے ہوئے شکار کی قیمت لگائی جائے گی گیہوں سے، پھر ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے میں، یاایک صاع کھجور، یاایک صاع جو کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھے۔

تشریح : اگر شکار کے بدلے روزہ رکھنا پسند کیا تو صورت یہ بنے گی کہ شکار کی قیمت گیہوں سے لگائے، اور جتنا گیہوں ہو اس کے ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے ایک دن کا روزہ رکھ لے، یا شکار کی قیمت کھجور سے لگائے اور ہر ایک صاع کھجور کے بدلے ایک روزہ رکھ لے، یا جو سے شکار کی قیمت لگائے اور ہر ایک صاع جو کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

وجه : (١)اس کی وجہ یہ ہے کہ شکار کو روزے سے تو موازنہ کر نہیں سکتے، اور نہ روزے سے کوئی قیمت لگتی ہے اس لئے یہی شکل ہو سکتی ہے کہ گیہوں سے شکار کی قیمت لگائیں، پھر ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے میں روزہ رکھ لیں۔(٢)اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔**عن ابن عباس فی قوله آیت﴿ فجزاء مثل ما قتل من النعم ﴾ قال اذا اصاب المحرم الصید یحکم علیه جزاء ه فان کان عنده جزاء ه ذبحه وتصدق بلحمه فان لم یکن عنده جزاء ه قوم جزاء ه دراهم ثم قومت الدراهم طعاما فصام مکان کل نصف صاع یوما وانما ارید بالطعام الصیام انه اذا وجد الطعام وجد جزاء ه** (سنن للبیھقی، باب من عدل صیام یوم بمدین، ج خامس، ص ٣٠۴، نمبر ٩٨٩٨) آیت کی اس تفسیر میں ہے کہ کھانے سے قیمت لگائی جائے گی پھر ہر آدھے صاع کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔

ترجمه: لـ اس لئے کہ قتل کئے ہوئے شکار کا روزے کے ساتھ اندازہ لگانا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ روزے کی کوئی قیمت نہیں ہے تو ہم نے شکار کو گیہوں سے اندازہ لگایا، اور اس قسم کا اندازہ لگانا شریعت میں متعین ہے، جیسے کہ فدیہ کے باب میں ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ شکار کی قیمت براہ راست روزے سے لگانا ناممکن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ روزے کی کوئی قیمت نہیں ہے، اس لئے شکل یہ کی کہ شکار کی قیمت پہلے گیہوں سے لگائی، اور ہر آدھے صاع گیہوں کے بدلے میں روزہ رکھوایا، اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ شیخ فانی روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اس سلسلے میں حکم یہی ہے کہ ہر روزے کے بدلے میں آدھا صاع گیہوں فدیہ دے، جس سے یہ پتہ چلا کہ ایک روزہ آدھا صاع گیہوں کے برابر ہے۔اس اثر میں اس کی تفصیل ہے ۔ **عن ابن عباس انه کان یقرؤها و علی الذین یطوقونه و یقول هو الشیخ الکبیر الذی لا یستطیع الصیام فیفطر و یطعم عن کل یوم مسکینا ، نصف صاع من حنطة** ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الشیخ الکبیر، ج رابع، ص ١٧٠، نمبر ٧٦٠۴ ربخاری شریف، باب

(۱۳۳۹) فان فضل من الطعام اقل من نصف صاع فهو مخير ان شاء تصدق به وان شاء صام عنه يومًا كاملا ﴾ لـ لان الصوم اقل من يوم غير مشروع (۱۳۴۰) وكذلك ان كان الواجب دون طعام مسكين يطعم قدر الواجب او يصوم يومًا كاملا ﴾ لـ لما قلنا (۱۳۴۱) ولو جرح صيدًا او نتف شعره او قطع عضوا منه ضمن ما نقصه ﴾

قولہ تعالیٰ أیاما معدودات فمن کان منکم مریضا الخ ،ص ۲۶۷ ،نمبر ۴۵۰۵) اس اثر میں ہے کہ ہر دن روزے کے بدلے آدھا صاع گیہوں دیگا۔

ترجمہ : (۱۳۳۹) پس اگر گیہوں میں سے آدھے صاع سے کم بچ گیا تو جنایت کرنے والے کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کو صدقہ کردے اور چاہے تو اس کے بدلے ایک دن مکمل روزہ رکھے۔

ترجمہ : لـ اس لئے کہ ایک دن سے کم کا روزہ مشروع نہیں ہے۔

تشریح: آدھا صاع سے کم گیہوں بچ گیا اس لئے یا تو اس کو صدقہ کردے اور اگر روزہ رکھنا چاہے تو ایک دن سے کم کا روزہ نہیں ہوتا ہے اس لئے پورے ایک دن کا روزہ رکھے۔

ترجمہ: (۱۳۴۰) ایسے ہی اگر واجب مسکین کے کھانے سے کم ہو تو جتنا ہے اتنا کھلا دے، یا ایک پورا دن روزہ رکھے۔

ترجمہ : لـ اس دلیل سے جو ہم نے کہا۔

تشریح : مثلا چھوٹی سی چڑیا شکار کیا جسکی قیمت آدھا صاع گیہوں سے کم لازم کی گئی۔تو ایک شکل یہ ہے کہ آدھا صاع سے کم گیہوں خرید کر ایک مسکین کو دے دے، کیونکہ یہی واجب ہوا ہے۔اور دوسری شکل یہ ہے کہ اس کے بدلے میں ایک پورا دن روزہ رکھے،اس لئے کہ روزہ ایک دن سے کم نہیں ہوتا،اس لئے ایک دن ہی روزہ رکھنا ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۴۱) کسی نے شکار کو زخمی کیا یا اس کا بال اکھیڑا یا اس کا عضو کاٹا تو اس کی قیمت میں جتنی کمی ہوئی ہے اس کا ضامن ہوگا۔

وجہ: (۱) شکار کو مارنا ناجائز تھا اس لئے اگر اس کو مارا نہیں لیکن زخمی کر کے یا بال اکھیڑ کر اس کو نقصان پہنچایا تو جتنا نقصان ہوا اس کی قیمت لازم ہوگی۔مثلا شکار کی قیمت پچاس درہم تھی اور زخمی ہونے کے بعد چالیس درہم رہ گئی تو دس درہم کی کمی واقع ہوئی اس لئے کمی واقع کرنے والے پر دس درہم لازم ہوں گے (۲) اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ **یایھا الذین آمنو ا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم حدیا بالغ الکعبة** ۔(آیت ۹۵،سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ شکار کو قتل کیا ہو تو اس کا بدلہ دینا ہوگا،اس لئے شکار کا آدھا نقصان کیا ہو تو

ل اعتبار اللبعض بالكل كما فی حقوق العباد (۱۳۴۲)ولو نتف ريش طائر او قطع قوائم صيد فخرج من حيز الامتناع فعليه قيمة كاملة ﴾ ل لانه فوّت عليه الامن بتفويت الٰة الامتناع فيغرم جزأه

آدھاہی بدلہ دینا ہوگا۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عائشة ان رسول اللہ قال فی بیضة نعام کسرہ رجل محرم صیام یوم فی کل بیضة (دارقطنی، کتاب الحج، ج ثانی ص۲۱۹نمبر۲۵۳۷رسنن بیہقی، باب بیض النعامۃ یصیبھا المحرم، ج خامس، ص۳۳۹، نمبر۱۰۰۱۸)اس حدیث میں شتر مرغ کے انڈے کوتوڑنے پر ایک روزہ لازم کیا گیا۔معلوم ہوا کہ کسی شکار کو نقصان کرنے پر نقصان کی قیمت دینی ہوگی۔

ترجمہ: ل بعض کوکل پر قیاس کرتے ہوئے،جیسا کہ حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ حقوق العباد میں ایسا ہوتا ہے کہ پورا جانور ہلاک کیا تو پوری قیمت ادا کرنا ہوتا ہے،اور جانور کو آدھا نقصان دیا تو اس کی آدھی قیمت واجب ہوتی ہے،اسی طرح یہاں بھی پورا جانور ہلاک ہوا تو پوری قیمت،اور آدھا جانور نقصان ہوا تو اس کی آدھی قیمت واجب ہوگی۔

ترجمہ : (۱۳۴۲)اگر پرندے کا پر اکھیڑا، یا اس کا پاؤں کاٹا جس کی وجہ سے وہ حفاظت کے دائرے سے نکل گیا تو ایسا کرنے والے پر جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی۔

تشریح : محرم نے کسی شکار کا پر اتنا اکھیڑ دیا کہ وہ انسانوں اور جانوروں سے اڑ کر اپنی حفاظت نہیں کر سکتا یا جانور کا پاؤں توڑ دیا جس کی وجہ سے اب اپنی حفاظت نہیں کر سکتا ہے تو ایسا کرنے والے پر پورے پرندے اور پورے جانور کی قیمت دینی ہوگی۔

وجہ: (۱)پر اکھیڑنے یا پاؤں کاٹنے کی وجہ سے گویا کہ ہلاکت تک پہنچا دیا تو گویا کہ محرم نے شکار کو ہلاک کیا یا اس کا سبب بنا اس لئے پوری قیمت لازم ہوگی(۲) عن طارق ان أربد اوطأ ضبا ففزر ظهره فاتى عمر فسأله فقال عمر ما ترى فقال: جديا قد جمع الماء والشجر فقال عمر فذلک فيه. (سنن للبیھقی، باب فدیۃ الضب ج خامس ص۳۰۱، نمبر۹۸۹۰)اس اثر میں ہے کہ گوہ کی پیٹھ توڑ دی تو بکری کا بچہ لازم کیا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس انداز کا نقصان ہوا کہ وہ اب لوگوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا تو پوری قیمت لازم ہوگی

لغت: نتف : پر اکھیڑنا، ریش : پر، حیز الامتناع : محفوظ رہنے کی جگہ سے نکل گیا، یعنی خود محفوظ نہ رہ سکا۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ محفوظ رہنے کے آلے کے فوت ہونے کی وجہ سے اس پر محفوظ رہنا فوت ہو گیا، اس لئے اس پر پورا بدلہ لازم ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جس عضو سے جانور اپنے آپ کو محفوظ رکھتا تھا شکار کرنے والے نے اس عضو کو توڑ دیا اس لئے اب

(۱۳۴۳)ومن کسر بیض نعامة فعلیه قیمته ﴾ ۱؎ وهذا مروی عن علیؓ وابن عبّاسؓ ۲؎ ولانه اصل الصید وله عرضیة ان یصیر صیدا فنزل منزلة الصّید احتیاطا مالم یفسد

شکار اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکتا ہے اس لئے گویا کہ اس جانور کو شکاری نے مار دیا اور شکار کو مارنے پر پورا بدلہ لازم ہوتا ہے اس لئے اس عضو کو توڑنے پر بھی پورا بدلہ ہی لازم ہوگا ۔ فوت : فوت کر دیا۔ امتناع : رکنے کا آلہ، یہاں مراد ہے دوسروں کے نقصان پہونچانے سے محفوظ رکھنے کا آلہ۔ یغرم : تاوان دلوایا جائے گا۔

ترجمہ: (۱۳۴۳) کسی نے شتر مرغ کے انڈے کو توڑ دیا تو اس پر اس کی قیمت لازم ہے۔

وجہ: (۱) شکار کا انڈا شکار کے درجے میں ہے۔ تو جس طرح شکار کے ہلاک کرنے سے قیمت لازم ہوگی اس کے انڈے توڑنے سے بھی قیمت لازم ہوگی (۲) **عن کعب بن عجرة ان النبی ﷺ قضی فی بیض نعام اصابه محرم بقدر ثمنه.** (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۱۸ نمبر ۲۵۲۸ رسنن للبیھقی، باب بیض النعامة یصیبھا المحرم، ج خامس، ص ۳۴۰، نمبر ۱۰۰۲۱) اس اثر سے معلوم ہوا کہ انڈا توڑنے سے اس کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ یہ بات حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ کا پیش کردہ حضرت ابن عباس کا اثر یہ ہے۔ **عن ابن عباس قال : فی بیض النعام یصیبه المحرم ثمنه** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب بیض النعام، ج رابع، ص ۳۲۱، نمبر ۸۳۲۵) اس اثر میں ہے کہ شتر مرغ کے انڈا توڑنے میں پورے شتر مرغ کی قیمت لازم ہوگی۔ صاحب ھدایہ کا پیش کردہ حضرت علیؓ کا اثر یہ ہے۔ **عن معاویة بن قرة أن رجلا من الانصار أوطأ أدحی نعامة و هو محرم ۔ یعنی عشها ۔ فکسر بیضة فسأل علیاؓ فقال علیک جنین ناقة ۔ او قال : ضراب ناقة ۔ فخرج الانصاری فأتی النبی ﷺ فأخبره : فقال النبی ﷺ ((قد سمعت ما قال علیؓ ، ولکن هلم الی الرخصة ، صیام او طعام مسکین** (مصنف عبد الرزاق، باب بیض النعام، ج رابع، ص ۳۲۱، نمبر ۸۳۲۳) اس اثر میں ہے کہ شتر مرغ کے انڈا توڑنے میں پورے شتر مرغ کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اس لئے کہ انڈا شکار کا اصل ہے، اور انڈے کو صلاحیت ہے کہ بچہ بنا دے اس لئے احتیاط کے طور اس کو شکار کے درجے میں اتار دیا جب تک کہ انڈا گندا نہ ہوا ہو۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ انڈے کو شکار کے درجے میں اس لئے رکھا اور پورے جانور کی قیمت اس لئے لازم کی کہ انڈا جانور کا اصل ہے، اسی سے جانور پیدا ہوتا ہے، اور اس میں صلاحیت ہے کہ جانور پیدا کر دے، اس لئے اس کو اثر میں زندہ جانور کے درجے میں رکھ دیا اور انڈا توڑنے پر زندہ جانور کی قیمت لازم کر دی، اور یہ احتیاط کے لئے کیا گیا ہے بشرطیکہ انڈا گندا نہ ہوا ہو، اس

(۱۳۴۴)فان خرج من البیض فرخ میت فعلیه قیمته ﴾ ۱؎ وهذا استحسان ۲؎ والقیاس ان لایغرم سوی البیضة لان حیوة الفرخ غیر معلوم ۳؎ وجه الاستحسان ان البیض مُعَدّ لیخرج منه الفرخ الحی والکسر قبل اوانه سبب لموته فیُحال به علیه احتیاطاً ۴؎ وعلی هذا اذا ضرب بطن ظبیة فالقت جنینًا میتاً وماتت

لئے کہ گندا ہونے کے بعد یہ کسی کام کا نہیں ہے، اور اس کو توڑنے پر کائی قیمت لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ: (۱۳۴۴) پس اگر انڈے سے مردہ بچہ نکلا تو اس پر زندہ بچے کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۱؎ اور یہ استحسان کا تقاضہ ہے۔

تشریح: محرم نے شکاری جانور کا انڈا توڑا اور اس سے مردہ بچہ نکلا تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ صرف انڈے کی قیمت لازم ہو، کیونکہ یہ یقین نہیں ہے کہ اسی کے توڑنے سے بچہ مرا ہے، ہوسکتا ہے کہ پہلے سے بچہ مرا ہو، اس لئے صرف انڈے کی قیمت لازم ہونی چاہئے لیکن استحسانا کا تقاضا یہ ہے کہ مردے بچے کی قیمت لازم کی جائے، کیونکہ انڈا پہلے سے صحیح ہے گندا نہیں ہوا ہے اور اس میں زندہ بچہ پل رہا ہے، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ اسی کے توڑنے سے بچہ مرا ہے اس لئے اس پر زندہ بچے کی قیمت لازم ہوگی۔

وجہ (۱) انڈا سے مردہ بچہ نکلا تو گمان یہی ہے کہ انڈا توڑنے والے کی حرکت سے بچہ مردہ ہوا ہے۔ کیونکہ انڈے کے اندر عموما بچہ زندہ رہتا ہے۔ اس لئے انڈا توڑنے والے پر زندہ بچہ کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ انڈے کے علاوہ کسی کی قیمت لازم نہ ہو، اس لئے کہ بچے کی زندگی معلوم نہیں ہے۔

تشریح: یہ معلوم نہیں ہے کہ بچہ پہلے سے زندہ ہے یا مردہ، اس لئے قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ بچہ مردہ بھی ہوسکتا ہے، اس لئے انڈے کے علاوہ کسی چیز کی قیمت لازم نہ ہو۔

ترجمہ: ۳؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ انڈا اللہ نے اس لئے بنایا ہے کہ اس سے زندہ بچہ پیدا ہو، اور وقت سے پہلے توڑنا بچے کے مرنے کا سبب ہے اس لئے احتیاطا اسی توڑنے پر پھیرا جائے گا۔

تشریح: استحسان کی وجہ یہ ہے کہ انڈے کی ظاہری حالت یہی ہے کہ اس میں زندہ بچہ موجود ہے، اور بچہ کے پورا ہونے سے پہلے اس کو توڑا ہے اس لئے اس کے توڑنے کی وجہ سے بچہ مرا ہے، تو چونکہ اس کے توڑنے کی وجہ سے بچہ مرا ہے اس لئے احتیاطا توڑنے والے پر زندہ بچے کی قیمت لازم کر دی جائے گی۔

ترجمہ: ۴؎ اور اسی قاعدے پر یہ ہے کہ اگر گابھن ہرن کے پیٹ پر مارا پس اس نے مردہ بچہ ڈالا اور ہرن مرگئی تو شکاری پر ماں اور بچہ دونوں کی قیمت لازم ہوگی۔

تشریح: گابھن ہرن کے پیٹ پر مارا جسکی وجہ سے مردہ بچہ باہر نکل آیا، اور اس کے بعد ہرن بھی مرگئی تو مارنے والے پر زندہ

فعليه قيمتهما (۱۳۴۵) وليس في قتل الغراب والحدأة والذئب والحيّة والعقرب والفارة والكلب العقور جزاء ﴾ ۱؎ لقوله عليه السّلام خمسٌ من الفواسق يقتلن في الحِلِّ والحرم الحدأة والحية والعقربة والفارة والكلب العقور وقال عليه السلام يَقْتُل المحرم الفارة والغراب والحدأة والعقرب والحية والكلب العقور

بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی اور ہرن کی قیمت بھی لازن ہوگی ۔اس کی وجہ وہی پہلے کا قاعدہ ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ پیٹ میں بچہ زندہ تھا،اوراس کے مارنے کی وجہ سے بچہ مرا ہے،اوراس کی چوٹ کی وجہ سے ہرن بھی مری ہے اس لئے بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی اور ماں کی قیمت بھی لازم ہوگی ، کیونکہ دونوں کی موت مارنے سے واقع ہوئی ہے ۔۔جنینا: بچہ جننے والی۔

ترجمہ: (۱۳۴۵) کوا کے قتل کرنے اور چیل اور بھیڑیا اور سانپ اور بچھو اور چوہا اور باولا کتا کے قتل کرنے میں بدلا لازم نہیں ہے۔

تشریح :احرام کی حالت میں شکاری جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے،اسی طرح حرم میں بھی شکاری جانور کو قتل کرنا ممنوع ہے،لیکن کچھ جانور ایسے ہیں جو فطرتی طور پر انسان کو تکلیف دیتے ہیں اس لئے حدیث میں احرام کی حالت میں بھی اس کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی ہے، ماتن نے سات قسم کی چیزوں کو ذکر کیا کہ احرام کی حالت میں انکو قتل کیا جا سکتا ہے،اوراس کے قتل کرنے سے انکا بدلہ لازم نہیں ہوگا۔اسی طرح جو جانور فطرتی طور پر موذی تو نہیں ہے لیکن حملہ کر بیٹھا تو احرام کی حالت میں اس کو مار دینے سے بدلہ لازم نہیں ہوگا، کیونکہ اب وہ موذی بن گیا۔

وجہ : (۱) یہ جانور فطری طور پر دوسروں پر حملہ کرنے والے ہیں اور تکلیف دینے والے ہیں۔تو چونکہ فطرۃً موذی ہیں اس لئے اس کے قتل کرنے سے بدلا لازم نہیں ہوگا (۲) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔**عن عائشة ان رسول الله قال خمس من الدواب كلهن فاسق يقتلن في الحرم الغراب، والحدأة ،والعقرب ،والفارة، والكلب العقور** (بخاری شریف، باب ما یقتل المحرم من الدواب ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۹ر مسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم ص ۳۸۱ نمبر ۱۱۹۸ر ۲۸۶۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان جانوروں کو محرم قتل کر سکتا ہے۔کیونکہ یہ فطری طور پر موذی ہیں۔

ترجمہ : ۱؎ حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ پانچ جانور فاسق ہیں حل اور حرم دونوں میں قتل کئے جا سکتے ہیں، چیل،سانپ،بچھو، چوہا،اور کٹ کھنا کتا،اور حضورؐ نے فرمایا کہ محرم قتل کر سکتا ہے چوہے کو، کوے کو، چیل کو بچھو کو، سانپ کو،اور کٹ کھنے کتے کو۔

تشریح :صاحب ھدایہ کی پیش کردہ حدیث اوپر گزر گئی ہے۔

۲ وقد ذكر الذئب في بعض الروايات وقيل المراد بالكلب العقور الذئب او يقال ان الذئب في معناه ۳ والمرادبالغراب الذى ياكل الجيف ويخلط لانه يبتدى بالاذى اماالعقعق غيرمستثنى لانه لايسمى غراباولا يبتدى بالاذى

ترجمه: ۲ اور بعض روایات میں بھڑیئے کا ذکر ہے، اور کہا گیا ہے کہ مراد کلب عقور سے بھیڑیا ہے، یا کہا جائے گا کہ بھیڑیا کلب عقور کے معنی میں ہے۔

تشریح: متن میں بھیڑئے کو قتل کرنا جائز قرار دیا گیا ہے، اور حدیث میں بھیڑئے کا ذکر نہیں ہے اس لئے صاحب ھدایہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بعض روایات میں بھیڑئے کا ذکر ہے کہ اس کو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اور دوسری تاویل یہ کرتے ہیں کاٹ کھانے والے کتے سے مراد بھیڑیا ہے، اور تیسری تاویل یہ کرتے ہیں کہ کلبِ عقور سے مطلب یہ ہے کہ جو جانور موذی ہو وہ سب کلب عقور میں داخل ہے اور بھیڑیا موذی جانور ہے اس لئے کلبِ عقور میں بھیڑیا داخل ہے، اس لئے ماتن نے جو بھیڑیا کو قتل کرنے میں شامل کیا ہے وہ ٹھیک ہے۔

وجه: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ کتے میں تمام درندے شامل ہیں۔ کیونکہ وہ بھی فطری طور پر موذی ہیں اس لئے ان کے قتل سے بھی بدلہ لازم نہیں ہے۔ **قال مالک الكلب العقور الذى امر المحرم بقتله ان كل ما عقر الناس و عدا عليهم واخافهم مثل الاسد والنمر والفهد والذئب فهو الكلب العقور** (سنن للبیھقی، باب ما للمحرم قتلہ من دواب البر فی الحل والحرم، ج خامس، ص ۳۴۶، نمبر ۱۰۰۵۱) اس عبارت میں ہے جو جانور فطری طور پر موذی ہے اس کو احرام کی حالت میں قتل کرنا جائز ہے۔ (۲) اس اثر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ **سمعت ابن عمرؓ يقول أمر رسول الله ﷺ بقتل الذئب و الفارة و الحدأة فقيل له و الحية و العقرب ؟ فقال : قد كان يقال ذالك ، قال يزيد بن هارون : يعنى المحرم.** (سنن للبیھقی، باب ما للمحرم قتلہ من دواب البر فی الحل والحرم ج خامس ص ۳۴۶، نمبر ۱۰۰۴۲) اس حدیث میں ہے کہ بھیڑئے کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ترجمه: ۳ اور کوئے سے مراد وہ کوا ہے جو مردار کھاتا ہو، اور دانہ خلط ملط کرتا ہو، کیونکہ وہ اذیت دینے میں پہل کرتا ہے۔ رہا عقعق تو وہ مستثنی نہیں ہے، کیونکہ وہ کوا نہیں کہلاتا، اور نجاست کھانے پر پہل نہیں کرتا ہے۔

تشریح: پہلے گزر چکا ہے کہ کوا تین قسم کا ہوتا ہے [۱] ایک کوا وہ ہے جو مردار کھاتا ہے، اور گوبر کے اندر جو دانہ ہوتا ہے اس کو نکال نکال کر کھاتا ہے اور گوبر کے ساتھ اس کو خلط ملط کرتا رہتا ہے، یہ کوا مردار گوشت بھی کھاتا ہے، مرغی کا چھوٹا بچہ اٹھا کر بھاگ جاتا ہے، آدمی کے بچوں کے ہاتھ سے روٹی چھین کر بھاگ جاتا ہے، اور انسان کو تکلیف دینے میں پہل کرتا ہے، یہ بہت ہوشیار ہوتا ہے،

۴؎ وعن ابی حنیفۃؒ ان الکلب العقور وغیر العقور والمستانس والمتوحش منھما سواء لان المعتبر فی ذلک الجنس ۵؎ وکذا الفارۃ الاھلیۃ و الوحشیۃ سواء ۶؎ والضّب والیربوع لیسامن الخمس المستثناۃ لانھمالایبتدیان بالاذی

حدیث میں اسی کوے کواحرام کی حالت میں مارنا جائز ہے ۔صاحب ھدایہ نے اسی کا ذکر کیا ہے ۔[۲] دوسرا کوا وہ ہے جو اس سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے اور بھونڈا ہوتا ہے، یہ گوبر کے اندر جو دانہ ہوتا ہے اس کو کھا تا ہے، یہ انسان کے ہاتھ سے روٹی نہیں چھینتا ہے، اور انسان کو تکلیف دینے میں پہل نہیں کرتا ،جھارکھنڈ میں اس کوڈر کوا کہتے ہیں، اس لئے احرام کی حالت میں اس کو مارنا جائز نہیں ہے، [۳] تیسرا کوا انگلینڈ میں ہوتا ہے، یہ کوے کی طرح ہوتا ہے لیکن ہمیشہ کھیتوں میں دانہ چگتا رہتا ہے اور کبوتر کی طرح معصوم ہوتا ہے، اس کواحرام کی حالت میں مارنا جائز نہیں ہے، صاحب ھدایہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ایسا پرندہ جو سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اس کی آواز عقعق کی طرح ہوتا ہے، اور اس کو کھیتی کا کوا کہتے ہیں، چونکہ یہ انسان کو تکلیف دینے میں پہل نہیں کرتا اس لئے حدیث میں اس کا استثناء نہیں ہے، یعنی اس کواحرام کی حالت میں مارنا جائز نہیں ہے ۔۔ جیف: مردار کا بدبور جثہ۔ یخلط: گوبر کے اندر کا دانہ خلط ملط کرتا ہے۔

ترجمہ: ۴؎ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ کاٹ کھانے والا کتا، اور نہ کاٹنے والا کتا دونوں، اور مانوس اور وحشی کتا دونوں برابر ہیں، اس لئے کہ اس میں کتے کی جنس معتبر ہے۔

تشریح : حدیث میں تو یہ ہے کہ کاٹ کھانے والا باولا کتے کواحرام کی حالت میں مارنا جائز ہے حدیث میں الکلب العقور ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ باولا کتا ہو یا غیر باولا ہو، اسی طرح جنگلی کتا ہو، یا پالتو کتا ہو چاروں قسم کواحرام کی حالت میں مارنا جائز ہے، اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہاں کتے کی جنس مراد ہے چاہے وہ جس قسم کا کتا ہو، اس لئے ہر قسم کے کتے کو مارنا جائز ہے۔

لغت : عقور: کاٹ کھانے والا کتا، باولا کتا۔ مستانس: انس سے مشتق ہے، پالتو جانور۔ متوحش: وحش سے، جنگل میں رہنے والا جانور۔

ترجمہ: ۵؎ ایسے ہی گھر میں رہنے والا چوہا اور جنگل میں رہنے والا چوہا برابر ہے۔

تشریح : چوہا دو قسم کا ہوتا ہے [۱] ایک جنگل میں رہنے والا، [۲] اور دوسرا گھر میں سوراخ کر کے رہنے والا، صاحب ھدایہ فرما تے ہیں کہ دونوں قسم کا چوہا موذی ہے اس لئے دونوں کواحرام کی حالت میں مارنا جائز ہے۔

ترجمہ : ۶؎ اور گوہ اور یربوع ان پانچ میں سے نہیں ہے جن کا حدیث میں استثناء کیا گیا ہے، کیونکہ یہ دونوں ایذا دینے میں

(۱۳۴۶) ولیس فی قتل البعوض والنمل والبراغیث والقُراد شیء ۞ ل لانها لیست بصیود ولیست بمتولدة من البدن ثم هی موذیة بطباعها ۲ والمراد بالنمل السوداء والصفراء الذی توذی وما لا

پہل نہیں کرتے۔

تشریح :احرام کی حالت میں ان شکاری جانوروں کو مارنے کی اجازت اس بنیاد پر ہے کہ وہ فطری طور پر ایذا دینے میں پہل کر تے ہیں، اور گوہ اور یربوع فطری طور ایذا دینے میں پہل نہیں کرتے اس لئے حدیث کے استثناء میں یہ داخل نہیں ہیں، اور احرام کی حالت میں انکو مارنا جائز نہیں ہوگا۔

لغت : یربوع: یہ چوہا تو نہیں ہوتا لیکن چوہے کی طرح ایک جنگلی جانور ہے جسکی اگلی ٹانگیں چھوٹی اور پچھلی ٹانگیں بڑی، اور دم لمبی ہوتی ہے، یہ فطری طور پر موذی نہیں ہے، اس لئے احرام کی حالت میں اس کو مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ یبتدی: ابتدا کرنا، پہل کرنا

ترجمه : (۱۳۴۶) مچھر، چیونٹی، پسو، اور چچڑی کے مارنے میں کچھ لازم نہیں ہے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ یہ شکار نہیں ہیں، اور بدن سے بھی پیدا نہیں ہوتے ہیں، پھر یہ سب فطری طور پر تکلیف دینے والے ہیں

وجه : ان کیڑوں کو مارنے سے کچھ لازم نہیں ہوگا، صاحب ھدایہ اس کی تین وجہ بیان فرما رہے ہیں (۱) ایک وجہ تو ہے کہ یہ کیڑے شکار کا جانور نہیں ہیں، اور بدلہ شکار کے جانور مارنے میں ہے، اس لئے انکے مارنے میں بدلہ لازم نہیں ہوگا (۲) دوسری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ سب عادی اور فطری موذی ہیں اس لئے ان کے قتل کرنے اور مارنے سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (۳) اور تیسری وجہ یہ فرماتے ہیں یہ بدن کے میل سے پیدا نہیں ہوتے، کیونکہ جو بدن سے پیدا ہوتے ہیں جیسے جوئیں تو اس کے مارنے سے بدلہ لازم ہوتا ہے۔ (۴) اثر میں ہے۔ **عن عائشة قالت یقتل المحرم الهوام کلها الا القملة فانها منه** (مصنف عبد الرزاق، باب القمل، ج رابع، ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۹۰) اس اثر میں ہے کہ جوئیں کے علاوہ مچھر، پسو کو مارے تو کچھ لازم نہیں ہے۔

لغت : البعوض : مچھر۔ نمل: چیونٹی۔ البراغیث: پسو۔ القراد : چچڑی یہ کھٹمل کی طرح ہوتا ہے اور جانوروں کے جسم سے چپکا ہوتا ہے۔

ترجمه: ۲ اور چیونٹی سے مراد کالی اور زرد چیونٹی ہے جو تکلیف دیتی ہے اور جو ایذا نہیں دیتی اس کا مارنا حلال نہیں ہے لیکن مار دینے پر علت اولی (شکار نہ ہونے کی) وجہ سے بدلہ واجب نہیں ہے۔

تشریح : چیونٹی کی بہت ساری قسمیں ہیں ان میں کچھ بڑی ہوتی ہے اور کچھ چھوٹی ہوتی ہے، چیونٹی جو کالی اور زرد ہوتی ہے یہ فطرتی طور انسان کو کاٹتی اور ایذا دیتی ہے، اس کو احرام کی حالت میں مارنا جائز ہے، لیکن جو چیونٹی ایذا نہیں دیتی اس کو احرام کی حالت مارنا حلال نہیں ہے، لیکن اگر مار دیا تو چونکہ یہ شکار نہیں ہے اس لئے اس کے مارنے کی وجہ سے بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

یوذی لا یحل قتلها ولکن لا یجب الجزاء للعلة الاولیٰ (۱۳۴۷)ومن قتل قمّلة تصدق بما شاء مثل کف من الطعام ﴾ ۱؎ لانها متولدة من التفث الذی علی البدن ۲؎ وفی الجامع الصغیراطعم شیئاوهذایدل علی انه یجزیه ان یطعم مسکیناشیئًایسیراعلیٰ سبیل الاباحةوان لم یکن مُشْبِعًا(۱۳۴۸)ومن قتل جَرادة تصدق بماشاء﴾

ترجمه : (۱۳۴۷) کسی نے جوں ماری تو صدقہ کرے جتنا چاہے، مثلاً ایک لپ اناج۔

وجه : (۱) جوئیں جسم کے میل سے پیدا ہوتی ہیں۔اوراحرام کی حالت میں میل صاف کرنا جائز نہیں اس لئے اس سے پیدا شدہ جوئیں کو مارنا بھی جائز نہیں۔اور مارے گا تو اس کے بدلے میں ایک مٹھی صدقہ دے۔کیونکہ بہت چھوٹا جانور ہے (۲) اثر میں ہے۔ سمعت ابن عمرؓ یقول فی القملة یقتلها فی المحرم : یتصدق بکسرة أو قبض من طعام . (سنن للبیہقی ، باب قتل القمل ، ج خامس ،ص ۳۵۰، نمبر ۱۰۰۶۷ ر مصنف عبد الرزاق ، باب القمل ، ج رابع ،ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۸۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جوئیں مارنے سے کچھ کھانا صدقہ کرے۔ یا ایک مٹھی کھانا یعنی گیہوں صدقہ کرے۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ جوئیں بدن پر جو میل ہے اس سے پیدا ہوتی ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ جوئیں سر کے اوپر میل سے پیدا ہوتی ہے، اس لئے اس کو مارنا گویا کہ اپنے بدن کو صاف کرنا ہے، اور حدیث میں فرمایا ہے کہ اچھا حج وہ ہے جو پراگندہ حال ہو، اس اثر میں بھی ہے کہ جوں جسم سے پیدا ہوتی ہیں۔عن عائشة قالت یقتل المحرم الهوام کلها الا القملة فانها منه (مصنف عبد الرزاق ، باب القمل ، ج رابع ،ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۹۰) اس میں ہے کہ جوں انسان سے ہے۔

ترجمه : ۲؎ جامع صغیر میں ہے کہ کچھ کھلا دے، یہ جملہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مسکین کو مباح کرنے کے طور پر تھوڑی سی چیز کھلا دینا کافی ہے، اگر چہ پیٹ بھر نہ ہو۔

تشریح : متن میں یہ ہے کہ ایک مٹھی کھانا یعنی گیہوں دے، اور جامع صغیر کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسکین کو ہاتھ میں دینا اور اس کو مالک بنانا ضروری نہیں ہے، بلکہ مباح کرنے کے طور پر تھوڑا بہت کھلا دے چاہے پیٹ بھر نہ ہو تب بھی کافی ہے

وجه : اس اثر میں ہے. سألت سعید ابن جبیر عن القملة یقتلها المحرم ؟ فقال : کل شئی أطعمته عنها فهو خیر منها . (مصنف عبد الرزاق ، باب القمل ، ج رابع ،ص ۳۱۵، نمبر ۸۲۹۱) اس اثر میں ہے کہ جوں کے بدلے میں جو بھی کھلا دو وہ ٹھیک ہے۔

ترجمه : (۱۳۴۸) کسی نے ٹڈی قتل کر دی تو جتنا چاہے صدقہ کرے۔

ل لان الجرادمن صيدالبر فان الصيدمالايمكن اخذه الابحيلة ويقصده الآخذ (١٣٤٩) وتمرة خير من جرادة ﴾ ل لقول عمرؓ تمرة خير من جرادة (١٣٥٠) ولا شئ عليه فى ذبح السُّلحفاة ﴾ ل لان من الهوامّ والحشرات فاشبه الخنافس والوَزَغات

ترجمه : ل اس لئے کہ ٹڈی خشکی کے شکار میں سے ہے، اس لئے کہ شکار اس کو کہتے ہیں جسکو حیلے کے بغیر پکڑنا ممکن نہ ہو، اور پکڑنے والا اس کو بالقصد پکڑتا ہو۔

تشریح : ٹڈی کوئی محرم ماردے تو اس کے بدلے میں جتنا چاہے صدقہ کرے، کیونکہ یہ خشکی کا شکار ہے، کیونکہ شکار اس کو کہتے ہیں کہ وہ متوحش ہو، اور شکار کرنے والا اس کو ارادہ کر کے پکڑے اور اس کو پکڑنے کے لئے کچھ حیلہ کرنا پڑے، اور ٹڈی میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں، کہ اس کو حیلہ کر کے پکڑنا پڑتا ہے، اس لئے وہ شکار ہے، لیکن بہت چھوٹا ہے اس لئے ایک دو مٹھی گیہوں صدقہ کرنا کافی ہے، یا اس کے بدلے میں ایک کھجور دے دے تو بھی کافی ہے۔

وجه: (۱) اثر میں ہے ۔عن زيد بن اسلم ان رجلا جاء الى عمر بن الخطاب فقال يا امير المؤمنين انى اصبت جرادات بسوطى وانا محرم فقال له عمر اطعم قبضة من طعام (۲) اور دوسرے اثر میں ہے فقال عمر انک لتجد دراهم لتمرة خير من جرادة ۔(موطا امام مالک، باب فدیۃ من اصاب شیئا من الجراد وھو محرم ص ۳۴۸، سنن للبیھقی، باب ماورد فی جزاء مادون الحمام، ج خامس، ص ۳۳۸، نمبر ۱۰۰۱۲) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کچھ کھانا صدقہ کرے۔ اور ایک کھجور ٹڈی سے بہتر ہے۔ اس لئے ٹڈی کے بدلے کھجور بھی دیدے تو کافی ہے۔

ترجمه: (۱۳۴۹) اور کھجور دینا ٹڈی سے بہتر ہے۔

ترجمه : ل حضرت عمرؓ کے قول کی وجہ سے کہ کھجور ٹڈی سے بہتر ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ کا پیش کردہ اثر یہ ہے۔ ان عمر بن الخطاب سئل عن الجراد يقتله المحرم ؟ فقال : تمرة خير من جرادة ۔(مصنف عبد الرزاق، باب الھر والجراد، ج رابع، ص ۳۱۳، نمبر ۸۲۷۷) اس اثر میں ہے کہ کھجور ٹڈی سے بہتر ہے۔

ترجمه (۱۳۵۰) اور محرم پر کچھوا مارڈالنے میں کچھ واجب نہیں ہے۔

ترجمه : ل کیونکہ وہ کیڑوں مکوڑوں میں سے ہے، پس وہ نجاست کے کیڑے، اور چھپکلیوں کے مانند ہوگیا۔

تشریح : محرم نے کچھوا ذبح کر دیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

وجه : اسکی تین وجہ بیان فرما رہے ہیں (۱) ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ کیڑوں مکوڑوں کے درجے میں ہے، اور کیڑوں

۲ ويمكن اخذه من غير حيلة وكذا لا يقصد بالاخذ فلم يكن صيداً (۱۳۵۱)و من حلب صيدالحرم فعليه قيمته ﴾ ا لان اللبن من اجزاء الصيدفاشبه كله (۱۳۵۲)ومن قتل مالايو كل لحمه من الصيد كالسباع ونحوها فعليه الجزاء الاما استثناه الشرع﴾ ا وهو ما عددناه

مکوڑوں میں کچھ لازم نہیں ہوتا ہےاسی طرح اس کے مارنے میں کچھ لازم نہیں ہوگا۔(۲) دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شکاراس کو کہتے ہیں کہ اس کو پکڑنے کے لئے کچھ نہ کچھ حیلہ کرنا پڑے،اور کچھوا اتنا بھدا ہوتا ہے کہ اس کو پکڑنے کے لئے کچھ حیلہ نہیں کرنا پڑتا ہےفورا پکڑا چلا جاتا ہے،اس کو پکڑنے جاؤتو بھاگنے کے بجائے ہاتھ پاؤں جسم کے اندر ڈال لیتا ہے،اس لئے یہ شکارنہیں ہے،اس لئے اس کے بدلے میں کچھ لازم بھی نہیں ہوگا(۳) دوسری بات یہ ہے کہ شکاراس کو کہتے ہیں کہ لوگ اس کوارادے سے پکڑے، اور کچھوے کا حال یہ ہے کہ لوگ اس کوارادے سے پکڑتے نہیں ہیں اس لئے یہ شکارنہیں ہے اس لئے بھی اس میں بدلہ لازم نہیں ہو گا۔

لغت : سلحفات: کچھوا۔ھوام: کیڑا مکوڑا۔حشرات: چھوٹے کیڑے، چھوٹے جانور۔الخنافس:نجاست کا کیڑا، گبریلا۔ الوزغات: چھپکلی۔

ترجمه : ۲ اور کچھوے کو بغیر حیلے کے پکڑنا ممکن ہے،اور ایسے ہی اس کو پکڑنے کا ارادہ نہیں کرتے،اس لئے وہ شکارنہیں ہوا۔

تشریح : کچھوا شکارنہیں ہےاس کی یہاں دووجہ بیان کرکر رہے ہیں،ایک تو یہ کہ اس کو بغیر حیلے کے پکڑنا ممکن ہےاس لئے یہ شکارنہیں ہوا،دوسری وجہ یہ بیان کرر ہے ہیں کہ اس کو پکڑنے کا ارادہ نہیں کرتے ویسے ہی کھیل کے لئےکبھی پکڑ لیتے ہیں،اس لئے یہ شکارنہیں ہوا،اس لئے اس کے پکڑنے سے بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه : (۱۳۵۱) کسی نے حرم کے شکارکودوہ لیا تو اس پر دودھ کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمه : ا اس لئے کہ دودھ شکار کے اجزا میں سے ہےاس لئے پورے جانور کے مانند ہوگیا۔

تشریح : شکار کا دودھ بھی شکار کی طرح ہےاس لئے کہ یہ بھی شکار کا جز ہےاس لئے شکار کے دودھ دوہنے سے ضمان کے طور پر دودھ کی قیمت لازم ہوگی۔

ترجمه : (۱۳۵۲) کسی نے ایسے جانور کو قتل کیا جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو جیسے پھاڑ کھانے والے جانور تو قتل کرنے والے محرم پر بدلہ ہے۔مگر جسکو شریعت نے مستثنی قرار دیا ہے۔

ترجمه :ا جسکو ہم نے پہلے شمار کیا۔

تشریح : شکار کا جانور تین قسم کا ہے[۱] شکار کا وہ جانور جسکا گوشت کھایا جاتا ہو،جیسے ہرن،تو اس کو مارنے میں بکری لازم ہوگی

۲ وقال الشافعیؒ لایجب الجزاء لانها جُبلت علی الایذاء فدخلت فی الفواسق المستثناة وکذا اسم الکلب یتناول السباع باسرها لغة

اوراس سے بڑا جانور مارا تو بکری سے بڑا جانور گائے لازم ہوگی، یعنی جیسا شکار ویسا ہی اس کا بدلہ لازم ہوگا۔[۲] دوسرا شکار وہ ہے جسکے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس کو حل اور حرم میں مارو جیسے کٹ کھنا کتا، اور اسی کے معنی میں بھیڑیا بھی ہے، اس جیسے کے مارنے میں کچھ لازم نہیں ہوگا۔[۳] تیسری قسم کا جانور وہ ہے جو شکار تو ہے لیکن اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے، اس کی کھال وغیرہ کے لئے اس کو شکار کرتے ہیں، جیسے چیتا اور شیر وغیرہ، ایسے جانور کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اس کا بدلہ لازم ہوگا، لیکن اس کا بدلہ بکری یا بکری سے کم لازم ہوگا، چاہے جتنا بڑا جانور ہو بکری سے زیادہ لازم نہیں کیا جائے گا۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا بدلہ ہی لازم نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ ان جانوروں کے درجے میں ہے جنکے بارے میں ہے کہ اس کو حل اور حرم میں مارو، اس لئے اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) حدیث میں ہے کہ غیر ماکول اللحم شکار کی قیمت لگائی گئی ہے۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال فی الضبع اذا اصابه المحرم کبش وفی الظبی شاة و فی الارنب عناق وفی الیربوع جفرة (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۷، نمبر ۲۵۲۴ رسنن بیہقی باب فدیۃ الضبع، ج خامس، ص ۲۹۹، نمبر ۹۸۷۹) اس حدیث میں یربوع جو چوہے کی قسم کا جانور ہے اور اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کی قیمت بکری کا بچہ لگائی گئی ہے۔ اسی طرح گوہ کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اور اس کا بدلہ مینڈھا لگایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول اللحم شکار کا بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بدلہ لازم نہیں ہوگا اس لئے کہ انکی تکلیف دینے کی فطرت ہے اس لئے ان فاسق جانوروں میں داخل ہو گیا جنکو حدیث میں مستثنی قرار دیا گیا ہے، اسی طرح کتے کا نام بھی لغت کے اعتبار سے تمام پھاڑ کھانے والے جانور کو شامل ہے۔

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہو اور حدیث میں اس کو مارنے کا حکم بھی نہیں ہو ان جانوروں کے مارنے پر محرم پر بدلہ لازم نہیں ہے۔

وجہ : اس کی دو وجہ بیان فرماتے ہیں (۱) اس کی ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایسے جانور کی فطرت میں انسان کو تکلیف پہونچانا ہے، اس لئے وہ اس جانور کے درجے میں ہو گیا جس کے بارے حدیث میں حکم ہے کہ اس کو حل اور حرم میں مارو، اس لئے اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ کلب عقور، کٹ کھنا کتے کو مارو، اور کٹ کھنے کتے میں لغت کے اعتبار سے وہ تمام جانور شامل ہے جو سباع اور پھاڑ کھانے والا ہو، اور کٹ کھنے کے مارنے پر بدلہ لازم نہیں ہے اس لئے ان

۳ ولنا ان السبع صيدٌ لتوحشه وكونه مقصوداً بالاخذ اما لجلده او ليصطادبه او لدفع اذاه ۴ والقياس على الفواسق ممتنع لما فيه من ابطال العدد ۵ واسم الكلب لا يقع على السبع عرفا والعرف املک

پھاڑ کھانے والے جانور کے مارنے پر بھی بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

لغت۔جبلت: فطری طور پر پیدا گیا ہے۔فواسق: فاسقۃ کی جمع ہے، حدیث میں جن پانچ جانوروں کو مارنے کا حکم ہے انکو فواسق کہتے ہیں، یعنی جو فطرتی طور پر نافرمان ہو۔سباع: پھاڑ کھانے والا۔اسرھا: تمام کے تمام۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ پھاڑ کھانے والا جانور بھی شکار ہے، کیونکہ وہ وحشی بھی ہوتا ہے اور پکڑنے میں مقصود بھی ہوتا ہے، یا اسکی کھال کے لئے یا اس لئے تا کہ اس کے ذریعہ دوسرے جانور کو شکار کیا جائے، یا اسکی ایذاء کو دور کرنے کے لئے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ پھاڑ کھانے والے جانور کو چاہے کھا تا نہ ہو لیکن پھر بھی وہ شکار ہے، کیونکہ وہ انسانوں سے بھاگتا ہے اور متوحش ہوتا ہے، اور متوحش ہونا شکار ہونے کی دلیل ہے، شکار ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس کو ارادے کے طور پر پکڑتے ہیں، یا کھال کے لئے پکڑتے ہیں جیسے شیر اور چیتا کو اس کی کھال کے لئے پکڑتے ہیں، یا اس لئے پکڑتے ہیں کہ اس کے ذریعہ دوسرے جانور کو شکار کیا جائے جیسے تیندوا کو اس لئے شکار کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے جانور کو شکار کیا جائے، یا اس لئے شکار کرتے ہیں کہ اس کی ایذاء سے بچا جائے جیسے جنگلی سور کو اس لئے شکار کرتے ہیں کہ اس کی ایذاء سے بچا جائے، بہر حال ان جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا لیکن دوسرے مقاصد کے لئے اس کو شکار کرتے ہیں، اور یہ شکار ہے، اس لئے اس کو مارنے سے بدلہ لازم ہو گا۔آیت میں ہے کہ شکار کا بدلہ دینا ہوگا۔**یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما** (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ تمکو شکار کا بدلہ دینا پڑے گا۔

ترجمہ: ۴ اور شریر جانوروں پر قیاس کرنا ممتنع ہے اس لئے کہ اس میں عدد کو باطل کرنا ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ حدیث میں جن پانچ جانوروں کو مارنے کا حکم ہے جن کو فاسق جانور کہتے ہیں تمام پھاڑ کھانے والے جانوروں کو اس میں شامل کر دیا جائے، اور اسے مارنے پر بدلہ لازم نہ کیا جائے۔اس کا جواب دے رہے ہیں کہ حدیث میں پانچ کی عدد کی تصریح ہے، پس اگر پھاڑ کھانے والے جانور کو اس میں شامل کر دیا جائے تو پانچ کی عدد باقی نہیں رہے گی، پانچ کی عدد باطل ہو جائے گی، اس لئے دوسرے جانور کو اس میں شامل نہ کیا جائے۔

ترجمہ : ۵ عرف میں کتے کا نام پھاڑ کھانے والے جانور پر نہیں بولا جاتا ہے، اور عرف ہی زیادہ مالک ہے۔

(۱۳۵۳)ولا يجاوز بقيمته شاة ﴾ ۱؎ وقال زفرؒ يجب بالغةً ما بلغت اعتبارا بماكول اللحم ۲؎ ولنا قوله عليه السّلام الضبع صيد وفيه الشاة

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، انہوں نے دلیل دی تھی کہ حدیث میں جو کلب عقور کا لفظ ہے اس میں تمام پھاڑ کھانے والے جانور شامل ہیں، اور کلب کے مارنے میں کچھ لازم نہیں ہوتا اس لئے پھاڑ کھانے والے جانور کے مارنے میں کچھ لازم نہیں ہو گا، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ عرف عام میں کلب میں پھاڑ کھانے والے جانور شامل نہیں ہیں، اور عرف ہی کا زیادہ اعتبار ہے، اس لئے کلب میں پھاڑ کھانے والے جانور شامل نہیں ہونگے اور اس کے مارنے پر بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۳۵۳) اور بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔

تشریح : شکار کے جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کو مارنے سے بدلہ لازم ہوگا، لیکن یہ بدلہ بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہو۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان جانوروں کا گوشت تو کام نہیں آئے گا صرف کھال کام آئے گی، اور کھال کی قیمت زیادہ سے زیادہ بکری کے برابر ہوگی اس لئے زیادہ سے زیادہ بکری لازم کی جائے اس سے زیادہ لازم نہ کی جائے۔ (۲) اس حدیث میں اس کا اشارہ ہے۔ عن جابر عن النبی ﷺ قال فی الضبع اذا اصابه المحرم کبش وفی الظبی شاة و فی الارنب عناق وفی الیربوع جفرة (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی ص ۲۱۷، نمبر ۲۵۲۴ رسنن بیہقی باب فدیۃ الضبع، ج خامس، ص ۲۹۹، نمبر ۹۸۷۹) اس حدیث میں یربوع جو چوہے کی قسم کا جانور ہے اور اس کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اس کی قیمت بکری کا بچہ لگائی گئی ہے۔ اسی طرح گوہ کا گوشت نہیں کھایا جاتا ہے اور اس کا بدلہ مینڈھا لگایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ غیر ماکول اللحم شکار کا بدلہ زیادہ سے زیادہ بکری لازم ہوگا۔

ترجمہ : ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ جتنی قیمت پہونچے پہونچنے دو، وہ مأکول اللحم جانور پر قیاس کرتے ہیں۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پھاڑ کھانے والے جانور کی قیمت بکری سے بھی زیادہ ہو جائے تو لگائی جائے گی، انکی دلیل یہ ہے کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر وہ بڑا ہو تو گائے اور اونٹ بھی لازم کیا جا سکتا ہے، اسی پر قیاس کرتے ہوئے پھاڑ کھانے والا جانور بڑا ہو تو گائے اور اونٹ بھی لازم کیا جا سکتا ہے بکری پر اکتفاء کرنا ضروری نہیں۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے، کہ بجو شکار ہے اور اس میں بکری لازم ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ بجو ان جانوروں میں سے ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور اس پر حدیث میں بکری لازم کیا گیا، جس کے اشارے سے معلوم ہوا کہ غیر مأکول اللحم کے بدلے بکری سے زیادہ لازم نہیں جائے گا۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔

۳؎ ولان اعتبار قیمته لمکان الانتفاع بجلده لا لانه محارب موذی ومن هذا الوجه لا یزداد علی قیمةالشاة ظاهرا (۱۳۵۴)واذا صال السبعُ علی المحرم فقتله لا شئ علیه﴾

عن جابر بن عبد الله قال سألت رسول الله ﷺ عن الضبع فقال هو صید و یجعل فیه کبش اذا صاده المحرم ۔(ابوداودشریف، باب فی أکل الضبع ،ص۵۴۲،نمبر۳۸۰۱رمصنف عبدالرزاق، باب الضب والضبع ،ج رابع ،ص ۴۰۸، نمبر۸۲۵۷)اس حدیث میں ہے کہ بجو شکار ہے اوراس میں مینڈھا لازم فرمایا۔

ترجمہ : ۳؎ اوراس لئے کہ پھاڑ کھانے والے جانور کی قیمت کا اعتبار اسکی کھال سے فائدہ اٹھانے کی وجہ سے ہے،اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ جنگجو ہے اورموذی ہے،اوراس فائدے کی وجہ سے بظاہر بکری کی قیمت سے زیادہ نہیں ہوگی۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ پھاڑ کھانے والے جانور کا گوشت کام نہیں آتا،صرف کھال کام آتی ہے اور کھال کی قیمت بظاہر بکری سے زیادہ نہیں ہوتی ہے اس لئے بکری سے زیادہ اس کی قیمت نہیں لگنی چاہئے۔ پھاڑ کھانے والے کی قیمت جنگجو ہونے اور موذی ہو نے کی وجہ سے نہیں لگتی۔۔محارب: حرب سے مشتق ہے، جنگ کرنے والا۔موذی: تکلیف دینے والا ہے۔

ترجمہ :(۱۳۵۴)اگر پھاڑ کھانے والا جانور محرم پر حملہ آور ہو گیا اور محرم نے اس کو قتل کر دیا تو محرم پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

تشریح : شکاری جانور نے محرم پر حملہ کیا جس کی وجہ سے محرم نے اس کو قتل کر دیا تو محرم پر اس کا بدلہ لازم نہیں ہے، کیونکہ اپنی جان سے ضرر کو دفع کرنے کا اس کو حق ہے۔

وجہ : (۱)اس حدیث میں اس کا ثبوت ہے ۔ عن ابی سعید الخدری : ان النبی ﷺ سئل عما یقتل المحرم ؟ قال الحیة والعقرب ، و الفویسقة و یرمی الغراب و لا یقتله و الکلب العقور و الحدأة و السبع العادی ۔(ابو داودشریف، باب مایقتل المحرم من الدواب،ص۲۷۱،نمبر۱۸۴۸)اس حدیث میں ہے کہ پھاڑ کھانے والا جانور حملہ کر دے تو اس کو قتل کیا جا سکتا ہے۔(۲)اس حدیث میں بھی ہے۔عن عائشة ان رسول الله قال خمس من الدواب کلهن فاسق یقتلن فی الحرم الغراب، والحدأة ،والعقرب ،والفارة، والکلب العقور. (بخاری شریف، باب مایقتل المحرم من الدواب ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۹رمسلم شریف، باب ما یندب للمحرم وغیرہ قتلہ من الدواب فی الحل والحرم ص ۳۸۱ نمبر ۲۸۶۲/۱۱۹۸)اس حدیث میں ہے کہ یہ پانچ جانور فطری طور پر موذی ہیں۔اس لئے ان کو قتل کر سکتے ہیں۔ پس اگر صرف حملہ کرنے کے وہم پر قتل کر سکتے ہیں تو جو جانور باضابطہ محرم پر حملہ کر چکا ہو اس کو بدرجہ اولی قتل کر سکتا ہے۔اور قتل کرنے والے پر کچھ لازم نہیں ہوگا (۳) اثر میں ہے۔عن عطاء قال کل عدو عدا علیک فاقتله وانت محرم ۔(مصنف ابن ابی شیبة ۳۳۹ مایقتل المحرم ج ثالث ،ص ۳۳۳،نمبر۱۴۸۲۵)اس اثر میں ہے کہ اگر جانور آپ پر حملہ کر دے تو آپ اس کو قتل کر سکتے ہیں۔۔صال : حملہ کیا۔

۱؎ وقال زفرؒ یجب اعتبارا بالجمل الصائل ۲؎ ولنا ما روی عن عمرؓ انه قتل سبعا واهدی کبشا وقال انا ابتدأناه ۳؎ ولان المحرم ممنوع عن التعرض لا عن دفع الاذی ولهٰذا کان ما ذونا فی دفع المتوهم من الاذی کما فی الفواسق فلان یکون ما ذونا فی دفع المتحقق اولیٰ ومع وجود الاذن من الشارع لا

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس کا بدلہ واجب ہوگا حملہ کرنے والے اونٹ پر قیاس کرتے ہوئے۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پھاڑ کھانے والے جانور نے حملہ کیا جسکی وجہ سے محرم نے اس کو قتل کیا تو محرم پر اس کا بدلہ لازم ہوگا، اس کی مثال پیش کرتے ہیں کہ اونٹ نے کسی پر حملہ کیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا تب بھی قتل کرنے والے پر اونٹ کی قیمت لازم ہوتی ہے، اسی طرح شکار نے حملہ کیا اور محرم نے اس کو قتل کیا تب بھی محرم پر اس کا بدلہ لازم ہوگا۔ کیونکہ آیت میں ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو قتل مت کرو تو چاہے مجبوری میں قتل کیا ہو تب بھی بدلہ دینا ہوگا۔ آیت یہ ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ تمکو شکار کا بدلہ دینا پڑے گا۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے پھاڑ کھانے والے جانور کو قتل کیا اور اس کے بدلے میں مینڈھا دیا، اور فرمایا کہ میں نے ہی ابتداء کی ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے پھاڑ کھانے والے جانور کو قتل کیا اور اس کے بدلے میں ایک مینڈھا دیا اور یوں فرمایا کہ میں نے ابتداء کیا ہے اور مارا ہے اس لئے مینڈھا دے رہا ہوں، جس کا مطلب یہ نکلا کہ اگر پھاڑ کھانے والا جانور حملہ کرتا اور پھر حضرت عمر مارتے تو بدلہ نہ دیتے۔ یہ اثر نہیں ملا۔ البتہ ابو داود شریف نمبر ۱۸۴۸ کی حدیث میں السبع العادی ہے جس سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ حملہ کرنے والا جانور کا بدلہ لازم نہیں ہوتا ہے۔

ترجمه : ۳؎ اور اس لئے کہ محرم کو شکار کو چھیڑنے سے منع کیا گیا ہے تکلیف کو دفع کرنے سے منع نہیں کیا ہے، اسی لئے جہاں تکلیف کا وہم ہے وہاں شکار مارنے کی اجازت ہے جیسے کہ پانچ فاسق جانوروں میں ہے تو جہاں متحقق تکلیف ہے تو بدرجہ اولی مارنے کی اجازت ہوگی، اور شارع کی جانب سے اجازت کے پائے جانے سے شارع کے حق کی وجہ سے بدلہ واجب نہیں ہوتا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ شکار کو چھیڑنے میں پہل کرے اس سے محرم کو منع کیا گیا ہے، لیکن شکار حملہ آور ہو تو اس کی تکلیف کو دفع کرنے کی اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانچ فاسق جانوروں میں وہم ہے کہ وہ حملہ کرے تو پہلے ہی قتل کرنے کی اجازت ہے تو جہاں اذیت دینے کا صرف وہم ہے وہاں شکار کو مار دینے کی اجازت ہے، تو جہاں واقعی حملہ کر چکا ہے اور تکلیف متحقق ہے وہاں

یجب الجزاء حقا له ۴؎ بخلاف الجمل الصائل لانه لا اذن له من صاحب الحق وهو العبد (۱۳۵۵)وان اضطر المحرم الی قتل صید فقتله فعلیه الجزاء ﴾لِا لان الاذن مقید بالکفارة بالنصّ علی ما تلوناه من قبل (۱۳۵۶)ولا بأس للمحرم ان یذبح الشاة والبقرة والبعیر والدجاجة والبطّ الاهلی ﴾ لِ لان هذه الاشیاء لیست بصیود لعدم التوحش

بدرجہ اولی دفع کرنے کی اجازت ہوگی ،اور جب شارع کی جانب سے دفعیہ کرنے کی اجازت ہےاور وہ اپنا حق ساقط کر رہی ہے تو اس شکار کا بدلہ بھی لازم نہیں ہوگا ،اس لئے پھاڑ کھانے والا جانور حملہ کر چکا ہو تو اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا ۔فواسق: وہ پانچ جانور جن کو حدیث میں مارنے کی اجازت ہے۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف حملہ کرنے والا اونٹ کے اس لئے کہ حق والے کی جانب سے اجازت نہیں ہے ،اور وہ بندہ ہے۔

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے۔کہ شریعت نے حملہ کرنے والے شکار کو مارنے کی اجازت دی ہے جو شکار اللہ کا ہے اس لئے اپنے حق کو ساقط کرنے کی وجہ سے اس کا بدلہ لازم نہیں ہوگا ،اور حملہ کرنے والا اونٹ انسان کا ہےاور انسان نے اس کو مارنے کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے اس کو مارنے کی وجہ سے بدلہ لازم ہوگا۔کیونکہ بندے نے اپنا حق ساقط نہیں کیا ہے۔

لغت: صائل:حملہ کرنے والا۔صاحب حق سے اونٹ کا مالک مراد ہے۔

ترجمہ: (۱۳۵۵) اگر محرم شکار قتل کرنے پر مجبور ہوا اس لئے شکار کو قتل کیا تو محرم پر اس کا بدلہ ہے۔

ترجمہ : لِ اس لئے کہ آیت میں مارنے کی اجازت کفارے کے ساتھ مقید ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے آیت تلاوت کی۔

تشریح : محرم کو مثلا شکار کے گوشت کھانے کی مجبوری تھی۔جس کی وجہ سے اس نے شکار کو قتل کیا۔پھر بھی چونکہ شکار کو قتل کیا ہے اس لئے اس کا بدلہ لازم ہوگا۔اس لئے کہ آیت میں تکلیف کی وجہ سے سر منڈوانے کی اجازت ہے، لیکن یہ بھی ہے کہ اس کا بدلہ روزے سے ادا کرے یا صدقہ سے ادا کرے یا بکری سے ادا کرے، جس سے معلوم ہوا کہ مجبوری کی وجہ سے قتل کیا تب بھی بدلہ لازم ہوگا ۔ہاں جن جانوروں کو حدیث میں مارنے کی اجازت ہے اس کو مارنے سے بدلہ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱)صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔فمن کان منکم مریضا او به اذی من رأسه ففدیة من صیام او صدقة او نسک (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ مرض یا سر کی تکلیف کی وجہ سے بھی سر منڈوایا تو فدیہ لازم ہوگا۔جس سے معلوم ہوا کہ مجبوری کی وجہ سے شکار کو قتل کیا تب بھی اس کا بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۵۶) کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ محرم بکری، گائے ،اونٹ ،مرغی اور اہلی بطخ کو ذبح کرے۔

ترجمہ : لِ اس لئے کہ یہ جانور شکار نہیں ہیں متوحش نہ ہونے کی وجہ سے۔

٢ والمراد بالبطّ الذی یکون فی المساکن والحیاض لانه اَلُوْفٌ باصل الخلقة (١٣۵٧) ولو ذبح حمامًا مُسَرْوَلًا فعلیه الجزاء ﴾ ا خلافا لمالکؒ له انه الوف مستانسٌ ولا یمتنع بجناحیه لبطؤ نهوضه

تشریح : یہ جانور متوحش نہیں ہیں اس لئے یہ شکار نہیں ہیں اس لئے اس کو ذبح کرنا جائز ہے۔

وجــــه: (ا)اس لئے کہ شکار کو قتل کرنا آیت کی وجہ سے ممنوع ہے اور یہ جانور شکار نہیں ہیں بلکہ پالتو ہیں اس لئے احرام کی حالت میں ان کو ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(٢)اثر میں ہے۔ولم یر ابن عباس وانس بالذبح باسا وهو غیر الصید نحو الابل والغنم والبقر والدجاج والخیل . (بخاری شریف، باب اذا اصاد الحلال فاهدی للمحرم الصید ص ٢۴۵، نمبر ١٨٢١) اس اثر میں ہے کہ پالتو جانور کو ذبح کرنا محرم کے لئے جائز ہے۔

ترجمه: ٢ یہاں بطخ سے مراد وہ بطخ ہے جو گھر میں رہتا ہو اور حوض میں رہتا ہو اس لئے کہ وہ اپنی خلقت سے مانوس ہے۔

تشریح : بطخ کی دو قسمیں ہیں[ا] جنگلی بطخ جو سمندر اور ندیوں میں رہتا ہے، یہ شکار ہے محرم کے لئے اس کو ذبح کرنا جائز نہیں اگر ذبح کیا تو اس کا بدلہ لازم ہوگا۔اور پالتو بطخ جو گھر میں رہتا ہے اور حوض میں رہتا ہے، یہ اپنی خلقت کے اعتبار سے مانوس ہے یہ شکار نہیں ہے اس کو ذبح کرنا جائز ہے۔۔الوف: مانوس۔

ترجمه: (١٣۵٧)اگر موزے والے کبوتر کو قتل کر دیا تو اس پر بدلہ ہے۔

تشریح : عام کبوتر متوحش ہوتا ہے اور انسان سے دور رہ کر زندگی گزارتا ہے، اس لئے وہ سب کے نزدیک شکار ہے، البتہ وہ کبوتر جس کے پاؤں میں بھی پر نکلے ہوتے ہیں اور اڑنے مین سست ہوتا ہے اور عموما انسان کے ساتھ رہتا ہے، ہمارے نزدیک یہ بھی شکار ہے اور اس کو مارنے میں بدلہ لازم ہوگا۔

وجه : (ا) کبوتر اصل خلقت کے اعتبار سے متوحش ہے اور شکار ہے۔لیکن سست اڑنے کی وجہ سے مانوس جیسا لگتا ہے۔لیکن اصل خلقت میں شکار ہے اس لئے ان کو مارنے سے بدلہ لازم ہوگا۔اثر میں ہے۔عن ابن عباسؓ قال فی الحمامة شاة(مصنف عبدالرزاق، باب فی الحمام وغیرہ، ج رابع ،ص ٣١٧ ،نمبر ٨٣٠١/سنن بیہقی ، باب ما جاء فی جزاء الحمام و ما فی معناہ ، ج خامس ،ص ٣٣٦ ،نمبر ١٠٠٠٣)اس اثر میں ہے کہ کبوتر میں بکری لازم ہے۔

لغت : حمام مسرول : سرول سراویل سے مشتق ہے، پاجامہ پہنا ہوا یعنی وہ کبوتر جس کے پاؤں میں پر نکلا ہوا ہو۔یہ کبوتر اڑنے میں سست ہوتا ہے اور گھر میں زیادہ تر رہتا ہے۔لیکن متوحش ہے اور شکار ہے۔

ترجمه: ا امام مالکؒ کا اختلاف ہے، انکی دلیل یہ ہے کہ موزہ والا کبوتر مانوس ہوتا ہے، اور اپنے بازو سے بچاؤ نہیں کر سکتا اس کی اٹھان کے سست ہونے کی وجہ سے۔

۲ ونحن نقول الحمام متوحش باصل الخلقة ممتنع بطيرانه وان كان بطى النهوض والاستيناس عارض فلم يعتبر (۱۳۵۸) وكذا اذا قتل ظبيًا مستانسًا ﴿۱ لانه صيد فى الاصل فلا يُبطله الاستيناس كالبعير اذا ندَّ لا يأ خذ حكم الصيد فى الحرمة على المحرم

تشریح : امام مالکؒ کی رائے ہے کہ موزے والا کبوتر انسان کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور اٹھان کے کم ہونے کی وجہ سے اپنے پروں سے اڑ کر اپنا دفعیہ نہیں کر سکتا تو گویا کہ وہ پالتو جانور ہے، شکار نہیں ہے اس لئے اس کے مارنے میں بدلہ نہیں ہوگا۔

لغت : مستانس: مانوس۔ بطوء: بھدا، اڑنے میں سست ہو۔ نھوض: اٹھان۔

ترجمہ: ۲ ہم یہ کہتے ہیں کہ کبوتر اپنی اصلی خلقت سے متوحش ہے اور اپنے اڑنے کے ذریعہ بچنا چاہتا ہے چاہے وہ آہستہ اڑ سکتا ہے اور مانوس ہونا عارضی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : یہ امام مالکؒ کو جواب ہے کہ موزے والا کبوتر بھی اپنی خلقت کے اعتبار سے متوحش ہے اور اڑ کر انسان سے دور رہنا چاہتا ہے، یہ اور بات ہے کہ سست اڑنے کی وجہ سے جنگلوں میں نہیں رہ سکتا ورنہ شکاری پرندہ اس کو کھا جائے گا اس ڈر سے وہ انسان کے پاس گھر میں رہتا ہے، اس لئے مانوس ہونا عارضی ہے، اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہوگا اس لئے محرم کے مارنے سے بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۵۸) ایسے ہی اگر مانوس ہرن کو قتل کر دیا (تو اس کا بدلہ لازم ہوگا)

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ اصل میں وہ شکار ہے اس لئے مانوس ہونا شکار ہونے کو باطل نہیں کرے گا، جیسے کہ اونٹ بدک جائے تو محرم پر حرام ہونے میں شکار کا حکم نہیں ہوگا۔

تشریح : ہرن اپنی خلقت کے اعتبار سے متوحش ہے اور شکار ہے، اب اگر مانوس ہو گیا تو متوحش ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا اور اس کو قتل کر دیا تو محرم پر بدلہ لازم ہوگا،

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مانوس ہونا عارضی ہے اور متوحش ہونا اصلی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ اونٹ اپنی فطرت کے اعتبار سے پالتو ہے اور مانوس ہے اب اگر وہ بدک جائے تب بھی محرم کے لئے اس کا ذبح کرنا حلال ہوگا، اس لئے کہ بدک جانا اور وقتی طور پر متوحش ہو جانا عارضی ہے (۲) اس اثر میں اس کا ثبوت ہے۔ عن عكرمة ان رجلا اصاب ظبيا وهو محرم فاتى علياؓ فسأله فقال اهد كبشا من الغنم (مصنف عبد الرزاق، باب الوبر والظبی، ج رابع، ص ۳۰۹، نمبر ۸۲۶۹) اس اثر میں ہے کہ ہرن کے بدلے بکری دے۔

لغت : ظبی: ہرن۔ مستانسا: انس سے مشتق ہے، مانوس ہونا۔ ند: بدک گیا۔ بعیر: اونٹ

اصول : محرم شکار کو ذبح کرے تو وہ مردار ہو گیا، خود ذبح کرنے والا اس کو کھائے تو گوشت کی قیمت بھی ادا کرنا ہوگا، اور استغفار

(۱۳۵۹)واذا ذبح المحرم صیدافذبیحته میتة لایحل اکلها ﴾ ۱ؔ وقال الشافعیؒ یحل ماذبحه المحرم لغیره لانه عامل له فانتقل فعله الیه

بھی کرنا ہوگا،اور دوسرے محرم کھائے تو اس پر صرف استغفار لازم ہوگا،گوشت کی قیمت نہیں۔

اصول : صاحبینؒ کے نزدیک شکار مردار تو ہوگیا،لیکن ذبح کرنے والا اس کو کھائے تب بھی گوشت کی قیمت لازم نہیں ہوگی صرف استغفار لازم ہوگا،اور دوسرے لوگ بھی کھائے تو ان پر بھی استغفار ہی لازم ہوگا۔

اصول : امام شافعیؒ کے نزدیک محرم کے لئے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں ہے،تاہم دوسروں کے لئے کرلیا تو وہ دوسروں کے لئے حلال ہے، وہ کھا سکتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۳۵۹)اگر محرم نے شکار کو ذبح کیا تو اس کا ذبیحہ مردہ ہے۔اس کا کھانا کسی کے لئے جائز نہیں۔

تشریح :خون گوشت کے ساتھ ملا ہوتا ہے جسکا کھانا حرام ہے،اس خون کو گوشت سے الگ کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ مشروع طریقے پر ذبح کیا جائے،چنانچہ مجوسی ذبح کر کے خون کو گوشت سے الگ کرتا ہے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوتا کیونکہ اس نے مشروع طریقے پر خون کو گوشت سے الگ نہیں کیا۔اسی طرح محرم کے لئے شکار کا ذبح کرنا جائز نہیں تھا،اس لئے اس کا ذبح کرنا مشروع طریقے پر ذبح کرنا نہیں ہے،اس لئے اس کے ذبح کرنے سے جانور حلال نہیں ہوگا،اس لئے وہ مردہ ہوگا اور کسی کے لئے اس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱)اس آیت میں ہے کہ محرم شکار کو ذبح کرے تو قتل کرنے کے درجے میں ہے،یعنی مردہ کے درجے میں ہے،اسی لئے آیت میں اس کو قتل کہا ہے،ذبح نہیں کہا۔آیت یہ ہے **ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم** (آیت ۹۴،سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں محرم کے شکار کو قتل کہا ہے،جسکا مطلب ہوا کہ محرم کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں ہے ۔(۲)اس اثر میں ہے۔ **سألت الثوری عن المحرم یذبح صیدا ، ھل یحل أکله لغیره ؟ فقال أخبرنی لیث عن عن عطاء انه قال لا یحل اکله لاحد** (مصنف عبدالرزاق،باب الصید وذبحہ،ج رابع،ص ۳۳۶،نمبر ۸۳۹۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ محرم شکار ذبح کرے تو کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔

ترجمہ: ۱ؔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ محرم نے کسی غیر کیلئے ذبح کیا تو وہ غیر کے لئے حلال ہے اس لئے کہ اس نے دوسرے کے لئے کام کیا تو محرم کا فعل دوسرے کی طرف منتقل ہوجائے گا۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر محرم نے اپنے لئے شکار ذبح نہیں کیا بلکہ دوسرے کے لئے ذبح کیا اور وہ آدمی حلال تھا تو

۲؎ ولنا ان الزكوٰة فعلٌ مشروع وهذا فعل حرام فلايكون ذكاةً كذبيحة المجوسى ۳؎ وهذا لان المشروع وهو الذى قام مقام الميز بين الدم واللحم تيسيرا فينعدم بانعدامه (۱۳۶۰) وان اكل المحرم الذابح من ذلك شيئا فعليه قيمة ما اكل ﴾ ۱؎ عند ابى حنيفةؒ

اس کا ذبح کیا ہوا حلال کے لئے جائز ہے وہ کھا سکتا ہے۔ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اس نے جب کسی حلال آدمی کے لئے کام کیا تو یہ کام حلال آدمی کی طرف منتقل ہو گیا تو گویا کہ حلال آدمی نے شکار کو ذبح کیا اس لئے یہ ذبیحہ حلال کے لئے جائز ہے۔

وجہ: (۱) محرم مسلمان ہے اس لئے شکار کو ذبح کر سکتا ہے اس لئے اس کا ذبیحہ غیر محرم کی طرح حلال ہے۔ البتہ آیت کی وجہ سے کسی محرم کے لئے کھانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے غیر محرم کے لئے جائز ہوگا۔ (۲) اس اثر میں ہے کہ غیر محرم کے لئے اس کا ذبیحہ حلال ہے، اثر یہ ہے۔ **أخبرنی أشعث عن الحكم بن عتبة أنه قال لا بأس بأكله قال الثوری و قول الحكم أحب الی** ۔ (مصنف عبد الرزاق، باب الصيد وذبحه، ج رابع، ص ۳۳۶، نمبر ۸۳۹۲) اس اثر میں ہے کہ محرم کا ذبیحہ حلال ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ ذبح کرنا فعل مشروع کا نام ہے، اور محرم کا فعل حرام ہے اس لئے ذبح نہیں ہوگا، جیسے مجوسی کا ذبح [حلال نہیں ہوتا]

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ مشروع طریقے سے ذبح کرے گا تب ہی ذبح ہوگا، اور آیت اور حدیث کی بنا پر محرم کا ذبح مشروع طریقہ نہیں ہے شکار کو ذبح کرنا حرام ہے اس لئے اس کے فعل سے شکار ذبح نہیں ہوگا مردہ ہو جائے گا، جیسے مجوسی کے ذبح کرنے سے خون بدن سے نکل جاتا ہے پھر بھی کسی کے لئے حلال نہیں ہوتا، اسی طرح اس کے ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشروع ذبح وہ ہے کہ گوشت اور خون کے درمیان تمیز کرے آسانی کے لئے، پس مشروع فعل نہ ہونے کی وجہ سے ذبح بھی نہیں ہوگا۔

تشریح: اس عبارت میں ذبح کے لئے فعل مشروع کی تشریح ہے، کہ خون اور گوشت ملا ہوا ہوتا ہے، خون نکلنے کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ خون گوشت میں باقی رہتا ہے اس لئے آسانی کے لئے یہ علامت رکھا ہے کہ مشروع طریقے پر ذبح کرے تو یوں سمجھا جائے گا کہ خون گوشت سے الگ ہو گیا، اور محرم کا ذبح مشروع طریقے پر نہیں ہے اس لئے یوں سمجھا جائے گا کہ خون گوشت سے الگ نہیں ہوا اور ذبیحہ حلال نہیں ہوا

ترجمہ: (۱۳۶۰) اگر ذبح کرنے والے محرم نے اس شکار سے کچھ کھایا تو جتنا کھایا اس پر اس کی قیمت لازم ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح: محرم نے شکار کو ذبح کیا جسکی وجہ سے وہ مردہ ہے، پھر محرم نے اس ذبح شدہ شکار میں سے کھایا، تو جتنا گوشت کھایا ہے

۲؎ وقالا ليس عليه جزاء ما اكل (۱۳۶۱) وان اكل منه محرم آخر فلا شئ عليه في قولهم جميعًا ﴿ا؎ لهما ان هذه ميتة فلا يلزمه باكلها الا الاستغفار وصار كما اذا اكله محرمٌ غيره ۲؎ ولابي حنيفةؒ ان حرمته باعتبار كونه ميتة كما ذكرنا وباعتبار انه محظور احرامه لان احرامه هو الذي اخرج الصيد

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت بطور ضمان لازم ہوگی۔اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ احرام کی وجہ سے اپنے ذبح کئے ہوئے شکار کا گوشت کھانا بھی ممنوع تھا،اوراس نے ممنوع کام کیا تو اس کا بدلہ لازم ہوگا۔اس کے لئے مجھے کوئی اثر نہیں ملا۔

ترجمه: ۲؎ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جو کچھ کھایا اس کا کوئی بدلہ نہیں ہے۔

تشريح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ محرم کا ذبح کیا ہوا شکار مردہ ہے اور مردہ کے کھانے سے صرف استغفار لازم ہوتا ہے کوئی بدلہ لازم نہیں ہوتا،اس لئے اس کے کھانے سے صرف استغفار لازم ہوگا۔

ترجمه : (۱۳۶۱) اگر شکار سے دوسرے محرم نے کھایا تو سب کے قول میں ان پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

تشريح : محرم نے شکار ذبح کیا تھا جسکی وجہ سے وہ مردہ ہوگیا،اس لئے کسی کو بھی نہیں کھانا چاہئے،لیکن اس محرم کے علاوہ کسی دوسرے محرم نے کھالیا تو بالاتفاق اس دوسرے محرم پر کوئی ضمان لازم نہیں ہوگا۔

وجه :اس کی وجہ یہ ہے کہ شکار کرنے والے محرم پر اس کے احرام کی وجہ سے ضمان لازم کیا تھا،اور دوسرے محرم کے لئے تو صرف یہ بات ہوئی کہ اس نے ایک مردہ گوشت کو کھایا اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی اس پر استغفار کے علاوہ کچھ لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ا؎ صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ یہ مردہ ہے اس لئے اس کے کھانے سے استغفار کے علاوہ کچھ لازم نہیں ہے،اور ایسا ہو گیا کہ ذبح کرنے والے کے علاوہ محرم نے اس کو کھایا ہو۔

تشريح : صاحبینؒ نے فرمایا تھا کہ شکار ذبح کرنے والے محرم نے کھایا تو اس پر اس کی قیمت نہیں ہے،صرف استغفار لازم ہے، اس کی دلیل دے رہے ہیں کہ اس نے ایک اعتبار سے مردہ کھایا،اور مردہ کھانے سے استغفار لازم ہوگا۔جیسے ذبح کرنے والے کے علاوہ کسی محرم نے کھایا ہو تو اس پر اس کی قیمت لازم نہیں ہوتی،صرف استغفار لازم ہوتا ہے اسی طرح ذبح کرنے والے پر بھی صرف استغفار لازم ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کی حرمت اس اعتبار سے ہے کہ وہ مردہ ہے جیسا کہ ذکر کیا،اور اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس کے احرام کا محظور ہے،اس لئے کہ احرام نے ہی شکار کو اپنے محل سے نکال کر مردہ بنادیا،اور ذبح کرنے والے کو ذبح کرنے کے اہل سے نکال دیا،اس لئے ان واسطوں سے کھانے کا حرام ہونا اس کے احرام کی طرف منسوب ہوگا،بخلاف دوسرے محرم کے اس لئے کہ اس کا کھانا اس کے احرام کے محظورات میں سے نہیں ہے۔

عن المحلية والذابح عن الاهلية فى حق الذكاة فصارت حرمة التناول بهذه الوسائط مضافة الى احرامه بخلاف محرم اٰخر لان تناوله ليس من محظورات احرامه (۱۳۶۲)ولا باس بان ياكل المحرم لحم صيد اصطاده حلال وذبحه اذا لم يدلّ المحرم عليه ولا امره بصيده ﴾ ا خلافا لمالکؒ فيما اذا اصطاده لاجل المحرم له قوله عليه السلام لا بأس باكل المحرم لحم صيد ما لم يَصِدهُ او يُصادله

تشریح : یہ دلیل عقلی ذرا مشکل ہے۔دلیل کا حاصل یہ ہے کہ احرام نے شکار کو حلال کے بجائے مردہ کر دیا۔اسی طرح احرام نے ذبح کرنے والے کو ذبح کے اہل ہونے سے نکال دیا،اس لئے احرام کی حالت میں اپنے شکار کو کھانا جرم ہے اس لئے اس کے کھانے پر اس کا جرمانہ دینا ہوگا۔اور ذبح کرنے والے کے علاوہ جو دوسرے محرم ہیں ان کا کھانا اس کے احرام کا محظور نہیں ہے،اس لئے کھانے کی قیمت نہیں دے گا،صرف اتنا ہوا کہ مردہ کھایا اس لئے استغفار کرے۔حاصل یہ ہے کہ شکار کرنے والے نے کھایا تو گوشت کی قیمت دے گا اور دوسرے محرم نے کھایا تو صرف استغفار کرے گا۔۔تناول : کھانا کھانا۔

ترجمہ: (۱۳۶۲) کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ محرم اس شکار کا گوشت کھائے جس کو حلال نے شکار کیا ہو اور اس کو حلال ہی نے ذبح کیا ہو۔جبکہ محرم نے نہ شکار کی رہنمائی کی ہو،اور نہ اس کے شکار کرنے کا حکم دیا ہو۔

تشریح: محرم اس شکار کا گوشت کھا سکتا ہے جس کو کسی حلال نے شکار کیا ہو اور حلال ہی نے ذبح کیا ہو بشرطیکہ محرم نے نہ اس کو ذبح کیا ہو اور نہ محرم نے اس کو شکار کرنے کا حکم دیا ہو اور نہ شکار کی طرف شارہ کیا ہو،اور نہ شکار کی طرف رہنمائی کی ہو۔اور اگر شکار کرنے کا حلال شخص کو حکم دیا ہو،شکار کی رہنمائی کی ہو،یا شکار کی طرف اشارہ کیا ہو تو پھر محرم کے لئے اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔

وجہ : (۱) شکار ذبح ہونے کے بعد اب شکار نہیں رہا بلکہ گوشت ہو گیا۔اور محرم کے لئے گوشت کھانا جائز ہے اس لئے شکار کا گوشت کھا سکتا ہے (۲) حضرت ابو قتادہؓ والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ذبح کر کے حضور کی خدمت میں گوشت پیش کیا اور آپؐ نے اور صحابہ نے اس کو کھایا۔حدیث میں ہے عن عبد الله بن ابى قتادة قال انطلق ابى عام الحديبية ... قلت يا رسول الله اصبت حمار وحش وعندى منه فاضلة فقال للقوم كلوا وهم محرمون . (بخاری شریف،باب واذا صاد الحلال فاهدى للمحرم الصيد اكله ص ۲۴۵ نمبر ۱۸۲۱ر مسلم شریف ، باب تحریم الصيد الماكول البرى الخ ص ۴۹۵،نمبر ۲۸۵۴/۱۱۹۶)اس حدیث میں حلال نے شکار کیا تھا اور اسی نے ذبح کیا تھا اور گوشت محرم کو دیا اور آپؐ نے اس کے کھانے کو حلال قرار دیا۔

ترجمہ: ا برخلاف امام مالکؒ کے جب کہ شکار محرم کے لئے کیا ہو۔انکی دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ محرم کے لئے کھانے میں کوئی حرج نہیں جب تک کہ وہ خود شکار نہ کرے،یا اس کے لئے شکار نہ کیا ہو۔

٢ ولنا ما روى ان الصحابةؓ تذاكروا لحم الصيد فی حق المحرم فقال عليه السلام لابأس به
٣ واللام فيما روى لام تمليك فيحمل على ان يهدى اليه الصيد دون اللحم او معناه ان يصاد بامره

تشریح : امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر حلال آدمی نے کسی محرم کے لئے شکار کیا ہو اور محرم کو معلوم ہو جائے کہ میرے لئے شکار کیا ہے تو اس کے لئے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس کے لئے شکار کیا ہو تو محرم نہ کھائے۔

وجه : (١) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔ عن جابر بن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول صيد البر لكم حلال ما لم تصيدوه أو يصاد لكم. (ابو داود شریف، باب لحم الصید للمحرم، ص ۲۷۱، نمبر ۱۸۵۱ رترمذی شریف، باب ما جاء فی أکل الصید للمحرم، ص ۲۱۰، نمبر ۸۴۶) اس حدیث میں ہے کہ اگر حلال نے کسی محرم کی نیت کر کے شکار کیا ہو تو جس محرم کے لئے شکار کیا ہو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے کہ حضورؐ کے لئے شکار کیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے نہیں کھایا، حدیث یہ ہے. عن عبد الله بن أبى قتادة عن ابيه أنه قال خرجت مع رسول ﷺ زمن الحدبية ....و ذكرت انى لم أكن احرمت و انى انما اصدته لک فأمر النبى ﷺ أصحابه فأكلوا و لم يأكل منه حين أخبرته أنى أصطدته له . (سنن بیہقی، باب مالا یأ کل للمحرم من الصید، ج خامس، ص ۳۱۰، نمبر ۹۹۱۹) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت قتادہ نے آپ کے لئے شکار کیا تو آپؐ نے اس کا گوشت نہیں کھایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ جس محرم کے لئے شکار کیا ہو اس کے لئے کھانا جائز نہیں، دوسرا محرم کھا سکتا ہے۔

ترجمه : ٢ ہماری دلیل وہ روایت ہے کہ صحابہ محرم کے حق میں شکار کے گوشت کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تشریح : ہماری دلیل اوپر کی حدیث ہے اور یہ حدیث بھی ہے کہ صحابہ یہ تذکرہ کر رہے تھے کہ حلال آدمی شکار کیا ہو تو محرم اس کے گوشت کو کھا سکتا ہے یا نہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے ۔عن طلحة بن عبيد اللهؓ قال تذاكرنا لحم الصيد يأكله المحرم و النبى ﷺ نائم فارتعت أصوتنا فاستيقظ النبى ﷺ فقال : فيم تنازعون ؟ فقلنا في لحم الصيد يأكله المحرم فأمرنا بأكله. قال محمدؒ و بهذا نأخذ اذا ذبح الحلال الصيد فلا بأس بأن يأكله المحرم و ان كان ذبحه من أجله . (کتاب الآثار لامام محمدؒ، باب الصید فی الاحرام، ص ۶۷، نمبر ۳۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم کے لئے شکار کیا ہو تب بھی اس کے لئے کھانا جائز ہے، بشرطیکہ اس نے حکم نہ دیا ہو، اور نہ اس کی رہنمائی کی ہو۔

ترجمه : ٣ اور جو امام مالکؒ نے روایت کی ہے اس میں لام تملیک کے لئے ہے اس لئے روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے

٤ ثم شَرَطَ عدم الدلالة وهٰذا تنصیص علی ان الدلالة محرّمة قالوا فیه روایتان وجه الحرمة حدیث ابی قتادةؓ وقد ذکرناه (۱۳۶۳)وفی صید الحرم اذا ذبحه الحلال تجب قیمته یتصدق بها علی الفقراء ۞ ١ لان الصید استحق الا من بسبب الحرم قال علیه السّلام فی حدیثٍ فیه طول ولا یُنفر

گا کہ حضور گوشکار ہدیہ دیا ہو گوشت ہدیہ نہ دیا ہو۔ یا اس کا معنی یہ ہے کہ محرم کے حکم سے شکار کیا ہو۔

تشریح : یہ امام مالکؒ کی روایت کی تاویل ہے، انکی پیش کردہ حدیث میں ہے یصاد لکم. (ابوداود شریف، نمبر۱۸۵۱)اور اس میں لام تملیک کا ہے، جسکا یہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ زندہ شکار دیا ہو تو یہ جائز نہیں ہے، اور اس کا گوشت دیا ہو تو جائز ہے۔ دوسری تاویل یہ ہے کہ محرم کے حکم سے شکار کیا ہو تو اس شکار کو کھانا محرم کے لئے جائز نہیں ہے۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محرم کی نیت سے حلال نے شکار کیا ہو تو اس کے لئے حلال نہیں۔

ترجمه: ٤ پھر شرط یہ ہے کہ محرم نے شکار کی طرف رہنمائی نہ کی ہو، یہ جملہ اس بات کی تصریح ہے کہ رہنمائی کرنا شکار کو حرام کر دیتا ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں دو روایتیں ہیں، حرمت کی وجہ حضرت ابو قتادہؓ کی حدیث ہے، جسکو میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

تشریح : حلال کا شکار کیا ہوا محرم کے لئے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ محرم نے حلال کو شکار کرنے کا حکم بھی نہ کیا ہو، اور شکار کی طرف رہنمائی بھی نہ کی ہو کہ فلاں جگہ شکار ہے تب محرم کے لئے حلال ہوگا۔ اور رہنمائی کی ہو تو اس بارے میں دو روایتیں ہیں [۱] ایک روایت یہ ہے کہ رہنمائی کرنے سے شکار حرام ہو جائے گا، [۲] اور دوسری روایت یہ ہے کہ رہنمائی کرنے کے باوجود محرم کے لئے حلال رہے گا۔

وجه : رہنمائی کرنے سے شکار حرام ہونے کی دلیل حضرت ابو قتادہؓ کی حدیث ہے جسکو مصنفؒ نے پہلے ذکر کیا ہے، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ أخبرنی عبد الله بن أبی قتادة أن اباه أخبره أن رسول الله خرج حاجا.....فحملنا ما بقی من لحمها ، قال أمنکم أحد أمر أن یحمل علیها أو أشار الیها قالوا : لا قال: فکلوا ما بقی من لحمها . (بخاری شریف، باب لا یشیر المحرم الی الصید لکی یصاده الحلال ،ص۲۹۴، نمبر۱۸۲۴ر مسلم شریف ، باب تحریم الصید الماکول البری الخ ،ص۴۹۵، نمبر ۲۸۵۵/۱۱۹۶)اس حدیث میں ہے کہ تم لوگوں نے شکار کرنے کا حکم تو نہیں دیا؟ یا شکار کی طرف رہنمائی تو نہیں کی ہے، صحابہؓ نے فرمایا کہ نہیں تب آپؐ نے فرمایا کہ کھاؤ۔ جس سے معلوم ہوا کہ رہنمائی کی ہو تو شکار حلال نہیں رہے گا۔

ترجمه: (۱۳۶۳) حرم کے شکار میں جبکہ اس کو حلال آدمی ذبح کرے تو اس کی قیمت واجب ہوگی جسکو فقراء پر صدقہ کرے۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ حرم کے سبب سے شکار امن کا مستحق بن گیا، چنانچہ لمبی حدیث میں حضور علیہ السلام کا قول ہے ، لا ینفر

صیدها (۱۳۶۴)ولا یجزیه الصوم ﴾ ۱؎ لانها غرامة ولیست بکفارة فاشبه ضمان الاموال

صیدها ، کہ حرم کے شکار کو بدکا یا نہ جائے۔

تشریح : حرم کے اندر شکار محفوظ ہو جاتا ہے اس کو نہ محرم چھیڑ سکتا ہے اور نہ حلال آدمی چھیڑ سکتا ہے۔اس لئے اگر حلال آدمی نے حرم کے شکار کو قتل کر دیا تو حلال آدمی پر اس کا ضمان لازم ہوگا ، اور اس رقم کو فقراء پر صدقہ کرے۔

وجه : (۱)صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔**عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا یعضد عضاها و لا ینفر صیدها و لا تحل لقطتها الا لمنشد و لا یختلی خلاها فقال عباس یا رسول الله الا الاذخرفقال الا الاذخر** ۔(بخاری شریف، کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ ص ۳۲۸ نمبر ۲۴۳۳ ، کتاب اللقطۃ رمسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدہا ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۵۳ر ۳۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ کے شکار کو بھگایا نہ جائے۔اس لئے اس کے شکار کو ذبح کیا تو اس کا بدلہ لازم ہوگا(۲) اس اثر میں ہے۔**عن عطاء ان رجلا اغلق بابه علی حمامة وفرخیها ثم انطلق الی عرفات ومنی فرجع وقد موتت فاتی ابن عمر فذکر له ذلک فجعل علیه ثلاثا من الغنم وحکم معه رجل** ۔(سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی جزاء الحمام وما فی معناہ ، ج خامس ، ص ۳۳۷ ، نمبر ۱۰۰۰۷)اس اثر سے معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ کے شکار کو قتل کرنے سے بدلہ لازم ہوگا۔(۳)اس اثر میں ہے کہ حرم کے شکار کو حلال بھی مارے تو اس کی قیمت لازم ہوگی ۔**عن ابن عباس ؓ أنه قضی فی حمامة من حمامة مکة بشاة** ۔(سنن للبیہقی ، باب ماجاء فی جزاء الحمام وما فی معناہ ، ج خامس ، ص ۳۳۷ ، نمبر ۱۰۰۰۷)اس اثر سے یہ بھی پتہ چلا کہ حرم کے شکار کے بدلے میں جانور لازم ہوگا ، یا مالی ضمان لازم ہوگا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے کیونکہ کسی اثر میں شکار کے بدلے میں روزہ رکھنے کا ذکر نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۳۶۴)اور اس کے لئے روزہ رکھنا کافی نہیں ہے۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ یہ تاوان ہے ، کفارہ نہیں ہے اس لئے مال کے ضمان کے مشابہ ہو گیا۔

تشریح : کسی نے حرم کے شکار کو مار دیا تو اس کی قیمت دینی ہوگی ، لیکن اگر اس قیمت کے بدلے روزہ رکھنا چاہے تو یہ کافی نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ یہاں حرم کی حرمت کی وجہ سے شکار کو امن تھا جسکو اس نے فوت کیا تو گویا کہ محل کی بے حرمتی ہوئی ، اس لئے شکار کی قیمت تاوان ہے ، اور تاوان رقم کی صورت میں ادا کی جاتی ہے ، روزے سے ادا نہیں کی جا سکتی ، جیسے کسی چیز کو ہلاک کیا اور اس کا تاوان مال کی صورت میں لازم ہوا تو اس مال کے بدلے میں روزہ نہیں رکھ سکتا مال ہی ادا کرنا پڑتا ہے ، اسی طرح یہاں مال ہی ادا کرنا ہوگا روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا۔محرم کے شکار کرنے میں ، اور حرم کے شکار کو مارنے میں فرق یہ ہے کہ محرم پر جو شکار کی قیمت لازم ہوتی ہے وہ اس کے احرام کی وجہ سے ہے ، اس لئے وہ تاوان نہیں ہے بلکہ ایک قسم کا کفارہ ہے ، اور کفارہ میں اس کے

۲ وهـذا لانه يجب بتفويت وصف فی المحل وهو الامن والواجب علی المحرم بطريق الكفارة جزاء علی فعله لان الحرمة باعتبار معنی فيه وهو احرامه والصومُ يصلح جزاء الافعال لاضمان المحال
۳ وقال زفرؒ يجزيه الصوم اعتبارا بماوجب علی المحرم والفرق قد ذكرناه

بدلے روزہ بھی کافی ہوتا ہے اس لئے محرم کے قتل کرنے کی صورت میں روزے کے ذریعہ کفارہ بھی کافی ہوجائے گا۔

وجه : (۱) محرم شکار کو مارے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھنا بھی کافی ہے اس کے لئے یہ آیت دلیل ہے۔ یا ایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم ومن قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة او كفارة طعام مساكين او عدل ذلک صياما (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ جانور سے شکار کا بدلہ ادا کرے، یا مسکین کو کھانا کھلا کر، یا اس کے مطابق روزہ رکھ کر شکار کا بدلہ ادا کرے۔ (۲) اور حرم کے شکار کے بارے میں روزہ کافی ہونا کسی اثر میں نہیں ہے، صرف بکری لازم ہونے کا تذکرہ ہے، اس لئے اس کے اشارۃ النص سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔ اثر یہ ہے ۔ عن ابن عباسؓ أنه قضى فی حمامة من حمامة مكة بشاة ۔ (سنن للبیھقی، باب ما جاء فی جزاء الحمام وما فی معناہ، ج خامس، ص ۳۳۷، نمبر ۱۰۰۰۷) اس اثر میں ہے کہ حرم کے شکار میں بکری لازم ہو گی، اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ روزہ کافی نہیں ہوگا۔

ترجمه : ۲ اور یہ یعنی روزے کے ذریعہ ادا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ضمان محل میں وصف کے فوت کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے اور وہ امن ہے، اور محرم میں اس کے فعل کے کفارہ کے طور پر واجب ہوا ہے اس لئے کہ یہاں حرمت اس کے احرام کی وجہ سے ہے، اور روزہ فعل کے بدلے کی صلاحیت رکھتا ہے محل کے ضمان کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

تشريح : اس عبارت میں یہ فرق بتا رہے ہیں کہ محرم شکار کو مارے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھ لے تب بھی کافی ہے، اور حرم کے شکار کو محرم یا حلال مارے تو اس کے بدلے میں روزہ رکھنا کیوں کافی نہیں؟ فرماتے ہیں کہ حرم کے احترام کی وجہ سے شکار کو امن حاصل تھا کسی نے اس کو مار کر کے اس کے امن کو ضائع کیا، تو گویا کہ محل کے وصف کو برباد کیا، اس لئے اس کا تاوان لازم ہوگا، اور تاوان روزے سے ادا نہیں ہوتا، رقم ہی دینا پڑتا ہے اس لئے روزے سے ادا نہیں ہوگا۔ اور محرم نے حرم کے علاوہ کے شکار کو مارا تو یہ محل کا احترام نہیں ہے، خود احرام کا احترام ہے، اس لئے اس کے فعل کا بدلہ ہے جو کفارہ ہے، اور کفارہ مال سے بھی ادا ہوتا ہے اور روزے سے بھی ادا ہوتا ہے، اس لئے محرم شکار مارے تو روزے سے بھی اس کی ادائیگی ہوجائے گی۔ اس کے لئے آیت۔ او عدل ذلک صياما (آیت ۹۴، سورۃ المائدۃ ۵) گزر گئی۔

ترجمه : ۳ امام زفرؒ نے فرمایا کہ روزہ بھی کافی ہوگا، وہ قیاس کرتے ہیں اس پر جو محرم پر واجب ہوا، اور فرق ہم نے ذکر کردیا ہے

ﷺ وهل يجزيه الهدى ففيه روايتان (۱۳۶۵)ومن دخل الحرم بصيد فعليه ان يرسله فيه اذا كان فی يده﴾

تشریح :امام زفرؒفرماتے ہیں کہ حرم کے شکار کو محرم یا حلال مار دے تو اس کے بدلے میں روزہ بھی کافی ہو جائے گا،جس طرح محرم حل کے شکار کو مارے تو اس کے بدلے میں روزہ بھی کافی ہو جاتا ہے۔یعنی وہ محرم کے شکار پر قیاس کرتے ہیں۔مصنف فرماتے ہیں کہ محرم کے شکار میں اور حرم کے شکار میں کیا فرق ہے میں نے اس کو پہلے ذکر کر دیا ہے،اس لئے امام زفرؒ کی بات مضبوط نہیں ہے

ترجمه: ﷺ کیا ہدی کافی ہوگی،اس بارے میں دو روایتیں ہیں۔

تشریح : اس عبارت کا دو مطلب ہے۔[۱]ایک یہ کہ محرم مکہ مکرمہ ذبح کرنے کے لئے جو ہدی ساتھ لایا ہے حرم کے شکار کے بدلے میں اس کو ذبح کر دے تو کافی ہوگا یا نہیں،تو اس بارے میں مشائخ کی دو روایتیں ہیں[۱]ایک یہ کہ ہدی شکار کے بدلے میں کافی ہو جائے گی،[۲]اور دوسری راویت یہ ہے کہ کافی نہیں ہوگی، کیونکہ یہ تو حج یا عمرے کی ہدی ہے۔[۲]اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ حرم کے شکار کے بدلے میں کوئی جانور دے تو کافی ہوگا یا نہیں،تو اس بارے میں دو رائیں ہیں،ایک یہ کہ کافی ہے اور دوسری یہ کہ کافی نہیں ہے۔

ترجمه : (۱۳۶۵)اگر حرم میں شکار لیکر داخل ہوا تو اگر ہاتھ میں ہو تو اس پر ضروری ہے کہ اس کو چھوڑ دے۔

تشریح : اگر شکار لیکر حرم میں داخل ہوا اور وہ شکار اس کے ہاتھ میں ہو تو اس کو چاہئے کہ اس کو چھوڑ دے،اور تعارض نہ کرے۔ محرم کے پاس شکار ہونے کی چار صورتیں ہیں[۱]محرم کے گھر میں شکار ہو تو اس کو چھوڑنا واجب نہیں۔[۲] گھر میں یا کہیں اور پنجرہ ہو اور اس میں شکار ہو تو اس کو بھی چھوڑنا واجب نہیں،اس لئے کہ محرم ابھی اس کو چھیڑ نہیں رہا ہے۔[۳] پنجرے میں شکار ہو اور پنجرہ محرم کے ہاتھ میں ہو تو اس بارے میں اختلاف ہے،بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کو چھوڑنا واجب ہے، کیونکہ ہاتھ میں پنجرہ ہونے کی وجہ سے محرم اس شکار کو چھیڑ رہا ہے، جو حدیث کے اعتبار سے ممنوع ہے[۴] اور چوتھی شکل یہ ہے کہ محرم کے ہاتھ میں شکار ہو،تو اس بارے میں پہلے گزرا کہ اس کو چھوڑنا ضروری ہے،اس لئے کہ اس شکار کو چھیڑ رہا ہے جو حدیث کے اعتبار سے ممنوع ہے۔

وجه :(۱)اس کی وجہ یہ حدیث ہے۔عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا يعضد عضاها و لا ينفر صيدها و لا تحل لقطتها الا لمنشد و لا يختلی خلاها فقال عباس يا رسول الله الا الاذخر فقال الا الاذخر ۔(بخاری شریف،کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ ص ۳۲۸ نمبر ۲۴۳۳، کتاب اللقطۃ،مسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدها ص ۴۳۷ ،نمبر ۱۳۵۳/۳۳۰۲)اس حدیث میں ہے کہ مکہ مکرمہ کے شکار کو بھگایا نہ جائے ،اور یہ اس کے ہاتھ میں ہے اس لئے اس کو چھوڑ دے۔(۲) اس اثر میں بھی ہے۔عن عطاء أن عائشةؓ أهدى لها طير أو ظبی فی الحرم فأرسلته(سنن بیہقی، باب الحلال یصید صیدا فی الحل ثم یدخل بہ الحرم، ج خامس، ص ۳۳۳،نمبر ۹۹۹۴)اس اثر میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حرم میں شکار چھوڑ دیا۔(۳)اس اثر میں بھی

۱؎ خلافا للشافعیؒ فانه یقول حق الشرع لا یظهر فی مملوک العبد لحاجة العبد ۲؎ ولنا انه لما حصل فی الحرم وجب ترک التعرض لحرمة الحرم اوصار هو من صید الحرم فاستحق الامن لما روینا (۱۳۶۶)فان باعه رد البیع فیه ان کان قائما﴾

ہے.عن ابن طاوس عن ابیه قال اذا أدخل الصید الحرم فلا یذبح . (مصنف عبدالرزاق، باب الصید یدخل الحرم، ج رابع، ص۳۲۵، نمبر۸۳۵۲) اس اثر کے اشارے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم میں شکار کو نہ چھیڑے۔اس لئے اس کو چھوڑ دے۔

ترجمہ: ۱؎ برخلاف امام شافعیؒ کے، وہ فرماتے ہیں کہ شریعت کا حق بندے کی ملکیت کے حق میں ظاہر نہیں ہوگا بندے کی ضرورت کی وجہ سے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حرم میں داخل ہونے کے بعد شکار کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : (۱)انکی دلیل عقلی یہ ہے کہ یہ شکار بندے کی ملکیت ہے اور بندے کی ضرورت ہے اور شکار کو چھوڑنا شریعت کا حق ہے اس لئے شریعت کا حق کا بندے کے حق کے مقابلے میں ظاہر نہیں ہوگا، اس لئے شکار چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے (۲)اس حدیث میں ہے.عن انس قال : کان النبی ﷺ أحسن الناس خلقا و کان لی أخ یقال له ابو عمیر قال أحسبه فطیما و کان اذا جاء قال یا ابا عمیر ما فعل النغیر ؟ نغیر کان یلعب به ۔(بخاری شریف، باب الکنیۃ للصبی وقبل ان یولد للرجل ،ص ۱۰۷۹، نمبر۶۲۰۳، کتاب الادب رمسلم شریف، باب جواز تکنیۃ من لم یولد له، و کنیۃ الصغیر، ص۹۵۷، نمبر۵۶۲۲/۲۱۵۰)اس حدیث میں ہے کہ ابو عمیر نغیر پرندہ سے مدینہ میں کھیلا کرتے تھے جو حرم ہے ، اگر شکار کو چھوڑنا ضروری ہوتا تو اس نے کیوں نہیں چھوڑا، اس سے معلوم ہوا کہ چھوڑنا ضروری نہیں۔(۳)اس اثر میں بھی ہے۔عن صالح بن کیسان قال رأیت الصید یباع بمکة حیا فی امارة ابن الزبیر ۔(مصنف عبدالرزاق، باب الصید یدخل الحرم، ج رابع، ص۳۲۵، نمبر۸۳۴۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرم میں شکار کو چھوڑنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ مکہ مکرمہ میں شکار بیچا جا رہا تھا۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ کہ جب حرم میں داخل ہوا تو حرم کے احترام کی وجہ سے تعارض کو چھوڑنا واجب ہوا، یا یوں کہئے کہ حرم کا شکار بن گیا اس لئے امن کا مستحق بن گیا، اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ جب یہ شکار حرم میں داخل ہو گیا تو اب یہ مالک کا شکار نہیں رہا حرم کا شکار ہو گیا، اور حرم کے شکار کے بارے میں پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اس کو چھیڑنا جائز نہیں، اس لئے اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔ و لا ینفر صیدها۔(بخاری شریف، نمبر۲۴۳۳)

ترجمہ: (۱۳۶۶) پس اگر اس کو بیچ دیا، پس اگر شکار موجود ہو تو بیع کو رد کر دے۔

ل لان البیع لم یجز لما فیہ من التعرض للصید وذلک حرام (۱۳۶۷)وان کان فائتا فعلیہ الجزاء﴾ ل لانہ تعرض للصید بتفویت الامن الذی استحقہ (۱۳۶۸)وکذلک بیع المحرم الصید من محرم او حلال﴾ ل لما قلنا (۱۳۶۹)ومن احرم وفی بیتہ اوفی قفص معہ صیدفلیس علیہ ان یرسلہ﴾

ترجمہ: ل اس لئے کہ بیع جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس میں شکار کو چھیڑنا ہے، اور یہ حرام ہے۔

تشریح : اگر حرم میں داخل ہونے کے بعد شکار کو بیچ دیا، پس اگر ابھی شکار موجود ہے تو اس بیع کو توڑ دے اور شکار واپس لے کر چھوڑ دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع کے ذریعہ سے شکار کو چھیڑ رہا ہے، جو اوپر کی حدیث کی بنا پر حرام ہے، اس لئے بیع کو توڑ دے۔

ترجمہ: (۱۳۶۷) اور اگر جانور فوت ہو چکا ہو تو اس پر بدلہ ہے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ امن کو فوت کر کے شکار کو چھیڑنا ہے جسکا وہ مستحق ہے۔

تشریح : بیع کرنے کے بعد شکار فوت ہو گیا اس لئے اب بیع رد نہیں ہو سکتی، اس لئے بائع پر شکار کی قیمت واجب ہوگی۔ اس لئے کہ بیع کر کے شکار کا امن ضائع کیا، حالانکہ وہ حرم کی وجہ سے یا احرام کی وجہ سے امن کا مستحق تھا۔

ترجمہ : (۱۳۶۸) ایسے ہی محرم نے شکار کسی محرم یا کسی حلال سے بیچ دیا۔

ترجمہ: ل اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے پہلے کہا۔

تشریح : محرم کے پاس شکار تھا اس لئے اس کو احرام باندھنے کے بعد چھوڑ دینا چاہئے تھا، لیکن نہیں چھوڑا، اور کسی محرم کے ہاتھ یا کسی حلال کے ہاتھ میں بیچ دیا تو جب تک شکار موجود ہو تو بیع کو رد کر دینا چاہئے، اور شکار موجود نہ ہو تو بائع پر اس کی قیمت لازم ہو گی۔ کیونکہ اس نے بیچ کر شکار کے امن کو ضائع کیا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۶۹) کسی نے احرام باندھا اور اس کے گھر میں یا اس کے پنجرے میں شکار ہو تو اس پر اس کا چھوڑنا واجب نہیں۔

تشریح : کسی نے احرام باندھا[۱] اور اس کے گھر میں شکار ہو، چاہے اس کا گھر حرم میں ہو یا حرم سے باہر ہو، [۲] یا گھر کے علاوہ کہیں اور پنجرہ ہو، اس کے ہاتھ میں پنجرہ نہ ہو اور اس پنجرہ میں شکار ہو [۳] اور تیسری شکل یہ ہے کہ پنجرہ محرم کے ساتھ ہو اور اس میں شکار ہو تو ان تمام صورتوں میں شکار کو چھوڑنا واجب نہیں۔ ہاں ہاتھ میں پنجرہ ہو اور اس میں شکار ہو تو بعض حضرات نے فرمایا کہ ہاتھ والے پنجرہ کو چھوڑنا واجب ہے۔

وجہ : (۱) صحابہ کرامؓ احرام باندھتے تھے اور انکے گھروں میں شکار ہوتا تھا لیکن کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ انکو چھوڑتے تھے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گھر کے شکار کو چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ (۲) چھوڑنا اس وقت ضروری ہے جبکہ شکار کو احرام کی حالت

۱؎ وقال الشافعیؒ علیه ان یرسله لانه متعرض للصید بامساکه فی ملکه فصار کما اذا کان فی یده ۲؎ ولنا ان الصحابةؓ کانوا یحرمون وفی بیوتهم صیود ودواجن ولم یُنقل عنهم ارسالها وبذٰلک جرت العادة الفاشیة وهی من احدی الحجج

میں چھیڑ رہا ہو، اور جب شکار گھر میں ہے یا ایسے پنجرہ میں ہے جو اس کے ہاتھ میں نہیں ہے تو اسکو ابھی چھیڑ نہیں رہا ہے اس لئے اس کو چھوڑ نا ضروری نہیں ہے (۳) حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کے گھروں میں شکار ہوتا تھا اور وہ احرام باندھ کر حج یا عمرہ کیا کرتے تھے اور شکار کو چھوڑتے نہیں تھے، حدیث یہ ہے. **عن انس قال : کان النبی ﷺ أحسن الناس خلقا و کان لی أخ یقال له ابو عمیر قال أحسبه فطیما و کان اذا جاء قال یا ابا عمیر ما فعل النغیر ؟ نغیر کان یلعب به** ۔(بخاری شریف، باب الکنیۃ للصبی وقبل ان یولد للرجل، ص ۱۰۷۹، نمبر ۶۲۰۳، کتاب الادب/مسلم شریف، باب جواز تکنیۃ من لم یولد له ، وکنیۃ الصغیر، ص ۹۵۷، نمبر ۵۶۲۲/۲۱۵۰)اس حدیث میں ہے کہ ابو عمیر نغیر پرندہ سے مدینہ میں کھیلا کرتے تھے جو حرم ہے، اگر شکار کو چھوڑ نا ضروری ہوتا تو اس نے کیوں نہیں چھوڑا، اس سے معلوم ہوا کہ گھر کے شکار کو چھوڑ نا ضروری نہیں۔

ترجمہ : ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اس پر شکار کو چھوڑ نا ضروری ہے اس لئے کہ اپنے ملک میں روک کر اس کو چھیڑ رہا ہے، تو ایسا ہو گیا گویا کہ شکار اس کے ہاتھ میں ہو۔ نوٹ: امام شافعیؒ کا یہ مسلک انکی کتاب کتاب الام میں مجھے نہیں ملی۔

تشریح : امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ اگر گھر میں یا پنجرے میں شکار ہے تو یہ محرم کی ملکیت میں ہے، تو اپنی ملکیت میں رکھنا گویا کہ شکار کو چھیڑنا ہے جو حدیث کے اعتبار سے جائز نہیں ہے اس لئے اس کو چھوڑ دینا چاہئے، جیسے کہ ہاتھ میں شکار ہوتا تو اس کو چھوڑ دینا چاہئے۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام احرام باندھتے تھے اور انکے گھروں میں شکار اور دواجن ہوتے تھے، اور کسی سے منقول نہیں ہے کہ انہوں نے اس کو چھوڑا ہو، اور آج تک یہی فاش عادت جاری ہے، اور یہ بھی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ اس لئے شکار کو چھوڑ نا ضروری نہیں۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام احرام باندھتے تھے اور گھروں میں یا پنجروں میں شکار ہوتا تھا، اور کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ وہ اس کو چھوڑتے تھے، اور آج تک یہی عادت جاری ہے کہ کوئی بھی گھر کا شکار نہیں چھوڑتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ گھر کا شکار چھوڑ نا واجب نہیں، اور پنجرے میں موجود ہے اور پنجرہ محرم کے ہاتھ میں نہیں ہے تو شکار کو چھیڑ نا نہیں پایا گیا ہے اس لئے شکار کو چھوڑ نا واجب نہیں

لغت : صیود: صید کی جمع ہے، شکار، جس کو گھر میں رکھ کر گھلایا ملایا گیا ہو، جو اب گھر کا پالتو پرندہ معلوم ہوتا ہو۔ دواجن: داجن کی

۳؎ ولان الواجب ترک التعرض وهو لیس بمتعرض من جهته لانه محفوظ بالبیت والقفص لابه غیر انه فی ملکه ولو ارسله فی مفازة فهو علی ملکه فلا معتبر ببقاء الملک ۴؎ وقیل اذا کان القفص فی یده لزمه ارساله لکن علی وجه لا یضیع (۱۳۷۰) قال فان اصاب حلالٌ صیداثم احرم فارسله من یده غیره یضمن ﴿۱؎ عندابی حنیفةؒ

جمع ہے، پالتو ہونا، اقامت کرنا۔ یہاں مراد ہے، وہ چوپایہ جانور جو اصل میں شکار ہو لیکن گھر میں رکھکر گھلا ملا لیا ہو جس سے گھر کا پالتو جانور معلوم ہوتا ہو تو اس کو دواجن کہتے ہیں۔ فاشیة: فاش، صراحت۔

ترجمہ : ۳؎ اوراس لئے کہ تعرض کا چھوڑنا واجب ہے، اور محرم اپنی جانب سے چھیڑ نہیں رہا ہے، اس لئے کہ شکار گھر میں اور پنجرے میں محفوظ ہے، محرم کے ہاتھ میں نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ اس کی ملکیت میں ہے، اور اگر شکار کو جنگل میں چھوڑ دے تب بھی اس کی ملکیت میں رہے گا، اس لئے ملکیت کے باقی رہنے کا اعتبار نہیں ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، اصل بات یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کو چھیڑنا ممنوع ہے، اوراس کا شکار گھر میں ہے، یا پنجرے میں محفوظ ہے اس کے ہاتھ میں نہیں ہے، اس لئے یہ چھیڑ نہیں رہا ہے، اس لئے شکار کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ یہ شکار اس کی ملکیت میں ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ شکار کو جنگل میں چھوڑ بھی دے تب بھی اس کی ملکیت ختم نہیں ہوگی، اس لئے گھر میں ملکیت میں رہے یا جنگل میں ملکیت میں رہے دونوں برابر ہیں اس لئے شکار کو چھوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے

لغت : متعرض: چھیڑنے والا۔ قفص: پنجرہ۔ مفازة: جنگل۔

ترجمہ : ۴؎ مشائخ نے فرمایا کہ اگر پنجرہ اس کے ہاتھ میں ہو تو اس کو اس طرح چھوڑنا لازم ہے کہ شکار ضائع نہ ہو۔

تشریح : اگر شکار پنجرہ میں ہو اور پنجرہ محرم کے ہاتھ میں ہو تو بعض حضرات نے فرمایا کہ اس شکار کو چھوڑنا لازم ہے، لیکن اس طرح چھوڑے کہ شکار ضائع نہ ہو جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے گویا کہ شکار کو چھیڑ رہا ہے جو حدیث کے اعتبار سے ممنوع ہے۔ اس لئے ایسی جگہ چھوڑے جہاں شکار ضائع نہ ہو، کیونکہ مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔

ترجمہ : (۱۳۷۰) اگر حلال آدمی نے شکار حاصل کیا پھر احرام باندھا پھر اس کے ہاتھ سے کسی دوسرے نے چھڑا دیا تو وہ۔

ترجمہ: ۱؎ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ضامن ہو جائے گا۔

تشریح : احرام کی حالت میں شکار پکڑا تب تو وہ اس کا مالک ہی نہیں ہوا اس لئے کسی دوسرے نے اس شکار کو اڑا دیا تو وہ ضامن نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اس کی ملکیت کو ضائع نہیں کیا، اس لئے کہ یہ ابھی مالک ہی نہیں ہوا تھا۔ لیکن یہاں صورت یہ ہے کہ احرام

۲ وقالا لا یضمن لان المرسل آمر بالمعروف ناهٍ عن المنکروما علی المحسنین من سبیل ۳ وله انه ملک الصید بالاخذ ملکاً محترمًا فلا یبطل احترامه باحرامه وقد اتلفه المرسل فیضمنه ۴ بخلاف ما اذا اخذه فی حالة الاحرام لانه لم یملکه

سے پہلے شکار کو پکڑا اس لئے وہ شکار کا مالک بن چکا تھا اب کسی نے اس شکار کو اڑا دیا، یا چھڑا دیا تو چھڑانے والا شکار کا ضامن ہو جائے گا۔

وجہ :(ا)اس کی وجہ یہ ہے کہ چھڑا کر اس کے ملک کو ضائع کیا ہے، اتنی بات کہہ سکتے ہیں کہ محرم پر یہ ضروری تھا کہ اس شکار کو نہ چھیڑے جو نہیں کیا، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی صورت یہ ہو سکتی تھی کہ اس شکار کو کسی محفوظ گھر میں رکھ دے، تا کہ اس کے ساتھ چھیڑنا بھی نہ ہو اور اس کی ملکیت بھی باقی رہے، یہاں تو ایسا کیا کہ شکار کو چھڑا کر اس کی ملکیت ہی کو ضائع کیا اس لئے وہ ضامن ہوگا۔

ترجمہ: ۲ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ شکار کو چھوڑنے والا امر بالمعروف کرنے والا اور نہی عن المنکر کرنے والا ہے، اور اچھے کام کرنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

تشریح :صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ محرم کے شکار کو کسی نے بھگا دیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ محرم کو شکار بھگا دینا چاہئے تھا، لیکن اس نے نہیں بھگایا اب دوسرے آدمی نے بھگا دیا تو اس نے اچھا کام کیا، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا، اس لئے اس پر ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ آیت میں ما علی المحسنین من سبیل (آیت ۹۱، سورۃ التوبۃ ۹) کہ اچھا کام کرنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ : ۳ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ محرم پکڑنے کی وجہ سے شکار کا محترم مالک بنا، اس لئے احرام باندھنے کی وجہ سے اس کا محترم ملک باطل نہیں ہوگا، اور بھگانے والے نے اس کی ملکیت کو ضائع کر دیا، اس لئے وہ ضامن ہو جائے گا۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شکار کو احرام باندھنے سے پہلے حاصل کیا ہے اس لئے اس پر اس کا محترم ملک واقع ہے، اور احرام باندھنے کی وجہ سے اس کی ملکیت ختم نہیں ہوئی، اور بھگانے والے نے اس کی ملکیت کو ضائع کیا ہے اس لئے وہ ضامن ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ بخلاف جبکہ شکار کو احرام کی حالت میں حاصل کیا ہو اس لئے کہ اس حال میں محرم شکار کا مالک ہی نہیں بنا۔

تشریح : اگر احرام کی حالت میں محرم نے شکار حاصل کیا تو محرم اس کا مالک ہی نہیں بنا اس لئے اگر کسی نے اس کو بھگا دیا تو وہ اس کا ضامن نہیں بنے گا، اس لئے اس کی ملکیت کو ضائع نہیں کیا ہے۔

۵ والواجب علیه ترک التعرض ویمکنه ذلک بان یخلِّیه فی بیته فاذا قطع یده عنه کان متعدیا **٦** ونظیره الاختلاف فی کسر المعازف (۱۳۷۱) واذا اصاب محرمٌ صیداً فارسله من یده غیره لاضمان علیه بالاتفاق **۱** لانه لم یملکه بالاخذ فان الصید لم یبق محلا للتملک فی حق المحرم لقوله تعالیٰ وحُرِّمَ علیکم صیدُ البرّ ما دُمتم حُرُما فصار کما اذا اشتری الخمر

ترجمہ: **۵** اوراس محرم پرتعرض کا چھوڑ نا واجب تھا،اور وہ اس طرح ممکن ہے کہ شکار کو کسی گھر میں رکھ دیتا،لیکن بھگانے والے نے اس سے اس کی ملکیت کوختم کر دیا تو محرم پرتعدی کرنے والا ہوا[اس لئے اس پرضمان لازم ہوگا]

تشریح: محرم نے احرام سے پہلے شکار حاصل کیا تھا اس لئے وہ مالک تو تھا لیکن اس پر یہ ضروری تھا کہ شکار کو نہ چھیڑے،اوراس کی ایسی شکل موجود ہے کہ ملکیت میں بھی رہے اور اور چھیڑا بھی نہیں جائے اور یہ ہے کہ شکار کو کسی محفوظ گھر میں رکھ دیتا تو اس کی ملکیت بھی باقی رہتی اور چھیڑنا بھی نہیں پایا جاتا ،تاہم اس کو بھگانا ضروری نہیں ہے،اور دوسرے آدمی نے بھگا دیا جسکی بنا پر بلا وجہ اس کی ملکیت ضائع کی ہے اس لئے وہ شکار کی قیمت بطور ضمان دے۔

ترجمہ: **٦** اس کی نظیر وہ اختلاف ہے جولہو ولعب کی چیزیں توڑ ڈالنے میں ہے۔

تشریح : ایک مسلمان کے لئے گانے بجانے کے آلات کو رکھنا حرام ہے اس لئے اس کو توڑ دینا چاہئے،لیکن اس کو کسی اور نے توڑ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی قیمت لازم ہوگی، کیونکہ یہ اس کی ملکیت کی چیز ہے جسکو اس نے ضائع کیا ہے۔اور صاحبینؒ کے نزدیک توڑنے والے پرضمان نہیں ہے، کیونکہ اس نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیا ہے۔۔معازف: لہولعب کے آلات، طنبورہ۔

ترجمہ: (۱۳۷۱) اگر محرم نے احرام کی حالت میں شکار حاصل کیا،اوراس کے ہاتھ سے کسی اور نے بھگا دیا تو اس پر بالاتفاق ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ: **۱** اس لئے کہ پکڑنے کی وجہ سے محرم شکار کا مالک نہیں ہوا اس لئے کہ محرم کے حق میں شکار مالک بننے کا محل نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا قول۔ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (آیت ۹۶،سورۃ المائدۃ ۵)،تو ایسا ہو گیا کہ اس نے شراب خریدی۔

تشریح : محرم نے احرام کی حالت میں شکار پکڑا تو چونکہ احرام کی حالت میں شکار پکڑنا حرام ہے،آیت میں ہے۔ وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما (آیت ۹۶،سورۃ المائدۃ ۵) کہ جب تک محرم ہو تو شکار پکڑنا تم پرحرام ہے،اس لئے محرم شکار کا، مالک ہی نہیں ہوا،اس لئے کسی نے اس شکار کو بھگا دیا تو اس کی ملکیت ضائع نہیں کی اس لئے اس پرضمان لازم نہیں ہوگا۔جس

(۱۳۷۲) فان قتله محرم اخر فی یده فعلی کل واحد منها جزاء ﴾ لے لان الآخذ متعرض للصید بازالته الا من والقاتل مقرر لذلک والتقریر کالابتداء فی حق التضمین ۲ے کشهود الطلاق قبل الدخول اذا رجعوا (۱۳۷۳) ویرجع الآخذ علی القاتل﴾

طرح کوئی مسلمان شراب خریدے تو وہ اس کا مالک نہیں ہوتا ہے، پس اگر کسی نے اس شراب کو ضائع کر دیا تو اس پر اس کا ضمان لازم نہیں ہوگا، کیونکہ مسلمان شراب کا مالک ہی نہیں ہوا۔

ترجمہ: (۱۳۷۲) اگر شکار کو محرم کے ہاتھ میں دوسرے محرم نے قتل کر دیا تو ہر ایک پر پورا پورا بدلہ ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ پکڑنے والا شکار کو چھیڑنے والا ہے امن کو زائل کرنے کی وجہ سے، اور قتل کرنے والا اس کو ثابت کرنے والا ہے، اور ضمان کے حق میں ثابت کرنے والا ابتداء کرنے والے کی طرح ہے۔

تشریح: محرم کے ہاتھ میں شکار تھا اس کو دوسرے محرم آدمی نے قتل کر دیا تو دونوں پر پورا پورا بدلہ لازم ہوگا۔

وجہ: (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ پکڑنے والا پکڑنے کی وجہ سے شکار کا امن زائل کئے ہوا ہے اور اس کو چھیڑ رہا ہے اس لئے اس پر بھی بدلہ لازم ہوگا، اور قتل کرنے والے نے امن زائل کرنے کو اور مضبوط کر دیا، اور مضبوط کرنا ایسا ہی ہے جیسے شروع سے امن زائل کرنے والا ہو، اس لئے اس پر بھی بدلہ لازم ہوگا۔ تو گویا کہ دونوں کے فعل کا الگ الگ بدلہ لازم ہوگا، اور دو بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ے جیسے دخول سے پہلے طلاق دینے کے گواہان جب رجوع کر جائیں۔

تشریح: مثلا ہندہ نے اپنے شوہر پر اس بات کا دعوی کیا کہ دخول کے بعد طلاق دیا ہے تا کہ پورا مہر وصول کرے، اور شوہر نے انکار کیا، اور دو گواہوں نے اس بات کی گواہی دی کہ دخول سے پہلے طلاق دی ہے، جسکی وجہ سے عورت کو آدھا مہر ملا، بعد میں گواہ رجوع کر گئے تو ہندہ کو باقی آدھا مہر دینا ہوگا، کیونکہ گواہوں نے ہندہ کا نقصان کیا ہے، اس صورت میں گواہوں کا ظلم کرنا شوہر کے انکار کے بعد ہے اور گواہ نے اس کو ثابت اور مقرر کیا ہے لیکن بعد میں ثابت کرنا بھی ابتداء کی طرح ہے اس لئے گواہ پر ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۷۳) اور شکار کرنے والا محرم قتل کرنے والے سے رجوع کرے گا۔

تشریح: شکار کو پکڑنے والے محرم شکار کا جو ضمان ادا کیا ہے وہ ضمان بعد میں قتل کرنے والے سے وصول کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ پکڑنے والا ہو سکتا ہے کہ اس شکار کو چھوڑ دے، لیکن قتل کرنے والے نے قتل کر کے یہ امید ختم کر دی اور پکڑنے والے پر ضمان لازم کروا دیا اس لئے پکڑنے والا محرم قتل کرنے والے سے اپنا دیا ہوا ضمان وصول کرے گا۔

۱؎ وقال زفرؒ لا یرجع لان الأخذ مواخذ بصنعهٖ فلا یرجع علی غیره ۲؎ ولنا ان الاٰخذانمایصیرسببا للضمان عنداتصال الهلاک به فهو بالقتل جَعَل فعل الاٰخذ علةً فیکون فی معنی مباشرة علّة العلّة فیُحال بالضمان علیه (۱۳۷۴) فان قطع حشیش الحرم او شجرةً لیست بمملوکة وهو مما لاینبته الناس فعلیه قیمته الا فیما جف منه ﴾ ۱؎ لان حرمتها تثبت بسبب الحرم قال علیه السّلام لا یُختلی خلاها ولا یُعضد شوکها

ترجمه: ۱؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ پکڑنے والاقتل کرنے والے سے وصول نہ کرے، اس لئے کہ پکڑنے والا سے اپنے فعل کا مواخذہ کیا گیا ہے اس لئے دوسرے پر رجوع نہ کرے۔

تشریح: امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ پکڑنے والاقتل کرنے والے سے اپنا ضمان وصول نہیں کرے گا، کیونکہ پکڑنے والے پر جو ضمان لازم ہوا ہے وہ اس کے فعل کی وجہ سے لازم ہوا ہے، اس لئے کہ اس نے شکار کے امن کو زائل کیا ہے، اس لئے اپنا ضمان دوسرے سے وصول نہیں کرے گا

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ پکڑنا ضمان کا سبب ہلاک کے متصل ہونے کے وقت ہوا، اور ہلاک قتل کے وجہ سے ہوا، اس لئے پکڑنے والے کے فعل کو علت بنا دیا تو گویا کہ علت کی علت کا ارتکاب کرنے کے معنی میں ہوا اس لئے تاوان کا احالہ قاتل پر ہوگا۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ شکار کو پکڑنا ضمان کا سبب نہیں ہے کیونکہ شکار کو بھگا بھی سکتا تھا، لیکن دوسرے کے قتل کرنے کی وجہ سے ضمان کا سبب بنا کیونکہ اب بھگانے کی امید ختم ہوگئی اس لئے قتل کرنے والا علت کی علت کا ارتکاب کرنے والا بن گیا، اس لئے پکڑنے والے کا ضمان قاتل کی طرف منتقل ہو جائے گا، اور قاتل کو پکڑنے والے کا ضمان بھی ادا کرنا ہوگا۔

لغت: اتصال الھلاک: قتل کرنے کی وجہ سے شکار ہلاک ہوگیا، اور پکڑنے والے پر ضمان کا سبب بنا۔ مباشرۃ علۃ العلۃ: شکار کو پکڑنا امن کے زائل ہونے کی علت ہے، اور قتل کرنا اس کو مضبوط کرنے کی علت ہے، اس لئے قتل کرنے والا علت کی علت کو ارتکاب کرنے والا ہے۔ یحال الضمان: ضمان قاتل کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

ترجمه: (۱۳۷۴) اگر حرم کی گھاس کاٹی یا اس کے درخت کو کاٹا جو مملوک نہیں ہے اور وہ ایسا ہے کہ لوگ اس کو اگاتے نہیں ہیں تو اس پر اس کی قیمت ہے، مگر جو خشک ہو گیا ہو۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ درخت اور گھاس کی حرمت حرم کے سبب سے ثابت ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی تر گھاس نہ کاٹی جائے اور اس کا کانٹا نہ کاٹا جائے۔

۲ ولا یکون للصوم فی ھذہ القیمۃ مدخل لان حرمۃ تناولھا بسبب الحرم لا بسبب الاحرام فکان من ضمان المحال علی ما بینا

تشریح : درخت یا گھاس کی تین قسمیں ہیں[۱] تر گھاس، یا تر درخت جو کسی کی ملکیت ہو،جسکو لوگ بوتے ہوں اور اپنے کھیتوں میں اگاتے ہوں، اس کے کاٹنے سے کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ وہ مملوک ہے۔[۲] خشک گھاس یا خشک درخت، اس کو بھی کاٹنے سے کچھ لازم نہ ہوگا، کیونکہ اس کا احترام باقی نہیں رہا کیونکہ سوکھ جانے کے بعد اب اس کو کاٹ کر الگ کرنا ہی بہتر ہے۔ آگے حدیث میں ہے کہ ولا یختلی خلاھا کہ اس کے تر گھاس نہ کاٹی جائے جس سے معلوم ہوا کہ خشک گھاس کاٹی جا سکتی ہے۔[۳] تیسری قسم ہے تر گھاس یا تر درخت جو کسی کی مملوک نہ ہو اور لوگ اس کو اگاتا نہ ہو اس کو کاٹنے سے ضمان کے طور پر اس کی قیمت لازم ہوگی، اور چونکہ یہ حرم کے احترام کی وجہ سے قیمت لازم ہوئی ہے اس لئے اس کے بدلے میں روزہ بھی کافی نہیں ہوگا۔

وجہ: (۱) اس حدیث میں ہے کہ حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا یعضد عضاھا ولا ینفر صیدھا ولا تحل لقطتھا الا لمنشد ولا یختلی خلاھا فقال عباس یا رسول اللہ الا الاذخر فقال الا الاذخر۔ (بخاری شریف، کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ ص ۳۲۸ نمبر ۲۴۳۳، کتاب اللقطۃ/ مسلم شریف، باب تحریم مکۃ و تحریم صیدھا ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۵۳/۳۳۰۲) خلی تر گھاس کو کہتے ہیں، اس لئے حدیث کا مطلب ہوگا حرم کہ تر گھاس نہ کاٹی جائے، اس سے معلوم ہوا کہ خشک گھاس کاٹی جا سکتی ہے (۲) دوسری حدیث میں ہے۔ عن ابی شریح العدوی .... فلا یحل لامرء یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسفک بھا دما ولا یعضد بھا شجرۃ (بخاری شریف، باب لا یعضد شجرۃ الحرم، ص ۲۹۵، نمبر ۱۸۳۲/ مسلم شریف، باب تحریم مکۃ و تحریم صیدھا و خلاھا و شجرھا ص ۴۳۸ نمبر ۱۳۵۴/۳۳۰۴) اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مکہ کے درخت اور گھاس نہ کاٹے جائیں (۳) قال الشافعی من قطع من شجر الحرم شیئا جزاہ حلالا کان او محرما فی الشجرۃ الصغیرۃ شاۃ وفی الکبیر بقرۃ. وعن عطاء فی الرجل یقطع من شجر الحرم قال فی القضیب درھم وفی الدوحۃ بقرۃ یروی ھذا عن ابن الزبیر و عطاء. (سنن للبیہقی، باب لا ینفر صید الحرم ولا یعضد شجرۃ ولا یختلی خلاھا الا الاذخر ج خامس ص ۳۲۰، نمبر ۹۹۵۰) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حرم کے بڑے درخت کو کاٹا جائے تو گائے لازم ہوگی اور چھڑی وغیرہ کاٹی جائے تو ایک درہم لازم ہوگا۔

لغت: حشیش: گھاس۔ جف: سوکھ جائے۔ یختلی: تر گھاس کاٹی جائے۔ خلی: گھاس۔ یعضد: کاٹا جائے۔ شوک: کانٹا۔

ترجمہ : ۲ اور اس قیمت میں روزے کو کوئی دخل نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ حرمت حرم کے سبب سے ہے احرام کے سبب سے نہیں ہے، اس لئے یہ محل کے ضمان میں سے ہے، جیسا کہ میں نے بیان کیا۔

(۱۳۷۵) ویتصدق بقیمته علی الفقراء ﴾ ا واذا اداها ملکه کما فی حقوق العباد (۱۳۷۶) ویکره بیعه بعد القطع ﴾ ا لانه ملکه بسبب محظور شرعا فلو اطلق له فی بیعه لتطرق الناس الی مثله الا انه یجوز البیع مع الکراهة ۲ بخلاف الصید والفرق ما نذکره

تشریح :حرم کی گھاس کے بدلے میں جو قیمت دی جائے گی اس کے بدلے میں روزہ رکھنا چاہے تو نہیں رکھ سکتا، کیونکہ یہ قیمت احرام کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ حرم کے احترام کی وجہ سے ہے اس لئے یہ کفارہ نہیں ہے بلکہ تاوان ہے اور مالی تاوان کی طرح ہے اس لئے مال ہی دینا ہوگا، اس کے بدلے میں روزہ کافی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ مسئلہ نمبر ۱۳۶۴ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۷۵) اس قیمت کو فقیروں پر صدقہ کرے۔

تشریح :گھاس اور درخت کی قیمت کو فقیر پر صدقہ کرے۔

ترجمہ: ا اور جب گھاس کی قیمت ادا کر دی تو وہ گھاس کا مالک بن جائے گا، جیسے کہ حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

تشریح : حرم کی گھاس کی قیمت ادا کر دی تو وہ اس گھاس کا مالک بن جائے گا، جیسے حقوق العباد میں قیمت ادا کرنے سے اس چیز کا مالک بن جاتا ہے، مثلا زید نے بکر کی بکری غصب کی اور اس میں نقص پیدا کر دیا، پھر اس کی قیمت ادا کر دی تو زید اس بکری کا مالک بن جائے گا، ایسا ہی حرم کے گھاس کی قیمت ادا کر دی تو وہ گھاس کا مالک بن جائے گا۔

ترجمہ: (۱۳۷۶) کاٹنے کے بعد گھاس کو بیچنا مکروہ ہے۔

ترجمہ : ا اس لئے کہ شرعا محظور سبب سے اس کا مالک بنا ہے، پس اگر بیچنے کو عام قرار دیا جائے تو لوگ اس طرح کے کام کرنے میں راہ اختیار کر لیں گے، مگر یہ کہ کراہیت کے ساتھ بیچنا جائز ہے۔

تشریح : گھاس کاٹ لیا اور اس کی قیمت بھی ادا کر دی جس کی وجہ سے آدمی اس کا مالک بن گیا، اب اس کو بیچنا جائز ہے، البتہ مکرہ ہے، اس لئے کہ یہ گھاس کا مالک تو بنا ہے لیکن اچھے طریقے سے مالک نہیں بنا ہے، اس لئے مالک ہونے کی حیثیت سے بیچنے کا اختیار ہے، اور محظور طریقہ سے مالک بنا ہے اس لئے بیچنا مکروہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر بیچنے کی عام اجازت دے دی جائے تو لوگ اس قسم کی حرکتیں کرنا شروع کریں گے اور حرم کی گھاس کی بے حرمتی کریں گے، اس لئے عام اجازت نہ دی جائے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف شکار کے۔ اور فرق بعد میں ذکر کریں گے۔

تشریح :گھاس کو کاٹنے اور اس کی قیمت ادا کرنے کے بعد کراہیت کے ساتھ بیچنا جائز ہے اور شکار کی قیمت ادا کرنے کے بعد اس کو بیچنا چاہے تو بیچنا جائز نہیں ہے، اس میں فرق یہ ہے کہ گھاس کٹنے کے بعد وہ سوکھنے کے درجے میں آ چکی ہے، اور سوکھی ہوئی گھاس کو بیچنا جائز ہے اس لئے گھاس کٹنے بعد کراہیت کے ساتھ اس کی بیع جائز ہے۔ اور شکار کی قیمت ادا کرنے کے بعد بھی وہ زندہ

(١٣٧٧) والذی ینبته الناس عادة عرفناه غیر مستحق للامن بالاجماع ﴾ ل ولان المحّرم المنسوب الی الحرم والنسبة الیه علی الکمال عند عدم النسبة الی غیره بالانبات ٢ ومالا ینبت عادةاذاانبته انسان التحق بماینبت عادة (١٣٧٨) ولو نبت بنفسه فی ملک رجل فعلیٰ قاطعه قیمةلحرمةالحرم حقا للشرع وقیمة اخری ﴾ ا ضمانا لمالکه کالصید المملوک فی الحرم

ہےاس لئے اس وہ امن کا مستحق ہے، اور بیچنے میں اس کا امن ضائع ہوگا اس لئے شکار کی قیمت ادا کرنے کے بعد اگر چہ آدمی مالک بن گیا لیکن اس کا بیچنا جائز نہیں

ترجمہ: (١٣٧٧) جس کو لوگ عادت کے طور پر اگاتے ہیں اجماع کے ذریعہ پہچانا کہ وہ امن کا مستحق نہیں ہے۔

ترجمہ : ل اس لئے کہ حرام شدہ وہ ہے جو حرم کی طرح منسوب ہو، اور حرم کی طرف کمال طور پر نسبت اس وقت ہوگا جبکہ اگانے کے ذریعہ دوسرے کی طرف نسبت نہ ہو۔

تشریح : جس گھاس یا درخت کو عام طور پر لوگ اگاتے ہیں وہ امن کا مستحق نہیں ہے اس کو کاٹنا جائز ہے کیونکہ اجماع سے ثابت ہے کہ اس کو کاٹنا جائز ہے، کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے سے آج تک اس بات پر اجماع ہے کہ لوگ اگائے ہوئے گھاس اور درخت کو کاٹتے چلے آرہے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ اگائے ہوئے درخت اور گھاس وغیرہ کو کاٹنا جائز ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حرم کی طرف منسوب وہ گھاس ہوگی جو صرف حرم کی گھاس ہو، لیکن جس گھاس کو آدمی نے اگایا ہو وہ آدمی کی طرف منسوب ہوگئی صرف حرم کی گھاس نہیں رہی اس لئے اس گھاس کو کاٹ سکتا ہے، کیونکہ حرم کی گھاس نہیں رہی۔

ترجمہ: ٢ جس گھاس کو عادت کے طور پر نہیں اگاتے ہیں اگر اس کو انسان اگالے تو اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گا جسکو انسان اگاتے ہیں۔

تشریح : جو گھاس خودرو ہے، عام طور پر لوگ نہیں اگاتے ہیں، اگر اس کو اانسان اگالے تو وہ حرم کی گھاس کے حکم میں نہیں رہے گی، انسانی کاشت کے حکم میں ہو جائے گی اور اس کا کاٹنا جائز ہو جائے گا۔ اس لئے کہ وہ انسانی کاشت ہوگئی۔

ترجمہ: (١٣٧٨) کسی آدمی کی ملکیت میں خودرو گھاس خود اُگی تو اس کے کاٹنے والے پر حرم کی حرمت کی وجہ سے قیمت ہے [شریعت کے حق کی وجہ سے] اور دوسری قیمت اسکے مالک کے لئے ہے ضمان کی طور پر۔

ترجمہ : ا جیسے حرم میں مملوک شکار۔

تشریح : خودرو گھاس جسکو لوگ اُگاتے نہیں ہیں وہ گھاس کسی کی کھیت میں خود بخود اُگ آئی، اور اس کو کسی دوسرے نے کاٹ دی تو اس کاٹنے والے پر دو قسم کی قیمت لازم ہوگی [ا] ایک تو حرم کے احترام کی وجہ سے قیمت لازم ہوگی جو فقراء پر تقسیم کی جائے

(۱۳۷۹) وماجفّ من شجرالحرم لاضمان فيه ﴾ ۱؎ لانه ليس بنام (۱۳۸۰) ولا يرعى حشيش الحرم ولا يقطع الا ذخر﴾

گی، [۲] اور دوسری قیمت کھیت والے کے لئے لازم ہوگی جو مالک کو دی جائے گی، کیونکہ اس کی کھیت میں اگنے کی وجہ اس کی ملکیت ہوگئی اس لئے اس کی قیمت بھی لازم ہوگی۔ جیسے حرم میں کسی کا شکار ہوا اور دوسرے نے اس کو ماردیا تو اس پر دو قسم کا ضمان لازم ہوگا، [۱] ایک حرم کے احترام کی وجہ سے قیمت لازم ہوگی جو فقراء پر تقسیم کی جائے گی [۲] اور دوسری قیمت مالک کے لئے ہوگی، کیونکہ مالک کا شکار مارا ہے۔

ترجمہ : (۱۳۷۹) حرم کا جو درخت سوکھ گیا ہو اس میں ضمان نہیں ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ وہ نامی نہیں ہے۔

تشریح : حرم کا زندہ درخت یا زندہ گھاس کو کاٹنا ممنوع ہے، لیکن جو سوکھ چکی ہو اس کو کاٹنا ممنوع نہیں ہے اس کو کاٹ کر استفادہ کرسکتا ہے۔

وجہ : (۱) احترام اس کا ہے جو زندہ ہو لیکن جو مرچکا ہو، یا سوکھ چکا ہو اس کا احترام نہیں ہے اس لئے اس کے کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے (۲) حدیث میں ہے کہ زندہ گھاس کو نہ کاٹے۔ حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا يعضد عضاها ولا ينفر صيدها ولا تحل لقطتها الا لمنشد ولا يختلى خلاها فقال عباس يا رسول الله الا الاذخر فقال الا الاذخر** ۔(بخاری شریف، کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ ص ۳۲۸ نمبر ۲۴۳۳، کتاب اللقطۃ رمسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۵۳ / ۳۳۰۲) خلی تر گھاس کو کہتے ہیں، اس لئے حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ تر گھاس کو نہ کاٹے، اس لئے خشک گھاس کو کاٹنا جائز ہے۔

ترجمہ: (۱۳۸۰) حرم کی گھاس چرائی نہ جائے نہ کاٹی جائے، سوائے اذخر کے۔

تشریح : حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے اور نہ چرائی جائے، کیونکہ دانت سے چرنا بھی درانتی سے کاٹنے کی طرح ہے اس لئے جس طرح درانتی سے کاٹنا جائز نہیں ہے، اسی طرح دانت سے چرنا بھی جائز نہیں ہے۔ سوائے اذخر گھاس کے۔

وجہ : (۱) **عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا يعضد عضاها ولا ينفر صيدها ولا تحل لقطتها الا لمنشد ولا يختلى خلاها فقال عباس يا رسول الله الا الاذخر فقال الا الاذخر** ۔(بخاری شریف، کیف تعرف لقطۃ اہل مکۃ ص ۳۲۸ نمبر ۲۴۳۳، کتاب اللقطۃ رمسلم شریف، باب تحریم مکۃ وتحریم صیدھا ص ۴۳۷ نمبر ۱۳۵۳ / ۳۳۰۲) اس حدیث میں ہے کہ اذخر گھاس کے علاوہ کوئی گھاس نہ کاٹی جائے، اور اسی میں داخل ہے کہ چرائی نہ جائے۔

۱؎ وقال ابويوسف لابأس بالرعى فيه لانه ضرورةفان منع الدواب عنه متعذر ۲؎ ولنا ماروينا ۳؎ والقطع بالمشافر كالقطع بالمناجل ۴؎ وحمل الحشيش من الحل ممكن فلاضرورة ۵؎ بخلاف الاذخر لانه استثناه رسول الله صلى الله عليه والٖه وسلم فيجوز قطعه ورعيُه ۶؎ وبخلاف الكمأة لانها ليست من

ترجمه: ۱؎ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حرم میں چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں ضرورت ہے، اس لئے کہ چو پائے کو چرنے سے روکنا متعذر ہے۔

تشــــریــح : حضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حرم کی گھاس کو چرانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ حاجی کے جانور کو چرانے کی سخت ضرورت ہے اس لئے روکنے سے مشکلات کا سامنا ہے اس لئے چرانے کی اجازت ہے۔

وجه :(۱) ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن علی فی قصة حرم المدينة عن النبى ﷺ ... ولا يصلح لرجل ان يقطع منها شجرة الا ان يعلف رجل بعيره. (سنن للبیہقی، باب جواز الرعی فی الحرم، ج خامس، ص ۳۳۰، نمبر ۹۹۸۳) اس حدیث میں ہے کہ جانور کو چارہ کھلانے کے لئے گھاس کاٹی جا سکتی ہے۔

ترجمه: ۲؎ ہماری دلیل وہ حدیث ہے جو ہم نے روایت کی۔ یہ حدیث کئی مرتبہ گزر چکی ہے۔

ترجمه: ۳؎ اور ہونٹوں اور دانتوں سے کاٹنا ایسا ہے جیسے درانتیوں سے کاٹنا۔

تشریح : یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ حدیث میں درانتی سے کاٹنا منع فرمایا ہے، اس لئے دانت سے چرنا جائز ہونا چاہئے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ دانت سے چرنا بھی درانتی سے کاٹنے کی طرح ہے اس لئے دانت سے چرنا بھی جائز نہیں ہو گا۔

ترجمه: ۴؎ گھاس کو حل سے منتقل کرنا ممکن ہے اس لئے گھاس چرانے کی ضرورت نہیں رہی۔

تشریح : یہ بھی امام ابو یوسفؒ کو جواب ہے، انہوں نے فرمایا تھا کہ گھاس چرانے کی ضرورت ہے، تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ حل سے گھاس کاٹ کر لانے سے یہ ضرورت پوری ہو جائے گی اس لئے حرم کے گھاس چرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمه : ۵؎ بخلاف اذخر گھاس کے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو استثناء کیا ہے اس لئے اس کو کاٹنا اور چرانا جائز ہے۔

تشریح :اذخر گھاس کو کاٹنا اور چرانا جائز ہے اس لئے کہ حضورؐ نے جب حرم کی گھاس کاٹنے کی ممانعت کی تو حضرت عباسؓ نے فرما یا کہ اس کی اجازت دے دیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ سوائے اذخر گھاس کے، اس لئے اس کو چرانا اور کاٹنا جائز ہے۔

ترجمه: ۶؎ بخلاف سانپ کی چھتری کے اس لئے کہ وہ گھاس میں سے نہیں ہے۔

تشریح :سانپ کی چھتری عموماً لکڑی پر سے نکلتی ہے اس لئے وہ گھاس میں سے نہیں ہے اس لئے اس کا کاٹنا جائز ہے۔

جملة النبات (۱۳۸۱) وکل شئ فعله القارن مما ذکرنا ان فیه علی المفرد دمًا فعلیه دمان دم لحجته ودم لعمرته﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ دم واحد بناء علی انه محرم باحرام واحد عنده وعندنا باحرامین وقد مر من قبل (۱۳۸۲) قال الا ان یتجاوز المیقات غیر محرم بالعمرة او الحج فیلزمه دم واحد ﴾

لغت : الکمأ ۃ: سانپ کی چھتری، ایک قسم کی سبزی جو چھتری کی طرح اگتی ہے جسکو سانپ کی چھتری کہتے ہیں۔

ترجمہ : (۱۳۸۱) ہر وہ کام جو قارن کرے جن کا میں نے ذکر کیا ان میں مفرد پر ایک دم ہے تو قارن پر دو دم ہیں۔ ایک دم اس کے حج کے لئے اور ایک دم اس کے عمرہ کے لئے۔

تشریح : جن کاموں میں مفرد بالحج پر ایک دم لازم ہوتا ہے ان جنایات میں قارن کو دو دم لازم ہوں گے۔

وجہ : (۱) قارن بیک وقت دو احرام باندھے ہوئے ہیں۔ ایک حج کا اور ایک عمرے کا۔ اس لئے وہ بیک وقت گویا کہ دو احرام کی بے احترامی کرتے ہیں اس لئے اس پر دو دم لازم ہوں گے۔ ایک حج کے احرام کے لئے اور دوسرا عمرہ کے احرام کے لئے۔ (۲) اثر میں ہے۔ قال مالک ومن قرن الحج والعمرة ثم فاته الحج فعلیه ان یحج قابلا ویقرن بین الحج والعمرة ویھدی ھدیین ھدیا لقرانه الحج مع العمرة وھدیا لمافاته من الحج ۔ (موطا امام مالک ھدی من فاتہ الحج، ص ۴۰۶) (۲) اثر میں ہے۔ عن ابراھیم قال ھدیان (مصنف ابن ابی شیبة، ۱۸ ما یجب علیہ من الھدی اذا جمع بینھما فاحصر، ج ثالث، ص ۱۳۳، نمبر ۱۲۷۹۶) اس اثر سے معلوم ہوا کہ قارن پر دو ہدی ہیں۔ جنایت پر دو دم لازم ہو ایسی کوئی حدیث یا اثر نہیں ملا۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ ایک دم ہے، اس بنیاد پر کہ انکے نزدیک محرم ایک احرام کے ساتھ ہے، اور ہمارے نزدیک دو احرام کے ساتھ ہے، اور یہ معاملہ باب القران میں گزر چکا ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جنایت کی وجہ سے جہاں مفرد بالحج پر ایک دم ہے، وہاں قارن پر بھی ایک ہی دم ہے، دو دم لازم نہیں ہونگے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں عمرے کا احرام حج کے احرام میں داخل ہو جاتا ہے اور دونوں کا ایک ہی احرام ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قارن حج اور عمرے کے لئے ایک ہی سعی اور ایک ہی طواف کرے گا، پس جب احرام ایک ہے تو بے احترامی بھی ایک ہی احرام کا ہوا اسلئے ایک ہی دم لازم ہوگا۔ اور ہمارے نزدیک قارن گویا کہ دو احرام باندھے ہوا ہے، ایک احرام عمرے کا ہے اور دوسرا احرام حج کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں عمرے کے لئے الگ طواف اور سعی کرنا ہوتا ہے اور حج کے لئے الگ طواف اور سعی کرنا ہوتا ہے، چونکہ دو احرام ہے اس لئے گویا کہ دو احرام کی توہین کی اس لئے دو دم لازم ہونگے۔ اس کی تفصیل باب القران، مسئلہ نمبر ۱۱۹۱ میں گزر چکا ہے۔

ترجمہ: (۱۳۸۲) مگر یہ کہ میقات سے بغیر عمرے اور حج کے احرام کے گزر جائے [پھر عمرہ اور حج کا احرام باندھے] تو اس کو

ل خلافا لزفرؒ ۲ لما ان المستحق علیه عند المیقات احرام واحد وبتاخیر واجب واحد لا یجب الاجزاء واحد (۱۳۸۳) واذا اشترک محرمان فی قتل صید فعلی کل واحد منهما جزاء کامل ﴾

ایک ہی دم لازم ہوگا۔

تشریح : میقات سے بغیر احرام کے گزر جائے اور بعد میں حج اور عمرے کا احرام باندھے اور قارن بنے تو میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کی وجہ سے ایک ہی دم لازم ہوگا۔

وجه: (۱) اس صورت میں ایک ہی دم اس لئے لازم ہے کہ میقات سے گزرتے وقت وہ قارن نہیں تھا۔ قارن تو بعد میں بنا ہے اور بعد میں حج اور عمرہ کا احرام باندھا ہے اس لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کا ایک دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ل برخلاف امام زفرؒ کے۔

تشریح : امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ اس نے بعد میں حج اور عمرے کا دو احرام باندھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میقات سے گزرتے وقت دو احرام کی کمی کی اس لئے دو دم لازم ہونگے۔

ترجمه : ۲ اس لئے کہ میقات سے گزرتے وقت اس کے اوپر ایک احرام واجب ہے، اور ایک واجب کے مؤخر کرنے سے ایک ہی بدلہ واجب ہوگا

تشریح : یہ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل ہے کہ میقات سے گزرتے وقت دو احرام باندھنا واجب نہیں ہے صرف ایک احرام باندھنا واجب ہے، اور جب ایک احرام کی تاخیر کی تو اس کی وجہ سے ایک ہی بدلہ واجب ہوگا، اس لئے اس موقع پر دو دم لازم نہیں ہونگے۔

ترجمه :(۱۳۸۳) اگر دو محرم ایک شکار کے قتل میں شریک ہو جائے تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر پورا پورا بدلہ لازم ہوگا۔

وجه: (۱) یہاں احرام کے احترام کی وجہ سے شکار کا بدلہ لازم ہوتا ہے اور دونوں کا احرام ہے اور دونوں نے اپنے اپنے احرام کی بے احترامی کی ہے اس لئے دونوں پر الگ الگ پورا پورا دم لازم ہوگا۔ چاہے شکار ایک ہی ہو (۲) عن الحسن والعطاء فی المحرم اشار الی صید فاصابه محرم قالا علیه الجزاء. (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵۴ فی المشیر الی الصید قال علیہ الجزاء ، ج ثالث ، ص ۴۰۰ ، نمبر ۱۵۵۱۳) اس اثر میں ہے کہ ایک آدمی نے شکار کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے نے قتل کیا تو اشارہ کرنے والے پر بھی بدلہ ہوگا ، پس اگر شکار کو قتل کیا تب تو بدرجہ اولی اس پر بدلہ ہوگا۔ (۳) عن سعید بن جبیر فی المشیر والقاتل علی کل انسان منھم جزاء۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۵۴ فی المشیر الی الصید قال علیہ الجزاء ، ج ثالث ، ص ۴۰۰ ، نمبر ۱۵۵۱۴) اس اثر میں ہے کہ اشارہ کرنے والے پر الگ بدلہ ہوگا اور قتل کرنے والے پر الگ بدلہ لازم ہوگا ، اس لئے اگر دونوں نے قتل کیا تو دونوں پر الگ الگ ضمان لازم ہوگا (۳) اثر میں ہے قال مالک فی القوم یصیبون الصید جمیعا وھم محرمون او فی الحرم قال

لے لان کل واحد منهما بالشركة يصير جانيا جنايةً تفوق الدلالة فيتعدد الجزاء بتعدد الجناية (۱۳۸۴)واذا اشترک حلا لان في قتل صيد الحرم فعليهما جزاء واحد ﴾ لے لان الضمان بدل عن المحل لاجزاء عن الجناية فيتحد باتحاد المحل كرجلين قتلا رجلاخطأ يجب عليهما دية واحدة وعلى كل واحد منهما كفارة

اری ان کل انسان منهم جزاء ان حکم علیهم بالهدی فعلی کل انسان منهم هدی. (موطاامام مالک،باب جامع الفدیہ ص۲۵۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ہرایک محرم پرالگ الگ شکار کا بدلہ لازم ہوگا۔

اصول :فعل کا بدلہ ہوتو جتنے آدمیوں کا فعل ہوا اتنا ہی بدلہ لازم ہوگا۔

احرام کی حالت میں دوآدمیوں نے احرام کی بےحرمتی کی اس لئے ہرایک پرالگ الگ بدلہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ ہرایک محرم شرکت کرنے کی وجہ سے اشارہ سے اوپر کی جنایت کی اس لئے جنایت کے متعدد ہونے کی وجہ سے بدلہ بھی متعدد ہوگا۔

تشریح : اوپر اثر گزرا کہ محرم نے شکار کی طرف اشارہ کیا اور دوسرے محرم نے اس کو قتل کیا تب بھی اشارہ کرنے والے پر اس کا بدلہ لازم ہوگا پس اس نے قتل کیا تو دونوں نے احرام کی بے احترامی کی اور دونوں جنایت میں شریک ہوے اور دونوں نے الگ الگ جنایت کی اس لئے دونوں پر الگ الگ بدلہ لازم ہوگا۔ ۔جانیا: جنایت کی۔ تفوق:اس سے بھی بڑی جنایت ہوئی۔

ترجمہ : (۱۳۸۴)اگر دوحلال حرم کے شکار کے قتل میں شریک ہوئے تو دونوں پرایک ہی بدلہ ہے۔

وجہ: یہاں دونوں حلال ہیں اس لئے احرام کی وجہ سے بدلہ نہیں ہے بلکہ حرم کے احترام میں شکار کا بدلہ لازم ہے۔اس لئے محل ایک ہے اس لئے دونوں حلال پرایک شکار کا بدلہ لازم ہوگا اور دونوں پرآدھا آدھا بدلہ ہوگا۔

اصول :محل ایک ہوتو ایک بدلہ لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ ضمان محل کے بدلے میں ہے جنایت کا بدلہ نہیں ہے اس لئے محل کے متحد ہونے کی وجہ سے جنایت متحد ہو گئی،جیسے دوآدمیوں نے ایک آدمی کو غلطی سے قتل کیا تو دونوں پرایک دیت واجب ہوگی،اور ہرایک پرالگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔

تشریح :حرم کی جگہ ایک ہے اور شکار بھی ایک ہے اس لئے اگر دوحلال آدمیوں نے حرم کے شکار کو قتل کیا تو دونوں پرایک ہی بدلہ لازم ہوگا۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ شکار جو محل ہے وہ بھی ایک ہی ہے،اور محل یعنی حرم کے احترام کی وجہ سے بدلہ لازم ہوا وہ بھی ایک ہی ہے اس لئے دونوں حلال آدمیوں پرایک ہی بدلہ لازم ہوگا۔اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ غلطی سے دوآدمیوں نے ایک آدمی کو قتل کیا تو چونکہ محل یعنی آدمی ایک ہے اس لئے ایک ہی بدلہ لازم ہوگا۔لیکن قتل خطاء کا کفارہ اس کے فعل کا بدلہ ہے اس لئے کفارہ دونوں پرالگ

(۱۳۸۵)وا ذا با ع المحرم الصید او ابتاعه فالبیع باطل ﴾ ۱؎ لان بیعه حیاتعرض للصید بتفویت الا من وبیعه بعد ما قتله بیع میتة (۱۳۸۶)ومن اخرج ظبیة من الحرم فولدت اولاد افماتت هی واولادها فعلیه جزاؤهن ﴾

الگ لازم ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ محل کا بدلہ ہو تو محل ایک ہونے پر دونوں پر ایک ہی بدلہ لازم ہوگا، اور فعل کا بدلہ ہو تو فعل کے الگ الگ ہونے پر الگ الگ بدلہ لازم ہوگا، چاہے ایک ہی جانور کو قتل کیا ہو۔

ترجمه : (۱۳۸۵) اگر محرم نے شکار بیچا یا خریدا تو بیع باطل ہے۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ زندہ بیچنے میں اس کے امن کو فوت کر کے شکار کو چھیڑنا ہے، اور قتل کے بعد بیچنے میں مردار کو بیچنا ہے جو جائز نہیں ہے۔

تشریح : محرم اگر احرام کی حالت میں شکار کو حاصل کیا تو وہ شکار کا مالک ہی نہیں بنا، اس لئے اس کو بیچے گا کیسے!، اور اگر احرام کی حالت سے پہلے شکار کا مالک بنا تو شکار کا مالک بن جائے گا، لیکن اس کو بیچ نہیں سکتا، اس لئے کہ بیچنے کی صورت میں شکار کو چھیڑنا ہے جو حدیث کے اعتبار سے ممنوع ہے، اور شکار کے امن کو فوت کرنا ہے اس لئے بیچنا جائز نہیں، اسی طرح سے خریدنا بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے شکار کا امن فوت ہوگا، اور شکار کے مرنے کے بعد بیچا تو مردے کی بیع ہوئی، اور مردے کو بیچنا یا خریدنا جائز نہیں ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی بیچنا جائز نہیں ہے۔

وجه : (۱) احرام کی وجہ سے محرم شکار کا مالک ہی نہیں بنا اور نہ بن سکے گا اس لئے اس کا خریدنا یا بیچنا باطل ہے (۲) حدیث میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ **عن الصعب بن جثامة اللیثی انه اهدی لرسول الله ﷺ حمارا وحشیا وهو بالابواء اوبودان فرده علیه فلما رای ما فی وجهه قال انا لم نرده علیک الا انا حرم** . (بخاری شریف، باب اذا اهدی للمحرم حمارا وحشیا لم یقبل ص ۲۴۶ نمبر ۱۸۲۵) اس حدیث میں ہے کہ آپ کو وحشی گدھا زندہ ہدیہ دیا گیا تو آپ نے صرف اس وجہ سے اس کو قبول نہیں کیا کہ آپ محرم تھے۔ اس سے اشارہ ملتا ہے کہ محرم شکار کا مالک نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ نہ بیع کر سکتا ہے اور نہ اس کو خرید سکتا ہے (۲) ہدیہ میں لیکر بھی مالک بنتا ہے اور خریدنے سے بھی مالک بنتا ہے اس لئے جب ہدیہ میں قبول کر کے مالک نہیں بنا تو خرید کر کے بھی مالک نہیں بن سکتا۔ (۳) **عن علیؓ قال امرنی النبی ﷺ فقمت علی البدن و لا اعطی علیها شیئا فی جزارتها** . (بخاری شریف، باب لا یعطی الجزار من الهدی شیئا، ص ۲۷۷، نمبر ۱۷۱۶) اس حدیث میں ہے کہ قصائی کو اس کے کاٹنے کا بدلہ نہ دیا جائے، پس جب ہدی کو کسی چیز کے بدلے میں نہیں دیا جا سکتا تو شکار بھی محترم ہوتا ہے اس کو بھی نہیں بیچ سکتا۔

ترجمه : (۱۳۸۶) کسی نے حرم سے ہرن نکالا اور اس نے بچہ دیا، پس ہرن بھی مر گئی اور بچہ بھی مر گیا تو اس پر بچہ اور ہرن دو

لے لان الصید بعد الاخراج من الحرم بقی مستحقا للامن شرعاً ولهذا وجب رده الی ما منه وهذه صفة شرعية فتسری الی الولد (۱۳۸۷) فان ادی جزاء ها ثم ولدت لیس علیه جزاء الولد لے لان بعد اداء الجزاء لم تبق اٰمنة لان وصول الخَلَف کوصول الاصل واللہ اعلم بالصواب.

نوں کا بدلہ واجب ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ حرم سے نکالنے کے بعد بھی شکار شرعا امن کا مستحق ہے، اسی لئے اس کو امن کی جگہ تک لوٹانا واجب ہے، اور یہ صفت شرعی ہے جو بچے تک سرایت کرے گی۔

تشریح : کسی نے ہرن کو حرم سے نکالا، اس کے بعد ہرن نے بچہ دیا اور بچہ اور ہرن دونوں مر گئے، تو نکالنے والے پر ہرن کی قیمت بھی لازم ہوگی اور بچے کی قیمت بھی لازم ہوگی۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ حرم سے نکالنے کے بعد بھی شکار امن کا مستحق ہے، یہی وجہ ہے کہ نکالنے والے پر ضروری ہے کہ شکار کو واپس حرم میں امن کی جگہ تک لائے، اس لئے بچہ جو مرا وہ بھی امن کے فوت ہونے سے مرا ہے اور ہرن بھی امن کے فوت ہونے کی وجہ سے مری ہے اس لئے دونوں کی قیمت لازم ہوگی۔ اس لئے کہ ہرن کے امن کے مستحق ہونے کی صفت بچے کی طرف بھی منتقل ہوگئی۔

ترجمہ : (۱۳۸۷) پس اگر اس کا بدلہ ادا کر دیا پھر ہرن نے بچہ دیا تو اس پر بچے کا بدلہ نہیں ہے۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ بدلہ ادا کرنے کے بعد امن والا باقی نہیں رہی، اس لئے کہ خلیفہ کا پہونچنا اصل کے پہونچنے کی طرح ہے۔

تشریح : ہرن کو حرم سے نکالنے کے بعد نکالنے والے نے ہرن کا بدلہ ادا کر دیا، اس کے بعد ہرن نے بچہ دیا، اور اس کے بعد بچہ اور ہرن مر گئیں تو صرف ہرن کی قیمت دینا ہوگا بچے کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہرن کی قیمت ادا کر دی تو اب نکالنے والے کی ذمہ داری نہیں رہی، اور گویا کہ اس نے ہرن کو حرم میں امن کی جگہ تک پہونچا دیا، اس لئے اب بچہ پیدا ہوا اور مرا تو بچے کی قیمت واجب نہیں ہوگی، صرف ہرن کی قیمت لازم ہوگی۔

اصول : شکار کی قیمت کی ادائیگی سے پہلے شکار آدمی کے ذمہ داری میں رہتا ہے، اور ادائیگی کے بعد اس کی ذمہ داری سے باہر ہو جاتا ہے۔

﴿باب مجاوزة الوقت بغير احرام﴾

﴿ باب مجاوزة الوقت بغير احرام ﴾

ضروری نوٹ : تشریح الفاظ: بنی عامر کا باغ میقات کے اندر ہے، اور حل میں ہے، اور مکہ مکرمہ سے کچھ دوری پر ہے، اور ذات عرق اہل عراق کا میقات ہے، بنی عامر کا باغ ذات عرق سے قریب ہے۔ کوفی سے مراد آفاقی ہے، یعنی جو میقات سے باہر ہو۔

میقات: پہلے گزر چکا ہے کہ میقات پانچ ہیں جن پر احرام باندھنا ضروری ہے [۱] اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ ، [۲] اہل عراق کے لئے ذات عرق، [۳] اہل شام کے لئے جحفہ، [۴] اہل نجد کے لئے قرن [۵] اور اہل یمن کے لئے یلملم ہے۔ حل: ان میقات کے اندر کچھ جگہ ہے جسکو حل کہتے ہیں، اس میں شکار کو پکڑنا اور مارنا جائز ہے، حرم: اس کے بعد حرم کی جگہ شروع ہوتی ہے، جہاں شکار کو پکڑنا جائز نہیں ہے۔ بیت اللہ: حرم کے درمیان میں بیت اللہ واقع ہے۔

شرائط: دم ساقط ہونے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی شرطیں [۱] جو آفاقی مکہ مکرمہ جا کر عمرہ یا حج کرنا چاہتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ میقات پر احرام باندھے اور نہیں باندھا تو دم لازم ہوگا۔ [۲] حج یا عمرہ کے عمل شروع کرنے سے پہلے اگر واپس میقات پر آیا اور احرام باندھ کر تلبیہ بھی پڑھا تو دم ساقط ہو جائے گا [۳] اگر تلبیہ نہیں پڑھا تو دم ساقط نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ کے یہاں بغیر تلبیہ کے بھی دم ساقط ہو جائے گا، انکے یہاں صرف احرام باندھ کر میقات پر آنا کافی ہے، تلبیہ پڑھنا ضروری نہیں۔ [۴] جو آفاقی حج یا عمرہ نہیں کرنا چاہتا ہو وہ بغیر احرام کے بھی مکہ مکرمہ جا سکتا ہے۔ [۵] اگر عمرہ یا حج کا عمل مثلا طواف شروع کر دیا اس کے بعد میقات کی طرف آیا تو اب دم ساقط نہیں ہوگا۔

دلائل یہ ہیں: (۱) میقات کے ثبوت کے لئے یہ احادیث ہیں۔ **عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة، ولاهل الشام الجحفة ، ولاهل نجد قرن المنازل ،ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غير هن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشاء حتى اهل مكة من مكة.** (بخاری شریف، باب محصل اہل مکۃ للحج والعمرۃ ص ۲۰۶ نمبر ۱۵۲۴ مسلم شریف، باب مواقیت الحج ص ۳۷۴ نمبر ۲۸۰۳/۱۱۸۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ مقامات ان لوگوں کے لئے میقات ہیں۔ بغیر احرام کے ان سے آگے گزرنا جائز نہیں (۲) **عن عائشة ان رسول الله ﷺ وقت لاهل العراق ذات عرق.** (ابوداؤد شریف، باب فی المواقیت ص ۲۵۰ نمبر ۱۷۳۹ بخاری شریف، باب ذات عرق لاھل العراق ص ۲۰۷ نمبر ۱۵۳۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل عراق کے لئے میقات مقام ذات عرق ہے۔

(۱) ان میقات سے مؤخر کرنا ٹھیک نہیں ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن سعيد بن جبير عن ابن عباس أن النبى ﷺ قال : لا تجوزوا الوقت الا باحرام .** (طبرانی کبیر، باب مسند سعید بن جبیر عن ابن عباس، ج حادی عشر [۱۱] ص ۳۴۵، نمبر

(۱۳۸۸)واذا اتى الكوفى بستان بنى عامر فاحرم بعمرة فان رجع الى ذات عِرق ولبّى بطل عنه دم

۱۲۲۳۶ا رمصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کرہ أن یدخل مکۃ بغیر احرام، ج ثالث،ص ۲۰۲،نمبر ۱۳۵۱۵)اس حدیث میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے (۲) اس اثر میں ہے۔عن ابن عباس أنه كان يردهم الى المواقيت الذين يدخلون مكة بغير احرام (مصنف ابن ابی شیبۃ ،باب فی الرجل اذا دخل مکۃ بغیر احرام مایصنع ؟،ج ثالث،ص ۲۶۷،نمبر ۱۴۱۷۹ا رسنن للبیھقی ، باب من مر بالمیقات یرید حجا اوعمرۃ ج خامس ص ۴۴،نمبر ۸۹۲۴)اس اثر سے معلوم ہوا کہ میقات سے گزر جائے اس کو میقات پر واپس کیا جائے۔کیونکہ بغیر احرام کے آگے نہیں گزرنا چاہئے۔(۳)عن على قال : لا يدخلها الا باحرام ، يعنى مكة ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب من کرہ أن یدخل مکۃ بغیر احرام، ج ثالث،ص ۲۰۲،نمبر ۱۳۵۱۶)اس اثر میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے

جو آفاقی میقات سے بغیر احرام کے گزر جائے اس پر دم ہے اس کے لئے (۱) یہ اثر ہے .عن عطاء قال يهل من مكانه و عليه دم۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ، باب فی الرجل اذا دخل مکۃ بغیر احرام مایصنع ؟،ج ثالث،ص ۲۶۸،نمبر ۱۴۱۸۶)اس اثر میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا تو اس پر دم لازم ہوگا۔(۲) عن عبد الله بن عباس قال من نسى من نسكه شيئا او تركه فليهرق دما ۔(سنن بیہقی، باب من مر بالمیقات یرید حجا اوعمرۃ فجاوزہ غیر محرم ثم احرم دونہ، ج خامس،ص ۴۴،نمبر ۸۹۲۵)
اس اثر سے معلوم ہوا کہ مقدم یا مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا اور اس نے میقات سے احرام مؤخر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

حج میں بھول کر بھی غلطی کرے تو دم لازم ہوتا ہے اس کی دلیل (۱) یہ اثر ہے۔قال مالک ومن نتف شعرا من انفه او ابطه او طلى جسده بنورة او يحلق عن شجة فى رأسه لضرورة او يحلق قفاه لموضع المحاجم وهو محرم ناسيا او جاهلا ان من فعل شيئا من ذلك فعليه فى ذلك كله فدية ولا ينبغى له ان يحلق موضع المحاجم. (موطا امام مالک، باب فدیۃ من حلق قبل ان ینحر ص ۴۵۰) اس اثر میں ہے کہ, فعليه فى ذلك كله فدية ، بھول سے یا جہالت میں کرے ہر حال میں فدیہ یعنی دم لازم ہے۔(۲)عن عطاء انه قال فى الشعرة مد ، و فى شعرتين مدان ، و فى الثلاث فصاعدا دم . و روينا عن الحسن البصرى و عطاء انهما قالا فى ثلاث شعرات دم ،الناسى و المعتمد فيها سواء ۔(سنن بیہقی، باب المحرم لا یحلق شعرہ ولا یقطعہ و ما یجب فی قطعہ وحلقہ، ج خامس،ص ۹۸،نمبر ۹۱۲۴ رمصنف ابن ابی شیبۃ ۱۳۸ فی المحرم ثلث شعرات علیہ فیہ شیء ام لا ،ج ثالث،ص ۲۱۰،نمبر ۱۳۵۸۷) اس اثر سے معلوم ہوا کہ بھول میں بھی بال کٹ جائے تو اس پر دم لازم ہے۔

ترجمہ: (۱۳۸۸) کوفی بنی عامر کے باغ میں آیا اور وہاں عمرے کا احرام باندھا، پس اگر وہ ذات عرق واپس آیا اور تلبیہ پڑھا تو اس سے میقات کا دم باطل ہو جائے گا، اور اگر لوٹا اور تلبیہ نہیں پڑھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ داخل ہوا اور عمرے کا طواف کیا تو اس پر دم

الوقت وان رجع اليه ولم يلبّ حتى دخل مكة وطاف لعمرته فعليه دم ﴾ ۱؎ وهذا عند ابی حنیفۃؒ

ہے۔

ترجمہ: ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہے۔

تشریح : کوفی سے مراد آفاقی ہے اس لئے مسئلے کی صورت یہ ہے کہ آفاقی حج یا عمرہ کرنا چاہتا تھا لیکن بغیر احرام کے میقات سے گزر کر اندر حل آ گیا جس کی وجہ سے دم لازم ہوا، پھر حل ہی میں احرام باندھ کر حج یا عمرے کا احرام شروع کرنے سے پہلے میقات کی طرف گیا، اور وہاں تلبیہ پڑھا تو اب دم ساقط ہو جائے گا، کیونکہ احرام باندھ کر میقات پر جانے اور وہاں تلبیہ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ میقات پر شروع سے احرام باندھا ہے اس لئے اب دم ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر میقات کی طرف گیا اور میقات پر تلبیہ نہیں پڑھا تو دم ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ گویا کہ میقات پر احرام نہیں باندھا ہے اس لئے دم ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر حج یا عمرے کا عمل شروع کر لیا پھر میقات پر گیا تب بھی دم ساقط نہیں ہوگا، اس لئے کہ عمل شروع کرنے کے بعد واپس گیا تو پہلے احرام کو مضبوط کر لیا اس لئے اب یوں نہیں کہا جائے گا میقات پر جا کر شروع سے احرام باندھا، اس لئے اب دم ساقط نہیں ہوگا۔

وجہ : دم لازم ہونے کی دلیل یہ اثر ہے (۱) . عن عطاء قال يهل من مكانه و عليه دم ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا دخل مکۃ بغیر احرام ما یصنع ؟، ج ثالث، ص ۲۶۸، نمبر ۱۴۱۸۶) اس اثر میں ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا تو اس پر دم لازم ہوگا۔ (۲) عن عبد الله بن عباس قال من نسی من نسكه شيئا او تركه فليهرق دما ۔(سنن بیہقی، باب من مر بالمیقات یرید حجا او عمرۃ فجاوزہ غیر محرم ثم احرم دونہ، ج خامس، ص ۴۴، نمبر ۸۹۲۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ مقدم یا مؤخر کرنے سے دم لازم ہوگا اور اس نے میقات سے احرام مؤخر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

(۳) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تلبیہ پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ تلبیہ پڑھنے سے ہی احرام باندھا جاتا ہے اور یہ آدمی گویا کہ اب میقات پر آ کر شروع سے احرام باندھ رہا ہے اور اپنی غلطی کا تدارک کر رہا ہے اس لئے اس کو میقات پر تلبیہ بھی پڑھنا ہوگا۔ کیونکہ تلبیہ پڑھنے کو ہی احرام باندھنا کہتے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجة الوداع ... واهلى بالحج ودعى العمرة . (بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۵۵۶) اس حدیث میں اھلی بالحج کا ترجمہ ہے کہ حج کا احرام باندھ لو اور یہ بھی ہے کہ حج کا تلبیہ پڑھو۔ اس لئے احرام باندھنے کے لئے تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔ (۴) جابر بن عبد اللهؓ أنه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد أهلوا بالحج مفردا ۔(بخاری شریف، باب التمتع والقران والافراد بالحج ص ۲۵۴ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں، اُھلوا بالحج، ہے جس کا ترجمہ ہے حج کا احرام باندھو، اور اھل کا ترجمہ ہے تلبیہ پڑھو، اس لئے احرام باندھتے وقت تلبیہ پڑھنا واجب ہے۔ (۵) تفسیر طبری میں

۲؎ وقالا ان رجع اليه محرما فليس عليه شئ لبّی او لم يلبّ ۳؎ وقال زفرؒ لايسقط لبّی اولم يلبّ لان جنايته لم ترتفع بالعود وصار كما اذا افاض من عرفات ثم عاداليه بعدالغروب ۴؎ ولنا انه تدارک المتروک فی اوانه وذلک قبل الشروع فی الافعال فيسقط الدم ۵؎ بخلاف الافاضة لانه لم يتدارک المتروک علی مامرغير

﴿فمن فرض فيهن الحج﴾ قال من اهل بحج (تفسیر طبری ج ثانی ص۱۵۲/اعلاء السنن، باب وجوب التلبیہ، ج العاشر ص ۴۲، نمبر ۲۵۹۹) اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ تلبیہ پڑھنا ہی احرام باندھنا ہے۔ اس لئے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھے گا تو احرام باندھا چلا جائے گا۔

ترجمہ : ۲؎ صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر احرام باندھ کر میقات گیا تو اس پر کوئی دم نہیں ہے چاہے تلبیہ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو۔

تشریح : صاحبینؒ کے نزدیک صرف احرام باندھ کر میقات پر جانا ضروری ہے، وہاں تلبیہ پڑھنا ضروری نہیں ہے، اسلئے کہ احرام باندھ کر میقات پر جانے سے ہی گویا کہ احرام کی ابتداء ہوگئی، اگرچہ تلبیہ پڑھنا اچھا ہے، لیکن ضروری نہیں ہے۔

ترجمہ : ۳؎ امام زفرؒ نے فرمایا کہ تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے دم ساقط نہیں ہوگا اس لئے کہ جرم لوٹنے سے مرتفع نہیں ہوتا۔ جیسے کہ عرفات سے امام سے پہلے چلا پھر غروب کے بعد لوٹا۔

تشریح : امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں احرام باندھا پھر احرام باندھ کر میقات پر گیا تو اس سے دم ساقط نہیں ہوگا چاہے تلبیہ پڑھا ہو یا نہ پڑھا، انکی دلیل یہ ہے کہ جرم ثابت ہونے کے بعد پھر ختم نہیں ہوتا، اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے نکل گیا اور غروب آفتاب کے بعد واپس آیا تو غروب سے پہلے عرفات سے نکلنے کی وجہ سے جو دم لازم ہوا ہے وہ ساقط نہیں ہوگا، حالانکہ وہ واپس عرفات آیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ غلطی ہونے کے بعد تدارک کر نے سے تدارک نہیں ہوتا۔

ترجمہ: ۴؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ وقت کے اندر چھوٹے ہوئے کا تدارک ہوا ہے، اور یہ عمرہ یا حج کے اعمال کو شروع کرنے سے پہلے ہے اس لئے دم ساقط ہو جائے گا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ حج یا عمرے کے اعمال کو شروع کرنے سے پہلے میقات پر چلا گیا اس لئے وقت کے اندر اندر تدارک کر لیا اس لئے دم ساقط ہو جائے گا، اعمال شروع کرنے کے بعد میقات پر جاتا تو تدارک نہیں ہو سکتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ وقت میں تدارک کر لے تو دم ساقط ہو جائے گا، اور وقت کے بعد تدارک کرے تو دم ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۵؎ بخلاف عرفات سے جانے کے اس لئے کہ چھوٹے ہوئے کا تدارک نہیں کیا، جیسا کہ پہلے گزر گیا۔

۶ ان التدارک عندهمابعوده محرما لانه اظهر حق المیقات کما اذا مرّبه محرماً ساکتًا

۷ وعندهٗ بعوده محرما ملبیا لان العزیمة فی حق الاحرام من دویرة اهله فاذا ترخّص بالتاخیر الی المیقات وجب علیه قضاء حقه بانشاء التلبیة وکان التلافی بعوده ملبیا

تشریح : قاعدہ یہ کہ غروب آفتاب تک آدمی کا عرفات میں رہنا ضروری ہے، خاص طور پر غروب کے وقت عرفات میں رہنا ضروری ہے، اگر نہیں رہا تو اس پر دم لازم ہوگا اور یہ آدمی غروب کے وقت عرفات میں نہیں تھا غروب کے بعد عرفات آیا اس لئے وقت میں تدارک نہیں کیا اس لئے دم ساقط نہیں ہوگا، میقات سے گزرنے کے بعد وقت میں تدارک کرلیا اس لئے وہاں دم ساقط ہو جائے گا۔

لغت :افاضۃ :عرفات سے نکلنا۔

ترجمہ: ۶ یہ اور بات ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک تدارک محرم ہوکر لوٹنے سے ہے، اس لئے کہ اس نے میقات کا حق ظاہر کیا جیسا کہ محرم ہوکر چپ چاپ میقات سے گزرتا۔

تشریح : وقت کے اندر تدارک کرلیا تو تدارک ہوجائے گا، صاحبینؒ کے نزدیک تدارک کی صورت یہ ہے کہ میقات پر احرام باندھ کر چلا جائے چاہے تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے، اس لئے کہ میقات پر احرام باندھ کر جانے سے میقات کا حق ظاہر ہوجاتا ہے ، جیسے کوئی آفاقی آدمی گھر سے احرام باندھے اور میقات پر سے گزرے، اور اس وقت زور سے تلبیہ نہ پڑھے تب بھی دم لازم نہیں ہوتا ہے کیونکہ اس کے لئے زور سے تلبیہ پڑھنا ضروری نہیں ہے، صرف احرام باندھ کر میقات سے گزر جانا ہی کافی ہے، اسی طرح جو آدمی میقات سے گزر گیا ہو وہ صرف میقات پر احرام باندھ کر واپس آجائے اتنا ہی کافی ہے زور سے تلبیہ پڑھنا ضروری نہیں۔

ترجمہ: ۷ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک احرام باندھ کر تلبیہ پڑھتے ہوئے واپس لوٹنے سے، اس لئے کہ احرام کے حق میں عزیمت یہ ہے کہ اپنے گھر سے باندھے، پس جب اس نے میقات تک تاخیر کرنے کی رخصت اختیار کی تو تلبیہ پڑھ کر احرام کا حق پورا کرنا اس پر واجب ہے، اور جرم کی تلافی تلبیہ کہتے ہوئے لوٹنے سے ہوگی۔

تشریح : پہلے مسئلہ نمبر ۱۰۳۱ ، نمبر ۱۰۳۲ میں قاعدہ گزرا ہے کہ احرام باندھ کر تلبیہ پڑھے گا تو احرام مکمل ہوگا، اب اس قاعدے پر امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ میقات پر تلبیہ پڑھے گا تو شروع سے احرام باندھا جائے گا ورنہ نہیں اس لئے میقات پر تلبیہ پڑھنا ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اپنے گھر سے احرام باندھنا افضل ہے، لیکن جب گھر سے احرام نہیں باندھا اور واپس آکر میقات پر احرام باندھا تو وہاں تلبیہ پڑھنا ضروری ہے، کیونکہ پہلے حدیث گزری کہ تلبیہ پڑھنے سے احرام باندھا جاتا ہے، چنانچہ اگر میقات پر تلبیہ نہیں پڑھا تو گویا کہ احرام ہی نہیں باندھا، اس لئے تدارک نہیں ہو سکے گا اس لئے تلبیہ پڑھنا ضروری ہے۔

۸ وعلى هذا الخلاف اذا احرم بحجته بعد المجاوزة مكان العمرة فی جميع ماذكرنا ۹ ولو عاد بعد ما ابتدأ الطواف واستلم الحجر لا يسقط عنه الدم بالاتفاق (۱۳۸۹) ولو عاد اليه قبل الاحرام يسقط بالاتفاق ﴾ ا وهذا الذی ذكرنا اذا كان يريد الحج او العمرة

ترجمه: ۸ اسی اختلاف پر ہے اگر میقات سے گزرنے کے بعد عمرے کے بجائے حج کا احرام باندھا۔ان تمام میں جو ہم نے ذکر کیا۔

تشریح : میقات سے بغیر احرام کے گزرا،اور بعد میں عمرے کے بجائے حج کا احرام باندھا تو اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان وہی اختلاف ہے جو عمرے کا احرام باندھنے کے سلسلے میں گزرا۔یعنی امام ابوحنیفہؒ کے یہاں میقات پر تلبیہ پڑھے گا تو دم ساقط ہوگا،اور تلبیہ نہیں پڑھے گا تو دم ساقط نہیں ہوگا،اور صاحبینؒ کے یہاں بغیر تلبیہ کے بھی دم ساقط ہو جائے گا۔

ترجمه ۹ اگر طواف شروع کر دیا اور حجر اسود کا بوسہ لے لیا تو اس سے بالاتفاق دم ساقط نہیں ہوگا۔

تشریح :۔حج یا عمرے کا عمل شروع کر دیا،مثلا عمرے کا طواف شروع کر دیا، اور حجر اسود کو بوسہ دے دیا تو اب پہلا احرام مضبوط کر دیا اس لئے اب میقات پر واپس آئے گا تو شروع سے احرام نہیں ہو سکے گا،اس لئے میقات پر تلبیہ بھی پڑھے گا تو تدارک نہیں ہو سکے گا اس لئے دم ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۱۳۸۹) اور اگر احرام سے پہلے میقات کی طرف لوٹ آیا تو بالاتفاق دم ساقط ہو جائے گا۔

تشریح : بغیر احرام کے میقات سے گزر گیا اور حل کے اندر آ گیا لیکن ابھی عمرے کا احرام نہیں باندھا تھا کہ واپس میقات آ گیا اور میقات پر شروع سے احرام باندھا تو پہلا دم ساقط ہو جائے گا،کیونکہ حل میں کوئی احرام نہیں باندھا ہے،بلکہ میقات پر ہی شروع سے احرام باندھا ہے اس لئے سب کے نزدیک دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمه: ا یہ جو ذکر کیا جب ہے کہ حج کا یا عمرے کا احرام باندھنے کی نیت ہو۔

تشریح :آدمی کی نیت ہو کہ حج یا عمرہ کروں گا تب میقات سے بغیر احرام کے گزرنے پر دم لازم ہوگا،لیکن کسی کی نیت ضرورت پوری کرنا ہو تو وہ میقات سے بغیر احرام کے گزر جائے تو دم لازم نہیں ہوگا،انکے لئے گنجائش ہے کہ بغیر احرام کے میقات سے گزر جائے،چنانچہ میقات سے قریب کے لوگ ہر روز اپنی ضرورت کے لئے میقات سے گزرتے ہیں اس کے باوجود ان پر دم لازم نہیں ہوتا۔

وجه : (ا) عن ابن عباس قال : لا يدخل أحد مكةبغير احرام الا الحطابين العجالين و أهل منافعها (مصنف ابن ابی شیبۃ،باب من کرہ ان یدخل مکۃ بغیر احرام،ج ثالث،ص۲۰۲،نمبر۱۳۵۱۵)اس میں ہے کہ ضرورت والے میقات کے اندر

(۱۳۹۰) فان دخل البستان لحاجته فله ان يدخل مكة بغير احرام ووقته البستان وهو وصاحب المنزل سواء ﴾ ﴿ لان البستان غير واجب التعظيم فلا يلزمه الاحرام بقصده واذا دخله التحق باهله وللبستاني ان يدخل مكة بغيراحرام للحاجة فكذلک له والمراد

داخل ہو سکتے ہیں۔

ترجمه : (۱۳۹۰) اگر باغ میں ضرورت کی بنا پر داخل ہوا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ مکہ مکرمہ بغیر احرام کے داخل ہو، اور اس کی میقات باغ ہے، اور باغ والا اور گھر والا برابر ہے۔

تشریح : اگر آفاقی باغ یعنی میقات کے اندر کسی ضرورت کی بنا پر داخل ہوا تو وہ داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ باغ کا یا حل کا کوئی احترام نہیں ہے کہ اس کے لئے احرام باندھنے کی ضرورت پڑے، احترام تو مکہ مکرمہ کا ہے، ہاں اگر کوئی براہ راست مکہ مکرمہ داخل ہو نا چاہئے تو اس کے لئے احترام کی ضرورت ہے، کیونکہ بیت اللہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی تعظیم ہے، اور اس کے لئے احرام کی ضرورت ہے۔ اور جب حل میں داخل ہو گیا تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہو جائے، کیونکہ اب وہ حل کا ہو گیا، اور جس کا حل میں گھر ہے اس کے لئے جائز ہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو اس لئے حل میں داخل ہونے والے کے لئے اور حل میں گھر والے دونوں کے لئے جائز ہے کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو۔

وجه : (۱) عن ابن عمر أنه أقام بمكة ثم خرج يريد المدينة حتى اذا كان بقديد بلغه أن جيشا من جيوش الفتنة دخلوا المدينة فكره أن يدخل عليهم فرجع الى مكة فدخلها بغير احرام۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من رخص أن يدخل مكة بغير احرام، ج ثالث، ص ۲۰۳، نمبر ۱۳۵۲۴ / سنن بیہقی، باب من مر من المیقات لا یرید حجا و لا عمرة ثم بدا له، ج خامس، ص ۴۴، نمبر ۸۹۲۳) اس اثر میں ہے کہ ضرورت کی بنا پر میقات کے اندر داخل ہوا ہو تو بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتا ہے۔ (۲) عن جعفر قال : خرج أبي و عمر و بن دينار الى أرضهما خارجة عن الحرم ثم دخلا مكة بغير احـــرام . (مصنف ابن ابی شیبة، باب من رخص أن يدخل مكة بغير احرام، ج ثالث، ص ۲۰۳، نمبر ۱۳۵۲۵) اس اثر میں ہے کہ حرم کے لوگ میقات سے باہر گئے جس کی بنا پر وہ آفاقی بن گئے ا، اس کے باوجود وہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔

ترجمه: ۱ اس لئے کہ باغ کی تعظیم ضروری نہیں ہے اس لئے اس کا ارادہ کرنے میں احرام کی ضرورت نہیں ہے، اور جب باغ میں داخل ہو گیا تو وہ باغ والے کے ساتھ لاحق ہو گیا، اور باغ والے کے لئے جائز ہے کہ ضرورت کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہو، ایسے ہی اس کے لئے ہے جو باغ میں داخل ہوا ہے۔

تشریح : باغ سے مراد میقات کے اندر تمام حل کی جگہ ہے، جو میقات کے اندر ہے۔ باغ کی تعظیم نہیں ہے اس لئے کسی آفاقی کو

۲؎ بقوله ووقته البستان جميع الحل الذى بينه وبين الحرم وقد مر من قبل فكذا وقت الداخل الملحق به (۱۳۹۱) فان احرما من الحلّ ووقفا بعرفة لم يكن عليهما شئ ﴾ ا؎ يريد به البستانى والداخل فيه لانهما احرما من ميقاتهما (۱۳۹۲) ومن دخل مكة بغير احرام ثم خرج من عامه ذلك

کسی ضرورت کے لئے حل میں جانا ہوتو بغیر احرام کے اندر جاسکتا ہے، پس جب باغ میں داخل ہو گیا تو وہ اب باغ کا ہو گیا، اور باغ والے کے لئے جائز ہے کہ مکہ مکرمہ بغیر احرام کے داخل ہو جائے، اس لئے آفاقی جو باغ میں مقیم ہوا ہے اس کے لئے بھی جائز ہے کہ مکہ مکرمہ بغیر احرام کے داخل ہو جائے۔

ترجمه: ۲؎ متن میں ہے، کہ اس کا میقات باغ ہے، اس سے مراد تمام حل ہے جو میقات اور حرم کے درمیان ہے، یہ بات پہلے گزر چکی ہے، پس ایسے ہی جو میقات کے اندر داخل ہے وہ باغ والے کے ساتھ ملحق ہو جائے گا۔

تشریح: یہاں لفظ بنی عامر کے باغ کی تشریح کر رہے ہیں، کہ باغ سے مراد تمام حل ہے، میقات اور حرم کے درمیان جو جگہ ہے اس کو حل کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ پہلے گزر چکا ہے کہ جو حکم حل میں رہنے والے کا ہے وہی حکم اس آفاقی کا ہے جو حل میں آ گیا ہو۔ یعنی حل والا بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے تو حل میں آنے والا آفاقی بھی بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتا ہے۔

ترجمه: (۱۳۹۱) اگر باغ والے نے اور جو باغ والے کے ساتھ مل گیا ہے اس نے حل سے احرام باندھا، اور وقوف عرفہ کیا تو ان دونوں پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمه: ا؎ اس سے مراد ہے کہ باغ والا اور جو باغ میں داخل ہوا، اس لئے کہ دونوں نے اپنے میقات سے احرام باندھا۔

تشریح: باغ والوں کا میقات باغ ہی ہے اور تمام حل ہے، اور جو باغ میں آ کر ٹھہرا ہے اس کا میقات بھی باغ ہے اور پورا حل ہے اس لئے اگر ان دونوں نے حل سے احرام باندھا ہے اور عرفات گئے ہیں تو اپنے میقات سے احرام باندھا ہے اس لئے ان پر کوئی دم لازم نہیں ہوگا۔

وجه: (۱) عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لاهل المدينة ذا الحليفة، ولاهل الشام الجحفة، ولاهل نجد قرن المنازل، ولاهل اليمن يلملم هن لهن ولمن اتى عليهن من غير هن ممن اراد الحج والعمرة ومن كان دون ذلك فمن حيث انشاء حتى اهل مكة من مكة. (بخاری شریف، باب مھل اهل مکة للحج والعمرة ص ۲۰۶ نمبر ۱۵۲۴ر مسلم شریف، باب مواقیت الحج ص ۳۷۴ نمبر ۲۸۰۳/۱۱۸۱) اس حدیث میں ہے کہ جو میقات کے اندر ہے اس کا میقات اسی کی جگہ ہے، یہاں تک کہ اہل مکہ کا میقات مکہ ہی ہے۔

ترجمه: (۱۳۹۲) کوئی بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا پھر اسی سال نکل کر میقات تک آیا اور فرض حج کا احرام باندھا تو مکہ

الی الوقت واحرم بحجة علیه اجزاه ذلک من دخوله مکة بغیر احرام ﴾ ل وقال زفرؒ لا یجزیه وهو القیاس اعتبارا بمالزمه بسبب النذر فصار کما اذاتحولت السنة

مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کے لئے یہ کافی ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ آفاقی میقات سے بغیر احرام کے گزرا تو اس پر دم لازم ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کو گزرتے وقت یا تو عمرے کا احرام باندھنا چاہئے یا حج کا احرام باندھنا چاہئے، دونوں میں سے کوئی ایک لازم تھا۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ مستقل حج یا عمرے کا احرام باندھنے کے بجائے حج فرض کا احرام باندھ لیا تب بھی میقات کا حق ادا ہو جائے گا، جس طرح مسجد میں داخل ہوتا ہے تو تحیۃ المسجد واجب ہوتا ہے، لیکن اگر فرض یا سنت نماز پڑھ لے تو اس کے تحت تحیۃ المسجد ادا ہو جاتی ہے، اسی طرح فرض حج ادا کر لے تو اس کے تحت بیت اللہ کی تعظیم ادا ہو جاتی ہے اور مستقل احرام باندھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ اگلا سال یعنی محرم آنے سے پہلے پہلے وقت ہے اور تدارک کا امکان ہے، کیونکہ سال وہی ہے، محرم آنے پر اسلامی سال بدل جاتا ہے اس لئے اب تدارک کا امکان نہیں رہتا۔

اب صورت مسئلہ یہ ہے کہ۔ آفاقی بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو اس پر دم لازم ہو گیا، لیکن وہ اسی سال مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر میقات گیا اور وہاں پر اس پر جو حج فرض تھا اس کا احرام باندھا تو میقات والا دم ساقط ہو جائے گا، اب اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

وجہ : (۱) سال گزرنے سے پہلے پہلے فرض حج کا احرام باندھ کر میقات پر آ گیا تو بیت اللہ کی تعظیم ہو گئی اس لئے تدارک ہو جائے گا اور دم ساقط ہو جائے گا۔ (۲) اس اثر میں ثبوت ہے۔ عن ابن عباس أنه کان یردهم الی المواقیت الذین یدخلون مکة بغیر احرام (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا دخل مکۃ بغیر احرام مایصنع ؟، ج ثالث، ص ۲۶۷، نمبر ۱۴۱۷۹ ر سنن للبیھقی، باب من مر بالمیقات یرید حجا او عمرۃ ج خامس ص ۴۴، نمبر ۸۹۲۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات سے بغیر احرام کے گزر جاتے تھے اس کو حضرت ابن عباسؓ میقات کی طرف واپس کرتے تھے، لیکن یہ نہیں ہے کہ کب تک واپس کرتے تھے اسلئے سال کو اس کا معیار بنایا کہ سال کے اندر اندر میقات جا کر احرام باندھ لیا تو تدارک ہو جائے گا اور اس کے بعد گیا تو تدارک نہیں ہوگا، ذمہ میں دم باقی رہے گا۔

ترجمہ: ل حضرت امام زفرؒ نے فرمایا کہ اس کو کافی نہیں ہوگا، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے قیاس کرتے ہوئے اس بات پر جو نذر کے سبب سے واجب ہوا تو ایسا ہو گیا کہ سال بدل گیا ہو۔

تشریح : امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ میقات پر بغیر احرام کے گزرنے سے جو خامی رہ گئی ہے حج فرض کا احرام باندھ کر جانے سے یہ خامی دور نہیں ہوگی، اس کے لئے مستقل عمرے یا حج کا احرام باندھ کر جانا ہوگا۔ اس کی مثال دیتے ہیں کہ جیسے کسی نے حج کا

۲ ولنا انه تلافى المتروک فى وقته لان ان الواجب عليه تعظيم هذه البقعة بالاحرام كما اذا اتاه محرما بحجة الاسلام فى الابتداء ۳ بخلاف ما اذا تحولت السنة لانه صار دينا فى ذمته فلا يتادى الا باحرام مقصود ۴ كما فى الاعتكاف المنذور فانه يتا دى بصوم رمضان من هذه السنة دون العام الثانى

نذر مانا تو فرض حج کرنے سے نذر کا حج پورا نہیں ہوگا، اسی طرح فرض حج کرنے سے میقات کا احرام ادا نہیں ہوگا، یا سال بدل جانے کے بعد فرض حج کا احرام باندھے گا تو میقات کا احرام ادا نہیں ہوگا اسی طرح فرض حج ادا کرے گا تو اس کے تحت میں میقات کا احرام ادا نہیں ہوگا۔ تحولت: بدل گیا۔

ترجمہ: ۲ ہماری دلیل یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی چیز کی اس کے وقت میں تلافی ہے، اس لئے کہ اس پر احرام کے ذریعہ اس بقعہ [بیت اللہ] کی تعظیم واجب ہے، جیسے وہ فرض حج کا احرام باندھ کر شروع سے میقات پر آتا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ میقات پر احرام نہیں باندھا، یہ بات چھوٹ گئی ہے، اس چھوٹی ہوئی چیز کا وقت میں تلافی کر رہا ہے، کیونکہ اصل یہ ہے کہ بیت اللہ کی تعظیم کرے، اور سال بدلنے سے پہلے اس نے فرض حج کا احرام باندھ کر تعظیم کر لی اس لئے کافی ہو جائے گا۔ جیسے وہ شروع میں فرض حج کا احرام باندھ کر میقات پر آتا تو میقات پر آنے کا الگ سے احرام لازم نہیں ہوتا، بلکہ فرض حج کے احرام کے اندر ہی میقات کا احرام ادا ہو جاتا، اسی طرح میقات پر آنے کا احرام فوت ہونے کے بعد یہاں آ کر فرض حج کا احرام باندھا تو پہلا احرام ادا ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۳ بخلاف جبکہ سال بدل گیا ہو، اس لئے کہ اس کے ذمے میں قرض ہو گیا، اس لئے مستقل احرام کے بغیر ادا نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ امام زفر کے استدلال کا جواب ہے۔ سال بدل گیا ہو تو مستقل احرام باندھ کر میقات پر جانا ذمہ میں قرض ہو جائے گا اس لئے اب فرض حج کے تحت میں یہ ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۴ جیسا کہ نذر والے اعتکاف میں ہے کہ وہ اس سال کے رمضان کے روزے کے ساتھ ادا ہو جائے گا نہ کہ اگلے سال کے روزے سے۔

تشریح : اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو رمضان میں روزے کے ساتھ اعتکاف کر لیتا تو ادا ہو جاتا، اور اگر اس رمضان کا روزہ قضا ہو گیا اور اس کی قضا کرتے وقت اعتکاف بھی کر لے تو اعتکاف ادا ہو جائے گا، لیکن اگر رمضان میں اعتکاف نہ کر سکا، اور رمضان کے روزے قضا کرتے وقت بھی اعتکاف نہ کر سکا، اور اگلے رمضان کے روزے میں اس اعتکاف کو ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں ہوگا،

(۱۳۹۳) ومن جاوز الوقت فاحرم بعمرۃ و افسدھا مضی فیھا وقضاھا لان الاحرام یقع لازمًا فصار کما اذا ا فسد الحج ولیس علیہ دم لترک الوقت﴾

بلکہ مستقل روزہ رکھ کر اعتکاف کرنا ہوگا، کیونکہ یہ ذمے میں قرض ہوگیا، اسی طرح سال بدل گیا اور فرض حج کا احرام باندھا تو اس کے تحت پچھلے میقات کا فوت شدہ احرام ادا نہیں ہوگا، مستقل احرام کے ساتھ ادا ہوگا۔

ترجمہ: (۱۳۹۳) کوئی میقات سے گزر گیا پھر عمرے کا احرام باندھا، پھر اس کو فاسد کر دیا تو عمرہ میں گزرتا رہے اور بعد میں اس کی قضا کرے، اس لئے کہ احرام لازم ہو کر واقع ہوتا ہے۔ تو ایسا ہو گیا کہ حج کو فاسد کر دیا ہو۔ اور اس پر میقات پر احرام نہ کرنے کی وجہ سے دم نہیں ہے۔

تشریح : کوئی میقات سے گزرا اور وہاں احرام نہیں باندھا ہوا تھا، آگے جا کر عمرے کا احرام باندھا پھر اس عمرے کو فاسد بھی کر دیا تو اس پر تین باتیں لازم ہیں [۱] ایک تو یہ کہ اس عمرے کو فاسد کرنے کے باوجود اس کو کرتا رہے اور پورا کر کے چھوڑے۔ کیونکہ عمرے کا جب التزام کر دیا تو اس کو پورا کرنا پڑھے گا۔ [۲] دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ اس نے اس عمرے کو فاسد کر دیا ہے اس لئے دوبارہ اس کی قضا کرے، کیونکہ اس پر صحیح عمرہ لازم تھا اور اس نے فاسد عمرہ ادا کیا ہے اس لئے دوبارہ صحیح عمرہ ادا کرے، البتہ پہلے کا عمرہ فاسد کرنے کا دم دینا ہوگا۔

وجہ : ان دونوں باتوں کی دلیل یہ حدیث ہے (۱) **اخبرنی یزید بن نعیم ان رجلا من جذام جامع امرأتہ وھما محرمان فسأل الرجل رسول اللہ ﷺ فقال لھما اقضیا نسککما واھدیا ھدیا ثم ارجعا حتی اذا جئتما المکان الذی اصبتما فیہ ما اصبتما فتفرقا ولا یری واحد منکما صاحبہ و علیکما حجۃ اخری فتقبلان حتی اذا کنتما بالمکان الذی اصبتما فیہ ما اصبتما فاحرما واتما نسککما و اھدیا** (سنن للبیھقی، باب مایفسد الحج، ج خامس، ص۲۷۲، نمبر ۹۷۷۸) اس حدیث میں ہے کہ حج یا عمرہ فاسد ہو جائے تو اس کو کرتا رہے اور دوبارہ اس کی قضا بھی کرے، اور فاسد کرنے کی وجہ سے دم بھی دے۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے **عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من ادرک عرفات فوقف بھا والمزدلفۃ فقدتم حجہ ومن فاتہ عرفات فقد فاتہ الحج فلیحل بعمرۃ وعلیہ الحج من قابل** (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی، ص۲۱۲، نمبر ۲۴۹۷) اس حدیث میں بھی ہے کہ عرفات نہ جانے کی وجہ سے جس کا حج فوت ہو جائے وہ حج کے عمل میں گزرتا رہے یعنی عمرہ کا عمل کر کے حلال ہو، اور اگلا سال حج کرے۔

[۳] اور تیسری بات یہ فرماتے ہیں کہ میقات پر بغیر احرام کے گزرنے کا دم نہیں دینا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عمرے کی قضا کرے گا اس وقت احرام باندھ کر میقات سے گزرے گا تو بیت اللہ کی تعظیم ہو جائے گی اور قضا کے وقت عدم احرام کا تدارک ہو

۱ وعلى قياس قول زفرؒ لا يسقط عنه **۲** وهو نظير الاختلاف فى فائت الحج اذا جاوز الوقت بغير احرام

جائے گا، اس لئے دم دینے کی ضرورت نہیں ہے، جس طرح پہلے مسئلے میں گزرا کہ حج فرض کے احرام میں عدم احرام کا تدارک ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۱ اور امام زفرؒ کے قول کے قیاس پر اس سے دم ساقط نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح : اوپر امام زفرؒ کا مسلک گزرا کہ میقات پر بغیر احرام کے گزرا تو اس پر اسکی وجہ سے دم لازم ہوا تو وہ دم فرض حج کا احرام باندھنے کی وجہ سے بھی ساقط نہیں ہوگا، اسی طرح یہاں میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں عمرے کا احرام باندھا تو اس عمرے کے قضا کرتے وقت میقات سے گزرنے سے دم ساقط نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ایک مرتبہ لازم ہونے کے بعد انکے یہاں ساقط نہیں ہوتا۔

ترجمہ : ۲ اور یہ اختلاف نظیر ہے اس اختلاف کے جو حج فوت کرنے والے کے حق میں، جبکہ اس نے بغیر احرام کے تجاوز کیا ہو۔

تشریح : یہاں سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسی طرح کا اختلاف اس صورت میں ہے کہ بغیر احرام کے میقات سے گزرا ہو اور وقوف عرفہ کے چھوٹنے کی وجہ سے حج فاسد ہو گیا ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حج کی قضا کے وقت میں اس فوت کی ادائیگی ہو جائے گی اور دم لازم نہیں ہوگا، اور امام زفرؒ کے یہاں لازم ہونے کے بعد ساقط نہیں ہوگا دم لازم رہے گا۔

یہاں چار مسئلے کو متفرع کر رہے ہیں، اور چاروں کا حکم بیان کر رہے ہیں کہ چونکہ چاروں میں قضا کریں گے اور اس وقت احرام باندھ کر میقات سے گزریں گے، تو اس میں میقات سے بغیر احرام کے گزرنے کی تلافی ہو جائے گی، اس لئے دم ساقط ہو جائے گا

[۱] متن میں گزرا کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں عمرے کا احرام باندھا، اور پھر اس کو فاسد کر دیا، تو اس کی قضا میں میقات سے گزریں گے جس سے تلافی ہو جائے گی۔

[۲] ھدایہ کی عبارت میں میں گزرا کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں حج کا احرام باندھا، اور پھر اس کو فاسد کر دیا، تو اس کی قضا میں میقات سے گزریں گے جس سے تلافی ہو جائے گی۔

[۳] نظیر الاختلاف میں یہ مسئلہ چل رہا ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں حج کا احرام باندھا، اور پھر وقوف عرفہ نہ ملنے کی وجہ سے حج فوت ہو گیا، تو اس کی قضا میں میقات سے گزریں گے جس سے تلافی ہو جائے گی۔

[۴] آگے آ رہا ہے کہ میقات سے بغیر احرام کے گزرا اور بعد میں حج کا احرام باندھا، اور پھر اس کو جماع کر کے فاسد کر دیا، تو اس کی

٣ وفيمن جاوز الوقت بغير احرام واحرم بالحج ثم افسد حجته ٤ هو يَعْتبر المجاوزة هذه بغيرها من المحظورات ۵ ولنا انه يصير قاضيا حق الميقات بالاحرام منه فى القضاء وهو يحكى الفائت ولاينعدم به غيره من المحظورات فوضح الفرق (١٣٩٤) واذا خرج المكى يريد الحج فاحرم ولم يعد الى الحرم ووقف بعرفة فعليه شاة﴾

قضامیں میقات سے گزریں گے جس سے تلافی ہو جائے گی۔

ترجمہ: ٣ اور اس صورت میں کہ بغیر احرام کے میقات سے گزر گیا اور حج کا احرام باندھا پھر حج کو جماع کر کے فاسد کر دیا۔

تشریح : یہ چوتھی صورت ہے۔ بغیر احرام کے میقات سے گزر گیا اور بعد میں حج کا احرام باندھا، پھر جماع کر کے حج کو فاسد کیا تو جب حج کی قضا کرے گا اور اس وقت احرام باندھ کر میقات سے گزرے گا تو اس سے تدارک ہو جائے گا اور ہمارے نزدیک دم ساقط ہو جائے گا، اور امام زفرؒ کے نزدیک دم ساقط نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٤ امام زفرؒ اس تجاوز کرنے کو اس کے علاوہ دوسرے ممنوعات پر قیاس کرتے ہیں۔

تشریح : کسی نے حج کے احرام کی حالت میں کوئی جرم کیا مثلا خوشبو لگائی نیا سلا ہوا کپڑا پہنا جس کی وجہ سے خوشبو کا یا سلا ہوا کپڑے کا جرمانہ اس پر لازم ہوا، اس کے بعد حج فاسد کر دیا، اور بعد میں حج کی قضا کی تو خشبو لگانے اور کپڑا پہننے کے جرمانہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ لازم ہی رہے گا، اسی پر قیاس کرتے ہوئے میقات کا جرمانہ بھی ساقط نہیں ہوگا۔ محظورات: حج میں جو جرم کیا ہو اس کو محظورات کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۵ ہماری دلیل یہ ہے کہ جب قضا میں احرام باندھے گا تو اس میں میقات کا حق ادا کر لے گا، کیونکہ قضا فوت شدہ کی حکایت کرتا ہے، اور قضا کے ذریعہ دوسرے ممنوعات معدوم نہیں ہوتے، اس لئے فرق واضح ہو گیا۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حج کی قضا کرے گا تو اس میں میقات پر احرام باندھ کر گزرے گا، اسی سے فوت شدہ کا تدارک ہو جائے گا کیونکہ قضا میں بھی وہ جرم ادا ہو جاتا ہے جو ادا میں ہوا ہے۔ اور محظورات کا حال یہ ہے کہ ایک مرتبہ لازم ہونے کے بعد ساقط نہیں ہوتا۔ مثلا حج کے احرام کی حالت میں خوشبو لگائی جس کی وجہ سے دم لازم ہوا تو ہر حال میں یہ دم دینا ہی ہوگا بغیر دئے ہوئے ساقط نہیں ہوگا چاہے حج کو فاسد کیا ہو اور بعد میں اس حج کو قضا کیا ہو تب بھی خوشبو کا دم ساقط نہیں ہوگا۔ اس لئے دونوں میں فرق ہے جو واضح ہو گیا۔

ترجمہ : (١٣٩٤) اگر مکہ مکرمہ کا آدمی حج کے ارادے سے حرم سے باہر نکلا، اور حل ہی میں احرام باندھا اور حرم کی طرف واپس نہیں آیا اور وقوف عرفہ کیا تو اس پر بکری لازم ہے۔

۱؎ لان وقته الحرم وقد جاوزه بغير احرام ۲؎ فان عاد الى الحرم ولبّى او لم يلب فهو على الاختلاف الذی ذكرناه فی الأفاقی (۱۳۹۵) والمتمتع اذا فرغ من عمرته ثم خرج من الحرم فاحرم ووقف بعرفة فعليه دم ﴾ ۱؎ لانه لما دخل مكة واتى بافعال العمرة صار بمنزلة المكی واحرام المكی من الحرم لما ذكرنا فيلزمه الدم بتاخيره عنه

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ اس کا میقات حرم ہے، حالانکہ وہ میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ۔ اہل حرم کا میقات حرم ہے اس لئے حرم سے نکل کر حل میں احرام باندھا اور پھر حرم واپس نہیں آیا تو چونکہ میقات سے احرام نہیں باندھا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا حج کے ارادے سے حرم سے باہر نکلا اور وہیں احرام باندھا، اس کے بعد اس کو حرم آنا چاہئے تھا لیکن حرم نہیں آیا، بلکہ سیدھا عرفات چلا گیا، اور وقوف عرفہ کر لیا تو اس پر حرم کے میقات کو چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ترجمه: ۲؎ پس اگر حرم کی طرف واپس آیا اور تلبیہ پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو تو اسی اختلاف پر ہے جس کو ہم نے ذکر کیا

تشریح : مکی اگر حل میں احرام باندھ کر واپس حرم میں آیا تو اگر حرم میں تلبیہ بھی پڑھا تو گویا کہ حرم ہی سے احرام شروع کیا اسلئے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دم ساقط ہو جائے گا، اور تلبیہ نہیں پڑھا تو چونکہ حرم سے احرام شروع نہیں ہوا اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دم ساقط نہیں ہوگا، اور صاحبینؒ کا مسلک گزرا کہ چاہے میقات پر تلبیہ پڑھے یا نہ پڑھے دم ساقط ہو جائے گا۔ یہ مسئلہ نمبر ۱۳۸۸ میں گزر گیا ہے۔

ترجمه: (۱۳۹۵) تمتع کرنے والا اپنے عمرے سے فارغ ہوا پھر وہ حرم سے نکلا اور حج کا احرام باندھا اور وقوف عرفہ کیا تو اس پر دم ہے۔

ترجمه : ۱؎ اس لئے کہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا اور عمرے کا افعال کیا تو وہ مکی کے درجے میں ہو گیا، اور مکی کا احرام حرم سے ہے، جیسا کہ ذکر کیا، اس لئے اس سے تاخیر کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

تشریح : تمتع کرنے والا عمرہ کر کے حلال ہو جاتا ہے، اس کے بعد حرم سے حج کا احرام باندھتا ہے اس لئے کہ عمرے کا افعال کرنے کے بعد وہ مکی کی طرح ہو گیا، اب اس کو حرم سے احرام باندھنا چاہئے تھا لیکن اس نے حرم سے احرام نہیں باندھا بلکہ حل سے احرام باندھا اور وہیں سے عرفات چلا گیا تو گویا کہ میقات سے احرام نہیں باندھا، اور میقات سے احرام باندھنا چھوٹ گیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔

اصول : جو لوگ آفاقی ہے وہ مکہ میں مقیم ہونے کے بعد مکی کی طرح ہو گیا، اس کا میقات مکہ، اور حرم ہے، اس لئے وہاں سے احرام

(۱۳۹۶) فان رجع الى الحرم واهلّ فيه قبل ان يقف بعرفة فلا شئ عليه﴾ ‌ا وهو على الخلاف الذى تقدم فى الأفاقى.

نہیں باندھنے پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ : (۱۳۹۶) پھر اگر تمتع کرنے والا حرم کی طرف واپس آ گیا، اور وقوف عرفہ سے پہلے اس میں احرام باندھا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

ترجمہ: ‌ا اور یہ اسی طرح اختلاف پر ہے جو آفاقی کے مسئلے میں پہلے گزر چکا ہے۔

تشریح : تمتع کرنے والے نے حرم سے احرام نہیں باندھا، لیکن وقوف عرفہ سے پہلے وہ حرم آ گیا اور وہاں سے احرام باندھا اور تلبیہ پڑھا تو دم ساقط ہو جائے گا، کیونکہ وقوف عرفہ سے پہلے حرم آ گیا جو اس کا میقات تھا اس لئے تدارک ہو گیا اس لئے دم ساقط ہو جائے گا۔ البتہ اس بارے میں وہی اختلاف ہے جو آفاقی کے بارے میں ہے، یعنی امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حرم آ کر تلبیہ پڑھے گا تب حرم سے شروع کرنا مانا جائے گا اور دم ساقط ہوگا، اور صاحبینؒ کے یہاں چاہے تلبیہ نہ پڑھے تب بھی دم ساقط ہو جائے گا۔

﴿باب اضافة الاحرام﴾

قال ابو حنيفةؒ (۱۳۹۷) اذا احرم المکی بعمرة وطاف لها شوطا ثم احرم بالحج فانه یرفض الحج وعلیه لرفضه دم وعلیه حجة وعمرة ﴾

﴿ باب اضافة الاحرام ﴾

ترجمه: (۱۳۹۷) امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر مکہ مکرمہ کے رہنے والے نے عمرے کا احرام باندھا اور اس کے لئے ایک شوط طواف کیا، پھر حج کا احرام باندھا تو حج کے احرام کو چھوڑ دے گا اور اس پر حج چھوڑنے کا دم لازم ہوگا، اور اس پر ایک حج اور ایک عمرہ ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حنفیہ کے یہاں مکی پر قران اور تمتع نہیں ہے، اور یہاں عمرے کے احرام کے بعد حج کا احرام باندھ دیا اس لئے قران ہو گیا اور مکی قران نہیں کرسکتا اس لئے عمرے کا یا حج کا احرام چھوڑنا ہوگا۔

وجه :۱) آیت میں ہے۔ **فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی فمن لم یجد فصیام ثلاثة أیام فی الحج و سبعة اذا رجعتم تلک عشرة کاملة ذالک لمن لم یکن أهله حاضری المسجد الحرام** (آیت ۱۹۶، سورة البقرة ۲) اس آیت میں ذلک کا اشارہ تمتع اور اس کے تحت میں قران ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تمتع اور قران اس کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب نہ ہو یعنی مکی نہ ہو۔ اس لئے حنفیہ کے نزدیک مکی اور میقات کے اندر والوں کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے (۲) ایک سفر میں حج اور عمرہ کر کے فائدہ اٹھانے کو تمتع کرنا کہتے ہیں۔ لیکن سفر ہی نہ ہو تو فائدہ اٹھانا کیا ہوگا۔ اس لئے اہل مکہ کے لئے تمتع اور قران نہیں ہے۔ (۳) حضرت عبد اللہ ابن عباس کی یہی تفسیر ہے کہ اہل مکہ کے علاوہ کے لئے تمتع اور قران ہے۔ **عن ابن عباس انه سئل عن متعة الحج ... و ابا حه للناس غیر اهل مکة قال الله تعالی ﴿ ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام ﴾** (بخاری شریف، باب قول اللہ تعالی ذلک لمن لم یکن اهله حاضری المسجد الحرام ص ۲۱۴ نمبر ۱۵۷۲/ مصنف ابن ابی شیبة ۴۸۱ من کان لا یری علی اہل مکة متعة، ج ثالث، ص ۴۱۶، نمبر ۱۵۶۹۳) اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ تمتع اور قران اس کے لئے ہے جو بیت اللہ کے قریب نہ ہو، اس لئے مکہ کے رہنے والوں پر قران اور تمتع نہیں ہے۔ (۴) اس اثر میں ہے **.عن مجاهد قال : لیس علی احد من أهل مکة متعة** ۔ (مصنف ابن ابی شیبة، باب من کان لا یری علی اهل مکة متعة، ج ثالث، ص ۴۱۶، نمبر ۱۵۶۹۰) اس اثر میں ہے کہ اہل مکہ پر تمتع نہیں ہے۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے نے عمرے کا احرام باندھا، اور اس کا ایک شوط طواف کیا یعنی عمرے کے عمل کو شروع کر دیا اس کے بعد حج کا احرام باندھا تو گویا کہ قران کا احرام باندھ لیا، اور قاعدہ یہ ہے کہ مکی قران کا احرام نہیں باندھ سکتا ہے، اس لئے

۱ وقال ابو یوسفؒ ومحمدؒ رفض العمرة احب الینا وقضاها وعلیه دم لرفضها لانه لابدمن رفض احدهما لان الجمع بینهما فی حق المکی غیرمشروع والعمرة اولی بالرفض لانها ادنی حالاواقل اعمالاوایسر قضاء لکونها غیر موقتة (۱۳۹۸) وکذا اذا احرم بالعمرة ثم بالحج ولم یات بشئ من افعال العمرة ۱ لما قلنا

دونوں میں سے ایک احرام کو چھوڑنا ہوگا، ماتن فرماتے ہیں کہ حج کے احرام کو چھوڑ دے، اور چھوڑنے کا دم بھی دے، اور ابھی عمرہ کر لے اور حج چھوڑنے کے بدلے میں بعد میں حج اور عمرہ کرے۔ متن میں حج چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرے کا احرام پہلے باندھا ہے اور حج کا احرام عمرہ شروع کرنے کے بعد باندھا ہے اس لئے قاعدے کے اعتبار سے بعد والے کو یعنی حج کو چھوڑنا چاہئے، اس لئے متن میں حج کو چھوڑنے کے لئے کہا۔ اور صاحبینؒ نے عمرہ چھوڑنے کے لئے اس لئے کہا کہ عمرہ چھوڑنا آسان ہے۔

ترجمہ: ۱ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ عمرہ کا چھوڑنا اور اس کو قضا کرنا ہمارے نزدیک زیادہ محبوب ہے اور اس پر اس کے چھوڑنے کی وجہ سے دم ہے، اس لئے کہ دونوں میں سے ایک کو چھوڑنا ضروری ہے اس لئے کہ مکی کے حق میں دونوں کو جمع کرنا غیر مشروع ہے، اور عمرہ کو چھوڑنا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ وہ حال کے اعتبار ادنی ہے، اور عمل کے اعتبار سے کم ہے، اور قضا بھی آسان ہے، کیونکہ کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں، عمرہ چھوڑنا اگرچہ خلاف قاعدہ ہے لیکن اس میں تین آسانیاں ہیں [۱] عمرہ حج سے کم تر ہے اس لئے اس کو چھوڑنا چاہئے [۲] حج چھوڑے گا تو بہت سے اعمال کرنے پڑیں گے اور عمرہ چھوڑے گا تو عمرہ کے لئے صرف طواف اور سعی کرنا پڑتا ہے، اور اس کو کرنا آسان ہے اس لئے بھی عمرہ چھوڑنا بہتر ہے [۳] حج صرف نو ذی الحجہ کو کر سکتا ہے، کیونکہ وہ زمانے کے ساتھ خاص ہے اور عمرہ کسی وقت بھی کر سکتا ہے اس لئے اس کا ادا کرنا آسان ہے اس لئے حج چھوڑے۔

ترجمہ (۱۳۹۸) ایسے ہی اگر عمرے کا احرام باندھا، پھر حج کا احرام باندھا اور عمرے کے افعال میں سے کچھ نہیں کیا [تب بھی حج ہی کو چھوڑے]

ترجمہ: ۱ اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے کہا۔

تشریح : یہاں تین شکل بیان فرما رہے ہیں [۱] پہلی شکل یہ تھی کہ عمرے کا عمل چار شوط سے کم طواف کر چکا ہو [۲] دوسری شکل یہ ہے کہ عمرے کا ابھی کوئی عمل نہ کیا ہو۔ [۳] اور تیسری شکل آگے آ رہی ہے کہ چار شوط طواف کر چکا ہو پھر حج کا احرام باندھا ہو۔ یہ دوسری شکل ہے کہ عمرے کا احرام باندھا ہو اور اس کے اعمال میں کچھ نہیں کیا اور حج کا احرام باندھا تب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حج کو ہی چھوڑے ۔ اس کی وجہ یہ بتا رہے ہیں کہ عمرے کا معاملہ مؤکد ہو چکا ہے اور حج کا معاملہ ابھی مؤکد نہیں ہوا ہے اس لئے غیر

(۱۳۹۹)فان طاف للعمرة اربعة اشواط ثم احرم بالحج رفض الحج بلاخلاف ل لان للاكثر حكم الكل فتعذر رفضها كما اذا فرغ منها (۱۴۰۰)وكذلك اذا طاف للعمرة اقل من ذلك ل عند ابى حنيفة ٢ وله ان احرام العمرة قدتا كدباداء شئ من اعمالهاواحرام الحج لم يتأكد ورفض غير المتاكدا يسر ٣ ولان فى رفض العمرةوالحالةُ هذه ابطال العمل وفى رفض الحج امتناع عنه

مؤکدکوچھوڑنا آسان ہے۔لماقلنا سے اسی دلیل کی طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ: (۱۳۹۹) اوراگرعمرے کا چارشوط طواف کیا پھرحج کا احرام باندھا تو بالاتفاق حج کو چھوڑے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے اس لئے عمرے کو چھوڑنا متعذر رہے،جیسا کہ عمرے سے فارغ ہوگیا ہو پھر حج کا احرام باندھا ہوتو عمرے کو چھوڑنا متعذر رہے۔

تشریح : یہ تیسری شکل ہے کہ عمرے کا چارشوط طواف کر چکا ہوتو یہ اکثر شوط کر چکا ہے تو گویا کہ عمرہ ختم کر چکا ہے،اس لئے اکثر کا حکم کل کا حکم ہے اس لئے اب تو بالاتفاق حج کو ہی چھوڑے گا اور عمرے کے عمل کو پورا کرے گا۔کیونکہ اب عمرہ کو چھوڑنا متعذر رہے۔

ترجمہ : (۱۴۰۰) اسی طرح اگرعمرے کے لئے اس سے کم طواف کیا ہوتو وہ چارشوط طواف کی طرح نہیں ہے۔

ترجمہ: ل امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک۔

تشریح : عمرے کا طواف چارشوط کیا ہوتو گویا کہ عمرہ ختم ہوگیا کیونکہ اکثر کا حکم کل کا حکم ہے،اوراس سے کم شوط طواف کیا ہوتو وہ اکثر نہیں ہے اس لئے اس کا حکم کل کا حکم نہیں ہے اس لئے اس بارے میں امام صاحب اورصاحبین کا اختلاف ہے،وہ فرماتے ہیں کہ حج کے بجائے عمرہ ہی چھوڑ دے۔یہاں عبارت میں تسامح ہے۔

ترجمہ: ٢ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عمرے کا احرام اسکے اعمال ادا کرنے کی وجہ سے مؤکد ہوگیا،اورحج کا احرام مؤکد نہیں ہوا ہے،اورغیرمؤکد کو چھوڑنا آسان ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب عمرے کے شوط کو کرنا شروع کیا تو اس کا احرام مؤکد ہوگیا،اورحج کا احرام ابھی مؤکد نہیں ہوا ہے،اورغیرمؤکد کو چھوڑنا آسان ہے اس لئے حج کے احرام کو چھوڑ دے۔۔رفض: کا معنی ہے چھوڑنا۔

ترجمہ : ٣ اوراس لئے کہ جب یہ حالت ہے تو عمرہ کے چھوڑنے میں اس کو باطل کرنا ہے،اورحج چھوڑنے میں اس سے رکنا ہے[اس لئے حج ہی کو چھوڑ دے]

تشریح : جب یہ حالت ہو کہ عمرے کے اعمال کو کر کے اس کو مؤکد کر چکا ہوتو اس کو چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو باطل کرنا ہے،اورعمل کر کے اس کو باطل کرنا ٹھیک نہیں ہے اس لئے عمرہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے،اورحج کو چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو باطل

۴ وعليه دم بالرفض ايهما رفضه لانه تحلل قبل اوانه لتعذر المضى فيه فكان فى معنى المحصر ۵ الاان فى رفض العمرة قضاء ها الاغير وفى رفض الحج قضائه وعمرة لانه فى معنى فائت الحج

نہیں کرنا ہے بلکہ اس کو کرنے سے رکنا ہے اس لئے اس کو چھوڑنا بہتر ہے۔

ترجمہ: ۴ جو احرام بھی چھوڑے اس کا دم ہے اس لئے کہ وقت سے پہلے حلال ہوا ہے، اور دونوں میں گزرنا متعذر رہے، اسلئے یہ محصر کے معنی میں ہوا

تشریح: چاہے حج کو چھوڑے یا عمرے کو چھوڑے، اس احرام کو چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہے، اس لئے کہ عمرے کے تمام عمل مکمل کرنے کے بعد اس کو ختم کرنا چاہئے، یا حج کو مکمل کرنے کے بعد ختم کرنا چاہئے، اور اس نے اس سے پہلے ہی ختم کر دیا چونکہ وقت سے پہلے ختم کیا اس لئے اس کا دم لازم ہوگا۔ جس طرح آدمی محصر ہو جائے تو دم کے ساتھ حلال ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی دم دے کر حلال ہوگا۔

وجہ: (۱) اثر میں ہے۔ عن طاؤس فی المحرم لعمرة اعترض له قال يبعث بهدى ثم يحسب كم يسير ثم يحتاط بايام ثم يحل. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۷ فی الرجل اذا اھل بعمرۃ فاحصر، ج ثالث، ص ۱۵۹، نمبر ۱۳۰۷۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ عمرہ نہ کر سکے تو اس کی ہدی بھیجے۔ (۲) اس حدیث کے اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ عمرہ چھوڑنے پر دم ہے کیونکہ وہ محصر ہے۔ دعن جابر قال ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة يوم النحر (مسلم شریف، باب جواز الاشتراک فی الھدی الخ ص ۴۲۴ نمبر ۱۳۱۹/۳۱۹۱) اس حدیث میں حضرت عائشہ کی جانب سے حضورؐ نے گائے ذبح کی، اور حضرت عائشہ قارن تو تھی نہیں کیونکہ حیض آنے کی وجہ سے وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں، پھر بھی آپؐ نے ان کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم تھا، اس لئے عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا

ترجمہ: ۵ یہ اور بات ہے کہ عمرہ چھوڑنے سے اس کی قضا ہے، اور حج کو چھوڑنے میں حج کی بھی قضا ہے اور عمرے کی بھی قضا ہے، اس لئے کہ حج کو فوت کرنے والا کے معنی میں ہے۔

تشریح: اگر عمرہ چھوڑا تو اس کی قضا لازم ہے، اور اگر حج چھوڑا تو اس کا قاعدہ ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو لیکن یہاں پہلا عمرہ ہی کیا ہے حج کے عمرے کا موقع نہیں ہے اس لئے بعد میں حج بھی کرے گا اور اس کا عمرہ بھی کرے گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ گویا کہ اس نے حج فوت کر دیا، اور حج کا احرام باندھ کر اس کو فوت کر دے یا وقوف عرفہ نہ ملنے کی وجہ سے فوت ہو جائے تو اس پر حج کے ساتھ عمرہ بھی لازم ہوتا ہے۔

وجہ: (۱) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بليل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفات

(۱۴۰۱)وان مضى عليهما اجزاه ﴾ ل لانه ادى افعالهما كما التزمهما غير انه منهى عنهما لايمنع تحقق الفعل على ما عرف من اصلنا

بليل فقد فاته الحج فليحل بعمرة وعليه الحج من قابل. (دارقطنی، کتاب الحج، ج ثانی ص۲۱۲، نمبر ۲۴۹۶)اس حدیث میں ہے کہ حج فوت ہو جائے تو اسی کے ساتھ عمرہ کے اعمال کر کے حلال ہو (۲) عن عمر و زید قالا فی الرجل یفوته الحج : یحل بعمرة و علیه الحج من قابل ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا فاتہ الحج ما یکون علیہ، ج ثالث ص۲۱۹، نمبر ۱۳۶۸۲ رسنن بیہقی، باب ما یفعل من فاتہ الحج، ج خامس، ص ۲۸۵، نمبر ۹۸۲۳)اس اثر میں بھی ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے۔(۳)اس حدیث میں بھی ہے کہ حج کو چھوڑا تو عمرہ کر کے حلال ہونے کے لئے فرمایا. حدثنی جابر بن عبد الله انه حج مع رسول الله ﷺ یوم ساق البدن معه و قد اهلوا بالحج مفردا فقال لهم احلوا من احرامکم بطواف البیت وبین الصفا والمروة و قصروا ثم اقیموا حلالا ۔(بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص۲۱۳ نمبر ۱۵۶۸)اس حدیث میں(احلو من احرامکم بطواف البیت)سے حکم ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

اور عمرہ چھوڑے تو اس کی قضا لازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔اخبرتنی عائشة قالت خرجنا مع رسول الله ﷺ موا فین لهلال ذی الحجة ... فلما کانت لیلة الحصبة ارسل معی عبد الرحمان الی التنعیم فارد فها فاهللت بعمرة مکان عمرتها فقضی الله حجها وعمرتها ولم یکن فی شیء من ذلک هدی ولا صدقة ولا صوم۔ (بخاری شریف، باب الاعتمار بعد الحج بغیر ہدی ص۲۴۰ نمبر ۱۷۸۶ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع و القران، ص۵۰۵، نمبر ۲۹۱۴/۱۲۱۱)اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کا جو عمرہ چھوٹ گیا تھا اس کے بدلے میں یہ عمرہ کیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اسکی قضا لازم ہوگی۔

ترجمہ: (۱۴۰۱)اور عمرہ اور حج دونوں کو کرتا رہا تو دونوں ہو جائیں گے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ جیسا دونوں کو لازم کیا ویسا ہی ادا کر دیا، یہ اور بات ہے کہ دونوں کو جمع کرنا ممنوع تھا، لیکن نہی افعال کو متحقق ہونے سے نہیں روکتا ،اس کے مطابق جیسا کہ ہمارے اصول سے جانا گیا ہے۔

تشریح : بہتر تو یہ تھا کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے نے عمرہ کے بعد حج کا احرام باندھا تو دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دیتا، لیکن نہیں چھوڑا اور دونوں ہی کو کر لیا تو دونوں ادا ہو جائیں گے، اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرنا ممنوع تو ہے، لیکن ممنوع کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ادا کرنے سے افعال ادا نہیں ہوں گے، اس لئے حج اور عمرہ ادا تو ہو جائیں گے، البتہ نقص کے ساتھ ادا ہوا ہے اس لئے دم لازم

(۱۴۰۲)وعليه دم﴾ ل لجمعه بينهما لانه تمكن النقصان فی عمله لارتكابه المنهی عنه وهذا فی حق المكی دم جبر وفی حق الأفاقی دم شكر (۱۴۰۳)ومن احرم بالحج ثم احرم يوم النحر بحجة اخری فان حلق فی الاولی لزمته الاخری ولا شئ عليه وان لم يحلق فی الاولی لزمته الاخری وعليه دم قصّر اولم يقصر﴾ ل عند ابی حنيفةؒ وقالا ان لم يقصر فلا شئ عليه

ہوگا۔ یہ ہمارا قاعدہ گزر چکا ہے۔

ترجمه : (۱۴۰۲) اس پر دم ہے۔

ترجمه: ل عمرہ اور حج دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے، اس لئے کہ ممنوع چیز کو ارتکاب کرنے کی وجہ سے نقصان پیوست ہو گیا۔ اور یہ مکی کے حق میں نقصان کا دم ہے، اور آفاقی کے حق میں شکرانہ کا دم ہے۔

تشريح : مکی کو حج اور عمرے کو جمع نہیں کرنا چاہئے، لیکن کر ہی لیا تو اس نے ممنوع کام کیا اس لئے نقصان کا دم دینا ہوگا، ہاں آفاقی ہوتا جسکے لئے تمتع کرنا جائز ہے تو اس کے لئے یہ شکرانہ کا دم ہوگا۔

وجه :(۱)عن طاوس قال ليس علی أهل مكة متعة ثم قرأ ﴿ ذلک لمن لم يكن اهله حاضری المسجد الحرام﴾ (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲).فان فعلوا ثم حجوا فعليهم مثل ما علی الناس (مصنف ابن ابی شیبۃ ۴۸۱ من کان لا یری علی اہل مکۃ متعۃ، ج ثالث، ص ۴۱۶، نمبر ۱۵۶۹۳) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ پر تمتع نہیں ہے لیکن اگر کر ہی لیا تو اس پر دم ہے، اگر آفاقی ہوتا تو یہ دم تمتع کا ہوتا، لیکن یہ مکی ہے اسلئے یہ دم جبر اور نقصان کا ہوگا۔

ترجمه: (۱۴۰۳) کسی نے حج کا احرام باندھا پھر دسویں تاریخ کو دوسرے حج کا احرام باندھا، پس اگر پہلے حج کا حلق کرا چکا تھا تو دوسرا حج لازم ہوگا اور اس پر کچھ نہیں ہے، اور اگر پہلے حج کا حلق نہیں کرایا تھا تو دوسرا لازم ہوگا اور اس پر دم ہے حلق کرایا ہو یا نہ کرایا ہو۔

ترجمه: ل امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے فرمایا اگر حلق نہیں کرایا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

تشريح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ بے وقت حلق کرایا تو دم لازم ہوگا، اور حلق نہیں کرایا تو دم لازم نہیں ہوگا۔ یہاں دو مسئلے ہیں [۱] پہلا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے حج کا احرام باندھے ہوئے تھا اس کا حلق کرانے کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھا، تو چونکہ پہلے حج کا حلق ہو چکا ہے، اور دوسرے حج کا حلق اگلے سال ہوگا، اور یہ آدمی پورے سال تک محرم رہے گا، تو چونکہ درمیان میں حلق کرانے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے دم لازم نہیں ہوگا۔ [۲] دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ پہلے حج کا حلق نہیں کرایا تھا اور دوسرے حج کا احرام باندھ لیا، پس اگر پہلے حج کا حلق کرایا تو دوسرے حج کے احرام میں حلق ہوا، اور احرام میں حلق کرانا ممنوع ہے اسلئے اس پر دم لازم ہوگا۔ اور

پہلے حج کا حلق نہیں کرایا اور اگلے سال جا کر حج کے بعد حلق کرایا تو چونکہ پہلے حج کے حلق کی تاخیر ہوئی اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دم لازم ہوگا، امام ابوحنیفہؒ کا قاعدہ یہ ہے کہ حلق کرانے میں ایام تشریق [تیرہویں ذی الحجہ] سے زیادہ مؤخر کیا تو اس پر دم لازم ہوگا، اور یہاں تو دوسرے سال تک مؤخر ہو گیا اسلئے دم لازم ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ پہلے حج کے حلق سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا تو دونوں صورتوں میں دم لازم ہوگا، تیرہ ذی الحجہ سے پہلے حلق کرائے گا تو دوسرے احرام کے اندر حلق ہونے کی وجہ سے، اور حلق نہیں کرائے گا تو پہلے حج کے حلق کے مؤخر ہونے کی وجہ سے۔

اسی بات کو متن کی عبارت (**و ان لم يحلق في الاولى لزمته الاخرى و عليه دم قصر او لم يقصر عند ابي حنيفه**) میں بیان کیا ہے۔

وجه : (۱) آیت میں ہے۔ **و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا أو به اذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك** ۔ (آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ سر منڈوانے سے دم لازم ہوگا۔ (۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ **عن عبد الله بن معقل قال جلست الى كعب بن عجرة فسألته عن الفدية فقال نزلت في خاصة وهي لكم عامة حملت الى رسول الله ﷺ والقمل يتناثر على وجهي فقال ما كنت ارى لو جع بلغ بك ما ارى او ما كنت ارى الجهد بلغ ما ارى تجد شاة؟ فقلت لا قال فصم ثلثة ايام او اطعام ستة مساكين لكل مسكين نصف صاع** . (بخاری شریف، باب الاطعام فی الفدیۃ نصف صاع ص ۲۴۴ نمبر ۱۸۱۶ / مسلم شریف، باب جواز حلق الرأس للمحرم اذا کان بہ اذی ص ۳۸۲ نمبر ۱۲۰۱ / ۲۸۸۳) اس حدیث میں ہے کہ مجبوری کے بنا پر بھی احرام کی حالت میں حلق کرایا تو دم لازم ہوگا۔

اور ایام تشریق سے حلق مؤخر کرے گا تو اس پر دم لازم ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **عن ابن عباس قال من قدم شيئا من حجه او اخره فليهرق لذلك دما** (مصنف ابن ابی شیبۃ ۳۵۳ فی الرجل یحلق قبل ان یذبح، ج ثالث، ص ۳۴۵، نمبر ۱۴۹۵۴) اس اثر سے معلوم ہوا کہ کوئی نسک وقت سے مؤخر کر دے تو اس پر دم لازم ہوگا۔ اور اس شخص نے حلق کو اپنے وقت سے مؤخر کیا اس لئے اس پر دم لازم ہوگا۔ حلق کے لئے ایام نحر متعین ہے (۲) اثر میں ہے۔ **عن عامر في امرأة نسيت تقصر حتى خرجت ،فقال عبد الرحمن بن الاسود وعامر تقصر وتهرق دما** (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل والمرأۃ نسیا ان تقصرا، ج ثالث، ص ۴۰۱، نمبر ۱۵۵۳۵) اس اثر سے معلوم ہوا کہ یوم نحر سے مؤخر کرنے سے دم ہوگا۔

اور صاحبین کا مسلک یہ ہے کہ دوسرے احرام کے اندر حلق کرایا تو دم لازم ہوگا، اور اگر پہلے احرام کے حلق کو دوسرے سال تک مؤخر کیا اور دوسرے حج کو پورا کرنے کے بعد حلق کرایا تو پہلے حج کے حلق کو مؤخر کرنے کی وجہ سے دم لازم نہیں ہوگا۔ انکے یہاں تاخیر سے دم لازم نہیں ہوتا ہے۔

۲ لان الجمع بين احرامی الحج او احرامی العمرة بدعة اذا حلق فهو ان کان نسکا فی الاحرام الاول فهو جناية علی الثانی لانه فی غير اوانه فلزمه الدم بالاجماع ۳ وان لم يحلق حتی حج فی العام القابل فقد اخّر الحلق عن وقته فی الاحرام الاول وذلک يوجب الدم عند ابی حنيفةؒ ۴ وعندهما لايلزمه شئ علی ما ذکرنا ۵ فلهذا سوّی بين التقصير وعدمه عنده وشرط التقصير

وجه: (۱) انکی دلیل یہ حدیث ہے۔عن ابن عباسؓ قال کان النبی ﷺ يسأل يوم النحر بمنی فيقول : لا حرج ، فسأله رجل فقال حلقت قبل أن أذبح؟ قال اذبح و لا حرج قال رميت بعد ما امسيت ؟ فقال : لا حرج . (بخاری شریف، باب اذا رمی بعد ما أمسی أو حلق قبل أن یذبح ناسیا أو جاھلا ص ۲۸۰، نمبر ۱۷۳۵) اس حدیث میں ہے کہ شام ہو نے کے بعد رمی کی تو فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حلق کو وقت سے مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اس لئے کہ حج کے دو احراموں کو جمع کرنا، یا عمرے کے دو احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے، پس اگر حلق کرایا تو اگر چہ یہ پہلے حج کے احرام کا نسک ہے لیکن دوسرے حج کے احرام میں جنایت ہے اس لئے کہ وہ وقت سے پہلے ہے اس لئے اس کو بالاتفاق دم لازم ہوگا۔

تشریح: پہلے حج کا حلق نہیں کرایا تھا اور دوسرے حج کا احرام باندھ لیا، اور پہلے حج کا حلق کرایا، تو اگر چہ یہ پہلے حج کے لئے ایک ضروری عبادت ہے، لیکن یہاں مشکل یہ ہے کہ دوسرے حج کے احرام کے اندر واقع ہو گیا ہے اس لئے سب کے نزدیک اس پر دم لازم ہوگا، کیونکہ پہلے آیت اور حدیث گزر چکی ہے کہ احرام کے اندر حلق کرانے سے دم لازم ہوتا ہے۔

ترجمہ: ۳ اور اگر پہلے حج کا حلق نہیں کرایا یہاں تک کہ اگلا سال حج کر لیا تو پہلے احرام میں اپنے وقت سے حلق کو مؤخر کیا اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے یہاں دم لازم کرتا ہے۔

تشریح: پہلے حج کا حلق نہیں کرایا یہاں تک کہ دوسرا سال آ گیا اور دوسرے حج کا عمل پورا کرنے کے بعد حلق کرایا، تو اس صورت میں احرام کے اندر حلق نہیں ہوا لیکن پہلے حج کے احرام کی تاخیر ہوئی، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تیرہویں ذی الحجہ سے مؤخر کرنے پر دم لازم ہوتا ہے اس لئے انکے یہاں مؤخر کرنے پر دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو کچھ لازم نہیں ہوگا جیسا کہ ذکر کیا۔تشریح:۔صاحبینؒ کے نزدیک تیرہویں ذی الحجہ سے حلق کو مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوتا ہے اسلئے پہلے احرام کے حلق کو اگلے سال تک مؤخر کرنے سے دم لازم نہیں ہوگا، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

ترجمہ: ۵ اسی لئے متن میں امام ابو حنیفہؒ کے یہاں حلق کرانے اور نہ کرانے کو برابر کیا، اور صاحبینؒ کے یہاں حلق کرانے کے

عندهما (۱۴۰۴)ومن فرغ من عمرته الا التقصير فاحرم باخرى فعليه دم ﴾ لے لاحرامه قبل الوقت لانه جمع بين احرامی العمرة وهذا مكروه فيلزمه الدم وهو دم جبر و كفارة (۱۴۰۵) ومن اهلّ بالحج ثم احرم بعمرة لزماه ﴾ لے لان الجمع بينهما مشروع فی حق الآفاقی والمسألة فيه فيصير بذلک قارنا لكنه اخطأ السنة فيصير مسيئا

شرط کو رکھا۔

تشریح : متن میں یہ عبارت تھی (و ان لم يحلق فی الاولی لزمته الاخرى و عليه دم قصر او لم يقصر عند ابی حنيفةؒ) اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے حج کے حلق کرانے سے پہلے دوسرے حج کا احرام باندھ لیا تو حلق کرائے یا نہ کرائے دونوں صورتوں میں دم لازم ہوگا، اگر پہلے حج کا حلق کرایا تو دوسرے حج کے احرام میں حلق واقع ہوا اس لئے دم لازم ہوگا، اور پہلے حج کا حلق نہیں کرایا تو یہ اگلے سال تک مؤخر ہوگا اس لئے تاخیر کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دم لازم ہوگا۔۔اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ ہوگا کہ پہلے حج کا حلق کرائے گا تب دم لازم ہوگا کیونکہ دوسرے حج کے احرام کے اندر حلق واقع ہو گیا، اور حلق نہیں کرایا تو مؤخر ہونے کی وجہ سے انکے یہاں دم نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۴۰۴) کوئی قصر کے سوا اپنے عمرے سے فارغ ہوا ہو اور دوسرے عمرے کا احرام باندھا تو اس پر دم ہے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ وقت سے پہلے احرام باندھا، اس لئے کہ عمرے کے دو احراموں کو جمع کیا اور یہ مکروہ ہے اس لئے دم لازم ہوگا، اور یہ جبر اور کفارے کا دم ہے۔

تشریح : کسی نے عمرے کا احرام باندھا تھا، اس کے تمام اعمال کو پورا کیا صرف ابھی حلق نہیں کرایا تھا کہ دوسرے عمرے کا احرام باندھ لیا، تو اس پر دم لازم ہو جائے گا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے احرام کو کھولنے سے پہلے اس نے دوسرے عمرے کے احرام کو داخل کر لیا اور دو احراموں کو جمع کر لیا جو مکروہ ہے اس لئے دم لازم ہوگا، اور یہ دم نقصان کو پورا کرنے کا دم ہے اور نقصان کے کفارے کا دم ہے۔

ترجمہ: (۱۴۰۵) کسی نے حج کا احرام باندھا پھر عمرے کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہو جائیں گے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ آفاقی کے حق میں دونوں کو جمع کرنا مشروع ہے، کیونکہ مسئلہ اسی بارے میں چل رہا ہے، اور اس سے قارن ہو جائے گا، لیکن سنت کے خلاف کیا اس لئے خطا کار ہوگا۔

تشریح : بہتر تو یہ تھا کہ پہلے عمرے کا احرام باندھتا پھر حج کا احرام باندھتا لیکن اس نے پہلے حج کا احرام باندھا اس کے بعد عمرے کا احرام باندھا تو اس سے بھی آفاقی قارن بن جائے گا، اس لئے کہ آفاقی کے لئے قران جائز ہے اور دم قران لازم ہوگا، البتہ

(۱۴۰۶) فلو وقف بعرفات ولم يأت بافعال العمرة فهو رافض لعمرته ﴾ ١ لانه تعذر عليه اداؤها اذ هی مبنية على الحج غير مشروعة ٢ فان توجه اليها لم يكن رافضا حتى يقف وقد ذكرناه من قبل

سنت کے خلاف کیا اس لئے اچھا نہیں کیا۔

وجه :(۱) عن عطاء و طاوس أو احدهما فی رجل أهل بالحج قالا : ان شاء جعل معها عمرة فكان قارنا و أهدى هديا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یهل بالحج و یرید ان یضم الیها عمرۃ، ج ثالث،ص ۳۴۸،نمبر ۱۴۹۸۳)اس اثر میں ہے کہ حج کے بعد عمرے کا احرام باندھے گا تو قارن ہو جائے گا اور دم قران لازم ہوگا۔(۲) عمرے کے بعد حج کا احرام باندھنا چاہئے اس کے لئے اس آیت میں اشارہ ہے۔ فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى (آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ۲) اس آیت میں عمرے کا تذکرہ پہلے ہے اور حج کا بعد میں جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ عمرہ پہلے کرے بعد میں حج کرے۔

ترجمه: (۱۴۰۶) اگر عرفات میں ٹھہرا اور عمرے کے افعال کو نہیں کیا تو وہ عمرہ کو چھوڑنے والا ہوا۔

ترجمه: ١ اس لئے کہ حج کے بعد عمرہ کو ادا کرنا متعذر رہے، اس لئے کہ وہ حج کے بعد ہو جائے گا جو غیر مشروع ہے۔۔مبنیۃ کا معنی ہے حج کے بعد ہو جائے گا۔

تشریح : آفاقی قارن اس وقت ہوتا ہے جبکہ حج سے یعنی وقوف عرفہ سے پہلے عمرہ کرے لیکن اگر حج کے اعمال کے بعد عمرہ کیا تو قارن نہیں ہوگا، وہ الگ عمرہ ہو جائے گا، اب یہاں حج کے بعد عمرے کا احرام باندھا پھر عمرے کا عمل چھوڑ کر وقوف عرفہ کر لیا تو گویا کہ عمرہ چھوڑ دیا اس لئے اس کو دم لازم ہوگا، اتنی بات ضرور ہے کہ مکہ مکرمہ سے عرفات کے لئے روانہ ہوا تو اس وقت چھوڑنے کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ ممکن ہے کہ وقوف عرفہ سے پہلے بیت اللہ آ کر عمرہ کا طواف اور سعی کر لے، ہاں جب وقوف عرفہ کر لے تب حکم لگے گا کہ اس نے عمرہ چھوڑ دیا۔

ترجمه: ٢ پس اگر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو ابھی عمرہ چھوڑنے والا نہیں کہلائے گا جب تک کہ وقوف عرفہ نہ کر لے، اور ہم نے اس بات کو پہلے ذکر کیا ہے۔

تشریح : عمرہ کے اعمال کو چھوڑ کر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو ابھی چھوڑنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، کیونکہ ممکن ہے کہ بیت اللہ لوٹ کر عمرے کا طواف اور سعی کر لے، اس لئے ابھی چھوڑنے کا حکم نہیں لگایا جائے گا، ہاں وقوف عرفہ کر لے تب عمرے کو چھوڑنے کا حکم لگایا جائے گا۔

وجه : (۱)عن عائشةؓ زوج النبی قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجة الوداع فأهللنا بعمرة ....فلما

(۱۴۰۷) فان طاف للحج ثم احرم بعمرة فمضى عليهما لزماه وعليه دم لجمعه بينهما ﴾ ١ لان الجمع بينهما مشروع على ما مر فصح الاحرام بهما ٢ و المراد بهذا الطواف طواف التحية وانه سنة وليس بركن حتى لايلزمه بتركه شئ واذا لم يأت بما هو ركن يمكنه ان يأتي بافعال العمرة ثم بافعال الحج فلهذا لو مضى عليهما ٣ جازو عليه دم لجمعه بينهما وهو دم كفارة وجبر هو الصحيح لانه

قضينا الحج أرسلني النبي ﷺ مع عبد الرحمن بن ابی بکر الى التنعيم فاعتمرت فقال هذه مكان عمرتك . (بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء؟ ص۲۵۲، نمبر ۱۵۵۶) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بعد میں عمرہ کیا تو اس سے قارن نہیں ہوئیں جس سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کرلیا تو پہلا عمرہ چھوڑنے والا ہو گیا۔

ترجمہ : (۱۴۰۷) اگر حج کا طواف قدوم کیا پھر عمرے کا احرام باندھ لیا اور دونوں کو کرتا رہا تو دونوں لازم ہو جائیں گے، اور دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے دم ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ دونوں کو جمع کرنا مشروع ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا، اس لئے دونوں کا احرام صحیح ہے۔

تشریح:۔ بہتر تو یہ تھا کہ پہلے عمرے کا احرام باندھے پھر حج کا احرام باندھے، لیکن اس نے ایسا کیا کہ پہلے حج کا احرام باندھا اور حج کا عمل طواف قدوم شروع بھی کر دیا جو اس کا اصلی عمل تو نہیں ہے، کیونکہ اصلی عمل تو وقوف عرفہ سے شروع ہوگا لیکن ایک درجے میں یہ حج کا عمل ہے، اور اس کے بعد عمرے کا احرام کا باندھا تب بھی عمرہ صحیح ہے، اور دونوں جمع کرنے کی وجہ سے دم ہوگا، اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ نقصان کا دم ہے۔

ترجمہ: ٢ اس طواف سے مراد طواف قدوم ہے، اور وہ سنت ہے، فرض نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے چھوڑنے سے کچھ لازم نہیں ہوگا، اور جب کوئی رکن شروع نہیں کیا تو عمرے کا افعال لانا اور اس کے بعد حج کا افعال لانا ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ دونوں پر گزرتا رہے تو جائز ہے، اور دونوں کو جمع کرنے کا اس پر دم ہے۔

تشریح : حج کا جو طواف شروع کیا اس سے طواف قدوم مراد ہے، اور یہ سنت ہے حج کا فرض نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر طواف قدوم کو چھوڑ دے تو دم لازم نہیں ہے، چونکہ حج کا فرض ابھی شروع نہیں کیا ہے اس لئے عمرے کے احرام کو باندھنا چاہے تو باندھ سکتا ہے اور دونوں کے اعمال کو کرے تو کر سکتا ہے، لیکن حج کے عمل کو شروع کرنے کے بعد عمرے کے احرام کو باندھا جو ترتیب کے اعتبار سے الٹا ہے اس لئے جبر اور نقصان کا دم لازم ہوگا۔

ترجمہ : ٣ اور اس پر دونوں کے جمع کرنے کا دم ہے، اور یہ کفارہ اور جبر کا دم ہے، صحیح بات یہی ہے اس لئے کہ من وجہ عمرے کے افعال کو حج کے افعال پر بنا کرنے والا ہے۔۔ بان: بناء کرنے والا۔

بـانٍ بافعال العمرة على افعال الحج من وجه (۱۴۰۸)ويستحب ان يرفض عمرته﴾ ﴿لان احرام الحج قد تأ كد بشئ من اعماله بخلاف ما اذا لم يطف للحج (۱۴۰۹)واذا رفض عمرته﴾ ﴿ يقضيها لصحة الشروع فيها وعليه دم لرفضها(۱۴۱۰)ومن اهل بعمرة فى يوم النحر اوفى ايام التشريق لزمته لما قلنا ويرفضها﴾ ﴿اى يلزمه الرفض لانه قدادى ركن الحج فيصير بانيا افعال العمرة على افعال الحج

تشریح :حج اور عمرہ دونوں کو جمع کر رہا ہے لیکن ترتیب الٹی ہے، کہ حج کے کچھ عمل کے بعد عمرہ ادا کر رہا ہے اس لئے اس جمع کرنے کی وجہ سے دم جبر لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۰۸) مستحب ہے کہ عمرہ کو چھوڑ دے۔

ترجمہ: ۱ے اس لئے کہ حج کا احرام حج کے کچھ عمل کرنے کی وجہ سے مؤکد ہو چکا ہے، بخلاف جبکہ حج کا طواف نہ کیا ہو۔

تشریح : مستحب یہ ہے کہ عمرے کو چھوڑ دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حج کا طواف قدوم کیا تو حج کا احرام مؤکد ہو گیا، اس لئے حج کا احرام مؤکد ہونے کی وجہ سے مستحب یہ ہے کہ عمرہ کو چھوڑ دے۔ ہاں حج کا طواف قدوم نہ کیا ہو، یا اس کا کوئی عمل نہ کیا ہو اور حج کا احرام مؤکد نہ ہوا ہو تو اس صورت میں عمرہ کو چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ : (۱۴۰۹) اگر اس نے عمرہ چھوڑ دیا۔

ترجمہ: ۱ے تو اس کو شروع کرنے کے صحیح ہونے کی وجہ سے اس کی قضا لازم ہے۔ اور اس کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر دم ہے۔

تشریح :حج کا احرام پہلے باندھا تھا اور عمرے کا بعد میں اس لئے اس نے عمرہ چھوڑ دیا تو چونکہ احرام باندھ کر اپنے اوپر عمرہ لازم کر لیا ہے، اس لئے بعد میں اس کی قضا کرے گا، اور عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے عمرہ لازم ہوگا اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ عـن عـائشةؓ زوج الـنبى قالت خرجنا مع الـنبـى ﷺ فـى حـجة الـوداع فأهللنا بعمرة ....فلما قضينا الحج أرسلنى النبى ﷺ مع عبد الرحمن بن ابـى بكر الى التنعيم فاعتمرت فقال هذه مكان عمرتک . (بخاری شریف، باب کیف تہل الحائض والنفساء؟ ص ۲۵۲، نمبر ۱۵۵۶ رمسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵، نمبر ۲۹۱۰/۱۲۱۱)) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بعد میں عمرہ کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ چھوڑنے پر بعد میں عمرہ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۱۰) کسی نے یوم النحر میں یا ایام تشریق میں عمرے کا احرام باندھا تو اس کو عمرہ لازم ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے کہا۔

ترجمہ: ۱ے لیکن عمرہ چھوڑنا لازم ہوگا، اس لئے کہ حج کے ایک رکن کو ادا کر لیا ہے اس لئے ہر اعتبار سے وہ عمرے کے افعال کو

۲ من كل وجه وقد كرهت العمرة فی هذه الايام ايضا علی ما نذكر فلهذا يلزمه رفضها (۱۴۱۱)فان رفضها فعليه دم لرفضها وعمرة مكانها ۱ لمابينا

حج کے افعال پر بنا کرنے والا ہوا۔

تشریح : ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عمرے کا احرام باندھا یا گیارہویں یا بارہویں ذی الحجہ کو عمرے کا احرام باندھا تو یقینی بات ہے کہ اس نے حج کے لئے نویں تاریخ کو وقوف عرفہ کر لیا ہوگا، جو فرض ہے اور ایک رکن ہے اس لئے ہر اعتبار سے اس نے حج کے بعد عمرے کا احرام باندھا اس لئے عمرے کو چھوڑنا لازم ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان دنوں میں عمرے کا احرام باندھنا مکروہ ہے کیونکہ حج کو چھوڑ کر عمرے کے کاموں میں مشغول ہونا ہوگا اس لئے بھی عمرے کو چھوڑنا لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) اس اثر میں ہے کہ نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں ذی الحجہ کو عمرے کا احرام باندھنا مکروہ ہے۔ اثر یہ ہے۔ عن عائشةؓ قالت حلت العمرة فی السنة كلها الا فی أربعة أيام : يوم عرفة ، و يوم النحر ، و يومان بعد ذالک۔ (سنن بیہقی، باب العمرۃ فی اشھر الحج، ج رابع، ص ۵۶۵، نمبر ۸۷۴۱) اس اثر میں ہے کہ نویں، دسویں، گیارہویں، اور بارہویں ذی الحجہ کو عمرہ کرنا ٹھیک نہیں ہے باقی دنوں میں جائز ہے۔

ترجمہ: ۲ ان دنوں میں عمرہ مکروہ ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے اس لئے بھی اس کو چھوڑنا لازم ہے۔۔ اس کے لئے اثر اوپر گزر گیا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۱۱) اگر عمرے کو چھوڑ دیا تو اس پر چھوڑنے کا دم ہے، اور اس کے بدلے میں عمرہ بھی ہے۔

ترجمہ: ۱ جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

تشریح : دسویں یا گیارہویں ذی الحجہ کو عمرے کا احرام باندھا تھا اس لئے عمرہ کو چھوڑ دے، اور چھوڑنے کی وجہ سے دم دے، اور عمرہ چھوڑنے کے بدلے میں عمرہ بھی کرے، کیونکہ عمرہ لازم کر لیا ہے تو اس کے بدلے میں عمرہ ادا کرنا ضروری ہے۔

وجہ :(۱) عمرہ کے بدلے میں عمرہ ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشةؓ زوج النبی قالت خرجنا مع النبی ﷺ فی حجة الوداع فأهللنا بعمرة .... فلما قضينا الحج أرسلنی النبی ﷺ مع عبد الرحمن بن ابی بكر الی التنعيم فاعتمرت فقال هذه مكان عمرتک . (بخاری شریف، باب کیف تھل الحائض والنفساء؟ ص ۲۵۲، نمبر ۱۵۵۶/ مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵، نمبر ۲۹۱۰/۱۲۱۱)) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے بعد میں عمرہ کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ عمرہ چھوڑنے پر بعد میں عمرہ لازم ہوگا۔ (۲) اور عمرہ چھوڑنے کے بدلے میں دم لازم ہوگا اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدی و لا تحلقوا

۲ فان مضی علیها اجزاه لان الکراهة لمعنی فی غیرها وهو کونه مشغولا فی هذه الایام باداء بقیة اعمال الحج فیجب تخلیص الوقت له تعظیما ۳ وعلیه دم لجمعه بینهما اما فی الاحرام او فی الاعمال الباقیة ۴ قالوا و هذا دم کفارة ایضًا

رء وسکم حتی یبلغ الهدی محله ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)اس آیت میں ہے کہ عمرے کا احصار ہوجائے اور نہ کرسکے تو اس کی وجہ سے ہدی یعنی دم لازم ہوگا،اور یہاں بھی عمرہ نہ کرسکا ہے اسلئے تو دم لازم ہوگا۔ (۲) عن طاؤس فی المحرم لعمرة اعترض له قال یبعث بهدی ثم یحسب کم یسیر ثم یحتاط بایام ثم یحل. (مصنف ابن ابی شیبۃ،۵۷ فی الرجل اذا اهل بعمرۃ فاحصر،ج ثالث،ص ۱۵۹،نمبر ۱۳۰۷۸)اس اثر سے معلوم ہوا کہ عمرہ نہ کرسکے تو اس کی ہدی بھیجے۔ (۲)اس حدیث کے اشارہ سے پتہ چلتا ہے کہ عمرہ چھوڑنے پر دم ہے کیونکہ وہ محصر ہے۔ دعن جابر قال ذبح رسول الله ﷺ عن عائشة بقرة یوم النحر (مسلم شریف،باب جواز الاشتراک فی الھدی الخ ص ۴۲۴ نمبر ۱۳۱۹/۳۱۹۱)اس حدیث میں حضرت عائشہ کی جانب سے حضورؐ نے گائے ذبح کی،اور حضرت عائشہ قارن تو تھی نہیں کیونکہ حیض آنے کی وجہ سے وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں،پھر بھی آپؐ نے ان کی جانب سے ایک گائے ذبح کی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم تھا،اس لئے عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۲ اور اگر عمرہ کر ہی لیا تو عمرہ ادا ہوجائے گا،اس لئے کہ کراہیت دوسرے معنی کی وجہ سے ہے،اور وہ یہ ہے کہ ان دنوں میں حج کے باقی اعمال میں مشغول رہے اس لئے حج کے لئے وقت کو فارغ رکھنا ضروری ہے اس کی تعظیم کے لئے۔

تشریح : حج کے ساتھ عمرہ کر ہی لیا تو ادا ہوجائے گا،اس کی وجہ یہ ہے کہ خود عمرہ تو اچھا عمل ہے، یہ تو غیر کی وجہ سے خرابی آئی ہے، اور وہ یہ ہے کہ حج کی تعظیم کی وجہ سے ان دنوں کو حج کے بقیہ اعمال کے لئے فارغ رکھنا چاہئے اور نہیں رکھا اس لئے خرابی آئی اس لئے عمرہ ادا ہوجائے گا

ترجمہ : ۳ اس پر حج اور عمرے کو جمع کرنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا،یا احرام میں جمع کرنے کی وجہ سے یا حج کے بقیہ اعمال میں جمع کرنے کی وجہ سے۔

تشریح : اگر حج کا حلق کرا کے احرام ابھی نہیں کھولا ہے اور عمرے کا احرام باندھ لیا تو دونوں کو احرام میں جمع کر لیا،اور اگر حج کا احرام کھول لیا تھا لیکن ابھی تک طواف زیارت نہیں کیا اور عمرے کا احرام باندھا تو حج کے باقی اعمال میں عمرے کو شریک کیا اور جمع کیا اس لئے دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۴ مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ دم بھی کفارے کا ہے۔

۵ وقيل اذا حلق للحج ثم احرم لا يرفضها على ظاهر ماذكر فى الاصل ۶ وقيل يرفضها احترازا عن النهى قال الفقيه ابو جعفرؒ ومشائخنا على هذا (۱۴۱۲)فان فاته الحج ثم احرم بعمرة اوبحجة فانه يرفضها ﴾ ۱ لان فائت الحج يتحلل بافعال العمرة من غيران ينقلب احرامه احرام العمرة على ما ياتيک فى باب الفوات ان شاء الله فيصير جامعًا بين العمرتين من حيث الافعال فعليه ان يرفضها

تشریح : بعض مشائخ کی رائے ہے کہ حج کے بعد عمرے کا احرام باندھا ہے اس لئے یہ قران کا دم نہیں ہے بلکہ ترتیب الٹی کرنے کا کفارہ ہے

ترجمہ : ۵ بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر حج کا حلق کرایا پھر عمرے کا احرام باندھا تو عمرے کو نہ چھوڑے، جیسا کہ مبسوط کی ظاہر روایت میں ہے۔

تشریح : مبسوط کی ظاہر روایت میں ہے کہ حج کے حلق کرانے کے بعد عمرے کا احرام باندھا ہے تو عمرے کو نہ چھوڑے، اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ حلق کرانے کے بعد حج تقریباً ختم ہو چکا ہے اس لئے عمرے کا احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے عمرے کے باندھے ہوئے احرام کو نہ توڑے۔ کتاب الاصل میں عبارت یہ ہے . و ان اھل بھا بعد ما حل من الاول مضی علیھا . (کتاب الاصل، لامام محمدؒ، باب الجمع بینا حرامین، ج ثانی، ص ۴۴۴) اس عبارت میں ہے کہ حل اول یعنی حج کے حلق کرانے کے بعد عمرے کا احرام باندھا تو عمرہ کرتا رہے۔

ترجمہ : ۶ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عمرہ کو چھوڑ دے نہی سے بچنے کے لئے، اور حضرت فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ اسی پر ہیں۔

تشریح :بعض مشائخ کی رائے ہے کہ یوم النحر میں اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا ممنوع ہے اس لئے عمرہ چھوڑ دے

وجہ :(۱) اس کے لئے یہ اثر گزرا. عن عائشةؓ قالت حلت العمرة فى السنة كلها الا فى أربعة أيام : يوم عرفة ، و يوم النحر ، و يومان بعد ذالک ۔(سنن بیہقی، باب العمرۃ فی اشھر الحج، ج رابع، ص ۵۶۵، نمبر ۸۷۴۱) اس اثر میں ہے کہ نویں، دسویں، گیارہویں، اور بارہویں ذی الحجہ کو عمرہ کرنا ٹھیک نہیں ہے باقی دنوں میں جائز ہے۔

ترجمہ : (۱۴۱۲) اگر حج فوت ہوگیا پھر عمرے کا احرام باندھا یا حج کا احرام باندھا تو اسکو چھوڑ دے گا۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ حج فوت کرنے والا عمرے کا افعال کر کے حلال ہوگا، بغیر اس کے کہ اس کا احرام عمرے میں بدلے، جیسا کہ فوات کے باب میں انشاء اللہ آئے گا، اس طرح یہ افعال کے اعتبار سے دو عمرے جمع کرنے والا ہو جائے گا اس لئے اس کے اوپر عمرہ کو چھوڑنا لازم ہوگا، جیسے کہ دو عمرے کا احرام باندھتا۔

کما لو احرم بعمرتين (١٤١٣)وان احرم بحجة يصير جامعًا بين الحجتين احراما فعليه ان يرفضها﴾ ١؎ کما لواحرم بحجتين وعليه قضاء ها لصحة الشروع فيها ودم لرفضها بالتحلل قبل او انه.

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ حج فوت ہو جائے تو خود بخود ہی اس پر عمرے کے اعمال واجب ہو جاتے ہیں، اس کے لئے الگ سے عمرے کا احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس اعتبار سے وقوف عرفہ نہ ملنے کی وجہ سے کسی کا حج فوت ہو گیا تو اس پر عمرہ واجب ہو گیا اب اس نے دو بارہ عمرے کا احرام باندھا تو افعال کے اعتبار سے دو عمرے جمع ہو گئے اس لئے بعد والے عمرے کو چھوڑے گا، اور اس کا دم بھی دے گا۔ جیسے کہ دو عمرے کا احرام باندھتا تو ایک عمرے کو چھوڑتا اور چھوڑنے کا دم بھی دیتا۔

وجہ :(١)اس حدیث میں ہے کہ وقوف عرفہ نہ ملنے کی وجہ سے حج فوت ہو جائے تو اس پر عمرے کے اعمال طواف اور سعی واجب ہیں۔ **عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بليل فقد أدرک الحج و من فاته عرفات بليل فقد فاته الحج ، فليحل بعمرة و عليه الحج من قابل .** (سنن بیہقی، باب کتاب الحج، ج ثانی، ص ٢١٢، نمبر ٢٤٩٦ ر دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ٢١٢، نمبر ٢٤٩٦)) اس حدیث میں ہے کہ جس کا حج فوت ہو گیا ہو وہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر عمرہ لازم ہے۔(٢) **کان ابن عمرؓ يقول أليس حسبكم سنة رسول الله ﷺ ؟ ان حبس أحدكم عن الحج طاف بالبيت و بالصفا و المروة ثم حل من كل شيء حتى يحج عاما قابلا فيهدى او يصوم ان لم يجد هديا** ۔(بخاری شریف، باب الاحصار فی الحج، ص ٢٩١، نمبر ١٨١٠)اس حدیث میں طاف بالبیت و بالصفا والمروۃ سے مراد ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کا طواف اور سعی کر کے حلال ہو جائے، جس سے معلوم ہوا کہ حج فوت ہونے پر خود بخود عمرہ واجب ہے، اور یہ بھی پتہ چلا کی حج فوت ہونے پر ہدی یعنی دم دے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگلے سال حج کی قضا بھی کرے۔

ترجمہ : (١٤١٣) اگر حج کا احرام باندھا تو احرام کے اعتبار سے دو حجوں کو جمع کرنے والا ہو گیا اس لئے اس پر چھوڑنا ضروری ہے۔

ترجمہ: ١؎ جیسا کہ دو حجوں کا احرام باندھا ہو، اور اس پر اس کی قضا واجب ہے اس لئے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے، اور وقت سے پہلے حلال ہو کر حج چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

تشریح :حج فوت ہو گیا اس کے بعد دوسرے حج کا احرام باندھا تو احرام کے اعتبار سے دو حج کے احراموں کو جمع کرنے والا ہوا اس لئے ایک حج کو چھوڑنا پڑے گا اور اس کی قضا لازم ہوگی، اور حج چھوڑنے کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔ اس لئے کہ وقت سے پہلے حج چھوڑ دیا۔

وجه : اس کی دلیل اوپر حدیث گزر گئی۔ (۲) یہ اثر بھی اس کی دلیل ہے .عن جابر قال لہ رجل انی جردت الحج أفأضم الیہ عمرۃ ؟ قال نعم و اذبح کبشا ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل یھل بالحج ویرید ان یضم الیھا عمرۃ، ج ثالث، ص ۳۴۷، نمبر ۱۴۹۸۱) اس اثر میں ہے کہ حج کے بعد عمرہ کا احرام باندھے تو ایک مینڈھا ذبح کرے، اسی طرح حج کا احرام باندھے تو اس کو چھوڑے اور دم دے۔۔اوان: وقت۔

﴿باب الاحصار﴾

(۱۴۱۴)واذا اُحصر المحرم بعدوّ او اصابه مرض فمنعه من المضى جازله التحلل ﴾

﴿باب الاحصار﴾

ضروری نوٹ : احصار کا مطلب ہے کہ حج کا یا عمرے کا احرام باندھا لیکن دشمن کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے اب حج نہیں کر سکتا ہے یا عمرہ نہیں کر سکتا ہے تو اس کو چھوڑ دے اور چھوڑنے کا دم دے، اور اس کی قضا بھی کرے۔(۱) اس آیت میں اس کا ثبوت ہے۔و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ سر منڈوانے سے دم لازم ہوگا۔(۲) اس حدیث میں ہے ۔كان ابن عمرؓ يقول أليس حسبكم سنة رسول الله ﷺ ؟ ان حبس أحدكم عن الحج طاف بالبيت و بالصفا و المروة ثم حل من كل شىء حتى يحج عاما قابلا فيهدى او يصوم ان لم يجد هديا ۔(بخاری شریف، باب الاحصار فی الحج، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۱۰)(۳) اس حدیث میں بھی ہے حج کا احصار ہو سکتا ہے۔ سمعت الحجاج بن عمرو الانصارى قال قال رسول الله ﷺ من كسر أو عرج فقد حل و عليه الحج من قابل . دوسری روایت میں ہے. عن الحجاج بن عمرو عن النبى ﷺ قال من كسر أو عرج أو مرض فذكر معناه . (ابو داود شریف، باب الاحصار، ص ۲۷۲، نمبر ۱۸۶۲/۱۸۶۳/ ترمذی شریف، باب ما جاء فی الذی یھل بالحج فیکسر أو یعرج، ص ۲۳۰، نمبر ۹۴۰)(۴) عمرے کے احصار کے لئے یہ حدیث ہے. أن عبد الله بن عمرؓ خرج الى مكة معتمرا فى الفتنة قال ان صددت عن البيت صنعت كما صنعنا مع رسول الله ﷺ فأهل بعمرة من اجل أن رسول الله ﷺ كان أهل بعمرة عام الحديبية۔(بخاری شریف، باب اذا احصر المعتمر، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۰۶)

ترجمہ: (۱۴۱۴) اگر محرم دشمن کی وجہ سے محصر ہو گیا، یا اس کو مرض لاحق ہو گیا اور اس کو بیت اللہ تک پہونچنے سے روک دیا گیا تو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے۔

تشریح : حنفیہ کے یہاں دشمن سے بھی احصار ہو سکتا ہے اور مرض وغیرہ سے بھی احصار ہو سکتا ہے، پس اگر کسی وجہ سے احصار ہو جائے اور بیت اللہ تک نہ پہونچ سکتا ہو تو وہ حلال ہو جائے اور اس کی وجہ سے کسی کے ہاتھ ہدی بیت اللہ بھیج دے۔

وجہ : (۱) مرض کی وجہ سے بھی احصار ہو سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث دلیل ہے۔ سمعت الحجاج بن عمرو الانصارى قال قال رسول الله ﷺ من كسر أو عرج فقد حل و عليه الحج من قابل . دوسری روایت میں ہے. عن الحجاج بن عمرو عن النبى ﷺ قال من كسر أو عرج أو مرض فذكر معناه(ابو داود شریف، باب الاحصار

ل وقال الشافعیؒ لایکون الاحصار الابالعدو لان التحلل بالهدی شرع فی حق المحصر لتحصیل النجاۃ وبالاحلال ینجو من العدو لامن المرض ٢ ولنا ان اٰیة الاحصار وردت فی الاحصار بالمرض

ص۲۷۲،نمبر۱۸۶۲/۱۸۶۳/ترمذی شریف، باب ماجاء فی الذی یھل بالحج فیکسر أو یعرج ،ص ۲۳۰،نمبر ۹۴۰)اس حدیث میں ہے کہ بیماری کی وجہ سے بھی احصار ہوتا ہے

ترجمہ : ل حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ احصار صرف دشمن سے ہوتا ہے، اس لئے کہ ہدی دیکر حلال ہونا محصر کے حق میں مشروع ہوا ہے نجات حاصل کرنے کے لئے ، اور حلال ہو کر دشمن سے نجات حاصل کرے گا، مرض سے نہیں۔

تشریح : حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حج یا عمرے کا احصار صرف دشمن سے ہوتا ہے، مرض وغیرہ سے نہیں ہوتا۔ موسوعہ میں عبارت یہ ہے .**قال الشافعیؓ و الذی یذهب الی أن الحصر الذی ذکر الله عز و جل یحل منه صاحبه حصر العدو فمن حبس بخطأ عدد أو مرض فلا یحل من احرامه و ان احتاج الی دواء ، علیه فیه فدیة أو تنحیة اذی** ۔(موسوعۃ امام شافعی ، باب الاحصار بالمرض وغیرہ ، ج خامس ،ص ۴۴۳،نمبر ۶۹۳۷)اس عبارت میں ہے کہ صرف دشمن کے ذریعہ احصار ہو سکتا ہے مرض وغیرہ کے ذریعہ نہیں۔

وجه : (۱)انکی دلیل یہ اثر ہے .**عن ابن عباس أنه قال لا حصر الا حصر العدو و زاد أحدهما ذهب الحصر الآن** ۔(سنن بیہقی ، باب من لم یر الاحلال بالاحصار بالمرض ، ج خامس ،ص ۳۵۸،نمبر ۱۰۰۹۱)اس اثر میں ہے کہ صرف دشمن کے ذریعہ ہی احصار ہو سکتا ہے۔ (۲)حضور پاک ﷺ کو اہل مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا جس پر آیت نازل ہوئی کہ ہدی ذبح کر کے حلال ہو جائیں تو یہ روکنے والے دشمن تھے جس سے معلوم ہوا کہ دشمن کے ذریعہ احصار ہو سکتا ہے۔ آیت یہ ہے۔**و اتموا الحج و العمرة لله فان أحصرتم فما استیسر من الهدی و لا تحلقوا رءوسکم حتی یبلغ الهدی محله** ۔(آیت ۱۹۶، سورۃ البقرۃ ۲) اوراس آیت کے بارے میں حدیث یہ ہے۔ **عن البراءؓ قال لما اعتمر النبی ﷺ فی ذی القعدة فأبی اهل مکة أن یدعوه یدخل مکة حتی قاضاهم علی أن یقیم بها ثلاثه ایام** . (بخاری شریف، باب عمرۃ القضاء، ص ۷۰۲،نمبر ۴۲۵۱)اس حدیث میں ہے کہ اہل مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا تھا جس کی وجہ سے آیت احصار نازل ہوئی ،جس سے معلوم ہوا کہ احصار دشمن سے ہوتا ہے۔ (۳) دلیل عقلی یہ ہے جسکو صاحب ھدایہ نے ذکر فرمایا ہے، کہ احصار ہونے والا ہدی ذبح کر کے حلال ہوتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ وہ جانور کو اپنے آپ سے الگ کرنا چاہتا ہے تاکہ دشمن سے آسانی سے بھاگا جا سکے، کیونکہ ہدی ذبح کرنے کے باوجود مرض سے تو چھٹکارا نہیں ہوگا وہ تو باقی رہے گا، اس لئے یہی ہو سکتا ہے کہ دشمن ہی سے احصار ہو سکتا ہے۔

ترجمہ: ٢ ہماری دلیل یہ ہے کہ احصار والی آیت مرض کے ذریعہ احصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اہل لغت کا اس پر

بـاجماع اهل اللغة فانهم قالوا الاحصار بالمرض والحصر بالعدو ۳ والتحلل قبل او انه لدفع الحرج الاٰتـي مـن قبـل امتـداد الاحـرام والـحـرج في الاصطبار عليه مع المرض اعظم (۱۴۱۵) واذا جـاز له التحلل يقال له اِبْعَثْ شاةً تذبح في الحرم وواعِد من تبعثُه بيوم بعينه يُذبح فيه ثم تحلل ﴾

اجماع ہے، چنانچہ اہل لغت کہتے ہیں [احصار بالمرض، اور حصر بالعدو]

تشـــريـح : ہماری دلیل یہ ہے کہ احصار والی آیت جو نازل ہوئی وہ خود مرض کے ذریعہ احصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ اہل لغت یہ کہتے ہیں کہ احصار باب افعال سے استعمال ہوا ہو تو اس کو مرض کے ذریعہ احصار کہتے ہیں، اور حصر باب سمع سے استعمال ہوا ہو تو دشمن سے احصار کہتے ہیں، اور آیت میں فـان أحـصـرتـم ، باب افعال سے استعمال ہوا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ آیت میں مرض سے احصار کے بارے میں اشارہ ہے، اس لئے امام شافعیؒ کا کہنا کہ صرف دشمن سے احصار ہو سکتا ہے، یہ آیت کے اشارے کے خلاف ہے، اور صلح حدیبیہ والی روایت سے معلوم ہوا کہ دشمن سے احصار ہو سکتا ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ احصار دشمن سے بھی ہوتا ہے اور مرض سے بھی ہوتا ہے۔

تـرجـمـه : ۳ اور وقت سے پہلے حلال ہونا حرج کے دفع کرنے کے لئے ہے جو احرام کے لمبے ہونے کی وجہ سے ہوگا، اور مرض کے ساتھ احرام پر صبر کرنا بڑی چیز ہے۔

تشـــريـح : یہ دلیل عقلی ہے کہ عمرہ یا حج کو پورا کرنے سے پہلے حلال ہونا اس لئے ہے کہ تا کہ دشمن کے روکنے کی وجہ سے زمانے تک احرام کی حالت میں نہ رہنا پڑے اور احرام کی مشقت نہ سہنا پڑے، اور یہی حال مرض میں بھی ہے کہ مرض کی وجہ سے زمانے تک احرام میں رہنا پڑے اور سفر میں رہنا پڑے یہ بہت مشکل کام ہے، اس لئے جس طرح دشمن کے روکنے سے ہدی ذبح کر کے احرام کھولنے کی گنجائش ہے اسی طرح مرض کی وجہ سے بھی احرام کھولنے کی گنجائش دی جائے۔۔ اصطبار: صبر سے مشتق ہے، صبر کرنا۔

تـرجـمـه: (۱۴۱۵) جب محصر کے لئے حلال ہونا جائز ہوا تو اس کو کہا جائے گا کہ بکری بھیجو جو حرم میں ذبح کی جائے، اور جس کے ساتھ بھیجی جا رہی ہے اس سے متعین دن میں ذبح کرنے کا وعدہ لے لے پھر حلال ہو جائے۔

تشـــريـح : جب محصر اس حالت میں ہو کہ اس کے لئے حلال ہونا جائز ہو جائے تو اس سے کہا جائے گا کہ حرم جانے والے کسی آدمی کے ہاتھ بکری دے اور اس سے وعدہ لے لے کہ کس دن ذبح کرے گا، اور اس دن آئے تو سمجھ لے کہ اس کی بکری حرم میں ذبح ہو چکی ہوگی اس لئے اس دن حلال ہو جائے۔

وجه : حرم تک بکری بھیجنے کی وجہ یہ ہے کہ آیت میں ہے کہ ہدی حرم تک بھیجے، (۱) آیت یہ ہے۔۔ و اتـموا الحج و العمرة لـلـه فـان أحـصـرتـم فما استيسر من الهدى و لا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله ۔ (آیت ۱۹۶، سورة

۱؎ وانـمـا يُبعث الى الحرم لان دم الاحصار قربة والاراقة لم تعرف قربة الا فى زمان او مكان على ما مـر فـلا يـقـع قـربـة دونـه فـلا يـقـع بـه التحلّل واليه الاشارة بقوله تعالىٰ وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فان الهدى اسم لما يُهدى الى الحرم

البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی بیت اللہ تک پہونچنے سے پہلے سر کا حلق نہ کرائے ۔(۲) اس آیت میں بھی اس کا اشارہ ہے ۔یـحـکـم بـه ذوا عدل منکم هديا بالغ الكعبة ۔(آیت ۹۵،سورۃ المائدۃ ۵) اس آیت میں ہے کہ ہدی کعبہ تک پہونچے ۔(۳) اور کسی آدمی کے ہاتھ بھیج کر متعین دن کا وعدہ لے اس کے لئے یہ اثر ہے۔عـن طاؤس فى المحرم لعمرة اعترض له قـال يـبـعـث بـهـدى ثـم يحسب كم يسير ثم يحتاط بايام ثم يحل. (مصنف ابن ابی شیبۃ، ۵۷ فی الرجل اذا اھل بعمرۃ فاحصر، ج ثالث، ص ۱۵۹، نمبر ۱۳۰۷۸ رسنن للبیھقی ، باب من رای الاحلال بالاحصار بالمرض ج خامس ص ۳۶۱ ،نمبر ۱۰۱۰۱) اس اثر میں ہے کہ ہدی لیجانے والے سے وعدہ لے لے اور اسکے مطابق حلال ہو جائے ۔(۴) اور کم سے کم بکری ہدی ہو سکتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے .عـن کـعـب بن عجرة أن رسول الله ﷺ رآه....فأنزل الله الفدية فأمره رسول الله ﷺ أن يطعم فرقا بين ستة أو يهدى شاة او يصوم ثلاثة ايام . (بخاری شریف، النسک شاۃ ص ۲۹۳، نمبر ۱۸۱۷) اس حدیث میں کم سے کم بکری کو ہدی کہا گیا ہے اس لئے کم سے کم ہدی بکری ہوگی ۔

ترجمه : ۱؎ بکری حرم بھیجے گا اس لئے کہ احصار کا دم قربت ہے اور خون بہانا قربت نہیں ہوتا ہے مگر زمانے میں یا مکان میں جیسا کہ گزر چکا اس لئے مکان تک پہونچنے کے بغیر قربت واقع نہیں ہوگی اس لئے اس سے حلال ہونا نہیں ہوگا۔ اور اسی طرف اللہ تعالی کا قول و لا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدى محله، میں اشارہ ہے کیونکہ ہدی اس کا نام ہے جس کو حرم میں بھیجا جائے ۔

تشریح : احصار کی ہدی حرم بھیجے اس کے لئے تین دلیل دے رہے ہیں [۱] پہلی دلیل یہ ہے کہ خون بہانا اس وقت قربت اور عبادت ہوتا ہے جبکہ کسی زمانے کے ساتھ خاص ہو، جیسے قربانی کرنا اس وقت عبادت ہوتی ہے جبکہ ایام نحر میں کرے، اگر ایام نحر کے بعد کرے تو وہ عبادت نہیں ہے صرف گوشت کھانا ہے، یا پھر مکان کے ساتھ خاص ہو جیسے حرم میں ذبح کرے تو حرم کی ہدی ہوگی اور عبادت ہوگی ،اور چونکہ احصار کی ہدی عبادت ہے اس لئے مکان یعنی حرم کے ساتھ خاص ہونا چاہئے کہ حرم میں کرے گا تو ہدی ہوگی اور حرم سے باہر حل میں کرے گا تو عبادت نہیں ہوگی ،اس لئے احصار کی ہدی کو حرم بھیجنا ضروری ہے۔[۲] اور دوسری دلیل یہ دی کہ آیت میں بھی ہے کہ اس وقت سر نہ منڈوائے جب تک کہ ہدی اپنے محل یعنی حرم تک نہ پہونچ جائے ۔آیت یہ ہے و لا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدى محله ۔(آیت ۱۹۶،سورۃ البقرۃ ۲)[۳] اور آگے تیسری دلیل یہ دے رہے ہیں کہ ہدی کا معنی ہے حرم تک بھیجنا اس لئے احصار کی ہدی کو حرم تک بھیجنا ضروری ہوگا۔[۴] حدیث میں ہے يحدث ابى ميمون بن مهران

۲ وقال الشافعیؒ لا یتوقّت به لانه شرع رخصة والتوقیت یبطل التخفیف

قال خرجت معتمرا ... فاتیت ابن عباس فسألته فقال ابدل الهدی فان رسول الله ﷺ امر اصحابه ان یبدلوا الهدی الذی نحروا عام الحدیبیة فی عمرة القضاء ۔(ابوداؤد شریف، باب الاحصار ص ۲۶۴ نمبر ۱۸۶۴) اس حدیث میں ہے کہ صحابہ نے صلح حدیبیہ میں جو قربانیاں حدیبیہ میں ذبح کی تھی اس کو دوبارہ ذبح کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ قربانی ادا نہیں ہوئی۔ اس لئے حنفیہ کے نزدیک احصار کی ہدی حرم ہی میں ذبح کرنا ہوگا

ترجمہ: ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حرم کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس لئے کہ یہ رخصت ہے اور متعین کرنا تخفیف کو باطل کرتا ہے۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ احصار کی ہدی کو حرم میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے اگر موقع ملے تو حرم میں ذبح کرلے اور موقع نہ ملے تو حل میں بھی ذبح کرلے، موسوعہ میں عبارت یہ ہے۔ قال الشافعیؒ فی المحصر بعدو یسوق هدیا واجبا او هدی تطوع ینحر کل واحد منهما حیث احصر . (موسوعة امام شافعیؒ، باب هدی الذی یفوتہ الحج، ج خامس، ص ۲۳۳، نمبر ۶۰۶۰) اس عبارت میں ہے کہ جہاں محصر ہوا وہیں ذبح کردے۔ موسوعہ میں دوسری جگہ ہے . فنقول من أحصر بعدو حل حیث یحبس فی حل کان أوحرم و نحر أو ذبح هدیا و اقل ما یذبح شاة ۔ (موسوعة امام شافعیؒ، باب الاحصار بالعدو، ج خامس، ص ۱۹۸، نمبر ۵۸۶۵) اس عبارت میں ہے کہ جہاں احصار ہوا ہے وہیں ہدی ذبح کردے۔

وجہ: (۱) ایک وجہ صاحب ھدایہ نے بیان کی ہے۔ کہ احصار میں ذبح کرکے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سہولت دی جائے اور ذبح کرنے کے لئے حرم کو متعین کریں تو سہولت نہیں رہے گی بلکہ زحمت ہو جائے گی اس لئے ذبح کے لئے حرم کو متعین نہ کیا جائے۔ (۲) حضورؐ نے حدیبیہ میں درخت کے پاس ہدی کا نحر فرمایا تھا اور درخت حرم سے باہر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حرم سے باہر بھی ذبح ہوسکتا ہے، حدیث یہ ہے. عن مجاهد قال اعتمر رسول الله ﷺ ثلاث عمر کلها فی ذی القعدة منها العمرة التی صدفیها الهدی فراسل رسول الله ﷺ أهل مکة فصالحوه علی ان یرجع عنهم فی عامه ذالک قال فنحر رسول الله ﷺ الهدی بالحدیبیة حیث حل عند الشجرة و انصرف . (سنن بیہقی، باب المحصر یذبح ویحل حیث أحصر، ج خامس، ص ۳۵۶، نمبر ۱۰۰۸۶) اس حدیث مرسل میں ہے کہ حدیبیہ میں درخت کے پاس ہدی کا نحر کیا۔ (۳) اس آیت کے اشارے میں بھی ہے کہ ہدی حرم تک نہیں پہونچی. هم الذین کفروا و صدوکم عن المسجد الحرام و الهدی معکوفا ان یبلغ محله . (آیت ۲۵، سورة الفتح ۴۸) اس آیت میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہدی حرم تک نہیں پہونچی، تب ہی تو آیت میں ہے کہ ہدی محل یعنی حرم تک پہونچنے سے روک دی۔ (۴) یہ اثر بھی اپنے تائید میں پیش کرتے ہیں. عن ابن

۳؎ قلنا المراعى اصل التخفيف لانهايته ۴؎ ويجوز الشاة لان المنصوص عليه الهدى و الشاة ادناه وتجزيه البقرة و البدنة كما في الضحايا

عباسؓ انما البدل على من نقص حجه بالتلذذ فأما من حبسه عذر أو غير ذالک فانه يحل و لا يرجع ، و اذا كان معه هدى و هو محصر نحره ان كان لا يستطيع أن يبعث ، و ان استطاع أن يبعث به لم يحل حتى يبلغ الهدى محله .و قال مالک و غيره ينحر هديه و يحلق في اى موضع كان و لا قضاء عليه لان النبى ﷺ و أصحابه بالحدبية نحروا و حلقوا و حلوا من كل شيء قبل الطواف و قبل ان يصل الهدى الى البيت ثم لم يذكر ان النبى ﷺ أمر أحدا أن يقضوا شيئا و لا يعودوا له ، و الحدبية خارج من الحرم . (بخاری شریف، باب من قال لیس علی المحصر بدل، ص۲۹۲، نمبر ۱۸۱۳) اس عبارت میں تین باتیں ہیں [۱] اگر محصر کے ساتھ ہدی ہے اور حرم تک بآسانی بھیج سکتا ہے تو حرم بھیج دے، اور اگر ہدی ساتھ نہیں ہے تو ہدی خرید کر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ آیت میں ہے فما استيسر من الهدى. کہ ہدی آسانی سے میسر ہو تو بھیجے، اس لئے خرید کر بھیجنا ضروری نہیں [۲] ہدی ساتھ ہے لیکن اتنی دوری میں احصار ہوا ہے کہ حرم تک لیجانے والا کوئی نہیں ہے تو جہاں احصار ہوا ہے وہیں ہدی ذبح کر دے، کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہؓ نے حدیبیہ میں ہدی ذبح کی تھی اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے جس سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے موقع پر باہر بھی ہدی ذبح کی جا سکتی ہے۔

لغت : حدیبیہ: اس وقت سعودی حکومت نے جو حرم کی حدود لگائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ حرم سے باہر ہے، کیونکہ حدیبیہ آنے سے دو کیلو میٹر پہلے ہی حدود حرم ختم ہو جاتا ہے۔ حدیبیہ کی جانب حرم کی حد ۲۲ کیلو میٹر پر ہے، اس کو حدیبیہ الشمیسی کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۳؎ ہم کہتے ہیں کہ اصل تخفیف ملحوظ رکھی گئی ہے لیکن انتہائے تخفیف ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کو جواب ہے کہ، انہوں نے فرمایا تھا کہ حرم کو متعین کرنے میں تخفیف اور سہولت باقی نہیں رہے گی، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ اصل تخفیف تو ملحوظ ہے کہ ہدی بھیج کر حلال ہونے کی گنجائش دے دی گئی ہے، لیکن انتہا درجے کی تخفیف ملحوظ نہیں ہے کہ جہاں چاہو ہدی ذبح کر دو۔

ترجمہ : ۴؎ بکری کافی ہے اس لئے کہ ہدی کا نص ہے، اور بکری اس کا ادنی ہے، اور گائے اور اونٹ بھی کافی ہے، جیسے کہ قربانی میں ہے۔

تشریح : ہدی میں کم سے کم بکری کافی ہے، اس لئے کہ بکری ادنی درجے کی ہدی ہے، اور اگر پوری گائے دے یا پورا اونٹ دے تب بھی کافی ہے، اور اگر گائے یا بھینس یا اونٹ کا ساتواں حصہ دے تب بھی کافی ہے، اس لئے کہ قربانی میں یہ جائز ہے اس لئے ہدی

۵ وليس المراد بماذكرنا بعث الشاة بعينها لان ذلک قد يتعذر بل له ان يبعد بالقيمة حتی تُشتری الشاة هنالک وتذبح عنه ۶ وقوله ثم تحلل اشارة الی انه ليس عليه الحلق او التقصير وهو قول ابی حنيفةؒ ومحمدؒ

میں بھی جائز ہو جائے گا۔

وجه :(۱) بکری ادنی ہدی ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے . عن كعب بن عجرةؓ أن رسول الله ﷺ رأه ....فانزل الله الفدية فأمره رسول الله ﷺ أن يطعم فرقا بين ستة أو يهدی شاة او يصوم ثلاثه أيام . (بخاری شریف، باب النسک شاۃ، ص ۲۹۳، نمبر ۱۸۱۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں جو فدیہ کا تذکرہ ہے اسکی ہدی کا ادنی درجہ بکری ہے۔ (۲) سألت ابن عباسؓ عن المتعة فأمرنی بها، و سألته عن الهدی فقال فيها جزور أو بقرة أو شاة او شرک فی دم ۔(بخاری شریف، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی، ص ۲۷۳، نمبر ۱۶۸۸) اس حدیث میں اوپر کے تمام جانوروں کی تائید ہے (۳) عن جابر قال نحرنا مع رسول الله ﷺ بالحديبية البدنة عن سبعة و البقرة عن سبعة . (ترمذی شریف، باب ما جاء فی الاشتراک فی الاضحیۃ، ص ۳۶۵، نمبر ۱۵۰۲) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ اور گائے میں سات حصے ہو سکتے ہیں۔

ترجمه : ۵ جو کچھ ذکر کیا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ بکری ہی بھیجے، اس لئے کہ یہ کبھی متعذر رہوتا ہے، بلکہ اس کے لئے جائز ہے کہ اس کی قیمت بھیج دے تا کہ حرم میں بکری خرید لی جائے اور محصر کی جانب سے ذبح کر دی جائے۔

تشريح : محصر کے لئے بعینہ جانور کا بھیجنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جانور کو حرم تک لیجانا مشکل ہو، اس لئے اس کے لئے جائز ہے کہ جانور کی قیمت بھیج دے اور وہ آدمی اس سے حرم میں جانور خرید کر اس کی جانب سے ذبح کر دے تب بھی ہدی ادا ہو جائے گی۔

ترجمه : ۶ ماتن کا قول تحلل، سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محصر پر حلق یا تقصیر کرانا واجب نہیں ہے، یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

تشريح : متن میں تحلل، کا لفظ ہے کہ صرف حلال ہو جاؤ، چاہے حلق یا تقصیر کرائے یا نہیں۔ یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ محصر حلق یا قصر کرا لے تو اچھا ہے، لیکن اس پر یہ واجب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حلق یا قصر حج یا عمرہ پورا کرنے کے بعد عبادت ہے، اور اس نے حج یا عمرہ پورا نہیں کیا ہے درمیان ہی میں محصر ہو گیا ہے اس لئے اس کے لئے واجب نہیں ہو گا، اور حضورؐ نے احصار کے وقت جو حلق کرایا ہے وہ کفار مکہ کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ ہم اب مکہ مکرمہ نہیں جائیں گے واپس مدینہ جائیں گے،

ﮯ وقال ابو يوسفؒ عليه ذلک ولو لم يفعل لا شئ عليه لانه عليه السّلام حلق عام الحديبية وكان محصرا بها وامر اصحابه بذلک ﮈ ولهما ان الحلق انما عرف قربةً مرتبًا على افعال الحج فلا يكون نسكا قبلها وفعل النبى عليه السّلام واصحابه ليُعرف استحكام عزيمتهم على الانصرام

(۱۴۱۶)قال وان كان قارناً بعث بدمين ﴾

یہ دیکھوہم نے احرام کھول کرحلق بھی کرالیا۔

ترجمه : ﮯ اورحضرت امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ محصر پرحلق یا قصر کرانا ضروری ہے،لیکن اگرنہیں کرایا تو دم نہیں ہے،اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے حدیبیہ کے سال حلق کرایا اور وہ وہاں محصر تھے،اوراپنے صحابہ کوبھی اس کاحکم دیا۔

تشریح : حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ محصر پرحلق یا قصر کرانا ضروری ہے،لیکن اگرنہیں کرایا تواس پر دم لازم نہیں ہے۔

وجه : (۱)حضورؐ کوحدیبیہ میں کفار مکہ نے روکا تو اپنے عمرہ کھولنے کے ساتھ نحر بھی کیا اور حلق بھی کرایا اور صحابہ کوبھی اس کاحکم دیا، اورحکم دیناوجوب کی دلیل ہے،اس لئے محصر پرحلق یا قصر واجب ہے۔حدیث یہ ہے. عن المسور بن مخرمة و مروان ....قال : فلما فرغ من قضية الكتاب قال رسول الله ﷺ لاصحابه قوموا فانحروا ثم احلقوا. (بخاری شریف،باب الشروط فی الجهاد والمصالحة مع اهل الحرب وكتابة الشروط،ص۴۴۹،نمبر۲۷۳۱)اس حدیث میں فانحروا ، ثم احلقوا امر کا صیغہ ہے جس سے حلق کرانے کا وجوب معلوم ہوتا ہے۔ فقال ابن عباسؓ قد احصر رسول الله ﷺ فحلق رأسه و جامع نسائه و نحر هديه حتى اعتمر عا ما قابلا ۔(بخاری شریف،باب اذا احصر المعتمر ،ص۲۹۱،نمبر۱۸۰۹)اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حلق کرایا۔

ترجمه: ﮈ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ افعال حج پر مرتب ہوکے حلق قربت ہے،اس لئے اس سے پہلے عبادت نہیں ہوگی،حضورؐ اور صحابہ کافعل اس لئے تھا کہ عمرہ کے ختم کرنے کا پختہ ارادہ بتایا جائے۔

تشریح : طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے ختم ہونے کے بعد حلق کرانا عبادت ہے،اوراس سے پہلے عبادت نہیں ہے،اور یہاں حج یا عمرہ ختم نہیں کیا ہے بلکہ حصر ہوگیا ہے اس لئے حلق کرانا عبادت نہیں ہے اسلئے یہ ضروری نہیں ہونا چاہئے ،اورحضورؐ اور صحابہ نے جوحلق کرایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ کفار مکہ کو یہ یقین دلایا جائے کہ ہم لوگ اب مکہ مکرمہ نہیں جائیں گے، دیکھو احرام کھول کر حلق بھی کرالیا۔

لغت :عزیمت : پختہ ارادہ۔انصرام :ختم کرنا۔

ترجمه : (۱۴۱۶)پس اگر محصر قارن ہوتو دودم بھیجے۔

ل لاحتياجه الى التحلّل عن احرامين (١٤١٧)فان بعث بهدى واحد ليتحلّل عن الحج ويبقى فى احرام العمرة لم يتحلل عن واحدمنهما ﴾ ل لان التحلّل منهما شرع فى حالة واحدة (١٤١٨)ولايجوزذبح دم الاحصارالافى الحرم ويجوز ذبحه قبل يوم النحر﴾ ل عندابى حنيفةؒ

ترجمه: ل اس لئے کہ دواحراموں سے حلال ہونے کی ضرورت ہے۔

وجه: (۱) قارن دواحرام باندھے ہوئے ہے۔ایک احرام حج کا اور ایک احرام عمرے کا اس لئے دواحرام سے حلال ہونے کے لئے دودم بھیجنا پڑے گا (۲) اس اثر میں ہے۔قال مالک ومن قرن الحج والعمرة ثم فاته الحج فعليه ان يحج قابلا ويقرن بين الحج والعمرة ويهدى هدين هديا لقرانه الحج مع العمرة وهديا لما فاته من الحج (موطاامام مالک ،باب ہدی من فاتہ،ص ۴۰۶ (۳) دوسرے اثر میں ہے عن ابراهيم قال هديان ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱۸ مایجب علیہ من الھدی اذا جمع بینھما فاحصر، باب الاحصار ص ۵۹،ج ثالث،ص ۱۳۳،نمبر ۱۲۷۹۶) اس اثر میں ہے کہ قارن محصر ہو جائے تو دو ہدی لازم ہوگی۔

ترجمه: (۱۴۱۷) پس اگر ایک ہدی بھیجا تا کہ حج سے حلال ہو جائے اور عمرے کے احرام میں باقی رہے تو کسی سے حلال نہیں ہوگا۔

ترجمه: ل اس لئے کہ ایک ہی وقت میں دونوں سے حلال ہونا مشروع ہوا ہے۔

تشريح: قارن محصر ہوا اور ایک ہدی بھیج دی تا کہ حج سے حلال ہو جائے اور عمرے کا احرام باقی رہے تو کسی سے حلال نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قران میں حج اور عمرے کا احرام ایک ساتھ باندھا جاتا ہے اور دسویں تاریخ کو ایک ہی ساتھ کھولتا ہے، اس لئے حج کا احرام کھولے اور عمرے کا احرام نہ کھولے یہ نہیں ہوگا اس لئے ایک ہدی بھیجنے سے کسی احرام سے باہر نہیں ہوگا۔

ترجمه: (۱۴۱۸) اور نہیں جائز ہے احصار کے دم کا ذبح کرنا مگر حرم میں۔البتہ دسویں ذی الحجہ سے پہلے ذبح کرنا جائز ہے

ترجمه: ل امام ابوحنیفہؒ کے یہاں

تشريح: یہاں دو مسئلے بیان کئے گئے ہیں [۱] ایک یہ کہ دم احصار کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے اس کے بغیر کافی نہیں ہوگا، [۲] اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دم احصار کو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں دسویں ذی الحجہ سے پہلے بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔دم احصار کو حرم میں پہونچانا ضروری ہے

وجه: اس کے دلائل مسئلہ نمبر ۱۴۱۵ میں تفصیل سے گزر چکے ہیں۔ایک دلیل یہ بھی تھی ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله (آیت ۹۶،سورۃ البقرۃ ۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی حرم میں پہونچنے سے پہلے حلق نہ کرائے۔(۲) اس آیت

۲ وقالا لا يجوز الذبح للمحصر بالحج الا فى يوم النحر ويجوز للمحصر بالعمرة متى شاء اعتبارًا بهدى المتعة والقِران وربما يعتبر انه بالحلق اذ كل واحد منهما محلّل ۳ ولابى حنيفةؒ انه دم كفارة حتى لايجوزالاكل منه فيختص بالمكان دون الزمان كسائر دماء الكفارات بخلاف دم المتعة والقران لانه دم نسک

میں بھی اشارہ ہے يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة۔(آیت۹۵،سورۃ المائدۃ۵)اس آیت میں بھی ہے کہ ہدی کعبہ تک پہونچنا چاہئے۔

ترجمه: ۲ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ حج کے محصر کے لئے دسویں ذی الحجہ سے پہلے ذبح کرنا جائز نہیں،اور عمرہ کے محصر کے لئے جائز ہے کہ جب چاہے ذبح کرے، وہ تمتع اور قران کی ہدی پر قیاس کرتے ہیں،اور کبھی حلق پر قیاس کرتے ہیں،اس لئے کہ دونوں حلال کرنے والی چیز ہے۔

تشریح : صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ کے محصر کے لئے جائز ہے کہ جب چاہے ہدی ذبح کرلے اس کے لئے کوئی دن متعین نہیں ہے، کیونکہ عمرہ کبھی بھی کرسکتا ہے،اس لئے اس کی ہدی بھی کسی وقت ذبح ہوسکتی ہے،البتہ حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے۔اور حج کی ہدی میں یوم النحر متعین ہے،تو گویا کہ صاحبین کے یہاں حج کی ہدی کے لئے جگہ بھی حرم متعین ہےاور دن بھی یوم النحر متعین ہے

وجه : (۱)انکی دلیل یہ ہے کہ دم تمتع اور دم قران دسویں ذی الحجہ کو ذبح کرتے ہیں اسی طرح دم احصار کو بھی یوم النحر میں ہی ذبح کرنا چاہئے (۲) دوسری دلیل یہ ہے کہ حج کا حلق دسویں تاریخ کو کرتے ہیں کیونکہ وہ حاجی کو احرام سے حلال کرتا ہے،تو دم احصار بھی حاجی کو احرام سے حلال کرتا ہے اس لئے وہ بھی دسویں تاریخ کو ہونا چاہئے۔

ترجمه: ۳ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ دم احصار کفارہ کا دم ہے یہی وجہ ہے کہ اس سے کھانا جائز نہیں،اس لئے مکان کے ساتھ خاص ہوگا اور زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہوگا ، جیسے کہ باقی تمام کفارے کے دموں حال ہے، بخلاف تمتع اور قران کے خون کے،اس لئے کہ وہ عبادت ہے۔

تشریح : امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ احصار کا دم کفارے کی دم کی طرح ہے، چنانچہ کفارے کے دم میں سے کچھ نہیں کھایا جاتا ہے اور دم احصار میں سے بھی نہیں کھایا جاتا ہے،اور کفارے کا دم مکان کے ساتھ خاص ہے یعنی حرم میں ذبح کیا جاتا ہے، لیکن زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے کسی وقت بھی ذبح کیا جاسکتا ہے اسی طرح احصار کا دم بھی کسی وقت بھی ذبح کیا جانا چاہئے ، یوم النحر کے ساتھ خاص نہیں ہونا چاہئے اور دم تمتع اور دم قران پر قیاس نہیں کیا جاسکتا ہے،اس لئے کہ وہ عبادت اور شکرانہ کا دم ہے اس لئے حج کے مکمل ہونے کے بعد ذبح کیا جاتا ہے اور یوم النحر کے ساتھ خاص ہے۔

ع وبخلاف الحلق لانه فی اوانه لان معظم افعال الحج وهو الوقوف ینتهی به (۱۴۱۹)قال والمحصر بالحج اذا تحلّل فعلیه حجة وعمرة﴾ ل هکذا روی عن ابن عباس وابن عمر

ترجمه : ع بخلاف حلق کے اس لئے کہ وہ اپنے وقت میں ہے، اس لئے کہ حج کے اہم افعال یعنی وقوف عرفہ اسی حلق کے ساتھ پورا ہوتا ہے۔

تشریح : یہ صاحبینؒ کو جواب ہے، انہوں نے دم احصار کو حلق پر قیاس کیا تھا اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ حلق سے احرام کھلتا ہے جس طرح دم احصار سے احرام کھلتا ہے، لیکن حلق کا حال یہ ہے کہ رمی جمار، وقوف عرفہ جیسے اہم افعال دس تاریخ کو پورے ہوتے ہیں اور حلق اس کے بعد ہی کیا جاتا ہے، اس لئے حلق اگر چہ دم احصار کی طرح احرام کھولنے والا ہے لیکن رمی جمار اور وقوف عرفہ کے بعد ہے اور دسویں تاریخ کو متعین ہے، اس لئے دم احصار کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے، اس لئے عمرہ کے دم احصار کی طرح کسی دن بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔

وجه :(۱)اس اثر میں اس کا اشارہ ہے۔عن طاؤس فی المحرم لعمرة اعترض له قال یبعث بهدی ثم یحسب کم یسیر ثم یحتاط بایام ثم یحل . (مصنف ابن ابی شیبة، ۵۷ فی الرجل اذا اهل بعمرة فاحصر، ج ثالث، ص ۱۵۹، نمبر ۱۳۰۷۸ رسنن للبیھقی، باب من رای الاحلال بالاحصار بالمرض ج خامس ص ۳۶۱، نمبر ۱۰۱۰۱) اس اثر میں ہے کہ ہدی لیجانے والے سے وعدہ لے لے اور اسکے مطابق حلال ہو جائے۔اس وعدہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی دن متعین نہیں ہے۔اسی لئے ذبح کرنے کا وعدہ لیا جا رہا ہے۔

ترجمه :(۱۴۱۹) حج کا محصر اگر حلال ہو جائے تو اس پر حج ہے اور عمرہ ہے۔

ترجمه: ل حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے اسی طرح مروی ہے۔

تشریح: حج کا احرام باندھا تھا اور احصار ہو گیا تو حج کے احصار کے بعد عمرہ کرے اور عمرہ نہ کر سکا تو آئندہ عمرہ کرے اور حج کے بدلے حج کی قضا کرے۔تو گویا کہ حج کا محصر حج بھی کرے گا اور عمرہ بھی کرے گا۔

وجه:(۱) حدیث میں ہے جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بلیل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفات بلیل فقد فاته الحج فلیحل بعمرة وعلیه الحج من قابل (دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۱۲ نمبر ۲۴۹۶ رسنن للبیھقی، باب ما یفعل من فاته الحج ج خامس ص ۲۸۴، نمبر ۹۸۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے۔(۲) قال مالک وقد امر بن الخطاب ابا ایوب الانصاری وهبار بن الاسود حین فاتهما الحج واتیا یوم النحر ان یحلا بعمرة ثم یرجعان

۲ ولان الحجة يجب قضاؤها لصحة الشروع والعمرة لما انه في معنى فائت الحج (۱۴۲۰) وعلى المحصر بالعمرة القضاء ﴾ ا والاحصار عنها يتحقق عندنا

حلالا ثم يحجان عاما قابلا ويهديان فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج و سبعة اذا رجع الى اهله (موطا امام مالک، باب ماجاء فیمن احصر بغیر عدو ص ۳۷۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حج فوت ہو جائے اور محصر مکہ مکرمہ میں ہو اور عمرہ کر سکتا ہو تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج قضا کرے۔ (۳) عن عمر و زيد قالا فى الرجل يفوته الحج : يحل بعمرة و عليه الحج من قابل۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا فاتہ الحج ما یکون علیہ، ج ثالث، ص ۲۱۹، نمبر ۱۳۶۸۲/ سنن بیہقی، باب ما یفعل من فاتہ الحج، ج خامس، ص ۲۸۵، نمبر ۹۸۲۳) اس اثر میں بھی ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے۔ (۴) اس حدیث میں بھی ہے کہ حج کو چھوڑا تو عمرہ کر کے حلال ہونے کے لئے فرمایا۔ حدثنی جابر بن عبد الله انه حج مع رسول الله ﷺ يوم ساق البدن معه و قد اهلوا بالحج مفردا فقال لهم احلوا من احرامكم بطواف البيت وبين الصفا والمروة و قصروا ثم اقيموا حلالا۔ (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۳ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں (احلو من احرامكم بطواف البيت) سے حکم ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

ترجمہ: ۲ اور اس لئے بھی کہ حج کی قضا واجب ہے اس لئے کہ اس کو شروع کرنا صحیح ہے، اور اس کے ساتھ عمرہ بھی اس لئے کہ حج کے فوت کرنے کے معنی میں ہے۔

تشریح: حج کے احصار کی وجہ سے حج کی قضا اس لئے ہے کہ حج کو شروع کرنا صحیح ہے اس لئے اس کے نہ کرنے سے اس کی قضا بھی لازم ہوگی، اور اس کے ساتھ عمرہ کرنا اسلئے ضروری ہے کہ گویا کہ اس کا حج فوت ہو گیا، اور پہلے کئی حدیثیں گزری ہیں کہ حج کے فوت ہونے والے پر عمرہ کر کے حلال ہونا ضروری ہے، اس لئے ایک عمرہ بھی لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۲۰) اور عمرے کے محصر پر عمرے کی قضا ہے۔

ترجمہ: ا اور ہمارے نزدیک عمرے کا احصار متحقق ہوتا ہے۔

تشریح: عمرے کا احرام باندھا لیکن دشمن کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کر سکے تو یہ عمرے کا احصار ہے، اگر عمرے کا احصار ہو گیا تو دم دے کر حلال ہو جائے اور بعد میں اس کی قضا کرے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ عمرے سے احصار ہوتا ہے۔

وجہ: (۱) عمرہ چھوڑے تو اس کی قضا لازم ہوگی اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔ عن عائشة قالت خرجنا مع النبى ﷺ ... ارسلني النبى مع عبد الرحمن بن ابى بكر الى التنعيم فاعتمرت فقال هذه مكان عمرتک۔ (بخاری شریف،

۲؎ وقال مالکؒ لایتحقق لانها لا تتوقت ۳؎ ولنا ان النبی علیه السّلام واصحابهؓ احصروا بالحدیبیة وکانوا عمّار

باب کیف تفعل الحائض والنفساء ص۱۱ا۲نمبر ۱۵۵۶ مسلم شریف، باب بیان وجوہ الاحرام وانہ یجوز افراد الحج والتمتع والقران، ص ۵۰۵، نمبر ۲۹۱۴/۱۲۱۱) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کا جو عمرہ چھوٹ گیا تھا اس کے بدلے میں یہ عمرہ کیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمرہ چھوڑنے کی وجہ سے اسکی قضا لازم ہوگی۔ (۲) فقال ابن عباسؓ قد أحصر رسول الله ﷺ فحلق رأسه و جامع نسائه و نحر هدیه حتی اعتمر عاما قابلا ۔ (بخاری شریف، باب اذا احصر المعتمر ص۲۹۱ نمبر ۱۸۰۹) اس حدیث میں ہے کہ حدیبیہ کا عمرہ چھوڑا تو اگلے سال اس عمرے کی قضا کی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمرے کا احصار ہوتا ہے، کیونکہ حضورؐ کے عمرے کا احصار ہوا۔

ترجمہ: ۲؎ امام مالکؒ نے فرمایا کہ عمرے کا احصار متحقق نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے۔

تشریح: امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ کسی وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے اس لئے احصار ہوگا بھی تو کچھ دنوں کے بعد وہ احصار ختم ہو جائے گا اور عمرہ کر سکے گا، اس لئے عمرے کا احصار نہیں ہے۔ ان کا مسلک یہ بھی ہے کہ عمرے کی قضا نہیں ہے۔

وجہ: امام مالکؒ کے نزدیک حج فرض ہو تو اس کی قضا ہے ورنہ نہیں۔ ان کی دلیل یہ اثر ہے۔ عن ابن عباس انما البدل علی من نقض حجه بالتلذذ، فاما من حبسه عذر او غیر ذلک فانه یحل ولا یرجع واذا کان معه هدی وهو محصر نحره ان کان لا یستطیع ان یبعث به، وان استطاع ان یبعث به لم یحل حتی یبلغ الهدی محله، وقال مالک وغیره ینحره هدیه ویحلق فی ای موضع کان ولا قضاء علیه لان النبی ﷺ واصحابه بالحدیبیة نحروا وحلقوا وحلوا من شیء قبل الطواف وقبل ان یصل الهدی الی البیت ثم لم یذکر ان النبی ﷺ امر احدا ان یقضوا شیئا ولا یعودوا له والحدیبیة خارج من الحرم. (بخاری شریف، باب من قال لیس علی المحصر بدل ص ۲۴۳ نمبر ۱۸۱۳) اس اثر میں ہے کہ حضورؐ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ چھوڑا اور بعد میں کسی کو قضا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ اور کئی صحابہ ایسے تھے جو اگلے سال عمرہ کے لئے نہیں آ سکے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ قضا واجب نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے قضا نہیں کی۔

نوٹ: حج فرض میں احصار ہو جائے تو بالاتفاق اس کی قضا لازم ہے۔

ترجمہ: ۳؎ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام، اور آپ کے صحابہؓ حدیبیہ میں محصور ہوئے اور وہ عمرہ والے تھے۔

تشریح: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضورؐ اور آپ کے صحابہ کو مقام حدیبیہ میں کفار مکہ نے روکا تھا جس کی وجہ سے آپ محصور ہوئے، اور اگلے سال اس کی قضا کی جس سے معلوم ہوا کہ عمرے کا بھی احصار ہوتا ہے۔ اس حدیث میں اس کی وضاحت ہے۔ فقال ابن

ﷺ اولان شرع التحلّل لدفع الحرج وهذا موجود فی احرام العمرة واذا تحقق الاحصار فعلیه القضاء اذا تحلل کما فی الحج (۱۴۲۱) وعلی القارن حج وعمرتان ﴾ ل اما الحج واحدا هما فلما بینا والثانیة لانه خرج منها بعد صحة الشروع

عباسؓ **قد أحسر رسول الله ﷺ فحلق رأسه و جامع نسائه و نحر هدیه حتی اعتمر عاما قابلا** ۔(بخاری شریف، باب اذا احصر المعتمر ص۲۹۱ نمبر ۱۸۰۹) اس حدیث میں ہے کہ حدیبیہ کا عمرہ چھوڑا تو اگلے سال اس عمرے کی قضا کی۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمرے کا احصار ہوتا ہے، کیونکہ حضورؐ کے عمرے کا احصار ہوا۔

ترجمه : ﷺ اور اس لئے کہ حلال کا مشروع ہونا حرج کو دفع کرنے کے لئے ہے، اور یہ عمرے کے احرام میں بھی موجود ہے، اور جب احصار متحقق ہوا تو اگر حلال ہوا تو اس پر قضا بھی ہے، جیسا کہ حج میں ہوتا ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ دم دیکر حلال ہونا جو مشروع ہے، وہ اس لئے ہے تا کہ حرج کو دفع کیا جائے، اور احصار کے بعد عمرے کے احرام میں دیر تک رہنا بھی حرج کی بات ہے اس لئے عمرے میں بھی احصار ہونا چاہئے۔اور دوسری بات یہ فرمار ہے ہیں کہ جب عمرے کا احصار ہوا تو اس کی قضا بھی ہونی چاہئے، جیسے حج کا احصار ہوتا ہے تو بعد میں اس کی قضا بھی ہے، اس لئے عمرے کی بھی قضا ہونی چاہئے۔

ترجمه : (۱۴۲۱) اور قارن پر حج اور دو عمرے ہیں۔

ترجمه : ل حج اور ایک عمرہ تو اس وجہ سے ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا، اور دوسرا عمرہ اس لئے کہ اس کو شروع کرنا صحیح ہوا پھر اس سے نکلا ہے۔

تشریح : قارن چونکہ ایک حج اور ایک عمرے کا احرام پہلے سے باندھے ہوا ہے، اور اب محصر ہونے کی وجہ سے دونوں میں سے کسی کو ادا نہیں کرسکتا اس لئے حج کے بدلے میں ایک حج، اور عمرے کے بدلے میں ایک عمرہ لازم ہوگا، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حج نہیں کرسکتا ہو تو الگ سے ایک عمرہ لازم ہوتا ہے، تو ایک عمرہ یہ بھی ہوا، اس طرح ایک حج اور دو عمرے لازم ہوئے۔

وجه : (۱) **عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بلیل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفات بلیل فقد فاته الحج فلیحل بعمرة وعلیه الحج من قابل** (دار قطنی، کتاب الحج ثانی ص۲۱۲ نمبر ۲۴۹۶ رسنن للبیھقی، باب ما یفعل من فاته الحج ج خامس ص۲۸۴، نمبر ۹۸۲۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج کرے۔(۲) **قال مالک وقد امر بن الخطاب ابا ایوب الانصاری وھبار بن الاسود حین فاتھما الحج واتیا یوم النحر ان یحلا بعمرة ثم یرجعان حلالا ثم یحجان عاما قابلا ویھدیان فمن لم یجد**

(۱۴۲۲) فان بعث القارن هديًا وواعدهم ان يذبحوه فی يوم بعينه ثم زال الاحصار فان كان لا يدرك الحج و الهدی لا يلزمه ان يتوجه بل يصير حتی يتحلل بنحر الهدی ﴾ ۱؎ **لفوات المقصود من التوجه وهو اداء الافعال** ۲؎ **وان توجه ليتحلل بافعال العمرة ذلک لانه فائت الحج**

فصيام ثلثة ايام فی الحج و سبعة اذا رجع الی اهله (موطا امام مالک، باب ماجاء فیمن احصر بغیر عدو ص ۳۷۹) اس اثر سے معلوم ہوا کہ حج فوت ہو جائے اور محصر مکہ مکرمہ میں ہو اور عمرہ کر سکتا ہو تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال حج قضا کرے۔ (۳) عن عمر و زيد قالا فی الرجل يفوته الحج : يحل بعمرة و عليه الحج من قابل ۔(مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی الرجل اذا فاتہ الحج ما یکون علیہ، ج ثالث، ص ۲۱۹، نمبر ۱۳۶۸۲ / سنن بیہقی، باب ما یفعل من فاتہ الحج، ج خامس، ص ۲۸۵، نمبر ۹۸۲۳) اس اثر میں بھی ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے (۴) عن حماد فی رجل اهل بعمرة و حجة فاحصر قال يبعث بالهدی فاذا بلغ الهدی محله احل و عليه حجة و عمرتان وقال الحكم عليه حجة و ثلاث عمر (مصنف ابی ابن شیبہ ۷ فی الرجل یجمع بین الحج والعمرۃ فیحصر ما علیہ فی قابل ج ثالث، ص ۱۳۳، نمبر ۱۲۷۹۵) اس اثر میں ہے کہ قارن ایک حج اور دو عمرے کرے۔

ترجمہ : (۱۴۲۲) اگر قارن نے ہدی بھیجی اور لوگوں سے وعدہ کروایا کہ اس کو متعین دن میں ذبح کرے گا پھر احصار زائل ہو گیا ۔پس اگر ہدی پانے پر اور حج پانے پر قدرت نہ ہو تو اس کے اوپر بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونا لازم نہیں، بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ ہدی کے نحر ہونے پر حلال ہو جائے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ بیت اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا مقصد فوت ہو گیا، اور وہ حج کے افعال کا ادا کرنا ہے۔

تشریح : قارن محصر ہوا جسکی وجہ سے اس نے ہدی بھیجی اور وعدہ لیا کہ فلاں دن ذبح کرو گے، اب ایسے وقت میں احصار زائل ہوا کہ نہ ہدی پا سکتا ہے اور نہ حج پا سکتا ہے، مثلا دسویں تاریخ کو احصار زائل ہوا جبکہ وقوف عرفہ فوت ہو چکا تھا، اس لئے اب بیت اللہ جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ افعال حج نہیں کر سکے گا، اس لئے اس پر جانا ضروری نہیں ہے۔لیکن اگر چلا جائے اور عمرہ کر لے تو جا سکتا ہے، کیونکہ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ عمرہ ادا کر لے گا، اور بعد میں عمرہ قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۲؎ اور اگر بیت اللہ کی طرف گیا تا کہ عمرہ کے افعال کر کے حلال ہو جائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے، اس لئے کہ یہ حج کو فوت کرنے والا ہے۔

تشریح : حج اور ہدی ملنے والی نہیں تھی پھر بھی بیت اللہ کی طرف چلا تا کہ عمرہ کے افعال کر کے حلال ہو جائے تو اس کے لئے بہتر ہے، کیونکہ یہ عمرے کے افعال کر کے حلال ہو جائے گا اور دوبارہ عمرہ نہیں کرنا پڑے گا، یوں بھی یہ حج فوت کرنے والا ہے، اور جسکا حج

(١٤٢٣) وان كان يدرك الحج والهدى لزمه التوجه ﴾ ل لزوال العجز قبل حصول المقصود بالخلف (١٤٢٤) واذا ادرك هديه صنع به ما شاء ﴾ ل لانه ملكه وقد كان عينه لمقصود استغنى عنه (١٤٢٥) وان كان يدرك الهدى دون الحج يتحلل ﴾ ل لعجزه عن الاصل

فوت ہو چکا ہو اس کے لئے یہ ہے کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے، اس لئے اس کو بھی چاہئے کہ بیت اللہ جائے اور عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

حج اور ہدی ملنے کی صورتیں اور اس کا حکم

(۱)	حج اور ہدی دونوں کو نہیں پا سکتا	بیت اللہ کی طرف جانا ضروری نہیں
(۲)	حج اور ہدی دونوں کو پا سکتا ہے	بیت اللہ کی طرف جانا ضروری ہے
(۳)	ہدی کو پا سکتا ہے حج کو نہیں	بیت اللہ کی طرف جانا ضروری نہیں۔ حلال ہو سکتا ہے
(۴)	حج کو پا سکتا ہے ہدی کو نہیں	بیت اللہ کی طرف جانا ضروری نہیں۔ لیکن جائے تو بہتر ہے

ترجمہ : (١٤٢٣) اور اگر ہدی اور حج دونوں پا سکتا ہو تو اس پر توجہ کرنا لازم ہے۔

ترجمہ : ل خلیفہ کے ذریعہ مقصود کے حاصل ہونے سے پہلے عجز زائل ہونے کی وجہ سے۔

تشریح : ایسے موقع پر احصار ختم ہوا کہ ہدی بھی پا سکتا ہے اور حج بھی پا سکتا ہے، تو اس کو بیت اللہ جانا چاہئے، اور حج کرنا چاہئے اور اپنے ہاتھ سے ہدی ذبح کرنا چاہئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہدی ذبح کر کے حلال ہونا خلیفہ ہے اور حج کرنا اصل ہے اور خلیفہ پر عمل کرنے سے پہلے اصل پر قادر ہو گیا تو اصل پر عمل کرنا چاہئے اور بیت اللہ جانا چاہئے۔

اصول: اصل پر قادر ہو تو فرع پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: (١٤٢٤) اور اگر ہدی پایا تو اس کو جو چاہے کرے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ اس کی ملکیت ہے، اور اس نے اس کو ایسے مقصود کے لئے نامزد کیا تھا جس کی ضرورت نہیں رہی۔

تشریح :ہدی اس لئے بھیجا ہے کہ حلال ہو کر گھر آ جائے لیکن اس نے حج پا لیا اس لئے اس ہدی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں رہی، اور یہ ہدی اس کی ملکیت ہے اس لئے اس کو جو چاہے کرے، چاہے اس کو بیچ دے چاہے صدقہ کر دے، چاہے ذبح کر دے۔

ترجمہ : (١٤٢٥) اور اگر ہدی پانے پر قدرت ہو لیکن حج پانے پر قدرت نہ ہو تو حلال ہو جائے۔

ترجمہ: ل اصل سے عاجز ہونے کی وجہ سے۔

وجه: حج اصل ہے اور اصل پر قدرت نہیں ہوئی تو جا کر کیا کرے گا اس لئے اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے۔

(۱۴۲۶)وان كان يدرك الحج دون الهدى جاز له التحلل﴾ ل استحسانا ٢ وهذا التقسيم لايستقيم على قولهما فى المحصر بالحج لان دم الاحصار عندهما يتوقت بيوم النحرفمن يدرك الحجّ يدرك الهدى وانما يستقيم علىٰ قول ابى حنيفةؒ ٣ وفى المحصر بالعمرة يستقيم بالاتفاق لعدم توقت الدم بيوم النحر ٤ وجه القياس وهوقول زفرؒ انه قدرعلى الاصل وهوالحج قبل حصول

ترجمه: (۱۴۲۶) اوراگرحج کے پانے پرقدرت ہونہ کہ ہدی پانے پرتواس کے لئے حلال ہوناجائز ہے۔

ترجمه: ل استحسانا۔

تشریح : محصر کا احصار زائل ہوگیا اور حج تو پاسکتا ہے لیکن ہدی نہیں پاسکتا ہوتو اس کے لئے حلال ہونا جائز ہے۔اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو حلال نہیں ہونا چاہئے اور جا کر حج کرنا چاہئے۔

وجه :(ا) کیونکہ اصل پر قادر ہے اور ہدی ایک فروعی چیز ہے جس پر قادر نہیں ہے اس لئے قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حلال نہیں ہونا چاہئے بلکہ جا کر حج کر لینا چاہئے۔لیکن ہدی یعنی مال کی بھی ایک حیثیت ہے اس لئے وہ ضائع نہ ہو اس لئے اس کے حلال ہونے کی گنجائش ہے، تاہم حلال نہ ہو اور جا کر حج کرے تو بہتر ہے تا کہ احرام باندھ کر جس کام کا عہد کیا تھا وہ پورا کرے، اسی لئے مصنف نے فرمایا کہ استحسانا ایسا کرنا جائز ہے۔قیاس کا تقاضا یہ نہیں ہے۔

ترجمه : ٢ حج کے محصر کے بارے میں صاحبین کے قول پر یہ تقسیم صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ انکے نزدیک احصار کا خون یوم النحر کے ساتھ خاص ہے، اس لئے جو حج پائے گا وہ ہدی پائے گا۔صرف امام ابوحنیفہؒ کے قول پر درست ہے۔

تشریح : اوپر جو چار تقسیم کیا کہ ہدی پائے اور حج نہ پائے، یا حج پائے اور ہدی نہ پائے، یہ صاحبینؒ کے قول پر نہیں ہوسکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے یہاں حج کے احصار کا خون دسویں ذی الحجہ کو ذبح کرنا ضروری ہے، اس سے پہلے نہیں، اس لئے جو حج پائے گا وہ ہدی بھی پائے گا، اس لئے یہ کہنا کہ حج پائے گا اور ہدی نہیں پائے گا صحیح نہیں ہے اس لئے یہ تقسیم صرف امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہوسکتی ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ کے یہاں یہ ہے کہ احصار کا جانور دسویں ذی الحجہ سے پہلے بھی ذبح ہوسکتا ہے اور بعد میں بھی ہوسکتا ہے، اس لئے انکے یہاں یہ ممکن ہے کہ حج ملے اور ہدی نہ ملے، یا ہدی ملے اور حج نہ ملے۔

ترجمه: ٣ اور عمرہ کے محصر میں بالاتفاق درست ہوگا اس لئے کہ وہ یوم النحر کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

تشریح : عمرہ کسی وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے اور اس کا دم احصار بھی کسی وقت ذبح کرسکتا ہے اس لئے عمرہ کے احصار میں بالاتفاق یہ چاروں تقسیم ہوسکتی ہے۔

ترجمه: ٤ قیاس کی وجہ امام زفرؒ کا قول ہے۔وہ یہ کہ اصل حج پر قادر ہوگیا بدل کے ذریعہ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اور وہ

المقصود بالبدل وھو الھدی ۵؎ ووجہ الاستحسان انا لو الزمناہ التوجہ لضاع مالُہ لان المبعوث علی یدیہ الھدی لیذبحہ ولا یحصل مقصودہ وحرمۃ المال کحرمۃ النفس ۶؎ ولہ الخیار ان شاء صبر فی ذلک المکان او فی غیرہ لیذبح عنہ فیتحلل وان شاء توجہ لیودی النسک الذی التزمہ بالاحرام وھو افضل لانہ اقرب الی الوفاء بما وعد (۱۴۲۷) ومن وقف بعرفۃ ثم اُحصر لا یکون محصر ﴾

ہدی ہے۔

تشریح : امام زفرؒ کا قول ہے اور قیاس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ہدی بدل ہے اور حج اصل ہے اور بدل سے پہلے اصل حج پر قادر ہو گیا تو قیاس کا تقاضا یہی ہے کہ اصل کے لئے جانا چاہئے، چاہے بدل نہ ملے۔

ترجمہ: ۵؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کا جانا لازم کریں تو اس کا مال ضائع ہو جائے گا، اس لئے کہ جسکے ہاتھ ہدی بھیجا ہے وہ اس کو ضرور ذبح کر دے گا اور اس کا مقصود حاصل نہ ہوگا، اور مال کی عزت نفس کی عزت کی طرح ہے۔

تشریح : اور استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حج کے لئے نہ جائے اور ہدی ذبح کروا کر حلال ہو جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ حج کے لئے گیا اور حج کر لیا تو حج ادا ہو جائے گا، لیکن جس کے ہاتھ ہدی بھیجا ہے وہ پہلے ہی ذبح کر چکا ہوگا، تو اس کا مال ضائع ہوگا، اور مال کا احترام جان کے احترام کی طرح ہے اس لئے مال کو کیوں ضائع ہونے دیں اس لئے حج کے لئے نہ جائے اس کی بھی گنجائش ہے۔ لیکن جائے تو بہتر ہے۔

ترجمہ: ۶؎ محصر کو اختیار ہے چاہے تو اسی جگہ صبر کرے یا دوسری جگہ چلا جائے تا کہ اس کی جانب سے ذبح کیا جائے تا کہ وہ حلال ہو جائے، اور چاہے تو بیت اللہ جائے تا کہ احرام کے ذریعہ سے جو عبادت لازم کیا ہے اس کو ادا کرے، یہی افضل ہے اور اس بات کے قریب ہے کہ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرے۔

تشریح : جو محصر ہدی تو نہیں پا سکتا ہے، لیکن حج پا سکتا ہے، اس کے لئے تین اختیار ہیں [۱] جہاں محصر ہوا ہے وہیں ٹھہرا رہے اور صبر کرے [۲] دوسری شکل یہ ہے کہ کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے، ان دونوں صورتوں میں اس کی جانب سے ہدی ذبح کی جائے گی اور وعدہ کے مطابق جس دن ہدی ذبح کی جائے گی اس دن یہ حلال ہو جائے گا، اس صورت میں اس کو بیت اللہ جانے کی ضرورت نہیں ہے، [۳] تیسری صورت یہ ہے کہ یہ بیت اللہ جائے اور اور احرام کے ذریعہ حج یا عمرہ جسکو لازم کیا ہے اس کو ادا کرے اور جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کرے، یہی اس کے لئے افضل ہے۔

ترجمہ: (۱۴۲۷) کسی نے عرفہ میں وقوف کر لیا پھر محصر ہوا تو وہ محصر نہیں ہے۔

لے الوقوع الامن عن الفوات (١٤٢٨)ومن احصر بمكة وهو ممنوع عن الطواف والوقوف فهو محصر ﴾ لے لانه تعذر عليه الاتمام فصار كما اذاحصر فی الحل (١٤٢٩)وان قدر علی احدهما فليس بمحصر ﴾

ترجمه: لے اس لئے کہ حج کے فوت ہونے سے امن ہو گیا۔

تشریح : حج میں وقوف عرفہ اصل ہے اور وقت کے ساتھ نویں ذی الحجہ کو متعین ہے اس لئے جب وقوف عرفہ پالیا تو طواف زیارت کبھی بھی کرے گا، یہ اور بات ہے کہ بارہویں ذی الحجہ کے بعد کرے گا تو دم لازم ہوگا لیکن حج ادا ہو جائے گا، اس لئے فرمایا کہ جس نے وقوف عرفہ پالیا تو اس کا حج فوت نہیں ہوا اور وہ محصر شمار نہیں کیا جائے گا۔

ترجمه: (١٤٢٨) جو مکہ مکرمہ میں محصور ہو گیا اور وقوف عرفہ کرنے سے اور طواف کرنے سے روک دیا گیا تو وہ محصر ہے۔

ترجمه: لے اس لئے کہ اس پر حج کا پورا کرنا متعذر ہو گیا تو ایسا ہو گیا کہ حل میں محصر ہو گیا۔

تشریح: وقوف عرفہ کرنا اور طواف زیارت کرنا حج کے یہ دو ارکان اصل ہیں اور ان دونوں سے روک دیئے گئے تو مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے بھی محصر ہو جائے گا۔ اور ایسا سمجھا جائے گا کہ حل میں محصر ہو گیا۔

وجه: (١) کیونکہ وقوف عرفہ نہیں کیا تو حج نہیں ہوا اور طواف نہ کر سکا تو عمرہ کر کے بھی حلال نہیں ہو سکے گا تو گویا کہ وہ لوگ جو حل میں محصر ہوتے ہیں ان کی طرح محصر ہو گئے (٢) سئل مالک عن من اهل من اهل مكة بالحج ثم اصابه كسر او بطن متخرق او امرأة تطلق ،قال: من اصابه هذا منهم فهو محصر يكون عليه مثل ما يكون علی اهل الآفاق اذا هم احصروا. (موطا امام مالک، باب ماجاء فیمن احصر بغیر عدو ص ٣٨٠) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ حج کرنے سے اور طواف کرنے سے روک دیئے گئے تو وہ بھی آفاقی کی طرح محصر ہوں گے۔

ترجمه: (١٤٢٩) اور اگر وقوف عرفہ یا طواف بیت اللہ کے پانے پر قدرت ہو تو محصر نہیں ہے۔

تشریح : وقوف عرفہ کر سکتا ہو تو حج ہو گیا، اب طواف زیارت باقی ہے تو وہ کبھی بھی کر سکتا ہے، اس لئے گویا کہ وہ محصر نہیں ہے۔ اور اگر طواف بیت اللہ کر سکتا ہے اور وقوف عرفہ نہیں کر سکتا تو حج تو فوت ہو جائے گا لیکن عمرہ کا طواف اور سعی کر کے حلال ہو سکتا ہے۔ اس لئے اب اس کو احصار کی ہدی لازم نہیں ہوگی تو گویا کہ محصر نہیں ہوا۔ یہی مطلب ہے فليس بمحصر کا کہ اس کو احصار کی ہدی لازم نہیں ہوگی۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کا حج ہو گیا اور وہ واقعی محصر نہیں ہے۔

فائده: امام شافعیؒ کے نزدیک وقوف عرفہ، یا طواف دونوں میں سے ایک سے روک دیا جائے تو محصر ہوگا۔ ان کی دلیل مسئلہ نمبر ١٣ میں اثر امام مالکؒ ہے۔

۱؎ اما على الطواف فلان فائت الحج يتحلّل به والدم بدل عنه فى التحلل ۲؎ واما على الوقوف فلما بينا ۳؎ وقد قيل فى هذه المسألة خلاف بين ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ والصحيح ما اعلمتُك من التفصيل.

ترجمہ: ۱؎ اگرطواف پرقادرہواتوحج کافوت کرنے والاطواف کرکے حلال ہوجائے گا،اوردم حلال ہونے میں طواف کابدل ہے۔

تشریح : اگرطواف کرنے پرقدرت ہےاوروقوف عرفہ نہ کرسکاتویہ عمرہ یعنی طواف اورسعی کرکےحلال ہوجائے گا،اس لئے اس کواحصارکادم لازم نہیں ہوگا۔گویاکہ احصارکادم لازم نہیں ہوااس اعتبارسے یہ محصرنہیں ہے،اس کایہ مطلب نہیں ہے کہ اس کاحج فوت نہیں ہوا۔

ترجمہ : ۲؎ اوراگروقوف عرفہ پرقادرہواتوہم نے بیان کردیا۔

تشریح : اگروقوف عرفہ پرقادرہوگیاتواس کاحج ہوگیا،اب طواف زیارت کبھی بھی کرےگاتواداہوجائےگا،یہ اوربات ہے کہ بارہویں ذی الحجہ سےزیادہ مؤخرکرنےکی وجہ سےامام ابوحنیفہؒ کےنزدیک دم لازم ہوگا۔بہرحال حج ہوجائے گاتواس اعتبارسے وہ محصرنہیں رہا۔

ترجمہ ۳؎ کہاگیاہے کہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ اورامام ابویوسفؒ کااختلاف ہے،لیکن صحیح تفصیل وہ ہےجسکومیں نے پہلے سمجھایا۔

تشریح :بعض حضرات نےفرمایاکہ اس مسئلے میں امام ابوحنیفہؒ اورامام ابویوسف کااختلاف ہےیعنی امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جوآدمی مکہ مکرمہ میں ہوتووہ محصرنہیں ہے،اورامام ابویوسفؒ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے اگرطواف اورسعی نہیں کرسکتاہوتو وہ محصرہے،اس لئے کہ جب طواف اورسعی نہیں کرسکتاہےتوعمرہ کرکےبھی حلال نہیں ہوسکتااس لئے وہ محصرتوہوا۔

﴿باب الفوات﴾

(۱۴۳۰) ومن احرم بالحج وفاته الوقوف بعرفة حتى طلع الفجر من يوم النحر فقد فاته الحج ﴾لما ذكرنا ان وقت الوقوف يمتد اليه (۱۴۳۱) وعليه ان يطوف ويسعىٰ ويتحلّل ويقضى الحج من قابل ولادم عليه﴾

﴿ باب الفوات ﴾

ضروری نوٹ: ایک ہے محصر اور دوسرا ہے حج کا فوت کرنے والا، مکہ مکرمہ سے دور روک دیا گیا کہ اب وہ طواف اور سعی بھی نہیں کر سکتا ہے تو اس کو محصر کہتے ہیں، اس کے لئے اب حکم یہ ہے کہ دم بیت اللہ بھیجے اور ذبح کر کے حلال ہو جائے اور بعد میں حج یا عمرہ کرے۔ اور حج کے فوت کا مطلب یہ ہے کہ حج کے احرام باندھنے کے بعد نویں تاریخ سے دسویں ذی الحجہ کی فجر تک وقوف عرفہ نہ کر سکا جسکی وجہ سے حج فوت ہو گیا، لیکن بیت اللہ جا کر طواف اور سعی کر سکتا ہے اس لئے عمرہ کر کے حلال ہو جائے، اور آئندہ حج کرے، چونکہ اس نے عمرہ کا عمل کر لیا اس لئے اس پر حج چھوڑنے کا دم نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۴۳۰) جس نے حج کا احرام باندھا اور اس کا وقوف عرفہ فوت ہو گیا یہاں تک کہ دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہو گئی پس اس کا حج فوت ہو گیا

ترجمہ: لے اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے ذکر کیا، کیونکہ وقوف عرفہ کا وقت طلوع فجر تک ممتد ہوتا ہے۔

تشریح: دسویں ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے پہلے پہلے وقوف عرفہ کر لینا چاہئے اس سے حج ہو جائیگا۔ اب وہ طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفہ نہ کر سکا تو اس کا حج فوت ہو گیا۔

وجہ: (۱) وقوف عرفہ فرض ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثم افیضوا من حیث افاض الناس (آیت ۱۹۹ سورۃ البقرۃ ۲) (۲) حدیث میں ہے۔ عن عروۃ بن مضرس ... فقال رسول الله من شهد صلوتنا هذه ووقف معنا حتى يدفع وقد وقف بعرفة قبل ذلک لیلا او نهارا فقد تم حجه (ترمذی شریف، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج ص ۱۷۸ نمبر ۸۹۱ / ابو داؤد شریف، باب من لم یدرک عرفۃ، ص ۲۷۶، نمبر ۱۹۴۹) اس حدیث میں ہے کہ جس نے وقوف عرفہ کیا تو اس کا حج پورا ہو گیا، اور وقوف عرفہ نہ کر سکا تو اس کا حج فوت ہو جائے گا۔

ترجمہ: (۱۴۳۱) اور اس پر لازم ہے کہ طواف کرے اور سعی کرے اور حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے اور اس پر حج چھوڑنے کا دم نہیں ہے۔

لے لقوله عليه السلام من فاته عرفة بليل فقد فاته الحج فليتحلل بعمرة وعليه الحج من قابل والعمرة

ترجمه: لے حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ جس کا رات میں وقوف عرفہ فوت ہو گیا تو اس سے حج فوت ہو گیا، اس کو عمرہ کر کے حلال ہو جانا چاہئے، اور اس کے اوپر اگلے سال حج ہے۔

تشریح : قاعدہ یہ ہے کہ جس سے حج فوت ہو جائے تو اگر وہ اعمال عمرہ یعنی طواف اور سعی کر سکتا ہو تو وہ کر کے حلال ہو جائے اور اگلے سال حج کرے۔ اور چونکہ عمرہ کر لیا تو اب اس پر ہدی ذبح کرنا لازم نہیں ہے۔ البتہ اگر عمرہ نہ کر پاتا تو ہدی لازم ہوتی۔

وجه: (۱) ان دونوں مسئلوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال من وقف بعرفات بليل فقد ادرک الحج و من فاته عرفات بليل فقد فاته الحج فليحل بعمرة وعليه الحج من قابل ۔ (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۲، نمبر ۲۴۹۶) (۲) اور دوسری حدیث میں یہ عبارت ہے من ادرک عرفة قبل طلوع الفجر في يوم النحر فقد تم حجه. (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۲ نمبر ۲۴۹۴ رسنن للبیھقی، باب ادرک الحج بادراک عرفۃ قبل طلوع الفجر من یوم النحر، ج خامس، ص ۲۸۲، نمبر ۹۸۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقوف عرفہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کی فجر تک ہے، اگر فجر طلوع ہو گئی تو اب حج کا وقت ختم ہو گیا تو حج فوت ہو گیا اب اس کو اعمال عمرہ کر کے حلال ہونا چاہئے۔ اس صورت میں اس پر ہدی لازم نہیں ہوگی۔ اور عمرہ کرنے پر ہدی لازم نہیں ہوگی کیونکہ مذکورہ حدیث میں ہدی کا تذکرہ نہیں ہے (۳) اس حدیث میں ہے۔ کان ابن عمرؓ يقول أليس حسبكم سنة رسول الله ﷺ ؟ ان حبس أحدكم عن الحج طاف بالبيت و بالصفا و المروة ثم حل من كل شيء حتى يحج عاما قابلا فيهدى او يصوم ان لم يجد هديا ۔ (بخاری شریف، باب الاحصار فی الحج، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۱۰) (۵) اس حدیث میں بھی ہے حج کا احصار ہو سکتا ہے۔ سمعت الحجاج بن عمر و الانصاری قال قال رسول الله ﷺ من كسر أو عرج فقد حل و عليه الحج من قابل . (ابو داود شریف، باب الاحصار، ص ۲۷۲، نمبر ۱۸۶۲ ر ترمذی شریف، باب ماجاء فی الذی یھل بالحج فیکسر أو یعرج ص ۲۳۰، نمبر ۹۴۰) (۶) کان ابن عمرؓ يقول أليس حسبكم سنة رسول الله ﷺ ؟ ان حبس أحدكم عن الحج طاف بالبيت و بالصفا و المروة ثم حل من كل شيء حتى يحج عاما قابلا فيهدى او يصوم ان لم يجد هديا ۔ (بخاری شریف، باب الاحصار فی الحج، ص ۲۹۱، نمبر ۱۸۱۰) اس حدیث میں ہے کہ حج سے محصر ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے، اور ہدی بھی دے۔ (۷) عمر ابن خطاب کے فیصلے میں یہ الفاظ ہیں۔ ان هبار بن الاسود جاء يوم النحر وعمر ينحر فقال يا امير المؤمنين اخطأنا كنا نرى أن هذا اليوم يوم عرفة فقال له عمر بن الخطابؓ اذهب الى مكة فطف بالبيت سبعا و بين الصفا و المروة أنت و من معک ثم انحر هديا ان كان معک ثم احلقوا او قصروا

۲ لیست الا الطواف والسعی ۳ ولان الاحرام بعد ما انعقد صحیحًا لا طریق للخروج عنه الا باداء احد النسکین کما فی الاحرام المبهم وهنا عجز عن الحج فتتعین علیه العمرة ۴ ولا دم علیه لان التحلل وقع بافعال العمرة فکانت فی حق فائت الحج بمنزلة الدم فی حق المحصر فلا یجمع بینهما (۱۴۳۲) والعمرة لا تفوت وهی جائزة فی جمیع السنة الا خمسة ایام یکره فیها فعلها وهی یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق﴾

وارجعوا فاذا کان حج قابل فحجوا و أهدوا. (سنن للبیھقی، باب ما یفعل من فاتہ الحج، ج خامس، ص ۲۸۴، نمبر ۹۸۲۲)
اس اثر میں ہے کہ حج فوت ہو جائے تو عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور ہدی ہو تو اس کو ذبح کر دے۔

ترجمہ: ۲ عمرہ نہیں ہے مگر طواف اور سعی۔

تشریح: عمرہ کی تشریح فرماتے ہیں کہ طواف اور سعی کا نام عمرہ ہے۔

ترجمہ: ۳ اس لئے کہ احرام صحیح منعقد ہونے کے بعد اس سے نکلنے کا راستہ نہیں ہے مگر دو عبادتوں میں سے ایک ادا کرنے کے بعد، جیسے کہ مبہم احرام میں ہوتا ہے، اور یہاں حج سے عاجز ہو گیا تو اس پر عمرہ متعین ہو گیا۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے کہ جس کا احرام صحیح ہے اس کو حج یا عمرہ دو میں سے ایک ادا کر کے نکلنا ہو گا، اب حج تو ادا کر نہیں سکتا وہ تو فوت ہو گیا اس لئے اس کو کرنے سے عاجز ہے، اور طواف اور سعی کر سکتا ہے اس لئے اب عمرہ ہی کرے گا اور حلال ہو جائے گا۔

ترجمہ: ۴ اور اس پر دم نہیں ہے اس لئے کہ عمرہ کے افعال کر کے حلال ہوا ہے، اس لئے حج کے فوت کرنے والے کے حق میں عمرہ کرنا ایسا ہے جیسے محصر کے حق میں دم دینا۔

تشریح: جس کا حج فوت ہوا اور وہ عمرہ کر کے حلال ہوا تو اس پر دم نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح محصر دم دے کر حلال ہوتا ہے اسی طرح حج کا فوت کرنے والا عمرہ کر کے حلال ہوتا ہے، تو گویا کہ فائت حج کے لئے عمرہ اور محصر کے لئے دم دونوں ایک ہی درجے میں ہوا اس لئے فائت حج کو مزید دم دینے کی ضرورت نہیں ہے، وہ تو حلال ہو چکا ہے۔

وجہ: (۱) عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال من وقف بعرفات بلیل فقد ادرک الحج ومن فاته عرفات بلیل فقد فاته الحج فلیحل بعمرة وعلیه الحج من قابل۔ (دار قطنی، کتاب الحج، ج ثانی، ص ۲۱۲، نمبر ۲۴۹۶ رسنن بیہقی، باب ما یفعل من فاتہ الحج، ج خامس، ص ۲۸۵، نمبر ۹۸۲۳) اس حدیث میں ہے کہ حج کا فوت کرنے والا عمرہ کر کے حلال ہو جائے، اس میں ہدی کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے دم دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ترجمہ: (۱۴۳۲) عمرہ فوت نہیں ہوتا ہے، وہ تمام سال میں جائز ہے مگر پانچ دنوں میں اس کا کرنا مکروہ ہے وہ عرفہ کا دن یوم

۱؎ لما روی عن عائشةؓ انها کانت تکره فی هذه الایام الخمسة

۲؎ ولان هذه ایام الحج فکانت متعینة له ۳؎ وعن ابی یوسفؒ انه لاتکره فی یوم عرفة قبل الزوال لان دخول وقت رکن الحج بعدالزوال لاقبله

النحر اورایام تشریق ہیں۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ ان دنوں میں عمرہ مکروہ سمجھتی تھیں

تشریح : حج کا معاملہ یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کو عرفات کا وقوف کرے گا تو حج ہوگا اور اس وقت عرفات کا وقوف نہ کر سکا تو اب حج نہیں ہوگا۔اب آئندہ سال حج کا احرام باندھ کر پھر نویں ذی الحجہ میں وقوف کرے تو حج ہوگا۔لیکن عمرہ کا معاملہ کسی دن کے ساتھ خاص نہیں ہے، وہ کسی دن میں بھی کر سکتا ہے۔اس لئے عمرہ میں احصار تو ہوگا لیکن فوت نہیں ہوگا، وہ جب بھی ادا کرے گا ادا ہی ہوگا۔البتہ پانچ دنوں میں مکروہ ہے،نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذی الحجہ۔

وجہ: (۱)اثر میں ہے،جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کیا ہے . **عن عائشةؓ قالت حلت العمرة فی السنة کلها الا فی أربعة أیام : یوم عرفة ، و یوم النحر ، و یومان بعد ذالک** ۔(سنن بیہقی، باب العمرة فی أشھر الحج، ج رابع ،ص ۵۶۵، نمبر ۸۷۴۱/مصنف ابن ابی شیبة، ۸ فی العمرة من قال فی کل شھر ومن قال متی ماشئت ج ثالث ،ص ۱۲۶، نمبر ۱۲۷۲۱)اس اثر میں ہے کہ نویں، دسویں، گیارہویں، اور بارہویں ذی الحجہ کو عمرہ کرنا ٹھیک نہیں ہے باقی دنوں میں جائز ہے۔(۲)اور دوسرے اثر میں ہے **عن العمرة قال اذا مضت ایام التشریق فاعتمر متی شئت الی قابل**. (مصنف ابن ابی شیبة ۸ فی العمرة من قال فی کل شھر ومن قال متی ماشئت ج ثالث ،ص ۱۲۶، نمبر ۱۲۷۲۲)اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایام تشریق میں عمرہ مکروہ ہے۔اور اس کے بعد سارے سال میں جب چاہے عمرہ کر سکتا ہے۔

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے بھی کہ یہ حج کے دن ہیں اس لئے اس کے لئے متعین ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ یہ ایام حج کے لئے ہیں اس لئے اسی کے لئے متعین ہونا چاہئے تا کہ عمرہ کے اعمال میں مشغول نہ ہوں اس لئے عمرہ مکروہ ہے۔

ترجمہ: ۳؎ حضرت امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت یہ ہے کہ عرفہ کے دن زوال سے پہلے عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ حج کا رکن زوال کے بعد داخل ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں[اس لئے اس سے پہلے مکروہ نہیں ہونا چاہئے۔

تشریح : حضرت امام ابو یوسفؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ نویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے پہلے تک عمرہ کر سکتا ہے مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ حج کے وقوف عرفہ کا وقت نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد شروع ہوتا ہے جو اس کا اہم رکن ہے اور اس کے بعد حج کے باقی

۴؎ والاظهر من المذهب ماذكرناه ۵؎ ولكن مع هذالو اداها فی هذه الايام صح ويبقى محرما بها فيها لان الكراهة لغيرهما وهو تعظيم امر الحج وتخليص وقته له فيصح الشروع (۱۴۳۳) والعمرة سُنّة ﴾ ۱؎ وقال الشافعیؒ فريضة لقوله عليه السلام العمرة فريضة كفريضة الحج

اعمال شروع ہوتے ہیں اس لئے زوال سے پہلے عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔

ترجمہ: ۴؎ لیکن ظاہر مذہب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا۔

تشریح: ظاہر مذہب پہلا ہی ہے کیونکہ اثر میں عرفہ کا دن ہے اور عرفہ کا دن فجر طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اس لئے صبح سے مکروہ ہوگا۔

ترجمہ: ۵؎ اس کے باوجود اگر ان دنوں میں عمرہ ادا کرلیا تو عمرہ صحیح ہوجائے گا، اور عمرہ کا محرم باقی رہے گا، اس لئے کہ غیر کی وجہ سے کراہیت ہے، اور وہ ہے حج کی تعظیم کرنا، اور اس کے لئے وقت کو فارغ کرنا، اس لئے عمرہ کو شروع کرنا صحیح ہے۔

تشریح: ان پانچ دنوں میں عمرہ کرنا مکروہ ہے، اس کے باوجود کسی نے ان دنوں میں عمرہ کرہی لیا تو کراہیت کے ساتھ عمرہ ادا ہوجائے گا۔

وجہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ عبادت ہے اس لئے اس میں کوئی نقص نہیں ہے، اس میں نہی حج کی وجہ سے آیا ہے، کیونکہ ان دنوں میں حج کی تعظیم کرنا چاہئے، اور حج کے کاموں کے لئے وقت فارغ رکھنا چاہئے، اور قاعدہ یہ ہے کہ غیر کی وجہ سے نہی آئے تو وہ کام کر لینے سے ادا ہوجاتا ہے اگر چہ مکروہ ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۳۳) عمرہ سنت ہے۔

وجہ: (۱) عمرہ سنت ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے عن جابر عن النبی ﷺ سئل عن العمرة اواجبة هی قال لا وان يعتمروا هو افضل. (ترمذی شریف، باب ماجاء فی العمرة اواجبة ھی ام لا ص ۱۸۶ نمبر ۹۳۱ / دار قطنی، کتاب الحج ج ثانی ص ۲۵۱ نمبر ۲۷۰۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ سنت ہے واجب نہیں ہے۔ (۲) عن طلحة بن عبيد الله أنه سمع رسول الله ﷺ يقول الحج جهاد و العمرة تطوع۔ (ابن ماجۃ شریف، باب العمرۃ، ص ۴۳۳، نمبر ۲۹۸۹ / سنن بیہقی، باب من قال العمرۃ تطوع، ج رابع، ص ۵۶۹، نمبر ۸۷۵۰) اس حدیث میں ہے کہ عمرہ نفل ہے۔

ترجمہ: ۱؎ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ عمرہ فرض ہے، حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ عمرہ فرض ہے حج کے فرض کی طرح۔

تشریح: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عمرہ حج کی طرح فرض ہے، موسوعہ میں یہ ہے۔ قال الشافعیؒ و الذی أشبه بظاهر القرآن و اولى بأهل العلم عندی و أسأل الله التوفيق . ان تكون العمرة واجبة ، فان الله تعالى قرنها مع

۲ ولنا قوله عليه السّلام الحج فريضة والعمرة تطوع ۳ ولانها غير موقتة بوقت وتتادى بنية غيرها كما فى فائت الحج وهذه امارة النفلية ۴ وتاويل ما رواه انها مقدرة باعمال كالحج ۵ اذ لا تثبت الفريضة مع التعارض فى الأثار قال

الحج فقال و اتمو الحج و العمرة لله(آیت۱۹۶،سورۃ البقرۃ۲) (موسوعۃ امام شافعی، باب ھل تجب العمرۃ وجوب الحج، ج خامس،ص۹۴،نمبر۵۴۴۳)اس عبارت میں ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں عمرہ واجب ہے

وجه : (۱) و اتمو الحج و العمرة لله (آیت۱۹۶،سورۃ البقرۃ۲)اس آیت میں حج اور عمرہ کو ایک ساتھ ملا کر بیان کیا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا درجہ ایک ہے یعنی عمرہ بھی حج کی طرح فرض ہے۔(۲) حدیث میں ہے۔عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ ان الحج والعمرة فريضتان لا يضرك بايهما بدأت. (دار قطنی،کتاب الحج ج ثانی ص ۲۵۰ نمبر ۲۶۹۲ رسنن بیہقی ، باب من قال بوجوب العمرۃ استدلالا بقول اللہ تعالی واتموا الحج والعمرۃ للہ، ج رابع ،ص۵۷۲،نمبر ۸۷۶۰)(۳)ان ابن عباس قال العمرة واجبة كوجوب الحج من استطاع اليه سبيلا۔(دار قطنی،کتاب الحج ج ثانی ص۲۵۰نمبر۲۶۹۴)اس حدیث اور اثر سے معلوم ہوا کہ عمرہ واجب ہے۔

ترجمه: ۲ ہماری دلیل حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ حج فرض ہے اور عمرہ نفل ہے۔حدیث یہ ہے۔عن طلحة بن عبيد الله أنه سمع رسول الله ﷺ يقول الحج جهاد و العمرة تطوع ۔(ابن ماجۃ شریف،باب العمرۃ،ص۴۳۳،نمبر ۲۹۸۹ رسنن بیہقی، باب من قال العمرۃ تطوع، ج رابع ،ص ۵۶۹،نمبر ۸۷۵۰)اس حدیث میں ہے کہ عمرہ نفل ہے۔

ترجمه: ۳ اور اس لئے کہ عمرہ وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے، اور دوسرے کی نیت سے ادا ہو جاتا ہے، جیسے کہ حج کے فوت ہو نے سے ہوتا ہے اور یہ نفل کی علامت ہے۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ عمرہ وقت کے ساتھ متعین نہیں ہے، اور وقت کے ساتھ متعین نہ ہونا نفل ہونے کی علامت ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حج فوت ہو جائے تو وہ خود عمرے میں تبدیل ہو جاتا ہے تو گویا کہ حج کی نیت سے عمرہ ادا ہوتا ہے، اور یہ نفل ہو نے کی دلیل ہے۔

ترجمه: ۴ اور امام شافعیؒ نے جو روایت کی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ عمرے کے اعمال حج کے اعمال کی طرح متعین ہے۔

تشریح :امام شافعیؒ نے جو, ان الحج والعمرة فريضتان ، روایت پیش کی ہے اس کی تاویل یہ ہے کہ جس طرح حج کے اعمال متعین ہیں اسی طرح عمرے کے اعمال بھی متعین ہیں۔

ترجمه: ۵ اور اس لئے بھی کہ احادیث میں تعارض ہے اور تعارض کے ساتھ فرض ثابت نہیں ہوتا ہے۔

(۱۴۳۴) وهی الطواف والسعی ﴾ ۱ وقد ذکرنا ہ فی باب التمتع والله اعلم بالصواب.

تشریح : احادیث دونوں طرح کی ہیں، فرض کی بھی اور نفل کی بھی اور جب احادیث میں تعارض ہو جائے تو اس سے نفل ثابت ہوتا ہے، فرض ثابت نہیں ہوتا، اس لئے بھی نفل ہوگا۔

نوٹ : حضور ﷺ نے چار عمرہ کیا اور چاروں ذی القعدہ میں تھا، اس کے لئے حدیث یہ ہے . عن ابن عباس قال اعتمر رسول الله ﷺ أربع عمر ،عمرة الحدبية ، عمرة القضاء من قابل، و الثالث من الجعرانية و الرابعة التی مع حجته . (ابن ماجة شریف، باب کم اعتمر النبی ﷺ، ص ۴۳۵، نمبر ۳۰۰۳) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے چار عمرہ کیا۔

ترجمہ : (۱۴۳۴) عمرہ کا احرام باندھنا، طواف کرنا اور سعی کرنا ہے۔

ترجمہ : ۱ اس کو ہم نے تمتع کے باب میں ذکر کیا ہے۔

تشریح : تین ارکان کے مجموعے کا نام عمرہ ہے (۱) احرام باندھے (۲) بیت اللہ کا سات شوط طواف کرے (۳) صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے۔ اسی تین چیز کے مجموعے کا نام عمرہ ہے۔

وجہ: (۱) حدیث میں ہے۔ عن عائشة زوج النبی ﷺ قالت خرجنا مع النبی فی حجة الوداع ... قالت فطاف الذین کانوا اهلوا بالعمرة بالبیت وبین الصفا والمروة ثم حلوا (بخاری شریف، باب کیف تہل الحائض والنفساء ص ۲۱۱ نمبر ۱۵۵۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عمرہ میں احرام باندھے اور طواف بیت اللہ کرے اور صفا اور مروہ کی سعی کرے۔ (۲) دوسری حدیث میں ہے حدثنا ابو نعیم حدثنا ابو شهاب ... فقال لهم احلوا من احرامکم بطواف البیت وبین الصفا والمروة و قصروا ثم اقیموا حلالا (ج) (بخاری شریف، باب التمتع والاقران والافراد بالحج ص ۲۱۳ نمبر ۱۵۶۸) اس حدیث میں بھی ہے کہ عمرہ میں طواف اور سعی کر کے حلال ہو جائے یہی اعمال عمرہ ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

﴿باب الحج عن الغير﴾

(۱۴۳۵) الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلوة او صوماً او صدقة او غیرها عند اهل السنة والجماعة ﴾ لـ لما روی عن النبی علیه السّلام انه ضحّی بکبشین املحین احدهما عن نفسه والاخر عن امته ممن اقر بوحدانیة الله تعالیٰ وشهد له بالبلاغ جعل تضحیة احدی الشاتین لامته

﴿باب الحج عن الغیر﴾

ضروری نوٹ: دوسروں کو اپنا ثواب پہونچا سکتا ہے اس کے لئے یہ آیت ہے (۱) الذین یحملون العرش و من حوله یسبحون بحمد ربهم و یؤمنون به و یستغفرون للذین آمنوا ربنا وسعت کل شیء رحمة و علما فأغفر للذین تابوا وأتبعوا سبیلک و قهم عذاب الجحیم ۔ (آیت ۷، سورۃ غافر ۴۰) اس آیت میں ہے کہ فرشتے مؤمنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ اپنے کام کا ثواب دوسروں کو پہونچا سکتا ہے۔ (۲) اس آیت میں بھی ہے۔ ان الله و ملائکته یصلون علی النبی ،یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (آیت ۵۶، سورۃ الاحزاب ۳۳) اس آیت میں ہے کہ حضور پر درود شریف پڑھو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے پر ثواب پہونچ سکتا ہے۔ (۳) اس حدیث میں بھی ہے. عن عائشةؓ ...قالوا ضحی رسول الله ﷺ عن ازواجه بالبقر۔ (بخاری شریف، باب الاضحیۃ للمسافر والنساء، ص ۹۸۶، نمبر ۵۵۴۸) اس حدیث میں ہے کہ دوسروں کی جانب سے قربانی کرسکتا ہے۔

ترجمہ: (۱۴۳۵) اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کے لئے کرسکتا ہے نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا اس کے علاوہ ہو اہل سنت والجماعت کے نزدیک۔

ترجمہ: لـ اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو مینڈھے ایسے ذبح کئے کہ انکی سیاہی میں کچھ سفیدی ملی ہوئی تھی ،ان میں سے ایک اپنی طرف سے اور دوسرا اپنی امت کے ایسے افراد کی طرف سے جنہوں نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور آپ کے واسطے رسالت پہونچانے کی گواہی دی۔ حضورؐ نے دو بکریوں میں سے ایک کی قربانی اپنی امت کے لئے کر دی۔

تشریح: اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ اپنے عمل خیر کا ثواب دوسروں کے لئے کرسکتا ہے، چاہے وہ عمل خیر نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا کوئی اور عمل ہو، چنانچہ حضورؐ نے دو مینڈھے ذبح کئے اور ان میں سے ایک اپنی امت کے لئے ذبح کیا، یعنی اس کا ثواب اپنی امت کو پہونچایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اپنا ثواب کسی اور کو پہونچا سکتا ہے۔

وجه: صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے (۱) عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ کان اذا اراد أن یضحی اشتری

۲ والعبادات انواع مالية محضة كالزكوٰة وبدنية محضة كالصلوٰة ومركبة منهما كالحج والنيابة تجرى فى النوع الاول فى حالتى الاختيار والضرورة لحصول المقصود بفعل النائب ولا تجرى فى النوع الثانى بحال لان المقصود وهو اتعاب النفس لا يحصل به وتجرى فى النوع الثالث عند العجز للمعنى الثانى وهو المشقة بتنقيص المال ولا تجرى عند القدرة لعدم اتعاب النفس

كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين مؤجؤين فذبح أحدهما عن امته لمن شهد لله بالتوحيد و شهد له بالبلاغ و ذبح الآخر عن محمد و عن آل محمد ۔(ابن ماجۃ شریف، باب اضاحی رسول اللہ ﷺ، ص ۴۵۵، نمبر ۳۱۲۲ / ابو داود شریف، باب مایستحب من الضحایا، ص ۴۰۷، نمبر ۲۷۹۲) اس حدیث میں ہے کہ اپنی امت کی جانب سے ذبح کیا جس سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو قربانی کا ثواب پہونچا سکتا ہے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔ عن عائشةؓ ...قالوا ضحی رسول الله ﷺ عن ازواجه بالبقر ۔(بخاری شریف، باب الاضحیۃ للمسافر والنساء، ص ۹۸۶، نمبر ۵۵۴۸) اس حدیث میں ہے کہ دوسروں کی جانب سے قربانی کر سکتا ہے۔

اور حج دوسرے کی جانب سے کر سکتا ہے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔(۱) عن الفضل بن عباسؓ قال جائت امرأة من خثعم عام حجة الوداع قالت يا رسول الله ان فريضة الله على عباده فى الحج أدركت ابى شيخا كبيرا لا يستطيع أن يستوى على الراحلة فهل يقضى عنه أن أحج عنه ؟ قال نعم ۔(بخاری شریف، باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۱۸۵۴ / مسلم شریف، باب الحج عن العاجز لزمانۃ وھرم ونحوھما، ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۴ / ۳۲۵۱ / نسائی شریف، باب الحج عن الحی الذی لا یستمسک علی الرحل، ص ۳۶۶، نمبر ۲۶۳۶) اس حدیث میں مجبوری کے وقت دوسرے کی جانب سے حج کیا۔(۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے. عن ابن عباسؓ أن امرأة من جهينة جائت الى النبى ﷺ فقالت ان امى نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها ؟ قال نعم حجى عنها ،أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته ؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء ۔(بخاری شریف، باب الحج والنذور عن المیت والرجل یحج عن المرأۃ، ص ۲۹۹، نمبر ۱۸۵۲ / نسائی شریف، باب الحج عن المیت الذی نذر أن یحج، ص ۳۶۵، نمبر ۲۶۳۳) اس حدیث میں بھی دوسرے کی جانب سے حج کیا گیا، جس سے معلوم ہوا کہ غیر کی جانب سے حج کیا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: ۲ عبادات کی تین قسمیں ہیں [۱] خالص عبادت مالیہ، جیسے زکوۃ، [۲] خالص عبادت بدنیہ، جیسے نماز، [۳] دونوں سے مرکب جیسے، حج۔ پہلی قسم میں نیابت اختیار اور ضرورت دونوں حالتوں میں جاری ہوتی ہے، نائب کے فعل سے مقصود حاصل ہو نے کی وجہ سے، اور دوسری قسم میں کسی حال میں جاری نہیں ہوتی، اس لئے کہ مقصود نفس کو تھکانا ہے جو دوسرے سے حاصل نہیں ہوتا،

۳؎ والشرط العجز الدائم الى وقت الموت لان الحج فرض العمروفى الحج النفل تجوز الانابة حالة القدرة لان باب النفل او سع ۴؎ ثم ظاهر المذهب ان الحج يقع عن المحجوج عنه وبذلک تشهد الاخبار الواردة فى الباب كحديث الخثعمية فانه عليه السّلام قال فيه حُجّى عن ابيک واعتمرى

اور تیسری قسم میں عاجزی کے وقت حاصل ہوتی ہے دوسرے معنی کی وجہ سے، اور وہ مال کو کم کرنے کی مشقت ہے، اور قدرت کے وقت جاری نہیں ہوتی، کیونکہ نفس کو تھکانا نہیں پایا جاتا ہے۔

تشریح : عبادات کی تین قسمیں ہیں [۱] وہ عبادت جو خالص مالی ہے، جیسے زکوۃ، کہ اس میں خالص مال خرچ کرنا پڑتا ہے، اس میں جسم کو تھکانے کی ضرورت نہیں ہے، چونکہ اس میں مال خرچ کرنا اصل ہے اس لئے چاہے اختیار کی حالت ہو چاہے مجبوری کی حالت ہو کوئی نائب بھی زکوۃ ادا کردے تو ادا ہو جائے گی۔ [۲] دوسری قسم خالص عبادت بدنیہ جیسے نماز اور روزہ، اس میں اصل مقصود نفس کو تھکانا ہے، اس لئے اس میں چاہے اختیار کی حالت ہو چاہے مجبوری کی حالت ہو کوئی نائب دوسرے کی نماز ادا کرنا چاہے تو ادا نہیں کرسکتا، کیونکہ اس سے اصل آدمی کا نفس نہیں تھکے گا، اس لئے اس میں کسی حال میں بھی نیابت کافی نہیں [۳] تیسری عبادت وہ ہے جو عبادت بدنیہ اور عبادت مالیہ دونوں سے مرکب ہے، اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور نفس کو تھکانا بھی پڑتا ہے، جیسے حج، کہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور نفس کو بھی تھکانا پڑتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ مجبوری کے موقع پر نیابت چل جائے گی، لیکن قدرت کے موقع پر نیابت سے کام نہیں چلے گا، اصل کو ہی کام کرنا ہوگا، چنانچہ مجبوری ہو تو نائب حج کرسکتا ہے اور مجبوری نہ ہو تو اصل آدمی ہی کو حج کرنا ہوگا۔

ترجمہ: ۳؎ شرط یہ ہے کہ موت تک ہمیشہ عاجزی رہے، اس لئے کہ حج عمر بھر کا فرض ہے، البتہ نفلی حج میں قدرت کی حالت میں بھی نیابت جائز ہے، اس لئے کہ نفل کا باب وسیع ہے۔

تشریح :شرط یہ ہے کہ عاجزی موت تک رہے، اس لئے کہ فرض حج عمر بھر میں کبھی بھی کرسکتا ہے، اس لئے موت تک حج سے عاجز ہو تب ہی نائب آدمی فرض حج کرسکتا ہے۔ البتہ نفلی حج ہو تو حج پر قدرت ہو تب بھی نائب آدمی حج کرسکتا ہے، اس لئے کہ نفل کا باب وسیع ہے۔

ترجمہ: ۴؎ پھر ظاہر مذہب یہ ہے کہ جن کی جانب سے حج کیا ہے اسی کی جانب سے حج واقع ہوگا، اس بارے میں جو احادیث وارد ہوئیں ہیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے، جیسے حضرت خثیمہ کی حدیث میں، چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے باپ کی جانب سے حج کرو اور عمرہ کرو۔

۵ وعن محمدؒ ان الحج يقع عن الحاج وللأمر ثواب النفقه لانه عبادة بدنية وعند العجز اقيم الانفاق مقامه كالفدية في باب الصوم

تشریح :حج اس کی جانب سے ادا ہوگا جس کی جانب سے حج کیا ہے، یا حج کرنے والے کی جانب سے ادا ہوگا، اور جس کی جانب سے حج کیا اس کو ثواب ملے گا! اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ حج آمر کی جانب سے ادا ہوگا، کیونکہ حدیث میں خثعم کی عورت نے پوچھا کہ کیا میں باپ کی جانب سے حج کروں؟ تو فرمایا کہ اپنے باپ کی جانب سے حج کرو، جس سے معلوم ہوا کہ حج آمر کی جانب سے ہوگا۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباسؓ أن امرأة من جهينة جائت الى النبى ﷺ فقالت ان امى نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها ؟ قال نعم حجي عنها ،أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته ؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء** ۔(بخاری شریف، باب الحج والنذور عن المیت والرجل یحج عن المرأۃ،ص ۲۹۹، نمبر ۱۸۵۲ نسائی شریف، باب الحج عن المیت الذی نذر أن یحج،ص ۳۶۵، نمبر ۲۶۳۳) اس حدیث میں ہے، **حجي عنها** ، کہ اپنے باپ کی جانب سے حج کرو، جس کا مطلب یہ ہے کہ حج آمر کی جانب سے ہوگا۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ قرض کی طرح اس کو ادا کرو، اور قرض آمر کی جانب سے ادا ہوتا ہے، تو اس جملے سے بھی معلوم ہوا کہ حج آمر کی جانب سے ادا ہوگا۔ (۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **عن ابن عباس عن الفضل أن امرأة من خثعم قالت يا رسول الله ! ان ابى شيخ كبير عليه فريضة الله فى الحج و هو لا يستطيع ان يستوى على ظهر بعيره فقال النبى ﷺ فحجي عنه** ۔(مسلم شریف، باب الحج عن العاجز لزمانۃ وھرم ونحوھما،ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۵/۳۲۵۵/ابوداود شریف، باب الرجل یحج عن غیرہ،ص ۲۶۶، نمبر ۱۸۰۹) اس حدیث میں قبیلہ خثعم کی عورت کا تذکرہ ہے۔

ترجمه : ۵ امام محمدؒ سے روایت ہے کہ حج حج کرنے والے کی جانب سے ادا ہوگا، اور حکم دینے والے کو خرچ کا ثواب ملے گا، اس لئے کہ یہ بدنی عبادت ہے اور عاجزی کے وقت خرچ کرنا اسکے قائم مقام ہوتا ہے، جیسا کہ روزے کے باب میں فدیہ [روزے کے قائم مقام ہوتا ہے]

تشریح : امام محمدؒ کی رائے ہے کہ حج تو حج کرنے والے کی جانب سے ادا ہوگا، البتہ جس نے حکم دیا اور خرچ کیا اس کو اس خرچ کا ثواب مل جائے گا، اور گویا کہ اس کے ذمے سے فرض ساقط ہو جائے گا، کیونکہ حج میں بدنی عبادت ہونا غالب ہے، اور بدنی عبادت میں نائب نہیں ہوتا، اس لئے حج میں بھی نائب نہیں ہوگا، اس لئے حج حج کرنے والے کی جانب سے ادا ہوگا۔ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ کوئی روزہ نہ رکھ سکا تو اسکے بدلے میں فدیہ دیتے ہیں، اور فدیہ سے روزہ ادا نہیں ہوتا، لیکن اس کا ثواب ملتا ہے، اور روزے دار کے ذمے سے فرض ساقط ہو جاتا ہے، اسی طرح یہاں بھی حج کا ثواب اس کو ملے گا اور حج ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔

(١٤٣٦) قال ومن امره رجلان ان يحج عن كل واحد منهما حجةً فاهلّ بحجة عنهما فهى عن الحاج و يضمن النفقه﴾

نوٹ :اگرخوداس پرحج فرض نہیں ہےاوردوسرے کی جانب سے کررہاہےتو ایسا کرنا مکروہ ہے،البتہ آمر کی جانب سے حج فرض ادا ہوجائے گا۔

وجہ : (۱) کیامعلوم کہ اگلے سال تک زندہ رہے یا نہ رہے۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنا حج نہ کرپائے اس لئے پہلے اپنا حج کرنا چاہئے ۔(۲)مکروہ ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ **عن ابن عباس أن النبی ﷺ سمع رجلا یقول لبیک عن شبرمة ، قال : من شبرمة ؟ قال أخ لی . او قریب لی . قال : حججت عن نفسک ؟ قال لا ، قال : حج عن نفسک ثم حج عن شبرمة** ۔(ابوداود شریف، باب الرجل یحج عن غیرہ،ص ۲۶۶،نمبر ۱۸۱۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے اپنی جانب سے فرض ادا کرے تب دوسروں کی جانب سے حج کرے، کیامعلوم کہ اگلے سال تک زندہ رہے یا نہ رہے۔ (۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ بغیر حج سیکھے دوسرے کا حج کرے گا تو ہوسکتا ہے کہ کمی بیشی کردے اور آمر کا حج افضل طریقے پر ادا نہ کرسکے اور اس کی رقم کا حق پورا ادا نہ کرسکے،اس لئے فرمایا کہ بغیر حج کئے دوسرے کا حج نہ کرے۔

بغیر حج کئے ہوئے دوسرے کی جانب سے حج کرنا جائز ہے اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ **أن علیا کان لا یری بأسا أن یحج الضرورة عن الرجل** (مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی الرجل یحج عن الرجل ولم یحج قط، ج ثالث،ص ۱۸۸،نمبر ۱۳۳۷۰)(۲) **عن مجاهد فی الرجل یحج عن الرجل و لم یکن حج قط قال : یجزی عنه و عن صاحبه الاول ، قال ابو بکر : الضرورة الذی لم یحج قط** . (مصنف ابن ابی شیبة ، باب فی الرجل یحج عن الرجل ولم یحج قط، ج ثالث،ص ۱۸۸، نمبر ۱۳۳۷۱) ان دونوں اثروں میں ہے کہ جس نے حج نہیں کیا ہے اگر وہ دوسرے کی جانب سے حج کرلے تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔۔الضرورة: جس نے حج نہیں کیا ہو۔

ترجمہ: (۱۴۳۶) کسی آدمی کو دو آدمیوں نے فرض حج کرنے کا حکم دیا، پس اس نے دونوں کی جانب سے حج کا احرام باندھ لیا، تو وہ حج خود حج کرنے والے کی جانب سے ہوگا،اور وہ دونوں کے خرچ کا ضامن ہوجائے گا۔

تشریح :یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ جب آمر نے اپنی جانب سے فرض حج کرنے کا حکم دیا تو پورا پورا حج آمر کی ہی جانب سے ادا ہونا چاہئے ، پس اگر پورا حج آمر کی جانب سے ادا نہیں کیا تو آمر کا جتنا خرچ کیا ہے اس کو واپس کرنا ہوگا ، کیونکہ کما حقہ اس کے حکم کو نہیں بجالایا، اور آمر کا حج فرض ادا نہیں ہوگا۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو دو آدمیوں نے حج کرنے کا حکم دیا اور دونوں نے سفر خرچ بھی دیا، مامور نے بیک وقت دونوں کی جانب سے حج کا احرام باندھا،تو یہ پورا حج مامور کی جانب سے ہوگا اور آمر کی جانب

۱؎ لان الحج يقع عن الآمر حتى لايخرج الحاج عن حجة الاسلام ۲؎ وكل واحد منهما امره ان يخلص الحج له من غير اشتراک ولايمكن ايقاعه عن احدهما لعدم الاولوية فيقع عن المامور ولا يمكنه ان يجعله عن احدهما بعد ذلک

سے نہیں ہوگا، کیونکہ ہر آمر نے کہا تھا کہ پورا کا پورا حج میری جانب سے کرے، یہاں اگر دونوں کا حق مانتے ہیں تو دونوں کو آدھا آدھا حج ملے گا جو فرض کی آدائیگی کے لئے کافی نہیں، اور کسی ایک کو پورا حج اس لئے نہیں دے سکتے کہ حق کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں کسی ایک کی فضیلت نہیں ہے اس لئے ایک کو کیسے دیں؟، اور جب دونوں کا حج ناقص رہا تو اس کا سفر خرچ واپس کر دینا چاہئے، کیونکہ حکم کے مطابق کام نہیں ہوا۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ حج آمر کی جانب سے واقع ہوگا، یہی وجہ ہے کہ مامور حاجی اپنے فرض حج سے بری نہیں ہوگا۔

تشریح : اس عبارت میں صاحب ھدایہ سے سہو ہوا ہے، انکو کہنا چاہئے کہ حج مامور کی جانب سے ادا ہوگا، لیکن انہوں نے کہہ دیا کہ حج آمر کی جانب سے ادا ہوگا، اس لئے عبارت ہونا چاہئے ,**لان الحج يقع عن المامور** ۔عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حج آمر کی جانب سے ادا ہوگا مامور کی جانب سے نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ مامور پر فرض حج ہوتو اس حج سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا، اس کو دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ حج کچھ اعتبار سے آمر کی جانب سے ادا ہوگا، کیونکہ اسی کی نیت سے احرام باندھا ہے، اس لئے مامور کا فرض حج اس سے ادا نہیں ہوگا۔ اور کچھ اعتبار سے مامور کی جانب سے ہوگا کیونکہ آمر کا حج آدھا ہی ہوتا ہے اس لئے آمر کا فرض حج ادا نہیں ہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ اور ہر ایک نے حکم دیا ہے کہ بغیر شرکت کے خالص حج اس کے لئے کرے۔ اور کسی ایک کے لئے واقع کرنا ممکن نہیں اس کی فضیلت نہ ہونے کی وجہ سے، اس لئے مامور کی جانب سے واقع ہوگا، اور اس کے بعد کسی ایک کے لئے کرنا ممکن نہیں ہے۔

تشریح : ہر ایک نے حکم دیا ہے کہ بغیر شرکت کے صرف اس کے لئے پورا پورا حج کرے اور یہ ہوا نہیں، اس لئے یہ حج مامور کی جانب سے ادا ہو جائے گا، اور کسی ایک کے لئے احرام اس لئے نہیں باندھ سکتا کہ اس کی کوئی ترجیح نہیں ہے، سفر خرچ تو دونوں نے دیا ہے، اور حج کے بعد بھی کسی ایک کے لئے خاص نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو مامور کے لئے خاص ہو چکا ہے، اس لئے اب یہ مامور کی جانب سے ہی ہوگا۔۔ احرام باندھنے سے پہلے کسی ایک کی نیت کر لے اور دوسرے کو انکار کر دے تو کر سکتا ہے، اس صورت میں حج اس آمر کی جانب سے ہوگا جس کے لئے احرام باندھا۔

۳؎ بخلاف ما اذا حج عن ابويه فان له ان يجعله عن احدهمالانه متبرع بجعل ثواب عمله لاحدهمااولهما فيبقى على خياره بعدوقوعه سببًالثوابه وهنايفعل بحكم الاٰمروقدخالف امر هما فيقع عنه (۱۴۳۷) ويضمن النفقة ان انفق من مالهما ﴾ ا؎ لانه صرف نفقة الاٰمر الى حج نفسه (۱۴۳۸)وان ابهم الاحرام بان نوى عن احدهماغيرعين فان مضى على ذلك صارمخالفا ﴾ ا؎ لعدم الاولوية

ترجمہ: ۳؎ بخلاف اگروالدین کی جانب سے حج کیااس لئے کہ حج کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ حج کودونوں میں سے ایک کے لئے ھدیہ کردے،اس لئے کہ اپنے عمل کے ثواب کوکسی ایک کے لئے ھدیہ کرنے میں احسان کرنے والا ہے،یادونوں کے لئے ھدیہ کردے،پس وہ حج کا سبب ثواب واقع ہونے کے بعداپنے اختیار پرہے،اور یہاں آمر کے حکم سے حج کررہاہے،اور دونوں کے بات کی مخالفت کی،اس لئے حج مامورکی جانب سے ہوگا۔

تشریح : یہ ایک اشکال کا جواب ہے۔اشکال یہ ہے کہ کوئی حج کرنے کے بعداپنے ماں باپ کوثواب ھدیہ کردے تو وہاں بعد میں ھدیہ کرسکتا ہے تو یہاں حج کے بعد کسی ایک آمر کے لئے حج کیوں متعین نہیں کرسکتا؟ تو اس کا جواب دے رہے ہیں کہ والدین اورآمر میں یہ فرق ہے[۱] بنیادی فرق یہ ہے کہ آمر کے حکم سے حج کرے گا تو اس کے خرچ سے حج ادا کررہاہے،اوراس کا فرض یانفل حج ادا کررہاہے،اس لئے احرام سے پہلے ہی نیت کرنا ہوگا،تاکہ اس کی جانب سے پوراپوراحج ادا ہوجائے۔اوروالدین کے لئے اپنے مال سے حج ادا کررہاہوتو،ایک تو اپنے مال سے ہے،دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبرع ہے،اورتیسری بات یہ ہے کہ اس کی جانب سے حج نہیں کررہا ہے بلکہ حج کا ثواب ھدیہ کررہاہے،اس لئے حج ادا ہوجائے اس کے بعد ثواب ھدیہ کرے،اس لئے حج کے بعد ثواب دینے کی نیت کرے،پہلے نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اور یہاں اس نے آمر کے حکم کی مخالفت کی ہے کہ پوراپوراحج ایک کونہیں دیا بلکہ شرکت کردی اس لئے یہ حج مامور کی جانب سے ہوگا،اوراس پرآمر کا خرچ واپس کرنا ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۳۷)اگردونوں کے مال سے خرچ کیا ہے تواس خرچ کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ : ا؎ اس لئے کہ آمر کا خرچ اپنے حج میں خرچ کیا ہے۔

تشریح : اگرآمر کے درہم میں سے خرچ کیا ہے تواس کوواپس دینا ہوگا،اس لئے کہ یہاں حج خود مامور کی جانب سے ادا ہوا ہے آمر کی جانب سے نہیں اس لئے آمر کی جتنی رقم خرچ کیا ہے اس کواتنا واپس دینا ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۳۸) اگراحرام کومبہم رکھا،اس طرح کی بغیر کسی تعین کے کسی ایک کی نیت کی،پس اگرحج کرلیا تو ترجیح نہ ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ: ا؎ آمر کی مخالفت کرنے والا ہوگا۔

(۱۴۳۹) وان عیّن احدهما قبل المضی فکذٰلک عند ابی یوسفؒ ﴾ ۱؎ وهو القیاس لانه مامور بالتعیین والابهام یخالفه فیقع عن نفسه ۲؎ بخلاف ما اذا لم یعیّن حجة او عمرة حیث کان له ان یعیّن ما شاء لان الملتزم هنا لک مجهول وههنا المجهول من له الحق

تشریح : احرام باندھتے وقت مبہم طور پر کسی ایک کی جانب سے احرام باندھا، لیکن اس کو متعین نہیں کیا، اور حج کر لیا تو حج مامور کی جانب سے ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حج ادا ہونے کے بعد کسی ایک کے لئے متعین نہیں کر سکتا، ورنہ بغیر کسی وجہ کے ایک کی ترجیح لازم ہوگی، اس لئے اس صورت میں بھی حج مامور کے لئے ہو جائے گا آمر کے لئے نہیں ہوگا، اور خرچ مامور پر پڑے گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی کے لئے فرض حج ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سے ہی اس کی نیت ہو، اور یہاں حج کے مکمل ہونے کے بعد ایک کی نیت کر رہا ہے اس لئے آمر کی جانب سے نہیں ہوگا۔

ترجمہ : (۱۴۳۹) اور اگر حج کرنے سے پہلے دونوں میں سے ایک کے لئے متعین کیا تو بھی امام ابو یوسفؒ کے یہاں ایسا ہی ہے، یعنی مامور کی جانب سے حج ہوگا۔

ترجمہ : ۱؎ اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے، اس لئے کہ حکم دیا گیا تھا تعین کرنے کا، اور مبہم رکھنا اس کی مخالفت کرنا ہے، اس لئے حج مامور کی جانب سے واقع ہوگا۔

تشریح : احرام باندھتے وقت کسی ایک کا تعین نہیں کیا، لیکن حج کے اعمال شروع کرنے سے پہلے ایک کا تعین کر دیا اور حج کیا تو اس بارے میں اختلاف ہے، حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ احرام ابہام کے ساتھ شروع کیا ہے تو گویا کہ حج کا عمل شروع ہو گیا، تو جس طرح حج ختم ہو جانے کے بعد کسی ایک کے لئے متعین نہیں کر سکتا، اسی طرح احرام شروع کرنے کے بعد بھی کسی ایک کے لئے متعین نہیں کر سکتا ہے۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ آمر نے حکم دیا تھا کہ احرام کے شروع کرنے سے پہلے پورا حج اس کے لئے متعین کیا جائے، یہاں احرام کے شروع کرنے کے بعد اس کا تعین کر رہا ہے، اور قاعدہ ہے کہ احرام سے پہلے کسی متعین آدمی کے لئے حج فرض کی نیت کرے گا تب اس کا فرض حج ادا ہوگا، اور یہاں احرام کے بعد نیت کی اس لئے اس کا فرض حج ادا نہیں ہونا چاہئے، اس لئے اس صورت میں بھی مامور کی جانب سے ہی حج ہوگا

ترجمہ : ۲؎ بخلاف جبکہ حج یا عمرہ کو متعین نہ کیا ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ جو چاہے متعین کرے، اس لئے جو کچھ یہاں لازم کیا ہے وہ یہاں مجہول ہے، اور متن کے مسئلے میں جس کا حق ہے وہ مجہول ہے۔

تشریح : متن کے مسئلے میں اور حج اور عمرے میں جس میں تعین نہ کیا ہو ان دونوں میں کیا فرق ہے وہ بتا رہے ہیں۔ مثلا کسی نے احرام باندھتے وقت یہ متعین نہیں کیا کہ حج کا احرام باندھ رہا ہے یا عمرے کا، اب احرام باندھنے کے بعد حج یا عمرے کا تعین کرنا چاہتا

۳؎ وجه الاستحسان ان الاحرام شُرع وسيلةً الى الافعال لامقصودًا بنفسه والمبهم يصلح وسيلةً بواسطة التعيين فاكتفى به شرطا

ہےتو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کیا کر رہا ہے حج یا عمرہ وہ مجہول ہے،اس لئے احرام کے بعد اس کا متعین کرنا جائز ہے،اور متن کے مسئلے میں کسکے لئے حج کر رہا ہے وہ مجہول ہے،اس لئے بعد میں اس کا تعین جائز نہیں۔مثال کے طور پر، یوں اقرار کرے کہ زید کا مجھپر کچھ روپیہ ہے تو یہ اقرار جائز ہے،اور بعد میں کتنا روپیہ ہے اس کا تعین کردے، کیونکہ جس کے لئے اقرار کر رہا ہے وہ مجہول نہیں ہے معلوم ہے کہ زید ہے،اور روپیہ کتنا ہے وہ مجہول ہے،اس لئے اقرار درست ہوگا۔اور اگر یوں اقرار کرے کہ میرے اوپر کسی کا پچاس روپیہ ہے،تو یہ اقرار درست نہیں ہے کہ کیونکہ یہاں روپیہ تو معلوم ہے کہ پچاس ہے،لیکن کس کے لئے ہے یہ مجہول ہے،اس لئے اقرار درست نہیں۔اسی طرح سے جس کے لئے حج ہے وہ متعین نہ ہو تو حج درست نہیں ہے،اور جس کے لئے حج ہے وہ متعین ہو،لیکن کیا چیز ہے حج یا عمرہ وہ متعین نہ ہو تو احرام کے بعد متعین کیا جا سکتا ہے،اور حج یا عمرہ جو بھی متعین کرے اس احرام سے صحیح ہو جائے گا۔

لغت : المضی: کرگزرے، حج پورا کرلے۔ملتزم: جسکو لازم کیا ہو، یہاں حج اور عمرہ مراد ہے،من لہ الحق: جس کا حق ہو، یہاں آمر مراد ہے۔آمر: جس نے حج کرنے کا حکم دیا ہو،موکل۔مامور: جس کو حج کرنے کا حکم دیا ہو، حج کرنے کا وکیل۔اولویت: افضل، جسکو ترجیح ہو۔

ترجمہ : ۳؎ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ احرام شروع کیا گیا ہے کہ افعال کا وسیلہ ہو خود مقصود نہیں ہے،اور مبہم تعین کے واسطے سے وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، پس شرط بننے میں مبہم احرام پر اکتفاء کر لیا گیا ہے۔

تشریح : استحسان کے طور پر یہ کہا کہ افعال شروع کرنے سے پہلے آمر کا تعین کر دے تو آمر کی جانب سے حج ہو جائے گا۔

اصول : استحسان کا مسئلہ اس اصول پر ہے کہ شرط مبہم ہو اور اصل عمل شروع کرنے سے پہلے متعین کر دیا جائے تو کافی ہے۔لیکن اصل عمل کرنے کے بعد کسی کا تعین کرنا چاہے تو کافی نہیں ہے۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ احرام حج کی شرط ہے مقصود نہیں ہے،اور شرط کا قاعدہ ہے، کہ مبہم طور پر شروع کیا جائے اور بعد میں اصل عمل شروع ہونے سے پہلے تعین کر دیا جائے تو متعین کرنا درست ہے،اس لئے احرام کے وقت مبہم ہو،جس کے لئے حج کر رہا ہو اس کا تعین نہ کیا ہو اور طواف شروع کرنے سے پہلے جس کے لئے حج کر رہا ہو اس کو متعین کر دے تب بھی حج آمر کی جانب سے ادا ہو جائے گا۔اس کی مثال یہ ہے کہ وضو نماز کے لئے شرط ہے، کسی نے وضو کرتے وقت یہ متعین نہیں کیا کہ نماز کے لئے وضو کر رہا ہے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ، بعد میں نماز کے لئے متعین کر لیا تو نماز ہو جائے گی ،اسی طرح یہاں احرام حج کے لئے شرط ہے،

۴؎ بخلاف ما اذا ادى الافعال على الابهام لان المودّى لا يحتمل التعيين فصار مخالفا قال (۱۴۴۰) فـان امره غيرُه ان يقرُن عنه فالدم على من احرم ﴾ ۱؎ لانه وجب شكرا لماوفقه الله تعالىٰ من الجمع بين النسكين والمامور هو المختص بهذه النعمة لان حقيقة الفعل منه

احرام باندھتے وقت یہ متعین نہیں کیا کہ کس کے لئے احرام باندھ رہا ہے اور بعد میں آمر کو متعین کر دیا تو کافی ہے، آمر کی جانب سے ہو جائے گا۔

ترجمہ : ۴؎ بخلاف جبکہ مبہم طور پر افعال ادا کر چکا ہو، اس لئے کہ ادا کئے ہوئے متعین کرنے کا احتمال نہیں رکھتے، اس لئے مخالفت ہو گئی۔

تشریح : مبہم طور پر احرام باندھا اور اسی حال میں حج کے تمام اعمال کر لیا، اس کے بعد کسی ایک آمر کے لئے متعین کرنا چاہے تو نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ مقصود اعمال ادا کرنے کے بعد متعین کرنے کا احتمال نہیں رکھتے، اور جب آمر کی جانب سے حج ادا نہیں ہوا تو اس کے حکم کی مخالفت ہوئی اس لئے یہ حج مامور کی جانب سے ادا ہوگا، اور اسی کو سفر خرچ دینا ہوگا۔

اصول : شرط واقع ہونے کے بعد اصل عمل سے پہلے تعین کر سکتا ہے، اس کے بعد نہیں۔

ترجمہ : (۱۴۴۰) اگر کسی نے دوسرے کو قران کرنے کا حکم دیا تو دم قران اس پر ہے جس نے احرام باندھا۔

تشریح : مثلا زید نے عمر کو حج قران کا حکم دیا تو قران کا دم عمر پر لازم ہوگا جس نے قران کا احرام باندھا ہے۔

وجہ : اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اللہ نے احرام باندھنے والے ہی کو دونوں عبادتوں کو جمع کرنے کی توفیق دی ہے، اسی کو یہ نعمت ملی ہے اور حقیقت میں قران کا فعل اسی سے صادر ہوا ہے، اس لئے قران کے شکرانے کا دم بھی اسی پر لازم ہوگا۔

نوٹ : اگر دم دینے کے بارے میں آمر اور مامور میں اختلاف ہو جائے تو حکم یہی ہوگا کہ یہ خون مامور پر لازم ہوگا، لیکن اگر آمر نے اپنی جانب سے خوشی سے قران کا دم دے دیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دور میں ہوائی جہاز کی مجبوری کی وجہ سے آدمی کو بہت پہلے جانا پڑتا ہے

اور بھیڑ بہت ہوتی ہے اس لئے حج افراد نہیں کر سکتے لازمی طور پر اس کو حج تمتع کرنا پڑتا ہے، اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غریب ہوتا ہے اس لئے وہ خود دم تمتع نہیں دے پاتا، اور حج کروانے والا اس کی اجازت دیتا ہے تو دم تمتع اس پر لازم ہو جانا چاہئے، خصوصا جبکہ اس مسئلے کا تعلق حدیث یا قول صحابی سے نہیں ہے بلکہ ایک عقلی دلیل سے ہے۔

ترجمہ ۱؎ اس لئے کہ اللہ نے دو عبادتوں کو جمع کرنے کی توفیق دی اس کے شکریے کے طور پر ہے، اور اس نعمت کے ساتھ خاص مامور ہی ہے اس لئے کہ حقیقت میں فعل اسی سے صادر ہوا ہے۔

۲؎ وهـذه الـمسالة تشهد بصحة المروی عن محمدؒ ان الحج یقع عن المامور (۱۴۴۱) وکذالک ان امـره واحد بان یحج عنه والآخر بان یعتمر عنه واذناله بالقران فالدم علیه ﴾ ۱؎ لما قلنا (۱۴۴۲) ودم الاحصارعلی الآمر﴾ ۱؎ وهذا عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ

تشـریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ۔ بیت اللہ پہونچنے کے بعد حج افراد کے علاوہ عمرہ کرنے کا فعل خود مامور کا ہے اس میں آمر کا کوئی خرچ شامل نہیں ہوگا، اس کا خرچ تو صرف حج افراد میں صرف ہوا ہے، اس لئے اللہ نے اسی کو دونوں عبادتوں کو جمع کرنے کی توفیق دی اس لئے دم قران بھی اسی پر لازم ہونا چاہئے۔

ترجمه : ۲؎ یہ مسئلہ اس بات کے صحیح ہونے کی گواہی دیتا ہے جو امام محمدؒ سے مروی ہے کہ حج مامور کی جانب سے واقع ہوتا ہے۔

تشـریح : جب دم قران مامور پر لازم ہوا تو معلوم ہوا کہ حج کا عمل مامور کے لئے ہوتا ہے اور آمر کو صرف اس کے خرچ کا ثواب ملتا ہے، یہی بات پہلے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ حج مامور کا ہوتا ہے، آمر کو اس کے خرچ کا ثواب ملتا ہے۔

تـرجـمه: (۱۴۴۱) ایسے ہی اگر ایک آدمی نے حکم دیا کہ اس کی جانب سے حج کرے، اور دوسرے نے حکم دیا کہ اس کی جانب سے عمرہ کرے، اور دونوں نے اس کو قران کرنے کا حکم دیا تب بھی دم مامور پر ہے۔

ترجمه : ۱؎ اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے کہا۔

تشریح : ایک آدمی نے مثلا زید کو حج کرنے کا حکم دیا، اور دوسرے نے زید کو عمرہ کرنے کے لئے کہا، اور دونوں نے اجازت دی کہ قران کرلے، اس کے باوجود بھی قران کا دم خود حج کرنے والے زید پر ہوگا۔

وجـه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کرنا خود زید کا کام ہے اسی کو اللہ نے قران کی توفیق دیا ہے، اس میں حکم دینے والے کا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی خرچ ہوا ہے، خرچ تو حج کرانے والے کی جانب سے ملا ہے، اس لئے دم قران بھی مامور پر ہوگا۔ (۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے حج کرنے کا حکم دیا اس پر دم نہیں ہے کیونکہ مفرد بالحج پر دم نہیں ہے، اور جس نے عمرہ کرنے کا حکم دیا اس پر بھی دم نہیں ہوگا، کیونکہ صرف عمرہ کرنے پر دم نہیں ہے، اس لئے جب دونوں پر الگ الگ دم نہیں ہے، تو حج کرنے والے پر دم قران ہوگا۔

ترجمه: (۱۴۴۲) احصار کا دم آمر پر ہوگا۔

ترجمه : ۱؎ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔

تشـریح : کسی نے دوسرے کو حج کا حکم دیا اور وہ محصر ہوگیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک احصار کا دم آمر پر ہوگا۔

وجـه : اس کی وجہ یہ ہے کہ آمر کی وجہ سے اس نے سفر کیا ہے اور حصار کی مصیبت میں پڑا ہے اس لئے احصار سے نکالنے کی ذمہ

٢ وقال ابو يوسفؒ على الحاج لانه وجب للتحلل دفعاً لضرر امتداد الاحرام وهذا الضرر راجع اليه فيكون الدم عليه ٣ ولهما ان الأمر هو الذى ادخله فى هذه العهدة فعليه خلاصه (١۴۴٣) فان كان يحج عن ميت فأحصر فالدم فى مال الميت عندهما ﴾ ١ خلافا لابى يوسفؒ ٢ ثم قيل هو من ثلث مال الميت لانه صلة كالزكوٰة وغيرها ٣ وقيل من جميع المال لانه وجب حقًا للمامور فصار ديناً

داری بھی آمر ہی کی ہے،اس لئے آمر پر دم لازم ہوگا۔

ترجمه ٢ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ حج کرنے والے مامور پر ہوگا،اس لئے کہ دم حلال ہونے کے لئے ہے،اور احرام کے لمبا ہونے کے نقصان کو دفع کرنے کے لئے ہے،اور یہ نقصان مامور کی طرف لوٹتا ہے اس لئے دم مامور پر ہوگا۔

تشريح :۔حضرت امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ دم احصار حج کرنے والے مامور پر ہوگا،اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ دم احصار اسلئے ہے کہ اس کو ذبح کر کے احرام سے حلال ہو جائے،تا کہ احرام لمبا نہ ہو،اور احرام لمبا ہونے کا نقصان خود مامور کا ہے اس لئے دم بھی مامور پر ہوگا۔

ترجمه : ٣ طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ آمر ہی نے مامور کو اس عہدے یعنی مصیبت میں داخل کیا ہے اس لئے اس پر ہی نکالنے کی ذمہ داری ہے۔

تشريح :طرفین کی دلیل یہ ہے کہ آمر کی وجہ سے احصار کی مصیبت میں پڑا ہے اس لئے اس پر ہی دم لازم ہوگا۔

ترجمه: (١۴۴٣) اگر میت کی جانب سے حج کیا اور احصار ہوا تو طرفین کے نزدیک دم میت کے مال سے لازم ہے۔

ترجمه : ١ برخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔

تشريح :اگر میت کی جانب سے حج کیا اور احصار ہو گیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں میت کے مال سے دم احصار لازم ہوگا ،اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں خود مامور کے مال سے لازم ہوگا،دونوں کی دلیل اوپر گزر گئی۔

ترجمه: ٢ پھر کہا گیا ہے کہ دم میت کے تہائی مال سے ہوگا،اس لئے یہ زکوۃ اور اس کے علاوہ کی طرح صلہ ہے۔

تشريح : بعض مشائخ نے فرمایا کہ دم احصار میت کے تہائی مال سے لازم ہوگا،اگر تہائی مال سے زیادہ خرچ ہوتا ہو تو لازم نہیں ہوگا۔

وجه : وجہ یہ ہے کہ جس طرح زکوۃ،نذر،اور کفارات صلہ ہیں اسی طرح دم احصار بھی صلہ ہے،اور صلہ میت کے تہائی مال میں سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح دم احصار بھی تہائی مال میں سے ادا ہونا چاہئے۔صلہ اس کو کہتے ہیں جو مال کے عوض نہ ہو۔

ترجمه : ٣ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ دم احصار پورے مال میں سے ہوگا،اس لئے کہ مامور کے حق کے لئے واجب ہوا

(۱۴۴۴) ودم الجماع على الحاج ﴾ ١ لانه دم جناية وهو الجانى عن اختيار (۱۴۴۵) ويضمن النفقة ﴾ ١ معناه اذا جامع قبل الوقوف حتى فسد حجه لان الصحيح هو المامور به

ہے،اس لئے وہ قرض کی طرح ہو گیا۔

تشریح : بعض حضرات کی رائے ہے کہ دم احصار میت کے پورے مال میں سے واجب ہوگا،اوراسکی وجہ یہ ہے کہ جب مامور احصار کی مصیبت میں پھنس گیا تو اس کو اس سے نکالنا واجب ہو گیا اس لئے یہ قرض کی طرح ہو گیا،اور قرض میت کے پورے مال سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح دم احصار بھی میت کے پورے مال سے ادا کیا جائے گا۔

ترجمہ : (۱۴۴۴) جماع کا دم حاجی پر ہے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ یہ جنایت کا دم ہے اور مامور خود اپنے اختیار سے جنایت کرنے والا ہے۔

تشریح : یہ مسئلہ اس اصول پر ہے کہ، جو غلطی خود حج کرنے والے یعنی مامور نے کی ہو اس کی جنایت مامور پر لازم ہوتا ہے،اس لئے کہ آمر نے یہ غلطی کرنے کے لئے نہیں کہا تھا،اور جو جنایت اللہ کی جانب سے ہو مامور کا اس میں کوئی دخل نہ ہو وہ جنایت آمر پر لازم ہوتا ہے، کیونکہ مامور کی اس میں غلطی نہیں ہے،اور آمر کے کہنے سے اس جنایت میں پھنسا ہے۔اس قاعدے کے اعتبار سے صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر وقوف عرفہ سے پہلے مامور نے بیوی سے جماع کیا جس سے حج فاسد ہو گیا تو دم جنایت مامور پر ہوگا،اور یہ سفر خرچ بھی مامور پر ہوگا۔

وجہ : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مامور کی اپنی غلطی ہے،اور اس کی غلطی کی وجہ سے حج بھی نہیں ہوا،اور آمر نے صحیح حج کرنے کے لئے کہا تھا اور وہ نہ ہوا اس لئے حج کا خرچ بھی مامور کے ذمے ہوگا۔

اصول : مامور کی غلطی ہو تو جنایت مامور پر ہوگا۔اور من جانب اللہ مصیبت آئی ہو تو اس کا دم آمر کے ذمے ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۴۵) اور نفقے کا ضامن ہوگا۔

ترجمہ : ١ اس کا معنی یہ ہے کہ اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا، یہاں تک کہ اس کا حج فاسد ہو گیا،اس لئے کہ صحیح حج کا حکم دیا گیا تھا۔

تشریح : یہاں تین صورتیں ہیں[۱] احرام باندھنے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا جس کی وجہ سے حج فوت ہو گیا تو اس صورت میں چونکہ مامور کی اپنی غلطی سے حج فاسد ہوا ہے اس لئے جنایت کا دم بھی اسی کو دینا ہوگا،اور آمر کا جو خرچ کیا اس نفقے کو بھی لوٹانا ہوگا، کیونکہ صحیح حج کا حکم دیا گیا تھا اس نے جان کر فاسد حج کر دیا[۲] دوسری صورت یہ ہے کہ احرام کے بعد قدرتی رکاوٹوں کی وجہ سے وقوف عرفہ تک پہونچ ہی نہ سکا،اس صورت میں خرچ آمر کے ذمے ہوگا،اس لئے کہ مامور کی غلطی نہیں ہے۔[۳] تیسری صورت یہ ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو چونکہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہے اس لئے حج تو آمر کا ہو گیا،اس لئے

۲ بخلاف ما اذا فاته الحج حيث لا يضمن النفقه لانه ما فاته باختياره ۳ اما اذا جامع بعد الوقوف لا يفسد حجه ولا يضمن النفقة لحصول مقصود الأمر وعليه الدم في ماله لما بينا وكذلك سائر دماء الكفارات على الحاج لما قلنا (١٤٤٦) ومن اوصىٰ بان يحجّ عنه فاحجوا عنه رجلاً فلما بلغ الكوفة مات او سرقت نفقته وقد انفق النصف يحج عن الميت من منزله بثلث ما بقى ۱ وهذا عند ابى حنيفةؒ وقالا يحج عنه من حيث مات الاول فالكلام ههنا في اعتبار الثلث وفي مكان الحج امّا الاوّل فالمذكور قول ابى حنيفةؒ

آمر کے لئے نفقے کا ذمہ دار نہیں ،لیکن اس جنایت کا دم مامور پر لازم ہوگا ،اس لئے کہ اسکی اپنی غلطی سے یہ دم لازم ہوا ہے۔

ترجمہ: ۲ بخلاف جبکہ خود بخود حج فوت ہوا ہو تو نفقے کا ضامن نہیں ہوگا ،اس لئے کہ اس کے اختیار سے فوت نہیں ہے۔

تشریح: یہ دوسری صورت ہے کہ ،مامور قدرتی رکاوٹوں کی وجہ سے وقوف عرفہ تک نہیں پہونچ سکا جسکی وجہ سے حج فوت ہو گیا تو اس صورت میں مامور کی غلطی نہیں ہے ،قدرتی مصیبت ہے اس لئے مامور آمر کے لئے نفقے کا ضامن نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ۳ بہر حال اگر وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اس کا حج فاسد نہیں ہوا ،اس لئے نفقے کا ضامن نہیں ہوگا ،آمر کے مقصود کے حاصل ہونے کی وجہ سے ،اور دم جنایت مامور کے مال میں ہوگا ،اس دلیل کی وجہ سے جو میں نے بیان کیا ،اور ایسے ہی تمام کفاروں کے دم حاجی پر ہونگے ،اس دلیل کی بنا پر جو میں نے کہا۔

تشریح: یہ تیسری صورت ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو حج ہو گیا اس لئے آمر کے نفقے کا ضامن نہیں ہوگا ،کیونکہ آمر کا مقصود پورا ہو گیا ،لیکن جماع جنایت کا دم بدنہ لا مامور پر لازم ہوگا ،کیونکہ اسی کی غلطی ہے ،اسی طرح جتنے کفارات ہیں وہ سب بھی مامور پر لازم ہونگے ،کیونکہ اسی کی غلطی سے لازم ہوئے ہیں۔

ترجمہ: (١٤٤٦) کسی نے وصیت کی کہ اس کی جانب سے حج کرائے پس ورثہ نے میت کی طرف سے ایک آدمی کو حج کرا دیا ،پس جب نائب کوفہ تک پہونچا تو مر گیا ،یا اس کا نفقہ چوری ہو گیا ،حالانکہ وہ آدھا نفقہ خرچ کر چکا تھا ،تو میت کی طرف سے اس کے گھر سے ماباقی مال کی تہائی سے حج کرایا جائے۔

ترجمہ: ۱ اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے۔اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جہاں مرا ہے وہاں سے حج کرایا جائے ،پس کلام یہاں اس مسئلہ میں تہائی کے اعتبار ہونے میں اور حج کی جگہ میں ہے۔بہر حال پہلا قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔

تشریح: کسی نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میری جانب سے حج کرایا جائے ،پس ورثہ نے آیک آدمی کو حج کے لئے بھیجا ،وہ آدھا راستہ مثلا ہندوستان سے جدہ پہونچا کہ وہ بھی مر گیا ،یا اس کا سامان چوری ہو گیا۔اب سوال دو ہیں۔

۲ؕ اما عنـد محمدؒ یحج عنه بما بقی من المال المدفوع الیه ان بقی شیئ والا بطلت الوصیة اعتبارًا بتعیین الموصی اذ تعیین الوصی کتعیینه،

[۱] ایک سوال یہ کہ پہلا مال ختم ہو گیا یا تھوڑا سا باقی ہے،اب میت کے کتنے مال سے حج کرایا جاسکتا ہے؟

[۲]اور دوسرا سوال ہے کہ کس جگہ سے دوبارہ حج کرایا جائے ،؟ جہاں سے مامور مرا ہے وہاں سے حج کرایا جائے مثلا جدہ سے، یا میت کے گھر ہندوستان سے دوبارہ حج کراجائے؟

[۱] پہلے سوال کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ میت کا ابھی جتنا مال گھر میں موجود ہے اس میں سے تہائی مال میں دوبارہ حج کراجائے،مثلا مرنے والے کے پاس چھ ہزار درہم تھے،جسکی تہائی دو ہزار بنتے تھے،اس میں سے ڈیڑھ ہزار درہم دیکر حج کے لئے بھیجا تھا،اورمیت کے پاس ساڑھے چار ہزار درہم باقی رہے،توامام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ساڑھے چار ہزار کی تہائی،ڈیڑھ ہزار درہم سے دوبارہ حج کرایا جائے۔

،اورامام ابو یوسفؒ کی رائے ہے کہ پہلے مال کی تہائی میں سے جو بچا ہے مثلا چھ ہزار کی تہائی دو ہزار تھی اوراس میں سے ڈیڑھ ہزار پہلے دیکر پانچ سو درہم باقی تھا اسی پانچ سو درہم سے حج ہوسکتا ہوتو کرایا جائے ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی۔

اورامام محمدؒ کی رائے ہے کہ مامور کے پاس جتنا بچا ہے اسی سے حج ہوسکتا ہوتو کرایا جائے،ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی،مثلا مامور حج کرنے والے کے پاس صرف دوسو درہم باقی بچے تھے،تواسی دوسو سے حج کراجائے،اوراگراس سے حج نہ ہوسکتا ہوتو وصیت باطل ہوگی۔

[۲]اور دوسرے سوال کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میت کے گھر سے دوبارہ حج کرایا جائے،کیونکہ پہلا سفر باطل ہو گیا۔

اورصاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جہاں مامور مرا ہے مثلا جدہ میں،دوبارہ حج وہاں سے،مثلا جدہ سے کرایا جائے،کیونکہ پہلا سفر باقی ہے۔

﴿دلائل یہ ہیں﴾

ترجمہ: ۲ؕ بہرحال امام محمدؒ کے نزدیک دئے ہوئے مال میں سے جتنا باقی رہ گیا ہے اس سے حج کرایا جائے گا،اگر کچھ باقی ہے،ورنہ تو وصیت باطل ہو جائے گی،قیاس کرتے ہوئے خود موصی کے متعین کرنے پر،اس لئے کہ وصی کا تعین کرنا موصی کے تعین کی طرح ہے۔

تشریح: امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جس آدمی کو درہم دے کر حج کے لئے بھیجا تھا اس کے پاس جتنا درہم باقی رہ گیا ہے اسی سے حج کرایا جائے،اوراگراس کے پاس کچھ باقی نہیں رہا،یا اتنا کم باقی ہے کہ اس سے دوبارہ حج نہیں ہوسکتا تو وصیت باطل ہو جائے

٣ وعند ابی یوسف یحج عنه بما بقی من الثلث الاوّل لانه هو المحل لنفاذ الوصیة ٤ ولابی حنیفةؒ ان قسمة الوصی وعزله المال لا یصح الا بالتسلیم الی الوجه الذی سماه الموصی لانه لا خصم له لیقبض ولم یوجد فصار کما اذا هلک قبل الافراز والعزل فیحج بثلث مابقی

گی۔مثال مذکور میں مامور کے پاس دوسودرہم بچے تھے،اسی سے حج کرایا جائے گا،اوراس سے نہ ہو سکے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

وجه : اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر میت خود کسی کو حج کے لئے متعین کرتا اوراس کومثلا ڈیڑھ ہزار درہم دیتا اور کہتا کہ میری جانب سے حج کرلو،اور وہ درہم چوری ہو جاتے ،تو مسئلہ یہ ہے کہ جو کچھ اس میں سے بچا ہے اس سے حج ہوسکتا ہو تو کرواتا ، ورنہ وصیت باطل ہو جاتی ،اسی طرح میت کے وصی نے کسی کو بھیجا اور درمیان میں مال چوری ہو گیا تو جتنا مامور کے پاس بچا ہے اسی سے حج کرائے گا، کیونکہ وصی کا متعین کرنا میت[موصی] کے متعین کرنے کی طرح ہے۔

ترجمه: ٣ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے کے تہائی مال میں سے جو باقی رہا ہے اس میں حج کرا جائے گا،اس لئے کے وصیت کے نافذ ہونے کا محل وہی مال ہے۔

تشریح : امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میت کا جتنا مال تھا اس میں سے پہلی مرتبہ جو تہائی کیا تھا،مثلا چھ ہزار درہم تھا اوراس کی تہائی دو ہزار درہم تھے،تو اس ،دو ہزار میں سے جو باقی ہے اسی سے حج ہوسکتا ہو تو اس سے حج کرایا جائے گا،اور نہیں ہوسکتا ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی،مثال مذکور میں چھ ہزار کی تہائی دو ہزار درہم تھے،اس میں سے ڈیڑھ ہزار مامور کو دیا اور پانچ سو درہم باقی رہے اسی پانچ سو میں حج کرایا جائے گا،اوراس سے حج نہ ہوسکتا ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

وجه : انکی دلیل یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جو مال کی تہائی نکالی اسی میں وصیت نافذ ہوتی ہے،اس لئے اسی میں حج کرایا جاسکتا ہے،میت کے مال میں بار بار تہائی نہیں نکالی جائے گی،ورنہ ورثہ کے لئے کیا بچے گا!۔

ترجمه : ٤ امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کرنے والے نے جو مقام متعین کیا ہے اس میں خرچ کرنے کے بعد ہی مال کو الگ کرنا اور سپرد کرنا صحیح ہوگا،اس لئے کہ یہاں کوئی مقابل نہیں ہے جو وصیت کے مال پر قبضہ کرے،اوراس مقام میں خرچ کرنا پایا نہیں گیا،تو ایسا ہو گیا کہ الگ کرنے سے پہلے ہی مامور ہلاک ہو گیا،اس لئے جو مال باقی رہ گیا ہے دوبارہ اس کی تہائی سے حج کرایا جائے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے کہ میت کا مال جو باقی ہے مثلا چھ ہزار میں ڈیڑھ ہزار مامور کو حج کے لئے دیا تھا،اور ساڑھے چار ہزار باقی تھا،تو اس باقی کی تہائی نکالی جائے ،مثلا ساڑھے چار ہزار کی تہائی ڈیڑھ ہزار ہوگی،اس ڈیڑھ ہزار میں سے دوبارہ حج

۵ واما الثانی فوجه قول ابی حنیفةؒ وهو القیاس ان القدر الموجود من السفر قد بطل فی حق احکام الدنیا قال ﷺ اذا مات ابن اٰدم انقطع عمله الا من ثلث الحدیث وتنفیذ الوصیة من احکام الدنیا فبقیت الوصیة من وطنه کان لم یوجد الخروج

کرایا جائے، اور اگر اس مرتبہ بھی کوئی ہلاکت پیش آئی تو باقی جو تین ہزار بچے تیسری مرتبہ اس کی تہائی نکالی جائے اور اس سے تیسری مرتبہ حج کے لئے بھیجا جائے ۔۔افراز: الگ کرنا۔عزل: الگ کرنا۔خصم: مقابل، یہاں مراد ہے مال پر ملکیت کا قبضہ کرنے والا۔

وجه : اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وصی نے حج کرنے کے لئے جو درہم نکالا اس پر ملکیت کا قبضہ کرنے والا کوئی نہیں ہے، مامور نے حج کرنے کے لئے جو قبضہ کیا ہے، وہ مالک بننے کے لئے قبضہ نہیں کیا ہے، بلکہ حج کرنے کے لئے قبضہ ہے، اس لئے جب تک وہ کام نہ کروا دیا جائے جس کے لئے میت نے وصیت کی ہے، یعنی حج نہ کرا دیا جائے تب تک یوں سمجھا جائے گا کہ وصی نے میت کے مال میں سے تہائی مال الگ ہی نہیں کیا ہے، اس لئے دوبارہ میت کے مال میں تہائی نکالی جائے اور حج کرایا جائے۔

اصول : امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اس اصول پر ہے کہ جب تک وصیت کا کام نہ ہو گویا کہ تہائی مال نکال کر مامور کو دیا ہی نہیں، اس لئے وصیت کا کام کروانے تک بار بار مال کی تہائی نکالی جائے گی، اور وصیت پوری کی جائے گی۔

لغت : ما بقی من المال المدفوع:۔مامور کو حج کرنے کے لئے جو مال دیا ہے، اس میں سے جو بچا ہے، اس کو مال مدفوع کا ما بقی کہتے ہیں۔

ما بقی من الثلث الاول:۔میت کے مال کا پہلی مرتبہ جو تہائی نکالی، اس تہائی میں سے جو مال باقی رہا، اس کو ما بقی من الثلث الاول، کہتے ہیں

ثلث ما بقی:۔مامور کو تہائی نکال دینے کے بعد میت کا جو مال باقی رہا دوبارہ اس کی تہائی کرنے کو ثلث ما بقی، کہتے ہیں۔

ترجمه : ۵ بہر حال دوسرا مسئلہ، تو امام ابو حنیفہؒ کی وجہ یہ ہے، اور وہی قیاس کا تقاضا بھی ہے کہ جتنی مقدار سفر ہو چکا ہے وہ دنیا کے حق میں باطل ہو گیا، کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ابن آدم مر جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے، مگر تین عمل کا ثواب چلتا رہتا ہے، الحدیث، اور وصیت کا نافذ کرنا دنیا کے احکام میں سے ہے، اس لئے اس کے وطن سے وصیت باقی رہی، ایسا سمجھو کہ حج کے لئے وطن سے نکلنا نہیں پایا گیا۔

تشریح : دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دوبارہ حج کہاں سے کرا جائے، میت کے وطن سے یا جہاں سے مامور نے چھوڑا ہے، مثلا مامور جدہ تک پہونچا تھا اور مر گیا تو جدہ سے حج کرا جائے، امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جتنا سفر کر چکا تھا وہ دنیوی احکام کے اعتبار سے ختم ہو گیا اس لئے دوبارہ میت کے وطن سے حج کرانا ہوگا، کیونکہ حدیث میں ہے کہ ابن آدم جب مر جاتا ہے تو تمام عمل منقطع ہو جاتے

۲ وجه قولهما وهو الاستحسان ان سفره لم يبطل لقوله تعالى ومن يخرج من بيته مهاجرًا الى الله ورسوله الاية وقال عليه السلام من مات فى طريق الحج كتب له حجة مبرورة فى كل سنة واذا لم يبطل سفره اعتبرت الوصية من ذلك المكان

ہیں صرف تین عمل باقی رہتے ہیں، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو، اور نیک اولاد جو دعا کرے، اور حج کرنا ان تینوں میں سے نہیں ہے، اس لئے یہ بھی باطل ہو جائے گا، اور جب باطل ہو گیا تو وطن سے حج کرائے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابی هريرة أن رسول الله قال اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعوله . (مسلم شریف، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ، ص ۷۱۶، نمبر ۱۶۳۱/۴۲۲۳/ابوداود شریف، باب ما جاء فی الصدقۃ عن المیت، ص ۴۱۹، نمبر ۲۸۸۰) اس حدیث میں ہے کہ مرنے کے بعد عمل منقطع ہو جاتا ہے، صرف تین عمل کا ثواب باقی رہتا ہے۔

ترجمه: ۲ صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے اور وہی احسان کا تقاضا ہے کہ اس کا سفر باطل نہیں ہوا۔ اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے جو اللہ اور رسول کے لئے اپنے گھر سے ہجرت کے لئے نکلے اور مر گیا تو اس کا اجر ثابت ہو گیا، اور حضور علیہ السلام کے قول کی وجہ سے، کہ کوئی حج کے راستے میں مر جائے تو ہر سال اس کے لئے حج مبرور لکھا جاتا ہے، اور جب سفر باطل نہیں ہوا تو اسی مقام سے وصیت کا اعتبار کیا جائے گا۔

تشریح : صاحبینؒ کی رائے یہ ہے اور استحسان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جہاں تک سفر کر چکا ہے وہ باطل نہیں ہوا ہے اور جب باطل نہیں ہوا تو وہیں سے حج کرا جائے جہاں مامور مرا ہے، مثال مذکور میں جدہ سے۔ کیونکہ آیت میں ہے کہ کوئی ہجرت کے لئے نکلے اور مر جائے تو اس کا اجر ثابت ہو چکا ہے اور حدیث میں ہے کہ جو حج کے لئے یا عمرہ کے لئے نکلے تو قیامت تک حاجی کا اجر لکھا جائے گا، اور جب اجر لکھا گیا تو سفر باطل نہیں ہوا، اور پہلا سفر باطل نہیں ہوا تو وہیں سے حج کرا جائے۔

وجه : (۱) صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔ و من يخرج من بيته مهاجرا الى الله و رسوله ثم يدركه الموت فقد وقع أجره على الله. (آیت ۱۰۰، سورۃ النساء ۴) اس آیت میں ہے کہ اللہ کے راستے میں مر جائے تو وہاں تک اس کا اجر ثابت ہو جاتا ہے۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے. عن ابى هريرة قال رسول الله ﷺ من خرج حاجا أو معتمرا أو غازيا ثم مات فى طريقه كتب الله له اجر الغازى و الحاج و المعتمر الى يوم القيامة . (سنن بیہقی شعب الایمان، الخامس والعشر ون من شعب الایمان، باب فضل الحج والعمرۃ، ج ثالث، ص ۴۷۴، نمبر ۴۱۰۰) اس حدیث میں ہے کہ کوئی حج کے لئے نکلے اور راستے میں مر جائے تو قیامت تک اس کا اجر ثابت ہے۔

ے واصل الاختلاف فی الذی یحج بنفسه ویبتنی علی ذلک المامور بالحج (۱۴۴۷) قال ومن اهلّ بحجة عن ابویه یجزیه ان یجعله عن احدهما ﴾

ترجمہ: ے اصل اختلاف اس شخص کے بارے میں ہے کہ خود حج کرے، اور اسی پر حج کا مامور بنا کر لے۔

تشریح: امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اصل اختلاف اس بارے میں ہے کہ خود حج کرنے کے لئے گیا اور راستے میں مر گیا تو کہاں سے دوبارہ حج کرائے، جہاں مرا ہے وہاں سے یا وطن سے، اور اسی پر اوپر کا مسئلہ متفرع کیا گیا ہے کہ میت کا مامور راستے میں مر جائے تو دوبارہ کہاں سے حج کرائے، وطن سے یا جہاں مامور مرا ہے وہاں سے۔

ترجمہ: (۱۴۴۷) کسی نے اپنے والدین کی جانب سے حج کا احرام باندھا تو اس کے لئے گنجائش ہے کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کے لئے کردے

تشریح: یہ حج کسی کے خرچ سے نہیں کر رہا ہے، اور نہ کسی کے حکم سے کر رہا ہے، یہ تو اپنے پیسے سے تبرع اور احسان کے طور پر والدین کے لئے کر رہا ہے، اس لئے والدین کو ثواب ملے گا، اس لئے حج کرنے والے کے لئے گنجائش ہے کہ حج کرنے کے بعد ماں باپ دونوں کے لئے اس کا ثواب ھدیہ کرے، اور اس کی بھی گنجائش ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک کے لئے ھدیہ کر دے۔ دو نوں کو ھدیہ کرے گا تو انشاء اللہ پورے پورے حج کا دونوں کو ثواب ملے گا۔

وجہ: (۱) اس کے ثبوت کے لئے حدیث یہ ہے۔ عن الفضل بن عباسؓ قال جائت امرأة من خثعم عام حجة الوداع قالت یا رسول الله ان فریضة الله علی عباده فی الحج أدرکت ابی شیخا کبیرا لا یستطیع أن یستوی علی الراحلة فهل یقضی عنه أن أحج عنه ؟ قال نعم ۔(بخاری شریف، باب الحج عمن لا یستطیع الثبوت علی الراحلة، ص ۲۹۹، نمبر ۱۸۵۴ر مسلم شریف، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما، ص ۵۶۳، نمبر ۱۳۳۴/۳۲۵۱) اس حدیث میں ہے کہ والدین کی جانب سے حج کرے۔ (۲) اس حدیث میں بھی اس کا ثبوت ہے. عن ابن عباسؓ أن امرأة من جهینة جائت الی النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت أن تحج فلم تحج حتی ماتت أفأحج عنها ؟ قال نعم حجی عنها ،أرأیت لو کان علی أمک دین أکنت قاضیته ؟ اقضوا الله، فالله أحق بالوفاء ۔(بخاری شریف، باب الحج والنذور عن المیت والرجل یحج عن المرأة، ص ۲۹۹، نمبر ۱۸۵۲ر نسائی شریف، باب الحج عن المیت الذی نذر أن یحج، ص ۳۶۵، نمبر ۲۶۳۳) اس حدیث میں بھی والدین کی جانب سے حج کرنے کی ترغیب ہے۔

نوٹ: [۱] اگر والدین پر حج فرض ہو [۲] اور حج کا مال بھی چھوڑا ہو، [۳] اور وصیت بھی کی ہو تو اس کی جانب سے حج کرنا واجب ہے، اور اگر ان تینوں شرطوں میں سے ایک نہ ہو، مثلا مال نہ چھوڑا ہو، یا حج فرض نہ ہو، یا وصیت نہ کی ہو تو اس کی جانب سے حج کرنا

۱؎ لان من حج عن غيره بغير اذنه فانما يجعل ثواب حجه له وذلک بعد اداء الحج فلغت نيته قبل ادائه وصح جعله ثوابه لاحدهمابعدالاداء بخلاف المامورعلى مافرقنامن قبل والله اعلم بالصواب

ثواب کا کام ہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ کسی نے دوسرے کی جانب سے بغیر اس کی اجازت کے حج کیا تو اپنے حج کا ثواب اسکو دے رہا ہے، اور یہ حج کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے اس لئے اس کے پہلے دینے کی نیت لغو ہے، اور ادائیگی کے بعد دونوں میں سے کسی ایک کے لئے ثواب ھد یہ کرنا صحیح ہے۔ بخلاف مامور کے حج کے، جیسا کہ پہلے فرق بیان کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تشریح : یہ فرق بیان کر رہے ہیں کہ کسی دوسرے کے خرچ سے اور اس کے حکم سے حج ادا کرنا ہو تو احرام باندھنے سے پہلے آمر کی نیت کرنی پڑے گی، کیونکہ اس کے حکم اور اس کے خرچ سے اس کا حج ادا کیا جا رہا ہے، اور اپنے خرچ سے دوسرے کے لئے تبرع کے طور پر حج کرے تو پہلے دوسرے کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ حج ادا ہونے کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو ھد یہ کرے، کیونکہ یہ تبرع ہے، اور اس کی جانب سے حج ادا نہیں کر رہا ہے بلکہ صرف اس کا ثواب ھد یہ کر رہا ہے۔ آمر کے حج اور تبرع میں یہ فرق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿باب الهدی﴾

(۱۴۴۸) الهدی ادناه شاة لما روی انه ﷺ سئل عن الهدی فقال ادناه شاة ﴾ (۱۴۴۹) قال وهو من ثلثة انواع الابل والبقر والغنم ﴾ لانه ﷺ لما جعل الشاة ادنی لابد ان یکون له اعلیٰ وهو البقر والجزور

﴿ باب الهدی ﴾

ضروری نوٹ: ہدی، جو جانور ذبح ہونے کے لئے حرم بھیجا جائے اس کو ہدی کہتے ہیں۔اس کا ثبوت اس آیت میں ہے فاذا امنتم فمن تمتع بالعمرة الی الحج فما استیسر من الهدی (آیت ۱۹۶ سورۂ بقرۃ ۲) اس آیت سے ہدی کا ثبوت ہوا۔

ترجمہ : (۱۴۴۸) ہدی کا ادنی بکری ہے۔ لے اس لئے کہ حضور علیہ السلام سے روایت ہے کہ ان سے ہدی کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ہدی کا ادنی درجہ بکری ہے

وجہ : (۱) چونکہ کسی حدیث میں بکری سے کم ہدی دینے کا ثبوت نہیں ہے اس لئے بکری ادنی ہے (۲) صاحب ھدایہ کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔ اخبرنا ابو جمرة قال سألت ابن عباس عن المتعة فامرنی بها وسألته عن الهدی فقال فیها جزور او بقرة او شاة او شرک فی دم (بخاری شریف، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے اور بکری ہدی ہیں۔ یا اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ہو۔

ترجمہ : (۱۴۴۹) اور ہدی کی تین قسمیں ہیں اونٹ، گائے، اور بکری۔

ترجمہ : لے اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے جب بکری کو ادنی قرار دیا تو تو ضروری ہے کہ اس کا اعلی بھی ہو اور وہ گائے اور اونٹ ہے۔

تشریح : ہدی کی تین قسمیں ہیں اونٹ، گائے، اور بکری۔اس کی دلیل عقلی یہ دے رہے ہیں کہ حضورؐ نے جب حدیث میں بکری کو ادنی قرار دیا تو لازمی بات ہے کہ اس کا کوئی اعلی بھی ہو، اور اعلی وہ اونٹ اور گائے ہے۔ان تینوں کے لئے اوپر حدیث گزر گئی۔

وجہ : اس حدیث میں ہے۔ اخبرنا ابو جمرة قال سألت ابن عباس عن المتعة فامرنی بها وسألته عن الهدی فقال فیها جزور او بقرة او شاة او شرک فی دم (بخاری شریف، باب فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الھدی ص ۲۲۸ نمبر ۱۶۸۸) اس اثر سے معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے اور بکری ہدی ہیں۔ یا اونٹ اور گائے کا ساتواں حصہ ہو، اس میں اونٹ، گائے، اور بکری تینوں کا تذکرہ ہے

۲؎ ولان الهدی ما یُهدیٰ الی الحرم لیتقرب به فیه والاصناف الثلٰثة سواء فی هذا المعنی (۱۴۵۰) ولا یجوز فی الهدیا الا ما جاز فی الضحایا﴾ ۱؎ لانه قربة تعلقت باراقه الدم کالاضحیة فیتخصصان بمحل واحد

ترجمه: ۲؎ اور ہدی اس کو کہتے ہیں جو قربت حاصل کرنے کے لئے حرم بھیجا جائے، اور تینوں قسمیں اس میں برابر ہیں۔

تشریح: یہ دلیل عقلی ہے۔ ہدی اس کو کہتے ہیں جس سے حرم بھیج کر قربت حاصل کیا جائے، اور اونٹ اور گائے اور بکری تینوں سے قربت حاصل کی جاتی ہے اس لئے تینوں ہدی میں شامل ہے۔

ترجمه: (۱۴۵۰) قربانی میں جو جانور جائز ہے ہدی میں بھی وہی جائز ہے۔

ترجمه: ۱؎ اس لئے کہ یہ بھی قربت ہے جو خون بہانے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، قربانی کی طرح، اس لئے دونوں ایک ہی محل کے ساتھ خاص ہوگا۔

تشریح: ہدی اور قربانی دونوں خون بہا کر قربت حاصل کرنے کے لئے ہیں اس لئے قربانی کے لئے جانور میں جو شرائط ہیں وہی شرائط ہدی میں بھی ہیں، قربانی میں یہ ہے کہ جانور ثنی ہو اسی طرح ہدی میں بھی ضروری ہے کہ ثنی ہو، ثنی یہ ہے کہ جانور کو جوانی کے دو دانت آتے ہیں، انکے آنے کے بعد اس کو ثنی کہا جاتا ہے۔ اور بھیڑ چھ ماہ کا ہو تو اس کو جذع کہتے ہیں۔ ہدی اور قربانی میں تمام جانور کا ثنی ذبح کیا جائے گا لیکن بھیڑ میں اس کی گنجائش ہے کہ موٹا تگڑا ہو تو جذع یعنی دانت سے پہلے کا جانور بھی کافی ہوگا۔ کیونکہ حدیث میں اس کی خصوصیت وارد ہوئی ہے۔

وجه: حدیث میں ہے عن جابر قال قال رسول الله لاتذبحوا الامسنة الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن (ابوداؤد شریف، باب مایجوز فی الضحایا من السن ج ثانی ص ۳۰ کتاب الضحایا نمبر ۲۷۹۷ رترمذی شریف، باب فی الجذع من الضأن فی الاضاحی، ص ۲۷۶ ابواب الاضاحی نمبر ۱۴۹۹ رمسلم شریف، باب سن الاضحیة نمبر ۵۰۸۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اور جانوروں میں ثنی ضروری ہے۔ اور بھیڑ میں چھ ماہ کا بچہ جس کو جذع کہتے ہیں وہ بھی کافی ہوگا بشرطیکہ موٹا تگڑا ہو۔

لغت: الثنی : نیا دانت آیا ہو، بکری دوسرے سال میں قدم رکھے تو ثنی ہوتی ہے۔ گائے۔ بھینس دو سال کے بعد تیسرے میں قدم رکھے تو ثنی ہوتی ہیں۔ اونٹ چار سال پورے کر کے پانچویں سال میں قدم رکھے تو نیا دانت آتا ہے اور ثنی ہوتا ہے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ ہدی میں کان مکمل کٹا ہوا نہ ہو اور نہ اس کا اکثر کٹا ہوا اور نہ دم کٹی ہوئی اور نہ ہاتھ کٹا ہوا اور نہ پاؤں کٹا ہوا اور نہ آنکھ گئی ہوئی اور نہ دبلا اور نہ لنگڑا جو مذبح تک نہ جا سکتا ہو۔

وجه: (۱) ہدی اللہ کے بارگاہ میں پیش ہوتی ہے اس لئے اچھا جانور ہو، عیب دار جانور انسان بھی پسند نہیں کرتا تو اللہ کی بارگاہ میں

(۱۴۵۱) والشاة جائزة فی کل شئ الا فی موضعین من طاف طواف الزیارة جنبا ومن جامع بعد الوقوف﴾ ۱؎ فانه لا یجوز فیهما الا البدنةوقد بینا المعنی فیما سبق

کیسے پیش کیا جائے؟(۲) حدیث میں ہے سألت براء بن عازب مالا یجوز فی الاضاحی فقال قام فینا رسول الله ... فقال اربع لاتجوز فی الاضاحی العوراء بین عورها والمریضة بین مرضها والعرجاء بین ظلعها والکسیرة التی لا تنقی (الف)(ابوداؤدشریف، باب ما یکرہ من الضحایا ج ثانی ص ۳۱ کتاب الضحایا نمبر ۲۸۰۲ رترمذی شریف ،باب مالا یجوزمن الاضاحی ص ۲۶۴ ۳ نمبر ۱۴۹۷) دوسری حدیث میں ہے قال اتیت عتبة بن عبد سلمی ... انما نهی رسول الله عن المصفرة والمستأصلة والبخقاء والمشیعة والکسراء، فالمصفرة التی تستاصل اذنها حتی یبدو سماخها ،والمستأصلة التی استؤصل قرنها من اصله ، والبخقاء التی تبخق عینها المشیعة التی لا تتبع الغنم عجفا و ضعفا والکسراء الکسیرة . (ابوداودشریف نمبر ۲۸۰۳)(۳) تیسری حدیث میں ہے۔عن علی قال امرنا رسول الله ان نستشرف العین والاذن ولا نضحی بعوراء ولا مقابلة ولا مدابرة ولا خرقاء ولا شرقاء قال زهیر فقلت لابی اسحاق اذکر عضباء وقال لا قلت فما المقابلة ؟ قال یقطع طرف الاذن فقلت فما المدابرة ؟ قال یقطع من مؤخر الاذن قلت فما الشرقاء ؟ قال تشق الاذن قلت فما الخرقاء ؟ قال تخرق اذنها للسمة. (ابوداؤدشریف، باب ما یکرہ من الضحایا ج ثانی ص ۳۱ر۳۲ کتاب الضحایا نمبر ۲۸۰۴) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کان کٹا ہوا، دم کٹی ہوئی، ہاتھ کٹا ہوا۔ پاؤں کٹا ہوا، نابینا لنگڑا اور عضو کٹا ہوا یا خراب ہو تو قربانی اور ہدی میں نہیں چلے گا۔اور تہائی سے کم ہو تو وہ چل جائے گا۔

ترجمه : (۱۴۵۱) بکری ہر چیز میں جائز ہے مگر دو جگہوں میں (۱) جس نے طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا (۲) اور جس نے وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا۔ پس ان دونوں میں اونٹ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

ترجمه : ۱؎ اور وجہ پہلے بیان کیا ہے۔

تشریح: جہاں بھی ہدی کی ضرورت ہو وہاں بکری دے دینا کافی ہے، مگر دو مقام پر بکری کافی نہیں ہے، وہاں اونٹ دینا ہوگا، اس لئے کہ وہاں جرم شدید ہے، ایک طواف زیارت جنابت کی حالت میں کیا ہو تو وہاں اونٹ لازم ہے، اور دوسرا وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا ہو تو حج تو فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وقوف عرفہ ہو چکا ہے، لیکن فرض طواف سے پہلے جماع کیا ہے اس لئے اونٹ لازم ہوگا۔ یہ مسئلہ باب الجنایات، نمبر ۱۲۷۷ میں گزرا ہے، اور جنبی ہو کر طواف زیارت کیا ہو یہ مسئلہ باب الجنایات، نمبر ۱۲۸۴ میں گزر چکا ہے۔

وجه : (۱) جنبی ہو کر طواف کیا تو دم لازم ہوگا اس کی دلیل اس حدیث میں ہے۔ عن عائشة انها قالت قدمت مکة وانا حائض ولم اطف بالبیت ولا بین الصفا والمروة قالت فشکوت ذلک الی رسول الله ﷺ فقال افعلی کما

(۱۴۵۲) ويجوز الاكل من هدى التطوع والمتعة والقِران ﴾ ل لانه دم نسك يجوز الاكل منها منزلة الاضحية وقد صح ان النبی علیہ السلام اكل من لحم هديه وحسامن المَرَقَة

يفعل الحاج غير ان لا تطوفی بالبيت حتى تطهری ۔(بخاری شریف، باب تقضی الحائض المناسک کلھا الا الطواف بالبیت ص۲۲۳ نمبر ۱۶۵۰)اس حدیث سے بھی پتہ چلا کہ بغیر طہارت کے طواف نہ کرے اور کیا تو دم یا صدقہ لازم ہوگا۔

اور وقوف عرفہ کے بعد جماع کیا تو اونٹ لازم ہوگا اس کی دلیل یہ اثر ہے۔ (۱)عن ابن عباس اتاه رجل فقال وطئت امرأتی قبل ان اطوف بالبيت قال عندک شیء؟ قال نعم انی موسر قال فانحر ناقة سمينة فاطعمها المساكين. (سنن للبیہقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۷۹، نمبر ۹۷۹۹)اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت سے پہلے جماع کر لیا تو ایک اونٹ دینا ہوگا۔(۲)اسی طرح دوسرے اثر میں ہے۔ عن ابن عباس انه سئل عن رجل وقع على اهله وهو محرم وهو بمنى قبل ان يفيض فامره ان ينحر بدنة قال الشافعی وبهذا ناخذ قال مالك عليه عمرة وبدنة وحجة تامة. (سنن للبیہقی، باب الرجل یصیب امرأتہ بعد التحلل الاول وقبل الثانی ج خامس ص ۲۸۰، نمبر ۹۸۰۳/موطا امام مالک، باب ھدی من اصاب اھلہ قبل ان یفیض ص ۴۰۶)اس اثر سے معلوم ہوا کہ طواف زیارت سے پہلے جماع کر لیا تو اونٹ لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۵۲) جائز ہے کھانا نفلی ہدی سے اور تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی سے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ یہ عبادت کا دم ہے اس لئے اس سے کھانا جائز ہے، جیسے قربانی کا گوشت کھانا جائز ہے۔اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہدی کا گوشت کھایا اور شوربے میں سے پیا۔

تشریح: نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی جرمانے کے طور پر نہیں ہیں بلکہ انعام اور خوشی کے طور پر ہین اس لئے ان کا گوشت خود ہدی کرنے والا کھا سکتا ہے۔اور غرباء و مساکین کو بھی کھلا سکتا ہے۔ ۔حسا: شوربا پینا، مرقۃ: شوربا۔

وجہ: (۱) جیسے قربانی کا گوشت انعام کے طور پر ہے۔اس لئے اس کو خود کھا سکتا ہے اور غرباء و مساکین کو بھی کھلا سکتا ہے(۲) حدیث میں ہے کہ آپؐ نے ہدی کے گوشت میں سے کھایا، صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ... ثم انصرف الى المنحر فنحر ثلثا وستين بيده ثم اعطى عليا فنحر ما غبر واشركه فی هديه ثم امر من كل بدنة ببضعة فجعلت فی قدر فطبخت فاكلا من لحمهما وشربا من مرقها. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ۳۹۹، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ہدی کا گوشت کھایا اس لئے نفلی ہدی، قران اور تمتع کی ہدی کا گوشت کھانا جائز ہے۔اور جنایات اور شکار کے بدلے کا

(۱۴۵۳) ویستحب له ان یاکل منها ﴾ ١ لما روینا ٢ وکذا یستحب ان یتصدق علی الوجه الذی عرف فی الضحایا (۱۴۵۴) ولایجوز الاکل من بقیة الهدایا ﴾ ١ لانها دماء کفارات وقد صح ان

گوشت خود جنایت دینے والے کو کھانا جائز نہیں ہے۔(۳)اس کے لئے یہ اثر ہے۔عن ابن عمر لا یوکل من جزاء الصید والنذر ویوکل مما سوی ذلک وقال عطاء یأکل ویطعم من المتعة ۔(بخاری شریف، باب اذ ابوانا لابراہیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئا، ص۲۳۲، نمبر۱۷۱۹)(۳) عن ابن عباس انه قال فی الحمامة شاة لایوکل منها یتصدق بها، روینا عنه فی الذی یطأ امرأته قبل الطواف انحر ناقة سمینة فاطعمها المساکین وروینا عن طاؤس وسعید بن جبیر انهما قالا لا یأکل من جزاء الصید ولا من الفدیة . (سنن للبیھقی، باب لایأ کل من کل ہدی کان اصله واجبا علیه الخ، ج خامس، ص۳۹۶، نمبر۱۰۲۴۵)اس اثر سے معلوم ہوا کہ جنایت کے بدلے کا گوشت خود نہ کھائے بلکہ مساکین کو کھلا دے۔

ترجمہ : (۱۴۵۳)اور ذبح کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ہدی کے گوشت میں سے کھائے۔

ترجمہ : ١ اس حدیث کی وجہ سے جو میں نے روایت کی۔

تشریح : مستحب یہ ہے کہ ہدی ذبح کرنے والا ہدی کا گوشت کھائے، کیونکہ اوپر حدیث گزری کہ حضورؐ نے اپنی ہدی کے گوشت میں سے کھایا تھا، اور اس میں شوربا پیا تھا، حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: ٢ ایسے ہی مستحب ہے کہ گوشت کو اس طرح صدقہ کرے جس طرح قربانی کے بارے میں معلوم ہوا۔

تشریح : جس طرح قربانی کے گوشت کے بارے میں معلوم ہوا کہ گوشت صدقہ کر دے اسی طرح ہدی کے گوشت کو بھی صدقہ کر دے۔

وجه : اس آیت میں ہے کہ گوشت غرباء مساکین کو دے دے۔آیت یہ ہے۔(۱)۔فکلوا منها و أطعموا البائس الفقیر ○ ثم لیقضوا تفثهمو و لیوفوا نذورهم (آیت ۲۸، ۲۹، سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ گوشت صدقہ کر دے۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے کہ گوشت صدقہ کر دے۔ أن علی ابن ابی طالب اخبره أن رسول الله ﷺ امره أن یقسم بدنه کلها لحومها و جلودها و جلالها للمساکین ۔(ابن ماجۃ شریف، باب جلود الاضاحی، ص۴۵۹، نمبر۳۱۵۷)اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہدی کا گوشت غرباء مساکین کو تقسیم کر دے۔

ترجمہ :(۱۴۵۴) باقی ہدی کو کھانا جائز نہیں ہے۔

ترجمہ : ١ اس لئے کہ یہ کفارات کے دم ہیں، اور صحیح روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام کو جب حدیبیہ میں احصار کیا، اور ناجیہ

النبی علیه السلام لما احصر بالحدیبیة وبعث الهدایا علی یدی ناجیة الاسلمی قال له لا تاکل انت ورفقتک منها شیئا (۱۴۵۵) ولا یجوز ذبح هدی التطوع والمتعة والقران الا فی یوم النحر

اسلمی کے ہاتھ پر ہدی روانہ کی تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کہ تم اور تمہارے ساتھی اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

تشریح : جنایت کا بدلہ، شکار کا بدلہ ان قسم کی ہدی کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ اس قسم کی ہدی کا گوشت خود نہ کھائے اور نہ اپنے ساتھی کو کھانے دے، یہ غرباء مساکین کے لئے چھوڑ دے۔

وجہ : (۱) یہ جرم ہیں دم انعام نہیں ہے اس لئے خود نہ کھائے ذبح کر کے غرباء و مساکین کو کھانے کے لئے چھوڑ دے۔ (۲) یہ حدیث بھی اسکی دلیل ہے جسکو صاحب ہدایہ نے پیش کی ہے ۔ عن ابن عباس قال بعث رسول الله ﷺ فلانا الاسلمی و بعث معه بثمان عشرة بدنة فقال أرأیت ان ازحف علی منها شیء ؟ قال تنحر ها ثم تصبغ نعلها فی دمها ثم اضربها علی صفحتها ، و لا تأکل منها انت و لا أحد من اصحابک . او قال من اهل رفقتک . (ابوداؤد شریف، باب فی الهدی اذا اعطب قبل ان یبلغ ،ص ۲۵۲،نمبر ۱۷۶۳ ر ترمذی شریف، باب ما جاء اذا اعطب الهدی ما یصنع به ص ۱۸۱ نمبر ۹۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنایات کی ہدی ذبح کر کے چھوڑ دے اور خود نہ کھائے اور نہ اس کے ساتھی کھائے بلکہ غرباء کے لئے چھوڑ دے۔ کیونکہ پھاڑ کھانے والے جانوروں کے لئے چھوڑ نا اچھا نہیں ہے۔ (۲)۔عن ابن عمر لا یوکل من جزاء الصید والنذر ویوکل مما سوی ذلک وقال عطاء یأکل ویطعم من المتعة۔ (بخاری شریف، باب اذ ابوانا لابراہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا ،ص ۲۳۲،نمبر ۱۷۱۹) اس اثر میں ہے کہ شکار کا بدلہ اور نذر کی ہدی کا گوشت نہ کھائے۔ باقی دم شکر کا گوشت کھا سکتا ہے۔ (۳) روینا عن طاوس و سعید بن جبیر انهما قالا : لا یأکل من جزاء الصید و لا من الفدیة . (سنن بیہقی، باب لا یأکل من هدی کان اصله واجبا، الخ ج خامس ،ص ۳۹۷،نمبر ۱۰۲۴۵) اس اثر میں ہے کہ شکار کا بدلہ اور فدیہ کی ہدی سے نہیں کھانا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۴۵۵) نہیں جائز ہے نفلی تمتع اور قران کی ہدی کا ذبح کرنا مگر دسویں ذی الحجہ کو۔

تشریح: چونکہ رمی جمار کے بعد ہی نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی ذبح کرے گا اور وہ دسویں ذی الحجہ کو ہوگا اس لئے ان ہدی کو دسویں ذی الحجہ ہی کو ذبح کرے گا، یا اس کے بعد ایام تشریق میں ذبح کرے۔

وجہ :(۱) آیت میں اس کا اشارہ موجود ہے۔ فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر ○ ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم ولیطوفوا بالبیت العتیق . (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی کا گوشت غرباء کو کھلاؤ پھر سر منڈواؤ اور

(١٤٥٦) قال وفی الاصل یجوز ذبح دم التطوع قبل یوم النحر وذبح یوم النحر افضل ﴾ ١ وهذا هو الصحیح لان القربة فی التطوعات باعتبار انها هدایا وذلک یتحقق بتبلیغها الی الحرم

بیت اللہ کا طواف کرو۔تو سر منڈوانا دسویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے ہدی کو ذبح کرنا بھی دسویں ذی الحجہ کو ہوگا۔(۲) اس حدیث میں بھی ہے۔عن جبیر بن مطعم عن النبی ﷺ قال کل منی منحر و کل أیام التشریق ذبح ۔(سنن بیہقی، باب النحر یوم النحر وایام منی کلھا، ج خامس، ص۳۹۲،نمبر ۱۰۲۲۶) اس حدیث میں ہے کہ ایام تشریق میں ذبح کرے، اور ایام تشریق دسویں ذی الحجہ سے شروع ہوتا ہے اس لئے دسویں ذی الحجہ سے ہدی ذبح کرنا ہوگا۔(۳) حضورؐ نے حج کے موقع پر دسویں ذی الحجہ کو ہدی ذبح کی، حدیث کا ٹکڑا یہ ہے۔ قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ... ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلثا وستین بیده ثم اعطی علیا فنحر ما غبر واشرکه فی هدیه ثم امر من کل بدنة ببضعة فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمهما وشربا من مرقها. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص۳۹۹،نمبر ۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص۲۷۱،نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے دسویں ذی الحجہ کو حج کی ہدی ذبح کی۔

ترجمه: (۱۴۵۶) کتاب الاصل میں ہے کہ نفلی دم کو یوم النحر سے پہلے بھی ذبح کرنا جائز ہے، اور یوم النحر میں ذبح کرنا افضل ہے۔

ترجمه : ١ اور یہی صحیح ہے اس لئے کہ نفل میں قربت اس اعتبار سے ہے کہ وہ ہدی ہے اور یہ حرم تک پہونچنے سے متحقق ہوجاتی ہے۔

تشریح : کتاب الاصل، مبسوط میں ہے کہ نفلی ہدی کو دسویں ذی الحجہ سے پہلے بھی ذبح کردے تو جائز ہے، البتہ دسویں ذی الحجہ کو کرے تو افضل ہے، کتاب الاصل میں عبارت اس طرح ہے۔ فاما ما سوی ذالک من التطوع و غیره فیجزیه أن یذبحه قبل یوم النحر و ذبحه یوم النحر افضل ۔(کتاب الاصل، باب الحلق، ج ثانی، ص۳۶۳) اس عبارت میں ہے کہ نفلی ہدی کو جب چاہے ذبح کرسکتا ہے، البتہ یوم النحر میں کرنا زیادہ بہتر ہے۔

وجه :(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ نفلی ہدی حرم تک پہونچ گئی اسی سے ہدی ہوگئی، اب دسویں ذی الحجہ کو ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ (۲) اس حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اٹھارہ بدنہ بھیجا اور یہ بھی فرمایا کہ پہلے بھی ذبح کرسکتے ہو، جس سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی یوم النحر سے پہلے بھی ذبح کی جاسکتی ہے۔حدیث یہ ہے۔ عن ابن عباس قال بعث رسول الله ﷺ فلانا الاسلمی و بعث معه بثمان عشرة بدنة فقال أرأیت ان ازحف علی منها شیء ؟ قال تنحرها ثم تصبغ نعلها فی دمها ثم اضربها علی صفحتها ، و لا تأکل منها انت و لا أحد من اصحابک . او قال من اهل رفقتک . (ابوداؤد

(۱۴۵۷) فاذا وجد ذلک جاز ذبحها فی غیر یوم النحر وفی ایام النحر افضل ﴾ ۱؎ لان معنی القربة فی اراقة الدم فیها اظهر ۲؎ اما دم المتعة والقران فلقوله تعالیٰ فكلوا منها واطعمو البائس الفقیر ثم لیقضوا تَفَثهم وقضاء التفث یختص بیوم النحر

شریف، باب فی الہدی اذا اعطب قبل ان یبلغ، ص۲۵۲، نمبر۱۷۶۳ ر ترمذی شریف، باب ما جاء اذا اعطب الھدی ما یصنع بہ ص۱۸۱ نمبر ۹۱۰ ر مسلم شریف، باب ما یفعل بالھدی اذا اعطب فی الطریق، ص۵۵۷، نمبر ۱۳۲۵/۳۲۱۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی پہلے بھی ذبح کی جا سکتی ہے۔

ترجمہ : (۱۴۵۷) پس جب یہ ہدی پائی گئی تو یوم النحر کے علاوہ میں بھی ذبح کرنا جائز ہوگا، اور یوم النحر میں ذبح کرنا افضل ہے۔

ترجمہ : ۱؎ اس لئے کہ قربت کا معنی یوم النحر میں خون بہانے میں زیادہ ظاہر ہے۔

تشریح : جب نفلی ہدی حرم میں پہنچ گئی تو وہ ہدی ہوگئی اس لئے یوم النحر کے علاوہ میں بھی ذبح کرنا جائز ہے، البتہ یوم النحر میں ذبح کرنا زیادہ افضل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قربانی جیسی عبادت کا جانور یوم النحر اور ایام تشریق میں ذبح کیا جاتا ہے تو نفلی ہدی بھی ان دنوں میں ذبح کرے تو عبادت کا معنی زیادہ واضح ہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ بہر حال تمتع کا دم، اور قران کا دم تو وہ یوم النحر میں ذبح کیا جائے گا، اللہ تعالی کے قول کی وجہ سے، کہ ہدی سے کھاؤ اور پریشان حال فقیر کو بھی کھلاؤ پھر میل کچیل دور کرو، اور میل کچیل، ناخن وغیرہ کتروانا یوم النحر کے ساتھ خاص ہے [اس لئے دم تمتع اور قران بھی یوم النحر میں ذبح کیا جائے گا]۔

تشریح : اللہ تعالی کا قول ہے کہ ۔**فکلوا منها واطعموا البائس الفقیر ٥ ثم لیقضوا تفثهم ولیوفوا نذورهم ولیطوفوا بالبیت العتیق** . (آیت ۲۹ سورۃ الحج ۲۲) اس آیت میں ہے کہ ہدی کا گوشت غرباء کو کھلاؤ پھر سر منڈواؤ اور بیت اللہ کا طواف کرو۔ تو سر منڈوانا دسویں ذی الحجہ کو ہوتا ہے اس لئے ہدی کو ذبح کرنا بھی دسویں ذی الحجہ کو ہوگا۔ اس لئے اس آیت میں اشارہ ہے کہ دم تمتع، اور دم قران دسویں ذی الحجہ کو ذبح ہونا چاہئے۔ بائس: جس آدمی کو بھوک پیاس کی تکلیف ہو۔ تفث: میل کچیل۔ قضاء التفث: میل کچیل کو دور کرنا، ناخن بال کاٹنا۔

﴿کس جانور کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور کس کا نہیں﴾

کس ہدی کا گوشت خود کھانا جائز ہے	کس ہدی کا گوشت خود کھانا جائز نہیں ہے
دم تمتع	جنایات کا دم
دم قران	کفارات کا دم
نفلی ہدی	شکار کا بدلہ
قربانی کا گوشت	بیماری کی وجہ سے ہدی راستے میں ذبح کرنا پڑا ہو تو
	احصار کا دم
	نذر کا دم

﴿کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے، اور کسکو نہیں﴾

کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری ہے	کس جانور کو حرم میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے
دم تمتع	ہدی بیمار ہو گئی ہو تو جہاں چاہے ذبح کرے
دم قران	
نفلی ہدی	
دم احصار	
شکار کا بدلہ	

﴿کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری ہے، اور کسکو نہیں﴾

کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری ہے	کس جانور کو یوم النحر میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے
دم تمتع	کفارات کا دم
دم قران	نذر کا دم
بہتر ہے کہ نفلی ہدی کو بھی یوم النحر میں ذبح کرے	احصار کا دم
	شکار کا بدلہ
	جنایات کا دم

۳ ولانه دم نسک فیختص بیوم النحر کالاضحیة (۱۴۵۸) ویجوز ذبح بقیة الهدایا فی ای وقت شاء ﴾ ۱ قال الشافعیؒ لا یجوز الا فی یوم النحر اعتبارا بدم المتعة والقران فان کل واحد دم جبر عنده

ترجمه: ۳ اوراس لئے کہ یہ عبادت کا دم ہےاس لئے دسویں ذی الحجہ کے ساتھ خاص ہوگا، جیسے قربانی کرنا دسویں ذی الحجہ کے ساتھ خاص ہے۔

تشریح :یہ دلیل عقلی ہے کہ ہدی کا جانور حج کی عبادت ہے،اورعبادت کا جانور یوم النحر میں ذبح کیا جاتا ہے، جیسے قربانی عبادت ہےاور یوم النحر میں ذبح کیا جاتا ہےتب ہی عبادت ہےاوراس سے پہلے ذبح کرے تو عبادت نہیں ہوگی ،اسی طرح ہدی کو بھی یوم النحر میں ذبح کیا جانا چاہئے تب ہی عبادت ہوگی۔

ترجمه: (۱۴۵۸) اور باقی ہدی کو جب چاہے ذبح کرے۔

تشریح: نفلی ہدی،تمتع کی ہدی اورقران کی ہدی کے علاوہ جو ہدی ہوں گی وہ جنایات کی ہدی،احصار کی ہدی اورشکار کے بدلہ کی ہدی ہوں گی ۔چونکہ یہ ہدی کسی دن کے ساتھ خاص نہیں ہیں اس لئے کسی دن بھی ذبح کی جاسکتی ہیں۔دسویں ذی الحجہ کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔

وجه: (۱) حضور ﷺ حدیبیہ کے عمرہ کے موقع پر محصر ہوئے اور ہدی ذبح کی حالانکہ وہ دسویں ذی الحجہ کا دن نہیں تھا بلکہ ذی قعدہ کا دن تھااس لئے معلوم ہوا کہ باقی ہدی کو کسی دن ذبح کرسکتا ہے۔(۲) یہ سب دم نقصان کو پاٹنے کے لئے ہیں اس لئے ان کو جلدی ذبح کرنا بہتر ہوگا۔

ترجمه: ۱ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ باقی دم کو بھی یوم النحر کے علاوہ میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے،وہ قیاس کرتے ہیں تمتع اورقران کے دم پر،اس لئے کہ ہرایک انکے نزدیک نقصان کے پورا کرنے کا دم ہے۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح تمتع کا دم اورقران کا دم یوم النحر کے دن ذبح کرنا ضروری ہےاسی طرح اوردم بھی یوم النحر کے دن ہی ذبح کئے جائیں،اس کی دو وجہ بیان فرمارہے ہیں[۱] ایک تو یہ دم تمتع اور دم قران پر قیاس کرتے ہیں،[۲] اور دوسرا یہ کہ دم تمتع بھی گویا کہ نقصان پورا کرنے کا دم ہے،اور یوم النحر میں ذبح کیا جاتا ہے،اوردم بھی گویا کہ نقصان پورا کرنے کے لئے ہےاس لئے وہ بھی یوم النحر میں ذبح کیا جانا چاہئے۔

موسوعہ میں اس کے خلاف عبارت یہ ہے. و اذا ساق المتمتع الهدی معه او القارن لمتعته او قرانه ، فلو ترکه حتی ینحره یوم النحر کان احب الی و ان قدم فنحره فی الحرم أجزأ عنه ۔(موسوعۃ امام شافعیؒ،باب الهدی،ج خامس،

۲؎ ولنا ان هذه دماء كفارات فلا يختص بيوم النحر لانها لماوجبت لجبر النقصان كان التعجيل بها اولىٰ لارتفاع النقصان به من غير تاخير بخلاف دم المتعة والقران لانه دم نسک (۱۴۵۹) قال ولا يجوز ذبح الهدايا الا فى الحرم ﴾ ۱؎ لقوله تعالىٰ فى جزاء الصيد هديًا بالغ الكعبة فصار اصلا فى كل دم هو كفارة

ص ۴۳۵، نمبر ۶۸۹۳) اس عبارت میں ہے کہ دم تمتع اور دم قران بھی دسویں ذی الحجہ سے پہلے ذبح کردے تب بھی جائز ہے، اور یوم النحر میں کرے تو بہتر ہے، اس لئے دوسرے دموں کا بھی حال یہی ہوگا۔

ترجمہ : ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ کفارات کے دم ہیں اس لئے یوم النحر کے ساتھ خاص نہیں ہونگے، اس لئے کہ جب نقصان پورا کرنے کے لئے دم واجب ہوا تو نقصان اٹھانے کے لئے جلدی کرنا اچھا ہے، بغیر کسی تاخیر کے، بخلاف تمتع اور قران کے دم کے اس لئے کہ وہ عبادت کا دم ہے [اس لئے یوم النحر میں کرنا بہتر ہے]

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ تمتع، قران اور نفلی ہدی کے علاوہ جو ہدی ہیں وہ عموما کفارات کی ہدی ہیں اور کوئی کمی آئی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے ہیں، اور نقصان کو جلدی پورا کرنا چاہئے دیر نہیں کرنا چاہئے اس لئے یوم النحر تک مؤخر نہیں کرنا چاہئے، اس کے برخلاف تمتع اور قران کا دم عبادت کا دم ہے، اور قربانی جیسی عبادت کا دم یوم النحر میں کیا جاتا ہے اس لئے ان دموں کو بھی یوم النحر ہی میں ذبح کرنا چاہئے۔

ترجمہ: (۱۴۵۹) اور نہیں جائز ہے کسی ہدی کو ذبح کرنا مگر حرم میں۔

ترجمہ : ۱؎ شکار کا بدلہ کے بارے میں اللہ تعالی کا قول ,ھدیا بالغ الکعبة، کی وجہ سے، اس لئے یہ آیت ہر اس دم کے بارے میں اصل ہے جو کفارہ ہے۔

تشریح: نفلی ہدی، تمتع کی ہدی، قران کی ہدی، شکار کا بدلہ ہدی، جنایات کی ہدی اور احصار کی ہدی ان سب کو حنفیہ کے نزدیک حرم ہی میں ذبح کرنا ضروری ہے۔

وجه : (۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ ,ھدیا بالغ الکعبة، والی آیت شکار کے بارے میں ہے اور اس میں ہے کہ شکار کا بدلہ بھی حرم میں ذبح ہونا چاہئے، اور شکار کا بدلہ ایک قسم کا کفارہ ہے اور نقصان پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے اس آیت سے یہ قاعدہ نکلا کہ جتنے بھی جانور کفارات کے لئے ہیں اور نقصان پورا کرنے کے لئے ہیں وہ سب حرم ہی میں ذبح ہونا ضروری ہے (۲) صاحب ھدایہ کی آیت یہ ہے۔ يا ايها الذين آمنوا لا تقتلوا ا الصيد و انتم حرم و من قتله منكم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم هديا بالغ الكعبة. (آیت ۹۵، سورة المائدة ۵) اس آیت سے پتہ چلا کہ ہدی

۲؎ ولان الهدی اسم لمایُهدی الیٰ مکان ومکانه الحرم قال علیہ السلام منی کلها منحر (۱۴۶۰) وفِجَاج مکة کلها منحر ویجوز ان یتصدق بها علیٰ مساکین الحرم وغیرهم ﴾

کعبہ تک پہنچے اور وہاں ذبح ہو (۳) دوسری آیت میں ہے۔ ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله. (آیت ۱۹۶ سورۃ البقرۃ) اس آیت میں بھی ہے کہ حرم تک ہدی پہونچے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہدی حرم میں ہی ذبح ہونی چاہئے (۴) اثر میں ہے۔ قال مالک والذی یحکم علیه بالهدی فی قتل الصید او یجب علیه الهدی فی غیر ذلک فان هدیه لا یکون الا بمکة کما قال الله تعالی هدیا بالغ الکعبة۔ (موطا امام مالک، باب جامع الهدی ص ۴۰۹) اس اثر میں ہے کہ شکار کا بدلہ یا اور جو ہدی واجب ہو وہ مکہ مکرمہ میں ذبح کی جائیں (۵) جانور کا ذبح کرنا اس وقت قربت ہوگا جبکہ وقت کے ساتھ خاص ہو جیسے قربانی کا جانور یا مکان کے ساتھ خاص ہو۔ یہاں زمانے کے ساتھ خاص نہیں ہے تو مکان یعنی حرم کے ساتھ خاص ہونا چاہئے۔

ترجمہ : ۲؎ اور اس لئے کہ ہدی نام ہے جو کسی مکان کی طرف بھیجا جائے، اور اس کا مکان حرم ہے، چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا منی کل کے کل نحر کرنے کی جگہ ہے اور مکہ مکرمہ کی راہیں سب کے سب نحر کرنے کی جگہ ہیں۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ، ہدی کا ترجمہ ہی ہے کہ کسی جگہ کی طرف بھیجی جائے، اور ہدی بھیجنے کی جگہ حرم ہے اس لئے حرم کے بغیر ذبح نہیں ہونا چاہئے۔ حدیث یہ ہے۔ حدثنی جابر بن عبد الله أن رسول الله ﷺ قال کل عرفة موقف و کل منی منحر و کل المزدلفة موقف و کل فجاج مکة طریق و منحر۔ (ابوداود شریف، باب الصلاۃ بجمع، ص ۲۸۳، نمبر ۱۹۳۷/ ابن ماجۃ شریف، باب الذبح، ص ۴۴۱، نمبر ۳۰۴۸) اس حدیث میں ہے کہ منی کی ہر جگہ میں ذبح کیا جا سکتا ہے، اس لئے تمام ہدی حرم ہی میں ذبح ہو۔

لغت : فجاج: راستہ، گھاٹیاں۔ منحر: نحر کرنے کی جگہ۔

فائدہ: امام مالکؒ کا مسلک پہلے گزر چکا ہے کہ احصار کی ہدی جہاں احصار ہوا ہو وہیں ذبح کر دی جائے۔

وجہ : کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ نے اور صحابہ نے حدیبیہ میں ہدی ذبح کی اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ احصار کی ہدی حرم سے باہر ذبح کر سکتا ہے۔ تفصیل مسئلہ نمبر ۱۴۱۵ باب الاحصار میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ: (۱۴۶۰) اور جائز ہے حرم کے مسکینوں پر گوشت کو صدقہ کر دے اور اس کے علاوہ کے مسکینوں پر بھی۔

تشریح : کسی قسم کی ہدی کے گوشت کو حرم کے مسکینوں پر بھی صدقہ کر سکتے ہیں اور حرم کے علاوہ کے مسکینوں پر بھی صدقہ کر سکتے ہیں۔

ل خلافا للشافعیؒ ٢ لان الصدقة قربة معقولة والصدقة علی كل فقير قربة (١٤٦١) قال ولا يجب التعريف بالهدايا ﴾ ل لان الهدی ينبئ عن النقل الی مكان ليتقرب باراقة دم فيه لا عن التعريف فلا يجب

وجه : (ا) آیت میں ہدی کے گوشت کو کھانے کے لئے عام رکھا ہے صرف حرم کے مساکین کی تخصیص نہیں کی ہے اس لئے دونوں قسم کے مساکین اس کے گوشت کھا سکتے ہیں۔آیت ہے فكلوا منها واطعموا البائس الفقير ۔(آیت ٢٩ سورۃ الحج ٢٢) اس آیت میں ہے کہ ہدی کا گوشت البائس اور فقیر کو کھلاؤ چاہے جہاں کا ہو (٢) فقیر کو کھلانا قابل ثواب ہے اس لئے مطلق فقیر داخل ہوگا۔

نوٹ : حرم کے فقیر زیادہ محتاج ہوں تو ان کو کھلانا زیادہ افضل ہے۔

ترجمہ ل خلاف امام شافعیؒ کے۔

تشریح : صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ہدی کا گوشت حرم کے مساکین کے لئے ہی خاص کرے، موسوعہ میں اتنا اشارہ ملتا ہے کہ انکو دینا بہتر ہے،عبارت یہ ہے. و حيثما نحره من منی و مكة اذا اعطاه مساكين الحرم أجزاه۔(موسوعۃ امام شافعیؒ، باب الھدی، ج خامس، ص ٤٣٥، نمبر ٦٨٩٦) اس میں ہے کہ حرم کے مساکین کو دینا چاہئے۔

ترجمہ: ٢ اس لئے کہ صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو سمجھ میں آتا ہے اس لئے ہر فقیر پر گوشت کا صدقہ کرنا قربت ہوگی۔

تشریح : صدقہ کرنا ایسی عبادت ہے جو سمجھ میں آتا ہے اور معقول ہے، اس لئے کسی فقیر پر صدقہ کرنا عبادت ہونی چاہئے، اس میں حرم کے مساکین کی تخصیص نہیں ہونی چاہئے۔

ترجمہ :(١٤٦١) ہدی کو عرفات لے جانا واجب نہیں۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ ہدی کا ترجمہ ہے کسی جگہ تک منتقل کرنا تا کہ وہاں پر خون بہا کر قربت حاصل کی جائے، اس کا معنی عرفات لیجانا نہیں ہے اس لئے عرفات لیجانا واجب نہیں ہے۔

تشریح : تعریف کے دو معنی ہیں [ا] ایک معنی ہے تشہیر کرنا، جنایات، احصار، اور شکار کی ہدی ایک قسم کی جرم کی ہدی ہے اس لئے اس کو چھپانا بہتر ہے اس کی تشہیر اچھی بات نہیں ہے۔اور نفلی ہدی، تمتع کی ہدی، قران کی ہدی نعمت کی ہدی ہے اس لئے اگر اس کی تشہیر کی گئی تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔تعریف کا دوسرا معنی ہے عرفات لیجانا، جنایات، احصار، اور شکار کی ہدی نویں تاریخ سے پہلے ذبح کی جائے گی اس لئے عرفات لیجانے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ نفلی ہدی، تمتع کی ہدی، اور قران کی ہدی دسویں تاریخ کو ذبح کی جائے گی اس لئے اگر ہدی کو سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو ان کو عرفات لیجایا جا سکتا ہے البتہ اس کو عرفات لیجانا واجب نہیں ہے۔

(١٤٦٢) فان عرف بهدى المتعة فحسن ﴾ ١؎ لانه يتوقت بيوم النحر فعسىٰ لا يجد من يمسكه فيحتاج الى ان يعرف به ٢؎ ولانه دم نسک فيكون مبناه على التشهير بخلاف دماء الكفارات لانه يجوز ذبحها قبل يوم النحر على ما ذكرنا وسببه الجناية فيليق به الستر (١٤٦٣) قال والافضل في البدن النحر وفي البقر والغنم الذبح ﴾

وجه :(١) عن ابراهيم قال ارسل الاسود غلاما له الى عائشةؓ فسألها عن بدن بعث بها معه أيقف بها بعرفات؟ فقالت: ما شئتم ان شئتم فافعلوا وان شئتم ف لا تفعلوا۔ (سنن بیہقی، باب الاختيار في التقليد والاشعار، ج خامس، ص ٣٨٠، نمبر ١٠١٧٨) اس اثر میں ہے کہ چاہو تو ہدی عرفات لے جاؤ اور چاہو تو نہ لے جاؤ۔ (٢) حضورؐ عرفات اونٹ لے گئے ہیں، حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ....حتى أتى عرفة فوجد القبة قد ضربت له بنمرة ، فنزل بها حتى اذا زاغت الشمس أمر بالقصواء فرحلت له فأتى بطن الوادى** (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ٣٩٩، نمبر ١٢١٨/٢٩٥٠/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ٢٧١، نمبر ١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ قصوا اونٹ عرفات لے گئے۔

ترجمه: (١٤٦٢) پس اگر تمتع کی ہدی عرفہ لے گیا تو بہتر ہے۔

ترجمه: ١؎ اس لئے کہ یوم النحر کے ساتھ متعین ہے، تو ہو سکتا ہے کہ سنبھالنے والا کوئی نہ ہو تو ہدی کو عرفات لیجائے۔

تشریح : اگر تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی کو عرفات لے جائے تو اچھا ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ ہدی کو کوئی سنبھالنے والا نہ ہو تو حاجی اپنے ساتھ عرفات لے جائے۔

ترجمه: ٢؎ اور اس لئے کہ عبادت کا دم ہے اس لئے اس کا مدار تشہیر پر ہے، بخلاف کفارات کے دم کے اس لئے کہ یوم النحر سے پہلے اس کا ذبح کرنا جائز ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اور اس کا سبب جنایت ہے اس لئے اس کو چھپانا زیادہ بہتر ہے۔

تشریح : نفلی ہدی، تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی عبادت کی ہدی ہے اس لئے اس کی تشہیر بہتر ہے اس لئے اس کو ساتھ عرفہ لے جائے تو زیادہ بہتر ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے ساتھ ہدی ہے۔ اس کے برخلاف کفارات کی ہدی جرم کی ہدی ہے اس لئے اس کو چھپانا زیادہ بہتر ہے اس لئے اس کو عرفات نہ لیجائے، دوسری بات یہ ہے کہ اس کو یوم النحر سے پہلے ذبح کیا جا سکتا ہے اس لئے اس کو عرفات کیسے لیجائے گا!

ترجمه : (١٤٦٣) اونٹ میں افضل نحر کرنا ہے اور گائے اور بکری میں ذبح کرنا۔

وجه : (١) آیت میں ہے. **فصل لربک وانحر**. (آیت ٢ سورۃ الکوثر ١٠٨) اس میں حکم ہے کہ اونٹ کا نحر کرو (٢) حدیث میں ہے۔ **عن انس قال صلى النبی ﷺ الظهر بالمدينة اربعا ... ونحر النبی ﷺ بيده سبعة بدن قياما**

۱ لقوله تعالیٰ فصلّ لربک وانحر قیل فی تاویله الجزور وقال الله تعالیٰ ان تذبحوا بقرة وقال الله تعالیٰ وفدیناه بذبح عظیم والذبح ما اعد للذبح وقد صح ان النبیﷺ نحر الابل وذبح البقرة والغنم

وضحی بالمدینة کبشین املحین اقرنین ۔(بخاری شریف، باب نحر البدن قائمۃ ص۲۳۱ نمبر۱۷۱۴/ابوداؤد شریف، باب کیف تنحر البدن ص۲۵۳ نمبر۱۷۶۷)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا افضل ہے۔اور اگر ذبح کر دیا تب بھی کافی ہے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بکرے کو ذبح کرے(۳) گائے کو ذبح کرے۔اس سلسلے میں یہ حدیث ہے۔ عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ ذبح عمن اعتمر من نسائه بقرة بیهن. (ابوداؤد شریف، باب فی ہدی البقر ص۲۵۱ نمبر ۱۷۵۱)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گائے کو ذبح کرے۔

لغت : النحر :اونٹ کے پاؤں کو الٹا باندھ دے اور اس کو کھڑا کرے اور اس کی گردن میں چھری مار کر کھانے کی نالی کو پھاڑ دے اس کو نحر کرنا کہتے ہیں۔

ترجمہ: ۱ اللہ تعالی کا قول, فصل لربک و انحر ،تو اللہ تعالی کے لئے نماز پڑھو اور نحر کرو،اس کی تاویل میں یہ کہا گیا ہے کہ اونٹ کو نحر کرو۔اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ , ان تذبحوا بقرة یعنی گائے کو ذبح کرے،اور اللہ تعالی نے فرمایا, و فدیناه بذبح عظیم، کہ ہم نے اس کو ذبح کرنے کے لئے بڑے جانور کو فدیہ میں دیا،اور ذبح اس کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو،اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے اونٹ کو نحر کیا اور گائے اور بکری کو ذبح کیا۔

تشریح : اس عبارت میں اونٹ کو نحر کرنے اور گائے اور بکری کو ذبح کرنے کی دلیل پیش کی ہے۔پہلی دلیل ہے،اللہ تعالی نے فرمایا .فصل لربک وانحر. (آیت۲ سورۃ الکوثر ۱۰۸)اس آیت میں فرمایا کہ اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور اونٹ کو نحر کرو،تو اس آیت میں اونٹ کو نحر کرنے کے لئے کہا جس سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو نحر کرنا افضل ہے۔دوسری دلیل دی ہے کہ قرآن میں ہے۔ واذ قال موسی لقومه ان الله تعالی یأمرکم أن تذبحوا بقرة (آیت ۶۷ سورۃ البقرۃ ۲) کہ گائے کو ذبح کرو،جس سے معلوم ہوا کہ گائے کو ذبح کیا جائے۔تیسری دلیل کہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔و فدیناه بذبح عظیم (آیت ۱۰۷ سورۃ الصافات ۳۷) کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیلؑ کے بدلے ذبح عظیم عطا کیا یعنی مینڈھا عطا کیا،اور ذبح اس کو کہتے ہیں جو ذبح کئے جانے کے لئے تیار ہو،اس سے معلوم ہوا کہ مینڈھے اور بکرے کو ذبح کیا جائے گا۔اور چوتھی دلیل دی کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اونٹ کو نحر فرمایا اور گائے اور بکری کو ذبح فرمایا، نحر کرنے کی حدیث کچھ تو پہلے گزری،اور یہ حدیث بھی ہے۔قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ....ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلاثا و ستین بیده ، ثم اعطی علیا فنحر ما غبر .(مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص۳۹۹، نمبر۱۲۱۸/۲۹۵۰/ابوداؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) اس حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اونٹ کو نحر فرمایا۔ عن انس قال ضحی النبی ﷺ بکبشین املحین فرأته

(۱۴۶۴) ثم ان شاء نحر الابل فی الهدایا قیاما او اضجعها ﴾ ل وایّ ذلک فعل فهو حسن والافضل ان ینحرها قیاما لما روی انه علیه السلام نحر الهدایا قیاما واصحابهؓ کانوا ینحرونها قیاما معقولة الید الیسری (۱۴۶۵) ولا یذبح البقر والغنم قیاما ﴾ ل لان فی حالة الاضطجاع المذبح ابین فیکون

واضعا قدمه علی صفاحهما یسمی ویکبر فذبحهما بیده . (بخاری شریف، باب من ذبح الاضاحی بیده، ص ۸۳۴ کتاب الاضاحی، نمبر ۵۵۵۸ / مسلم شریف باب استحسان الاضحیۃ وذبحها مباشرۃ بلا توکیل ج ثانی ص ۱۵۵، کتاب الاضاحی نمبر ۱۹۶۶ / ۵۰۸۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکرا ذبح کیا جائے گا۔

ترجمه : (۱۴۶۴) پھر اگر چاہے تو ہدی کے اونٹ کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرے، اور چاہے تو لٹا کر نحر کرے۔

ترجمه : ل ان دونوں میں سے جو بھی کرے وہ اچھا ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرے، کیونکہ حضور علیہ السلام نے ہدی کو کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کیا، اور صحابہ بھی کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کیا کرتے تھے اونٹ کے بائیں ہاتھ کو باندھ کر۔

تشریح : اونٹ میں نحر کرنا افضل ہے، اب چاہے تو اونٹ کو کھڑا ہونے کی حالت میں نحر کرے، اور چاہے تو اونٹ کو لٹا کر نحر کرے، دونوں ٹھیک ہیں، البتہ افضل یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں نحر کرے، کیونکہ حضورؐ اور صحابہ کھڑے ہونے کی حالت میں نحر فرمایا کرتے تھے، اور اونٹ کا اگلا بایاں پاؤں الٹا کر باندھ دیتے تھے، جس سے اونٹ بھاگ نہ سکے۔

وجه : (۱) حدیث یہ ہے۔ عن انسؓ .... و نحر النبی ﷺ بدنات بیده قیا ما ۔(بخاری شریف، باب التحمید والتسبیح والتکبیر قبل الاھلال، ص ۲۵۱، نمبر ۱۵۵۱) اس حدیث میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے اونٹ کو نحر کیا اور کھڑا کر کے نحر کیا۔ (۲) اور صحابہ نحر کرتے تھے اس کے لئے یہ اثر ہے۔ أن ابن عمر أتی علی رجل و هو ینحر بدنته بارکة فقال ابعثها قیا ما مقیدة سنة نبیکم ۔(مسلم شریف، باب استحباب نحر الابل قیاما معقولۃ، ص ۵۵۴، نمبر ۱۳۲۰ / ۳۱۹۳ / ابوداود شریف، باب کیف تنحر البدن، ص ۲۶۰، نمبر ۱۷۶۸) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا چاہئے (۳) اور اگلا بائیں پاؤں باندھ کر نحر کرتے تھے اس کے لئے یہ حدیث ہے۔ أخبرنی عبد الرحمن بن سابط أن النبی ﷺ و أصحابه کانوا ینحرون البدنة معقولة الیسری قائمة علی ما بقی من قوائمها (ابوداود شریف، باب کیف تنحر البدن، ص ۲۵۹، نمبر ۱۷۶۷) اس حدیث میں ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کا بائیں پاؤں الٹا کر باندھ دیا جائے اور کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔۔ معقولۃ: رسی سے باندھنا۔

ترجمه : (۱۴۶۵) گائے اور بکری کو کھڑے ہونے کی حالت میں ذبح نہ کرے۔

ترجمه : ل اس لئے کہ لٹانے کی حالت میں ذبح کرنے کی جگہ زیادہ واضح ہوتی ہے، اس لئے ذبح آسان ہوگا، اور ان دونوں

الذبح ایسر والذبح هو السنة فیهما (١٤٦٦) والاولیٰ ان یتولی ذبحها بنفسه اذا کان یحسن ذلک﴾ ل لما روی ان النبی علیه السلام ساق مائة بدنة فی حجة الوداع فنحر نیفاً وستین بنفسه وولّی الباقی علیاً

میں ذبح ہی سنت ہے۔

تشریح : بکری اور گائے کو لٹا کر ذبح کرے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لٹانے سے گلے میں ذبح کرنے کی جو جگہ ہے وہ زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جس سے ذبح کرنا آسان ہو جاتا ہے، اس لئے ان دونوں کو لٹا کر ذبح کرے۔ اضطجاع: چت لٹانا۔ مذبح: ذبح کرنے کی جگہ۔

وجه : (١) اس حدیث میں ہے۔ **عن انس قال ضحی النبی ﷺ بکبشین املحین فرأته واضعا قدمه علی صفاحهما یسمی ویکبر فذبحهما بیده** . (بخاری شریف، باب من ذبح الاضاحی بیدہ، ص ٨٣٤ کتاب الاضاحی، نمبر ٥٥٥٨ / مسلم شریف، باب استحسان الاضحیۃ وذبحها مباشرۃ بلا توکیل ج ثانی ص ١٥٥، کتاب الاضاحی نمبر ١٩٦٦ / ٥٠٨٧) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکرا کو زمین پر لٹایا جائے اور ذبح کیا جائے۔

ترجمه: (١٤٦٦) زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان خود ہدی ذبح کرے اگر یہ اچھا ذبح کر سکتا ہو تو۔

ترجمه: ل اس لئے کہ روایت کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں سو اونٹ ہدی لے گئے اور ساٹھ سے زیادہ خود نحر کیا، اور باقی حضرت علیؓ کو نحر کرنے دیا۔

تشریح : اگر اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ آدمی خود اپنی ہدی اور قربانی ذبح کرے۔

وجه: (١) صاحب ہدایہ کی حدیث یہ ہے۔ **قال دخلنا علی جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ....ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلاثا و ستین بیده ، ثم اعطی علیا فنحر ما غبر و اشرکه فی هدیه**. (مسلم شریف، باب حجۃ النبی، ص ٣٩٩، نمبر ١٢١٨ / ٢٩٥٠ / ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی، ص ٢٧١، نمبر ١٩٠٥) اس حدیث میں ہے کہ تریسٹھ اونٹ خود نحر کیا اس کے بعد باقی اونٹ حضرت علی کو نحر کرنے دیا اور ان کو نحر کرنے کا وکیل بنایا۔ (٢) حضورؐ نے خود ذبح کیا ہے۔ **عن انس قال ضحی النبی ﷺ بکبشین املحین فرأته واضعا قدمه علی صفاحهما یسمی ویکبر فذبحهما بیده** . (بخاری شریف، باب من ذبح الاضاحی بیدہ ص ٨٣٤ کتاب الاضاحی نمبر ٥٥٥٨ / مسلم شریف باب استحسان الاضحیۃ وذبحها مباشرۃ بلا توکیل، ج ثانی ص ١٥٥، کتاب الاضاحی نمبر ١٩٦٦ / ٥٠٨٨) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خود اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو خود جانور ذبح کرے۔ اور کوئی مجبوری ہو تو دوسرے کو ذبح کرنے کا وکیل بنا سکتا ہے۔ (٣) اس میں عبادت کو احسن طریقہ سے ادا کر سکتا ہے۔

۲ ولانہ قربة والتولی فی القربات اولیٰ لما فیه من زیادة الخشوع الا ان الانسان قد لایهتدی لذلک ولا یحسنه فجوّزناه تولیة غیره (۱۴۶۷) قال ویتصدق بجلالها وخطامها ولا یعطی اجرة الجزار منها ﴾ ا لقوله علیه السلام لعلیؓ تصدق بجلالها وبِخَطُمِها ولا تعطی اجرة الجزار منها (۱۴۶۸) ومن ساق بدنة فاضطر الی رکوبها رکبها وان استغنی عن ذلک لم یرکبها﴾

ترجمه: ۲ اوراس لئے کہ ذبح کرنا عبادت ہے اورعبادت میں خودکرنا زیادہ بہتر ہےاس لئے کہ اس میں زیادہ خشوع ہے،مگر انسان کبھی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، یااس کواچھی طرح نہیں کرسکتا ہے،اس لئے ہم نے دوسرے کوولی بنانے کوجائز قرار دیا۔

تشریح : ذبح کرنا عبادت ہےاورعبادت خودکرنا زیادہ بہتر ہےاس لئے کہ اس میں زیادہ خشوع ہے،البتہ بعض مرتبہ خودذبح کر نے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، یاصلاحیت تو رکھتا ہےلیکن اچھی طرح نہیں کرسکتا اس لئے اس کی گنجائش دی گئی کہ اس کاکسی کونائب بنا دے، جیسے کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ کوباقی ھدی کونحر کرنے کانائب بنایا۔

ترجمه: (۱۴۶۷)اور ہدی کے جھول کواوراس کی لگام کوصدقہ کرےاورقصائی کی اجرت ہدی سے نہ دے۔ ا اس لئے کہ حضورعلیہ السلام نے حضرت علیؓ کوحکم دیا کہ اس کے جھول کواوراس کے لگام کوصدقہ کردےاوراس میں سے قصائی کواجرت نہ دے۔

تشریح: قصائی کی اجرت ہدی کے گوشت یااس کی کھال سے نہ دے۔

وجه: (۱)ہدی کا جانورصدقہ ہوگیااس لئے اس میں سے کسی چیزکواجرت میں نہ دے بلکہ صدقہ کردے(۲) صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ ان علیا اخبره ان النبی ﷺ امره ان یقوم علی بدنه وان یقسم بدنه کلها لحومها وجلودها وجلالها ولا یعطی فی جزارتها شیئا ۔(بخاری شریف،باب یتصدق بجلود الھدی،ص ۲۳۲،نمبر ۱۷۱۷رمسلم شریف،باب الصدقة بلحوم الھدایاوجلودھاوجلالھا،ص ۴۲۳،نمبر ۱۳۱۷ر ۳۱۸۰)اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی کا گوشت تقسیم کردےاوراس کی کھال،جھول صدقہ کردےاورقصائی کوہدی میں سے اجرت نہ دے

لغت :جلال : جھول۔ خطام : لگام۔ الجزار : قصائی۔

ترجمه: (۱۴۶۸)کسی نے اونٹ ہانکاپس اس پرسوار ہونے کے لئے مجبور ہواتو اس پرسوار ہوجائے۔اوراگرسوار ہونے سے بے نیاز ہوتو سوارنہ ہو۔

تشریح: پس اگراس پرسوار ہونے کی مجبوری نہ ہوتواس پرسوارنہ ہواوراگرمجبوری ہوجائےتو سوار ہوسکتا ہے۔

وجه: (۱)حدیث میں ہے۔ سمعت جابر بن عبد الله سئل عن رکوب الھدی؟ فقال سمعت النبی ﷺ

۱ لانہ جعلھا خالصًا للہ تعالیٰ فلا ینبغی ان یصرف شیئاً من عینھا او منافعھا الیٰ نفسہ الی ان یبلغ محلّہ الا ان یحتاج الی رکوبھا لما روی انہ علیہ السّلام رایٰ رجلا یسوق بدنۃ فقال ارکبھا ویلک وتاویلہ انہ کان عاجزا محتاجاً (۱۴۶۹) ولو رکبھا فانتقص برکوبہٖ فعلیہ ضمان ما نقص من ذلک ﴾

یقول ارکبھا بالمعروف اذا الجئت الیھا حتی تجد ظھرا. (مسلم شریف، باب جواز رکوب البدنۃ المھداۃ لمن احتاج الیھا ص ۴۲۶ نمبر ۱۳۲۴/۳۲۱۴/ابوداؤد شریف، باب فی رکوب البدن ص ۲۵۲ نمبر ۱۷۶۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجبوری ہوتو دوسری سواری پانے تک مناسب انداز میں سوار ہوسکتا ہے۔ البتہ سوار ہونے کی ضرورت نہ ہوتو چونکہ وہ صدقہ کی چیز ہے اس لئے حتی الوسع اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔

ترجمہ: ۱ اس لئے کہ ہدی کو خالص اللہ تعالی کے لئے کرلیا تو مناسب نہیں ہے کہ اس کے عین کو یا اس کے منافع کو اپنی ذات میں خرچ کرے، یہاں تک کہ اپنے مقام پر نہ پہونچ جائے، مگر یہ کہ اس پر سوار ہونے کی ضرورت پڑ جائے، چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک آدمی کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ سوار ہوجاؤ تیرا ناس ہو، اور حدیث کی تاویل یہ ہے کہ وہ عاجز اور محتاج تھا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے، کہ ہدی کو اللہ تعالی کے لئے کردیا تو اس کو یا اس کے نفع کو اپنی ذات میں خرچ نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ ہدی اپنی جگہ جا کر ذبح نہ ہوجائے، ہاں سوار ہونے کی اشد ضرورت پڑ جائے تو سوار ہوسکتا ہے، چنانچہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بدنہ ہانک رہا ہے اور پریشان ہے تو آپ ؐ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہوجاؤ، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سوار ہونے پر مجبور تھا پھر بھی سوار نہیں ہورہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ سوار ہوجاؤ۔ صاحب ھدایہ کی حدیث یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃ أن رسول اللہ ﷺ رأی رجلا یسوق بدنۃ فقال ارکبھا قال یا رسول اللہ! انھا بدنۃ فقال ارکبھا ویلک! فی الثانیۃ او فی الثالثۃ. (مسلم شریف، باب جواز رکوب البدنۃ المھداۃ لمن احتاج الیھا، ص ۴۲۶ نمبر ۱۳۲۲/۳۲۰۸/ابوداؤد شریف، باب فی رکوب البدن ص ۲۵۲ نمبر ۱۷۶۱) اس میں ہے کہ بدنہ پر سوار ہوجاؤ۔

ترجمہ : (۱۴۶۹) اگر ہدی پر سوار ہوا، پس سوار ہونے کی وجہ سے نقص پیدا ہوگیا تو اس نقصان کا ضمان لازم ہوگا۔

تشریح : اگر ہدی پر سوار ہونے کی وجہ سے نقص پیدا ہوگیا تو نقص کا ضمان لازم ہوگا۔ اس لئے کہ ہدی کا تمام عضو محترم ہے اور صدقہ کے لائق ہے اس لئے نقصان ہوجائے تو اس کا ضمان لازم ہوگا۔

وجہ : (۱) سألت جابرا بن عبد اللہ عن رکوب الھدی؟ فقال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ارکبھا بالمعروف اذا الجئت الیھا حتی تجد ظھرا. (ابوداؤد شریف، باب فی رکوب البدن، ص ۲۵۹، نمبر ۱۷۶۱) اس حدیث میں

(۱۴۷۰) وان كان لها لبن لم يحلبها﴾ ۱؎ لان اللبن متولد منها فلا يصرفه الى حاجة نفسه ۲؎ وينضح ضرعها بالماء البارد حتى ينقطع اللبن ولكن هذا اذا كان قريباً من وقت الذبح فان كان بعيدا منه يحلبها ويتصدق بلبنها كيلا يضر ذلك بها وان صرفه الى حاجة نفسه تصدق بمثله او

ہے کہ معروف کے ساتھ سوار ہو، اور اس نے نقصان پہونچایا تو معروف کے ساتھ سوار نہیں ہوا اس لئے ضمان لازم ہوگا۔

ترجمہ: (۱۴۷۰) اور اگر ہدی کو دودھ ہو تو اس کو نہ دوہے۔

ترجمہ: ۱؎ اس لئے کہ دودھ ہدی سے پیدا ہوتا ہے تو اس کو اپنی ضرورت میں خرچ نہ کرے۔

تشریح: اگر ہدی دودھ دینے والی ہو اور دن ذبح کرنے کے قریب ہو تو اس کے تھن پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے اس سے دودھ تھن میں سکڑ جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ دودھ ختم ہو جائے گا۔ اور اگر ذبح کرنے میں بہت دن باقی ہو تو دودھ دوہ کر اس کو صدقہ کر دے۔ کیونکہ یہ صدقہ کا جانور ہے۔ اس لئے اس کی ہر چیز صدقہ میں جائے۔ اور اگر اس دودھ کو خود استعمال کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

وجہ: (۱) ان عليا اخبره ان النبى عليه السلام امره ان يقوم على بدنه وان يقسم بدنه كلها لحومها وجلودها وجلالها ولا يعطى فى جزارتها شيئا ۔ (بخاری شریف، باب یتصدق بجلود الهدی، ص ۲۳۲، نمبر ۱۷۱۷ رمسلم شریف، باب الصدقة بلحوم الهدايا وجلودها وجلالها، ص ۴۲۳، نمبر ۱۳۱۷/۳۱۸۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہدی کا گوشت تقسیم کر دے اور اس کی کھال، جھول صدقہ کر دے، جب ہدی سے خارج چیز صدقہ کرے تو ہدی کا جزو بدرجہ اولی صدقہ کرے اور دودھ ہدی کا جزو ہے اس لئے اس کو صدقہ کرے (۲) اس کی تائید میں ایک اثر بھی ہے۔ سمع رجلا من همدان سأل عليا عن رجل اشترى بقرة ليضحى بها فنتجت فقال لا تشرب لبنها الا فضلا (سنن للبیہقی۔ باب لبن البدن لا یشرب ج خامس ص ۳۸۸، نمبر ۱۰۲۱۰) اس اثر سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ صدقہ کر کے بچ جائے تو پیئے۔ تاہم اس کو استعمال نہ کرے صدقہ کر دے۔

ترجمہ: ۲؎ اور ہدی کے تھن میں ٹھنڈے پانی سے چھینٹ مارے تا کہ دودھ ختم ہو جائے، لیکن یہ ذبح کے وقت سے قریب ہو تو کرے، اور اگر ذبح سے دور ہو تو اس کو دوہ لے، اور اس کے دودھ کو صدقہ کر دے، تا کہ اونٹنی کو نقصان نہ ہو، اور اگر اپنی ضرورت میں خرچ کیا تو اس کے مثل صدقہ کرے، یا اس کی قیمت کو صدقہ کرے، اس لئے کہ اس کا ضمان لازم ہوتا ہے۔

تشریح: اگر ذبح کرنے کا وقت قریب ہو تو ہدی کے تھن میں ٹھنڈا پانی چھینٹ مارے تا کہ تھن سکڑ کر دودھ ختم جائے، اور اگر ذبح کرنے کے وقت میں دیر ہو تو دودھ دوہ لے اور اس کو صدقہ کر دے، اور اگر خود استعمال کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے، کیونکہ ہدی کے دودھ کی قیمت لازم ہوتی ہے وہ مضمون ہے۔۔ یحلب: دودھ دوہ لے

بقیمتہ لانہ مضمون علیہ (١٤٧١) ومن ساق ھدیا فعطب فان کان تطوعاً فلیس علیہ غیرہ ﴾ ١؎ لان القربۃ تعلقت بھذا المحل وقد فات (١٤٧٢) وان کان عن واجب فعلیہ ان یقیم غیرہ مقامہ ﴾ ١؎ لان الواجب باق فی ذمتہ

ترجمہ : (١٤٧١) کسی نے ہدی ہانکا پس وہ ہلاک ہوگئی، پس اگر نفلی ہدی ہے تو اس پر اس کے علاوہ نہیں ہے۔

تشریح: اگر نفلی ہدی ہو تو اس کے ہلاک ہونے پر اس کے بدلے میں دوسری لازم نہیں ہے۔

وجہ: (١) نفلی ہدی کا دینا پہلے بھی واجب نہیں تھا اس لئے ہلاک ہونے کے بعد بھی واجب نہیں رہے گا (٢) حدیث میں ہے۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللہ من اھدی بدنۃ تطوعا فعطبت فلیس علیہ بدل وان کان نذرا فعلیہ البدل (سنن للبیھقی ، باب ما یکون علیہ البدل من الھد ایا اذا اعطب اوضل، ج خامس ،ص ٣٩٩،نمبر ١٠٢٥٧ / موطا امام مالک ، باب فی الھدی اذا اعطب اوضل ،ص ٤٠١) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی ہو تو ہلاک ہونے پر دوسری دینا لازم نہیں اور نذر اور بدل کی ہدی ہو یا واجب ہدی ہو تو اس کے بدلے میں دینا واجب ہے۔ ۔(٢) اس حدیث میں ہے کہ نفلی ہدی عیب دار ہو جائے تو اسی کو ذبح کردے۔ عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ ﷺ فلانا الاسلمی و بعث معہ بثمان عشرۃ بدنۃ فقال أرأیت ان ازحف علی منھا شیء ؟ قال تنحر ھا ثم تصبغ نعلھا فی دمھا ثم اضربھا علی صفحتھا ، و لا تأکل منھا انت و لا أحد من اصحابک او قال من اھل رفقتک . (ابوداؤد شریف، باب فی الہدی اذا اعطب قبل ان یبلغ ،ص ٢٥٢ ،نمبر ١٧٦٣/ ترمذی شریف، باب ماجاء اذا اعطب الھدی ما یصنع بہ ،ص ١٨١ ،نمبر ٩١٠) اس حدیث میں ہے کہ نفلی ہدی تھک جائے تو اس کو ذبح کردے۔ ۔زحف: تھک جانا۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ قربت اس محل سے متعلق ہوگئی، اور محل ختم ہو گیا، اس لئے دوسرا لازم نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ دلیل عقلی ہے کہ نفلی ہدی میں ہوتا یہ ہے کہ عبادت اسی ہدی سے متعلق ہو جاتی ہے، اس لئے جب وہ ہدی ہلاک ہوگئی تو متعلق کی چیز ہلاک ہوگئی اس لئے اس کے بدلے میں اب دوسری ہدی لازم نہیں ہوگی۔

ترجمہ : (١٤٧٢) اور اگر واجب ہدی ہو تو اس پر لازم ہے کہ دوسری ہدی اس کی جگہ لازم کرے۔

ترجمہ: ١؎ اس لئے کہ واجب اس کے ذمے میں باقی ہے۔

تشریح: اگر واجب ہدی ہو اور ہلاک ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری ہدی دینا لازم ہے۔ اس لئے کہ واجب اس ہدی کے ساتھ متعلق نہیں ہوئی

وجہ: (١) یہاں ایک اصول ہے کہ واجب کی چیز میں عبادت اس چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی، بلکہ اس کو چھوڑ کر دوسری چیز دے

(۱۴۷۳)وان اصابه عيب كثير يقام غيره مقامه ﴾ ل لان المعيب بمثله لايتادّى به الواجب فلا بد من غيره وصنع بالمعيب ما شاء لانه التحق بسائر املاكه (۱۴۷۴) واذا عطيت البدنة فى الطريق فان كان تطوعاً نحرها وصبغ نعلها بدمها وضرب بها صفحة سَنامها ولاياكل هو ولا غيره من الاغنياء ﴾ ل بذالک امر رسول الله عليه السلام ناجية الاسلمیؓ

سکتے ہیں، مثلا تمتع کی ہدی واجب تھی اس کے لئے ایک اونٹ خریدا تو ضروری نہیں ہے کہ وہی اونٹ تمتع میں دے اس کو چھوڑ کر دوسرا اونٹ دے سکتا ہے کیونکہ تمتع کا واجب اسی اونٹ کے ساتھ متعلق نہیں ہو گیا، اس لئے اگر واجب کی ہدی ہلاک ہو جائے تو اس کی جگہ پر دوسری ہدی دینی ہوگی۔ لان الواجب باق فی ذمتہ، میں اسی اصول کی طرف اشارہ ہے۔ اور نفل میں جس چیز کو نفلی صدقہ میں دینے کے لئے خریدا، عبادت اسی چیز کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہے، اب اسی چیز کو دینا ضروری ہے، اور اگر وہ چیز ہلاک ہو گئی تو اس کے بدلے میں دوسری چیز دینا ضروری نہیں۔

(۲) ہدی اس کے ذمہ واجب ہے اور ادائیگی نہیں ہوئی اس لئے ادائیگی کرنی ہوگی (۳) اس حدیث میں ثبوت ہے **عن ابن عمر قال قال رسول الله من اهدى بدنة تطوعا فعطبت فليس عليه بدل وان كان نذرا فعليه البدل** (سنن للبیہقی، باب ما یکون علیہ البدل من الهدایا اذا عطب او ضل، ج خامس، ص ۳۹۹، نمبر ۱۰۲۵۷ رموطا امام مالک، باب فی الهدی اذا عطب او ضل، ص ۴۰۱) اس حدیث میں ہے کہ اگر نذر کی ہدی ہو تو اس کا بدلہ دینا ہوگا، یعنی اگر واجب کی ہدی ہو اور ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں دوسرا دینا ہوگا۔

اصول : نفلی ہدی میں اس ہدی کے ساتھ قربت متعلق ہوتی ہے، اور واجب میں اس ہدی کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی۔

ترجمہ : (۱۴۷۳) اور اگر ہدی میں بہت عیب آ گیا ہو تو اس کی جگہ دوسری ہدی قائم کرے اور عیب دار کو جو چاہے کرے۔

ترجمہ: ل اس لئے کہ اس قسم کے عیب دار سے واجب ادا نہیں ہو سکتی، تو اس کے علاوہ ضروری ہے، اور عیب دار کو جو چاہے کرے، اس لئے کہ یہ اس کے اور مملوک کے ساتھ شامل ہو گئی۔

وجہ: (۱) ہدی میں اتنا عیب آ گیا ہو کہ اس عیب کی وجہ سے ہدی قربانی نہیں کی جا سکتی ہو اور ہدی واجب ہو تو اس کی جگہ دوسری ہدی دینا ضروری ہے۔ اور عیب دار ہدی اس کی ہو گئی اس لئے اس کو جو چاہے کرے۔

ترجمہ : (۱۴۷۴) اگر اونٹ راستے میں تھک جائے پس اگر نفلی ہو تو اس کو نحر کر دے اور اس کے کھروں کو اسی کے خون سے رنگ دے اور اس کے شانے پر مار دے اور اس کو خود نہ کھائے اور نہ اس کے علاوہ مالدار لوگوں میں سے کھائے۔

ترجمہ: ل حضورؐ نے حضرت ناجیہ اسلمیؓ کو اسی کا حکم دیا تھا۔

۲؎ والمراد بالنعل قلادتها ۳؎ وفائدة ذلک ان یعلم الناس انه هدی فیاکل منه الفقاء دون الاغنیاء ۴؎ وهذا لان الاذن بتناوله معلق بشرط بلوغه محله فینبغی ان لایحل قبل ذلک اصلا الاان التصدق

تشریح : ہدی کا اونٹ راستے میں ہلاک ہونے کے قریب ہو جائے۔ پس اگر وہ اونٹ نفلی ہدی تھا تو اس کو وہیں ذبح کر دے اور نشان کے لئے کہ یہ اونٹ نفلی ہدی کا ہے اور صرف غرباء کے لئے حلال ہے یہ کرے کہ اس کے کھروں کو اس کے خون سے رنگ دے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کی گردن میں جو قلادہ ہے اس کو خون سے رنگ دے اور اس کو ہدی کی ایک جانب ڈال دے تاکہ لوگ سمجھ جائے کہ یہ نفلی ہدی ہے جو راستے میں ہلاک ہونے کے قریب ہوگئی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کو ذبح کر دیا اور اب صرف غرباء کے لئے حلال ہے۔

وجہ: (۱) یہ ہدی نفلی تھی اس لئے اگر حرم میں پہنچ کر ذبح ہوتی تو خود ذبح کرنے والا کھا سکتا تھا لیکن حرم پہنچنے سے پہلے ذبح ہوئی تو ایک قسم کی جنایت ہوگئی اس لئے اس کو صرف غرباء کھائیں گے (۲) حدیث میں ہے۔ جسکو صاحب ھدایہ نے پیش کی ہے۔ عن ابن عباس قال بعث رسول الله ﷺ فلانا الاسلمی وبعث معه بثمان عشرة بدنة فقال ارایت ان ازحف علی منها شیء قال تنحرها ثم تصبغ نعلها فی دمها ثم اضربها علی صفحتها ولا تأکل منها انت ولا احد من اصحابک او قال من اهل رفقتک . (ابوداؤد شریف، باب فی الهدی اذا اعطب قبل ان یبلغ ص ۲۵۲ نمبر ۱۷۶۳ر ترمذی شریف، باب ماجاء اذا اعطب الهدی مایصنع به ص ۱۸۱ نمبر ۹۱۰) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود اور اس کا ساتھی اس کو نہ کھائیں بلکہ اس کی کھر کو رنگ کر غرباء کے لئے چھوڑ دے۔

نوٹ : کیونکہ یہ ہدی نفلی ہے اس لئے اس کے بدلے دوسری ہدی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

لغت : عطب: جانور کا تھک جانا اور ہلاکت کے قریب پہنچ جانا۔ نعل: کھر، قلادہ کا جوتا۔ صفحۃ: ایک جانب، ایک کنارہ۔ سنام: اونٹ کا کوہان۔

ترجمہ : ۲؎ متن میں نعل سے مراد قلادہ ہے۔

تشریح : نعل کا معنی ہے، جوتا، یہاں مراد یہ ہے کہ جوتے کا ہار جسکو قلادہ کہتے ہیں، جسکو ہدی کی گردن میں ڈالتے ہیں اس کو ہدی کے خون سے رنگ دے اور ہدی کو چھوڑ دے۔

ترجمہ: ۳؎ اس کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ جان لے کہ یہ ہدی ہے، تاکہ اس سے فقراء کھائے اور مالدار نہ کھائے۔

تشریح : قلادہ کو خون میں رنگ کر چھوڑ دینے کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ ہدی تھک گئی ہے، تاکہ اس کو فقیر کھائے اور مالدار نہ کھائے

ترجمہ: ۴؎ یہ اس لئے ہے کہ ہدی کو کھانے کی اجازت اس شرط پر معلق ہے کہ وہ اپنے مقام تک پہونچے، اس لئے مناسب یہ

علی الفقراء افضل من ان یترکه جزراللسباع وفیه نوع تقرب والتقریب هو المقصود (۱۴۷۵) فان کانت واحبة اقام غیرها مقامها وصنع بها ماشاء ﴾ لے لانه لم یبق صالحا لما عینه وهو ملکه کسائر املاکه (۱۴۷۶) ویقلد هدی التطوع والمتعة والقران ﴾ لے لانه دم نسک وفی التقلید اظهاره

ہے کہ اس سے پہلے حلال نہ ہو، مگر یہ کہ فقیروں پر صدقہ کرنا اس سے افضل ہے کہ درندوں کی غذا چھوڑ دے، اور فقراء پر صدقہ کرنے میں ایک قسم کا تقرب حاصل کرنا ہے، اور تقرب ہی مقصود ہے۔

تشریح : جسکی ہدی ہے اس کے لئے کھانے کی اجازت اس شرط پر ہے کہ حرم پہونچے اور حرم میں جا کر ذبح ہو، اس سے پہلے بالکل حلال نہیں ہونا چاہئے، اور یہ ہدی حرم سے پہلے تھک گئی اس لئے ہدی والے کے لئے حلال نہیں ہوئی، لیکن فقیروں پر صدقہ کرنا افضل ہے،

وجہ : (۱) کیونکہ ہدی تقرب حاصل کرنے کے لئے ہے اور فقراء پر اس کے گوشت کو تقسیم کرنا ایک قسم کا تقرب ہے اس لئے فقراء کے لئے چھوڑنا بہتر ہے، (۲) اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فقیر کو نہ دیں تو اس کو درندے جانور کھائیں گے، اس لئے فقراء کے لئے چھوڑنا بہتر ہے۔

لغت : جزرا للسباع: وہ گوشت جسکو درندے کھائیں۔

ترجمہ: (۱۴۷۵) اور اگر ہدی واجب ہے تو اس کی جگہ دوسری ہدی قائم مقام کرے اور پہلی ہدی کو جو چاہے کرے۔

ترجمہ: لے اس لئے کہ جس کام کے لئے متعین کیا اس کے لئے صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور خراب ہدی اس کی ملکیت ہے اور مملوک کی طرح۔

تشریح : اگر واجب ہدی ہے تو اس کو حرم میں ذبح کرنا چاہئے اور وہاں ذبح نہ کر سکا، اور ہلاک ہو گئی یا ہلاکت کے قریب ہو گئی یا اتنی عیب دار ہو گئی کہ اب وہ ہدی میں ذبح ہونے کے قابل نہیں ہے، تو واجب اس کے ذمہ رہ گیا اس لئے اس کی جگہ دوسری ہدی دے اور یہ خراب ہدی اس کا مال ہے اس لئے اس کو جو چاہے کرے۔

وجہ : (۱) حدیث گزر چکی ہے۔ **عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ من اهدی بدنة تطوعا فعطبت فلیس علیه بدل وان کان نذرا فعلیه البدل** (سنن للبیہقی، باب ما یکون علیہ البدل من الہدایا اذا عطب اوضل، ج خامس، ص ۳۹۹، نمبر ۱۰۲۵۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ واجب ہدی ہو تو اس کا بدل دینا ضروری ہے۔

ترجمہ: (۱۴۷۶) نفلی، تمتع اور قران کی ہدی کو قلادہ ڈالے۔

لے اس لئے کہ یہ عبادت کا دم ہے، اور قلادہ ڈالنے میں اس کا اظہار ہے اور اس کی تشہیر ہے اور عبادت تشہیر کے لائق ہے۔

وتشهیره فیلیق به (١٤٧٧) ولا یقلّد دم الاحصار ولا دم الجنایات ﴾ ١ لان سببها الجنایة والستر الیق بها ودم الاحصار جابر فیلحق بجنسها ٢ ثم ذکر الهدی ومراده البدنة لانه لا یقلّد الشاة عادة ولا یسن تقلیده عندنا لعدم فائدة التقلید علی ما تقدم والله اعلم.

وجه: (ا) نفلی ہدی تمتع کی ہدی اور قران کی ہدی نعمت ہیں اس لئے اس کا اظہار کر سکتا ہے۔ اور قلادہ ڈالنے سے اس کا اظہار ہوگا کہ یہ نعمت کی ہدی ہے۔ اور احصار کی ہدی اور جنایت کی ہدی جرم کی ہدی ہیں ان کا اظہار کرنا معیوب ہے۔ اور قلادہ ڈالنے سے اس کا اظہار ہوگا اس لئے ان ہدی کی گردن میں قلادہ نہ ڈالے (٢) حدیث میں ہے۔ فقالت عائشة لیس کما قال ابن عباس انا فتلت قلائد هدی رسول الله بیدی ثم قلدها رسول الله بیدیه ثم بعث بها مع ابی. (بخاری شریف، باب من قلد القلائد بیدہ ص ٢٣٠ نمبر ١٧٠٠ رمسلم شریف باب استحباب بعث الھدی الی الحرم لمن لا یرید الذھاب بنفسہ واستحباب تقلیدہ ص ٤٢٥ نمبر ١٣٢١ / ٣٢٠٥) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی ہدی کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالے تاکہ ڈاکو یا لوگ اس ہدی کا احترام کرے اور اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

لغت: یقلد : جوتے یا چمڑے کا ہار بنا کر ہدی کی گردن میں ڈالنا۔

ترجمہ: (١٤٧٧) اور احصار کے دم کو قلادہ نہ ڈالے اور نہ جنایات کی ہدی کو۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ اس کا سبب جنایت ہے اور اس کو چھپانا زیادہ بہتر ہے، اور احصار کا دم بھی نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے وہ جنایت کی جنس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

تشریح : احصار کے دم کو اور جنایت کے دم کو قلادہ نہ ڈالا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جنایت جرم ہے اس لئے اس کو چھپانا زیادہ بہتر ہے اور قلادہ ڈالنے میں جرم کی تشہیر ہے اس لئے جنایت کے دم کو قلادہ نہ ڈالا جائے۔ دم احصار بھی نقصان کو پورا کرنے کے لئے ہے اس لئے وہ بھی جنایت کی جنس میں شامل کر دیا گیا اس لئے اس کے دم کو بھی قلادہ نہ ڈالا جائے۔

ترجمہ: ٢ پھر ہدی کا ذکر کیا اس سے مراد اونٹ ہے اس لئے کہ عادۃ بکری کو قلادہ نہیں ڈالا جاتا، اور نہ اس کو قلادہ ڈالنا ہمارے نزدیک مسنون ہے، اس لئے کہ قلادہ ڈالنے کا فائدہ نہیں ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

تشریح :متن میں ہے کہ ہدی کو قلادہ ڈالا جائے، اس ہدی سے مراد اونٹ ہے، یعنی اونٹ کو جوتے کا ہار ڈالا جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بکری کو قلادہ ڈالنا ہمارے نزدیک مسنون نہیں ہے، البتہ روئی کا قلادہ ڈالا جا سکتا ہے۔ اور اس کو قلادہ ڈالنے میں فائدہ بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اونٹ کو قلادہ اس لئے ڈالتے ہیں کہ وہ مالک کی آنکھ سے اوجھل ہو جائے اور کسی کے کھیت میں چلا جائے تو لوگ اس کو مارے نہیں اور قلادہ سے پہچان جائے کہ یہ ہدی ہے، اور بکری مالک کی آنکھ سے اوجھل ہو جائے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ

ہے کہ کہیں اس کو درندہ کھا نہ جائے اس لئے اس کو ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا پڑتا ہے اس لئے اس پر جوتے کا قلادہ ڈالنے سے فائدہ نہیں ہے۔

لغت : قلادہ دو قسم کا ہوتا ہے [١] ایک جوتے کے ہار کا، یہ اونٹ کو ڈالا جاتا ہے، کیونکہ یہ لمبا ہوتا ہے اور بھاری ہوتا ہے، یہ قلادہ بکری کو نہیں ڈالا جاتا، ورنہ بکری کے لئے چلنا مشکل ہوگا، [٢] اور دوسرا قلادہ روئی اور دھونی ہوئی اون کا بانٹا جاتا ہے، یہ بکری کو ڈالا جاتا ہے، یہ اس کے لئے مناسب بھی ہے اور خوبصورت بھی۔ حدیث اس کا ثبوت ہے. **عن ام المؤمنین**ؓ **[عائشة] قالت فتلت قلائدها من عهن كان عندی** ۔ (بخاری شریف، باب القلائد من العهن، ص ٢٧٥، نمبر ١٧٠٥) اس حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ بکری کے لئے اون کا قلادہ بانٹتی تھیں۔ (٢) **عن عائشة**ؓ **قالت كنت افتل القلائد للنبی** ﷺ **فيقلد الغنم ويقيم فی اهله حلالا** (بخاری شریف، باب تقلید الغنم، ص ٢٣٠، نمبر ١٧٠٢) اس حدیث میں ہے کہ حضور کی ہدی کی بکری کے لئے اون کا قلادہ بانٹتی تھیں۔ واللہ اعلم۔

﴿مسائل منثورة﴾

(۱۴۷۸) اهل عرفة اذا وقفوا فی یوم وشهد قوم انهم وقفوا یوم النحر اجزاهم ﴾

مسائل منثورة

ضروری نوٹ: منثور کا معنی ہے پھیلا ہوا، اس باب میں ایسے مسائل بیان کئے جائیں گے جو مختلف بابوں میں چھوٹ گئے ہیں، چونکہ اس میں مختلف بابوں کے مسائل ہیں اس لئے اس باب کو مسائل منثورہ کہتے ہیں۔

ترجمہ: (۱۴۷۸) عرفات والوں نے کسی دن وقوف کیا، اور کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ انہوں نے دسویں تاریخ کو وقوف کیا ہے تو ان کا حج ہو جائے گا۔

تشریح: یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ عموم بلوی ہو جائے اور عام لوگوں کو اس کے سدھارنے میں حرج عظیم ہو تو جو ہو چکا ہے اسی کو جائز قرار دے دیا جائے۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ، حاجی لوگ نویں ذی الحجہ سمجھ کر وقوف عرفہ کر چکے، اس کے بعد کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ ہم لوگوں نے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اس اعتبار سے ان حاجیوں نے دسویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے، جسکی وجہ سے انکا حج نہیں ہوا اب اگلا سال دوبارہ حج کرے، تو ان گواہوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

وجہ: (۱) انکی گواہی نہ قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انکی گواہی نفی پر ہے یعنی لوگوں کے حج کے انکار پر ہے، اور حج کا معاملہ ایسا ہے کہ قاضی کے حکم کے تحت داخل نہیں ہے، اس لئے انکی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(۲) اگر انکے حج کو جائز قرار نہ دیں تو اس سال حج نہیں کر پائیں گے کیونکہ نویں ذی الحجہ کا وقت گزر چکا ہے، اب اگلے سال حج کرنے کا حکم دیا جائے تو اس میں لوگوں کے لئے حرج عظیم ہے، اور حرج عظیم معاف ہے اس لئے یوں کہا جائے گا کہ ان لوگوں کا حج ہو گیا، اس لئے ان لوگوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔(۳) وقت کے بعد کوئی عبادت کرنے کی نظیر موجود ہے، وقت سے پہلے کرنے کی نظیر موجود نہیں ہے، مثلا ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو عصر کے وقت قضا کر کے پڑھی تو ہو جائے گی، لیکن ظہر سے پہلے پڑھی تو جائز نہیں ہوگی، اور ان لوگوں نے نویں کے بجائے دسویں کو وقوف عرفہ کیا تو گویا کہ قضا کی اس لئے حج ہو جائے گا۔اس کے برخلاف یوں گواہی دیتا کہ ان حاجیوں نے آٹھویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے، اور نویں کو عرفات میں جانے کا وقت موجود تھا تو گواہوں کی گواہی مانی جائے گی[۱] اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت سے پہلے حج کیا تو جس طرح نماز وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں اسی طرح حج وقت سے پہلے کرنا جائز نہیں[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ دوبارہ نویں کو وقوف عرفہ کرنا ممکن ہے اس لئے تدارک ممکن ہے اس لئے فورا تدارک کر لے، اور دسویں کو وقوف عرفہ ثابت ہونے کی صورت میں اس سال تدارک ممکن نہیں اس لئے وہاں گواہی نہ مانی جائے۔لیکن اگر ایسے وقت میں گواہی دی کہ امام اور لوگ نویں ذی الحجہ کو اور دسویں ذی الحجہ کے صبح صادق سے پہلے پہلے عرفات پہونچنا ممکن نہ ہو تو بھی گواہی نہیں مانی جائے گی، کیونکہ اس صورت میں بھی

۱ والقياس ان لا يجزيهم اعتبارًا بمااا اذا وقفوا يوم التروية وهذا لانه عبادة تختص بزمان ومكان فلا يقع عبادة دونهما ۲ وجه الاستحسان ان هذه شهادة قامت على النفى وعلى امر لا يدخل تحت الحكم لان المقصود منها نفى حجهم والحج لايدخل تحت الحكم فلا تقبل

حرج عظیم ہے۔

اصول : حرج عظیم ہوتو معاف ہے، جیسے عیدین میں سجدہ سہو کرنے میں حرج عظیم ہے اس لئے سجدہ سہو معاف ہے۔

وجه :اس اصول کی وجہ یہ آیت ہے. لا یکلف الله نفسا الا وسعها ۔(آیت ۲۸۶،سورۃ البقرۃ ۲) کہ اللہ تعالی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے،اور یہ وسعت سے زیادہ ہے اس لئے حج ہوجائے گا۔ لیس علی الاعمی حرج و لا علی الاعرج حرج و لا علی المریض حرج ۔(۶۱،سورۃ النور ۲۴)اس آیت میں ہے کہ نابینا پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ وہ معذور ہے،اسی طرح تاریخ متعین کرنے میں قاضی ذمہ دار ہے اس لئے اگر انہوں نے غلطی کی ہے تو عوام کا حج ہو جائے گا۔

نوٹ :فتوی عظیمہ،اس وقت سعودی حکومت اصلی رویت سے ایک دن اور دو دن پہلے عرفات کے دن کا فیصلہ وہمی گواہوں کے ذریعہ کرتی ہے اس کے باوجود فتوی یہی ہے کہ ان حاجیوں کا حج ہو گیا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ [۱] قضاء قاضی ہوگیا[۲]عرفات کے اصلی دن میں عرفات جانا ناممکن ہے ورنہ وہاں کی پولیس جیل میں ڈال دے گی[۳] دنیا کے بہت لوگوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا لیکن وہاں کا بادشاہ سنکر نہیں دیتے اس لئے لوگ اس کی اصلاح کرنے میں مجبور ہیں،اس لئے اس حرج عظیم کی وجہ سے فتوی یہی ہے کہ حج ہو گیا۔

ترجمه: ۱ قیاس یہ ہے کہ ان حاجیوں کا حج نہ ہواس پر قیاس کرتے ہوئے کہ اگر آٹھویں ذی الحجہ کو ٹھہرے [تو حج نہیں ہوگا]اس کی وجہ یہ ہے کہ وقوف عرفہ کی عبادت زمان اور مکان کے ساتھ خاص ہے اس لئے دونوں کے بغیر حج واقع نہیں ہوگا۔

تشریح : قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ان حاجیوں کا حج نہ ہو،اس کی وجہ یہ ہے کہ [۱]اگر یوں گواہی دیتا کہ آٹھویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے تو ان کا حج نہیں ہوا،اور قاضی یوں کہے گا کہ نویں ذی الحجہ کو دوبارہ وقوف عرفہ کرو،اسی پر قیاس کرتے ہوئے دسویں ذی الحجہ کو وقوف کیا تو یہی حکم دیا جانا چاہئے کہ ان کا حج نہیں ہوا[۲] دوسری وجہ یہ ہے کہ وقوف مکان اور زمانے کے اعتبار سے خاص ہے، اس کے بغیر وقوف عرفہ نہیں ہوگا،مکان کے اعتبار سے میدان عرفات ہونا چاہئے،اور زمانے کے اعتبار سے عرفہ کا دن ہونا چاہئے، اور اس نے عرفہ کے دن کے علاوہ میں وقوف کیا ہے اس لئے ان کا حج نہیں ہونا چاہئے۔

ترجمه: ۲ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ، یہ شہادت نفی پر قائم ہوئی ہے،اور ایسے معاملے پر ہوئی ہے جو حاکم کے حکم کے تحت داخل نہیں ہے،اس لئے کہ گواہی کا مقصود سب کے حج کی نفی ہے اور حج حکم کے تحت داخل نہیں ہوتا،اس لئے گواہی قبول نہیں کی جائے

۳؎ ولان فيه بلوى عامًا لتعذر الاحتراز عنه والتدارک غير ممكن وفى الامر بالاعادة حرج بين فوجب ان يكتفى بہ عندالاشتباه ۴؎ بخلاف ماذا وقفوا يوم التروية لان التدارک ممكن فى الجملة بان يزول الاشتباه فى يوم عرفة ۵؎ ولان جوازالمؤخر له نظير ولا كذلک جوازالمقدم

گی۔

تشریح :استحسان کے طور پر حج ہو جائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ، حج فیصلے کے تحت میں نہیں آتا، کیونکہ فیصلے کے تحت میں وہ آتا ہے کہ حاکم فیصلے کے بعد اس کو وہ کام کرنے پر مجبور کر سکے، اور حج ایک معنوی چیز ہے اس لئے حاکم اس کو مجبور نہیں کر سکتا اس لئے یہ حکم اور فیصلے کے تحت نہیں آسکتا، اور جب یہ فیصلے کے تحت نہیں آسکتا تو اس کی نفی اور نہ ہونے کی گواہی بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔

لغت :لا یدخل تحت الحکم: حاکم فیصلہ کر کے اس کام کے کرنے پر جس کو مجبور نہ کر سکے وہ حکم حاکم کے تحت داخل نہیں ہوتا، جیسے حج کہ وہ معنوی چیز ہے اس لئے حاکم فیصلہ کر کے اس کو کوئی کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا، اس لئے وہ حاکم کے فیصلے کے تحت داخل نہیں ہوگا

ترجمہ : ۳؎ اور اس لئے کہ اس میں عموم بلوی ہے، اس لئے کہ اس سے بچنا متعذر ہے اور تدارک بھی ممکن نہیں ہے اور لوٹانے کے حکم دینے میں واضح حرج ہے اس لئے اشتباہ کے وقت میں اسی پر اکتفاء کیا جائے گا۔

تشریح : گواہی قبول نہ کرنے کے لئے چار وجہ بیان فرما رہے ہیں[۱] اس میں بلوی عام ہے لاکھوں حاجی حج میں شریک ہوتے ہیں۔اور صحیح وقت پر حج کر کے غلطی سے بچنا متعذر ہے۔[۲] نویں ذی الحجہ گزر چکا ہے اب اس کا تدارک ناممکن ہے اب تو اگلے سال ہی حج کرنا ہوگا[۳] اگلے سال حج لوٹانے کے حکم دینے میں واضح حرج ہے کہ لوگ اتنے دور دراز سے کیسے واپس آئیں گے۔[۴] پہلے جس تاریخ کا فیصلہ کیا گیا تھا ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو کیونکہ وہ بھی رویت عامہ یا گواہی کی بنیاد پر کیا گیا ہوگا، اور بعد میں جو گواہی آئی یہ بھی پہلے کی طرح گواہی ہے اس لئے یقینی نہیں ہے کہ پہلا فیصلہ بالکل غلط ہو زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ فیصلہ مشتبہ تھا، اس لئے حرج عظیم کے موقع پر مشتبہ گواہی پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے اس لئے اسی پر اکتفاء کیا جائے گا، اور حج صحیح ہوگا۔

ترجمہ: ۴؎ بخلاف جبکہ آٹھویں ذی الحجہ کو وقوف کیا تو کسی نہ کسی حد تک تدارک ممکن ہے اس طرح کی یوم عرفہ میں ٹھہر کر اشتباہ زائل کر لے۔

تشریح : اگر گواہی دی کہ حاجی یوم ترویہ یعنی آٹھویں ذی الحجہ کو وقوف عرفہ کیا ہے تو یہاں یہ ممکن ہے کہ اگلے روز نویں کو عرفات چلا جائے تو چونکہ یہاں تدارک ممکن ہے اس لئے گواہی مانی جا سکتی ہے اور اشتباہ زائل کیا جا سکتا ہے، اور وہاں تو تدارک ممکن ہی نہیں اس لئے گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

ترجمہ : ۵؎ اور اس لئے کہ مؤخر کے جواز کی نظیر ہے اور مقدم کے جائز ہونے کی نظیر نہیں ہے۔

٦ قالو اوينبغی للحاكم ان لايسمع هذه الشهادة ويقول قد تم حج الناس فانصرفوا لانه ليس فيها الا ايقاع الفتنة ٧ وكذا اذا شهدوا عشية عرفة برؤية الهلال ولا يمكنه الوقوف فی بقية الليل مع الناس او اكثرهم لم يعمل بتلك الشهادة (۱۴۷۹) قال ومن رمى فی اليوم الثانی الجمرة الوسطى والثالثةولم يرم الاولى فان رمى الاولى ثم الباقيتين فحسن ١ لانه راعى الترتيب المسنون ولو رمى الاولىٰ وحدها اجزاه لانه تدارک المتروک فی وقته وانما ترک الترتيب

تشریح : وقت سے بعد میں عبادت کرنے کی نظیر اور مثل ہے، لیکن وقت سے مقدم کر کے عبادت کرنے کی کوئی نظیر نہیں ہے، مثلا ظہر کے وقت کے بعد قضا کر کے نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن ظہر کے وقت سے پہلے ظہر کی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح نویں ذی الحجہ کے بعد دسویں ذی الحجہ کو وقوف کیا تو وقت کے بعد کیا تو گویا کہ قضا کی اس لئے جائز ہے، اور آٹھویں ذی الحجہ کو وقت سے پہلے حج کیا اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

ترجمہ: ٦ مشائخ فرماتے ہیں حاکم کے لئے مناسب ہے کہ اس شہادت کو نہ سنے اور کہے کہ حج پورا ہو چکا ہے تم جاؤ اس لئے کہ اس میں فتنہ جگانا ہے۔

تشریح : مشائخ فرماتے ہیں حاکم کو چاہئے کہ اس قسم کی گواہی کو نہ سنے اور گواہوں کو کہہ دے کہ تم لوگ جاؤ لوگوں کا حج پورا ہو گیا۔

وجہ : کیونکہ اس قسم کی گواہی سنے گا تو لوگوں کے دلوں میں شک وشبہ پیدا ہوگا اور اس کا تدارک نہیں کر پائے گا اس لئے فتنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس لئے حاکم گواہوں سے کہہ دے کہ تم لوگ جاؤ حاجیوں کا حج پورا ہو گیا ہے۔

ترجمہ : ٧ ایسے ہی اگر نویں ذی الحجہ کی شام کو چاند دیکھنے کی گواہی دی اور رات کے باقی حصے میں لوگوں کے ساتھ یا اس کے اکثر کے ساتھ وقوف عرفہ کرنا ممکن نہ ہو تو اس گواہی پر عمل نہ کیا جائے۔

ترجمہ: (۱۴۷۹) کسی نے گیارہویں ذی الحجہ کو جمرہ وسطی جمرہ ثالثہ کی رمی کی اور جمرہ اولی کی رمی نہیں کی، پس اگر قضا کے وقت جمرہ اولی کی رمی کی پھر باقی کی رمی کی تو اچھا ہے۔

ترجمہ: ١ اس لئے کہ مسنون ترتیب کی رعایت کی، اور اگر صرف جمرہ اولی کی رمی کی تو بھی کافی ہے اس لئے کہ وقت میں چھوٹے ہوئے کا تدارک کر لیا اور صرف ترتیب چھوڑا۔

تشریح : یہ مسئلہ اس قاعدے پر ہے کہ اگر دو عبادتیں اپنے طور پر مستقل مستقل ہیں تو ترتیب ضروری نہیں، اور اگر دوسری پہلے کا تابع ہے تو ترتیب ضروری ہے اگر ترتیب الٹ کر ادا کیا تو کافی نہیں ہوگا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ گیارہویں ذی الحجہ کو پہلے جمرہ اولی کی

۲ وقال الشافعیؒ لا یجزیه ما لم یعد الکل لانه شرع مرتبا فصار کما اذا سعیٰ قبل الطواف او بدأ بالمروة قبل الصفا ۳ ولنا ان کل جمرة قربة مقصودة بنفسها فلا یتعلق الجواز بتقدیم البعض علی البعض ۴ بخلاف السعی لانه تابع للطواف لانه دونه

رمی کرنی چاہئے، اس کے بعد جمرہ اوسطی کی رمی، اور اس کے بعد جمرہ آخیرہ کی رمی کرنی چاہئے، یہ ترتیب سنت ہے، لیکن وہ جمرہ اولی کی رمی بھول گیا اور جمرہ اوسطی اور جمرہ آخیرہ کی رمی کرلیا، پھر اسی دن جمرہ اولی کی رمی کی، پس اگر جمرہ اولی کے ساتھ جمرہ اوسطی اور جمرہ آخیرہ کی بھی رمی کرلی تو بہتر ہے کیونکہ وقت میں رمی کی قضا کرلی ہے اور ترتیب کے ساتھ قضا کی اس لئے بہتر ہے۔ لیکن اگر صرف جمرہ اولی کی رمی کرلے تب بھی رمی ہو جائے گی، کیونکہ ہر رمی مستقل ہے، ایک دوسرے کے تابع نہیں ہے اس لئے ترتیب کے بغیر بھی کرلیا تو ادا ہو جائے گی۔

ترجمہ ۲ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کافی نہیں ہے جب تک کہ کل رمی کو نہ لوٹائے، اس لئے کہ مرتب مشروع ہوئی ہے، تو ایسا ہو گیا کہ طواف سے پہلے سعی کرلی، یا صفا سے پہلے مروہ پہاڑ سے سعی شروع کی۔

تشریح : امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر ترتیب کے رمی کی تو جائز نہیں ہوگی، اس لئے کہ انکے یہاں ترتیب کے ساتھ رمی مشروع ہے، اس لئے صرف جمرہ اولی کی رمی بعد میں کی تو ترتیب الٹ گئی اس لئے رمی نہیں ہوگی، اس کے لئے دو مثالیں دیتے ہیں [۱] جیسے سعی پہلے کرلے اور طواف بعد میں کرے تو جائز نہیں، اسی طرح رمی میں ترتیب الٹ جائے تو کافی نہیں۔ [۲] دوسری مثال یہ ہے کہ صفا سے سعی شروع کرنی چاہئے، لیکن اگر مروہ سے سعی شروع کی تو کافی نہیں کیونکہ ترتیب الٹ گئی اسی طرح یہاں کافی نہیں ہے۔

ترجمہ: ۳ ہماری دلیل یہ ہے کہ ہر جمرہ الگ طور پر قربت مقصودہ ہے، اس لئے بعض کو بعض پر مقدم کرکے جواز کا تعلق نہیں ہے۔

تشریح : ہمارا جواب یہ ہے کہ یہاں ہر رمی الگ الگ مستقل چیز ہے، ایک دوسرے کے تابع نہیں ہے اس لئے ترتیب ضروری نہیں اور نہ بعض کو بعض پر مقدم کرکے کرنا ضروری ہے، بس اپنی اپنی جگہ پر کرلے اتنا ہی کافی ہے۔

ترجمہ: ۴ بخلاف سعی کے اس لئے کہ وہ طواف کے تابع ہے، اس لئے کہ سعی طواف سے کم درجہ ہے۔

تشریح : یہ امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب ہے، انہوں نے استدلال فرمایا تھا کہ جس طرح سعی طواف سے مقدم نہیں کر سکتے اسی طرح ایک رمی کو دوسرے رمی سے مقدم نہیں کر سکتے، اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ سعی طواف کے تابع ہے اور سعی کا درجہ طواف سے کم ہے، یہی وجہ ہے کہ طواف کے بغیر سعی نہیں ہے، اور سعی کے بغیر طواف ہے، چونکہ سعی طواف کے تابع ہے اس لئے بغیر طواف کے سعی کرلی تو سعی نہیں ہوگی۔

۵ والمروة عرف منتهى السعي بالنص فلا تتعلق به البداية (۱۴۸۰) قال ومن جعل على نفسه ان يحج ما شيا﴾

ترجمه: ۵ اورآیت کے ذریعہ مروہ کو سعی کا منتہی سمجھا گیا ہے اس لئے اس سے شروع کرنا متعلق نہیں ہوگا۔

تشریح : یہ بھی امام شافعیؒ کو جواب ہے، کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صفا سے سعی شروع کرے اور مروہ پر ختم ہو جائے، پس اگر مروہ سے سعی کرے تو صفا پر ختم ہوگی تو یہ حدیث کے خلاف ہو جائے گی، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ مروہ سے سعی شروع کی تو کافی نہیں ہوگی۔

وجه :حدیث یہ ہے ۔**قال دخلنا على جابر بن عبد الله فسأل عن القوم ....ثم خرج من الباب الى الصفا فلما دنا من الصفا قرء﴿ ان الصفا و المروة من شعائر الله﴾** (آیت ۱۵۸، سورۃ البقرۃ ۲)، **نبدأ بما بدء الله به فبداء بالصفا فرقى عليه حتى رأى البيت ... حتى اذا كان آخر طواف على المروة** .(مسلم شریف، باب حجۃ النبی ص ۳۹۹، نمبر ۱۲۱۸/ ۲۹۵۰/ ابو داؤد شریف، باب صفۃ حجۃ النبی ص ۲۷۱، نمبر ۱۹۰۵) حدیث میں ہے کہ آیت کے مطابق صفا سے سعی شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے۔

ترجمه: (۱۴۸۰) اگر کسی نے اپنے اوپر لازم کیا کہ چل کر حج کرے تو طواف زیارت تک وہ سوار نہ ہو۔

تشریح : اگر کسی نے اپنے اوپر چل کر حج لازم کیا تو یہ نذر ہوگئی اس لئے بہتر یہ ہے کہ چل کر حج کر لے، کیونکہ یہ ثواب کا کام ہے ،لیکن اگر بیماری یا تھک جانے کی وجہ سے نہ کر سکا تو نذر کا کفارہ یمین دینا ہوگا۔اور چونکہ طواف زیارت کے بعد حج ختم ہوتا ہے اس لئے طواف زیارت کرنے تک چلنا ہوگا۔

وجه : (۱) حدیث میں اس کا ثبوت ہے ۔**عن ابن عباس ان اخت عقبة بن عامر نذرت أن تحج ما شية و أنها لا تطيق ذالک ، فقال النبی ﷺ ان الله عزو جل لغنى عن مشى أختک فلتركب و لتهد بدنة** ۔(ابوداود شریف، باب من رأى عليہ كفارة اذا كان في معصية ، كتاب الايمان ، ص ۴۷۹، نمبر ۳۲۹۵) اس حدیث میں ہے کہ اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو چسوار ہو کر حج کر لے اور ہدی دے۔(۲) **أن عبد الله بن مالک أخبره أن عقبة بن عامر اخبره أنه سأل النبی ﷺ عن أخت له نذرت أن تحج حافية غير مختمرة فقال مروها فلتختمر و لتركب و لتصم ثلاثة أيام** ۔(ابوداود شریف، باب من رأى عليہ كفارة اذا كان في معصية ، كتاب الايمان ، ص ۴۷۸، نمبر ۳۲۹۳) اس حدیث میں ہے کہ اگر مشقت والی نذر مانی ہو تو اس کو چھوڑ دے اور تین دن روزہ رکھ کر نذر کا کفارہ یمین دے۔(۳) اور چل کر حج کرنا ثواب کا کام ہے اس کی وجہ یہ حدیث ہے ۔**عن ابن عباس قال كانت الانبياء تدخل الحرم مشاة حفاة و يطوفون بالبيت و يقضون**

ل فانه لا يركب حتى يطوف طواف الزيارة وفى الاصل خيّره بين الركوب والمشى وهٰذا اشارة الى الوجوب وهو الاصل لانه التزم القربة بصفة الكمال فيلزمه بتلك الصفة كما اذا نذر الصوم متتابعا ٢ والفعال الحج تنتهي بطواف الزيارة فيمشى الى ان يطوفه ٣ ثم قيل يبتدى المشى من حين يحرم وقيل من بيته لان الظاهر انه هو المراد

المناسک حفاة مشاة . (ابن ماجة شریف، باب دخول الحرم، ص ۴۲۵، نمبر ۲۹۳۹) اس حدیث میں ہے کہ انبیاء کرام پیدل چل کر حج کیا کرتے تھے، اس لئے پیدل حج کرنا بہتر ہے۔

ترجمہ: ل اصل مبسوط میں سوار ہونے اور چلنے کے درمیان اختیار دیا ہے، لیکن متن کا جملہ وجوب کی طرف اشارہ ہے، اور یہی اصل ہے اس لئے کہ کمال کی صفت کے ساتھ قربت لازم کی اس لئے اسی صفت کے ساتھ لازم ہوگی، جیسے کہ پیدر پے روزے رکھنے کی نذر مانی۔

تشریح: کتاب الاصل [مبسوط] میں ہے کہ کسی نے چل کر حج کرنے کی نذر مانی تو اس کو اختیار ہے کہ چل کر حج کرے یا سوار ہو کر حج کرے۔ لیکن متن کا جملہ, لا یرکب حتی یطوف، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ چل کر حج کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ نذر اور یمین ہو گیا ہے اور مجبوری کی وجہ سے چلا تو کفارے میں دم دے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کمال کی صفت کے ساتھ عبادت کرنے کو لازم کیا اس لئے کمال کے ساتھ ہی ادا کرے، جیسے کوئی نذر مانے کہ میں پیدر پے روزہ رکھوں گا تو پیدر پے روزہ رکھنا ہوگا، اور نہیں رکھ سکا تو کفارہ لازم ہوگا۔

اصل مبسوط میں یوں ہے, **واذا حلف بالمشى الى بيت الله فحنث فعليه حجةأو عمرة ، فان جعلها حجة و مشى لم يركب حتى يطوف طواف الزيارة** ۔ (کتاب الاصل، باب النذر، ج ثانی، ص ۴۰۴) اس عبارت میں ہے کہ نذر مانی تو حج کرنا ہی ہوگا، اور طواف زیارت ختم ہونے تک پیدل چلنا ہوگا۔ اس کے لئے حدیث اوپر گزر گئی۔

ترجمہ: ٢ اور افعال حج طواف زیارت پر ختم ہوتا ہے، اس لئے طواف زیارت کرنے تک چلے۔

ترجمہ: ٣ پھر کہا گیا ہے کہ احرام کے باندھنے سے چلنا شروع کرے، اور بعض نے فرمایا کہ گھر سے چلے اور الفاظ کے ظاہر سے یہی مراد ہے۔

تشریح: بعض حضرات نے فرمایا کہ احرام باندھنے سے حج شروع ہوتا ہے، اس لئے نذر ماننے کا مطلب یہ ہے کہ احرام کے بعد سے طواف زیارت تک پیدل چلے گا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نذر ماننے والے کا مطلب یہ ہے کہ گھر ہی سے پیدل چلے گا، جملے کا ظاہری مطلب یہی نکلتا ہے۔

۴ ولو ركب اراق دمًا لانه ادخل نقصًا فيه ۵ قالوا انما يركب اذا بعدت المسافة وشق المشى واذا قربت والرجل ممن يعتاد المشى ولا يشق عليه ينبغى ان لا يركب (۱۴۸۱) ومن باع جارية محرمةً قد اذن لها فى ذلك فللمشترى ان يحللها ويجامعها ۱ وقال زفرؒ ليس له ذلك لان هذا عقد سبق ملكه فلا يتمكن من فسخه كما اذا اشترى جارية منكوحة

ترجمه: ۴ اگر سوار ہوا تو خون بہائے گا یعنی دم دے گا اس لئے کہ اس میں نقص داخل کیا۔

تشریح: اگر نذر ماننے کے بعد سوار ہو گیا تو دم لازم ہوگا اس لئے کہ نذر ماننے کے بعد گویا قسم ہو گئی اور قسم توڑنے سے کفارہ لازم ہوتا ہے، اور حج میں عموما کفارہ دم سے دیا جاتا ہے اس لئے دم لازم ہوگا۔

ترجمہ: ۵ مشائخ نے فرمایا کہ اگر مسافت دور ہو اور چلنا مشکل ہو تو سوار ہو جائے، اور اگر قریب ہو اور آدمی ایسا ہو کہ اس کو چلنے کی عادت ہو اور اس پر چلنا مشکل نہ ہو تو مناسب یہ ہے کہ سوار نہ ہو۔

تشریح: قدوری کے متن اور کتاب الاصل کی عبارت میں ربط پیدا کر رہے ہیں کہ اگر مسافت دور ہو تو سوار ہو جائے، اور اگر مسافت قریب ہو اور آدمی طواف زیارت تک چل سکتا ہو تو مناسب ہے کہ سوار نہ ہو۔ شق المشی: چلنا مشکل ہو۔

ترجمہ: (۱۴۸۱) کسی نے احرام باندھی ہوئی باندی کو بیچا، اور بائع نے اس کو احرام باندھنے کی اجازت دی تھی، تو مشتری کے لئے جائز ہے کہ باندی کو حلال کر لے اور اس سے جماع کرے۔

تشریح: یہ مسئلہ اس اصول پر ہے، کہ احرام ایسا فعل ہے کہ مالک باندی کو اس سے حلال کر سکتا ہے اور جماع کر سکتا ہے، لیکن اگر باندی نے مالک کی اجازت سے نکاح کیا ہے تو اب مالک اس نکاح کو توڑ وا نہیں سکتا اور نہ اس سے جماع کر سکتا ہے، یہ تو اس کے شوہر کا حق ہو گیا۔

صورت مسئلہ یہ ہے کہ بائع نے باندی کو احرام باندھنے کی اجازت دی جسکی وجہ سے اس نے احرام باندھا، پھر اس کو بیچ دیا تو خریدنے والے کے لئے اس کی گنجائش ہے کہ اس کے احرام کو توڑ وا دے اور اس سے جماع کرے، کیونکہ بائع کو اسکا اختیار ہے اس لئے اس کی جگہ پر مشتری کو بھی اس کا اختیار ہوگا، اور بائع کو نکاح توڑوانے کی اجازت نہیں اس لئے اس کی جگہ پر مشتری کو بھی اس کی گنجائش نہیں ہوگی۔

اصول: بائع کو جس کام کی اجازت ہوگی اس کام کی اجازت مشتری کو بھی ہوگی، اور جسکی اجازت بائع کو نہیں ہے اس کی اجازت مشتری کو بھی نہیں ہوگی۔

ترجمہ: ۱ امام زفرؒ نے فرمایا کہ خریدنے والے کو اس کا اختیار نہیں ہوگا اس لئے کہ اس کی ملکیت سے پہلے ہی یہ عقد ہو چکا ہے

۲؎ ولنا ان المشترى قام مقام البائع وقد كان للبائع ان يحللها فكذا المشترى الا انه يكره ذلک للبائع لما فيه من خلف الوعد وهذا المعنى لم يوجد فى حق المشترى ۳؎ بخلاف النكاح لانه ما كان للبائع ان يفسخه اذا باشر باذنه فكذا لايكون ذلک للمشترى ۴؎ واذا كان له ان يحلّله لا يتمكن من ردّها بالعيب عندنا وعند زفرؒ يتمكن لانه ممنوعٌ عن غشيانها

یعنی احرام باندھا جا چکا ہے، اس لئے اس کو توڑنے کی قدرت نہیں ہوگی، جیسا کہ اگر منکوحہ باندی کو خرید تا تو اس کے نکاح کو توڑوانے کی قدرت نہیں ہے۔

تشریح : امام زفرؒ نے فرمایا کہ مشتری کو احرام توڑنے کی اجازت نہیں ہے، [ا] اس کی وجہ یہ ہے کہ مشتری کے خریدنے سے پہلے باندی نے احرام باندھی ہے اور بائع کی اجازت سے باندھی ہے اس لئے اس کو توڑنے کی اجازت نہیں ہوگی، جیسے کہ نکاح کی ہوئی ہو تو مشتری کو اس کو توڑنے کا اختیار نہیں ہے۔

ترجمہ: ۲؎ ہماری دلیل یہ ہے کہ مشتری بائع کے قائم مقام ہے، اور بائع کے لئے گنجائش ہے کہ باندی کو حلال کر لے، تو ایسے ہی مشتری کے لئے اختیار ہوگا، مگر یہ کہ یہ بائع کے لئے مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں وعدہ کا خلاف ہے، اور یہ معنی مشتری کے حق میں نہیں ہے۔

تشریح : ہماری دلیل یہ ہے کہ مشتری بائع کے قائم مقام ہے اور بائع کو حق ہے کہ باندی کا احرام توڑوا دے تو مشتری کو بھی حق ہے کہ اس کے احرام کو توڑ دے، اتنی بات ہے کہ بائع نے احرام باندھنے کی اجازت دی تھی اس لئے اس کے احرام کو توڑنا وعدہ کا خلاف کرنا ہے اس لئے توڑوانا مکروہ ہے اور مشتری نے چونکہ احرام کی اجازت نہیں دی ہے اس لئے اس کے لئے مکروہ بھی نہیں ہے۔

ترجمہ : ۳؎ بخلاف نکاح کے اس لئے کہ بائع کے لئے اس کے توڑنے کا اختیار نہیں ہے جبکہ اس کی اجازت سے نکاح کیا ہو ایسے ہی مشتری کے لئے اختیار نہیں ہے۔

تشریح : یہ امام زفرؒ کو جواب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نکاح نہیں توڑ سکتا تو احرام بھی نہیں توڑ سکتا، اس کا جواب دیا کہ، نکاح تو بائع بھی نہیں توڑ سکتا اس لئے اس کی جگہ پر مشتری بھی نہیں توڑ سکتا۔

ترجمہ: ۴؎ اور جب مشتری کو احرام توڑوانے کا اختیار ہے تو ہمارے نزدیک اس عیب کی وجہ سے باندی لوٹانے کی قدرت نہیں ہے، اور امام زفرؒ کے نزدیک اس کی قدرت ہے اس لئے کہ اس کو جماع کرنے سے روکا ہوا ہے۔

تشریح : امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشتری احرام توڑوا سکتا ہے اس لئے احرام عیب نہیں ہے اس لئے احرام کے عیب سے باندی

۵ؕ وذكر فى بعض النسخ او يجامعها والاول يدل علىٰ انه يحلّلها بغير الجماع بقَصّ شعر اوبقلم ظفرٍ ثم يجامع والثانى يدل على انه يحلّلها بالمجامعة لانه لا يخلو عن تقديم مسٍّ يقع به التحليل والاولىٰ ان يحلّلها بغير المجامعة تعظيما لامر الحج والله اعلم.

واپس نہیں کرسکتا۔اور امام زفرؒ کے یہاں احرام نہیں کھلواسکتا اور نہ جماع کرسکتا ہے،اس لئے یہ عیب ہے،اس لئے اگر مشتری چاہے تو اس عیب کی وجہ سے باندی بائع کی طرف واپس کرسکتا ہے۔۔غشیان: ڈھانکنا، جماع کرنا۔

ترجمہ : ۵ؕ بعض نسخے میں ذکر کیا ہے، او یجامعھا، اور اول یعنی متن کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ جماع کے علاوہ سے باندی کو حلال کرے بال کاٹ کر یا ناخن کاٹ کر، پھر جماع کرے، اور دوسری عبارت دلالت کرتی ہے کہ وطی ہی کے ذریعہ سے حلال کرے، اس لئے کہ وطی سے پہلے چھونا وغیرہ پایا جائے گا جس سے وہ حلال ہوجائے گی۔لیکن پہلی شکل زیادہ بہتر ہے کہ باندی کو وطی کے علاوہ سے حلال کرے حج کے معاملے کی تعظیم کی وجہ سے۔

تشریح : متن کے نسخے میں ہے کہ باندی کو وطی کے علاوہ سے پہلے حلال کرے پھر اس سے وطی کرے، اور دوسرے نسخے میں ہے کہ وطی کرکے ہی حلال کرے، اس لئے صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ متن کی عبارت بہتر ہے، کیونکہ حج کے احترام کی وجہ سے یہی بہتر ہے کہ پہلے ناخن یا بال کاٹ کر حلال کرے پھر اس سے وطی کرے، اور اگر وطی ہی کرنے لگ جائے تو اس سے پہلے باندی کو چھونا پایا جائے گا جس سے وہ حلال ہوجائے گی اسلئے اس کی بھی گنجائش ہے۔

لغت : یحلل: حلال کرے۔قص: بال کاٹنا۔قلم: ناخن تراشنا۔ظفر: ناخن ۔واللہ اعلم

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم و تب علينا انک انت التواب الرحيم و الحمد لله رب العالمين ، و الصلوة و السلام على رسوله الكريم و على اٰله و اصحابه اجمعين

احقر ثمیر الدین قاسمی، غفرلہ ۔

مانچیسٹر، انگلینڈ

۲۵، ربیع الثانی، ۱۴۲۸ھ

۱۳، مئی، ۲۰۰۷ء بروز اتوار